فہرست عنوانات

تفسیر عثمانی جلد دوم

يَعْتَذِرُوْنَ اِلَيْكُمْ اِذَا رَجَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ؕ قُلْ لَّا

بہانے لائیں گے تمہارے پاس | جب تم لوٹ کر جاؤ گے | اُن کی طرف | تو کہہ

تَعْتَذِرُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّاَنَا اللّٰهُ مِنْ اَخْبَارِكُمْ ؕ

بہانے مت بناؤ | ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہاری بات | ہم کو بتا چکا ہے اللہ | تمہارے احوال

وَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى

اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارے کام | اور اُس کا رسول | پھر تم لوٹائے جاؤ گے طرف

عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اُس جاننے والے چھپے | اور کھلے | سو وہ بتائے گا تم کو | جو تم

تَعْمَلُوْنَ ۝٩٤ سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ

کر رہے تھے ◆ | اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی | تمہارے سامنے | جب تم پھر کر جاؤ گے

اِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمْ ؕ اِنَّهُمْ

اُن کی طرف | تاکہ تم ان سے درگزر کرو | تو تم درگزر کرو اُن سے | بے شک وہ لوگ

رِجْسٌ ؗ وَّمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝٩٥

پلید ہیں | اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے | بدلہ اُن کے کاموں کا ◆

يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۚ فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ

وہ لوگ قسمیں کھائیں گے تمہارے سامنے | تاکہ تم اُن سے راضی ہو جاؤ | سو اگر تم راضی ہو گئے | اُن سے

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝٩٦ اَلْاَعْرَابُ

تو اللہ راضی نہیں ہوتا | نافرمان لوگوں سے ◆ | گنوار

◆ **منافقین کا عذر قبول نہیں** | یعنی جیسے تبوک کی طرف روانہ ہونے کے وقت منافقین نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنائے، جب تم مدینہ واپس آؤ گے اس وقت بھی یہ لوگ اعذار باطلہ پیش کر کے تم کو مطمئن بنانا چاہیں گے اور قسمیں کھائیں گے کہ حضرت ہمارا قصد مصمم تھا کہ آپ کے ساتھ چلیں مگر فلاں فلاں موانع و عوائق پیش آجانے کی وجہ سے مجبور رہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ جھوٹی باتیں بنانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ تمہارے سب اعذار لغو و بیکار ہیں۔ ہم کو حق تعالیٰ تمہارے کذب و نفاق پر مطلع کر چکا۔ پھر کس طرح ہم تمہاری اقوایات کو باور کر سکتے ہیں۔ اب پچھلے قصے کو چھوڑو، آئندہ تمہارا طرز عمل دیکھا جائے گا کہ اپنے دعوے کو کہاں تک نباہتے ہو۔ سب جھوٹ سچ ظاہر ہو کر رہے گا اور بہر حال اس "عالم الغیب والشہادۃ" سے تو کوئی راز اور عمل یا نیت پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اسی کے یہاں سب کو جانا ہے۔ وہ جزا دینے کے وقت تمہارا ہر چھوٹا بڑا ظاہری و باطنی عمل کھول کر رکھ دے گا اور اسی کے موافق بدلہ دیا جائے گا۔

◆ تبوک سے واپسی کے بعد منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر جو عذر پیش کرتے تھے اس کی غرض یہ تھی کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو اپنی قسموں اور ملمع سازیوں سے راضی و مطمئن کر دیں تا کہ بارگاہ رسالت سے ان پر کوئی عتاب و ملامت وغیرہ وارد نہ ہو۔ سابق کی طرح یونہی معاملہ ابہام میں رہے۔ مسلمان ان سے کچھ تعرض نہ کریں۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ بہتر ہے تم ان سے تعرض مت کرو، لیکن یہ اغماض و تغافل (تعرض نہ کرنا) راضی و مطمئن ہونے کی بنا پر نہیں، بلکہ ان کے نہایت پلید اور شریر ہونے کی وجہ سے ہے۔ یہ لوگ اس قدر گندے واقع ہوئے ہیں کہ ان کے پاک و صاف ہونے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ لہٰذا اس نجاست کی پوٹ کو دور پھینک دو اور اس سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے خدا خود ان کو ٹھکانے لگا دے گا۔

◆ **منافقین سے مسلمانوں کا معاملہ** | بڑی کوشش یہ ہے کہ مکر و فریب اور کذب و دروغ سے مسلمانوں کو خوش کر لیں۔ فرض کیجئے اگر چکنی چپڑی باتوں سے مخلوق راضی ہو جائے تو کیا نفع پہنچ سکتا ہے جب کہ خدا ان سے راضی نہ ہو۔ خدا کے آگے تو کوئی چالاکی اور دغابازی نہیں چل سکتی۔ گویا متنبہ فرما دیا کہ جس قوم سے خدا راضی نہ ہو کوئی مومن قانت کیسے راضی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا جھوٹی باتوں سے پیغمبر اور ان کے ساتھیوں کو خوش کر لینے کا خبط اپنے دماغوں سے نکال دینا چاہئے۔ اگر ان کے ساتھ تغافل و اعراض کا معاملہ کیا گیا ہے تو یہ اس کی دلیل نہیں کہ مسلمان ان سے خوش اور مطمئن ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جس شخص کا حال معلوم ہو کہ منافق ہے اس کی طرف سے تغافل روا ہے لیکن دوستی اور محبت و یگانگت روا نہیں۔"

أَشَدُّ كُفْرًا وَّنِفَاقًا وَّأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا

بہت سخت ہیں کفر میں — اور نفاق میں — اور اسی لائق ہیں کہ نہ سیکھیں — وہ قاعدے — جو

أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ رَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٩٧﴾ وَمِنَ

نازل کیے اللہ نے — اپنے رسول پر — اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے — اور بعضے

الْأَعْرَابِ مَن يَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُ

گنوار ایسے ہیں — کہ شمار کرتے ہیں — اپنے خرچ کرنے کو تاوان — اور انتظار کرتے ہیں

بِكُمُ الدَّوَائِرَ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ

تم پر زمانہ کی گردشوں کا — انہی پر آئے — گردش بری — اور اللہ سننے والا

عَلِيمٌ ﴿٩٨﴾ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

جاننے والا ہے — اور بعضے گنوار وہ ہیں — کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر — اور قیامت

الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ قُرُبَاتٍ عِندَ اللَّهِ وَصَلَوَاتِ

کے دن پر — اور شمار کرتے ہیں — اپنے خرچ کرنے کو — نزدیک ہونا اللہ سے — اور دعا لینی

الرَّسُولِ ۚ أَلَا إِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ۚ سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ

رسول کی — سنتا ہے — وہ ان کے حق میں نزدیکی ہے — داخل کرے گا ان کو اللہ

فِي رَحْمَتِهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿٩٩﴾ وَالسَّابِقُونَ

اپنی رحمت میں — بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے — اور جو لوگ قدیم ہیں

الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ

سب سے پہلے — ہجرت کرنے والے — اور مدد کرنے والے — اور جو ان کے

◆ **اعراب منافقین کا حال** یہاں تک مدینہ کے منافقین اور مومنین مخلصین کے احوال بیان ہوئے تھے۔ اب کچھ حال دیہاتی بدوؤں کا ذکر کرتے ہیں کہ ان میں بھی کئی طرح کے آدمی ہیں۔ کفار، منافقین اور مخلص مسلمان۔ چونکہ دیہاتی لوگ قدرتی طور پر عموماً تندخو اور سخت مزاج ہوتے ہیں (جیسا کہ حدیث میں ہے "مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا") اور مجالس علم و حکمت سے دور رہنے کی وجہ سے تہذیب و شائستگی کا اثر اور علم و عرفان کی روشنی بہت کم قبول کرتے ہیں۔ اس لیے ان کا کفر و نفاق شہری کفار و منافقین سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ ان کو ایسے مواقع دستیاب نہیں ہوتے کہ اہل علم و صلاح کی صحبت میں رہ کر دیانت و تہذیب کے وہ قوانین اور قاعدے معلوم کریں جو خدا تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام پر نازل کیے۔ علم و معرفت ہی وہ چیز ہے جو انسان کے دل کو نرم کرتی اور مہذب بناتی ہے۔ جو لوگ اس قدر جہالت میں غرق ہیں ضرور ہے کہ ان کے دل سخت ہوں اور کفر و نفاق کے جس راستہ پر پڑ جائیں بہائم اور درندوں کی طرح اندھا دھند بڑھتے چلے جائیں۔ اعراب کی سنگدلی کا ذکر متعدد احادیث میں ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی اعرابی نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ لوگ اپنے بچوں کا پیار لیتے ہیں، خدا کی قسم ہم نے کبھی اپنی اولاد کا پیار نہیں لیا۔ حضور نے فرمایا کہ میں کیا کروں اگر خدا نے تیرے دل میں سے اپنی رحمت کو نکال لیا ہے۔

◆ یعنی اس کا علم بنی آدم کے تمام طبقات پر محیط ہے۔ وہ اپنی حکمت سے ہر ایک طبقہ کے ساتھ اس کی استعداد و قابلیت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "اعراب کی طبیعت میں ہے سختی، خودسری اور جہالت شدید ہوتی ہے، سو اللہ حکمت والا ہے، جیسا ان سے مشکل کام بھی نہیں چاہتا اور رہے بے خبر بھی نہیں رہتا۔"

◆ یعنی اعراب منافقین میں وہ لوگ بھی ہیں جنہیں اگر کسی وقت خدا کے راستہ میں کچھ خرچ کرنا پڑ جاتا ہے تو انتہائی کراہیت سے خرچ کرتے ہیں جیسے کوئی جرمانہ اور تاوان ادا کر رہا ہو۔ وہ ابھی تک اس کے منتظر ہیں کہ مسلمان حوادث دہر کے کسی گردش و آفت میں پھنس جائیں تو ہم خوب شادیانے بجائیں۔ یہ خبر نہیں کہ انہیں کی قسمت گردش میں آنے والی ہے۔ اسلام تو غالب و فائق ہو کر رہے گا اور یہ منافقین سخت ذلیل و رسوا ہوں گے۔ خدا ہر ایک کی باتیں اور دعائیں سنتا ہے اور جانتا ہے کہ کون عزت و کامیابی کا اہل ہے اور کون لوگ ذلت اور رسوائی کے مستحق ہیں۔

◆ **اعراب مومنین کا بیان** یہاں قرآن کریم کی معجزانہ تاثیر اور نبی کریم ﷺ کی تعلیم کا حیرت انگیز کرشمہ دکھلایا ہے کہ ان ہی وحشت مزاج، سنگدل، تندخو گنواروں میں جو کفر و نفاق اور جہل و غفلت کی وجہ سے اس لائق تھے کہ خدا کے بتلائے ہوئے ادب اور قاعدے نہ سمجھیں۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیم اور قرآن کریم کی آواز نے ایسے عارف اور مخلص افراد پیدا کر دیے جو خدا اور روز جزا پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں، خالص قرب الٰہی حاصل کرنے اور پیغمبر علیہ السلام کی دعائیں لینے کی غرض سے کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کو بشارت دی کہ بیشک وہ اپنی امیدوں میں حق بجانب ہیں۔ یقیناً ان کو وہ چیز مل کر رہے گی جس کی نیت کی ہے (یعنی قرب الٰہی) اور خدا ضرور ان کو اپنی رحمت میں جگہ دے گا۔ رہی پیغمبر علیہ السلام کی دعا سے تو وہ اپنے کانوں سے سنتے اور آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص صدقہ وغیرہ لے کر حاضر ہوتا ہے تو حضور اس کو دعائیں دیتے ہیں۔ حضور کی اس دعا کا ثمرہ بھی وہی رحمت و قرب الٰہی ہے جس کا وعدہ پہلے ہو چکا۔

اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ ۙ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا

پیروی کے — نیکی کے ساتھ — اللہ راضی ہوا ان سے — اور وہ راضی ہوئے

عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ

اس سے — اور تیار کر رکھے ہیں ان کے لیے باغات — بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں

خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۚ ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾ وَمِمَّنْ

ہمیشہ رہیں گے ان میں ہمیشہ — یہی ہے بڑی کامیابی ◆ — اور بعضے

حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ۖ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ ۖ

تمہارے گرد کے گنوار — منافق ہیں — اور بعضے لوگ مدینہ والے

مَرَدُوا عَلَى النِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۖ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۚ

اڑ رہے ہیں — نفاق پر — تو ان کو نہیں جانتا — ہم ان کو جانتے ہیں ◆

سَنُعَذِّبُهُم مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابٍ عَظِيمٍ ﴿١٠١﴾

ان کو ہم عذاب دیں گے — دوبار — پھر وہ لوٹائے جائیں گے — بڑے عذاب کی طرف ◆

وَآخَرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا

اور بعضے لوگ ہیں — کہ اقرار کیا انہوں نے اپنے گناہوں کا — ملایا انہوں نے ایک کام نیک

وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَن يَتُوبَ عَلَيْهِمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ

اور دوسرا برا — قریب ہے — کہ اللہ معاف کرے ان کو — بیشک اللہ

◆ **سابقین اولین کے فضائل** "اعراب مؤمنین" کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ زیادہ اعیان مؤمنین کا کچھ ذکر کیا جائے یعنی جن مہاجرین نے ہجرت میں سبقت و اولیت کا شرف حاصل کیا اور جن انصار نے نصرت و اعانت میں پہل کی نیز جن لوگوں نے قبول حق اور خدمت اسلام میں جس قدر آگے بڑھ بڑھ کر حصے لئے، پھر جو لوگ نیکوکاری اور حسن نیت سے ان کی

رہروانِ اسلام کی پیروی کرتے رہے۔ ان سب کو درجہ بدرجہ خدا کی خوشنودی اور حقیقی کامیابی حاصل ہوگی۔ جیسے انہوں نے پوری خوشدلی اور انشراح قلب کے ساتھ حق تعالیٰ کے احکام تشریعی اور قضاء تکوینی کے سامنے گردنیں جھکا دیں، اسی طرح خدا نے ان کو اپنی رضا و خوشنودی کا پروانہ دے کر غیر محدود انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔ **تنبیہ** مفسرین سلف کے اقوال "اَلسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ" کی تعیین میں مختلف ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ مہاجرین و انصار مراد ہیں جو ہجرت سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ بعض کے نزدیک وہ مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں (کعبہ و بیت المقدس) کی طرف نماز پڑھی۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر تک کے مسلمان "سابقین اولین" ہیں۔ بعض حدیبیہ تک اسلام لانے والوں کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ تمام مہاجرین و انصار اطراف کے مسلمانوں اور پیچھے آنے والی نسلوں کے اعتبار سے "سابقین اولین" ہیں۔ ہمارے نزدیک ان اقوال میں چنداں تعارض نہیں۔ "سبقت و اولیت" اضافی چیزیں ہیں۔ ایک ہی شخص یا جماعت کسی کے اعتبار سے سابق اور دوسرے کی نسبت سے لاحق بن سکتی ہے۔ جیسا کہ ہم نے "فائدہ" میں اشارہ کیا ہے جو شخص یا جماعت جس درجہ میں سابق و اول ہوگی اسی قدر رضائے الٰہی اور حقیقی کامیابی سے حصہ پائے گی۔ کیونکہ سبقت و اولیت کی طرح رضا و کامیابی کے بھی مدارج بہت سے ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

۱ **اہلِ مدینہ اور اعراب منافقین** پہلے سے دیہاتی عربوں کا ذکر چلا آرہا تھا۔ درمیان میں اعراب مومنین کے تذکرہ سے مہاجرین و انصار کی طرف کلام منتقل ہو گیا۔ اب اس آیت میں خاص "مدینہ" اور اس کے آس پاس رہنے والوں کا بیان ہے۔ یعنی بعض اہل مدینہ اور گردوپیش کے رہنے والے نفاق کے خوگر ہو چکے اور اسی پر اڑے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ نفاق اس قدر عمیق و دقیق ہے کہ ان کے قرب مکانی اور نبی کریم ﷺ کی کمال ذکاوت و فراست کے باوجود آپ بھی بالتعیین اور قطعی طور پر محض علامات و قرائن سے ان کے نفاق پر مطلع نہیں ہوئے۔ ان کا ٹھیک ٹھیک تعین صرف خدا کے علم میں ہے۔ جس طرح عام منافقین کا پتہ چہرہ، لب و لہجہ اور بات چیت سے لگ جاتا تھا (وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِيْ لَحْنِ الْقَوْلِ) ان کا نفاق اتنا گہرا ہے کہ اس قسم کی ظاہری علامات ان کا پردہ فاش نہیں کرتیں۔

۲ **منافقین کیلئے بڑا عذاب** بڑا عذاب دوزخ کا ہے۔ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ (نساء رکوع ۲۱) اس سے پہلے کم از کم دو بار ضرور عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔ ایک عذاب قبر، دوسرا وہ عذاب جو اسی دنیوی زندگی میں آکر رہے گا۔ مثلاً ابن عباسؓ کی ایک روایت کے موافق حضورؐ نے جمعہ کے روز منبر پر کھڑے ہو کر تقریباً چھتیس آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا۔ "اُخْرُجْ فَاِنَّكَ مُنَافِقٌ" یعنی تو منافق ہے مسجد سے نکل جا۔ یہ رسوائی ایک قسم عذاب کی تھی۔ یا پہلے اسی سورت میں گذرا کہ ان کے اموال و اولاد کو حق تعالیٰ نے ان کے حق میں عذاب بنا دیا۔ (فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا) یا ان میں کے بعض بھوک وغیرہ آفات ارضی و سماوی میں مبتلا ہو کر ذلت کی موت مرے یا اسلام کی ترقی و عروج کو دیکھ کر غیظ کھانا اور دانت پیسنا یہ بھی ان کے حق میں سوہان روح تھا۔ میرے نزدیک یہ سب قسم کے عذاب "مرتین" کے مدلول میں داخل ہیں۔ اور دو کا عدد یا تو مطلق تعدد کے لیے ہے جیسے "ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ" میں اور یا دو بارے مراد قوی الکیفیت ہے۔ یعنی "عذاب قبر" اور "عذاب قبل الموت"۔ واللہ اعلم۔

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ

بخشنے والا مہربان ہے ◆ لے ان کے مال میں سے زکوٰۃ کہ پاک کرے تو ان کو

وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ

اور بابرکت کرے تو ان کو اس کی وجہ سے اور دعا دے ان کو بےشک تیری دعا ان کے لیے تسکین

لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

ہے اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ◆ کیا وہ جان نہیں چکے کہ اللہ

هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ

آپ قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے اور لیتا ہے زکوٰتیں

وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ وَقُلِ اعْمَلُوْا فَسَيَرَى

اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ◆ اور کہہ کہ عمل کیے جاؤ پھر آگے دیکھ لے گا

اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ

اللہ تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مسلمان اور تم جلد لوٹائے جاؤ گے

اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

طرف اس کے جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں سے واقف ہے پھر وہ جتا دے گا تم کو جو کچھ

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا

تم کرتے تھے ◆ اور ایک اور لوگ ہیں کہ ان کا کام ڈھیل میں ہے حکم پر اللہ کے یا

يُعَذِّبُهُمْ وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

ان کو عذاب دے اور یا ان کو معاف کرے اور اللہ سب کچھ جاننے والا

حَكِيمٌ ﴿١٠٦﴾ وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا

حکمت والا ہے ◆ اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر اور کفر پر

وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ

اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور گھات لگانے کو اس شخص کی جو لڑ رہا ہے

اللَّهَ وَرَسُولَهُ مِن قَبْلُ ۚ وَلَيَحْلِفُنَّ إِنْ أَرَدْنَا

اللہ سے اور اس کے رسول سے پہلے سے اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو

إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۖ وَاللَّهُ يَشْهَدُ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿١٠٧﴾ لَا تَقُمْ

بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ◆ تو نہ کھڑا ہو

فِيهِ أَبَدًا ۚ لَّمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ

اس میں کبھی البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد رکھی گئی پرہیزگاری پر اول

يَوْمٍ أَحَقُّ أَن تَقُومَ فِيهِ ۚ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن

دن سے زیادہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اس میں اس میں ایسے لوگ ہیں جو دوست رکھتے ہیں

◆ **بعض متخلفین تبوک کی معافی کا معاملہ** اللہ بڑی معافی سے یہاں ایک اور چھوٹی سی جماعت کا ذکر ہو رہا ہے ... یہ ہے کہ متخلفین تبوک ... میں شریک ہونے والے ... تھے ایک منافقین ... بعض مومنین ... سستی ... کی وجہ سے شریک جہاد نہ ہوئے۔ پھر ان میں دو قسمیں تھیں۔ ... جنہوں نے ... اپنے آپ کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا ... آیات میں ... صرف تین شخص ... جنہوں نے ... ستونوں سے ... تراشی ... آنحضرت ﷺ کے سامنے ... کے باعث ... ترجون لامر اللہ ... خدا کے حکم ... معاف کرے ... علم و حکمت ... نبی کریم ﷺ نے ... متخلفین ... پہچان ہو گی۔

◆ **مسجد ضرار اور منافقین کی سازش** پہلے ان لوگوں کا ذکر تھا جن سے بظاہر ایک برا کام ہو گیا (التخلف عن الجہاد) ... اعتقاد ... کی وجہ سے معافی مل گئی۔ یہاں ایسی جماعت کا بیان ہے جنہوں نے بظاہر اچھا کام کیا (تعمیر مسجد) لیکن بداعتقادی کی وجہ سے ... کیا۔ ... نبی کریم ﷺ کے ہجرت کرانے ... مدینہ سے باہر "قبا" ... "عوالی" ... کے محلّہ میں ... ہوئے ...

چند روز بعد شہر "مدینہ" میں تشریف لے گئے اور مسجد نبوی تعمیر کی۔ اس محلہ میں جہاں آپ ﷺ نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے مسجد تیار کر لی جو مسجد قبا کے نام سے مشہور ہے۔ حضرت اکثر ہفتہ کے روز وہاں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے اور بڑی فضیلت اس کی بیان فرماتے تھے۔ بعض منافقین نے چاہا کہ پہلوں کی ضد پر اسی کے قریب ایک اور مکان مسجد کے نام سے تعمیر کریں۔ اپنی جماعت جدا ٹھہرائیں اور بعض سادہ دل مسلمانوں کو مسجد قبا سے ہٹا کر ادھر لے آئیں۔ فی الحقیقت اس ناپاک تجویز کا محرک اصلی ایک شخص ابو عامر راہب خزرجی تھا۔ ہجرت سے پہلے اس شخص نے نصرانی بن کر راہبانہ شغل اختیار کر لی تھی۔ مدینہ اور آس پاس کے لوگ خصوصاً قبیلہ خزرج کے لوگ اس کے زہد و درویشی کے معتقد تھے اور بڑی تعظیم کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے قدوم میمنت لزوم سے جب مدینہ میں ایمان و عرفان کا آفتاب چمکا تو اس طرح کے درویشوں کا بھرم کھلنے لگا۔ بھلا اور آفتاب کے سامنے بے نور چراغ کو کون پوچھتا۔ ابو عامر یہ دیکھ کر جل بھن گیا۔ حضور ﷺ نے اسکو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ میں ٹھیٹ ملت ابراہیمی لے کر آیا ہوں۔ کہنے لگا کہ میں پہلے سے اس پر قائم ہوں لیکن تم نے اپنی طرف سے ملت ابراہیمی میں اس کے خلاف چیزیں داخل کر دی ہیں۔ حضور ﷺ نے بہت زور سے تکذیب فرمائی۔ آخر اس کی زبان سے نکلا کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہو خدا اس کو وطن سے دور یکہ و تنہا غربت و بیکسی کی موت مارے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "آمین" خدا ایسا ہی کرے۔ جنگ بدر کے بعد جب اسلام کی جڑیں مضبوط ہو گئیں اور مسلمانوں کا عروج و فروغ حاسدوں کی نگاہوں کو خیرہ کرنے لگا۔ ابو عامر کی تاب نہ لا سکا۔ بھاگ کر مکہ پہنچا تا کہ کفار مکہ کو حضور ﷺ کے مقابلہ میں چڑھا کر لائے۔ چنانچہ معرکہ احد میں قریش کے ساتھ خود آیا۔ مبارزت شروع ہونے سے پہلے آگے بڑھ کر انصار مدینہ کو جو عہد جاہلیت میں اس کے بڑے معتقد تھے خطاب کر کے اپنی طرف مائل کرنا چاہا۔ احمق یہ سمجھا کہ پیغمبر کی صحبت و تصرف کے بعد اب بھی اس کا جادو وہاں چل سکتا ہے۔ آخر انصار نے جو اسے پہلے راہب کہہ کر پکارتے تھے جواب دیا کہ او فاسق دشمن خدا تیری آنکھ خدا کبھی ٹھنڈی نہ کرے۔ کیا رسول خدا کے مقابلہ میں ہم تیرا ساتھ دیں گے؟ انصار کا مایوس کن جواب سن کر بہت جز بز ہوا اور غیظ میں آ کر کہنے لگا کہ اے محمد (ﷺ) آئندہ جو قوم بھی تیرے مقابلہ کے لئے اٹھے گی میں برابر اس کے ساتھ ہو کر لڑوں گا۔ چنانچہ جنگ حنین تک ہر معرکہ میں کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑا۔ جنگ احد میں اسی کی شرارت سے حضور ﷺ کو زخم پہنچا۔ دونوں صفوں کے درمیان اس نے پوشیدہ طور پر کچھ گڑھے کھدوا دیے تھے۔ وہیں چہرہ مبارک کے زخمی ہونے اور دندان مبارک شہید ہونے کا واقعہ پیش آیا۔ حنین کے بعد جب ابو عامر نے محسوس کر لیا کہ اب عرب کی کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتی تو بھاگ کر ملک شام پہنچا۔ اور منافقین مدینہ کو خط لکھا کہ میں قیصر روم سے مل کر ایک لشکر جرار محمد (ﷺ) کے مقابلہ میں لانے والا ہوں جو چشم زدن میں ان کے سارے منصوبے خاک میں ملا دے گا اور مسلمانوں کو پامال کر کے چھوڑے گا۔ (العیاذ باللہ) تم فی الحال ایک عمارت مسجد کے نام سے بناؤ۔ جہاں نماز کے بہانے سے جمع ہو کر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے کئے جائیں۔ اور قاصد تم کو میرے خطوط وغیرہ پہنچایا کرے اور میں بذات خود آؤں تو ایک موزوں جگہ ٹھہرنے اور ملنے کی رہے۔ یہ خبیث مقاصد تھے جن کے لئے مسجد ضرار تعمیر ہوئی اور حضور ﷺ کے روبرو بہانہ یہ کیا گیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم ہماری نیت بری نہیں بلکہ بارش اور سردی وغیرہ میں بالخصوص بیماروں، ناتوانوں اور ارباب حوائج کو مسجد قبا تک جانا دشوار ہے اس لئے یہ مسجد بنائی گئی ہے تا نمازیوں کو سہولت ہو اور مسجد قبا میں تنگی مکان کی شکایت نہ رہے۔ حضور ﷺ ایک مرتبہ وہاں چل کر نماز پڑھ لیں تو ہمارے لئے موجب برکت و سعادت ہو۔ یہ اس لئے کہ حضور ﷺ کا طرز عمل دیکھ کر بعض سادہ دل مسلمان حسن ظن کی بنا پر ان کے جال میں پھنس جائیں۔ آپ ﷺ اس وقت تبوک جانے کے لئے پا برکاب تھے۔ فرمایا کہ اللہ نے چاہا تو واپسی پر ایسا ہو سکے گا۔ جب حضور ﷺ تبوک سے واپس ہو کر بالکل مدینہ کے نزدیک پہنچ گئے تب جبرئیل یہ آیات لے کر آئے جن میں منافقین کی ناپاک اغراض پر مطلع کر کے مسجد ضرار کا پول کھول دیا گیا۔ آپ ﷺ نے مالک بن دخشم اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ اس مکان کو (جس کا نام ازراہ فریب مسجد رکھا تھا) گرا کر پیوند زمین بنا دو۔ انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔ اس طرح منافقین اور ابو عامر فاسق کے سب ارمان دل کے دل میں رہ گئے اور ابو عامر اپنی دعا اور حضور ﷺ کی آمین کے موافق قنسرین (ملک شام) میں تنہا غربت و بیکسی کی موت مرا۔ "فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" آیت میں "مَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ" سے یہی ابو عامر فاسق مراد ہے۔

يَّتَطَهَّرُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝١٠٨ اَفَمَنْ اَسَّسَ

پاک رہنے کو — اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو — بھلا جس نے بنیاد رکھی

بُنْيَانَهٗ عَلٰي تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ

اپنی عمارت کی — اللہ سے ڈرنے پر — اور اس کی رضامندی پر — وہ بہتر — یا جس نے

اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰي شَفَا جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ

بنیاد رکھی اپنی عمارت کی — کنارہ پر ایک کھائی کے — جو گرنے کو ہے — پھر اس کو لے کر گرے

فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٠٩

دوزخ کی آگ میں — اور اللہ راہ نہیں دیتا — ظالم لوگوں کو

لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِيْ بَنَوْا رِيْبَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّآ

ہمیشہ رہے گی اس عمارت سے — جو انہوں نے بنائی تھی — شبہ — ان کے دلوں میں — مگر

اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝١١٠ اِنَّ اللّٰهَ

جب ٹکڑے ہو جائیں ان کے دل کے — اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے — اللہ نے

ع

اشْتَرٰي مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ

خرید لی — مسلمانوں سے ان کی جان — اور ان کا مال — اس قیمت پر کہ

لَهُمُ الْجَنَّةَ ۭ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَ

ان کے لیے جنت ہے — لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں — پھر مارتے ہیں — اور

يُقْتَلُوْنَ ۣ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ

مرتے ہیں — وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا — توریت اور انجیل

◆ **مسجد قباء کی فضیلت** یعنی اس مسجد میں جس کی بنیاد محض ضد، کفر و نفاق، عداوت اسلام اور مخالفت خدا اور رسول پر رکھی گئی آپ کبھی نماز کے لئے کھڑے نہ ہوں۔ آپ کی نماز کے لائق وہ مسجد ہے جس کی بنیاد اول دن سے تقویٰ اور پرہیزگاری پر قائم ہوئی (خواہ مسجد نبوی ہو یا مسجد قبا) اس کے نمازی گناہوں اور شرارتوں سے اور ہر قسم کی نجاستوں سے اپنا ظاہر و باطن پاک و صاف رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی لئے خدائے پاک ان کو محبوب رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اہل قبا سے دریافت کیا کہ تم طہارت و پاکیزگی کا کیا خاص اہتمام کرتے ہو جو حق تعالیٰ نے تمہاری تطہیر کی مدح فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ ڈھیلے کے بعد پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ یعنی عام طہارت ظاہری و باطنی کے علاوہ وہ لوگ اس چیز کا معتاد سے زائد اہتمام رکھتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت میں مسجد قبا کا ذکر ہے۔ لیکن بعض روایات صریحہ میں ہے کہ "لَمَسْجِدٌ أُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى" سے مسجد نبویؐ مراد ہے۔ علماء نے اس پر بہت کچھ کلام کیا ہے۔ ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس کے متعلق اپنا ناقص خیال ظاہر کر کے روایات میں تطبیق دی ہے یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں۔

◆ یعنی جس کام کی بنیاد تقویٰ، یقین، اخلاص اور خدا کی رضا جوئی پر ہو وہ نہایت مستحکم اور پائدار ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے جس کام کی بنا شک و نفاق اور مکر و خداع پر ہو وہ اپنی ناپائداری، بودے پن اور انجام بد کے لحاظ سے ایسا ہے جیسے کوئی عمارت ایک کھائی کے کنارے کھڑی کی جائے کہ ذرا زمین سرکی یا پانی کی تھپیڑ لگا اور کوئی ساری عمارت دھڑام سے نیچے آ رہی اور آخرکار دوزخ کے گڑھے میں جا پہنچی۔

◆ یعنی بنا بر کوئی نیک عمل بھی کریں (جیسے مسجد بنانا) ظلم و نفاق کی شامت سے ٹھیک نہیں پڑتا۔

◆ **ریبہ کی تفسیر** "ریبہ" کا ترجمہ کیا ہے "شبہ" جس سے مراد نفاق ہے۔ یعنی اس عمل بد کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ ان کے دلوں میں (جب تک موت ان کے دل پارہ پارہ نہ کر ڈالے) نفاق قائم رہے گا۔ جیسے اسی سورہ میں پہلے گزر چکا "فَأَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِي قُلُوبِهِمْ إِلَى يَوْمِ يَلْقَوْنَهُ بِمَا أَخْلَفُوا اللَّهَ مَا وَعَدُوهُ وَبِمَا كَانُوا يَكْذِبُونَ" بعض مترجمین نے "ریبہ" کے معنی کئے ہیں "کھٹکا"۔ یعنی جو عمارت انہوں نے ناپاک مقاصد کے لئے بنائی تھی۔ مگر حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مطلع کر کے ان کے تمام پلید مقاصد کا خاتمہ کر دیا اس کا خیال ہمیشہ ان کے دلوں میں کانٹا سا کھٹکتا رہے گا۔ والراجح عند السلف هو الاول کما حکی ابن کثیرؒ۔

وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا

اور قرآن میں | اور کون ہے قول کا پورا | اللہ سے زیادہ | سو خوشیاں کرو

بِبَیْعِكُمُ الَّذِیْ بَایَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

اس سودے پر | جو تم نے کیا ہے اس سے | اور یہی ہے بڑی

الْعَظِیْمُ ﴿۱۱۱﴾ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ

کامیابی ◆ | وہ توبہ کرنے والے ہیں | بندگی کرنے والے | شکر کرنے والے

السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ

بے تعلق رہنے والے ◆ | رکوع کرنے والے | سجدہ کرنے والے | حکم کرنے

بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ

والے نیک بات کا | اور منع کرنے والے | بری بات سے ◆ | اور حفاظت کرنے والے

لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۱۲﴾ مَا كَانَ لِلنَّبِیِّ وَ

ان حدوں کی جو باندھی اللہ نے | اور خوشخبری سنا دے ایمان والوں کو ◆ | لائق نہیں نبی کو | اور

الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْ یَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِیْنَ وَلَوْ كَانُوْۤا

مسلمانوں کو | کہ بخشش چاہیں | مشرکوں کی | اگرچہ وہ ہوں

اُولِیْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَهُمْ اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ

قرابت والے | جب کہ کھل چکا ان پر | کہ وہ ہیں

◆ **مومنین کی نفع بخش تجارت** اس سے زیادہ سودمند تجارت اور عظیم الشان کامیابی کیا ہوگی کہ ہماری حقیر سی جانوں اور فانی اموال کا خداوند قدوس خریدار بنا۔ ہماری جان و مال جو فی الحقیقت اسی کی مملوک و مخلوق ہے محض ادنیٰ ملابست سے ہماری طرف نسبت کر کے "مبیع" قرار دیا جو "عقد بیع" میں مقصود بالذات ہوتی ہے۔ اور جنت جیسے اعلیٰ ترین مقام کو اس کا "ثمن" ٹھہرایا جو محض

تک پہنچنے کا وعدہ ہے۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جنت" میں وہ نعمتیں ہوں گی جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی بشر کے قلب پر ان کی کیفیت کا خطور ہوا۔ اب خیال کرو کہ جان و مال جو برائے نام ہمارے کہلاتے ہیں انھیں جنت کا ثمن نہیں بنایا، نہ یہ کہا کہ حق تعالیٰ "بائع" اور ہم "مشتری" ہوتے، لطف و نوازش کی حد ہو گئی کہ اس ذرا سی چیز کے (حالانکہ وہ بھی فی الحقیقت اسی کی ہے) معاوضہ میں جنت جیسی لازوال اور قیمتی چیز کو ہمارے لئے مخصوص کر دیا، جیسا کہ "بالجنۃ" کی جگہ "بان لھم الجنۃ" فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے۔

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد آنچہ در وہمت نیاید آں دہد

پھر یہ نہیں کہ ہمارے جان و مال خرید لئے گئے تو فوراً ہمارے قبضہ سے نکال لئے جائیں۔ صرف اس قدر مطلوب ہے کہ جب موقع پیش آئے جان و مال خدا کے راستہ میں پیش کرنے کے لئے تیار رہیں۔ دینے سے بخل نہ کریں خواہ وہ لیں یا نہ لیں۔ اسی کے پاس چھوڑے رکھیں۔ اسی لئے فرمایا "یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ فَیَقْتُلُوْنَ وَیُقْتَلُوْنَ" یعنی مقصود خدا کی راہ میں جان و مال حاضر کر دینا ہے۔ بعدہ ماریں یا مارے جائیں۔ دونوں صورتوں میں معاملہ پورا ہو گیا اور بیچی ہوئی چیز ثمن کے مستحق ٹھہر گئے۔ ممکن ہے کسی کو وسوسہ گذرتا کہ معاملہ تو بیشک بہت سودمند اور فائدہ بخش ہے لیکن ثمن نقد نہیں ملا۔ اس کا جواب دیا۔ "وَعْدًا عَلَیْهِ حَقًّا فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ وَالْقُرْاٰنِ" یعنی ادھار ثمن کے مارے جانے کا کوئی خطرہ نہیں۔ خدا تعالیٰ نے بہت تاکید و اہتمام سے پختہ دستاویز لکھ دی ہے جس کا خلاف ناممکن ہے۔ کیا خدا سے بڑھ کر صادق القول، راست باز اور وعدہ کا پکا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا اس کا ادھار بھی دوسروں کے نقد سے ہزاروں درجہ بہتر اور بہتر ہوگا۔ پھر مومنین کے لئے خوش ہونے اور اپنی قسمت پر نازاں ہونے کا اس سے بہتر کونسا موقع ہوگا کہ خود رب العزت ان کا خریدار بنے اور ایسی شان سے بنے۔ سچ فرمایا عبداللہ بن رواحہ نے کہ یہ وہ بیع ہے جس کے بعد اقالت کی کوئی صورت ہم باقی رکھنا نہیں چاہتے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے ہم ناقصوں کو ان مومنین کے زمرہ میں محشور فرمائے آمین۔

◆ **مومنین کی صفات۔ سائحون کا مفہوم** بعض نے "سائحون" سے مراد روزہ دار لئے ہیں۔ کیونکہ روزہ دار کھانے پینے وغیرہ لذائذ و مرغوبات سے بے تعلق ہو کر روحانی مدارج اور ملکوتی مقامات کی سیر کرتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس لفظ کا مصداق مہاجرین ہیں۔ جو گھر بار سے بے تعلق ہو کر "دارالاسلام" میں سکونت پذیر ہوتے ہیں۔ بعض نے "مجاہدین" کا ارادہ کیا ہے کہ مجاہد اپنی جان تک سے بے تعلق ہو کر خدا کے راستہ میں قربان ہونے کے لئے نکلتا ہے۔ بعض کی رائے میں یہ لفظ طلبہ علوم کے لئے ہے جو وطن، کنبہ، راحت و آسائش وغیرہ سب کو خیرباد کہہ کر طلب علم کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ بہرحال مترجم محقق نے جو ترجمہ کیا اس میں ان سب اقوال کی گنجائش ہے مگر اکثر سلف کے نزدیک پہلی تفسیر مختار ہے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا "شاید بے تعلق رہنے سے مراد یہ ہو کہ دنیا میں دل نہ لگائے"

◆ یعنی خود درست ہونے کے ساتھ دوسروں کو بھی درست کرتے ہیں۔ گویا ان کا کام ہے عبادت حق اور خیر خواہی خلق۔

◆ یعنی نیکی بدی کی جو حدود حق تعالیٰ نے معین فرما دی ہیں ان سے تجاوز نہ کرے۔ خلاصہ یہ کہ بے حکم شرع کوئی قدم نہ اٹھائے۔ یہ سب صفات ان مومنین کی ہوئیں۔ جو جان و مال سے خدا کے ہاتھ پر بک چکے ہیں۔

الْجَحِيْمِ ﴿١١٣﴾ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا

دوزخ والے ◆ اور نہ تھا بخشش مانگنا ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے سو نہ تھا

عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗٓ اَنَّهٗ

مگر وعدہ کے سبب کہ وعدہ کر چکا تھا اس سے پھر جب کھل گیا ابراہیم پر کہ وہ

عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ۚ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿١١٤﴾

دشمن ہے اللہ کا تو اس سے بیزار ہو گیا بے شک ابراہیم بڑا نرم دل تحمل کرنے والا ◆

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى

اور اللہ ایسا نہیں کہ گمراہ کرے کسی قوم کو جب ان کو راہ پر لا چکا جب تک

يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿١١٥﴾ اِنَّ

کھول نہ دے ان پر جس سے ان کو بچنا چاہیے بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے ◆

اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۚ وَمَا

اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں جلاتا ہے اور مارتا ہے اور

لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿١١٦﴾ لَقَدْ

تمہارا کوئی نہیں اللہ کے سوا حمایتی اور نہ مددگار ◆ اللہ

تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ

مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو

◆ **مشرک آباء کیلئے استغفار کی ممانعت** مومنین جب جان و مال سے خدا کے ہاتھ بیچ چکے تو ضروری ہے کہ تمام ای کے ہو رہیں اور اللہ سے جس کا دشمن خدا اور جہنمی ہونا معلوم ہو چکا ہو محبت و مہربانی کا واسطہ نہ رکھیں۔ خواہ وہ شخص ان کا ماں باپ، چچا تایا اور خالص بھائی بندی کیوں نہ ہوں۔ جو خدا کا باغی اور دشمن ہے وہ ان کا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔ ...

بہت پتہ چل جائے کہ وہ باطمینان ہو زندہ ہے۔ خواہ وحی و نص کے ذریعہ سے یا اس طرح کہ علانیہ کفر و شرک پر اس کو موت آ چکی ہو، اس کے حق میں استغفار کرنا اور بخشش مانگنا ممنوع ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت آنحضرت ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ کے بارہ میں نازل ہوئی۔ بعض احادیث میں مذکور ہے کہ آپ کے چچا ابو طالب کے حق میں اتری۔ اور بعض نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے چاہا کہ اپنے آباء مشرکین کے لئے جو مر چکے تھے استغفار کریں۔ اس آیت میں ان کو منع کیا گیا۔ بہرحال شان نزول کچھ ہو حکم یہ ہے کہ کفار و مشرکین کے حق میں جن کا خاتمہ کفر و شرک پر معلوم ہو جائے استغفار جائز نہیں۔ تنبیہ حضورؐ کے والدین کے بارہ میں علمائے اسلام کے اقوال بہت مختلف ہیں۔ بعض نے ان کو مومن و ناجی ثابت کرنے کے لئے مستقل رسائل لکھے ہیں۔ اور شراح حدیث نے بھی اس پر طویل بحث کی ہیں۔ احتیاط و سلامت روی کا طریقہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ زبان بند رکھی جائے۔ اور ایسے نازک مباحث میں خوض کرنے سے احتراز کیا جائے حقیقت حال کو خدا ہی جانتا ہے اور وہی تمام مسائل کا ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے۔

◆ **حضرت ابراہیمؑ کا اپنے والد کے لئے استغفار** سورہ مریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے قبول حق سے اعراض کیا اور ضد و عناد سے حضرت ابراہیمؑ کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا تو آپ نے والدین کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا۔ "سلام علیک سأستغفر لک ربی انہ کان بی حفیا" یعنی میں خدا سے تیرے لئے استغفار کروں گا۔ اس وعدہ کے موافق آپ برابر استغفار کرتے رہے چنانچہ دوسری جگہ "واغفر لابی" فرمانے کی تصریح ہے۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ایک مشرک کی حالت شرک پر قائم رہتے ہوئے مغفرت چاہتے تھے۔ نہیں غرض یہی تھی کہ اللہ اس کو توفیق دے کہ حالت شرک سے نکل کر آغوش اسلام میں آ جائے اور قبول اسلام اس کی خطاؤں کے معاف ہونے کا سبب بنے۔ "انّ الا سلام یھدم ما کان قبلہ" ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کو قرآن میں پڑھ کر بعض صحابہ کے دلوں میں خیال آیا کہ ہم بھی اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کریں اس کا جواب حق تعالیٰ نے دیا کہ ابراہیمؑ نے وعدہ کی بنا پر صرف اس وقت تک اپنے باپ کے لئے استغفار کیا۔ جب تک یقینی طور سے یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ اسے کفر و شرک اور خدا کی دشمنی پر مرنا ہے۔ کیونکہ مرنے سے پہلے احتمال تھا کہ توبہ کر کے مسلمان ہو جائے اور بخشا جائے پھر جب کفر و شرک پر خاتمہ ہونے سے صاف کھل گیا کہ وہ حق کی دشمنی سے باز آنے والا نہ تھا تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بالکلیہ بیزار ہو گئے۔ اور دعا و استغفار وغیرہ ترک کر دیا۔ پہلے نرم دلی اور شفقت سے دعا کرتے تھے۔ جب توبہ و رجوع کے احتمالات منقطع ہو گئے تو آپ نے اس کی خیر خواہی سے ہاتھ اٹھا لیا اور اس حادثہ کو صبر و تحمل سے برداشت کیا۔ حدیث میں ہے کہ محشر میں ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ خداوندا! تیرا وعدہ ہے کہ مجھے رسوا نہ کرے گا۔ مگر اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ آج میرا باپ سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے۔ اسی وقت ان کے باپ کی صورت مسخ ہو کر ضبع (بکفتار) کی سی ہو جائے گی اور فرشتے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ شاید یہ اس لئے ہو کہ لوگ اسے پہچان نہ سکیں۔ کیونکہ رسوائی کا دارومدار شناخت پر ہے جب شناخت نہ ہوگی کہ کیا چیز دوزخ میں پھینکی گئی۔ پھر بیٹے کی رسوائی کا کچھ مطلب نہیں۔

◆ **اللہ کی طرف سے اتمام حجت ضرور ہوتا ہے** یعنی اتمام حجت اور اظہار حق سے پہلے خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ گمراہی یہ ہے کہ جب خدا اپنے احکام صاف کھول کر بیان کر چکا پھر امتثال نہ کیا جائے۔ گویا اشارہ کر دیا کہ جو لوگ ممانعت سے قبل مشرکین کے لئے استغفار کر چکے ہیں ان پر مواخذہ نہیں۔ لیکن اب اطلاع پانے کے بعد ایسا کرنا گمراہی ہے۔

◆ جب اسی کی سلطنت ہے تو اسی کا حکم چلنا چاہئے۔ وہ علم محیط اور قدرت کاملہ سے جو احکام بالغہ دے بندوں کا کام ہے کہ بے خوف و خطر قبول کریں۔ کسی کی دوستی و قرابت کو دخل نہ دیں۔ کیونکہ خدا کے سوا کوئی کام آنے والا نہیں۔

اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ

ساتھ دیتے ہیں نبی کے — مشکل کی گھڑی میں — بعد اس کے کہ قریب تھا — کہ دل پھر جائیں

قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ

بعضوں کے — ان میں سے — پھر مہربان ہوا ان پر — بے شک وہ ان پر مہربان ہے

رَّحِيْمٌ ۙ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ؕ حَتّٰٓى

رحم کرنے والا — اور ان تین شخصوں پر — جن کو پیچھے رکھا تھا — یہاں تک

اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ

کہ جب تنگ ہو گئی ان پر زمین — باوجود کشادہ ہونے کے — اور تنگ ہو گئیں

عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْٓا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّآ

ان پر ان کی جانیں — اور سمجھ گئے — کہ کہیں پناہ نہیں — اللہ سے — مگر

اِلَيْهِ ؕ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ

اسی کی طرف — پھر مہربان ہوا ان پر — تاکہ وہ پھر آئیں — بے شک اللہ ہی ہے مہربان

الرَّحِيْمُ ۠ ﴿۱۱۸﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا

رحم والا — اے ایمان والو — ڈرتے رہو اللہ سے — اور رہو

مَعَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ مَا كَانَ لِاَهْلِ الْمَدِيْنَةِ وَمَنْ

ساتھ سچوں کے — نہ چاہیے مدینہ والوں کو — اور ان کے

حَوْلَهُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ اَنْ يَّتَخَلَّفُوْا عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ

گرد کے گنواروں کو — کہ پیچھے رہ جائیں — رسول اللہ کے ساتھ سے

◆ **تبوک کے شرکاء کی فضیلت** | مشکل کی گھڑی سے مراد "غزوۂ تبوک" کا زمانہ ہے جس میں کئی طرح کی مشکلات جمع تھیں۔ سخت گرمی، طویل مسافت، کھجور کا موسم، اس زمانہ کی عظیم الشان سلطنت کے مقابلہ پر فوج کشی، پھر ظاہری بے سروسامانی اتنی کہ ایک ایک کھجور روزانہ دو دو سپاہیوں پر تقسیم ہوتی تھی۔ اخیر میں یہ نوبت پہنچ گئی کہ بہت سے مجاہدین ایک ہی کھجور کو یکے بعد دیگرے چوس کر پانی پی لیتے تھے۔ پھر پانی کے فقدان سے اونٹوں کی آلائش نچوڑ کر پینے کی نوبت آگئی۔ سواری کا اتنا قحط تھا کہ دس دس آدمی ایک ایک اونٹ پر اترتے چڑھتے چلے جا رہے تھے۔ یہی وہ جذبۂ ایثار و فداکاری تھا جس نے مٹھی بھر جماعت کو تمام دنیا کی قوموں پر غالب کر دیا۔ فللہ الحمد والمنہ۔

◆ خدا کی مہربانیاں پیغمبر علیہ السلام پر بے شمار ہیں۔ اور آپ کی برکت سے مہاجرین و انصار پر بھی حق تعالیٰ کی مخصوص توجہ اور مہربانی رہی ہے کہ ان کو ایمان و عرفان سے مشرف فرمایا۔ اتباع نبوی، جہاد فی سبیل اللہ اور عزائم امور کے سرانجام دینے کی ہمت و توفیق بخشی۔ پھر ایسے مشکل وقت میں جبکہ بعض مومنین کے قلوب بھی مشکلات اور صعوبتوں کا ہجوم دیکھ کر ڈگمگانے لگے تھے اور قریب تھا کہ رفاقت نبویؐ سے پیچھے ہٹ جائیں۔ حق تعالیٰ نے دوبارہ مہربانی اور دستگیری فرمائی کہ ان کو اس قسم کے خطرات و وساوس پر عمل کرنے سے محفوظ رکھا اور مومنین کی ہمتوں کو مضبوط اور ارادوں کو بلند کیا۔

◆ **غزوۂ تبوک میں رہ جانے والے تین صحابی** | یہ تین شخص کعب بن مالک، ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع ہیں۔ جو باوجود مومن مخلص ہونے کے محض تن آسانی اور کسل انگاری کی بناء پر بدون عذر شرعی کے تبوک کی شرکت سے محروم رہے۔ جب حضورؐ واپس تشریف لائے تو نہ انہوں نے منافقین کی طرح جھوٹے عذر پیش کئے اور نہ بعض صحابہ کی طرح اپنے آپ کو ستونوں سے باندھا۔ جو واقعہ تھا صاف صاف عرض کر دیا اور اپنی کوتاہی اور تقصیر کا علانیہ اعتراف کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منافقین کی طرف سے بظاہر اغماض کر کے ان کے بواطن کو خدا کے سپرد کیا گیا۔ "اصحاب سواری" کی (یعنی جو مسجد کے ستونوں سے بندھے ہوئے تھے) توبہ قبول کر لی گئی۔ اور ان تینوں کا فیصلہ تادیباً کچھ مدت کے لئے ملتوی رکھا گیا۔ پچاس دن گذرنے کے بعد ان کی توبہ قبول ہوئی "پیچھے کئے جانے" کا یہی مطلب ہے جیسا کہ بخاری میں خود کعب بن مالک سے نقل کیا ہے۔

◆ **حضرت کعبؓ بن مالک کا واقعہ** | ان تین میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ نہایت شرح و بسط سے عجیب مؤثر طرز میں بیان فرمایا ہے۔ صحیح بخاری وغیرہ میں ملاحظہ کیا جائے۔ یہاں اس کے بعض اجزاء نقل کئے جاتے ہیں۔ کعب بن مالک فرماتے ہیں کہ تبوک کی مہم چونکہ بہت سخت اور دشوار گذار تھی۔ حضورؐ نے صحابہ کو عام حکم تیاری کا دیا۔ لوگ مقدور و استطاعت کے موافق سامان سفر درست کرنے میں مشغول تھے مگر میں بے فکر تھا کہ جب چاہوں گا فوراً

تیار ہو کر ساتھ جا ملوں گا۔ کیونکہ بفضلِ ایزدی اس وقت ہر طرح کا سامان مجھ کو میسر تھا۔ ایک چھوڑ دو سواریاں میرے پاس موجود تھیں۔ میں اسی غفلت کے نشہ میں رہا۔ ادھر نبی کریم ﷺ نے تیس ہزار مجاہدین اسلام کو کوچ کا حکم دے دیا۔ مجھے اب بھی یہ خیال تھا کہ حضور روانہ ہو گئے تو کیا ہے، اگلی منزل پر آپؐ سے جا ملوں گا۔ آج چلوں کل چلوں اسی امروز و فردا میں وقت نکل گیا۔ حضورؐ نے تبوک پہنچ کر فرمایا "ما فعل کعبؓ بن مالک" (کعب بن مالک کو کیا ہوا) بنی سلمہ کا ایک شخص بولا کہ یا رسول اللہ! اس کی عیش پسندی اور اعجاب و غرور نے نکلنے کی اجازت نہ دی۔ معاذ بن جبل نے کہا کہ تو نے بری بات کہی۔ خدا کی قسم ہم نے اس میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ حضورؐ یہ گفتگو سن کر خاموش رہے۔ کعب کہتے ہیں کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد بہت زیادہ وحشت اس سے ہوتی تھی کہ سارے مدینہ میں بجز منافق یا معذور مسلمان کے سوا مجھے کوئی مرد نظر نہ پڑتا تھا۔ بہرحال اب دل میں طرح طرح کے جھوٹے منصوبے گانٹھنے شروع کیے کہ آپ کی واپسی پر فلاں عذر کر کے جان بچا لوں گا۔ مگر جس وقت معلوم ہوا کہ حضور خیر و عافیت سے واپس تشریف لے آئے دل سے سارے جھوٹ فریب محو ہو گئے اور طے کر لیا کہ سچ کے سوا کوئی چیز اس بارگاہ میں نجات دلانے والی نہیں۔ حضور مسجد میں رونق افروز تھے اصحاب کا مجمع تھا۔ منافقین جھوٹے حیلے بہانے بنا کر ظاہری گرفت سے چھوٹ رہے تھے کہ میں حضورؐ کے سامنے آیا۔ میرے سلام کرنے پر آپ نے غضب آمیز تبسم فرمایا اور غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔ میں نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! اگر اس وقت میں دنیا والوں میں سے کسی دوسرے کے سامنے ہوتا تو آپ دیکھتے کہ کس طرح زبان زوری اور چرب لسانی سے جھوٹے حیلے حوالے کر کے اپنے آپ کو صاف بچا لیتا۔ مگر یہاں تو معاملہ ایک ایسی ذات مقدس سے ہے جسے جھوٹ بول کر اگر میں راضی بھی کر لوں تو تھوڑی دیر کے بعد خدا اس کو سچی بات پر مطلع کر کے مجھ سے ناراض کر دے گا۔ برخلاف اس کے سچ بولنے میں گو تھوڑی دیر کے لئے آپ کی خفگی برداشت کرنی پڑے گی لیکن امید کرتا ہوں کہ خدا کی طرف سے اس کا انجام بہتر ہوگا۔ اور آخر کار سچ بولنا ہی مجھے خدا اور رسول کے غصہ سے نجات دلائے گا۔ یا رسول اللہ واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس غیر حاضری کا کوئی عذر نہیں، جس وقت حضورؐ کی ہمرکابی کے شرف سے محروم ہوا اس وقت سے زیادہ فراخی اور مقدرت کبھی مجھ کو حاصل نہ ہوئی تھی۔ میں مجرم ہوں، آپ کو اختیار ہے جو فیصلہ چاہیں میرے حق میں دیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی۔ اچھا جاؤ اور خدائی فیصلہ کا انتظار کرو۔

تینوں صحابیوں سے معاشرتی مقاطعہ میں اٹھا اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ ہلال بن امیہ اور مرارہ بن الربیع یہ دو شخص بھی میرے ہی جیسے ہیں۔ ہم تینوں کے متعلق آپؐ نے حکم دے دیا کہ کوئی ہم سے بات نہ کرے۔ سب علیحدہ رہیں۔ چنانچہ کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا تھا نہ سلام کا جواب دیتا تھا۔ وہ دونوں تو خانہ نشین ہو گئے، شب و روز گھر میں وقت گریہ و بکا میں گزارتے تھے میں ذرا مضبوط اور قوی تھا۔ مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوتا۔ حضورؐ کو سلام کر کے دیکھتا تھا کہ جواب میں لب مبارک کو حرکت ہوئی یا نہیں۔ جب میں حضورؐ کی طرف دیکھتا۔ آپ میری طرف سے منہ پھیر لیتے تھے۔ مخصوص احباب اور محبوب ترین اعزہ بھی مجھ سے بیگانہ ہو گئے تھے۔ اسی اثناء میں ایک روز ایک شخص نے بادشاہ "غسان" کا خط مجھے دیا۔ جس میں میری مصیبت پر اظہار ہمدردی کرنے کے بعد دعوت دی تھی کہ میں اس کے ملک میں آ جاؤں وہاں میری بہت آؤ بھگت ہوگی۔ میں نے پڑھ کر کہا کہ یہ بھی ایک مستقل امتحان ہے۔ آخر وہ خط میں نے نذر آتش کر دیا۔ چالیس دن

گذرنے کے بعد بارگاہِ رسالت سے جدید حکم پہنچا کہ میں اپنی عورت سے بھی علیحدہ رہوں چنانچہ اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ اپنے میکے چلی جائے اور جب تک خدا کے یہاں سے میرا کوئی فیصلہ ہو وہیں ٹھہری رہے۔ سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر اسی حالت میں موت آ گئی تو حضورؐ میرا جنازہ نہ پڑھیں گے۔ اور فرض کیجئے ان دنوں میں آپؐ کی وفات ہو گئی تو مسلمان ہمیشہ یہی معاملہ مجھ سے رکھیں گے۔ میری میت کے قریب بھی کوئی نہ آئے گا۔ غرض پچاس دن اسی حالت میں گذرے کہ خدا کی زمین مجھ پر باوجود فراخی کے تنگ تھی بلکہ عرصۂ حیات تنگ ہو گیا تھا۔ زندگی موت سے زیادہ سخت معلوم ہوتی تھی کہ یکایک جبل سلع سے آواز آئی "یا کعب بن مالک ابشر" (اے کعب بن مالک خوش ہو جا) میں سنتے ہی سجدہ میں گر پڑا۔ معلوم ہوا کہ آخر شب میں حق تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ تمہاری توبہ قبول ہے۔ آپ نے بعد نماز فجر صحابہؓ کو مطلع فرمایا۔ ایک سوار میری طرف دوڑا کہ بشارت سنائے۔ مگر دوسرے شخص نے پہاڑ پر زور سے پکارا۔ اس کی آواز سوار سے پہلے پہنچی اور میں نے اپنے بدن کے کپڑے اتار کر آواز لگانے والے کو دیئے۔ پھر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لوگ جوق جوق آتے اور مجھے مبارک باد دیتے تھے۔ مہاجرین میں سے حضرت طلحہؓ نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا حضورؐ کا چہرہ خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا آپؐ نے فرمایا۔ خدا نے تیری توبہ قبول فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ اس توبہ کا تتمہ یہ ہے کہ اپنا کل مال و جائداد خدا کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ سب نہیں، کچھ اپنے لئے روکنا چاہئے۔ چنانچہ میں نے خیبر کا حصہ الگ کر کے باقی مال صدقہ کر دیا۔ چونکہ محض سچ بولنے سے مجھ کو نجات ملی تھی، اس لئے عہد کیا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو، آئندہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا، اس عہد کے بعد بڑے سخت امتحانات پیش آئے۔ مگر الحمد للہ میں سچ کہنے سے کبھی نہیں ہٹا اور ان شاء اللہ تازیست ہٹوں گا۔ یہ واقعہ ہے جس کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ گویا ان تینوں پر خدا کی پہلی مہربانی تو یہی تھی کہ ایمان و اخلاص بخشا، نفاق سے بچایا۔ اب نئی مہربانی یہ ہوئی کہ توبۂ نصوح کی توفیق دے کر پھر اپنی طرف کھینچ لیا اور کوتاہیوں کو معاف فرما دیا۔

◆ **سچوں کی صحبت** یعنی سچوں کی صحبت رکھو اور انہی جیسے کام کرو۔ دیکھ لو یہ تین شخص سچ کی بدولت بخشے گئے اور مقبول ٹھہرے منافقین نے جھوٹ بولا اور خدا کا ڈر دل سے نکال دیا تو "درک اسفل" کے مستحق بنے۔

وَلَا يَرْغَبُوْا بِاَنْفُسِهِمْ عَنْ نَّفْسِهٖ ۭ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ لَا

اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے زیادہ ۔ رسول کی جان سے ◆ یہ اس واسطے کہ

يُصِيْبُهُمْ ظَمَاٌ وَّلَا نَصَبٌ وَّلَا مَخْمَصَةٌ فِيْ سَبِيْلِ

جہاد والے کو جو بھی تکلیف پہنچتی ہے ۔ اور محنت ۔ اور بھوک ۔ خدا کی

اللّٰهِ وَلَا يَطَـُٔوْنَ مَوْطِئًا يَّغِيْظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُوْنَ

راہ میں ۔ اور جو قدم رکھتے ہیں ۔ جس سے کافروں کو غصہ ۔ اور جو چھینتے ہیں

مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ ۭ

دشمن سے کوئی چیز ۔ مگر لکھا جاتا ہے ان کے واسطے ۔ اس کے بدلے نیک عمل

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝١٢٠ وَلَا يُنْفِقُوْنَ

بے شک اللہ نہیں ضائع کرتا ۔ حق نیکی کرنے والوں کا ◆ اور نہ خرچ کرتے ہیں

نَفَقَةً صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً وَّلَا يَقْطَعُوْنَ وَادِيًا

کوئی خرچ چھوٹا ۔ اور نہ بڑا ۔ اور نہ طے کرتے ہیں کوئی میدان

اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ اللّٰهُ اَحْسَنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝١٢١

مگر لکھا جاتا ہے ان کے واسطے ◆ تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ ۔ بہتر اس کام کا جو کرتے تھے ◆

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَاۗفَّةً ۭ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ

اور ایسے تو نہیں مسلمان ۔ کہ کوچ کریں سارے ۔ سو کیوں نہ نکلا

كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَاۗىِٕفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ

ہر فرقہ میں سے ۔ ان کا ایک حصہ ۔ تاکہ سمجھ پیدا کریں ۔ دین میں

حضرت ابو خیثمہؓ کا واقعہ | یعنی رسول اللہ ﷺ تو تکلیفیں اٹھائیں اور ہم آرام سے بیٹھے رہیں، ایسا نہیں چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ بھی غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ حضورؐ کی روانگی کے بعد باغ میں گئے وہاں خوشگوار سایہ تھا، حسین و جمیل بیوی سامنے تھی اس نے پانی چھڑک کر زمین کو خوب ٹھنڈا کر دیا، چٹائی کا فرش کیا۔ تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے اور سرد و شیریں پانی حاضر کیا۔ یہ سامان عیش دیکھ کر فوراً ابو خیثمہؓ کے دل میں ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ بولے تف ہے اس زندگی پر کہ میں تو خوشگوار سائے، ٹھنڈے پانی اور باغ و بہار کے مزے لوٹ رہا ہوں، اور خدا کا محبوب پیغمبر ایسی سخت لو اور گرمی و تشنگی کے عالم میں کوہ و بیابان طے کر رہا ہے۔ یہ خیال آتے ہی سواری منگائی تلوار حمائل کی نیزہ سنبھالا اور حضورؐ کے نقش قدم پر چل نکلے۔ اونٹنی تیز ہوا کی طرح چل رہی تھی، آخر لشکر کو جا پکڑا۔ حضورؐ نے دور سے دیکھ کر کوئی اونٹنی سوار ریت کے ٹیلے قطع کرتا چلا آرہا ہے فرمایا "کن ابا خیثمہ" (ہو جا ابو خیثمہ) تھوڑی دیر میں سب نے دیکھ لیا کہ وہ ابو خیثمہ ہی تھے رضی اللہ عنہ وعن سائر الصحابۃ ورضوا عنہ۔

یعنی باوجودیکہ ان میں سے اکثر چیزیں (مثلاً بھوک، پیاس لگنا یا تکلیف پہنچنا) اختیاری کام نہیں ہیں، تاہم نیت جہاد کی برکت سے ان غیر اختیاری چیزوں کے مقابلہ میں اعمال صالحہ فوراً حسنات میں درج کر دیئے جائیں گے جن پر خدا اجر نیک مرحمت فرمائے گا۔

خرچ کرنا یا میدان طے کرنا، خود عمل صالح اور اختیاری افعال ہیں۔ اسی لئے یہاں "اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ" فرمایا۔ گذشتہ آیت کی طرح "اِلَّا کُتِبَ لَھُمْ بِہٖ عَمَلٌ صَالِحٌ" نہیں ارشاد ہوا۔ نبہ علیہ ابن کثیر۔

یعنی بہترین عمل کی بہترین جزا دے گا۔

وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ

اور تاکہ ڈر سناویں اپنی قوم کو — جب کہ لوٹ کر جاویں طرف ان کی — تاکہ وہ

يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَاتِلُوا الَّذِيْنَ

بچتے رہیں ◆ — اے ایمان والو — لڑتے جاؤ اپنے

يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا

نزدیک کے کافروں سے ◆ — اور چاہیے کہ ان پر معلوم ہو تم میں سختی ◆ — اور جان لو

اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ

کہ اللہ ساتھ ہے ڈر والوں کے ◆ — اور جب نازل ہوتی ہے — کوئی سورت

فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا

تو بعضے ان میں کہتے ہیں — کہ کس کا تم میں سے زیادہ کیا اس سورت نے ایمان — سو جو

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَ

لوگ ایمان رکھتے ہیں — ان کا زیادہ کیا اس سورت نے ایمان — اور وہ خوش وقت ہوتے ہیں — اور

اَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى

جن کے دلوں میں مرض ہے — سو ان کے لیے بڑھا دی — گندگی پر

رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ اَوَلَا يَرَوْنَ

گندگی — اور وہ مرنے تک کافر ہی رہے ◆ — کیا نہیں دیکھتے

اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِيْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ

کہ وہ آزمائے جاتے ہیں — ہر برس میں — ایک بار — یا دو بار — پھر بھی

◆ گذشتہ رکوعات میں جہاد میں نکلنے کی فضیلت اور نہ نکلنے پر ملامت کی گئی۔ ممکن تھا کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ ہمیشہ ہر جہاد میں تمام مسلمانوں پر نکلنا فرض عین ہے۔ اس آیت میں فرما دیا کہ نہ ہمیشہ یہ ضروری ہے نہ مصلحت ہے کہ سب مسلمان ایک دم جہاد کے لئے نکل کھڑے ہوں۔ مناسب یہ ہے کہ ہر قبیلہ اور قوم میں سے ایک جماعت نکلے، باقی لوگ دوسری ضروریات میں مشغول رہیں۔ اب اگر نبی کریم ﷺ بنفس نفیس جہاد کے لئے تشریف لے جا رہے ہوں تو ہر قوم میں سے جو جماعت آپ کے ہمراہ نکلی وہ حضور کی صحبت میں رہ کر ان بیش بہا حوادث اور واقعات میں سے گذر کر دین کے احکام دینیہ کی سمجھ حاصل کرے گی جس میں آ کر اپنی باقی ماندہ قوم کو علمی و تربیتی حیثیت سے بہت آگاہ کرے گی اور فرض کیجئے اگر حضور ﷺ مدینہ میں رونق افروز ہیں تو باقی ماندہ لوگ جو جہاد میں نہیں گئے حضور کی خدمت سے مستفید ہو کر دین کی باتیں سیکھیں گے اور مجاہدین کی غیبت میں جو علم و معرفت کی باتیں سنیں گے ان سے واپسی کے بعد مجاہدین کو خبردار کریں گے۔ آیت کے الفاظ میں عربی ترکیب کے اعتبار سے دونوں احتمال ہیں۔ کمافی "روح المعانی" وغیرہ۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "ہر قوم میں سے چاہئے بعضے لوگ پیغمبر کی صحبت میں رہیں تا علم دین سیکھیں اور پچھلوں کو سکھائیں۔ اب پیغمبر اس دنیا میں موجود نہیں لیکن علم دین اور علماء موجود ہیں۔ طلب علم فرض کفایہ ہے اور جہاد بھی فرض کفایہ ہے۔ ہاں اگر کسی وقت امام کی طرف سے نفیر عام ہو جائے تو "فرض عین" ہو جاتا ہے۔ تبوک میں یہی صورت تھی اس لئے پیچھے رہنے والوں سے باز پرس ہوئی۔ علامہ ابو حیان کے نزدیک یہ آیت جہاد کے متعلق نہیں بلکہ طلب علم کے بارہ میں ہے۔ جہاد اور طلب علم کی آیات میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں خروج فی سبیل اللہ ہے اور دونوں کی غرض احیاء و اعلائے دین ہے۔ ایک میں تلوار سے دوسرے میں زبان وغیرہ سے۔

◆ **حصول علم کی ضرورت و اہمیت** جہاد فرض کفایہ ہے جو ترتیب عمل کے موافق اول ان کفار سے ہونا چاہئے جو مسلمانوں سے قریب تر ہوں۔ بعد ازاں ان کے قریب رہنے والوں سے اسی طرح درجہ بدرجہ حلقہ جہاد کو وسیع کرنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین کے جہاد اسی ترتیب سے ہوئے۔ مسائل جہاد میں بھی فقہاء نے یہی ترتیب رکھی ہے کہ جس اسلامی ملک پر کفار حملہ آور ہوں وہاں کے مسلمانوں پر دفاع واجب ہے۔ اگر وہ کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو ان کے متصل رہنے والوں پر، وہ کافی نہ ہوں تو پھر جو ان سے متصل ہیں۔ اسی طرح اگر ضرورت پڑے تو درجہ بدرجہ مشرق سے مغرب تک جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا۔

◆ **دشمنان کے مقابلے میں سختی** مومن کی شان یہ ہے کہ اپنے بھائی کے حق میں نرم اور دشمنان خدا و رسول کے مقابلہ میں سخت و درشت ہو تا کہ ان کی نرمی اور ملاینت دیکھ کر دشمن جری نہ ہو جائے۔ "اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ" (مائدہ رکوع ۸) "وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ" (فتح رکوع ۴) "جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ" (تحریم رکوع ۲) وفی الحدیث انه صلعم قال انا الضحوک القتال۔

◆ **تقویٰ غلبہ کا سبب** یعنی خدا سے ڈرنے والے کو کسی کافر قوم سے ڈرنے اور دبنے کی کوئی وجہ نہیں۔ جب تک اور جس قدر مسلمان خدا سے ڈرتے رہے اسی وقت تک اور اسی قدر ان کو کفار پر غلبہ حاصل ہوتا رہا۔ حق تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنا ڈر پیدا کر دے۔

◆ **مسلمانوں سے منافقین کا استہزاء** جب کوئی سورت قرآنی نازل ہوتی تو منافقین آپس میں ایک دوسرے سے یا بعض سادہ دل مسلمانوں سے از راہ استہزاء و تمسخر کہتے کہ کہو صاحب تم میں سے کس کس کا ایمان اس سورت نے بڑھا دیا۔ مطلب یہ تھا کہ (العیاذ باللہ) اس سورت میں رکھا ہی کیا ہے۔ کون سے حقائق و معارف ہیں جو ایمان و یقین کی ترقی کا سبب ہوں۔ حق تعالیٰ نے جواب دیا کہ بیشک کلام الٰہی ان کے مومنین کے ایمان میں تازگی اور ترقی ہوتی ہے اور خوب سرور و منشرح ہوتے ہیں۔ ہاں جن کے دلوں میں کفر و نفاق کی بیماری اور گندگی ہے ان کی بیماری و گندگی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ یہ بیماری ان کی جان لے کر ہی چھوڑتی ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ❀ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے دوسری طرح آیت کی تقریر کی ہے۔ یعنی کلام الٰہی جس مسلمان کے دل کے خطرہ کے موافق پڑتا وہ خوش ہو کر بول اٹھتا کہ سبحان اللہ اس آیت نے میرا ایمان و یقین اور زیادہ کر دیا۔ اسی طرح جب کسی سورت میں منافقین کے پوشیدہ عیوب ظاہر کئے جاتے تو وہ بھی شرمندگی سے کھسیانے ہو کر کہتے کہ بیشک اس کلام نے ہمارے یقین و ایمان کو بڑھا دیا۔ لیکن یہ کہنا چونکہ خوشی اور انشراح سے نہ تھا محض رفع خجالت کے لئے کہہ دیتے تھے اس لئے یہ توفیق نہ ہوتی تھی کہ اس کو سچا سمجھ کر کے سچے دل سے حق کی پیروی کریں۔ بلکہ پہلے سے زیادہ اپنے عیب چھپانے کی فکر و تدبیر کرتے تھے۔ یہی ہے گندگی پر گندگی۔ عیب والے کو لازم ہے کہ نصیحت سن کر اپنی اصلاح کرے، نہ یہ کہ الٹا اور عیب چھپانے لگے۔

لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۲۶﴾ وَإِذَا مَآ أُنزِلَتْ سُورَةٌ

توبہ نہیں کرتے — اور نہ نصیحت پکڑتے ہیں — اور جب نازل ہوتی ہے — کوئی سورت

نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ

تو دیکھنے لگتا ہے ان میں ایک دوسرے کی طرف — کہ کیا دیکھتا ہے تم کو — کوئی مسلمان — پھر

انصَرَفُوا ۚ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا

چل دیتے ہیں — پھیر دیے ہیں اللہ نے دل ان کے — اس واسطے کہ وہ لوگ ہیں کہ

يَفْقَهُونَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ

سمجھ نہیں رکھتے — آیا ہے تمہارے پاس رسول — تم میں کا — بھاری ہے

عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ

اس پر — جو تم کو تکلیف پہنچے — حریص ہے تمہاری بھلائی پر — ایمان والوں پر نہایت شفیق

رَّحِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا

مہربان ہے — پھر بھی اگر منہ پھیریں — تو کہہ دے — کافی ہے مجھ کو اللہ — کسی کی بندگی نہیں

هُوَ ۖ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۖ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۱۲۹﴾

اس کے سوا — اسی پر میں نے بھروسہ کیا — اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا

آیاتها ۱۰۹ — (۱۰) سورۃ یونس مکیۃ (۵۱) — رکوعاتها ۱۱

سورۃ یونس مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو نو آیتیں ہیں اور گیارہ رکوع

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

اللہ کی طرف سے منافقین کی آزمائش یعنی ہر سال کم از کم ایک دو مرتبہ ان منافقین کو فتنہ اور آزمائش میں ڈالا جاتا ہے مثلاً قحط، بیماری وغیرہ کسی آفت ارضی و سماوی میں مبتلا ہوتے ہیں یا پیغمبر علیہ السلام کی زبانی انکا نفاق علانیہ ظاہر کر کے رسوا کیا جاتا ہے یا جنگ و جہاد کے وقت ان کی بزدلی اور بیرو باطنی بے نقاب کر دی جاتی ہے مگر وہ ایسے بے حیا اور بد باطن واقع ہوئے ہیں کہ تازیانے کھا کر بھی مس سے مس نہیں ہوتے نہ پچھلی خطاؤں سے توبہ کرتے ہیں نہ آئندہ کو نصیحت پکڑتے ہیں۔

جس وقت وحی نازل ہوتی اور منافقین مجلس میں موجود ہوتے تو کلام الٰہی کا سننا ان پر بہت شاق گذرتا تھا خصوصاً وہ آیات جن میں ان کے عیوب کھولے جاتے تھے۔ اس وقت ایک دوسرے کی طرف کن انکھیوں سے اشارہ کرتے اور ادھر ادھر دیکھتے کہ مجلس میں کسی مسلمان نے ہم کو دیکھا تو نہیں۔ پھر نظر بچا کر شتاب مجلس سے کھسک جاتے تھے۔

یعنی مجلس نبوی سے کیا پھرے۔ خدا نے ان کے دلوں کو پھیر دیا کہ وہ اپنی جہل و حماقت سے ایمان و عرفان کی باتوں کو سمجھنا اور قبول کرنا نہیں چاہتے۔

آنحضرت ﷺ کی بعض صفات جس کے حسب و نسب، اخلاق و اطوار اور دیانت و امانت سے تم خوب واقف ہو۔

جس چیز سے تم کو تکلیف یا سختی پہنچے وہ ان پر بہت بھاری ہے۔ ہر ممکن طریقہ سے آپ یہی چاہتے ہیں کہ امت پر آسانی ہو اور دنیوی و اخروی عذاب سے محفوظ رہے۔ اسی لئے جو دین آپ لائے وہ بھی سہل اور نرم ہے۔ اور عمال کو آپ یہی نصیحت فرماتے تھے ”یسّروا ولا تعسّروا“ (آسانی کرو سختی مت کرو)

یعنی تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی حرص و تڑپ ان کے دل میں ہے۔ لوگ دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں تو آپ ان کی کمریں پکڑ پکڑ کر ادھر سے ہٹاتے ہیں۔ آپ کی بڑی کوشش اور آرزو یہ ہے کہ خدا کے بندے اصلی بھلائی اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ جہاد وغیرہ کا مقصد بھی خونریزی نہیں بلکہ بحالت مجبوری بحیثیت آپریشن کے ذریعہ سے نوع انسانی کے فاسد و مسموم اعضاء کو کاٹ کر اور خراب جراثیم کو تباہ کر کے امت کے مزاج عمومی کو صحت و اعتدال پر رکھنا ہے۔

جب آپ تمام جہان کے اس قدر خیر خواہ ہیں تو خاص ایمانداروں کے حال پر ظاہر ہے کس قدر شفیق و مہربان ہوں گے۔

اس آیت کی فضیلت اگر آپ کی عظیم الشان شفقت، خیر خواہی اور دلسوزی کی لوگ قدر نہ کریں تو کچھ پروا نہیں۔ اگر فرض کیجئے ساری دنیا آپ سے منہ پھیر لے تنہا خدا آپ کو کافی ہے جس کے سوا نہ کسی کی بندگی ہے نہ کسی پر بھروسہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ زمین و آسمان کی سلطنت اور ”عرش عظیم“ (تخت شہنشاہی) کا مالک وہی ہے۔ سب نفع و ضرر، ہدایت و ضلالت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ فائدہ: ابوداؤد میں ابوالدرداء سے روایت کی ہے کہ جو شخص صبح و شام سات سات مرتبہ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ پڑھا کرے خدا اس کے تمام اہم و مہم کو کافی ہو جائیگا۔ باقی عرش کی عظمت کے متعلق کچھ تفصیل دیکھنا ہو تو ”سورۂ اعراف“ میں زیر آیت حاضرہ ملاحظہ کیجئے۔ تم سورة التوبة بفضل الله وحسن توفيقه۔ اللهم تب علي واجعل لي براءة من النار انك انت التواب الرحيم۔

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ۝۱ اَكَانَ لِلنَّاسِ

الٓرٰ یہ آیتیں ہیں پکی کتاب کی ◆ کیا لوگوں کو

عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ اَنْذِرِ النَّاسَ

تعجب ہوا کہ وحی بھیجی ہم نے ایک مرد پر ان میں سے کہ ڈر سنا دے لوگوں کو

وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ

اور خوشخبری سنا دے ایمان لانے والوں کو کہ ان کے لیے پایہ سچا ہے اپنے

رَبِّهِمْ ؔ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ۝۲

رب کے یہاں ◆ کہنے لگے منکر بیشک یہ تو جادوگر ہے صریح ◆

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ

تحقیق تمہارا رب اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ

سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا

دن میں ◆ پھر قائم ہوا عرش پر ◆ تدبیر کرتا ہے کام کی ◆ کوئی

مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

سفارش نہیں کر سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد ◆ وہ اللہ ہے رب تمہارا

فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝۳ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ؕ

سو اسی کی بندگی کرو کیا تم دھیان نہیں کرتے ◆ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تم سب کو ◆

وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ

وعدہ ہے اللہ کا سچا وہی پیدا کرتا ہے اول بار پھر دوبارہ کرے گا اس کو تاکہ بدلہ دے

سورۂ یونس

◆ **کتاب حکیم** | یہ آیتیں ایسی مضبوط و محکم کتاب کی ہیں جس کی ہر بات پکی ہے۔ الفاظ اس لئے کہ ہمیشہ تبدیلی و تحریف سے محفوظ رہیں گے۔ مضمون اس لئے کہ تمام تر عقل و حکمت کے موافق ہیں۔ احکام اس حیثیت سے کہ آئندہ کوئی دوسری ناسخ کتاب آنے والی نہیں۔ اخبار و قصص اس طرح کہ ٹھیک ٹھیک واقعہ کے مطابق ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو جب کہ خدائے علیم و حکیم نے اس کو اپنے علم کامل سے کھول کر اتارا ہے۔

◆ **اللہ کے نزدیک مومنین کا مرتبہ** | یعنی اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ انسانوں کی اصلاح و ہدایت کے لئے حق تعالیٰ ایک انسان ہی کو مامور فرمادے اور اسی کی طرف وہ پیغام بھیجے جس کی دوسروں کو بلا واسطہ خبر نہیں۔ وہ تمام لوگوں کو خدا کی نافرمانی کے مہلک نتائج و عواقب سے آگاہ کرے اور خدا کی بات ماننے والوں کو بشارت پہنچائے کہ رب العزت کے یہاں اعمال صالحہ کی بدولت ان کا کتنا اونچا مرتبہ اور کیسا بلند پایہ ہے اور کیسی سعادت وفلاح ازل سے ان کے لئے لکھی جا چکی ہے۔

◆ یعنی ایسی قرآنی کلام کو فوق العادت مؤثر و بلیغ ہونے کی وجہ سے جادو اور اس کے لانے والے کو جادوگر کہتے ہیں۔

◆ **چھ دن میں زمین و آسمان کی پیدائش** | یعنی اتنے وقت میں جو چھ دن کے برابر تھا۔ اور ایک دن ابن عباس کی تفسیر کے موافق ایک ہزار سال کا لیا جائے گا۔ گویا چھ ہزار سال میں زمین و آسمان وغیرہ تیار ہوئے۔ بلاشبہ حق تعالیٰ قادر تھا کہ آن واحد میں ساری مخلوق کو پیدا کر دیتا لیکن حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ تدریجاً پیدا کیا جائے۔ شاید بندوں کو سبق دینا ہو کہ قدرت کے باوجود ہر کام سوچ سمجھ کر تانی اور متانت سے کیا کریں۔ نیز تدریجی تخلیق میں بہ نسبت دفعۃً پیدا کرنے کے اس بات کا زیادہ اظہار ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فاعل بالاضطرار نہیں بلکہ ہر چیز کا وجود بالکلیہ اس کی مشیت و اختیار سے وابستہ ہے جب چاہے جس طرح چاہے پیدا کرے۔

◆ سورہ "اعراف" کے ساتویں رکوع کے شروع میں اسی طرح کی آیت گذر چکی اس کا فائدہ ملاحظہ کیا جائے۔

◆ یعنی مخلوق کے تمام کاموں کی تدبیر و انتظام اسی کے ہاتھ میں ہے۔

◆ یعنی شریک اور حصہ دار تو اس کی خدائی میں کیا ہوتا سفارش کے لئے بھی اس کی اجازت کے بدون لب نہیں ہلا سکتا۔

◆ یعنی دھیان کرو کہ ایسے رب کے سوا جس کی صفات اوپر بیان ہوئیں دوسرا کون ہے جس کی بندگی اور پرستش کی جا سکے۔ پھر تم کو کیسے جرأت ہوتی ہے کہ اس خالق و مالک شہنشاہ مطلق اور حکیم برحق کے پیغاموں اور پیغامبروں کو محض اوہام و ظنون کی بنا پر جھٹلانے لگو۔

◆ یعنی اسی سے سب کا آغاز ہوا اور اسی کی طرف انجام کار سب کو جانا ہے۔ پھر اس کے احکام سے سرتابی کرنا کیسے روا ہو سکتا ہے۔

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ؕ وَالَّذِيْنَ

ان کو جو ایمان لائے تھے اور کیے تھے کام نیک انصاف کے ساتھ ◆ اور جو

كَفَرُوْا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا

کافر ہوئے ان کو پینا ہے کھولتا پانی اور عذاب ہے دردناک اس لیے کہ

يَكْفُرُوْنَ ۝٤ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ

کفر کرتے تھے وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک (چمکتا) اور چاند کو

نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ

چاندنا ◆ اور مقرر کیں اس کے لیے منزلیں تاکہ پہچانو گنتی برسوں کی اور

الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ

حساب ◆ یوں ہی نہیں بنایا اللہ نے یہ سب کچھ مگر تدبیر سے ◆ ظاہر کرتا ہے

الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۝٥ اِنَّ فِي اخْتِلَافِ الَّيْلِ

نشانیاں ان لوگوں کے لیے جن کو سمجھ ہے ◆ البتہ بدلنے میں رات

وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ

اور دن کے اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۝٦ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا

ان لوگوں کو جو ڈرتے ہیں ◆ البتہ جو لوگ امید نہیں رکھتے ہمارے ملنے کی اور خوش ہوئے

بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا

دنیا کی زندگی پر اور اسی پر مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری نشانیوں (قدرت) سے

◆ یعنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی ضائع نہ ہو۔

◆ نور اور ضیاء کا فرق: بعض کے نزدیک "نور" عام ہے "ضیاء" سے۔ "ضیاء" خاص اس نور کو کہتے ہیں جو زیادہ تیز اور چمکدار ہو۔ بعض نے کہا کہ جس کی روشنی ذاتی ہو وہ "ضیاء" اور جس کی دوسرے سے مستفاد ہو وہ "نور" ہے۔ سورج کی روشنی عالم اسباب میں کسی دوسرے کرہ سے حاصل نہیں ہوتی۔ چاند کی روشنی البتہ سورج سے مستفاد ہے۔ اور بعض محققین نے دونوں میں یہ فرق بتلایا ہے کہ "نور" مطلق روشنی کو کہتے ہیں۔ "ضیاء" اور "ضوء" اس کے انتشار (پھیلاؤ) کا نام ہے۔ سورج کی روشنی کا پھیلاؤ چونکہ زیادہ ہے۔ اس لئے "ضیاء" سے تعبیر فرمایا۔ واللہ اعلم بمرادہ۔

◆ یعنی روزانہ بتدریج گھٹتا بڑھتا ہے۔ "وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ" (یٰسین، رکوع ۳) علمائے ہیئت نے اس کے دورے کی تقسیم کر کے اٹھائیس منزلیں مقرر کی ہیں۔ جو بارہ بروج پر منقسم ہیں۔ قرآن میں خاص ان کی اصطلاحات مراد نہیں۔ مطلق سیر و مسافت کے مدارج مراد ہیں۔

◆ شمس و قمر کے بعض فوائد: یعنی برسوں کی گنتی اور مہینوں اور دنوں کے چھوٹے موٹے حساب سب چاند سورج کی رفتار سے وابستہ کر دیے ہیں۔ اگر چاند سورج نہ ہوں تو دن رات، قمری اور شمسی مہینے، اور سال وغیرہ کیسے متعین ہوں۔ حالانکہ علاوہ دنیوی زندگی اور معاشی کاروبار کے بہت سے احکام شرعیہ میں بھی تعیین اوقات کی ضرورت ہے۔

◆ یعنی فلکیات کا سلسلہ یوں ہی کیف ما اتفق نہیں۔ بلکہ بڑے عظیم الشان نظام و تدبیر کے ماتحت اور ہزارہا فوائد و حکم پر مشتمل ہے۔

◆ یعنی سمجھدار لوگ مصنوعات کے اس نظام کو دیکھ کر خداوند قادر و حکیم کی ہستی کا سراغ پاتے ہیں۔ اور مادیات کے انتظام سے روحانیات کے متعلق بھی اندازہ کر لیتے ہیں کہ وہاں کی دنیا میں کیسے کیسے چاند سورج خدا نے پیدا کیے ہوں گے۔ باقی کا انجام متعین کیجئے۔

◆ دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں: بلاشبہ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز میں خدا کی ہستی اور وحدانیت کے دلائل موجود ہیں۔ وَفِيْ كُلِّ شَيْءٍ لَّهٗ اٰيَةٌ تَدُلُّ عَلٰى اَنَّهٗ وَاحِدٌ۔ سورۂ بقرہ میں پارہ سیقول کے ربع کے قریب ایک آیت گذر چکی جس میں زیادہ بسط و تفصیل سے ان نشانہائے قدرت کا بیان ہوا ہے۔

غٰفِلُوْنَ ۝٧ اُولٰٓىِٕكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝٨

بے خبر ہیں ◆ ایسوں کا ٹھکانا ہے آگ ◆ بدلہ اس کا جو کماتے تھے ◆

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ

البتہ جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے اچھے ہدایت کرے گا ان کو رب

بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ

ان کے ایمان سے ◆ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں باغوں میں

النَّعِيْمِ ۝٩ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ

آرام کے ان کی دعا اس جگہ یہ کہ پاک ذات ہے تیری یا اللہ ◆ اور ملاقات ان کی

فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

سلام ◆ اور خاتمہ ان کی دعا کا یہ ہے کہ سب خوبی اللہ کو جو رب ہے

الْعٰلَمِيْنَ ۝١٠ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ

سارے جہان کا ◆ اور اگر جلدی پہنچا دے اللہ لوگوں کو برائی جیسے کہ جلدی مانگتے ہیں

بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا

وہ بھلائی تو ختم کر دی جائے ان کی عمر سو ہم چھوڑے رکھتے ہیں ان کو

يَرْجُوْنَ لِقَاۗءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝١١ وَاِذَا مَسَّ

جن کو امید نہیں ہماری ملاقات کی ان کی شرارت میں سرگرداں ◆ اور جب پہنچے

الْاِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنْۢبِهٖٓ اَوْ قَاعِدًا اَوْ قَاۗىِٕمًا ۚ

انسان کو تکلیف پکارے ہم کو پڑا ہوا یا بیٹھا یا کھڑا

◆ **اللہ کی نشانیوں سے غفلت** | یعنی دنیا میں ایسا دل لگایا کہ آخرت کی اور خدا کے پاس جانے کی کچھ خبر ہی نہ رہی۔ اسی چند روزہ حیات کو مقصود و معبود بنا لیا۔ اور قدرت کی جو نشانیاں اوپر بیان ہوئیں ان میں کبھی غور و فکر نہ کیا کہ ایسا مضبوط اور حکیمانہ نظام یوں ہی بیکار نہیں بنایا گیا۔ ضرور اس سارے کارخانہ کا کوئی خاص مقصد ہوگا۔ پھر جس نے پہلی مرتبہ ایسی عجیب و غریب مخلوقات پیدا کر دی اس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

◆ یعنی دل و دماغ سے، زبان سے، ہاتھ پاؤں سے، جو کچھ انہوں نے کمائی کی اس کا بدلہ دوزخ کی آگ ہے۔

◆ یعنی ایمان کی بدولت اور اسی کی روشنی میں حق تعالیٰ مومنین کو مقصد اعلیٰ (جنت) تک پہنچائے گا۔

◆ **اہل بہشت کی دعا** | یعنی جنت کی نعمتوں اور خدا کے فضل و احسان کو دیکھ کر "سبحان اللہ" پکاریں گے۔ اور جب خدا سے کچھ مانگنے کی خواہش ہوگی، مثلاً کوئی پرندہ یا پھل دیکھا اور ادھر رغبت ہوئی تو سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ کہیں گے۔ اتنا کہتے ہی فرشتے وہ چیز فوراً حاضر کر دیں گے۔ گویا یہی لفظ تمام دعاؤں کے قائم مقام ہوگا۔ دنیا میں بھی بڑے آدمیوں کے یہاں دستور ہے کہ مہمان اگر کسی چیز کو پسند کر کے صرف تعریف کر دے تو میزبان کوشش کرتا ہے کہ وہ چیز مہمان کے لئے مہیا کرے۔

◆ **اہل جنت کا سلام:** یعنی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کریں گے۔ جیسے دنیا میں مسلمانوں کا دستور ہے، نیز فرشتوں کا جنتیوں کو سلام کرنا، بلکہ خود خداوند رب العزت کی طرف سے تحفۂ سلام کا آنا قرآن میں منصوص ہے۔ سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (یٰسٓ، رکوع ۴) وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ (الرعد رکوع ۳)

◆ **اہل جنت کا شکر** | جنت میں آتے ہی جب خدا کی عظمت و کرامات کا مشاہدہ ہوگا اور محض سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ کہنے پر ہر چیز حسب خواہش ملے گی تو ان کی ہر دعا کا خاتمہ "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ" پر ہوگا اور ہونا بھی ایسا ہی چاہئے۔

◆ **بدکاروں کیلئے اللہ کی ڈھیل** | دو آیت پہلے فرمایا تھا کہ جو لوگ غفلت میں پڑے ہیں اور ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ یہاں بتلاتا ہے کہ خدا ایسے مجرموں کو دنیا میں فوراً نہیں پکڑتا بلکہ مہلت دیتا ہے۔ حالانکہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ کبھی بے باک و بے حیا بن کر خود اپنے اوپر جلد عذاب آنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں "اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ" (انفال رکوع ۴)۔ کبھی دنیوی حوادث سے تنگ آ کر اپنے یا اپنی اولاد وغیرہ کے حق میں بددعائیں کرنے لگتے ہیں۔ جیسا کہ تجربہ سے ظاہر ہے۔ اب اگر خدا تعالیٰ ان کی درخواست و دعا کے موافق فوراً ہاتھوں ہاتھ کوئی عذاب یا برائی اسی قدر جلد ان کو پہنچا دے جتنی جلدی وہ بھلائی کے پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں تو بدی کے بدلہ سے ایک منٹ بھی فرصت نہ پائیں اور رشتۂ حیات اسی وقت منقطع ہو جائے۔ مگر خدا کے یہاں نیکی و بدی دونوں میں حسب مصلحت تاخیر و تحمل ہوتا ہے تا کہ نیک لوگ تربیت پائیں اور بدکار غفلت میں پڑے رہ کر پیمانۂ شرارت لبریز کر لیں۔

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ كَأَنْ لَّمْ يَدْعُنَآ إِلٰى

پھر جب ہم کھول دیتے ہیں اس سے وہ تکلیف چلا جاتا گویا کبھی نہ پکارا تھا ہم کو کسی

ضُرٍّ مَّسَّهُ ۚ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِيْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾

تکلیف پہنچنے پر اسی طرح پسند آیا ہے بیباک لوگوں کو جو کچھ کر رہے ہیں

وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا الْقُرُوْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا ۙ وَ

اور البتہ ہم ہلاک کر چکے ہیں جماعتوں کو تم سے پہلے جب ظالم ہو گئے حالانکہ

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ وَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا ۚ

لائے تھے ان کے پاس رسول ان کے کھلی نشانیاں اور ہرگز نہ تھے ایمان لانے والے

كَذٰلِكَ نَجْزِى الْقَوْمَ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۳﴾ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ

یوں ہی سزا دیتے ہیں ہم قوم گنہگاروں کو پھر تم کو ہم نے

خَلٰٓئِفَ فِى الْأَرْضِ مِنْۢ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ

نائب کیا زمین میں ان کے بعد تاکہ دیکھیں

تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيَاتُنَا بَيِّنٰتٍ ۙ قَالَ

تم کیا کرتے ہو اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے آیتیں ہماری واضح کہتے ہیں

الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا ائْتِ بِقُرْاٰنٍ غَيْرِ هٰذَآ

وہ لوگ جن کو امید نہیں ہم سے ملنے کی لے آ کوئی قرآن اس کے سوا

أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُوْنُ لِىٓ أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تِلْقَآئِ

یا اس کو بدل ڈال تو کہہ میرا کام نہیں کہ اس کو بدل ڈالوں اپنی طرف سے

انسان کی بیباکی اور غفلت یعنی انسان اوّل بیباکی سے خود عذاب طلب کرتا اور بے فکری اپنی زبان سے مانگتا ہے۔ مگر کمزور اور بودا اتنا ہے کہ جہاں ذرا تکلیف پہنچی گھبرا کر ہمیں پکارنا شروع کر دیا۔ جب تک مصیبت رہی کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حالت میں خدا کو پکارتا رہا۔ پھر جہاں تکلیف ہٹائی گئی سب کہنا سننا بھول گیا۔ گویا خدا سے کبھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہی غرور وہ غفلت کا نشہ وہی اکڑ فوں ہو گئی۔ جس میں پہلے مبتلا تھا۔ حدیث میں ہے کہ تو خدا کو اپنے عیش و آرام میں یاد رکھ خدا تجھ کو تیری سختی اور مصیبت میں یاد رکھے گا۔ مومن کی شان یہ ہے کہ کسی وقت خدا کو نہ بھولے سختی پر صبر اور فراخی پر خدا کا شکر ادا کرتا رہے یہی وہ چیز ہے جس کی توفیق مومن کے سوا کسی کو نہیں ملتی۔

یعنی اگر ان کی درخواست کے موافق جلدی عذاب نہ آئے یا تکلیف و مصیبت آ کر ٹل جائے تو بے فکر نہیں ہو جانا چاہئے۔ ظلم و شرارت اور بے ایمانی کی سزا جلد یا بدیر مل کر رہے گی۔ سنت اللہ قدیم سے یہ ہی ہے کہ جب لوگ انبیاء و مرسلین کے کھلے نشان دیکھنے کے بعد بھی ظلم و تکذیب پر کمربستہ رہے اور کسی طرح ایمان و تسلیم کی طرف نہ جھکے تو آسمانی عذاب نے ان کو ہلاک کر ڈالا۔ ہمیشہ مجرموں کو کسی نہ کسی رنگ میں سزا ملتی رہی۔

یعنی پہلوں کی جگہ اب تم کو زمین پر بسایا تاکہ دیکھا جائے کہ تم کہاں تک خالق و مخلوق کے حقوق پہچانتے ہو۔ اور خدا کے پیغمبروں کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہو۔ ٹھیک ویسے ہی عمل کرو گے اسی کے مناسب تم سے برتاؤ کیا جائے گا۔ آگے اسی معاملہ کا ذکر ہے جو قرآن کریم یا پیغمبر علیہ السلام یا خداوند قدوس کے ساتھ انہوں نے کیا۔

دوسرے قرآن کا مطالبہ قرآن کی عام پند و نصیحت تو بہت سے پسند کرتے لیکن بت پرستی یا ان کے مخصوص عقائد و رسوم کا رد ہوتا تو وحشت کھاتے اور ناک بھوں چڑھا کر رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ اپنے خدا سے کہہ کر یا تو دوسرا قرآن لے آیئے جس میں یہ مضامین نہ ہوں۔ ورنہ اگر یہی قرآن ہے تو اتنے حصہ میں ترمیم کر دیجئے جو بت پرستی وغیرہ سے متعلق ہے۔ جن لوگوں نے پتھر کی مورتیوں پر خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے تھے۔ ان کی ذہنیت سے کچھ مستبعد نہیں کہ ایک پیغمبر کو اس طرح کے تصرفات و اختیارات کا مالک فرض کر لیں۔ یہ کہنا بھی محض یا الزاماً و استہزاء کے طور پر ہوگا۔ بہرحال اس کا تحقیقی جواب آگے مذکور ہے۔

نَفْسِيْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ

عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۵﴾ قُلْ لَّوْ شَآءَ

اللّٰهُ مَا تَلَوْتُهٗ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَدْرٰىكُمْ بِهٖ ۖ فَقَدْ

لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۶﴾ فَمَنْ

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ

اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ

دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ

هٰٓؤُلَآءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ قُلْ اَتُنَبِّـُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا

لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى

◆ **کفار کے مطالبہ کا جواب** یعنی کسی فرشتہ یا پیغمبر کا یہ کام نہیں کہ اپنی طرف سے کلام الٰہی میں ترمیم کر کے ایک شوشہ بھی تبدیل کر سکے۔ پیغمبر کا فرض یہ ہے کہ جو وحی خدا کی طرف سے آئے بلا کم و کاست اس کے حکم کے موافق چلتا رہے۔ وہ خدا کی وحی کا تابع ہوتا ہے۔ خدا اس کا تابع نہیں ہوتا کہ جیسا کلام تم چاہو، خدا کے یہاں سے لا کر پیش کر دے۔ وحی الٰہی میں ادنیٰ سے ادنیٰ تصرف اور تبدیل و تغییر کرنا بڑی بھاری معصیت ہے۔ پھر جو معصوم بندے سب سے زیادہ خدا کا ڈر رکھتے ہیں (انبیاء علیہم السلام) وہ ایسی معصیت و نافرمانی کے قریب کہاں جا سکتے ہیں۔ "اِنِّیْۤ اَخَافُ اِنْ عَصَیْتُ رَبِّیْ عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ" میں گویا ان بیہودہ فرمائش کرنے والوں پر تعریض ہوگئی کہ ایسی سخت نافرمانی کرتے ہوئے تم کو بڑے دن کے عذاب سے ڈرنا چاہئے۔

◆ **آنحضرت ﷺ کی صداقت کی دلیل** یعنی جو خدا چاہتا ہے وہی میں تمہارے سامنے پڑھتا ہوں اور جتنا وہ چاہتا ہے میرے ذریعہ سے تم کو خبردار کرتا ہے۔ اگر وہ اس کے خلاف چاہتا تو میری کیا طاقت تھی کہ خود اپنی طرف سے ایک کلام بنا کر اس کی طرف منسوب کر دیتا۔ آخر میری عمر کے چالیس سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گذرے۔ اس قدر طویل مدت تک تم کو میرے حالات کے متعلق ہر قسم کا تجربہ ہو چکا۔ میرا صدق و عفاف، امانت و دیانت، زہد و اخلاق حسنہ تم میں ضرب المثل رہے۔ میرا امی ہونا اور کسی ظاہری معلم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہ کرنا ایک معروف و مسلم واقعہ ہے۔ پھر چالیس برس تک جس نے نہ کوئی قصیدہ لکھا ہو، نہ مشاعروں میں شریک ہوا ہو، نہ کبھی کتاب کھولی ہو، نہ قلم ہاتھ میں لیا ہو، نہ کسی درسگاہ میں بیٹھا ہو، دفعۃً ایسا کلام بنا لائے جو اپنی فصاحت و بلاغت، شوکت و جزالت، جدت اسلوب اور سلاست و روانی سے جن و انس کو عاجز کر دے۔ اس کے علوم و حقائق کے سامنے تمام دنیا کے معارف ماند پڑ جائیں۔ ایسا مکمل اور عالمگیر قانون ہدایت نوع انسان کے ہاتھوں میں پہنچا دے جس کے آگے سب اگلے پچھلے قانون ردی ہو جائیں۔ بڑی بڑی قوموں اور ملکوں کے مردہ قالب میں روح تازہ پھونک کر ابدی حیات اور نئی زندگی کا سامان بہم پہنچائے۔ یہ بات کس کی سمجھ میں آ سکتی ہے؟ تم کو سوچنا چاہئے کہ جس پاک سرشت انسان نے چالیس برس تک کسی انسان پر جھوٹ نہ لگایا ہو، کیا وہ ایکدم ایسی جسارت کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ خداوند قدوس پر جھوٹ باندھنے اور افترا کرنے لگے؟ لا محالہ ماننا پڑے گا کہ جو کلام میں تم کو سناتا ہوں اس کے بنانے یا پہنچانے میں مجھے اصلاً اختیار نہیں۔ خدا جو کچھ چاہتا ہے میری زبان سے تم کو سناتا ہے۔ ایک نقطہ یا زیر و زبر تبدیل کرنے کا کسی مخلوق کو حق حاصل نہیں۔

◆ یعنی گنہگاروں اور مجرموں کو حقیقی کامیابی اور بھلائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اب تم خود فیصلہ کر لو کہ ظالم و مجرم کون ہے۔ اگر (بفرض محال) میں جھوٹ بنا کر خدا کی طرف منسوب کرتا ہوں تو مجھ سا ظالم کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن گذشتہ آیت میں جو دلیل بیان کی گئی اس سے ثابت ہو چکا کہ یہ احتمال بالکل باطل ہے۔ پس جب میرا سچا ہونا ثابت ہے اور تم محض بغض و عناد سے خدا کے کلام کو جھٹلا رہے ہو تو اب زمین کے پردہ پر تم سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہو سکتا۔

◆ **بتوں کی سفارش کا عقیدہ** وہ معاملہ تو خدا اور پیغمبر کے ساتھ تھا۔ اب ان کی خدا پرستی کا حال سنئے کہ خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جن کے قبضہ و قدرت میں نفع و ضرر کچھ بھی نہیں۔ جب پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ بے شک بڑا خدا تو ایک ہے جس نے آسمان و زمین پیدا کئے، مگر ان اصنام (بتوں) وغیرہ کو خوش رکھنا اس لئے ضروری ہے کہ یہ سفارش کر کے بڑے خدا سے اپنا بھی ہمارے اہم کام درست کرا دیں گے اور اگر موت کے بعد دوسری زندگی کا سلسلہ ہوا تو وہاں بھی ہماری سفارش کریں گے۔ باقی چھوٹے موٹے کام جو خود ان کے حدود اختیار میں ہیں ان کا تعلق تو صرف ان ہی سے ہے۔ اس لئے ہم کو ان کی عبادت کرنی چاہئے۔

عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿۱۸﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّآ أُمَّةً وَّاحِدَةً

اس سے جس کو شریک کرتے ہیں ◆ اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی امت تھے

فَاخْتَلَفُوا ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِن رَّبِّكَ لَقُضِيَ

پھر جدا جدا ہو گئے اور اگر نہ ایک بات پہلے ہو چکتی تیرے رب کی تو فیصلہ ہو جاتا

بَيْنَهُمْ فِيمَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۹﴾ وَيَقُولُونَ لَوْلَآ

ان میں جس بات میں کہ اختلاف کر رہے ہیں ◆ اور کہتے ہیں کیوں نہ

أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِّن رَّبِّهِ ۖ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ

اتری اس پر ایک نشانی اس کے رب سے سو تو کہہ دے کہ غیب کی بات

لِلَّهِ فَانتَظِرُوا ۚ إِنِّي مَعَكُم مِّنَ الْمُنتَظِرِينَ ﴿۲۰﴾ وَإِذَآ

اللہ ہی جانے سو منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ◆ اور جب

أَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّن بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُمْ إِذَا

چکھائیں ہم لوگوں کو مزہ اپنی رحمت کا بعد ایک تکلیف کے جو ان کو پہنچی تھی اسی وقت

لَهُم مَّكْرٌ فِي آيَاتِنَا ۚ قُلِ اللَّهُ أَسْرَعُ مَكْرًا ۚ

بنانے لگیں حیلے ہماری قدرتوں میں کہہ دے کہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلے

إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿۲۱﴾ هُوَ الَّذِي

تحقیق ہمارے فرشتے لکھتے ہیں حیلہ بازی تمہاری ◆ وہی

يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا كُنتُمْ فِي

تم کو پھراتا ہے جنگل اور دریا میں یہاں تک کہ جب تم بیٹھے

◆ یعنی بتوں کا شفیع ہونا اور شفیع کو مستحق عبادت ہونا دونوں دعوے غلط اور بے اصل ہیں اور ظاہر ہے کہ خدا کے علم میں وہی چیز ہوگی جو واقع ہو۔ لہٰذا تعلیم الٰہی کے خلاف ان غیر واقعی اور خود تراشیدہ اصول کو حق بجانب ثابت کرنا گویا خدا تعالیٰ کو ایسی چیزوں کے واقع ہونے کی خبر دینا ہے جن کا وقوع آسمان و زمین میں کہیں بھی اسے معلوم نہیں یعنی کہیں ان کا وجود نہیں۔ ہوتا تو اس کے علم میں ضرور ہوتا۔ پھر اس سے منع کیوں کرتا۔

◆ **حق کی نشانی کا مطالبہ** | ممکن تھا مشرکین کہتے کہ خدا نے تمہارے دین میں منع کیا ہوگا ہمارے دین میں منع نہیں کیا۔ اس کا جواب دے دیا کہ اللہ کا دین ہمیشہ سے ایک ہے۔ اعتقادیات میں کوئی فرق نہیں۔ درمیان میں جب لوگ بہک کر جدا جدا ہو گئے۔ خدا نے ان کے سمجھانے اور دین حق پر لانے کو انبیاء بھیجے۔ کسی زمانہ اور کسی ملت میں خدا نے شرک کو جائز نہیں رکھا۔ باقی لوگوں کے باہمی اختلافات کو بزور حق اس لئے نہیں مٹایا گیا کہ پہلے سے خدا کے علم میں یہ بات طے شدہ تھی کہ یہ دنیا دار العمل (موقع واردات) ہے۔ قطعی اور آخری فیصلہ کی جگہ نہیں۔ یہاں انسانوں کو کسب و اختیار دے کر قدرے آزاد چھوڑا گیا ہے کہ وہ جو راہ عمل چاہیں اختیار کریں۔ اگر یہ بات پیشتر طے نہ ہو چکی ہوتی تو سارے اختلافات کا فیصلہ ایک دم کر دیا جاتا۔

◆ یعنی جن نشانوں کی وہ فرمائش کرتے تھے ان میں سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ صداقت کے نشان پہلے جتنے دیکھ چکے ہو۔ فرمائشی نشان دکھلانا ضروری نہیں۔ نہ چنداں مفید ہے۔ آئندہ جو خدائی مصلحت ہوگی وہ نشان دکھلائے گا۔ اس کا علم خدا ہی کو ہے کہ مستقبل میں کس شان اور نوعیت کے نشان ظاہر کرے گا۔ سو تم منتظر رہو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ "موضح القرآن" میں ہے "یعنی اگر کہیں کہ ہم کاہے سے جانیں کہ تمہاری بات سچی ہے فرمایا کہ آگے دیکھو حق تعالیٰ اس دین کو روشن کرے گا اور مخالف ذلیل ہوں گے برباد ہو جائیں گے سو ویسا ہی ہوا۔ سچ کی نشانی ایک بار کافی ہے اور ہر بار مخالف ذلیل ہوں تو فیصلہ ہو جائے۔ حالانکہ فیصلے کا دن دنیا میں نہیں۔

◆ **اہل مکہ کا حیلہ و فریب** | اہل مکہ پر حق تعالیٰ نے سات سال کا قحط مسلط کیا۔ جب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو گھبرا کر حضورؐ سے دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ یہ عذاب اٹھ جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے آپ کی دعا سے خدا نے حال کر دیا۔ قحط کی بلا دور ہوئی تو پھر وہی شرارتیں کرنے لگے۔ خدا کی آیتوں کو جھٹلاتے اور اس کی قدرت و رحمت پر نظر نہ رکھتے۔ بلکہ انعامات الٰہیہ کو ظاہری اسباب و حیل اور محض بے اصل خیالات و اوہام کی طرف نسبت کرنے لگے۔ اس کا جواب دیا کہ اچھا تم خوب مکر و فریب اور حیلہ بازی کر لو۔ مگر یہ یاد رہے کہ تمہاری حیلہ بازیاں ایک ایک کر کے لکھی جا رہی ہیں۔ وہ سارا دفتر قیامت کے دن تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ پھر جب تمہاری کوئی حیلہ بازی فرشتوں سے مخفی نہیں، خدا کے علم محیط سے کہاں باہر رہ سکتی ہے۔ تم اپنے مکر و حیلہ سازی پر مغرور ہو۔ حالانکہ خدا کا جوابی مکر (تدبیر مخفی) تمہارے مکر و تدبیر سے کہیں تیز اور سریع الاثر ہے۔ وہ مجرم کی باگ اتنی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے کہ مجرم کو نشہ غفلت میں چور ہو کر سزا کا تصور بھی نہیں آتا۔ جب پیمانہ شقاوت لبریز ہو جاتا ہے تو دفعۃً پکڑ کر گلا دبا دیتا ہے۔ لہٰذا عاقل کو چاہئے کہ خدا کی نرمی، بردباری اور خوش کن حالات کو دیکھ کر مغرور نہ ہو۔ نہ معلوم نرمی کے بعد کیسی سختی آنے والی ہے۔ جیسے آگے بحری سفر کی مثال میں بیان فرمایا۔ حضرت شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں کہ "سختی کے وقت آدمی کی نظر اسباب سے اٹھ کر صرف اللہ پر رہتی ہے۔ جہاں سختی گذری گذری اور کام بن گیا پھر خدا کو بھول کر اسباب پر آ رہتا ہے۔ یہ ڈرتا نہیں کہ خدا پھر ویسی ہی تکلیف اور سختی کا ایک سبب کھڑا کر دے۔ اسی کے ہاتھ میں سب اسباب کی باگ ہے۔" چنانچہ آگے دریائی سفر کی مثال میں اس کی ایک صورت بیان فرمائی۔

الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا

کشتیوں میں | اور وہ ان کو لے کر چلتی ہیں | اچھی ہوا سے | اور وہ خوش ہوتے ہیں اس سے

جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ

آتی ہے ان پر | تیز ہوا | اور آتی ہیں ان پر موجیں | ہر

مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُمْ أُحِيطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ

طرف سے | اور جان لیا انہوں نے | کہ گھیرے گئے | پکارنے لگتے ہیں اللہ کو | خالص ہو کر

لَهُ الدِّينَ ۚ لَئِنْ أَنْجَيْتَنَا مِنْ هَٰذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ

اسی کی بندگی میں | اگر تو نے بچا لیا ہم کو | اس سے | تو ہم ضرور ہوں گے

الشَّاكِرِينَ ﴿٢٢﴾ فَلَمَّا أَنْجَاهُمْ إِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ

شکر گزار | پھر جب بچا لیا ان کو اللہ نے | لگتے ہیں شرارت کرنے | زمین میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ ۖ

ناحق کی | سنو لوگو | تمہاری شرارت ہے | تم ہی پر

مَتَاعَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا ۖ ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ

نفع اٹھا لو دنیا کی زندگی کا | پھر ہمارے پاس تم کو لوٹ کر آنا ہے | پھر ہم جتلا دیں گے

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٣﴾ إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا

جو کچھ تم کرتے تھے | دنیا کی زندگی کی وہی مثال ہے

كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ

جیسے ہم نے پانی اتارا | آسمان سے | پھر رلا ملا نکلا اس سے سبزہ

بحری طوفان اور کفار یعنی ابتداء میں ہوا خوشگوار اور موافق تھی۔ مسافر چین کیساتھ آرام سے چلے جا رہے تھے کہ یکایک ایک تند و تیز طوفانی جھکڑ چلنے لگا اور چاروں طرف سے پانی کے پہاڑ اٹھ کر کشتی (یا جہاز) سے ٹکرانے لگے۔ جب سمجھ لیا کہ ہر طرف سے موت کے منہ میں گھرے ہوئے ہیں۔ بھاگنے اور نکلنے کی کوئی سبیل نہیں تو سارے فرضی معبودوں کو چھوڑ کر خدائے واحد کو پکارنے لگے جو اصل فطرت انسانی کا تقاضا تھا۔ ہر چیز سے مایوس ہو کر خالص خدا کی بندگی اختیار کی اور بڑے پکے عہد و پیمان باندھے کہ اگر اس مصیبت سے خدا نے نجات دی تو ہمیشہ اس کے شکر گزار رہیں گے۔ کوئی بات کفران نعمت کی نہ کریں گے لیکن جہاں ذرا امن نصیب ہوا ساحل پر قدم رکھتے ہی شرارتیں اور ملک میں اودھم مچانا شروع کر دیا تھوڑی دیر بھی عہد پر قائم نہ رہے۔ **تنبیہ** اس آیت میں ان مدعیان اسلام کے لئے بڑی عبرت ہے جو جہاز کے طوفان میں گھر جانے کے وقت بھی خدائے واحد کو چھوڑ کر غیر اللہ کو مدد کے لئے پکارتے ہیں۔

عکرمہ بن ابوجہل کا واقعہ فتح مکہ کے بعد ابوجہل کا بیٹا عکرمہ مسلمان نہ ہوا تھا۔ مکہ سے بھاگ کر بحری سفر اختیار کیا۔ تھوڑی دور جا کر کشتی کو طوفانی ہواؤں نے گھیر لیا۔ ناخدا نے مسافروں سے کہا کہ ایک خدا کو پکارو۔ یہاں تمہارے معبود کچھ کام نہ دیں گے۔ عکرمہ نے کہا کہ یہی تو وہ خدا ہے جس کی طرف محمد ﷺ ہم کو بلاتے ہیں۔ اگر دریا میں رب محمد کے بدون نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی اس کی دستگیری اور اعانت کے بغیر نجات پانا محال ہے۔ اے خدا! اگر تو نے اس مصیبت سے نکال دیا تو میں واپس ہو کر محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دوں گا۔ مجھے امید ہے کہ وہ اپنے اخلاق کریمہ سے میری تقصیرات کو معاف فرما دیں گے۔ چنانچہ حضور کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف بہ اسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یعنی تمہاری شرارت کا وبال تمہیں پر پڑے گا۔ اگر چند روز شرارتیں کر کے زمین کرو کچھ دنیا کا نفع حاصل کر بھی لیا تو انجام کار پھر خدا کی طرف لوٹنا ہے۔ وہاں تمہارا سب کیا دھرا آگے آ جائے گا۔ خداوند رب العزت سزا دے کر بتلا دے گا کہ تمہارے کرتوت کیسے تھے۔

الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ

زمین کی | جو کہ کھاتے ہیں آدمی | اور چوپائے | یہاں تک کہ جب

اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَآ

پکڑی زمین نے رونق | اور مزین ہوگئی | اور خیال کیا اس میں رہنے والوں نے

اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا

کہ یہ ہمارے ہاتھ لگ گئی | ناگاہ پہنچا اس پر ہمارا حکم | رات کو | یا دن کو

فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ ؕ كَذٰلِكَ

پھر کر ڈالا اس کو کاٹ کر ڈھیر | گویا کل یہاں نہ تھی آبادی | اسی طرح

نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۲۴ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى

ہم کھول کر بیان کرتے ہیں نشانیاں | ان لوگوں کے سامنے جو غور کرتے ہیں | اور اللہ بلاتا ہے

دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۵

سلامتی کے گھر کی طرف | اور دکھلاتا ہے | جس کو چاہے | راستہ سیدھا

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ

جنہوں نے کی بھلائی ان کے لیے ہے بھلائی | اور زیادتی | اور نہ چڑھے گی ان کے منہ پر

قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا

سیاہی | اور نہ رسوائی | وہی ہیں جنت والے | وہ اسی میں

خٰلِدُوْنَ ۝۲۶ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ

رہا کریں گے | اور جنہوں نے کمائیں برائیاں | بدلہ برائی کا

◆ دنیا کی زندگی کی مثال | بعض نے "فاختلط به نبات الارض" کے معنی کثرت پیداوار کے لئے ہیں۔ کیونکہ جب زمین کی پیداوار زیادہ ہوتی ہے تو خوب گنجان ہو کر ایک جز دوسرے سے ملا جاتا اور لپٹ جاتا ہے۔ بعض نے "بہ" کی "با" کو مصاحبت کے لئے لے کر یہ معنی کئے ہیں کہ زمین کا سبزہ پانی کے ساتھ رل مل جاتا ہے۔ کیونکہ نباتات اجزائے مائیہ کو اپنے اندر جذب کرتے ہیں۔ جس طرح کھانا انسان کا جزو بدن بنتا ہے یہ ہی پانی گویا نباتات کی غذا بنتی ہے۔ مترجم محقق رحمہ اللہ کے صنیع سے مترشح ہوتا ہے کہ اختلاط سے مراد لے رہے ہیں کہ زمین اور پانی کے ملنے سے جو سبزہ و نباتات اگیں ان میں آدمی اور جانوروں کی خوراک گڈمڈ (رلی ملی) ہوتی ہے۔ مثلاً گیہوں کے درخت میں دانہ ہے جو انسان کی غذا ہے اور بھس بھی ہے جو جانوروں کی خوراک ہے۔ اسی طرح درختوں میں پھل اور پتے لگتے ہیں جن میں سے ہر ایک کے کھانے والے علیحدہ ہیں۔

◆ یعنی مختلف الوان و اشکال کی نباتات سے زمین کو پر رونق اور مزین کر دیا اور کھیتی وغیرہ ایسی تیار ہو گئی کہ مالکوں کو کامل بھروسہ ہو گیا کہ اب اس سے پورا فائدہ اٹھانے کا وقت آ گیا ہے۔

◆ یعنی ناگہاں خدا کے حکم سے رات میں یا دن میں باغات پر کوئی آفت پہنچی (مثلاً پالا آ گیا، پتھر پڑ گئے یا ٹڈی دل پہنچ گیا) جس نے تمام مزروعات کا صفایا کر ڈالا، گویا کبھی یہاں ایک تنکا بھی نہ اگا تھا۔ ٹھیک اسی طرح حیات دنیا کی مثال سمجھو کہ خواہ کتنی ہی حسین اور تروتازہ نظر آئے، حتی کہ بیوقوف لوگ اس کی رونق اور بہار پر مفتون ہو کر اصل حقیقت کو فراموش کر دیں لیکن یہ ساری شادابی اور زینت و بہجت محض چند روزہ ہے جو بہت جلد زوال و فنا کے ہاتھوں تباہ و برباد ہو جائے گی۔ حضرت شاہ صاحب نے اس مثال کو نہایت لطیف طرز سے خاص انسانی حیات پر منطبق کیا ہے کہ جیسے پانی کی طرح روح آسمان (عالم بالا) سے اتری، اور بدن خاکی میں مل کر قوت پکڑی، دونوں کے ملنے سے آدمی بنا، پھر کام کئے انسانی اور حیوانی دونوں طرح کے۔ جب ہر طرح پورا ہوا اور اس کے متعلقین کو اس پر بھروسہ ہو گیا، ناگہاں موت آ پہنچی جس نے ایک دم میں سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا، پھر ایسا بے نام و نشان ہوا گویا کبھی زمین پر آباد ہی نہ ہوا تھا (فائدہ) "لیلا او نہارا" (رات کو یا دن کو) شاید اس لئے فرمایا کہ رات کا وقت غفلت کا ہے اور دن میں لوگ عموماً بیدار ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب خدا کا حکم آ پہنچے پھر سوتا ہو یا جاگتا، غافل ہو یا بیدار، کوئی شخص کسی حالت میں اس کو روک نہیں سکتا۔

◆ دار السلام کی دعوت | یعنی دنیا کی زوال و فنا والی زندگی پر مست نہ ہو، دار السلام (جنت) کی طرف آؤ۔ خدا تم کو سلامتی کے گھر کی طرف بلا رہا ہے اور وہاں تک پہنچنے کا راستہ بھی دکھلا رہا ہے۔ وہ ایسا گھر ہے جہاں کے رہنے والے ہر قسم کے رنج و غم، پریشانی، تکلیف، نقصان، آفت اور زوال وغیرہ سے ہمیشہ سالم رہیں گے، فرشتے انکو سلام کریں گے، خود رب العزت کی طرف سے تحفہ سلام پہنچے گا۔

◆ دیدار الٰہی کی نعمت | بھلے کام کرنے والوں کو وہاں بھلی جگہ ملے گی (یعنی جنت) اور اس سے زیادہ بھی کچھ ملے گا یعنی حق تعالیٰ کی رضا اور اس کا دیدار۔ "زیادۃ" کی تفسیر "دیدار مبارک" سے کئی احادیث صحیحہ میں وارد ہوئی ہے اور بہت سے صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم سے منقول ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا "اے اہل جنت! تمہارے لئے ایک وعدہ خدا کا باقی ہے جو اب پورا کرنا چاہتا ہے"۔ جنتی کہیں گے کہ وہ کیا ہے؟ کیا خدا نے اپنے فضل سے ہماری حسنات کا پلہ بھاری نہیں کر دیا۔ کیا اس نے ہمارے چہروں کو سفید و نورانی نہیں بنایا؟ کیا اس نے ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت جیسے مقام میں نہیں پہنچایا؟ (یہ سب کچھ تو ہو چکا آگے کونسی چیز باقی رہی) اس پر حجاب اٹھا دیا جائے گا، اور جنتی حق تعالیٰ کی طرف نظر کریں گے۔ پس خدا کی قسم کوئی نعمت جو ان کو عطا ہوئی ہے دولت دیدار سے زیادہ محبوب نہ ہو گی، نہ اس سے بڑھ کر کوئی چیز ان کی آنکھوں کو ٹھنڈی کر سکتی۔ رزقنا اللہ سبحانہ وتعالیٰ بمنہ وفضلہ

◆ آخرت میں کفار کے چہرے | یعنی میدان حشر میں جس طرح کفار فجار کے چہروں پر سخت ذلت و ظلمت چھائی ہو گی، جنتیوں کے چہرے اس کے خلاف ہوں گے۔ سیاہی اور رسوائی کیسی، وہاں تو نور ہی نور اور رونق ہی رونق ہو گی۔

بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ

اس کے برابر ◆ اور چھا جائے گی ان کو رسوائی ◆ کوئی نہیں ان کو اللہ سے بچانے والا

كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ

گویا کہ ڈھانک دیے گئے ◆ ان کے چہرے ◆ اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ◆

اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ وَيَوْمَ

وہ ہیں دوزخ والے ◆ وہ اسی میں رہا کریں گے ◆ اور جس دن

نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا

جمع کریں گے ہم ان سب کو ◆ پھر کہیں گے ◆ شرک کرنے والوں کو

مَكَانَكُمْ اَنْتُمْ وَشُرَكَاۗؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ

کھڑے رہو اپنی اپنی جگہ ◆ تم اور تمہارے شریک ◆ پھر تڑا دیں گے ہم آپس میں ان کو ◆ اور کہیں گے

شُرَكَاۗؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ۝ فَكَفٰى بِاللّٰهِ

ان کے شریک ◆ تم ہماری تو بندگی نہ کرتے تھے ◆ سو اللہ کافی ہے

شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ

شاہد ◆ ہمارے اور تمہارے بیچ میں ◆ ہم کو تمہاری بندگی کی

لَغٰفِلِيْنَ ۝ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَ

خبر نہ تھی ◆ وہاں جانچ لے گا ◆ ہر کوئی ◆ جو اس نے پہلے کیا تھا ◆ اور

رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا

رجوع کریں گے اللہ کی طرف ◆ جو مالک سچا ان کا ◆ اور جاتا رہے گا ان کے پاس سے

◆ یعنی بدی سے زائد نہ ہو گا۔ کم سزا دیں یا بعض برائیوں کو بالکل معاف کر دیں ان کو اختیار ہے۔

◆ یعنی ان کے چہرے اس قدر سیاہ و تاریک ہوں گے گویا اندھیری رات کی تہیں ان پر چڑھا دی گئی ہیں (اعاذنا اللہ منہا)

◆ یعنی جن کو تم نے اپنے خیال میں خدا کا شریک ٹھہرا رکھا تھا، یا جن کو خدا کے بیٹے بیٹیاں کہتے تھے، مثلاً مسیح علیہ السلام جو نصاریٰ کے نزدیک "ابن اللہ" بلکہ "عین اللہ" تھے یا "ملائکۃ اللہ" یا "احبار و رہبان" کہ کسی نہ کسی حیثیت سے خدائی کا منصب دے رکھا تھا، یا اصنام و اوثان جن پر مشرکین مکہ نے خدائی کے اختیارات تقسیم کر رکھے تھے، سب کو حسب مراتب اپنی اپنی جگہ کھڑے رہنے کا حکم ہو گا۔

◆ **باطل معبودوں کی کفار سے بیزاری** | یعنی اس وقت عجیب افراتفری اور نفسی نفسی ہو گی۔ عابدین و معبودین میں جدائی پڑ جائے گی اور دنیا میں اپنے اوہام و خیالات کے موافق جو رشتے جوڑ رکھے تھے سب توڑ دیئے جائیں گے۔ اس ہولناک وقت میں جبکہ مشرکین کو اپنے فرضی معبودوں سے بہت کچھ توقعات تھیں، وہ صاف جواب دے دیں گے کہ تمہارا ہم سے کیا تعلق۔ تم جھوٹ بکتے ہو کہ ہماری بندگی کرتے تھے (تم اپنے عقیدہ کے موافق جس چیز کو پوجتے تھے اس کے لئے وہ خدائی صفات تجویز کرتے تھے، جو فی الواقع اس میں موجود نہیں تھیں تو حقیقت میں وہ عبادت اور بندگی واقعی "مسیح" یا "ملائک" کی نہ ہوئی اور نہ حقیقت میں بے جان مورتیوں کی پوجا تھی۔ محض اپنے خیال اور وہم یا شیطان لعین کی پرستش کو فرشتے یا نبی یا نیک انسان یا کسی تصویر وغیرہ کے نامزد کر دیتے تھے) خدا گواہ ہے کہ ہماری رضا و اطلاع سے تم نے یہ حرکت نہیں کی۔ ہم کو کیا خبر تھی کہ انتہائی حماقت و سفاہت سے خدا کے مقابلہ میں ہمیں معبود بنا ڈالو گے۔ (تنبیہ) یہ گفتگو اگر حضرت "مسیح" وغیرہ ذوی العقول مخلوق کی طرف سے مانی جائے تو کوئی اشکال نہیں۔ اور "اصنام" (بتوں) کی جانب سے ہو تو کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ مشرکین کی انتہائی مایوسی اور حسرت ناک درماندگی کے اظہار کے لئے اپنی قدرت کاملہ سے پتھر کی مورتیوں کو گویا کر دے۔ "قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰہُ الَّذِیْۤ اَنْطَقَ کُلَّ شَیْءٍ" (حم السجدۃ، رکوع ۳)

كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٣٠﴾ قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَ

جو جھوٹ باندھا کرتے تھے ◆ تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور

الْأَرْضِ أَمَّنْ يَمْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ

زمین سے ◆ یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا ◆ اور کون

يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ

نکالتا ہے زندہ کو مردہ سے اور نکالتا ہے مردہ کو

الْحَيِّ وَمَنْ يُدَبِّرُ الْأَمْرَ ۚ فَسَيَقُولُونَ اللَّهُ ۚ فَقُلْ

زندہ سے ◆ اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی ◆ سو بول اٹھیں گے کہ اللہ تو تو کہہ

أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾ فَذَٰلِكُمُ اللَّهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۖ فَمَاذَا بَعْدَ

پھر ڈرتے نہیں ہو ◆ سو یہ اللہ ہے رب تمہارا سچا پھر کیا رہ گیا سچ کے

الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ ۖ فَأَنَّىٰ تُصْرَفُونَ ﴿٣٢﴾ كَذَٰلِكَ حَقَّتْ

پیچھے مگر بھٹکنا سو کہاں سے لوٹے جاتے ہو ◆ اسی طرح ٹھیک آئی

كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾

بات تیرے رب کی ان نافرمانوں پر کہ یہ ایمان نہ لائیں گے ◆

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ

پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو پیدا کرے خلق کو پھر

يُعِيدُهُ ۚ قُلِ اللَّهُ يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۖ فَأَنَّىٰ

دوبارہ زندہ کرے تو کہہ اللہ پہلے پیدا کرتا ہے پھر اس کو دہرائے گا سو کہاں

یعنی جھوٹے اور بے اصل توقعات سب رفو چکر ہو جائیں گے۔ ہر شخص بہ اپنی آنکھیں مشاہدہ کر لے گا کہ اس سچے مالک کے سوا اور رجوع کرنے کا کوئی ٹھکانا نہیں۔ اور ہر ایک انسان کو اپنے تمام برے بھلے اعمال کا اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا وزن رکھتے ہیں۔

آسمان کی طرف سے بارش اور حرارت شمس وغیرہ پہنچتی ہے اور زمینی مواد ان کے ساتھ ملتے ہیں تب انسان کی روزی مہیا ہوتی ہے۔

یعنی ایسے عجیب و غریب محیر العقول طریقہ سے کس نے کان اور آنکھ پیدا کی۔ پھر ان کی حفاظت کا سامان کیا۔ کون ہے جو ان تمام قوائے انسانی کا حقیقی مالک ہے کہ جب چاہے عطا فرما دے اور جب چاہے چھین لے۔

مثلاً "نطفہ" یا "بیضہ" سے جاندار کو، پھر جاندار سے نطفہ اور بیضہ کو نکالتا ہے۔ یا روحانی اور معنوی طور پر جو شخص یا قوم مردہ ہو چکی اس میں سے زندہ دل افراد پیدا کرتا ہے اور زندہ قوموں کے اخلاف پر ان کی بدبختی سے موت طاری کر دیتا ہے۔

یعنی دنیا کے تمام کاموں کی تدبیر و انتظام کون کرتا ہے۔

اللہ خالق و مالک اور مدبر الامور ہے | مشرکین کو بھی اعتراف تھا کہ یہ امور کلیہ اور عظیم الشان کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لئے فرمایا کہ جب اصل خالق و مالک اور تمام عالم کا مدبر اسی کو مانتے ہو، پھر ڈرتے نہیں کہ اس کے سوا دوسروں کو معبود بناؤ۔ معبود تو وہی ہونا چاہئے جو خالق کل، مالک الملک، رب مطلق اور متصرف علی الاطلاق ہو۔ اس کا اقرار کر کے کہاں الٹے پاؤں واپس جا رہے ہو۔ جب سچا وہی ہے تو سچ کے بعد بجز جھوٹ کے کیا رہ گیا۔ سچ کو چھوڑ کر جھوٹ اور اوہام میں بھٹکنا عاقل کا کام نہیں ہو سکتا۔

یعنی اللہ نے ازل سے ان متمرد سرکشوں کی قسمت میں ایمان نہیں لکھا۔ جس کا سبب علم الٰہی میں ان کی سرکشی اور نافرمانی ہے۔ اس طرح خدا کی لکھی ہوئی بات ان پر فسق و نافرمانی کی وجہ سے صادق آئی۔

تُؤْفَكُوْنَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى

پھیرے جاتے ہو ◆ کہہ دو کوئی ہے تمہارے شریکوں میں جو راہ بتلائے

الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى

صحیح کہہ دو اللہ راہ بتلاتا ہے صحیح تو اب جو کوئی راہ بتلاتا ہے

الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ

صحیح اس کی بات ماننی چاہیے یا اس کی جو آپ نہ پائے راہ مگر جب کوئی اس کو راہ بتلائے

فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ۝ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا

سو کیا ہو گیا تم کو کیسا انصاف کرتے ہو ◆ اور وہ اکثر چلتے ہیں محض

ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اٹکل پر سو اٹکل کام نہیں دیتی حق بات میں ذرا بھی ◆ اللہ

عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝ وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ

خوب معلوم ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں اور وہ نہیں یہ قرآن کہ

يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ

کوئی بنا لے اللہ کے سوا ◆ اور لیکن تصدیق کرتا ہے ان کلاموں کی جو اس سے پہلے

يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ

کا ہیں ◆ اور بیان کرتا ہے ان چیزوں کو جو تم پر لکھی گئیں جس میں کوئی شبہ نہیں پروردگار

الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ

عالم کی طرف سے ◆ کیا لوگ کہتے ہیں کہ یہ بنا لایا ہے تو کہہ دے تم لے آؤ ایک ہی سورت

مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ

اس جیسی اور بلالو جس کو بلا سکو اللہ کے سوا اگر

كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٨﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا بِعِلْمِهٖ

تم سچے ہو ◆ بات یہ ہے کہ جھٹلانے لگے جس کے سمجھنے پر انہوں نے قابو نہ پایا ◆

وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ

اور ابھی آئی نہیں اس کی حقیقت ◆ اسی طرح جھٹلاتے رہے ان سے

قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَ

اگلے سو دیکھ لے کیسا ہوا انجام گنہگاروں کا اور

مِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَ

بعضے ان میں یقین کریں گے قرآن کا اور بعضے یقین نہ کریں گے

رَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٤٠﴾ وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ

تیرا رب خوب جانتا ہے شرارت والوں کو ◆ اور اگر تجھ کو جھٹلائیں تو کہہ میرے لیے

عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ

میرا کام اور تمہارے لیے تمہارا کام تم پر ذمہ نہیں میرے کام کا

وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٤١﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ

مجھ پر ذمہ نہیں جو تم کرتے ہو ◆ اور بعضے ان میں کان رکھتے ہیں

اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٢﴾

تیری طرف کیا تو سنائے گا بہروں کو اگرچہ ان کو سمجھ نہ ہو

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ

اور بعضے ان میں نگاہ کرتے ہیں تیری طرف — کیا تو راہ دکھائے گا اندھوں کو

وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿۴۳﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ

اگرچہ وہ سوجھ نہ رکھتے ہوں ◆ — اللہ ظلم نہیں کرتا — لوگوں پر

شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۴۴﴾ وَيَوْمَ

کچھ بھی — لیکن لوگ — اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہیں ◆ — اور جس دن

يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ

ان کو جمع کرے گا — گویا وہ نہ رہے تھے — مگر ایک گھڑی دن ◆

يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ

ایک دوسرے کو پہچانیں گے ◆ — بیشک خراب ہوئے جنہوں نے جھٹلایا — اللہ سے

اللّٰهِ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۴۵﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ

کچھ — اور نہ آئے راہ پر ◆ — اور اگر ہم دکھلائیں گے تجھ کو کوئی چیز

الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ

ان وعدوں میں سے جو کئے ہیں ہم نے ان سے — یا وفات دیں تجھ کو — سو ہماری ہی طرف ہے ان کو لوٹنا — پھر

اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۶﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ

اللہ شاہد ہے — ان کاموں پر جو کرتے ہیں ◆ — اور ہر فرقہ کا

رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ

ایک رسول ہے — پھر جب پہنچا ان کے پاس رسول ان کا — فیصلہ ہوا ان میں — انصاف سے

◆ **کفار اندھے اور بے عقل ہیں** یعنی بعض لوگ بظاہر قرآن شریف اور آپ کا کلام مبارک سنتے ہیں اور آپ کے معجزات و کمالات دیکھتے ہیں مگر دیکھنا سننا وہ نافع ہے جو دل کے کانوں اور دل کی آنکھوں سے ہو۔ یہ آپ کے اختیار میں نہیں کہ آپ دل کے بہروں کو اپنی بات سنا دیں۔ خصوصاً جبکہ وہ سخت بہرے پن کی وجہ سے قطعاً کسی کلام کو نہ سمجھ سکتے ہوں یا دل کے اندھوں کو راہ حق دکھلا دیں جبکہ انہیں کچھ بھی نہ سوجھتا ہو۔ "موضح القرآن" میں ہے۔ "یعنی کان رکھتے ہیں یا نگاہ کرتے ہیں اس توقع پر کہ آپ ہمارے دل پر تصرف کر دیں جیسا بعضوں پر ہو گیا، سو یہ بات اللہ کے ہاتھ ہے۔" بعض مفسرین نے لایعقلون سے مطلق عقل کی اور لایبصرون سے بصیرت کی نفی مراد لی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے اندھے بہرے جو علاوہ نہ سننے اور نہ دیکھنے کے ہر قسم کی سمجھ بوجھ سے محروم ہیں۔ ان کو آپ کس طرح سجھا دکھا کر منوا سکتے ہیں۔

◆ یعنی جن کے دل میں اثر نہیں ہوتا، یہ ان ہی کی تقصیر ہے۔ خود اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے انہوں نے قویٰ اور اکیہ کو تباہ کر لیا ہے۔ ورنہ اصل فطرت سے ہر آدمی کو خدا نے سمجھنے اور قبول کرنے کی استعداد بخشی ہے۔

◆ **دنیوی زندگی کی حقیقت** یعنی محشر کے ہولناک احوال و حوادث کو دیکھ کر عمر بھر کا عیش و آرام اس قدر حقیر و قلیل نظر آئے گا کہ گویا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرے ہی نہ تھے اور افسوس کریں گے کہ ساری عمر کیسی فضول اور بیکار گذری، جیسے آدمی گھنٹہ دو گھنٹہ یوں ہی گپ شپ میں بیکار گذار دیتا ہے۔ نیز وہاں کی ہیبت ناک مصائب کو دیکھ کر خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں کچھ مدت قیام ہی نہ ہوا جو یہ وقت آ گیا۔ گھڑی دو گھڑی ٹھہرے اور یہاں آ پہنچے۔ کاش وہاں کی مدت قیام کچھ طویل ہوتی تو یہ دن اس قدر جلد نہ دیکھنا پڑتا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ برزخ (قبر) میں ٹھہرنے کی مدت کو ایک گھڑی کے برابر سمجھیں گے۔ واللہ اعلم

◆ مگر کچھ مدد نہ کر سکیں گے نفسی نفسی پڑی ہو گی۔ بھائی بھائی کے اور بیٹا باپ کے کام نہ آئے گا۔ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ (المومنون رکوع ۶) يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ (عبس رکوع ۱)

◆ باقی جنہوں نے لقاء اللہ کی تصدیق کی اور سیدھی راہ پر چلے وہ اس زمرہ میں نہیں۔

◆ **آنحضرت ﷺ سے کئے گئے وعدوں کا انجام** یعنی ہم نے کفار کو عذاب دینے اور اسلام کو غالب و منصور کرنے کے جو وعدے کئے ہیں، خواہ ان میں سے بعض وعدے کسی حد تک آپ کی موجودگی میں پورے کر کے دکھلا دیے جائیں، جیسے "بدر" وغیرہ میں دکھلا دیا۔ یا آپ کی وفات ہو جائے۔ اس لئے آپ کے سامنے ان میں سے بعض کا ظہور نہ ہو، بہرصورت یہ یقینی ہے کہ وہ سب پورے ہو کر رہیں گے۔ اگر کسی مصلحت سے دنیا میں ان کفار کو سزا نہ دی گئی تو آخرت میں ملے گی۔ ہم سے بچ کر کہاں بھاگ سکتے ہیں۔ سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور ان کے تمام اعمال ہمارے سامنے ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "غلبہ اسلام کچھ حضرتؐ کے روبرو ہوا اور باقی آپ کی وفات کے بعد خلفاء کے ہاتھوں سے۔ گویا نتوفینک میں اس طرف اشارہ ہے۔" واللہ اعلم

وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٤٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ

اور اُن پر ظلم نہیں ہوتا ◆ اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا

اگر تم سچے ہو ◆ تو کہہ میں مالک نہیں اپنے واسطے برے کا

وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۭ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۭ اِذَا جَآءَ

نہ بھلے کا مگر جو چاہے اللہ ہر فرقہ کا ایک وعدہ ہے جب آپہنچا

اَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٤٩﴾

اُن کا وعدہ پھر نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے ◆

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّا

تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر آپہنچے تم پر عذاب اس کا راتوں رات یا دن کو تو

ذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٥٠﴾ اَثُمَّ اِذَا مَا وَقَعَ

کیا کر لیں گے اس سے پہلے گنہگار ◆ کیا پھر جب عذاب واقع ہو چکے

اٰمَنْتُمْ بِهٖ ۭ آٰلْئٰنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ ﴿٥١﴾

تب اس پر یقین کرو گے اب قائل ہوئے اور تم اسی کا تقاضا کرتے تھے ◆

ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ

پھر کہیں گے گنہگاروں کو چکھتے رہو عذاب ہمیشگی کا وہی

تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿٥٢﴾ وَيَسْتَنْۢبِــُٔوْنَكَ

بدلہ پاتے جو کچھ کماتے تھے ◆ اور تجھ سے خبر پوچھتے ہیں

◆ **ہر اُمت کے لئے رسول بھیجا گیا** | پہلے اس امت اور اسکے رسول اکرم ﷺ کا ذکر تھا اب عام طور پر اقوام و امم کا ضابطہ بتلاتے ہیں کہ ہر جماعت اور فرقہ کے پاس خدا کے احکام پہنچانے والے بھیجے گئے ہیں جن کو "رسول" کہیے۔ تاکہ خدا کی حجت تمام ہو۔ اتمام حجت سے پہلے کسی کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ لوگ عمل پہلے سے کرتے ہیں۔ مگر دنیا میں ان کو سزا رسول پہنچے اور حجت تمام کرنے کے بعد دی جاتی ہے۔ خدا کے یہاں یہ ظلم اور اندھیر نہیں کہ بدون پیشتر سے آگاہ کرنے اور جرم ثابت ہونے کے مجرموں کو فیصلہ سنا دیا جائے۔ قیامت میں بھی باقاعدہ پیشی ہوگی فرد جرم لگائیں گے، گواہ پیش ہوں گے، ہر قوم کے ساتھ ان کے پیغمبر موجود ہوں گے۔ ان کے بیانات وغیرہ کے بعد نہایت انصاف سے فیصلہ ہوگا۔ "وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَاۗءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ" (الزمر، رکوع ۷) مجاہد وغیرہ نے آیت کو قیامت کے احوال پر حمل کیا ہے۔

◆ یعنی عذاب سے جو دھمکیاں دیتے ہو محض بھبکی اور بے اصل ہیں۔ اگر واقعی تم سچے ہو تو لے کیوں نہیں آتے۔ آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔

◆ یعنی عذاب وغیرہ بھیجنا خدا کا کام ہے میرے قبضہ اور اختیار میں نہیں۔ میں خود اپنے نفع نقصان کا صرف اسی قدر مالک ہوں جتنا اللہ چاہے۔ پھر دوسروں پر کوئی بھلائی برائی وارد کرنے کا مستقل اختیار مجھے کہاں سے ہوتا۔ ہر قوم کی ایک مدت اور میعاد خدا کے علم میں مقرر ہے۔ جب میعاد پوری ہو کر اس کا وقت پہنچ جائے گا ایک سیکنڈ کا تخلف نہ ہو سکے گا۔ غرض عذاب کے لئے جلدی مچانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدا کے علم میں جو وقت طے شدہ ہے اس سے ایک منٹ آگے پیچھے نہیں سرک سکتے۔ تنبیہ: لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ سے کنایہ ہے کہ عذاب کا اپنے وقت معین پر آنا اٹل ہے۔ کنایہ میں حقیقت تقدم و تاخر کا امکان یا بالفعل تحقق ضروری نہیں۔

◆ **کفار کا مطالبہ عذاب احمقانہ ہے** | یعنی رات کو سوتے ہوئے یا دن میں جب تم دنیا کی دھندوں میں مشغول ہو اگر اچانک خدا کا عذاب آ جائے تو مجرم جلدی کر کے کیا بچاؤ کر سکیں گے؟ جب بچاؤ نہیں کر سکتے پھر وقت پوچھنے سے کیا فائدہ؟ مترجم رحمہ اللہ نے مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ کا یہ ترجمہ حضرت شاہ صاحبؒ کے مذاق کے موافق کیا ہے۔ عموماً مفسرین نے یہ مطلب لیا ہے کہ عذاب الٰہی کے آنے میں کونسی ایسی خوشی اور مزے کی بات ہے جس کی وجہ سے مجرمین جلدی طلب کر رہے ہیں۔ یا یہ کہ تعجب کا مقام ہے کہ مجرمین کیسی سخت خوفناک چیز کے لئے جلدی مچا رہے ہیں۔ حالانکہ ایک مجرم کے لائق تو یہ تھا کہ وہ آنے والی سزا کے تصور سے کانپ اٹھتا اور ڈر کے مارے ہلاک ہو جاتا۔ (البحر المحیط)

◆ **مطالبہ عذاب کی وجہ** | یعنی عذاب کے لئے جلدی کرنا اس بنا پر ہے کہ انہیں اس کے آنے کا یقین نہیں۔ اس وقت یقین ہوتا تو فائدہ ہو سکتا تھا کہ بچنے کی کوشش کرتے۔ عذاب آچکنے کے بعد یقین آیا تو کیا فائدہ ہوگا۔ اس وقت خدا کی طرف سے کہہ دیا جائے گا کہ اچھا اب قائل ہوتے ہو اور پہلے سے جھٹلاتے رہے۔ کیونکہ تقاضا کرنا بھی جھٹلانے اور مذاق اڑانے کی نیت سے تھا۔ اس وقت اقرار کرنے سے کچھ نفع نہیں۔ "فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ" (المؤمن، رکوع ۹)

◆ جو کفر و شرک اور تکذیب کرتے رہے تھے اب ہمیشہ اس کا مزہ چکھتے رہو۔ یہ قیامت میں کہا جائے گا۔

أَحَقٌّ هُوَ ۖ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنتُم

کیا وہ سچ ہے | کہہ دو | ہاں میرے پروردگار کی قسم وہ سچ ہے | اور تم

بِمُعْجِزِينَ ﴿٥٣﴾ وَلَوْ أَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي

عاجز نہیں کر سکتے ◆ | اور اگر ہر شخص جس نے ظلم کیا ہے کے پاس | جو کچھ ہے

الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۗ وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا

زمین میں | تو وہ سب اس کے بدلے میں دے ڈالے ◆ | اور پشیمانی چھپائیں گے | جب

رَأَوُا الْعَذَابَ ۖ وَقُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ ۚ وَهُمْ لَا

دیکھیں گے عذاب | اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا | اور ان پر

يُظْلَمُونَ ﴿٥٤﴾ أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ

ظلم نہیں ہوگا ◆ | سن رکھو اللہ کا ہے | جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں

أَلَا إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا

سن رکھو | اللہ کا وعدہ سچا ہے ◆ | لیکن اکثر لوگ نہیں

يَعْلَمُونَ ﴿٥٥﴾ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿٥٦﴾

جانتے ◆ | وہی جلاتا ہے | اور وہی مارتا ہے | اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے ◆

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَتْكُم مَّوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ

اے لوگو | تمہارے پاس آ چکی ہے | نصیحت | تمہارے رب کی طرف سے

وَشِفَاءٌ لِّمَا فِي الصُّدُورِ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ

اور شفا | دلوں کے روگ کی | اور ہدایت | اور رحمت

حیات بعد الممات یقینی ہے | یعنی غفلت کے نشہ میں چور ہو کر تعجب سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے کہ ہم موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائیں گے اور دائمی عذاب کا مزہ چکھیں گے؟ کیا واقعی ریزہ ریزہ ہو کر اور خاک میں مل کر پھر از سر نو ہم کو موجود کیا جائے گا؟ آپ فرما دیجئے کہ تعجب کی کیا بات ہے، یہ چیز تو یقیناً ہونے والی ہے۔ تمہارا مٹی میں مل جانا اور پارہ پارہ ہو جانا خدا کو اس سے عاجز نہیں کر سکتا کہ پہلی طرح تمہیں دوبارہ پیدا کر دے اور شرارتوں کا مزہ چکھائے۔ ممکن نہیں کہ اس کے قبضہ سے نکل بھاگو اور فرار ہو کر (معاذ اللہ) اسے عاجز کر سکو۔ **تنبیہ** | اس آیت کے مشابہ دو آیتیں قرآن کریم میں ہیں۔ ایک سورۂ "سبا" میں "وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ" دوسری "تغابن" میں "زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ"۔ یہ دونوں قیامت اور معاد کے متعلق ہیں ان ہی کی مناسبت سے حافظ ابن کثیر نے آیت حاضرہ کو معاد کے متعلق رکھا ہے۔

یعنی اگر سارے زمین کے خزانے فرض کرو اس کے قبضہ میں ہوں تو کوشش کرے کہ سب دے کر خدا کے عذاب سے اپنے کو بچا لے۔

آخرت میں کفار کا پچھتاوا | دل میں اپنی حرکتوں پر پشیمان ہوں گے، مگر چاہیں گے کہ لوگوں پر پشیمانی کا اظہار نہ ہو کر سکے۔ بجوریکہ آثار ندامت ظاہر ہوئے رہیں گے۔ آخر بے اختیار ظاہر ہو کر رہیں گے۔ اس وقت کہیں گے "یٰحَسْرَتٰى عَلٰى مَا فَرَّطْتُّ فِيْ جَنْۢبِ اللّٰهِ" اور "یٰوَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِيْ غَفْلَةٍ مِّنْ هٰذَا"

یعنی سارے جہان کی حکومت صرف اللہ کی ہے۔ انصاف ہو کر رہے گا۔ کوئی مجرم نہ بھاگ سکتا ہے نہ رشوت دے کر چھوٹ سکتا ہے۔

یعنی سوء استعداد، بدفہمی اور غفلت سے اکثر لوگ ان حقائق کو نہیں سمجھتے۔ اسی لئے جو زبان پر آئے بک دیتے ہیں اور جو جی میں آئے کرتے ہیں۔

جلانا اور مارنا جب اسی کا فعل ہے تو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔

لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٥٧﴾ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَٰلِكَ

مسلمانوں کے واسطے ◆ کہہ اللہ کے فضل سے اور اس کی مہربانی سے سو اسی پر

فَلْيَفْرَحُوا هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ﴿٥٨﴾ قُلْ أَرَأَيْتُم

ان کو خوش ہونا چاہیے ◆ یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں ◆ تو کہہ بھلا دیکھو

مَّا أَنزَلَ اللَّهُ لَكُم مِّن رِّزْقٍ فَجَعَلْتُم مِّنْهُ

تو اللہ نے جو اتاری تمہارے واسطے روزی پھر تم نے ٹھہرائی اس میں سے

حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ آللَّهُ أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى

کوئی حرام اور کوئی حلال کہہ کیا اللہ نے حکم دیا تم کو یا اللہ پر

اللَّهِ تَفْتَرُونَ ﴿٥٩﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ

افترا کرتے ہو ◆ اور کیا خیال ہے جھوٹ باندھنے والوں کا

عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ لَذُو

اللہ پر قیامت کے دن ◆ اللہ تو

فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٦٠﴾

فضل کرتا ہے لوگوں پر اور لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے ◆

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُو مِنْهُ مِن

اور نہیں ہوتا تو کسی حال میں اور پڑھتا ہے اس میں سے کچھ

قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ

قرآن اور نہیں کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم نہیں ہوتے

شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ

حاضر تمہارے پاس — جب تم مصروف ہوتے ہو اس میں — اور غائب نہیں رہتا

رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي

تیرے رب سے — ایک ذرہ — زمین میں — اور نہ

السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا

آسمان میں — اور نہ کم اس سے — اور نہ بڑا مگر نہیں ہے

فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝ اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا

کھلی ہوئی کتاب میں ◆ — یاد رکھو — اللہ کے دوست ہیں — نہ

خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ڈر ہے ان پر — اور نہ وہ غمگین ہوں گے ◆ — جو لوگ ایمان لائے

وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ۝ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

اور ڈرتے رہے ◆ — ان کے لیے ہے خوشخبری — دنیا کی زندگانی میں

◆ اللہ کو ہر ذرہ کا علم ہے | پہلے قرآن کریم کے اوصاف بیان کئے تھے کہ وہ سراپا نور ہدایت، شفائے قلوب، نعمت عظمیٰ اور رحمت کبریٰ ہے۔ پھر اشارہ کیا کہ ہدایت وبصیرت کی ایسی صاف روشنی کو چھوڑ کر لوگ اپنے اوہام وخیالات کے اندھیرے میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور خدا پر افترا کر کے اس کے غضب وانتقام کی ناقدری کرتے ہیں۔ اس آیت میں متنبہ کیا کہ لوگ کسی حال میں ہوں اور پیغمبر علیہ السلام کسی شان میں ہوں۔ آپ شب وروز مالک حقیقی کی وفاداری اور ہمدردی خلائق کی جس شان عظیم سے ظاہر ہوتے ہیں، خصوصاً آپ کی جو امتیازی شان قرآن کریم پڑھتے پڑھاتے کے وقت ظاہر ہوتی ہے یعنی قرآن کے ذریعہ سے جو جہاد آپ کر رہے ہیں وہ سب خدا کے حضور میں ہے اور لوگ جو برا بھلا معاملہ کرتے ہیں وہ سب بھی خدا کی نظر کے سامنے ہے۔ جس وقت کوئی کام شروع کرتی اور اس میں مشغول ومنہمک ہو جاتی ہے، خواہ اسے خدا کا تصور نہ آئے لیکن خدا اس کو برابر دیکھ رہا ہے۔ فان لم تکن تراہ فانہ یراک زمین وآسمان میں کوئی ایک ذرہ برابر یا اس سے چھوٹی بڑی چیز نہیں جو خدا تعالیٰ کے علم محیط سے غائب ہو۔ بلکہ علم الٰہی سے پہلا ذکر تمام "ما کان وما یکون" کا حال "کتاب مبین" (لوح محفوظ) میں ثبت ہے۔ جسے "عالم تدوین" میں "صحیفہ علم الٰہی" کہنا چاہئے۔ جب حق تعالیٰ پر ادنیٰ سے ادنیٰ چیز

پوشیدہ نہیں تو ان مکذبین و معاندین کے معاملات و احوال کیسے مخفی رہ سکتے ہیں۔ پھر روز جزاء کی کارروائی کے متعلق یہ کیا خیال کر رہے ہیں۔ وہ خوب سمجھ لیں کہ ان کی ہر چھوٹی بڑی حرکت خدا کے سامنے ہے۔ وہاں کوئی خیانت اور چوری نہیں چل سکے گی۔ ہر عمل کی سزا مل کر رہے گی۔ اور جس طرح دشمنوں کے معاملات اس کے سامنے ہیں، ان کے بالمقابل دوستوں کا وجود و حال بھی اس کے علم میں ہے۔ اگلی آیات میں ان کو بشارت سنائی گئی۔

◆ **اولیاء اللہ کے خوف و حزن سے حفاظت** | ابن کثیر نے روایت حدیث کی بنا پر اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ "اولیاء اللہ" (خدا کے دوستوں) کو آخرت میں احوال محشر کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ دنیا کے چھوٹ جانے پر غمگین ہوں گے۔ بعض مفسرین نے آیت کو کچھ عام رکھا ہے یعنی ان پر اندیشہ ناک حوادث کا وقوع نہ دنیا میں ہوگا نہ آخرت میں۔ اور نہ کسی مطلوب کے فوت ہونے پر وہ مغموم ہوتے ہیں گویا خوف سے خوف حق یا غم سے غم آخرت کی نفی مراد نہیں، بلکہ دنیا میں دنیوی خوف و غم کی نفی مراد ہے جس کا احتمال مخالفت اعداء وغیرہ سے ہو سکتا ہے، وہ مومنین کاملین کو نہیں ہوتا۔ ہر وقت ان کا اعتماد خدا پر ہوتا ہے اور تمام واقعات تکوینیہ کے خالی از حکمت نہ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اسی اعتماد و اعتقاد کے استحضار سے انہیں خوف و غم نہیں ستاتا۔ میرے نزدیک "لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ" کا مطلب یہ لیا جائے کہ "اولیاء اللہ" پر کوئی خوفناک چیز (ہلاکت یا معتد بہ نقصان) دنیا و آخرت میں واقع ہونے والی نہیں۔ اگر فرض کیجئے دنیا میں صورۃً کوئی نقصان پیش بھی آئے تو چونکہ نتیجۃً ان کے حق میں نفع عظیم کا ذریعہ بنتا ہے اس لئے اس کو معتد بہ نقصان نہیں کہا جا سکتا۔ رہا کسی سبب دنیوی یا اخروی کی وجہ سے ان کو کسی وقت خوف لاحق ہونا، وہ آیت کی اس تقریر کے منافی نہ ہوگا کیونکہ آیت نے صرف یہ خبر دی ہے کہ ان پر کوئی خوفناک چیز نہ پڑے گی، یہ نہیں کہا کہ انہیں کسی وقت خوف لاحق نہ ہوگا۔ شاید لَا يَحْزَنُوْنَ کے مناسب لَا يَخَافُوْنَ نہ فرمانے اور لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ کی تعبیر اختیار کرنے میں یہی نکتہ ہو۔ باقی لَا يَحْزَنُوْنَ کا تعلق میرے خیال میں مستقبل سے ہے، یعنی موت کے وقت اور موت کے بعد غمگین نہ ہوں گے جیسا کہ فرمایا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا (حٰمٓ السجدہ رکوع ۴) اور فرمایا لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ (الانبیاء رکوع ۷) واللہ تعالیٰ اعلم بمرادہ۔

◆ **اولیاء کی تعریف** | "یہ اولیاء اللہ" کی تعریف فرمائی یعنی مومن متقی خدا کا ولی ہوتا ہے۔ پہلے کئی مواقع میں معلوم ہو چکا ہے کہ ایمان و تقویٰ کے بہت سے مدارج ہیں۔ پس جس درجہ کا ایمان و تقویٰ کسی میں موجود ہوگا اسی درجہ کی ولایت کا ایک حصہ اس کے لئے ثابت ہوگا۔ پھر جس طرح مثلاً دس بیس روپیہ بھی مال ہے اور پچاس، سو، ہزار، دو ہزار، لاکھ، دو لاکھ روپیہ بھی، لیکن عرف عام میں دس بیس روپے کے مالک کو "مالدار" نہیں کہا جاتا۔ جب تک معتد بہ مقدار مال و دولت موجود نہ ہو۔ اسی طرح سمجھئے کہ ایمان و تقویٰ کسی مرتبہ میں ہو وہ ولایت کا شعبہ ہے اور اس حیثیت سے سب مومنین فی الجملہ "ولی" کہلانے جا سکتے ہیں لیکن عرف میں "ولی" اسی کو کہا جاتا ہے جس میں ایک خاص اور ممتاز درجہ ایمان و تقویٰ کا پایا جاتا ہو۔ احادیث میں کچھ علامات و آثار اس ولایت کے ذکر کئے گئے ہیں۔ مثلاً ان کو دیکھ کر خدا یاد آنے لگے یا مخلوق خدا سے ان کو بے لوث محبت ہو۔ عارفین نے اپنے اپنے مذاق کے موافق "ولی" کی تعریفیں کی ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

وَفِي الْآخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَٰلِكَ

هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ

إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۚ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٦٥﴾

أَلَا إِنَّ لِلَّهِ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ

وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

شُرَكَاءَ ۚ إِنْ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا

يَخْرُصُونَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا

فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ

لِقَوْمٍ يَسْمَعُونَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ

"اولیاء اللہ کے لئے دنیا میں کئی طرح کی بشارتیں ہیں۔ حق تعالیٰ نے انبیاء کی زبانی جو لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وغیرہ کی بشارت دی ہے یا فرشتے موت کے قریب ان کو کہتے ہیں۔ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حم السجدہ رکوع ۴) یا کثرت سے سچے اور مبارک خواب انہیں نظر آتے ہیں یا ان کی نسبت دوسرے بندگان خدا کو دکھلائی دیتے ہیں جو حدیث صحیح کے موافق نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزء ہے۔ یا ان کے معاملات میں خدا کی طرف سے خاص قسم کی تائید و امداد ہوتی ہے یا خواص میں اور کبھی خواص سے گزر کر عوام میں بھی ان کو مقبولیت حاصل ہوتی ہے۔ اور لوگ ان کی مدح و ثناء اور ذکر خیر کرتے ہیں۔ یہ سب چیزیں دنیوی بشارت کے تحت میں درجہ بدرجہ آسکتی ہیں۔ مگر اکثر روایات میں لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا کی تفسیر رؤیائے صالحہ سے کی گئی ہے۔ واللہ اعلم۔ رہی بشارت اخروی، وہ خود قرآن میں منصوص ہے۔ بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ اور حدیث میں بھی یہی تفسیر منقول ہے۔

یعنی اللہ کی باتیں اور اس کے وعدے سب پختہ اور اٹل ہیں۔ جو بشارتیں دی ہیں ضرور پوری کر رہیں گی۔

اوپر سے اعدائے مکذبین کا ذکر چلا آتا تھا۔ ان کے بالمقابل دوستوں کا تذکرہ فرمایا اور ان کو دارین میں محفوظ رہنے کی بشارت سنائی۔ اسی سلسلہ میں حضورؐ کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپؐ دشمنوں اور شریروں کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں غلبہ اور زور سب خدا کے لئے ہے وہ اپنے زور و تائید سے حق کو غالب و منصور اور مخالفین کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑے گا وہ ان کی سب باتیں سنتا اور سب حالات جانتا ہے۔

یعنی کل زمین و آسمان میں خدائے واحد کی سلطنت ہے۔ سب جن و انس اور فرشتے اسی کے مملوک و مخلوق ہیں۔ مشرکین کا غیر اللہ کو پکارنا اور انہیں خدائی کا حصہ دار بنانا محض اٹکل کے تیر اور واہی تباہی خیالات ہیں۔ ان کے ہاتھ میں نہ کوئی حقیقت ہے نہ حجت۔ وہ ان خیالی اوہام و ظنون کی اندھیریوں میں پڑے ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

دن اور رات میں اللہ کی نشانیاں دن رات اور اندھیرے اجالے کا پیدا کرنے والا وہی ایک خدا ہے۔ اسی سے خیر و شر اور تمام متقابل اشیاء کی پیدائش کو سمجھ لو۔ اس میں "مجوس" کے شرک کا رد ہو گیا۔ اور ادھر بھی لطیف اشارہ کر دیا کہ جس طرح رات کی تاریکی کے بعد خدا روز روشن کو لاتا ہے اور دن کے اجالے میں وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو شب کی ظلمت میں دکھائی نہ دیتی تھیں۔ ایسے ہی مشرکین کے اوہام و ظنون کی اندھیریوں کا پردہ چاک کرنے کے لئے اس نے قرآن کریم کا آفتاب چمکایا جو لوگوں کو وصول الی اللہ کا ٹھیک راستہ دکھانے والا ہے۔

هُوَ الْغَنِيُّ ۖ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ

وہ بے نیاز ہے | اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں | اور جو کچھ ہے زمین میں

إِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا ۚ أَتَقُولُونَ عَلَى

نہیں تمہارے پاس | کوئی سند اس کی | کیوں جھوٹ کہتے ہو

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿۶۸﴾ قُلْ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ

اللہ پر | جس بات کی تم کو خبر نہیں ◆ | کہہ | جو لوگ باندھتے ہیں

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿۶۹﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا

اللہ پر جھوٹ | بھلائی نہیں پاتے | تھوڑا سا نفع اٹھا لینا | دنیا میں

ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ

پھر ہماری طرف ہے ان کو لوٹنا | پھر چکھائیں گے ہم ان کو | سخت عذاب

بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿۷۰﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ ۘ

بدلہ ان کے کفر کا ◆ | اور سنا ان کو | حال نوح کا ◆

ربع

إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يٰقَوْمِ إِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَقَامِي

جب کہا اپنی قوم کو | اے قوم | اگر بھاری ہوا ہے تم پر | میرا کھڑا ہونا

وَتَذْكِيرِي بِآيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا

اور نصیحت کرنا | اللہ کی آیتوں سے | تو میں نے اللہ پر بھروسہ کیا | اب تم سب مل کر مقرر کرو

أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ أَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ

اپنا کام | اور جمع کرو اپنے شریکوں کو | پھر نہ رہے تم کو اپنے کام میں

◆ **عیسائیوں کے شرک کا رد:** اس میں عیسائیوں کے شرک کا رد ہے۔ جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر وہ حقیقی طور پر مسیح کو خدا کا (معاذ اللہ) جسمی بیٹا سمجھتے ہیں تو اس سے بڑھ کر کیا گستاخی ہوگی۔ خدا اور قدوس بالذات بیوی بچوں سے پاک ہے۔ اور اگر بیٹے سے مراد متبنیٰ ہے تو خدا کو اس کی ضرورت کیا پیش آئی کہ ایک مخلوق کو متبنیٰ بنائے۔ کیا معاذ اللہ اسے اولاد کی حسرت اور بے اولاد ہونے کا غم تھا؟ یا فکر تھی کہ اس کے بعد مال و دولت کا وارث اور اس کا نام روشن کرنے والا کون ہوگا؟ یا یہ کہ بڑھاپے اور حرج مرج میں کس سے سہارا لے گا؟ (العیاذ باللہ) وہ تو سب سے بے نیاز ہے اور سب ہر وقت اس کے محتاج ہیں۔ اسے بیٹے پوتے یا متبنیٰ وغیرہ کی احتیاج کہاں ہو سکتی ہے؟ سب چیزیں اس کی مملوک و مخلوق ہیں۔ پھر مالک و مملوک اور خالق و مخلوق کے درمیان جنسی رشتوں کی کہاں گنجائش ہے۔ یہ بڑی سخت بات ہے کہ خدا کی نسبت محض جہالت سے ایسی جھوٹی اور بے سند باتیں کی جائیں۔

◆ یعنی خدا پر جھوٹ باندھنے والے خواہ دنیا میں کیسی ہی طاقت رکھتے ہوں اور اپنے ساز و سامان پر مغرور ہوں لیکن انہیں حقیقی بھلائی اور کامیابی ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔ تھوڑے دن دنیا کے مزے اڑا لیں، انجام کار ان کا معاملہ خدا کی طرف رجوع ہوگا۔ جہاں سے اپنے جرائم کی پاداش میں نہایت سخت عذاب کا مزہ چکھیں گے۔

◆ **واقعہ نوح سے عبرت** | یعنی اہل مکہ کو نوح اور ان کی قوم کا حال سنا۔ تاکہ معلوم ہو کہ مکذبین و مفترین کو حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ان کی اچھل کود اور چہک مہک محض چند روزہ ہے جو انجام کار ہلاکت ابدی پر منتج ہوتی ہے۔ اہل مکہ کو قوم نوح کا قصہ سن کر عبرت حاصل کرنا چاہئے کہ اگر وہ خاتم الانبیاء ﷺ کی تکذیب و عداوت اور اپنی شرارتوں سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی ویسا ہی ہو سکتا ہے جو نوح کی تکذیب کرنے والوں کا ہوا۔ نیز اس واقعہ کے بیان کرنے میں پیغمبر علیہ السلام کو تسلی دینا ہے کہ آپ ان لوگوں کی دشمنی اور شرارت سے زیادہ دلگیر نہ ہوں۔ ہر نبی کو اس قسم کے حالات کا مقابلہ کرنا پڑا ہے پھر آخر میں حق ہی غالب ہو کر رہا اور حق و صداقت کے دشمن تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ عام سامعین کو ان واقعات کے ایسے مفصل بیان سے یہ سبق ملتا ہے کہ نبی عربی ﷺ باوجود امی ہونے اور کسی مخلوق کے سامنے ایک منٹ کے لئے بھی زانوئے تلمذ تہ کرنے کے پچھلی قوموں کے اس قدر صحیح اور سچے احوال بیان فرماتے ہیں جو بظاہر بدون تعلیم اور طویل استفادہ کے ممکن نہیں۔ ناچار ماننا پڑے گا کہ آپ کا معلم کوئی انسان نہیں بلکہ سب انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ یہ تو آپ کی سچائی کی ایک دلیل ہوگی۔

غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوٓا اِلَیَّ وَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ فَاِنْ

تَوَلَّیْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ؕ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی

اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ فَكَذَّبُوْهُ

فَنَجَّیْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ

وَاَغْرَقْنَا الَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَیْفَ كَانَ

عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِیْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ رُسُلًا

اِلٰی قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَیِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِیُؤْمِنُوْا بِمَا

كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰی قُلُوْبِ

الْمُعْتَدِیْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰی وَهٰرُوْنَ

حضرت نوح کا پیغمبرانہ یقین یعنی تمہاری خوشی ناخوشی یا موافقت و مخالفت کی مجھے ذرہ برابر پروا نہیں تمام پیغمبروں کی طرح میرا بھروسہ صرف خدائے واحد پر ہے اگر تم میری نصیحت و فہمائش سے برا مانو تو مانا کرو۔ میں اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں قصور نہیں کر سکتا۔ تم برا مان کر مجھ سے دشمنی کرو اور نقصان پہنچانا چاہو تو یہ چیز میرے ارادوں پر قطعاً اثر ڈالنے والی نہیں۔ جو کچھ تمہارے امکان میں ہے شوق سے کر گزرو میرے خلاف مشورہ کر کے کوئی تجویز پختہ کر لو اپنے رفقائے کار بلکہ فرضی معبودوں کو بھی جمع کر کے ایک غیر مشکوک اور غیر مشتبہ رائے پر قائم ہو جاؤ۔ پھر حتی طاقت سے اسے جاری کر ڈالو، ایک منٹ کی مہلت بھی مجھ کو نہ دو۔ پھر دیکھو کہ پیغمبرانہ استقامت و توکل کا پہاڑ تمام دنیا کی طاقتوں اور تدبیروں کو کچل کر کس طرح پاش پاش کر ڈالتا ہے۔

یعنی تمہارے مقابلہ میں نہ جانی و بدنی تکالیف سے گھبراتا ہوں اور نہ مالی نقصان کی کوئی فکر ہے کیونکہ میں نے خدمت تبلیغ و دعوت کا کچھ معاوضہ تم سے کبھی طلب نہیں کیا جو یہ اندیشہ ہو کہ تمہاری ناخوشی سے میری تنخواہ بند ہو جائے گی یا کم از کم آئندہ کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ یہ ساری جدوجہد مال کی حرص اور روپیہ کے لالچ سے تھی۔ میں جس کا کام کر رہا اور حکم بجا لا رہا ہوں اسی کے ذمہ میری اجرت ہے جب میں اس کا فرمانبردار ہوں اور خدمت مفوضہ بے خوف و خطر انجام دے رہا ہوں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے فضل و رحمت کے دروازے مجھ پر بند کر لے گا۔

یعنی جس کے پاس چشم عبرت ہو وہ دیکھ لے کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیا ہوا۔ ان لوگوں کو سینکڑوں برس نوح علیہ السلام نے نصیحت کی، نفع و ضرر سے آگاہ کیا جب کوئی بات مؤثر نہ ہوئی بلکہ الٹا عناد و فساد بڑھتا گیا۔ اس وقت خدا نے سخت طوفان پانی کا بھیجا۔ سب مکذبین غرقاب کر دیے گئے۔ صرف نوح علیہ السلام اور چند نفوس جو ان کے ساتھ کشتی پر سوار تھے محفوظ رہے۔ ان ہی سے آگے نسل انسانی چلی۔ اور ڈوبنے والوں کی جگہ یہی آباد ہوئے۔ نوح علیہ السلام کا کچھ قصہ سورۂ اعراف میں گزر چکا۔

دوسرے پیغمبروں کی تکذیب یعنی نوح کے بعد ہود، صالح، لوط، ابراہیم، شعیب وغیرہ انبیاء کو اپنی اپنی قوم کی طرف کھلے ہوئے نشانات دے کر بھیجا لیکن جس جہالت اور کفر کی حالت میں وہ لوگ اپنے اپنے پیغمبر کی بعثت سے پہلے تھے اور جن چیزوں کو پیشتر سے جھٹلاتے چلے آ رہے تھے یہ توفیق نہ ہوئی کہ انبیاء کے تشریف لانے اور سمجھانے کے بعد ان کو مان لیتے۔ بلکہ جن اصول صحیحہ کی تکذیب پہلے قوم نوح کر چکی تھی ان پچھلوں نے بھی ان کے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جب ایک مرتبہ منہ سے "نہ" نکل گئی ممکن نہ تھا کہ پھر کبھی "ہاں" نکل سکے۔ اسی بے ایمانی اور تکذیب حق پر آخر تک اڑے رہے۔

دلوں پر مہر لگنے کے اسباب جو لوگ تکذیب و عداوت حق میں حد سے نکل جاتے ہیں ان کے دلوں پر مہر لگنے کی یہی صورت ہوتی ہے کہ اول تکذیب کرتے ہیں، پھر اس پر ضد اور اصرار کرتے کرتے محض دشمنی اور عناد کی روش اختیار کر لیتے ہیں۔ یہاں تک کہ دل کی کلیں بگڑ جاتی ہیں اور قبول حق کی استعداد باقی نہیں رہتی۔

إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَإِيهِ بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا وَكَانُوا

فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس — اپنی نشانیاں دے کر — پھر تکبر کرنے لگے — اور وہ تھے

قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِندِنَا

لوگ گنہگار ۝ — پھر جب پہنچی ان کو سچی بات — ہمارے پاس سے

قَالُوا إِنَّ هَٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِينٌ ﴿٧٦﴾ قَالَ مُوسَىٰ أَتَقُولُونَ

کہنے لگے — یہ تو جادو ہے کھلا ۝ — کہا موسیٰ نے — کیا تم یہ کہتے ہو

لِلْحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ ۖ أَسِحْرٌ هَٰذَا وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُونَ ﴿٧٧﴾

حق بات کو — جب وہ پہنچی تمہارے پاس — کیا یہ جادو ہے — اور نجات نہیں پاتے جادو کرنے والے ۝

قَالُوا أَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ

بولے — کیا تو آیا ہے — کہ ہم کو پھیر دے — اس رستے سے — جس پر پایا ہم نے

آبَاءَنَا وَتَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ وَمَا

اپنے باپ دادوں کو — اور تم دونوں کو سرداری مل جائے — اس ملک میں — اور ہم

نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِينَ ﴿٧٨﴾ وَقَالَ فِرْعَوْنُ ائْتُونِي

نہیں ہیں — تم کو ماننے والے ۝ — اور بولا فرعون — لاؤ میرے پاس

بِكُلِّ سَاحِرٍ عَلِيمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالَ

جو جادوگر ہو پڑھا ہوا ۝ — پھر جب آئے جادوگر — کہا

لَهُم مُّوسَىٰ أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّا أَلْقَوْا

ان کو موسیٰ نے — ڈالو جو تم ڈالتے ہو ۝ — پھر جب انہوں نے ڈالا

یعنی جرائم پیشہ لوگ تھے۔ نافرمانی کی خو قبول حق کی اجازت کہاں دیتی۔ تکبر مانع ہوا کہ خدا کی نشانیوں کو دیکھ کر اس کے سامنے گردن جھکائیں۔ "وجحدوا بها واستيقنتها انفسهم ظلما وعلوا" (النمل رکوع۱) یہی تکبر تھا۔ جس نے فرعون سے یہ الفاظ کہلوائے۔ الم نربك فينا وليدا ولبثت فينا من عمرك سنين (شعرآء رکوع۲)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ سے استدلال یعنی "عصا" اور "ید بیضا" وغیرہ کے معجزات دیکھ کر اور موسیٰ علیہ السلام کی نہایت پر تاثیر باتیں سن کر کہنے لگے کہ یہ سب کھلا ہوا جادو ہے کیونکہ ان کے خیال میں تمام خوارق العادت چیزوں کا آخری درجہ "جادو" ہی ہو سکتا تھا۔

یعنی حق کو جادو کہتے ہو کیا جادو ایسا ہوتا ہے؟ اور کیا جادوگر نبوت کا دعویٰ کر کے حق و باطل کی کشمکش سے کامیاب نکل سکتے ہیں۔ سحر اور معجزہ میں تمیز نہ کر سکنا ان کودن فہموں کا کام ہے جو سونے اور پیتل میں تمیز نہ کر سکیں۔ پیغمبر کے روشن چہرے، پاکیزہ اخلاق اور تقویٰ، پر شوکت و عظمت احوال میں بدیہی شہادت اس کی موجود ہوتی ہے کہ جادوگری اور شعبدہ بازی سے انہیں کوئی دور کی نسبت بھی نہیں۔ پھر پیغمبر کو "ساحر" کہنا کس درجہ بے حیائی یا دیوانگی ہے۔

یعنی معاذ اللہ تم دنیا کے حریص اور بدنیت ہو ایک سیاسی تحریک کو مذہبی رنگ میں پیش کرتے ہو۔ تمہاری غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ مذہبی حیثیت سے ایک انقلاب عظیم برپا کر کے اس ملک میں اپنی حکومت اور سرداری جماؤ۔ اور یہاں کے قدیم سرداروں (قبطیوں) کو برطرف کر دو۔ سو یاد رہے کہ یہ خواہش پوری ہونے والی نہیں۔ ہم لوگ ہرگز تمہاری بات نہ مانیں گے نہ تمہاری بڑائی بھی تسلیم کریں گے۔

جادو اور معجزہ کا فرق یہ موسیٰ علیہ السلام کی تقریر کا جواب تھا۔ یعنی رہا سحر اور معجزہ کا جھگڑا، اس کا ہم عملاً تصفیہ کئے دیتے ہیں کہ اس ملک کے بڑے بڑے ماہر جادوگر اکٹھے کئے جائیں، پھر آپ ان کے خوارق کے مقابل اپنے معجزات دکھلائیں۔ دنیا مشاہدہ کر لے گی کہ تم پیغمبر ہو یا (معاذ اللہ) جادوگر ہو۔ اس کے لئے فرعون نے تمام ملک میں گشتی جاری کر دی اور آرڈر بھیج دیے کہ مشاق اور ماہر جادوگر جہاں کہیں ہوں فوراً حاضر کئے جائیں۔ اس کا مفصل واقعہ سورۂ "اعراف" میں گذر چکا وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

دوسری جگہ مذکور ہے کہ ساحرین نے موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ اپنا کرتب دکھلانے میں تم پہل کرتے ہو یا ہم کریں۔ اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم کو دکھلانا ہے دکھلاؤ کیونکہ باطل کی پوری زور آزمائی اور نمائش کے بعد حق کا آ کر باطل کو نیچا دکھا کر ملیا میٹ کر دینا زیادہ موثر اور غلبہ حق کو زیادہ واضح کرنے والا ہے۔

قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ ۙ السِّحْرُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

موسیٰ بولا کہ جو تم لائے ہو وہ جادو ہے اب اللہ

سَيُبْطِلُهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۱﴾

اس کو بگاڑتا ہے بے شک اللہ نہیں سنوارتا شریروں کے کام

وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۲﴾

اور اللہ سچا کرتا ہے حق بات کو اپنے حکم سے اور پڑے برا مانیں گنہگار

ع ۱۳

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰي خَوْفٍ

پھر کوئی ایمان نہ لایا موسیٰ پر مگر کچھ لڑکے اس کی قوم کے ڈرتے ہوئے

مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ىِٕهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ فِرْعَوْنَ

فرعون سے اور ان کے سرداروں سے کہ کہیں ان کو بچلا دے اور فرعون

لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ

چڑھ رہا ہے ملک میں اور اس نے ہاتھ چھوڑ رکھا ہے اور کہا

مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا

موسیٰ نے اے میری قوم اگر تم ایمان لائے ہو اللہ پر تو اسی پر بھروسہ کرو

اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ

اگر ہو تم فرماں بردار تب وہ بولے ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا

رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ ۙ وَنَجِّنَا

اے رب ہمارے نہ آزما ہم پر زور اس ظالم قوم کا اور چھڑا دے ہم کو

بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَا

مہربانی فرما کر ان کافر لوگوں سے ◆ اور حکم بھیجا ہم نے

اِلٰى مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ

موسیٰ کو اور اس کے بھائی کو کہ مقرر کرو اپنی قوم کے واسطے مصر میں

بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ؕ

گھر ◆ اور بناؤ اپنے گھر قبلہ رو اور قائم کرو نماز ◆

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ

اور خوشخبری دے ایمان والوں کو ◆ اور کہا موسیٰ نے اے رب ہمارے تو نے

اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً وَّاَمْوَالًا فِي

دی ہے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو رونق اور مال

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ

دنیا کی زندگی میں ◆ اے رب اس واسطے کہ بہکائیں تیری راہ سے ◆

رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ عَلٰى

اے رب ہمارے مٹا دے ان کے مال اور سخت کر دے ان کے

قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾

دل کہ نہ ایمان لائیں جب تک دیکھ لیں عذاب دردناک ◆

قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا

فرمایا قبول ہو چکی دعا تمہاری ◆ سو تم دونوں ثابت رہو اور مت

◆ یعنی ان کی غلامی اور محکومی سے ہم کو نجات دے اور بعافیت آزادی سے ہمکنار فرما۔

◆ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "جب فرعون کی ہلاکت کا وقت قریب آیا تو حکم ہوا کہ بنی اسرائیل کو ان میں شامل نہ رکھو تا کہ جدا باساز کیا کہ ان پر آفتیں آنے والی ہیں۔ اس وقت تمہاری قوم علیحدہ طور پر بھی آفتوں سے الگ محفوظ رہے۔" مفسرین نے "تبوا لقومکما بمصر بیوتا" سے مراد یہ لی ہے کہ اپنے مکانوں میں ٹھہرے رہو اور ان میں سے بعض کو عبادت کے لئے مخصوص کر لو۔

◆ **بنی اسرائیل کو نماز کا حکم** | فرعون نے مسجدیں اور عبادت گاہیں خراب کر دی تھیں کوئی باہر نکل کر خدا کی عبادت نہ کر سکتا تھا۔ بحالت مجبوری حکم ہوا کہ مکان ہی میں کوئی جگہ نماز کے لئے رکھو جو قبلہ رو ہو۔ نماز قائم کرو کہ اس کی برکت سے خدا کی مدد آتی ہے "واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ" ہجرت سے پہلے مکہ میں ایسا ہی حال مسلمانوں کا تھا۔

◆ دنیا میں فتح و نصرت کی اور آخرت میں نجات و رضائے الٰہی کی۔

◆ یعنی ہر قسم کا سامان رونق و آرائش کا دیا۔ مثلاً حسین صورت، سواری، عمدہ پوشاک، اثاث البیت وغیرہ اور مال و دولت کے خزانے، سونے چاندی وغیرہ کی کانیں عطا فرمائیں۔

◆ **فرعون کے مال و حکومت کی حکمت** | اگر "لیضلوا" میں لام تعلیل لیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ تکوینی طور پر یہ سامان ان کو اس لئے دیا گیا کہ مغرور ہو کر خود گمراہ ہوں اور دوسروں کو گمراہ کرنے میں خرچ کریں۔ پوری آزادی سے دل کھول کر زور لگا لیں اور جیسی دکھائی کہ وہ جو کچھ کام کرتے ہیں۔ جب خالق خیر و شر کا حق ہے اور ظاہر ہے کہ اس کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہو سکتا۔ بالخصوص شر میں بھی مصلحت کے تقدیر سے کوئی حکمت ضرور ہوگی۔ وہی حکمت یہاں ان کو سامان دیے جانے میں سمجھئے۔ "کلا نمد ھؤلاء وھؤلاء من عطاء ربک" (بنی اسرائیل رکوع ۲) "انما نملی لھم لیزدادوا اثما" (آل عمران رکوع ۱۸) بعض مفسرین نے "لیضلوا" میں "لام عاقبت" لیا ہے جیسے "فالتقطہ آل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا" میں "لام عاقبت" ہے۔ اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ یہ سامان دیا تو اس لئے تھا کہ اسے خیر میں خرچ کریں اور ہمارے انعامات کا حق پہچان کر دنیا میں ہمارے شکر گذار بندے بنیں مگر انجام یہ ہوا کہ انہوں نے اپنی بدبختی سے خدا کی نعمتوں کو لوگوں کے بہکانے اور گمراہ کرنے میں ایسا بے دریغ خرچ کیا گویا وہ اسی کام کے لئے ان کو دی گئی تھیں۔ اس تفسیر پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔

◆ **حضرت موسیٰ کی بددعا** | جب موسیٰ علیہ السلام مدت دراز تک ہر طرح ہدایت کر چکے اور عظیم الشان معجزات دکھلا چکے مگر معاندین کا کفر و عناد بڑھتا ہی رہا حتیٰ کہ تجربہ اور طول صحبت یا وحی الٰہی سے پوری طرح ثابت ہو گیا کہ یہ لوگ کبھی ایمان لانے والے نہیں، تب ان کی ہلاکت کی دعا فرمائی تا کہ ان کی گندگی سے دنیا جلد پاک ہو اور دوسروں کے لئے ان کی بدانجامی درس عبرت ہے۔ آپ نے یہ دعا کی کہ خداوندا! ان کے اموال کو تباہ اور ملیامیٹ کر دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگا دے جس میں کبھی ایمان و یقین گھسنے نہ پائے ہاں اسی وقت یقین حاصل ہو جب اپنی آنکھوں سے عذاب الیم کا مشاہدہ کر لیں۔ یہ دعا ان کے حق میں ایسی سمجھو جیسے ابلیس کو "لعنۃ اللّٰہ" یا "کفار" کو "قاتلھم اللّٰہ" کہا جاتا ہے۔ حالانکہ ان کی ملعونیت و خذلان کا قطعی فیصلہ پیشتر سے کیا جا چکا ہے۔
حضرت شاہ صاحب نے آیت کی تقریر دوسری طرز سے کی ہے فرماتے ہیں "سچے ایمان کی ان سے امید تھی مگر جب کچھ آفت پڑتی تو جھوٹی زبان سے کہتے کہ اب ہم مانیں گے اس میں عذاب تھم جاتا کام فیصل نہ ہوتا۔ دعا اس واسطے مانگی کہ یہ جھوٹا ایمان نہ لاویں دل ان کے سخت رہیں تا عذاب پڑے اور کام فیصل ہو۔"

◆ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ دعا کرتے تھے اور ہارون علیہ السلام آمین کہتے جاتے تھے۔ اس لئے "دعوتکما" فرمایا۔

تَتَّبِعٰٓنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٨٩﴾ وَجٰوَزْنَا

بِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَ

جُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ؕ حَتّٰٓى اِذَآ اَدْرَكَهُ الْغَرَقُ ۙ

قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ

بَنُوْٓا اِسْرَآءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿٩٠﴾ آٰلْـٰٔنَ

وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٩١﴾

فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلْفَكَ

اٰيَةً ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا

لَغٰفِلُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ مُبَوَّاَ

صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا

کا ۔ اور کھانے کو دیں ۔ ستھری چیزیں ◆ سو ان میں پھوٹ نہیں پڑی

حَتّٰى جَآءَهُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ

جب تک کہ پہنچی ان کو خبر ۔ بے شک تیرا رب ۔ ان میں فیصلہ کرے گا

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۹۳ فَاِنْ

قیامت کے دن ۔ جس بات میں ۔ کہ ان میں پھوٹ پڑی ◆ سو اگر

كُنْتَ فِيْ شَكٍّ مِّمَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ فَسْــَٔـلِ الَّذِيْنَ

تو ہے شک میں ۔ اس چیز سے ۔ کہ اتاری ہم نے تیری طرف ۔ تو پوچھ ان سے

يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ جَآءَكَ

جو پڑھتے ہیں کتاب ۔ تجھ سے پہلے ۔ بے شک آئی ہے تیرے پاس

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ۝۹۴

حق بات ۔ تیرے رب سے ۔ سو تو ہرگز مت ہو ۔ شک کرنے والا

وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اور مت ہو ۔ ان میں ۔ جنہوں نے جھٹلایا ۔ اللہ کی باتوں کو

فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۹۵ اِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ

پھر تو بھی ہو جائے خرابی میں پڑنے والا ۔ جن پر ثابت

عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۹۶ وَلَوْ جَآءَتْهُمْ

ہو چکی ۔ بات تیرے رب کی ۔ وہ ایمان نہ لائیں گے ۔ اگرچہ پہنچیں ان کو

◆ یعنی فرعونیوں کو ہلاک کر کے اول ملک مصر دیا۔ پھر کچھ عرصہ کے بعد عمالقہ کو نکال کر ملک شام دیا گیا۔ دونوں ملک سرسبز و شاداب ہیں جہاں ستھری اور لذیذ چیزوں کی افراط ہے۔ غرض یہ کہ بنی اسرائیل حلال طیب نعمتوں سے مالا مال کر دیئے گئے۔

◆ **بنی اسرائیل میں اختلاف اور فرقہ بندی** | یعنی مادی انعام و اکرام کے ساتھ دینی و روحانی نعمت سے سرفراز فرمایا کہ تورات شریف کا علم دیا۔ جس میں دین کے اصول و فروع بیان ہوئے تھے۔ اور اگلے پچھلوں کے متعلق خبریں تھیں ان واضح حقائق سے خبردار ہونے کے بعد لائق نہ تھا کہ ایسی صاف چیزوں میں اختلاف کر کے آپس میں پھوٹ ڈالیں اور فرقہ بندی کی نحوست میں گرفتار ہوں۔ مگر باوجود علم صحیح اور خبر صادق پہنچ جانے کے طرح طرح کے اختلافات پیدا کئے اور پھوٹ ڈال کر رہے۔ بعض احکام میں اپنے پیغمبر (موسیٰ علیہ السلام) سے بھی کٹ حجتی کی جیسا کہ ذبح بقر کے واقعہ میں گذر چکا۔ بعد میں آنے والے پیغمبروں خصوصاً خاتم النبیین ﷺ کی بعض نے تصدیق اور اکثروں نے تکذیب کی حالانکہ ان کے متعلق بہت سی پیشین گوئیوں پر مطلع ہو چکے تھے۔ بلکہ بعثت محمدی سے پہلے نبی آخر الزمان کی آمد کے منتظر تھے اور مشرکین سے کہتے تھے کہ ہم پیغمبر آخر الزمان کے ساتھ ہو کر تمہاری خبر لیں گے۔ نہ صرف اسی مسئلہ میں اختلاف ہوا بلکہ خود اپنے مذہب میں تحریف کر کے اصول و فروع بدل ڈالے اور رفتہ رفتہ بیسیوں فرقے پیدا ہو گئے۔ مسیح علیہ السلام سے تین سو برس بعد قسطنطین اعظم جو ایک فلسفی مزاج بادشاہ تھا ظاہر یا نفاقاً دین نصرانیت میں داخل ہوا تو پادریوں نے اس کی خاطر جدید قوانین وضع کیے اور نئی شریعت بنائی۔ اس نے ان کے لئے بڑے بڑے گرجا اور معابد و مشاہد تعمیر کرائے اور اسی نئے دین مسیحی کی جو اصل مسیحیت کو بگاڑ کر تیار کیا گیا تھا خوب اشاعت ہوئی۔ بجز چند تارک الدنیا راہبوں کے جو بستیوں سے الگ جنگلوں اور پہاڑوں میں جا رہے تھے کوئی شخص اصلی دین مسیحی پر قائم نہ رہا تھا۔ صلیب کی پرستش، مشرق کی طرف نماز پڑھنا، کلیساؤں میں مسیح و مریم وغیرہ کی تصاویر پوجنا، خنزیر وغیرہ کو حلال کرنا اور اسی طرح کی تحریفات نے حقیقی مسیحیت کو بالکل مسخ کر ڈالا۔ اور یہی مسخ شدہ مسیحیت ساری دنیا میں پھیل گئی۔ یہ زمانہ تھا جب ملک شام، بیت المقدس، جزیرہ اور بلاد روم پر "نصاریٰ" کا تسلط تھا۔ تا آنکہ فاروق اعظمؓ کے عہد میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان ممالک کو نصاریٰ کے قبضہ سے نکالا۔ و للہ الحمد والمنہ۔

دوسری جگہ فرمایا۔ "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" یعنی دوزخ کو جن وانس سے بھر دوں گا۔ جن لوگوں پر بدبختی اور سوء استعداد اور شامت اعمال سے یہ بات علم الٰہی میں ثابت ہو چکی۔ یہاں ان کا ذکر ہے۔

حضرت یونس کی قوم کا ایمان لانا یعنی جتنی بستیاں تکذیب انبیاء اور شرارتوں کی وجہ سے مستوجب عذاب ٹھہریں، ان میں سے کسی کو ایسی طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذاب الٰہی سے نجات دیتا۔ صرف یونس علیہ السلام کی قوم کی ایک مثال ہے جس نے ایمان لا کر اپنے کو آسمانی عذاب سے بال بال بچا لیا جو بالکل ان کے سروں پر منڈلا رہا تھا۔ خدا نے ایمان کی بدولت دنیوی زندگی میں ان پر سے آنے والی بلا ٹال دی اور جس وقت تک انہیں دنیا میں رہنا تھا ایمان کے فوائد و برکات سے متمتع کیا۔ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سر زمین موصل میں اہل نینوا کی طرف مبعوث ہوئے۔ وہاں کے لوگ بت پرست تھے۔ یونس علیہ السلام لگاتار سات سال تک پند و نصیحت کرتے رہے۔ انہوں نے ایک نہ سنی۔ یوماً فیوماً انکار و تکذیب بڑھتا رہا۔ آخر حضرت یونس نے تنگ آ کر انکو آگاہ کیا کہ (باز نہ آئے تو) تین دن کے اندر عذاب آنے والا ہے۔ جب تیسری شب آئی یونس علیہ السلام آدھی رات گذرنے پر بستی سے نکل کھڑے ہوئے۔ صبح ہوتے ہی آثار عذاب کے نظر آنے لگے۔ آسمان پر نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھا گیا جس سے سخت دھواں نکلتا تھا۔ وہ ان کے مکانوں سے قریب ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ ان کی چھتیں بالکل تاریک ہو گئیں۔ یہ آثار دیکھ کر جب انہیں ہلاکت کا یقین ہو گیا تو یونس کی تلاش ہوئی وہ نہ ملے تو سب لوگ عورتوں بچوں سمیت بلکہ مواشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لیکر جنگل میں نکل آئے اور سچے دل سے خدا کی طرف رجوع ہوئے۔ خوف سے چیخیں مارتے تھے اور بڑے اخلاص و تضرع سے خدا کو پکار رہے تھے۔ چاروں طرف آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور کہتے جاتے تھے کہ "اٰمَنَّا بِمَا جَاءَ بِهٖ يُوْنُسُ" جو کچھ یونس علیہ السلام لائے ہم اس پر ایمان لاتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے ان کے تضرع و بکاء پر رحم فرمایا اور آثار عذاب جو ہویدا ہو چکے تھے اٹھا لئے گئے۔ یہاں پہنچ کر علمائے سلف کے دو قول ہیں۔ اکثر علماء کہتے ہیں کہ ابھی اصلی عذاب کا معاینہ نہیں ہوا تھا۔ صرف علامات و آثار نظر آئے تھے۔ ایسے وقت کا ایمان شرعاً معتبر اور نافع ہے۔ "ایمان یاس" جو معتبر و مقبول نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ عین عذاب کو دیکھ کر اور اس میں پھنس کر ایمان لائے جیسے فرعون نے سمندر کی موجوں میں پھنس کر اقرار کیا تھا۔ بعض علماء کے نزدیک قوم یونس کا ایمان بھی فرعون کی طرح "ایمان یاس" تھا جو عام ضابطہ کے موافق نافع نہ ہونا چاہئے تھا۔ لیکن حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خلاف قاعدہ بطور استثناء اس قوم کا یہ ایمان معتبر رکھا۔ فرعون کے ایمان کی طرح رد نہیں فرمایا۔ پھر اختلاف ہوا ہے کہ آیا ان کے ایمان کا معتبر ہونا صرف دنیوی زندگی تک محدود تھا کہ دنیا میں آنے والا عذاب ٹل گیا۔ یا آخرت میں بھی موجب نجات ہوگا۔ "ابن کثیرؒ" نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے یعنی دنیا اور آخرت دونوں جگہ مفید و معتبر ہوگا۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے نہایت لطیف و دقیق طرز میں آیت کی تفسیر کی ہے۔ یعنی دنیا میں عذاب دیکھ کر یقین لانا کسی کو کام نہیں آیا مگر قوم یونس کو۔ اس واسطے کہ ان پر حکم عذاب کا نہ پہنچا تھا۔ حضرت یونس کی شتابی سے محض صورت عذاب کی نمودار ہوئی تھی (تا کہ ان کی نظر میں حضرت یونس کی بات جھوٹی نہ ہو) وہ ایمان لائے پھر بچ گئے اور صورت عذاب ہٹالی گئی۔ اسی طرح مشرکین مکہ کہ فتح مکہ میں فوج اسلام ان پر پہنچی قتل و غارت کے لئے۔ لیکن ان کا ایمان قبول ہو گیا اور امان ملی۔ "حضرت یونس کے قصہ کا بقیہ سورۂ "صافات" وغیرہ میں آئے گا۔

اَفَاَنۡتَ تُكۡرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۹﴾

اب کیا تو زبردستی کرے گا لوگوں پر | کہ ہو جائیں | با ایمان

وَمَا كَانَ لِنَفۡسٍ اَنۡ تُؤۡمِنَ اِلَّا بِاِذۡنِ اللّٰهِ ؕ وَ

اور کسی سے نہیں ہو سکتا | کہ ایمان لائے | مگر اللہ کے حکم سے | اور

يَجۡعَلُ الرِّجۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۰۰﴾

وہ ڈالتا ہے گندگی | ان پر | جو نہیں سوچتے

قُلِ انۡظُرُوۡا مَاذَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ وَمَا

تو کہہ | دیکھو تو | کیا کچھ ہے آسمانوں میں | اور زمین میں | اور کچھ

تُغۡنِى الۡاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنۡ قَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۰۱﴾

کام نہیں آتی نشانیاں | اور ڈرانے والے | ان لوگوں کو جو نہیں مانتے

فَهَلۡ يَنۡتَظِرُوۡنَ اِلَّا مِثۡلَ اَيَّامِ الَّذِيۡنَ خَلَوۡا

سو اب کچھ نہیں جس کا انتظار کریں | مگر انہی کے سے دن | جو گزر چکے ہیں

مِنۡ قَبۡلِهِمۡ ؕ قُلۡ فَانۡتَظِرُوۡۤا اِنِّىۡ مَعَكُمۡ مِّنَ

ان سے پہلے | تو کہہ | اب راہ دیکھو | میں بھی تمہارے ساتھ

الۡمُنۡتَظِرِيۡنَ ﴿۱۰۲﴾ ثُمَّ نُنَجِّىۡ رُسُلَنَا وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا كَذٰلِكَ ۚ

راہ دیکھتا ہوں | پھر ہم بچا لیتے ہیں اپنے رسولوں کو | اور ان کو جو ایمان لائے | اسی طرح

حَقًّا عَلَيۡنَا نُنۡجِ الۡمُؤۡمِنِيۡنَ ﴿۱۰۳﴾ قُلۡ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنۡ

ذمہ ہے ہمارا | بچا لیں گے ایمان والوں کو | کہہ دے | اے لوگو | اگر

یعنی آپ کو یہ قدرت نہیں کہ زبردستی کسی کے دل میں ایمان اتار دیں۔ خدا چاہتا تو بیشک سب آدمیوں کے دلوں میں ایمان ڈال سکتا تھا۔ مگر جیسا کہ پہلے متعدد مواضع میں تقریر کی جا چکی ہے ایسا کرنا اس کی تکوینی حکمت و مصلحت کے خلاف تھا۔ اس لئے نہیں کیا۔

اللہ کی توفیق کے بغیر ایمان نہیں ملتا خدا کی مشیت و توفیق اور حکم تکوینی کے بدون کوئی ایمان نہیں لا سکتا۔ اور یہ حکم و توفیق ان ہی کے حق میں ہوتی ہے جو خدا کے نشانات میں غور کریں اور عقل و فہم سے کام لیں۔ جو لوگ سوچنے سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے انہیں خدا تعالیٰ کفر و شرک کی گندگی میں پڑا رہنے دیتا ہے۔

یعنی سوچنے اور غور کرنے والوں کے لئے آسمان و زمین میں خدا کی قدرت و حکمت اور توحید و تفرید کے کیا کچھ نشان موجود ہیں۔ بلکہ ذرہ ذرہ اور پتہ پتہ اس کی توحید پر دلالت کرتا ہے۔ لیکن جو کسی بات کو ماننا اور تسلیم کرنا نہیں چاہتے ان کے لئے یہ سب نشانات و دلائل بیکار ہیں اور ڈرانے والے پیغمبروں کی تہدید و تخویف بھی غیر مؤثر ہے۔

ایسی ضدی اور معاند قوم کے لئے جو کسی دلیل اور نشان کو نہ مانے اور کچھ باقی نہیں بجز اس کے کہ گذشتہ مکذبین پر جو آفات و حوادث نازل ہوئے ہیں ان کا یہ بھی انتظار کریں۔ سو بہتر ہے تم اور ہم دونوں مل کر اس وقت کا انتظار کرتے ہیں تاکہ صادق و کاذب کا آخری فیصلہ سامنے آجائے۔

یعنی جیسے پچھلی قوموں کے ساتھ ہماری عادت رہی ہے کہ مکذبین کو ہلاک کر کے پیغمبروں اور مومنین کو بچا لیا۔ اسی طرح موجودہ اور آئندہ مومنین کی نسبت ہمارا وعدہ ہے کہ ان کو نجات دیں گے آخرت میں عذاب الیم سے اور دنیا میں کفار کے مظالم اور سختیوں سے۔ ہاں شرط یہ ہے کہ مومنین مومنین ہوں۔ یعنی وہ صفات و خصائل رکھتے ہوں جو قرآن و حدیث میں مومنین کی پہچان ہوئی ہیں۔

كُنْتُمْ فِىْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِىْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ

تم شک میں ہو — میرے دین سے — تو میں عبادت نہیں کرتا — جن کی

تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِىْ

تم عبادت کرتے ہو — اللہ کے سوا — اور لیکن میں عبادت کرتا ہوں اللہ کی — جو

يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٤﴾

کھینچ لیتا ہے تم کو — اور مجھ کو حکم ہے — کہ رہوں ایمان والوں میں

وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ

اور یہ کہ سیدھا کر اپنا منہ — دین پر حنیف ہو کر — اور مت ہو

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٥﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا

شرک والوں میں — اور مت پکار — اللہ کے سوا — ایسے کو کہ

لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا

نہ بھلا کرے تیرا — اور نہ برا — پھر اگر تو ایسا کرے — تو تو بھی اس وقت

مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا

ہو ظالموں میں — اور اگر پہنچا دے تجھ کو اللہ کچھ تکلیف — تو کوئی نہیں

كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ

اس کو ہٹانے والا اس کے سوا — اور اگر پہنچانا چاہے تجھ کو کچھ بھلائی — تو کوئی پھیرنے والا نہیں

لِفَضْلِهٖ ۗ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۗ وَهُوَ

اس کے فضل کو — پہنچاتا ہے اپنا فضل — جس پر چاہے — اپنے بندوں میں — اور وہی ہے

آنحضرت ﷺ کی زبان سے توحید کی تعلیم دلوایا گیا | یعنی اگر میرا طریقہ اور مسلک دینی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا۔ اس لئے اس کی نسبت شکوک و شبہات میں پڑے ہوئے ہو تو میں تمہیں اپنے دین کا اصل اصول (جو توحید خالص ہے) سمجھائے دیتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں تمہارے ان فرضی معبودوں کی عبادت سے سخت نفور اور بیزار ہوں جس کے اختیار کرنے کا امکان بھی کبھی میری طرف سے دل میں نہ لانا۔ میری عبادت خالص اس خداوند قدوس کے لئے ہے جس کے قبضہ میں تمہاری سب کی جانیں ہیں کہ جب تک چاہے جسموں میں چھوڑ رکھے اور جب چاہے ایک دم میں کھینچ لے۔ گویا موت و حیات کا رشتہ جس کے ہاتھ میں ہے بندگی اسی کی ہو سکتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ جوارح سے اسی کی بندگی کی جائے ضروری ہے کہ دل میں اسی کی توحید و تفرید پر پورا یقین و ایمان ہو اور ظاہر و باطن میں اسی دین حنیف پر جو ابراہیم خلیل اللہ کا دین ہے پوری ہمت اور توجہ سے مستقیم ہو کر شرک جلی و خفی کا قصہ ختم کر دیا جائے۔ جس طرح عبادت صرف اسی کی کریں، استعانت کے لئے بھی اسی کو پکاریں۔ کیونکہ ہر قسم کا نفع نقصان اور بھلائی برائی تنہا اسی کے قبضہ میں ہے۔ مشرکین کی طرح ایسی چیزوں کو مدد کے لئے پکارنا جو کسی نفع نقصان کی مالک نہ ہوں سخت بے موقع بات بلکہ ظلم عظیم (یعنی شرک) کا ایک شعبہ ہے۔ اگر بفرض محال نبی سے ایسی حرکت صادر ہو تو ان کی عظیم الشان شخصیت کو لحاظ کرتے ہوئے ظلم عظیم ہوگا۔

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ

بخشنے والا مہربان ♦ کہہ دو کہ اے لوگو تمہارے آ چکا

الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ

حق تم کو تمہارے رب سے اب جو کوئی ہدایت پاتا ہے سو وہ راہ پاتا ہے

لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ

اپنے بھلے کو اور جو کوئی بہکا پھرے سو بہکا پھرے گا اپنے برے کو اور میں

اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ

تم پر نہیں ہوں مختار ♦ اور تو چل اسی پر جو حکم پہنچے تیری طرف

وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾

اور صبر کر جب تک فیصلہ کرے اللہ اور وہ ہے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ♦

آیاتہا ۱۲۳ (۱۱) سُوْرَةُ هُوْدٍ مَكِّيَّةٌ (۵۲) رکوعاتہا ۱۰

سورۂ ہود مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو تئیس آیتیں اور دس رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ

الٓرٰ یہ کتاب ہے کہ جانچ لیا ہے اس کی باتوں کو پھر کھولی گئی ہیں ایک حکمت والے

حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ﴿۱﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۚ اِنَّنِيْ لَكُمْ

خبردار کے پاس سے ♦ کہ عبادت نہ کرو مگر اللہ کی ♦ میں تم کو

مِّنْهُ نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ ﴿٢﴾ وَأَنِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ

اسی کی طرف سے — ڈرانے والا اور خوشخبری سنانے والا ہوں ◆ اور یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے — پھر

تُوبُوا إِلَيْهِ يُمَتِّعْكُم مَّتَاعًا حَسَنًا إِلَىٰ أَجَلٍ

رجوع کرو اسی کی طرف — تو فائدہ پہنچائے گا تم کو اچھا فائدہ — ایک وقت

مُّسَمًّى وَيُؤْتِ كُلَّ ذِي فَضْلٍ فَضْلَهُ ۖ وَإِن

مقرر تک ◆ اور دیوے — ہر زیادتی والے کو — زیادتی اپنی ◆ اور اگر

تَوَلَّوْا فَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيرٍ ﴿٣﴾

تم پھر جاؤ گے — تو میں ڈرتا ہوں تم پر — ایک بڑے دن کے عذاب سے ◆

إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ ۖ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٤﴾

اللہ کی طرف ہے تم کو لوٹ کر جانا — اور وہ ہر چیز پر قادر ہے

أَلَا إِنَّهُمْ يَثْنُونَ صُدُورَهُمْ لِيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۚ أَلَا

سنتا ہے وہ دوہرے کرتے ہیں اپنے سینے — تاکہ چھپائیں اس سے — سنتا ہے

حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ

جس وقت — اوڑھتے ہیں — اپنے کپڑے — جانتا ہے — جو کچھ چھپاتے ہیں

وَمَا يُعْلِنُونَ ۚ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ﴿٥﴾

اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں — وہ تو جاننے والا ہے دلوں کی بات ◆

◆ یعنی جو کتاب کو مانے اور شرک چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرے اسے فلاح دارین کی خوشخبری سناتے ہیں۔ جو نہ مانے اور کفر و شرک اختیار کرے اس کو عذاب الٰہی سے ڈراتے ہیں۔

◆ رجوع الی اللہ کے فوائد | جو پچھلی تقصیرات معاف کرا کے اور آئندہ کے لئے خدا کی طرف دل سے رجوع ہو تو دنیا کی زندگی

اسی طرح گذر رہے کیونکہ مومن قانت خواہ کسی حال میں ہو مگر خدا کے فضل و کرم کی بڑی بڑی امیدیں رکھتا ہے وہ حق تعالیٰ کی رضا جوئی اور مستقبل کی عظیم الشان خوشحالی کے تصور میں اس قدر مگن رہتا ہے کہ یہاں کی بڑی بڑی سختیوں کو خاطر میں نہیں لاتا وہ جب خیال کرتا ہے کہ میں اپنی زندگی کے فرائض صحیح طور پر انجام دے رہا ہوں جس کا صلہ مجھ کو ضرور ایک دن عرش والی سرکار سے ملنے والا ہے تو اپنی کامیابی اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد کر کے اس کا دل جوش مسرت سے اچھلنے لگتا ہے۔ اسے دنیا کی تھوڑی سی پونجی میں وہ سکون قلبی اور راحت باطنی نصیب ہوتی ہے جو بادشاہوں کو بیشمار سامانوں اور اموال و خزائن سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ بلکہ بعض اوقات یہاں کی چند روزہ تکلیفوں اور سختیوں میں وہ لذت پاتے ہیں جو اغنیاء و ملوک اپنے عیش و تنعم میں محسوس نہیں کرتے۔ ایک محب الوطن سیاسی قیدی کو اگر فرض کیجئے یقین ہو جائے کہ میری اسیری سے ملک اجنبیوں کی غلامی سے آزاد ہو جائے گا اور مجھے جیل سے نکلتے ہی ملک کی جمہوریہ کا صدر بنا دیا جائے گا تو کیا اسے جیل خانہ کی چند گھڑیوں میں سرور و اطمینان کی کیفیت اس بادشاہ سے زیادہ حاصل نہ ہوگی؟ جس کے لئے ہر قسم کے سامان عیش و طرب فراہم ہیں مگر اندیشہ لگا ہوا ہے کہ وہ ایک ہفتہ کے اندر نہایت ذلت کے ساتھ تخت شاہی سے اتارا جانے والا ہے۔ اسی پر دنیا کے جیل خانہ میں ایک مومن قانت کی زندگی کو قیاس کر لو۔

◆ جو جس قدر زیادہ جدوجہد کرے گا اسی قدر خدا کے فضل سے زیادہ حصہ پائے گا۔ آخرت میں بھی ثواب اور دنیا میں عز و علا بھی حاصل ہوگی۔

◆ یعنی میری بات نہ مانو گے تو قیامت کا عذاب یقینی ہے۔ باقی یہ فرمانا کہ "میں ڈرتا ہوں" اس سے مقصود حضور کی عام شفقت و ہمدردی اخلاق کا اظہار کرنا ہے۔

◆ سزا دینے کے لئے ضروری ہے کہ مجرم حاضر ہو، حاکم سزا دینے کی پوری قدرت اور کامل اختیار رکھتا ہو۔ مجرم ہی کی کل کارروائیاں اس کے علم میں ہوں۔ "اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ" میں بتلا دیا کہ مجرم ہو یا غیر مجرم سب کو خدا کے یہاں حاضر ہونا ہے۔ "وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ" میں قدرت و اختیار کا مضمون بیان فرمایا اور "اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ" سے "بِذَاتِ الصُّدُوْرِ" تک اس کے علم محیط کی وسعت کو ظاہر کیا۔ خدا ہر کھلی چھپی چیز کو یکساں جانتا ہے حتیٰ کہ دلوں کی تہ میں جو خیالات، ارادے اور نیتیں پوشیدہ ہوتی ہیں ان پر بھی مطلع ہے۔ پھر کوئی مجرم اپنے جرم کو کس طرح اس سے مخفی رکھ کر نجات پا سکتا ہے۔

صحابہ کرام کا ایمان کامل اور حیاء | تنبیہ: ان آیات کی شان نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ صحیح ترین روایت ابن عباس کی بخاری میں ہے کہ بعض مسلمانوں پر حیاء کا اس قدر حد سے زیادہ غلبہ ہوا کہ استنجاء یا جماع وغیرہ ضروریات بشری کے وقت کسی حصہ بدن کو برہنہ کرنے سے شرماتے تھے کہ آسمان والا ہم کو دیکھتا ہے۔ یہ جب ہوتا تو غلبہ حیاء سے جھکے جاتے اور شرمگاہ کو چھپانے کے لئے سینہ کو دوہرا کئے لیتے تھے۔ اس طرح کے آثار بھی کثرت قرب مع اللہ اور غلبہ حیاء سے ناشی ہو سکتے ہیں۔ اور ایسے لوگ "صوفیہ" کی اصطلاح میں "مغلوب الحال" کہلاتے ہیں۔ چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی مسئلہ میں ایسا غلو اور تعمق آئندہ امت کو تعمق میں مبتلا کر سکتا تھا اس لئے قرآن نے "اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ" سے ان کی اصلاح فرما دی یعنی اگر بوقت ضرورت بدن کھولنے میں خدا سے حیاء آتی ہے اس لئے جھکے جاتے ہو تو غور کرو کپڑے پہننے کی حالت میں تمہارا ظاہر و باطن کیا خدا کے سامنے کھلا ہے؟ جب انسان اس سے کسی وقت نہیں چھپ سکتا پھر ضروریات بشریہ کے متعلق اس قدر غلو سے کام لینا ٹھیک نہیں۔ واضح ہو کہ ربط آیات کے لئے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک آیت کا مضمون دوسری کے مضمون سے مناسبت رکھتا ہو سبب نزول سے مناسبت رکھنا ضروری نہیں۔

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ

اور نہیں کوئی چلنے والا زمین میں مگر اللہ پر ہے اس کی روزی اور جانتا ہے

مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ؕ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٦

جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے سب کچھ موجود ہے کھلی کتاب میں

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ

اور وہی ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ

اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ

دن میں اور تھا اس کا تخت پانی پر تاکہ آزمائے تم کو کہ کون تم میں

اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ

اچھا کرتا ہے کام اور اگر تو کہے کہ تم اٹھو گے

بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ

مرنے کے بعد تو کہنے لگیں کافر یہ کچھ نہیں

اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰۤى

مگر جادو ہے کھلا ہوا اور اگر ہم روکے رکھیں ان سے عذاب کو ایک

اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ

مدت معلوم تک تو کہنے لگیں کس چیز نے روک دیا عذاب کو سنتا ہے جس دن

يَاْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا

آئے گا ان پر نہ پھیرا جائے گا ان سے اور گھیر لے گی ان کو وہ چیز

◆ **اللہ تعالیٰ تمام جانداروں کو رزق پہنچاتا ہے** | پہلے علم الٰہی کی وسعت بیان ہوئی تھی یہ اسی مضمون کا تکملہ ہے۔ یعنی زمین پر چلنے والا ہر جاندار جسے رزق کی احتیاج لاحق ہو اس کو روزی پہنچانا خدا نے محض اپنے فضل سے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے۔ جس قدر روزی جس کے لئے مقدر ہے یقیناً پہنچ کر رہے گی۔ جو وسائل و اسباب بعد اختیار کرتا ہے وہ روزی پہنچنے کے دروازے ہیں۔ آدمی کی نظر اسباب پر ہو اور اعتبار کرے وقت مسبب الاسباب پر رہے یہ توکل کے منافی نہیں البتہ خدا کی قدرت کو ان اسباب عادیہ میں محصور و مقید نہ سمجھا جائے۔ وہ کبھی بلا وسائط اسباب کو چھوڑ کر بھی روزی پہنچاتا یا اور کوئی کام کر دیتا ہے۔ بہرحال جب تمام جانداروں کی حسب استعداد غذا اور معاش مہیا کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے تو ضروری ہے کہ اس کا علم ان سب پر محیط ہو ورنہ ان کی روزی کی خبر گیری کیسے کر سکے گا۔

◆ **مستقر اور مستودع کے معانی** | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "مستقر" (جہاں ٹھہرتا ہے) بہشت یا دوزخ اور "مستودع" (جہاں سونپا جاتا ہے) اس کی قبر ہے۔ پہلے "وما من دابۃ" الخ میں دنیوی زندگی کا بیان تھا، یہاں برزخ اور آخرت کا بیان ہوا۔ مطلب یہ ہوا کہ خدا ابتداء سے انتہا تک تمہاری ہستی کے تمام درجات کا علم رکھتا ہے۔ "مستقر" و "مستودع" کی تعیین میں مفسرین کے بہت اقوال ہیں جیسے سورۃ "انعام" میں بھی ہم چند لکھ چکے ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ زمین میں جہاں تک چلے پھرے اس کی منتہاء سیر کو مستقر اور پھر جہاں آ کر جس ٹھکانے پر آ کے اسے "مستودع" کہتے ہیں۔ ابن عباس کے نزدیک اس زندگی میں جہاں رہے وہ "مستقر" اور موت کے بعد جہاں دفن کیا جائے وہ "مستودع" ہے۔ مجاہد نے "مستقر" سے رحم مادر اور "مستودع" سے صلب پدر مراد لی ہے۔ عطاء نے اس کے عکس کو جائز رکھا۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ زمین میں حیوانات کا مسکن بالفعل ہے اسے "مستقر" اور وجود فعلی سے پہلے جن مواد و مقار میں رہ کر آئے انہیں "مستودع" کہا گیا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ ان تمام مختلف مواد اور اطوار و ادوار کا عالم ہے جن میں سے کوئی حیوان گذر کر اپنی موجودہ ہیئت کذائی تک پہنچا ہے۔ وہ ہی اپنے علم محیط سے ہر مرتبہ وجود میں اس کی استعداد کے مناسب تدریجاً کمالات وجودیہ فائض کرتا ہے۔

◆ یعنی "لوح محفوظ" میں جو صحیفہ علم الٰہی ہے۔ پھر علم الٰہی میں ہر چیز کیسے موجود نہ ہو گی۔

◆ یہ علم کے بعد قدرت کا بیان ہے اس کی تفسیر سورۃ "اعراف" کے ساتویں رکوع میں گذر چکی۔

◆ **زمین و آسمان سے پہلے پانی کی تخلیق** | یعنی آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے پانی مخلوق ہو چکا تھا جو اشیاء کا مادۂ حیات بننے والا تھا۔ "وجعلنا من الماء کل شیء حی" (انبیاء رکوع ۳) اس وقت عرش خداوندی اسی کے اوپر تھا جیسے اب سماوات کے اوپر ہے۔ گویا ایک صورت تھی جو اس حقیقت کو ظاہر کر رہی تھی کہ کائنات کا وہ مادہ جو ذریعہ حیات ہے بالکلیہ رب العرش کے تسلط و تصرف اور حکومت مطلقہ کے ماتحت ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **تخلیق کی غرض وغایت** | یعنی اس سارے نظام کی تخلیق و ترتیب سے مقصود تمہارا یہاں بسانا اور امتحان کرنا ہے کہ کہاں تک اس عجیب و غریب نظام اور سلسلہ مصنوعات میں غور کر کے خالق و مالک کی صحیح معرفت حاصل کرتے اور مخلوقات ارضی و سماوی سے منتفع ہو کر محسن شناسی اور سپاس گذاری کا فطری فرض ادا کرتے ہو۔ یہ مقام تمہاری جانچ آزمائش کا ہے۔ مالک حقیقی دیکھتا ہے کہ تم میں سے کون باخلاص و صدق عزیمت اور بطریقہ مرضی اچھا کام کرتا اور فرائض بندگی بجا لاتا ہے۔

◆ جب یہ دنیا امتحان و آزمائش کی جگہ ہے تو ضرور ہے کہ اس کے بعد مجازات انعام و انتقام کا سلسلہ ہو تا شاکرین و کافرین کو اپنے کئے کا پھل ملے۔ اسی لئے یہاں بعث بعد الموت کا ذکر کیا گیا۔ یعنی کفار کو یقین نہیں آتا کہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور اپنے جرائم کی سزا بھگتیں گے۔ جب وہ قرآن میں یا حضور کی زبان سے بعث بعد الموت کا نہایت موثر بیان سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ کا یہ بیان کھلا ہوا جادو ہے جس نے بہت سے لوگوں کو مرعوب و مسحور کر دیا۔ مگر یاد رکھیے ہم پر یہ جادو چلنے والا نہیں۔ (ابن کثیر)

بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً

جس پر ٹھٹھے کیا کرتے تھے ◆ اور اگر ہم چکھا دیں آدمی کو اپنی طرف سے رحمت

ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَـُٔوْسٌ كَفُوْرٌ ۝ وَلَئِنْ

پھر وہ چھین لیں اس سے تو وہ ناامید ناشکرا ہو ◆ اور اگر

اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ

ہم چکھاویں اس کو آرام بعد تکلیف کے جو پہنچی تھی اس کو تو کہنے لگے دور ہوئیں

السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۭ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ

برائیاں مجھ سے وہ تو اترانے والا شیخی خورا ہے ◆ مگر جو لوگ

صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ

صابر ہیں اور کرتے ہیں نیکیاں ان کے واسطے بخشش ہے

وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى

اور ثواب بڑا ◆ سو کہیں تو چھوڑ بیٹھے گا کچھ چیز ان میں سے جو وحی آئی

اِلَيْكَ وَضَاۗىِٕقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ

تیری طرف اور رکا ہوگا اس سے تیرا جی اس بات پر کہ وہ کہتے ہیں کیوں نہ اترا

عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَاۗءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ۭ

اس پر خزانہ یا کیوں نہ آیا اس کے ساتھ فرشتہ تو تو ڈرانے والا ہے

وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ

اور اللہ ہے ہر چیز کا ذمہ دار ◆ کیا کہتے ہیں کہ بنا لایا ہے قرآن کو

قُلْ فَأْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّ ادْعُوْا

مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ

اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ

اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ﴿۱۵﴾

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ

وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ

◆ **قرآن جیسی دس سورتیں بنا لاؤ۔ کفار کو چیلنج** | یعنی فرمائشی معجزے طلب کرتے ہیں جن کا دیا جانا مصلحت نہیں۔ اور جو سب سے بڑا معجزہ (قرآن) ان کے سامنے ہے اسے مانتے نہیں۔ کہتے ہیں یہ تو (معاذ اللہ) تمہاری بنائی ہوئی عبارت ہے۔ اس کا جواب دیا کہ تم بھی آخر عرب ہو فصاحت و بلاغت کا دعویٰ رکھتے ہو سب مل کر ایسی ہی دس سورتیں گھڑ کر پیش کر دو اور اس کام میں مدد دینے کے لئے تمام مخلوق کو بلکہ اپنے ان معبودوں کو بھی بلا لاؤ جنہیں خدائی کا شریک سمجھتے ہو اگر نہ کر سکو اور کبھی نہ کر سکو گے تو سمجھ لو کہ ایسا کلام خالق ہی کا ہو سکتا ہے جس کا مثل لانے سے تمام مخلوق عاجز ہو جائے۔ تو یقیناً یہ وہ کلام ہے جو خدا نے اپنے علم کامل سے پیغمبر پر اتارا ہے۔ بیشک جس کے کلام کا مثل نہیں ہو سکتا اس کی ذات و صفات میں کون شریک ہو سکتا ہے۔ ایسا بے مثال کلام اسی بے مثال خدا کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ کیا ایسے واضح دلائل کے بعد بھی مسلمان ہونے اور خدا کا حکم بردار بننے میں کسی چیز کا انتظار ہے (تنبیہ) اعجاز قرآن کی کچھ تفصیل سورۂ "یونس" میں گزر چکی ہے۔ ابتداء میں پورے قرآن سے تحدی کی گئی تھی۔ پھر دس سورتوں سے ہوئی۔ پھر ایک سورت سے جیسا کہ "بقرہ" اور "یونس" میں گزرا گویا ان کا عجز بتدریج نمایاں کیا گیا۔

◆ **کفار کی نیکیوں کی جزا دنیا میں** | یعنی ایسے واضح ثبوت کے بعد جو شخص قرآن پر ایمان نہیں لاتا، بلکہ اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتا بلکہ دنیا کی چند روزہ زندگی اور فانی ٹیپ ٹاپ ہی کو اپنا مقصود ٹھہرا کر کل جدوجہد کرتا ہے۔ اگر بظاہر کوئی نیک کام مثلاً خیرات وغیرہ کرتا ہے تو اس سے بھی آخرت کی بہتری اور خدا کی خوشنودی مقصود نہیں ہوتی محض دنیوی فوائد کا حاصل کر لینا پیش نظر ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی بابت خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین یا منافقین یا دنیا پرست ریاکار مسلمان بتلا دیا کہ دنیا ہی میں ان کا بھگتان کر دیا جائے گا۔ جو اعمال اور کوششیں وہ حصول دنیا کے لئے کریں گے ان کے کم و کیف کو ملحوظ رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ اپنے علم و حکمت سے جس قدر مناسب جانے گا اور دینا چاہے گا نتیجہ یہیں عطا فرما دے گا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر جو خیرات وغیرہ کے کام کرے ان کی یہ ظاہری اور صوری حسنات جو روح ایمان سے یکسر خالی ہیں، دنیا میں رائگاں نہیں جاتیں ان کے بدلہ میں خدا تعالیٰ تندرستی، مال، اولاد، عزت، حکومت وغیرہ دے کر سب کھاتے بے باق کر دیتا ہے۔ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کوئی چیز اس کے کام آنے والی نہیں جس کفر کے لئے جس درجہ کی سزا تجویز ہو چکی ہے وہ کبھی اس سے ٹلنے یا کم ہونے والی نہیں۔ "مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا" (بنی اسرائیل رکوع ۲) ریاکار اور دنیا پرست عالم، متصدق اور مجاہد کے حق میں جو وعید آئی ہے اس کا حاصل بھی یہی ہے کہ ان سے محشر میں کہا جائے گا کہ جس غرض کے لئے تو نے علم سکھلایا یا صدقہ و جہاد کیا وہ دنیا میں حاصل ہو چکی اب ہمارے پاس تیرے لئے کچھ نہیں۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اسے جہنم میں لے جاؤ (اعاذنا اللہ منہا)

◆ یعنی ان اعمال پر دوزخ کے سوا اور کسی چیز کے مستحق نہیں کفار ابدی طور پر اور ریاکار مسلمان محدود مدت کے لئے۔ ہاں خدا تعالیٰ بعض مومنین کو محض اپنے فضل و کرم سے معاف فرما دے وہ الگ بات ہے۔

◆ یعنی دنیا میں جو کام دنیوی اغراض کے لئے کئے تھے آخرت میں پہنچ کر ظاہر ہوگا کہ وہ سب برباد ہوئے اور ریاکاروں یا دنیا پرستوں کے عمل میں بظاہر جو نیکیاں نظر آتی تھیں، سب یونہی خراب گئیں، یہاں کوئی کام نہ آئی۔

شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ؕ

اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ

فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۚ اِنَّهُ الْحَقُّ

مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۷﴾

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ؕ اُولٰٓئِكَ

يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَآءِ

الَّذِيْنَ كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ؕ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾

◆ **شاہد کی تفسیر** | یعنی یہ شخص اور وہ ریاکار دنیا پرست جن کا ذکر پہلے ہوا کیا برابر ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ "بَیِّنَة" (صاف رستہ) سے مراد وہ رستہ ہے جس پر انسان اپنی اصلی اور صحیح فطرت کے موافق چلنا چاہتا ہے۔ بشرطیکہ گرد و پیش کے حالات و خیالات سے متاثر نہ ہو اور وہ توحید و اسلام اور قرآن کا رستہ ہے۔ "فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ" (روم رکوع ۴) وفی الحدیث "کُلُّ مَوْلُوْدٍ یُوْلَدُ عَلَی الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ یُهَوِّدَانِهٖ اَوْ یُنَصِّرَانِهٖ اَوْ یُمَجِّسَانِهٖ" الخ اور "شَاهِدٌ مِّنْهُ" (گواہ اللہ کی طرف سے) قرآن عظیم ہے جو گواہی دیتا ہے کہ "دین فطرت" (توحید و اسلام) پر چلنے والا بیشک ٹھیک راستہ پر چل رہا ہے۔ اور وہ قرآن اپنی حقانیت کا بھی خود گواہ ہے آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ چونکہ قرآن کے لانے والے جبرئیل امین اور لینے والے محمد ﷺ ہیں۔ اس اعتبار سے ان کو بھی شاہد کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ حضور کی شان تو یہ ہے کہ آپ کے اخلاق و عادات، معجزات، زبان مبارک، چہرۂ نورانی ہر چیز سے شہادت ملتی ہے کہ جس دین کے آپ حامل ہیں وہ بالکل سچا دین ہے۔ آگے "وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً" کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سے پہلے جو وحی کسی نبی پر نازل کی گئی وہ بھی "دین فطرت" کی صداقت پر گواہ تھی۔ خصوصاً موسیٰ علیہ السلام پر جو عظیم الشان کتاب (تورات) اتاری گئی قرآن سے پیشتر اسے ایک بڑا بھاری شاہد ان لوگوں کی حقانیت کا سمجھنا چاہیے جو دین فطرت کے صاف راستہ پر چلتے ہیں۔

◆ **نجات کا واحد راستہ قرآن ہے** | یعنی یہود و نصاریٰ، بت پرست، مجوس، عرب، عجم، یورپ، ایشیا کسی فرقہ، جماعت اور ملک و ملت سے تعلق رکھتا ہو جب تک قرآن کو نہ مانے گا نجات نہیں ہو سکتی۔ جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی بعض احادیث میں آپ نے بہت تصریح و تعمیم کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

◆ یہ خطاب ہر شخص کو ہے جو قرآن سنے یا حضور کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے کہ قرآن کی صداقت اور "من اللہ" ہونے میں قطعاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ جو لوگ نہیں مانتے وہ احمق ہیں یا معاند۔

◆ یعنی قرآن جھوٹ اور افترا نہیں۔ خدا کا سچا پیغام ہے جس کو قبول کرنا ضروری ہے۔ خوب سمجھ لو کہ اس شخص سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہو سکتا جو خدا پر جھوٹ باندھے۔ مثلاً اس کا کلام نہ ہو اور کہہ دے کہ اس کا کلام ہے یا واقعی اس کا ہو اور خدا بار بار فرمائے کہ میرا کلام ہے مگر باوجود روشن دلائل کے جھٹلاتا رہے اور کہتا رہے کہ اس کا نہیں۔

◆ یعنی محشر میں جب خدا کے سامنے علی رؤس الاشہاد پیش ہوں گے اور ان کی شرارتوں کے دفتر کھولے جائیں گے اس وقت گواہی دینے والے (ملائکہ، انبیاء، صالحین بلکہ خود ان کے ہاتھ پاؤں) کہیں گے کہ یہی وہ بدبخت ظالم ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹ بنایا تھا۔

◆ یہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے یعنی جو لوگ ظلم اور نا انصافی سے خدا کے کلام کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آخرت کے منکر ہیں دوسروں کو خدا کی راہ پر چلنے سے روکتے اور اس تلاش میں رہتے ہیں کہ سیدھے رستے کو ٹیڑھا ثابت کریں، ایسے ظالموں پر خدا کی مخصوص لعنت ہے۔

أُولَٰٓئِكَ لَمْ يَكُونُوا۟ مُعْجِزِينَ فِى ٱلْأَرْضِ وَمَا

وہ لوگ نہیں تھکانے والے زمین میں بھاگ کر اور نہیں

كَانَ لَهُم مِّن دُونِ ٱللَّهِ مِنْ أَوْلِيَآءَ ۘ يُضَٰعَفُ

ان کے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی دگنا ہے

لَهُمُ ٱلْعَذَابُ ۚ مَا كَانُوا۟ يَسْتَطِيعُونَ ٱلسَّمْعَ وَمَا

ان کے لیے عذاب نہ طاقت رکھتے تھے سننے کی اور نہ

كَانُوا۟ يُبْصِرُونَ ﴿٢٠﴾ أُولَٰٓئِكَ ٱلَّذِينَ خَسِرُوٓا۟ أَنفُسَهُمْ

دیکھتے تھے وہی ہیں جو ہار بیٹھے اپنی جان

وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا۟ يَفْتَرُونَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ أَنَّهُمْ

اور گم ہو گیا ان سے جو جھوٹ باندھا تھا اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ

فِى ٱلْءَاخِرَةِ هُمُ ٱلْأَخْسَرُونَ ﴿٢٢﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ وَ

آخرت میں یہی ہیں سب سے زیادہ نقصان میں البتہ جو لوگ ایمان لائے اور

عَمِلُوا۟ ٱلصَّٰلِحَٰتِ وَأَخْبَتُوٓا۟ إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰٓئِكَ أَصْحَٰبُ

کام کیے نیک اور عاجزی کی اپنے رب کے سامنے وہ ہیں جنت کے رہنے

ٱلْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَٰلِدُونَ ﴿٢٣﴾ مَثَلُ ٱلْفَرِيقَيْنِ

والے وہ اسی میں رہا کریں گے مثال ان دونوں فرقوں کی

كَٱلْأَعْمَىٰ وَٱلْأَصَمِّ وَٱلْبَصِيرِ وَٱلسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ

جیسے ایک تو اندھا اور بہرا اور دوسرا دیکھتا اور سنتا کیا برابر ہے دونوں کا حال

◆ یعنی اتنی وسیع زمین میں نہ کہیں بھاگ کر خدا سے چھپ سکتے ہیں اور نہ کوئی مددگار اور حمایتی مل سکتا ہے جو خدا کے عذاب سے بچا دے۔

◆ کیونکہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔

◆ یعنی دنیا میں ایسے اندھے بہرے بنے کہ نہ حق بات سننے کی تاب تھی نہ خدا کے نشانوں کو دیکھتے تھے جنہیں دیکھ کر ممکن تھا راہ ہدایت پا لیتے۔ حضرت شاہ صاحب نے اس کا مطلب یہ لکھا ہے کہ اللہ پر جھوٹ بولا یعنی بے اصل اور غلط باتیں اس کی طرف منسوب کیں۔ کہاں سے لاتے؟ غیب سے سن نہ آتے نہ غیب کو دیکھتے نہ تھے پھر ان کا ماخذ کیا ہے۔

◆ جان کا کھو بیٹھنا، یہی کہ ابدی عذاب میں گرفتار ہوئے اور سب جھوٹے دعوے وہاں پہنچ کر گم ہو گئے۔

◆ منکرین کی بد انجامی کے بالمقابل مومنین کا انجام نیک بیان فرمایا۔ ان کی عاجزی خدا کو پسند آئی اس لئے اپنی دائمی خوشنودی کا مقام عطا فرمایا۔

مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ

قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٥﴾ أَن لَّا تَعْبُدُوا إِلَّا

اللَّهَ ۖ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٢٦﴾ فَقَالَ

الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِن قَوْمِهِ مَا نَرَاكَ إِلَّا

بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرَاكَ اتَّبَعَكَ إِلَّا الَّذِينَ هُمْ

أَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّأْيِ وَمَا نَرَىٰ لَكُمْ عَلَيْنَا مِن

فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كَاذِبِينَ ﴿٢٧﴾ قَالَ يَا قَوْمِ أَرَأَيْتُمْ

إِن كُنتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَآتَانِي رَحْمَةً

مِّنْ عِندِهِ فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ أَنُلْزِمُكُمُوهَا وَأَنتُمْ

◆ **کفار اور مومنین کا فرق** | یعنی منکرین تو اندھے بہرے ہیں جیسا کہ دو تین آیت پہلے فرمایا تھا "مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا يُبْصِرُونَ" پھر جسے نہ خود نظر آئے نہ دوسرے کی بات سن سکے اس کا آخر انجام کیسے ان روشن ضمیر ایمانداروں کے برابر ہو سکتا ہے جو بصیرت کی آنکھوں سے حق و باطل اور بھلے برے میں تمیز کرتے اور اپنے ہادیوں کی باتیں بگوش ہوش سنتے ہیں۔ غور کرو کہ دونوں کا انجام یکساں کس طرح ہو سکتا ہے؟ آگے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ اسی مضمون کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

◆ یعنی نہایت وضاحت کے ساتھ وہ چیزیں بتلاتا ہوں جن کے ارتکاب پر مہلک عذاب نازل ہونے کا اندیشہ ہے یا جو اس عذاب سے محفوظ رہنے کے ذرائع ہیں۔

◆ یعنی ود، سواع، یغوث، یعوق، نسر کی جن کا ذکر سورۂ نوح میں آئے گا۔

◆ یعنی غیر اللہ کی پرستش سے باز نہ آنے کی صورت میں سخت عذاب آنے کا ڈر ہے۔ "دردناک دن" سے وہ دن مراد ہے جس میں المناک اور دردانگیز حوادث کا وقوع ہو۔ مثلاً قیامت کا دن یا وہ دن جس میں قوم نوح غرقاب کی گئی۔

◆ **حضرت نوح اور ان کی قوم کا مناظرہ** | یعنی رسول کو تمام قوم کے مقابلہ میں کوئی نمایاں امتیاز ہونا چاہیئے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہماری طرح جنس بشر سے ہو۔ آسمان کے فرشتے نہیں۔ جن کے سامنے خواہ مخواہ انسانوں کی گردنیں جھک جائیں پھر بشر بھی ایسے نہیں جسے کوئی خاص تفوق اور بڑائی ہم پر حاصل ہوتی مثلاً بڑے دولتمند یا جاہ و حکومت کے مالک ہوتے۔ جو لوگ تمہارے پیرو ہوئے وہ بھی ماشاء اللہ سب کے سب مفلس، رذیل، پست اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنا بھی ہم جیسے شریفوں کے لئے ننگ و عار کا موجب ہے تو کیا ساری خدائی میں سے تم ہی ملے تھے جنہیں خدا نے اپنے منصب سفارت پر مامور فرمایا۔ آخر ہم تم سے حسب نسب، مال دولت، خلق، خُلق کس بات سے کم تھے؟ جو ہمارا انتخاب اس عہدہ کے لئے نہ ہوا۔ کم از کم آپ کا اتباع کرنے والے ہی کوئی معزز اور بڑے آدمی ہوتے۔ بھلا ان موچیوں اور حجاموں کا تابع ہو جانا آپ کے لئے کیا موجب فضل و شرف ہو سکتا ہے؟ اور کس طرح صداقت کی دلیل بن سکتی ہے؟ ایسے کمّی لوگوں کا جن کی پستی اور رذالت بالکل عیاں ہے بے سوچے سمجھے اور بدون غور و تامل کے ظاہری اور سرسری طور پر ایمان لے آنا آپ کا کونسا کمال ہے؟ بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی سب جھوٹے ہو۔ تم نے ایک بات بنائی اور چند بیوقوفوں نے ہاں میں ہاں ملا دی تا کہ اس طرح ایک نئی تحریک اٹھا کر کوئی امتیاز اور بزرگی حاصل کر لیں۔ یہ ان لوگوں کی تقریر کا ماحصل تھا۔ نوح علیہ السلام نے جو جواب دیا آگے آتا ہے۔

لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ

اس سے بیزار ہو ◆ اور اے میری قوم | نہیں مانگتا میں تم سے | اس پر کچھ مال

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَآ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ

میری مزدوری نہیں | مگر اللہ پر | اور میں نہیں ہانکنے والا

اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْٓ اَرٰىكُمْ قَوْمًا

ایمان والوں کو | ان کو ملنا ہے اپنے رب سے ◆ | لیکن میں دیکھتا ہوں | تم لوگ

تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ

جاہل ہو ◆ | اور اے قوم | کون چھڑائے مجھ کو | اللہ سے | اگر

طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ

ان کو ہانک دوں | کیا تم دھیان نہیں کرتے ◆ | اور میں نہیں کہتا تم کو | کہ میرے پاس ہیں

خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ اِنِّيْ

خزانے اللہ کے | اور میں نہیں خبر رکھتا غیب کی | اور نہ کہوں | کہ میں

مَلَكٌ وَّلَآ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْٓ اَعْيُنُكُمْ لَنْ

فرشتہ ہوں | اور نہ کہوں گا | کہ جو لوگ تمہاری آنکھ میں حقیر ہیں | نہ

يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ

دے گا ان کو اللہ بھلائی | اللہ خوب جانتا ہے | جو کچھ ان کے جی میں ہے

اِنِّيْٓ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا

یہ کہوں تو میں بے انصاف ہوں ◆ | بولے | اے نوح تو نے ہم سے جھگڑا کیا

◆ **حضرت نوح کی تقریر** | یعنی یہ کہتے ہو کہ پیغمبر کو عام انسانوں سے بالکل ممتاز ہونا چاہئے لیکن وہ امتیاز مال و دولت ملک و حکومت اور دنیا کی ٹیپ ٹاپ میں نہیں، بلکہ اعلیٰ اخلاق، بہترین ملکات، تقویٰ، خدا ترسی، حق پرستی، وسعت، بلندی اخلاق اور ان صریح آیات و نشانات پیش کرنے سے ان کو امتیاز حاصل ہوتا ہے جو حق تعالیٰ بطور اتمام حجت و اکمال نعمت ان کے اندر قائم کرتا یا ان کے ذریعہ سے ظاہر فرماتا ہے۔ وہ وحی الٰہی اور برہانی دلائل و براہین کی روشنی میں صاف راستہ پر چلتے ہیں اور دن رات خدا کی خصوصی رحمتیں ان پر بارش کی طرح ہوتی ہیں۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ سب چیزیں مجھ میں کھلے طور پر موجود ہوں اور یقیناً موجود ہیں۔ لیکن جس طرح اندھے کو سورج کی روشنی نظر نہیں آتی تمہاری آنکھیں بھی اس نور الٰہی کے دیکھنے سے قاصر ہیں تو کیا ہم زبردستی مجبور کر کے تم سے اس نور اور رحمت کا اقرار کرا سکتے ہیں جس سے تم اس قدر نفور و بیزار ہو کہ آنکھ کھول کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ پیغمبری بزرگی و برتری جو تم کو نظر نہیں آتی، یہ اس لئے ہے کہ تمہارے دل کی آنکھیں اندھی ہیں یا بند ہیں۔

◆ ۱ یعنی میں تبلیغ کے کام پر کوئی تنخواہ تم سے نہیں مانگتا، جو مالی غرض کا شبہ ہو۔ میں اپنے پروردگار کا نوکر ہوں اسی کے یہاں سے حق خدمت ملے گی۔ بحمد اللہ مجھے تمہارے مال کی طلب ہے نہ ضرورت، پھر غریبوں کو چھوڑ کر مالداروں کی طرف کیوں جھکوں۔ اگر تم میرے اتباع کو محض ان کے افلاس اور پیشہ کی وجہ سے حقیر و ذلیل سمجھتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ میں وہ نہیں جو دولت ایمان کے سرمایہ داروں کو ظاہری خستہ حالی کی بناء پر جانوروں کی طرح دھکے دے کر نکال دوں۔ انہیں ایک روز اپنے پروردگار سے ملنا ہے۔ وہ میری شکایت اس کے دربار میں کریں گے کہ آپ کے پیغمبر نے متکبر دنیاداروں کی خاطر ہم غریب وفاداروں کو نکال دیا تھا۔ میں ظاہر حال کے خلاف یہ کیونکر سمجھ لوں کہ ان کا ایمان محض ظاہر داری اور سرسری ہے۔ دلوں کو چیر کر دیکھنا میرا کام نہیں۔ یہ پروردگار کے یہاں پتہ چلے گا کہ ان کے دلوں کی کیا حالت تھی۔

◆ ۲ یعنی محض حماقت سے انجام پر نظر نہیں کرتے، صرف ان کی ظاہری شکستگی دیکھ کر حقیر سمجھتے ہو۔ اور اس کی مہمل درخواست کرتے ہو کہ ان کو ہٹا دیا جائے تو ہم تمہارے پاس آ سکیں۔ کیا غربت اور کسب حلال کوئی عیب ہے؟ یہی تو چیز ہے جو حق کے قبول کرنے میں حارج نہیں ہوتی۔ مال و دولت و جاہ کا نشہ انسان کو قبول حق سے محروم رکھتا ہے، اسی لئے ہرقل کی حدیث میں آیا کہ انبیاء کے متبعین ضعفاء ہوتے ہیں۔ بہرحال تم نہیں جانتے کہ سب کو خدا کے پاس جمع ہونا ہے، وہاں پہنچ کر ظاہر ہوگا کہ اپنے کو ان سے بہتر سمجھنا تمہاری جہالت و غرور تھا۔

◆ ۳ یعنی میں تمہارے کبر و غرور اور جہالت سے متاثر ہو کر اپنا نقصان کیسے کروں، اگر تمہاری رعایت سے میں نے خدا کے مخلص بندوں کو دھکے دے دیئے تو اس کی سزا اور گرفت سے مجھ کو کون بچا سکے گا۔

◆ ۴ کفار نے نوح علیہ السلام کو کہا تھا کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو، جتھے اور دولت کے اعتبار سے بھی کچھ امتیاز نہیں رکھتے۔ اس کا جواب نہایت متانت و انصاف کے ساتھ دیتے ہیں کہ بیشک جیسا امتیاز تم دیکھنا چاہتے ہو اس کا ہم دعویٰ نہیں رکھتے۔ بلاشبہ میں ایک بشر ہوں، فرشتہ نہیں۔ نہ خدا نے اپنے سارے خزانے میرے تصرف و اختیار میں دے دیئے ہیں، نہ تمام غیب کی باتوں پر مطلع کیا گیا ہوں، لیکن ان تمام باتوں کے اعتراف کے ساتھ تمہاری طرح یہ بھی نہ کہوں گا کہ جو لوگ تمہاری نگاہ میں معیوب و حقیر ہیں (یعنی میرے اور میرے رفقاء) ان کو خدا ہرگز کوئی خیر (بھلائی) نہیں دے سکتا۔ شاید ان میں سے کسی کو نبوت و حکمت عطا فرما دے اور باقیوں کو ایمان و عرفان کی دولت سے بہرہ ور کرے۔ خوب سمجھ لو حق تعالیٰ ان کے دلوں کی استعدادات و کیفیات کو پوری طرح جانتا ہے، ہر ایک کی استعداد کے مناسب فیض پہنچاتا اور باطنی احوال و کیفیات کے موافق برتاؤ کرتا ہے۔ اس نے جو خاص مہربانی مجھ پر یا میرے ساتھیوں پر کی ہے، وہ تمہاری آنکھ سے پوشیدہ ہے۔ اگر میں یہ کہنے لگوں کہ جو تمہیں بظاہر شکستہ حال اور حقیر دکھلائی دیتے ہیں، خدا تعالیٰ نے بھی جو بواطن کا جاننے والا ہے انہیں کوئی عزت و شرف نہیں بخشا تو نہایت بے اصولی اور ناانصافی کی بات ہو گی۔ (تنبیہ) اس آیت کے ابتدائی تین جملے سورۂ "انعام" میں گزر چکے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔

فَأَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ إِنْ كُنْتَ

اور بہت جھگڑا کیا اب لے آ جو وعدہ کرتا ہے ہم سے اگر تو

مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ إِنْ

سچا ◆ کہا کہ لائے گا تو اس کو اللہ ہی اگر

شَآءَ وَمَآ أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿٣٣﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ

چاہے گا اور تم نہ تھکا سکو گے بھاگ کر ◆ اور نہ کارگر ہو گی تم کو میری نصیحت

إِنْ أَرَدْتُّ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ

جو چاہوں کہ تم کو نصیحت کروں اگر اللہ چاہتا ہو گا

أَنْ يُّغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿٣٤﴾ أَمْ

کہ تم کو گمراہ کرے وہی ہے رب تمہارا اور اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے ◆ کیا

يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ إِجْرَامِيْ

کہتے ہیں کہ بنا لایا قرآن کو ◆ تو کہہ اگر میں بنا لایا ہوں تو مجھ پر ہے میرا گناہ

وَأَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿٣٥﴾ وَأُوْحِيَ إِلٰى نُوْحٍ

اور میرا ذمہ نہیں جو تم گناہ کرتے ہو ◆ اور حکم ہوا طرف نوح کی

أَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا

کہ اب ایمان نہ لائے گا تیری قوم میں مگر جو ایمان لا چکا سو

تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ

غمگین نہ رہ ان کاموں پر جو کر رہے ہیں ◆ اور بنا کشتی

ع ٣

◆ **عذاب کا مطالبہ** حضرت نوح قبل از طوفان ساڑھے نو سو برس ان میں رہے۔ شب و روز سراً و علانیۃً انہیں نصیحت کرتے، ہر شبہ کا جواب دیتے، تبلیغ و تفہیم اور بحث و مناظرہ کا سلسلہ جاری رہتا۔ اسی جھگڑے میں صدیاں گذر گئیں۔ کفار نے ان کی حقانی بحثوں اور شب و روز کی روک ٹوک سے عاجز ہو کر کہا کہ اب یہ سلسلہ بند کیجئے۔ بس اگر آپ سچے ہیں تو جس عذاب کی دھمکیاں دیتے رہے ہیں وہ فوراً لے آئیے کہ یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو۔

◆ **حضرت نوح کا جواب** یعنی یہ چیز میرے قبضہ میں نہیں۔ خدا جس وقت اپنی حکمت کے موافق چاہے گا عذاب نازل کر دے گا۔ ہمارا فرض صرف آگاہ کر دینا تھا۔ باقی عذاب تو نہایت ہولناک اور عظیم الشان چیز ہے، جس کا لے آنا اور دفع کرنا دونوں پہلو قوائے بشریہ کے دائرہ سے خارج ہیں۔ جب مشیت الٰہی ہوگی تو کہیں بھاگ کر چھوٹ نہ سکو گے۔ ایسا کون ہے جو خدا کو (معاذ اللہ) تھکا کر عاجز کر سکے۔

◆ یعنی تم پر اس قدر اصرار، ضد اور عجیب شوخ چشمی سے نزول عذاب کی استدعا یہ بتاتی ہے کہ خدا کا ارادہ یہی ہے کہ تم کو گمراہی میں پڑا رہنے دے اور آخرکار ہلاک کر دے۔ پس اگر تمہاری بدکرداری کے سبب سے خدا نے یہی چاہا تو میں کتنی ہی نصیحت و خیر خواہی کر کے تم کو نفع پہنچانا چاہوں، کچھ نافع اور موثر نہ ہوگا۔ تمہارا رب وہی ہے جس کے ملک و تصرف میں ہر چیز ہے جیسا جس کے ساتھ معاملہ کرے، کوئی روک نہیں سکتا۔ سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ ہی سب کے عملوں کی جزا و سزا دینے والا ہے (ربط) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یہاں تک جتنے سوالات و اعتراضات اس قوم کے تھے وہ ہی تھے حضرت کی قوم کے۔

◆ گویا یہ سب جواب ان کو ملے۔ یہ ان کا بیان ہوا تھا۔ آگے قصہ کے مضمون میں بیان فرماتے ہیں۔

◆ **واقعہ نوح پر کفار مکہ کا اعتراض** یہ گفتگو کفار مکہ کی آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھی کہ قرآن آپ خود بنا لائے ہیں۔ خدا کا کلام نہیں ہے۔ حضرت نوح کتاب نہ لائے تھے جو ان کی قوم یہ بات کہتی۔ (کذا فی الموضح) لیکن بعض مفسرین نے اس آیت کو بھی نوح کے قصہ کا جزو ٹھہرایا ہے۔ یعنی ان کی قوم نے کہا کہ جن باتوں کو نوح خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ ان کی گھڑت ہیں۔ بعض نے کہا کہ گفتگو تو ہے کفار مکہ کی حضور سے مگر اس کا تعلق خاص نوح کے قصہ سے تھا گویا وہ کہتے تھے کہ یہ داستان آپ نے جھوٹ بنالی ہے۔ واقعہ میں ان قصوں کی کوئی اصل نہیں۔

◆ **آنحضرت ﷺ کا جواب** قرآن کو "مفتریٰ" کہنے کا تحقیقی جواب اسی سورت میں ایک رکوع پہلے گذر چکا۔ یہاں آخری بات فرمائی یعنی قرآن کا کلام الٰہی ہونا نہایت واضح و محکم دلائل سے بار بار ثابت کیا جا چکا ہے ایسی روشن چیز کی تکذیب کر کے جو گناہ تم سمیٹ رہے ہو اس کا وبال تم ہی پر پڑے گا۔ اس کی فکر کرو۔ میں کافی تبلیغ کر کے بری الذمہ ہو چکا ہوں۔ اب جو غلطیاں تم کر رہے ہو ان کا میں ذمہ دار نہیں۔ ہاں بالفرض محال اگر میں نے افترا کیا ہو تو اس کا گناہ مجھ پر پڑ سکتا ہے۔ سو بحمد اللہ ایسا ہوا نہیں۔

حضرت نوح کی دعا اور اس کا جواب جب قوم کی ایذائیں حد سے گذر گئیں تو نوح علیہ السلام نے سینکڑوں برس ظالموں کی زہرہ گداز جفائیں جھیلنے کے بعد خدا کے آگے شکوہ کیا "اَنِّيْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ" کہ میں مغلوب و ضعیف ہوں، آپ ان سے بدلہ لیجئے۔ ارشاد ہوا کہ جن گنے چنے افراد کی قسمت میں ایمان لانا تھا لا چکے۔ آئندہ ان میں کوئی ایمان لانے والا نہیں۔ لہٰذا اب آپ ان کی عداوت و تکذیب اور ایذا رسانی سے زیادہ غمگین نہ رہیں۔ عنقریب خدا کی شمشیر انتقام بے نیام ہونے والی ہے جو سب شرارتوں اور شریروں کا خاتمہ کر ڈالے گی۔

بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِىْ فِى الَّذِيْنَ

روبرو ہمارے — اور ہمارے حکم سے — اور نہ بات کر مجھ سے — ظالموں کے

ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ ۗ وَكُلَّمَا

کیا ہے — بے شک وہ غرق ہوں گے ◆ — اور وہ کشتی بناتا تھا ◆ — اور جب

مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ ۗ قَالَ

گزرتے اس پر — سردار اس کی قوم کے — ہنسی کرتے اس سے ◆ — کہا

اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا

اگر تم ہنستے ہو ہم سے — تو ہم ہنستے ہیں تم سے — جیسے

تَسْخَرُوْنَ ﴿۳۸﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ

تم ہنستے ہو ◆ — اب جلد جان لو گے — کہ کس پر آتا ہے عذاب

يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿۳۹﴾ حَتّٰٓى اِذَا

کہ رسوا کرے اس کو — اور اترتا ہے اس پر عذاب دائمی ◆ — یہاں تک کہ جب

جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ

پہنچا حکم ہمارا — اور جوش مارا تنور نے ◆ — کہا ہم نے — چڑھا لے — کشتی میں

كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ

ہر قسم سے جوڑا دو عدد ◆ — اور اپنے گھر کے لوگ — مگر جس پر پہلے ہو چکا ہے

الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ۗ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿۴۰﴾

حکم ◆ — اور سب ایمان والوں کو — اور ایمان نہ لائے تھے اس کے ساتھ — مگر تھوڑے ◆

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا

اور بولا | سوار ہو جاؤ اس میں | اللہ کے نام سے ہے | اس کا چلنا | اور ٹھہرنا

اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٤١﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ

تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان ◆ | اور وہ لئے چلی جاتی تھی ان کو | لہروں میں

كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ

جیسے پہاڑ | اور پکارا نوح نے | اپنے بیٹے کو | اور وہ ہو رہا تھا کنارے

يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٢﴾

اے بیٹے | سوار ہو جا ہمارے ساتھ | اور مت رہ | ساتھ کافروں کے ◆

قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاۗءِ ۭ قَالَ

بولا | جا لگوں گا | کسی پہاڑ کو | جو بچا لے گا مجھ کو پانی سے ◆ | کہا

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ

کوئی بچانے والا نہیں آج | اللہ کے حکم سے | مگر جس پر وہی رحم کرے | اور حائل ہو گئی

بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿٤٣﴾ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ

دونوں میں موج | پھر ہو گیا ڈوبنے والوں میں ◆ | اور حکم آیا | اے زمین

ابْلَعِيْ مَاۗءَكِ وَيٰسَمَاۗءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَاۗءُ وَقُضِيَ

نگل جا | اپنا پانی | اور اے آسمان | تھم جا | اور سکھا دیا گیا پانی | اور ہو چکا

الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ

کام | اور کشتی ٹھہری | جودی پہاڑ پر | اور حکم ہوا | کہ دور ہو قوم

سوار ہونے کی دعا نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ بنام خدا کشتی پر سوار ہو جاؤ، کچھ فکر مت کرو اس کا چلنا اور ٹھہرنا سب خدا کے اذن و حکم اور اس کے نام کی برکت سے ہے۔ غرقابی کا کوئی اندیشہ نہیں۔ میرا پروردگار مومنین کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والا اور ان پر بے حد مہربان ہے۔ وہ اپنے فضل سے ہم کو صحیح سلامت اتارے گا۔ اس آیت سے نکلتا ہے کہ کشتی وغیرہ پر سوار ہوتے وقت "بسم اللہ" کہنا چاہئے۔

حضرت نوح کا اپنے بیٹے کو سمجھانا یعنی کشتی پہاڑ جیسی موجوں کو چیرتی پھاڑتی بے خوف و خطر چلی جا رہی تھی۔ سوار ہونے کے بعد نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے "یام" (کنعان) کو جو اپنے باپ بھائی وغیرہ سارے کنبہ سے کنارے ہو کر کافروں کی صحبت میں تھا آواز دی کہ ان بدبخت کافروں کی صحبت چھوڑ کر ہمارے ساتھ سوار ہو جا تا اس مصیبت عظمیٰ سے نجات پا سکے۔ (تنبیہ) یا تو نوح علیہ السلام اسے مومن خیال کرتے تھے اس لئے آواز دی خواہ واقع میں مومن نہ ہو یا کافر جانتے ہوں مگر یہ توقع ہوگی کہ ان ہولناک نشانات کو دیکھ کر مسلمان ہو جائے گا۔ یا "وَاَهْلَكَ" کے عموم میں داخل سمجھ کر شفقت پدری کے جوش سے ایسا کیا ہو اور "اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ" کو مجمل ہونے کی وجہ سے اس پر منطبق نہ سمجھتے ہوں۔ واللہ اعلم۔

وہ اپنے جہل و سفاہت سے ابھی یہ خیال کر رہا تھا کہ جس طرح معمولی سیلابوں میں بعض اوقات کسی بلندی پر چڑھ کر آدمی جان بچا لیتا ہے، میں بھی کسی اونچے پہاڑ پر چڑھ کر جان بچا لوں گا۔

یعنی کس خبط میں پڑا ہے۔ یہ معمولی سیلاب نہیں۔ عذاب الٰہی کا طوفان ہے۔ پہاڑ کی کیا حقیقت کوئی چیز آج عذاب سے نہیں بچا سکتی ہاں خدا ہی کسی پر رحم کرے تو بچ سکتا ہے مگر اس ہنگامہ دار و گیر اور مقام انتقام میں کن مجرموں پر رحم کیا؟ باپ بیٹے کی یہ گفتگو پوری نہ ہوئی تھی کہ پانی کی ایک موج نے درمیان میں حائل ہو کر ہمیشہ کے لئے دونوں کو جدا کر دیا۔

الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۵ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ

ظالم ◆ اور پکارا نوح نے اپنے رب کو کہا اے رب میرا بیٹا ہے

مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ

میرے گھر والوں میں اور بیشک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا

الْحٰكِمِيْنَ ۝۴۵ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ

حاکم ہے فرمایا اے نوح وہ نہیں تیرے گھر والوں میں اس کے

عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۭ

کام ہیں ناکارہ سو مت پوچھ (طلب کر) مجھ سے جو تجھ کو معلوم نہیں

اِنِّىْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ۝۴۶ قَالَ رَبِّ

میں نصیحت کرتا ہوں تجھ کو کہ نہ ہو جائے تو جاہلوں میں ◆ بولا اے رب

اِنِّىْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔـلَكَ مَا لَيْسَ لِيْ بِهٖ عِلْمٌ ۭ

میں پناہ لیتا ہوں تیری اس سے کہ پوچھوں (مانگوں) تجھ سے جو معلوم نہ ہو مجھ کو ◆

وَاِلَّا تَغْفِرْ لِيْ وَتَرْحَمْنِيْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝۴۷

اور اگر تو نہ بخشے مجھ کو اور رحم نہ کرے تو میں ہوں نقصان والوں میں ◆

◆ **طوفان اور اس کا خاتمہ** ایک مدت تک اس قدر پانی برسا گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور زمین کے پردے پھٹ پڑے۔ بڑے بڑے درخت اور پہاڑ پانی تک پانی میں چھپ گئے۔ اصحاب سفینہ کے سوا تمام لوگ جن کے حق میں نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی "رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا" (نوح رکوع ۲) غرق ہو گئے۔ اس وقت خداوند قدوس نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی نگل جا اور بادل کو فرمایا کہ تھم جا۔ پھر کیا مجال تھی کہ دونوں اس کے امتثال حکم میں ایک لمحہ کی تاخیر کرتے۔ چنانچہ پانی خشک ہونا شروع ہو گیا۔ کشتی "جودی" پہاڑ پر جا لگی جو بعض کے نزدیک موصل میں تھا۔ اور جو کام خدا نے چاہا تھا یعنی مجرمین کو سزا دینا وہ پورا ہو چکا۔ ظالموں کے حق میں کہہ دیا گیا کہ خدا کی رحمت سے دور ہو کر ہمیشہ کے لئے نحوست و ہلاکت کے غار میں پڑے رہو۔ **تنبیہ** اس میں اختلاف ہے کہ "طوفان نوح" تمام دنیا میں آیا یا خاص ملکوں میں۔ اس کے فیصلہ کا یہاں موقع نہیں۔ مگر یاد

رہے کہ "دائرۃ المعارف" میں بعض محققین یورپ کے ایسے اقوال و دلائل نقل کیے ہیں جو عموم طوفان کی تائید کرتے ہیں۔ جو لوگ عام طوفان کے قائل ہیں، ان میں سے اکثر کے نزدیک موجودہ دنیا کے کل انسان نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں "سام"، "حام"، "یافث" کی اولاد ہیں۔ "وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهُ هُمُ الْبَاقِينَ" طوفان سے جو بچے اور حیوانات ہلاک ہوئے ان کا ہلاک بطور تعذیب نہ تھا بلکہ جیسے خدا دوسرے اسباب طبعیہ کے ذریعہ سے ان پر موت وارد کرتا ہے جو عذاب نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں ان کی موت اس ذریعہ سے واقع ہوئی۔ آخر اب بھی جو سیلاب اور طوفان آتے ہیں ان میں کتنے جانور اور بچے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

◆ **اپنے بیٹے کے بارے میں حضرت نوح کی دعا کے اسباب** نوح علیہ السلام نے یہ کس وقت عرض کیا؟ کنعان کے غرق ہونے سے پہلے یا غرق ہونے کے بعد دونوں احتمال ہیں۔ نیز کنعان واقع میں منافق تھا اور نوح علیہ السلام اسے غلطی سے مؤمن سمجھ رہے تھے یا کافر سمجھتے ہوئے بارگاہ رب العزت میں یہ گذارش کی۔ دونوں باتوں کا امکان ہے۔ اگر مؤمن سمجھ کر غرقابی سے پہلے عرض کیا تھا تو مقصود وہی اضطرابی کیفیت کا اظہار اور دعا سے کہہ کر اس کے بچاؤ کا انتظام کرنا تھا۔ اور اگر غرقابی کے بعد یہ گفتگو ہوئی تو محض معاملہ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کی غرض سے اپنا خلجان یا اشکال پیش کیا یعنی خداوندا! تو نے میرے گھر والوں کو بچانے کا وعدہ کیا تھا۔ اور کنعان مؤمن ہونے کی وجہ سے "إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ" کے استثناء میں بظاہر داخل نہیں۔ پھر اس کی غرقابی کا راز کیا ہے؟ بلاشبہ آپ کا وعدہ سچا ہے۔ کسی کو یہ خیال نہیں گذر سکتا کہ معاذ اللہ وعدہ خلافی کی ہو۔ آپ احکم الحاکمین اور شہنشاہ مطلق ہیں۔ سمجھ میں آنے یا نہ آنے کی کسی کا کوئی حق نہیں کہ آپ کے فیصلہ کے سامنے دم مار سکے یا آپ کو وعدہ خلافی پر مجبور کر دے۔ نہ کسی کا یہ منصب ہے کہ آپ کے علم و حکمت کے متعلق کسی قسم کی نکتہ چینی کر سکے۔ صرف اپنی تسلی و اطمینان کے لئے بطریق استعلام و استفسار اس واقعہ کا راز معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ جواب ملا یہ ان گھر والوں میں سے نہیں جن کے بچانے کا وعدہ تھا بلکہ "إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ" میں شامل ہے۔ کیونکہ اس کے عمل خراب ہیں۔ تم کو اس کے کفر و شرک کی خبر نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ پیغمبرانہ فراست کی روشنی میں صریح آثار کفر کے باوجود ایک کافر کا حال مشتبہ ہے۔ جس شخص کا واقعی حال تمہیں معلوم نہیں اس کے بارہ میں ہم سے ایسی نامناسب درخواست یا اس طرح کی کیفیت ست طلب کرو۔ مقربین کو لائق نہیں کہ وہ بے سوچے سمجھے ادب ناشناس جاہلوں کی سی باتیں کرنے لگیں۔ آیت کی یہ تقریر اس صورت میں ہے کہ نوح علیہ السلام کنعان کو مؤمن سمجھے ہوں اور اگر کافر سمجھتے تھے تو شاید اس درخواست یا سوال کا منشا یہ ہو کہ "انجاء" کے ذکر میں "اہل" کو چونکہ عام مؤمنین سے الگ کر کے بیان فرمایا تھا، اس سے نوح علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ میرے اہل کو اس دنیوی عذاب سے محفوظ رکھنے کے لئے ایمان شرط نہیں اور "إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ" مجمل تھا۔ اس لئے اس کے مصداق کی تعیین نہیں کر سکے۔ بناء علیہ شفقت پدری کے جوش میں عرض کیا کہ الٰہ العالمین! میرا بیٹا بھی میرے اہل میں داخل ہے جنکے بچانے کا آپ وعدہ فرما چکے ہیں۔ پھر یہ کیوں غرق کیا جا رہا ہے یا غرق کر دیا گیا۔ جواب ملا کہ تمہارا یہ پہلا مقدمہ "إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي" غلط ہے۔ جس اہل کے بچانے کا وعدہ تھا اس میں یہ داخل نہیں۔ کیونکہ اس کے کرتوت بہت خراب ہیں بلکہ "إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ" کے مصداق کا تم کو پورا علم نہیں کہ وہ کون لوگ ہیں۔ پھر جس چیز کا علم تم نہیں رکھتے اس کی نسبت ایسے عجلت کے رنگ میں سوال یا درخواست کرنا تمہارے لئے زیبا نہیں۔

◆ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "آدمی وہی پوچھتا ہے جو معلوم نہ ہو۔ لیکن مرضی معلوم ہونی چاہئے۔ یہ کام جاہل کا ہے کہ جو کسی کی مرضی پوچھے گا تو دیکھے پھر پوچھے "مرضی کیوں نہ تھی؟"" اسے ہم فائدہ گذشتہ میں بیان کر چکے ہیں۔

◆ **حضرت نوح کی توبہ** حضرت نوح کانپ اٹھے اور توبہ کی۔ لیکن یہ نہ کہا کہ پھر ایسا نہ کروں گا کہ اس میں دعویٰ نکلتا ہے۔ بندہ کو کیا مقدور ہے۔ چاہئے اسی کی پناہ مانگے کہ مجھ سے پھر نہ ہو اور دل میں عزم نہ کرنے کا رکھے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور یونس علیہ السلام وغیرہ کی توبہ کے جو الفاظ قرآن میں نقل ہوئے ہیں ان میں یہی ادب ملحوظ رہا ہے۔

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَ

حکم ہوا | اے نوح | اتر سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے | اور برکتوں کے ساتھ تجھ پر | اور

عَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۭ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ

ان فرقوں پر | جو تیرے ساتھ ہیں | اور دوسرے فرقے ہیں | کہ ہم فائدہ دیں گے ان کو | پھر

يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ

پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے | عذاب دردناک ◆ | یہ باتیں منجملہ غیب کی

الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ

خبروں کے ہیں | کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف | نہ تھا جانتا ان کو تو

وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۚ فَاصْبِرْ ۚ اِنَّ الْعَاقِبَةَ

اور نہ تیری قوم | اس سے پہلے ◆ | سو تو صبر کر | البتہ انجام بھلا ہے

لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ

ڈرنے والوں کا ◆ | اور عاد کی طرف ہم نے بھیجا ان کے بھائی ہود کو | بولا | اے قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا

بندگی کرو اللہ کی | کوئی تمہارا حاکم نہیں سوائے اس کے | تم سب

مُفْتَرُوْنَ ۝ يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ

جھوٹ کہتے ہو ◆ | اے قوم | میں تم سے نہیں مانگتا اس پر مزدوری | میری مزدوری

اِلَّا عَلَي الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ وَيٰقَوْمِ

اسی پر ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا ◆ | پھر کیا تم نہیں سمجھتے ◆ | اور اے قوم

سلامتی اور برکت کا وعدہ یعنی کشتی سے "جودی" پر۔ پھر "جودی" سے زمین پر اترے۔ برکتیں اور سلامتی آئندہ تم پر اور ان اقوام پر ہے گی جو تمہارے ساتھیوں سے پیدا ہونے والی ہیں۔ فی الحال جو زمین طوفان سے بالکل اجڑ گئی ہے خدا اسے دوبارہ آباد کر دے گا۔ اور اس کی رونق و برکت پھر عود کر آئے گی۔ "سلامت" کے لفظ سے گویا حق تعالیٰ نے تسلی فرما دی کہ پھر ساری نوع انسانی پر قیامت سے پہلے کوئی عام ہلاکت نہ آئے گی مگر بعض فرقے ہلاک ہوں گے۔

یعنی یہ دلائل نبوت میں سے ہے کہ ایک امی کی زبان سے امم سابقہ کے ایسے مستند و مفصل واقعات سنوائے جائیں۔

جیسے نوحؑ اور ان کے رفقاء کا انجام بھلا ہوا آپ کے ساتھیوں کا مستقبل بھی نہایت تابناک اور کامیاب ہے۔ آپ کفار کی ایذاؤں پر صبر کریں گھبرا کر تنگدل نہ ہوں۔ جیسے نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس صبر کیا۔

کہ پتھر کے "بت" بھی با اختیار حاکم بلکہ معبود ہیں۔ "سورۂ اعراف" میں قوم "ہود" کا قصہ گذر چکا۔

قوم عاد کو حضرت ہودؑ کی تبلیغ یعنی تمہارے مال کی مجھے ضرورت نہیں۔ میرا پیدا کرنے والا ہی تمام دنیوی ضروریات اور اخروی اجر و ثواب کا کفیل ہے۔ یہ بات ہر ایک پیغمبر نے اپنی قوم سے کہی تا کہ نصیحت بے لوث اور موثر ہو۔ لوگ ان کی محنت کو تنخواہ کی طمع پر محمول نہ کریں۔

یعنی اس قدر غبی ہو اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ایک شخص بے طمع بے غرض بالکل ہمدردی اور خیر خواہی سے تمہارے فلاح دارین کی بات کہتا ہے تم اسے دشمن اور بدخواہ سمجھ کر دست و گریباں ہوتے ہو۔

اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ

مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَىٰ قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا

مُجْرِمِينَ ﴿۵۲﴾ قَالُوا يَا هُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ

بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿۵۳﴾

إِنْ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ ۗ

قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ وَاشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِمَّا

تُشْرِكُونَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُونِهِ ۖ فَكِيدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا

تُنْظِرُونِ ﴿۵۵﴾ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ ۚ

مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ بِنَاصِيَتِهَا ۚ إِنَّ رَبِّي

◆ اس سورت کے شروع میں اسی مضمون کی تفسیر گذر چکی۔

◆ یعنی موقع بہ موقع خوب بارشیں دے گا۔ وہ قوم چونکہ کھیتی، باغ لگانے سے بڑی دلچسپی رکھتی تھی اس لیے ایمان لانے کے ظاہری فوائد و برکات وہ بیان کیے جو ان کے حق میں خصوصی طور پر موجب ترغیب ہوں۔ لکھتے ہیں کہ وہ لوگ تین سال سے خشک سالی اور امساک باراں کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ہود علیہ السلام نے وعدہ کیا کہ ایمان لا کر خدا کی طرف رجوع ہو گے تو یہ مصیبت دور ہو جائے گی۔

◆ یعنی مالی اور بدنی قوت بڑھا دے گا، اموال و اولاد میں برکت دے گا، خوشحالی میں ترقی ہوگی، اور مادی قوت کے ساتھ روحانی و ایمانی قوت کا اضافہ کر دیا جائے گا۔ بشرطیکہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس کی اطاعت سے مجرموں کی طرح روگردانی نہ کرو۔

◆ **قوم عاد کا ایمان لانے سے انکار** | یہ ان کی کھلی ہٹ دھرمی تھی جو کہتے تھے کہ آپ کوئی واضح سند اور دلیل اپنی صداقت کی نہیں لائے۔ خدا جسے پیغمبری کے عہدہ پر فائز کرے ضرور ہے کہ اس کو تقرری کی سند اور پروانہ عطا فرمائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو نبی مبعوث ہوا اس کے ساتھ ایسے واضح نشان بھیجے گئے جس پر آدمی ایمان لا سکتا ہے یا لا چاہیں تو لا سکتے ہیں۔ اس لیے یقین کیا جا سکتا ہے کہ ہود علیہ السلام نے نشان پیش کیے ہوں گے مگر وہ لوگ ہٹ دھرمی اور بے حیائی سے یہی کہتے رہے کہ آپ کوئی کھلا ہوا نشان نہیں لائے (شاید یہ مراد ہو کہ ایسا نشان نہ لائے جو سب کی گردنیں پکڑ کر ایمان لانے پر مجبور کر دے) بہر حال ہم محض تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے۔ نہ کبھی تیری رسالت پر ایمان لا سکتے ہیں۔

◆ **حضرت ہودؑ پر آسیب کا الزام** | یعنی یہ جو تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو اور ہمارے جہان کو بیوقوف بنا کر اپنا دشمن بنا رہے ہو۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ہمارے دیوتاؤں میں سے کسی نے آسیب پہنچا کر تمہیں مجنون اور پاگل کر دیا ہے (العیاذ باللہ) تم جوان کی عبادت سے روکتے اور برا بھلا کہتے تھے انہوں نے اس گستاخی کی سزا دی کہ اب تم بالکل دیوانوں کی سی باتیں کرنے لگے۔

عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ

سیدھی راہ پر ◆ پھر اگر تم منہ پھیر لو گے تو میں نے تمہیں پہنچا دیا

مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖۤ اِلَيْكُمْ ۭ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ

جو میرے ہاتھ بھیجا گیا تھا تمہاری طرف اور تمہارے مقام پر لا بسائے گا میرا رب دوسری قوم کو

وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَـيْـــًٔا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾

اور تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے بیشک میرا رب ہر چیز پر نگہبان ہے ◆

وَلَمَّا جَاۗءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

اور جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے ہود کو اور جو لوگ ایمان لائے تھے ان کے ساتھ

بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾

اپنی رحمت سے اور بچا لیا ان کو سخت عذاب سے ◆

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ

اور یہ عاد تھے جنہوں نے انکار کیا اپنے رب کی آیتوں سے اور نافرمانی کی اس کے رسولوں کی

وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ

اور ہر متکبر سرکش کے حکم پر چلے ◆ اور ان کے پیچھے لگی رہی

الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا

اس دنیا میں لعنت اور قیامت کے دن بھی ◆ سن رکھو کہ عاد نے کفر کیا

رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾ وَاِلٰى ثَمُوْدَ

اپنے رب سے سن لو پھٹکار ہے عاد کو ہود کی قوم کو ◆ اور ثمود کی طرف بھیجا

◆ **حضرت ہودؑ کا جواب** | یعنی وہ بیچاری پتھر کی مورتیں تو مجھے کیا گزند پہنچا سکتی ہیں، تم سب جو بڑے شہ زور، تنومند اور طاقتور نظر آتے ہو اپنے دیوتاؤں کی فوج میں بھرتی ہو کر اور مجھ جیسے یکہ و تنہا پر پوری قوت سے یک دفعہ بے تحاشا حملہ کر کے بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتے۔ میں خدا کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں اور تم سب بھی اس پر گواہ رہو کہ میں تمہارے جھوٹے دیوتاؤں سے قطعاً بیزار ہوں۔ تم سب متفق ہو کر جو برائی مجھے پہنچا سکتے ہو پہنچاؤ ذرا کوتاہی نہ کرو نہ ایک منٹ کی مجھے مہلت دو۔ اور خوب سمجھ لو کہ میرا بھروسہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ہے جو میرا رب ہے اور وہی تمہارا بھی مالک و حاکم ہے۔ گو بدبختی سے تم نہیں سمجھتے۔ نہ صرف میں اور تم بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز جو زمین پر چلتی ہے خالص اس کے قبضہ اور تصرف میں ہے گویا ان کے سر کے بال اس کے ہاتھ میں ہیں۔ جدھر چاہے پکڑ کر کھینچے اور پھیر دے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے قبضہ اختیار سے نکل کر بھاگ جائے۔ نہ ظالم اس کی گرفت سے چھوٹ سکتے ہیں نہ سچے اس کی پناہ میں رہ کر رسوا ہو سکتے ہیں۔ بلاشبہ میرا پروردگار عدل و انصاف کی سیدھی راہ پر ہے۔ اس کے ہاں نہ ظلم ہے نہ بے موقع انعام ہوا۔ اپنے بندوں کو نیکی اور خیر کی جو سیدھی راہ اس نے بتلائی، بیشک اسی پر چلنے سے وہ ملتا ہے اور اس پر چلنے والوں کی حفاظت کرنے کے لئے خود ہر وقت وہاں موجود ہے۔

◆ یعنی ایسی صاف اور کھری کھری باتیں سن کر بھی نہ مانو گے تو اب میرا کچھ نقصان نہیں۔ میں فرض تبلیغ پوری طرح ادا کر چکا۔ تم اپنی فکر کرو، ضرور ہے کہ اس قسم کی ہٹ دھرمی اور تعصب و عناد پر آسمان سے عذاب آئے جو تم کو ہلاک کر ڈالے۔ خدا کی زمین تمہاری جانوں سے ویران نہ ہو گی۔ وہ دوسرے لوگوں کو تمہارے اموال وغیرہ کا وارث بنا دے گا۔ تمہارا قصہ ختم کر دینے سے یا اور کوئی خدا کا یا اسکے پیغمبروں کا کچھ نہیں بگڑتا اس کا ملک خراب ہوتا ہے۔ جب وہ ہر چیز کا محافظ و نگہبان ہے تو ہر قابل حفاظت چیز کی حفاظت کے سامان اپنی قدرت کاملہ سے کر دے گا۔

◆ **قوم ہودؑ پر عذاب** | یعنی سات رات اور آٹھ دن مسلسل آندھی کا طوفان آیا جیسا کہ سورۂ "اعراف" میں ہم ذکر کر چکے ہیں۔ مکان گر گئے، چھتیں اڑ گئیں، درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں کے کہیں جا پڑے۔ ہوا ایسی مسموم تھی کہ آدمیوں کی ناک میں داخل ہو کر پیچھے سے نکل جاتی اور جسم کو پارہ پارہ کر ڈالتی تھی۔ اس ہولناک عذاب سے ہم نے ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو جو آخر میں چار ہزار تک پہنچ گئے تھے بالکل محفوظ رکھا اور ایمان و عمل صالح کی بدولت آخرت کے بھاری عذاب سے بھی ان کو نجات دے دی۔

◆ یعنی ان کے کھنڈرات چشم عبرت سے دیکھو کہ یہ وہ قوم "عاد" تھی جس کے بڑوں نے بہت طمطراق سے اپنے پروردگار کی باتوں کا مقابلہ کیا اور اس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی۔ اور چھوٹوں نے بڑے شیطانوں کی پیروی کی۔ آخر دونوں تباہ و برباد ہوئے۔ **تنبیہ** "رُسُلَہٗ" جمع کا صیغہ اس لئے فرمایا کہ ایک کی تکذیب سب پیغمبروں کی تکذیب ہے۔ کیونکہ توحید وغیرہ اصول دین میں سب متفق اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں۔

◆ یعنی خدا کی لعنت (پھٹکار) ہر وقت ان کے پیچھے لگا دی گئی کہ جہاں جائیں ساتھ جائے اور قیامت تک جہاں ان کا ذکر ہو لعنت کے ساتھ ہو بلکہ قیامت کے بعد بھی ان کا پیچھا نہ چھوڑے گی۔ لعنت کا طوق ہمیشہ ان کے گلے میں پڑا رہے گا۔

◆ **عاد اور قوم ہود پر لعنت** | بعض مفسرین نے کہا کہ قیامت کے دن یوں پکارا جائے گا۔ "اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ" **تنبیہ** "عاد" کے ساتھ "قوم ہود" کا لفظ بڑھایا تو اس لئے بڑھایا کہ دونوں قصوں سننے والے کے دماغ میں ساتھ ساتھ آ جائیں۔ یعنی "ہودؑ" کا کیا حال تھا اور ہادی کی قوم تھی جس کا حشر یہ ہوا اور ممکن ہے اس پر تنبیہ کرنا ہو کہ "عاد" دو ہیں "اولیٰ" اور "اُخریٰ"۔ اس لئے ایک جگہ فرمایا "وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادًا ۨالْاُوْلٰى" (النجم رکوع ۳) یہاں "عاد اولیٰ" مراد ہے جس کی طرف "ہودؑ" مبعوث ہوئے تھے۔ واللہ اعلم۔

أَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ

ان کا بھائی صالح ◆ بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی

مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَ

حاکم نہیں تمہارا اس کے سوا اسی نے بنایا تم کو زمین سے ◆ اور

اسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ

بسایا تم کو اس میں سو گناہ بخشواؤ اس سے اور رجوع کرو اس کی طرف

اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ

تحقیق میرا رب نزدیک ہے قبول کرنے والا ◆ بولے اے صالح تجھ سے تو

فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ

ہم کو امید تھی اس سے پہلے کیا تو ہم کو منع کرتا ہے کہ پرستش کریں

مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ

جن کی پرستش کرتے رہے ہمارے باپ دادے اور ہم کو تو شبہ ہے اس میں جس کی طرف تو بلاتا ہے

اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ

ایسا کہ دل نہیں مانتا ◆ بولا اے قوم بھلا دیکھو تو اگر میں ہوں

عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ

کھلی راہ پر اپنے رب کی طرف سے اور اس نے مجھ کو دی رحمت اپنی طرف سے پھر کون

يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ

بچائے مجھ کو اس سے اگر میں اس کی نافرمانی کروں ◆ تم تو کچھ نہیں بڑھاتے میرے

ان کا قصہ "اعراف" میں گزر چکا۔

حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب | یعنی اول آدم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر زمین سے غذائیں پیدا کیں جن سے نطفہ وغیرہ بنتا ہے جو مادہ ہے آدمی کی پیدائش کا۔

یعنی پیدا کر کے باقی رکھا۔ بقاء کا سامان کیا۔ زمین کے آباد کرنے کی تدبیریں بتلائیں۔ تدابیر الہام فرمائیں، جب وہ ایسا منعم و محسن ہے تو چاہئے آدمی اسی کی طرف ایمان و طاعت کے ساتھ رجوع کرے اور کفر و شرک وغیرہ جو گناہ کر چکا ہے ان کی معافی چاہے۔ وہ ہم سے بالکل نزدیک ہے۔ ہر بات کو سنتا ہے اور جو توبہ و استغفار صدق دل سے کیا جائے اسے قبول کرتا ہے۔

قوم کا اعتراض اور شبہ | یعنی تجھ سے امید تھی کہ آگے چل کر بڑا فاضل اور نیک مرد ہوگا جس کو معزز بزرگوں کا جانشین سمجھ کر قوم سر پر بٹھائے گی۔ تیری پیشانی سے رشد و صلاح کے آثار ہویدا تھے سب کو توقع تھی کہ مستقبل قریب میں بڑا فائدہ تجھ سے پہنچے گا۔ اپنے رائے و تدبیر، صلاح و مشورہ سے اپنے قومی بھائیوں کی رہنمائی اور نہایت قوت قلب کے ساتھ آبائی مذہب کی حمایت و تائید کرے گا۔ یہ درست ہے کہ ابتداء سے تجھ کو بت پرستی سے کچھ شغف نہ تھا اور عام قومی مذہب سے الگ تھلگ رہتا تھا، تاہم تیری سمجھ اور فطری قابلیت پر اعتماد کر کے ہم کو امید تھی کہ آگے چل کر عقل و تجربہ کی پختگی کے بعد یہ روش نہ رہے گی۔ لیکن افسوس یک بیک تو ایسی باتیں کرنے لگا جس نے تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ تو نے ہمارے آباؤ اجداد کے قدیم مذہب کے خلاف علانیہ جہاد شروع کر کے سب توقعات خاک میں ملا دیں۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہم ایک خدا کو لے کر سارے پرانے دیوتاؤں کو چھوڑ بیٹھیں۔ ہمارے نزدیک بزرگوں کی روش کے خلاف ایسا مسلک اختیار کرنا سخت شبہ کی چیز ہے جسے ہمارا دل کسی طرح نہیں مانتا۔ "موضح القرآن" میں ہے۔ "یعنی ہونہار لگتا تھا کہ باپ دادے کی راہ روشن کرے گا تو لگا مٹانے۔"

حضرت صالح کا جواب | یعنی تمہارے شک و شبہ کی وجہ سے میں ایک صاف راستہ کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ خدا نے مجھ کو سمجھ دی اور اپنی رحمت عظیمہ سے منصب پیغمبری عطا کیا۔ اب اگر فرض کیجئے میں اسی کی نافرمانی کرنے لگوں اور جن چیزوں کے پہنچانے کا حکم ہے نہ پہنچاؤں تو مجھ کو اس کی سزا سے کون بچائے گا۔

غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ

سوائے نقصان کے ◆ اور اے قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لیے

اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا

نشانی سو چھوڑ دو اس کو کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور مت ہاتھ لگاؤ اس کو

بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا

بری طرح پھر آ پکڑے گا تم کو عذاب بہت جلد پھر اس کے پاؤں کاٹے

فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ

تب کہا فائدہ اٹھا لو اپنے گھروں میں تین دن یہ

وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا

وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا ◆ پھر جب پہنچا حکم ہمارا بچا دیا ہم نے

صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ

صالح کو اور جو ایمان لائے اس کے ساتھ اپنی رحمت سے اور

خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾

اس دن کی رسوائی سے ◆ بے شک تیرا رب وہی ہے زور آور زبردست ◆

وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

اور پکڑا ان ظالموں کو ہولناک آواز نے پھر صبح کو رہ گئے

دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ

اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے ◆ جیسے کبھی رہے ہی نہ تھے وہاں سن لو

اونٹنی کا نشان | یعنی بجائے اس کے کہ اپنے سچے خیر خواہ اور محسن کی قدر کرتے مجھے فرائض دعوت و تبلیغ سے رک جانے کا مشورہ دے کر تم الٹا مجھے نقصان پہنچانا چاہتے ہو۔ بعض سلف نے اس جملہ کا مطلب یہ لیا ہے کہ تمہاری گفتگو سے مجھ میں کوئی چیز نہیں بڑھتی بجز اس یقین کے کہ تم اپنا سخت نقصان کر رہے ہو۔ مگر سیاق کے مناسب پہلے معنی ہیں۔

قوم کی نافرمانی | حضرت صالح علیہ السلام سے قوم نے معجزہ طلب کیا تھا۔ وہ انہیں دکھلا دیا۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل اور الفاظ کی تشریح سورۂ "اعراف" میں آٹھویں پارہ کے ختم پر گذر چکی ہے۔ وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

یعنی جب حکم عذاب پہنچا تو ہم نے "صالح" اور ان کے ساتھیوں کو بچا دیا۔ اور کاہے سے بچا دیا؟ اس دن کی رسوائی سے "وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ" "نَجَّيْنَا" کی شرح و تفصیل ہے۔

یعنی جسے چاہے ہلاک کر دے اور جسے چاہے بچا دے۔

قوم صالح پر عذاب | یعنی بے نام و نشان ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں ان پر عذاب آیا اس طرح کہ رات کو پڑے سوتے تھے فرشتہ نے چنگھاڑ ماری سب کے جگر پھٹ گئے" بعض آیات میں "رجفۃ" کا لفظ آیا ہے۔ یعنی "زلزلہ" یا "جھٹکا" سے ہلاک ہوئے۔ سورۂ "اعراف" میں ہم اس کے متعلق تطبیق کی صورت لکھ چکے ہیں۔

ثَمُوْدَا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ ع

ثمود منکر ہوئے — اپنے رب سے — سن لو — پھٹکار ہے ثمود کو

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا

اور البتہ آچکے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے — ابراہیم کے پاس — خوشخبری لے کر — بولے

سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾

سلام — وہ بولا — سلام ہے — پھر دیر نہ کی — کہ لے آیا ایک بچھڑا تلا ہوا

فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ

پھر جب دیکھا — ان کے ہاتھ نہیں آتے کھانے پر — تو کھٹکا — اور دل میں

مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى

ان سے ڈرا — بولے — مت ڈر — ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں طرف

قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا

قوم لوط کی — اور اس کی عورت کھڑی تھی — تب وہ ہنس پڑی — پھر ہم نے خوشخبری دی اس کو

بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ

اسحٰق کے پیدا ہونے کی — اور اسحٰق کے پیچھے یعقوب کی — بولی

يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ

اے خرابی — کیا میں بچہ جنوں گی — اور میں بڑھیا ہوں — اور یہ خاوند میرا ہے بوڑھا

اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ

یہ تو ایک عجیب بات ہے — وہ بولے — کیا تو تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے

◆ یعنی جو اپنے پروردگار کی آیات و احکام سے منکر ہوا اس کی یہ گت بنتی ہے اور ایسی پھٹکار پڑتی ہے۔ سن کر عبرت حاصل کرو۔

◆ **حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مہمان فرشتے** | اس سورت کے قصص کی ترتیب "اعراف" کی ترتیب کے موافق ہے۔ صرف قوم لوط کے قصہ سے پہلے یہاں ابراہیم علیہ السلام کا تھوڑا سا قصہ بیان فرمایا ہے۔ گو تفسیر ابن کثیر کی عبارت ظاہر کرتی ہے کہ مقصود اصلی لوط علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا ہے چونکہ اس میں اور ابراہیم کے قصہ میں کسی طرح کی مناسبت اور تعلق پایا جاتا تھا اس لئے بطور تمہید تھوڑا سا ابراہیم کا قصہ ذکر ہوا۔ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم کے خاندان سے ہیں جو آپ کے ساتھ عراق سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ ایک ہی جماعت فرشتوں کی دونوں کے پاس بھیجی گئی۔ حضرت ابراہیم نے قوم لوط کی ہلاکت کے مسئلہ میں فرشتوں سے بحث کی جیسا کہ آگے آتی ہے۔ یہ فرشتے نہایت حسین و جمیل نوجوانوں کی شکل میں لوط علیہ السلام کی طرف جاتے ہوئے حضرت ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے کہ حق تعالیٰ نے تمہارا خلیل بنایا ہے اور اس بڑھاپے میں حضرت "سارہ" کے بطن سے بیٹا عطا کرنے والا ہے۔ نیز یہ کہ قوم لوط کے بدمعاشوں اور ظالموں کے وجود سے عنقریب دنیا پاک کر دی جائے گی جس میں حضرت ابراہیم و حضرت لوط کے متعلقین کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے گا۔ فرشتوں نے ابراہیم کو سلام کیا۔ آپ نے جواب دیا مگر بعض مہلت میں پہچان نہ سکے۔ جیسے ابتداء حضرت لوط نے بھی ان کو نہیں پہچانا (بلکہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ جبرئیل آدمی کی شکل میں حضور ﷺ سے سوال و جواب کرتے رہے۔ جب اٹھ کر چلے گئے تب آپ کو بتلایا گیا کہ یہ جبرئیل تھے) تو یہ متنبہ کر دیا کہ نبی کو ہر فرشتہ وغیرہ کا علم ضروری نہیں، خدا کے دینے سے ہوتا ہے۔ وہ کسی وقت مخفی رکھنا چاہے تو کسی کی قدرت نہیں کہ معلوم کر سکے۔ بہرحال ابراہیم علیہ السلام انہیں آدمی سمجھ کر مہمان نوازی کے لئے اٹھے اور نہایت فربہ بچھڑا بھون کر سامنے حاضر کیا۔

◆ **فرشتوں کا کھانے سے انکار** | کہ آخر یہ کون ہیں، کس غرض سے آئے ہیں؟ ہم کھانا پیش کرتے ہیں، یہ اس سے ہاتھ نہیں لگاتے۔ اس وقت کے دستور کے موافق جو مہمان کھانے سے انکار کرتا، سمجھا جاتا تھا کہ یہ کسی اچھے خیال سے نہیں آیا۔ ابراہیم علیہ السلام گھبرائے کہ اگر آدمی ہیں تو کھانے سے انکار کرنا ضرور کچھ معنی رکھتا ہے اور فرشتے ہیں تو نہ معلوم کس مطلب کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی، یا میری قوم کے حق میں کوئی ناخوشگوار چیز لے کر آئے۔ اسی حیص بیص میں زبان سے اظہار بھی کر دیا۔ "اِنَّا مِنۡکُمۡ وَجِلُوۡنَ" (حجر، رکوع ۴) یعنی ہم کو تم سے اندیشہ ہے۔ عموماً مفسرین نے ابراہیم کے خوف کی یہی توجیہات کی ہیں۔ مگر حضرت شاہ صاحب نے میرے نزدیک نہایت لطیف توجیہ کی۔ "فرشتوں کے ساتھ جو عذاب الٰہی تھا اور شان غضب و انتقام کے مظہر بن کر قوم لوط کی طرف جا رہے تھے اس کا طبعی اثر یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ایک طرح کے خوف و خشیت کی کیفیت طاری ہوئی جس کا اظہار انہوں نے "اِنَّا مِنۡکُمۡ وَجِلُوۡنَ" کہہ کر کیا۔ یعنی ہم کو تم سے ڈر لگتا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی ڈرنے کی کوئی بات نہیں، ہم فرشتے ہیں جو "قوم لوط" کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ آپ ہر طرح بے فکر رہئے۔

◆ **حضرت سارہ اور حضرت ابراہیم کو بشارت** | یعنی حضرت سارہ جو مہمانوں کی خدمت گذاری یا کسی کام کے لئے وہاں کھڑی تھیں، اس ڈر کے رفع ہونے سے خوش ہو کر ہنس پڑیں۔ حق تعالیٰ نے خوشی پر اور خوشی سنائی کہ تم کو اس عمر میں بیٹا ملے گا۔ (اسحاق علیہ السلام) اور اس کی نسل سے ایک پوتا یعقوب عطا ہوگا۔ جس سے ایک بڑی امت (یعنی بنی اسرائیل) اٹھنے والی ہے۔ یہ بشارت حضرت سارہ کو شاید اس لئے سنائی گئی کہ حضرت ابراہیم کے ایک بیٹا (اسمٰعیل علیہ السلام) حضرت ہاجرہ کے بطن سے پہلے ہی موجود تھا۔ سارہ کو تمنا تھی کہ مجھے بھی بیٹا ملے۔ مگر بڈھی ہو کر مایوس ہو چکی تھی۔ اس وقت یہ بشارت ملی۔ بعض علماء نے حضرت سارہ کے ہنسنے کی اور بھی توجیہات کی ہیں مگر ظاہر وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ علماء نے "وَمِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ یَعۡقُوۡبَ" سے استدلال کیا ہے کہ حضرت اسحٰق "ذبیح" نہ تھے اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ (راجع ابن کثیر)

◆ یہاں "یٰوَیۡلَتٰۤی" کا لفظ ایسا ہے جیسے ہمارے محاورات میں عورتیں کہہ دیتی ہیں کہ "نگوڑی" کیا اس بڑھاپے میں اولاد جنوں گی۔ حضرت سارہ کی عمر کہتے ہیں اس وقت ننانوے سال کی تھی اور حضرت ابراہیم سو سال یا اس سے بھی متجاوز تھے۔

◆ **حضرت سارہ کا تعجب اور اس کا جواب** | یعنی ایسا ہونا تو بالکل انوکھی اور عجیب و غریب بات ہوگی۔

اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ

اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ اِبْرٰهِيْمَ

الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ

لُوْطٍ ؕ ﴿۷۴﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ﴿۷۵﴾

يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ

رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ﴿۷۶﴾

وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ

بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيْبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهٗ

قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ؕ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ

یعنی جس گھرانے پر خدا کی اس قدر رحمتیں اور برکتیں نازل ہو رہی ہیں اور جنہیں ہمیشہ معجزات و خوارق دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا کیا ان کے لئے یہ کوئی تعجب کا مقام ہے؟ ان کا تعجب کرنا خود قابل تعجب ہے۔ انہیں لائق ہے کہ بشارت سن کر تعجب کی جگہ خدا کی تحمید و تمجید کریں کہ سب بڑائیاں اور خوبیاں اسی کی ذات میں جمع ہیں۔ **تنبیہ** بعض محققین نے لکھا ہے کہ نمازوں میں جو درود شریف پڑھتے ہیں اس کے الفاظ میں اس آیت سے اقتباس کیا گیا ہے۔

فرشتوں سے حضرت ابراہیم کا مکالمہ یعنی ادھر سے مطمئن ہوئے تو فوراً قوم لوط کے معاملہ میں فرشتوں سے بحث شروع کر دی۔ جس کا خلاصہ سورۃ "عنکبوت" میں بیان فرمایا کہ فرشتوں نے ابراہیم کو مطلع کیا کہ ہم ان بستیوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ ابراہیم بولے کہ ان میں تو خود لوط علیہ السلام موجود ہیں (پھر) ایسے پیغمبر کے ان میں موجود ہوتے ہوئے کیسے ہلاک کئے جا سکتے ہیں؟ فرشتوں نے کہا ہم سب کو جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں۔ لوط اور ان کے متعلقین کو وہاں سے علیحدہ کر کے عذاب نازل کیا جائے گا۔ تفاسیر میں اس بحث کی جو تفصیل بیان ہوئی ہے اللہ جانے کہاں تک صحیح ہیں۔ بہرحال اسی بحث کو مجادلۃ "یجادلنا" سے تعبیر فرمایا۔ جس سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی فطری شفقت، نرم خوئی اور رحمدلی سے اس قوم پر ترس کھا کر حق تعالیٰ کی جناب میں کچھ سفارش کرنا چاہتے تھے اسی کا جواب دیا کہ اس خیال کو چھوڑیئے ان ظالموں کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اب خدا کا حکم واپس نہیں ہو سکتا۔ عذاب آ کر رہے گا جو کسی سفارش یا دعا وغیرہ سے ٹل نہیں سکتا۔

فرشتوں کا حضرت لوط کے پاس آنا فرشتے نہایت حسین و جمیل بے ریش و بروت نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ ابتداءً حضرت لوط نے نہ پہچانا کہ فرشتے ہیں۔ معمولی مہمان سمجھے۔ ادھر اس قوم کی بے حیائی اور خوئے بد معلوم تھی۔ سخت فکرمند اور تنگ دل ہوئے کہ یہ بدمعاش ان مہمانوں کا پیچھا کریں گے۔ مہمانوں کو چھوڑنا بھی مشکل اور ان خبیثوں کے ہاتھوں سے چھڑانا بھی دشوار، گویا ساری قوم سے لڑائی مول لینا ہے۔

السَّيِّاٰتِ ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىۡ هُنَّ اَطۡهَرُ

برے کام ◆ بولا اے قوم یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں زیادہ پاک ہیں

لَـكُمۡ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخۡزُوۡنِ فِىۡ ضَيۡفِىۡ ؕ اَلَيۡسَ

تمہارے لئے سو ڈرو اللہ سے اور رسوا مت کرو مجھ کو میرے مہمانوں میں کیا تم میں

مِنۡكُمۡ رَجُلٌ رَّشِيۡدٌ ۞ قَالُوۡا لَقَدۡ عَلِمۡتَ مَا لَنَا

ایک مرد بھی نہیں نیک چلن ◆ بولے تو تو جانتا ہے ہم کو

فِىۡ بَنٰتِكَ مِنۡ حَقٍّ‌ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعۡلَمُ مَا نُرِيۡدُ ۞

تیری بیٹیوں سے کچھ غرض نہیں اور تجھ کو تو معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں ◆

قَالَ لَوۡ اَنَّ لِىۡ بِكُمۡ قُوَّةً اَوۡ اٰوِىۡۤ اِلٰى رُكۡنٍ

کہنے لگا کاش کہ مجھ کو تمہارے مقابلہ میں زور ہوتا یا جا بیٹھتا کسی مستحکم

شَدِيۡدٍ ۞ قَالُوۡا يٰلُوۡطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنۡ

پناہ میں ◆ مہمان بولے اے لوط ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے ہرگز نہ

يَّصِلُوۡۤا اِلَيۡكَ فَاَسۡرِ بِاَهۡلِكَ بِقِطۡعٍ مِّنَ الَّيۡلِ

پہنچ سکیں گے تجھ تک ◆ سو لے نکل اپنے گھر والوں کو کچھ رات سے

وَلَا يَلۡتَفِتۡ مِنۡكُمۡ اَحَدٌ اِلَّا امۡرَاَتَكَ‌ ؕ اِنَّهٗ مُصِيۡبُهَا

اور مڑ کر نہ دیکھے تم میں کوئی مگر عورت تیری کہ اس کو پہنچنے والا ہے

مَاۤ اَصَابَهُمۡ‌ ؕ اِنَّ مَوۡعِدَهُمُ الصُّبۡحُ‌ ؕ اَلَيۡسَ الصُّبۡحُ

جو ان کو پہنچے گا ◆ ان کے وعدہ کا وقت ہے صبح کیا صبح نہیں ہے

◆ **قوم لوط کی بے حیائی** یعنی اس قوم کو نامعقول حرکتوں اور خلاف فطرت فواحش کی جو عادت پڑی ہوئی تھی کہاں چھٹنی تھی۔ وہ ایسے خوبصورت لڑکوں کی خبر پاتے ہی نہایت بے حیائی کے ساتھ لوط علیہ السلام کے مکان پر آ دھمکے اور پوری قوت و شدت سے مطالبہ کیا کہ مہمان ان کے حوالے کر دیے جائیں کیونکہ ہم پہلے ہی منع کر چکے ہیں کہ تم کسی مرد کو اپنا مہمان نہ بنایا کرو۔ یہاں آنے والے مہمانوں کو ہم پر چھوڑ دو ہم جو چاہیں کریں۔

◆ **قوم کو حضرت لوط کی فہمائش** حضرت لوط نے مہمانوں کی آبرو بچانے کے لئے ہر قسم کی کوشش کی۔ آخری بات اس شہوت پرست قوم سے یہ کہی کہ خدا سے ڈرو یہ میری بیٹیاں تمہارے لئے حاضر ہیں۔ نکاح کر کے جائز طریقہ سے تمتع کر سکتے ہو جو نہایت پاکیزہ اور شائستہ طریقہ ہے۔ خدا سے ڈرنا چاہیے کہ پاک اور مشروع طریقہ کو چھوڑ کر ایسے خلاف فطرت گندے کاموں میں مبتلا ہوتے ہو کم از کم میری ہی رعایت کرو کہ میں ان معزز مہمانوں کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ ہوں۔ مہمان کی بے عزتی میزبان کی بے عزتی ہے۔ کیا تم میں ایک شخص بھی نہیں جو سیدھی سچی باتوں کو سمجھ کر نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کرے۔ تنبیہ "هٰؤُلَاۤءِ بَنَاتِیْ" سے مراد عام طور پر اس قوم کی لڑکیاں ہیں جن کو مجموعاً "بیٹیاں" کہا گیا۔ کیونکہ پیغمبر امت کے حق میں روحانی باپ ہوتا ہے اور ویسے بھی محاورات میں قوم کے بڑے بوڑھے سب کی لڑکیوں کو اپنی "بیٹیاں" کہہ کر پکار سکتے ہیں۔ اور اگر خاص لوط علیہ السلام کی بیٹیاں مراد ہوں تو شاید ان میں سے بعض ممتاز لوگوں کے نکاح کے لئے پیشکش کی ہوگی۔ اس وقت کافر کا نکاح مسلمان عورت سے جائز تھا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ لوط علیہ السلام کا مقصد اس قول سے نکاح وغیرہ کچھ نہ تھا۔ محض ان کی زیادتیوں سے عاجز ہو کر مہمانوں کی آبرو بچانے کی دھن میں اخلاقی تواضع سے یہ لفظ کہے۔ تاکہ ان میں غیرت و حیا کا کچھ شائبہ اور آدمیت کا کوئی ذرہ بھی موجود ہو تو یہ لفظ سن کر جھینپ جائیں۔ اور نرمی اختیار کر لیں مگر وہ ایسے حیاء دار کب ہو سکتے تھے؟ کان پر جوں بھی نہ رینگی۔ پہلے سے زیادہ بے باک ہو کر بے غیرتی کا مظاہرہ کرنے لگے۔

◆ پھر اتنی بحث و تکرار کیوں کر رہا ہے ہم اپنا ناپاک ارادہ پورا کئے بدون نہ ٹلیں گے۔

◆ **حضرت لوط کی گھبراہٹ** لوط علیہ السلام کی زبان سے انتہائی گھبراہٹ اور پریشانی میں بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ کاش مجھ میں بذات خود تم سب سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتی یا کوئی طاقتور اور مضبوط پناہ دینے والا ہوتا۔ یعنی میرا کنبہ اور جتھا یہاں ہوتا۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یَرْحَمُ اللّٰهُ لُوْطًا لَقَدْ كَانَ یَاْوِیْ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ" خدا لوط پر رحم فرمائے، بیشک وہ مضبوط مستحکم پناہ حاصل کر رہے تھے۔ یعنی خداوند قدوس کی مگر اس وقت سخت گھبراہٹ اور بے حد ضیق کی وجہ سے ادھر خیال نہ گیا۔ بے ساختہ ظاہری اسباب پر نظر گئی۔ لوط کے بعد جو انبیاء مبعوث ہوئے سب بڑے جتھے اور قبیلے والے تھے۔

◆ **حضرت لوط کو فرشتوں کی تسلی** جب لوط علیہ السلام کے اضطراب و قلق کی حد ہو گئی تب مہمانوں نے کہا کہ حضرت آپ کسی فکر میں نہ پڑیں مطلق پریشان نہ ہوں۔ ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو ان کو تباہ و ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں یہ خبیث ہمارا تو کیا بگاڑ سکتے آپ تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ تفاسیر میں ہے کہ وہ شریر لوگ دروازہ توڑ کر یا دیوار پھاند کر اندر گھسے جاتے تھے تب جبریل علیہ السلام نے خدا سے اجازت لے کر لوط علیہ السلام کو علیحدہ بٹھا دیا اور ایک ذرا بازو ان ملعونوں کی طرف ہلایا۔ جو سب کے سب نیست اندھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ بھاگو لوط کے مہمان تو بڑے جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔

◆ **عذاب الٰہی کی خبر** یعنی صبح کو عذاب آنے والا ہے۔ تھوڑی رات رہے آپ اپنے متعلقین کو لے کر یہاں سے تشریف لے جائیے اور اپنے ہمراہیوں کو ہدایت کر دیجئے کہ جلدی کریں اور کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ ہاں تیری عورت کہ وہ ساتھ نہ جائے گی یا پیچھے پھر کر دیکھے گی۔ اسے بھی اسی طرح اسی عذاب کی لپیٹ میں آ جائے گی جو سب قوم کو پہنچنے والا ہے۔ کہتے ہیں اسی عورت نے قوم کو مہمانوں کی آمد سے مطلع کیا تھا۔

بِقَرِيبٍ ﴿٨١﴾ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ﴿٨٢﴾

مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ

بِبَعِيدٍ ﴿٨٣﴾ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا

تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ۚ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي

أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ﴿٨٤﴾ وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا

الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٨٥﴾

◆ یعنی خوش ہو جایئے! اب ان ظالموں کے ہلاک ہونے میں کچھ دیر نہیں۔ صبح ہوتے ہی سب کا صفایا ہو جائے گا۔

◆ **قوم لوط پر ذلت و ہلاکت کا عذاب** جبرئیل علیہ السلام نے ان بستیوں کو اٹھا کر آسمان کے قریب سے نیچے پٹک دیا۔ اس طرح سب بستیاں تہ و بالا ہو گئیں۔ پھر ان کی نجاست اور ذلت و رسوائی کی پوری تکمیل کے لئے اوپر سے جھانوے اور پتھر برسائے گئے۔ شہری آبادی سے الگ جو افراد اس قوم کے جس جگہ تھے وہیں پتھروں سے ہلاک کئے گئے (العیاذ باللہ) **تنبیہ** جو سزا اس قوم کو اوپر نیچے کرنے کی ملی وہ ان کی شرمناک حرکت سے ظاہری مناسبت بھی رکھتی ہے۔

◆ "منضود" کے معنی مترجم محقق نے "تہ بہ تہ" کئے ہیں۔ بعض نے یہ معنی لئے کہ پتھر مسلسل یکے بعد دیگرے برس رہے تھے۔

◆ **نشان زدہ پتھر** یعنی کوئی خاص علامت ان پر تھی جو عام پتھروں سے ممتاز کر کے ظاہر کرتی تھی کہ یہ عذاب الٰہی کے پتھر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر پتھر پر اس کا نام درج تھا جس کی ہلاکت کا وہ سبب بنا۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی باعتبار زمانہ کے بھی قریب ہے کیونکہ "عاد" و "ثمود" و "قوم نوح" وغیرہ کے بعد یہ واقعہ ہوا اور باعتبار مکان کے بھی کیونکہ ان کی بستیاں مدینہ اور شام کے درمیان میں تھیں۔ گذرنے والے قافلے وہاں کھنڈرات مشاہدہ کرتے تھے۔ یا اس جملہ "وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ بِبَعِيْدٍ" کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کا عذاب ایسے ظالموں سے اب بھی کچھ دور نہیں۔ ہمیشہ خدا کے غضب سے ڈرتے رہنا چاہئے۔ **تنبیہ** اس قصہ کے بعض اجزاء "اعراف" میں گذر چکے ہیں وہاں ملاحظہ کئے جائیں۔

◆ یہ قصہ بھی سورۂ "اعراف" میں گذر چکا۔

◆ **حضرت شعیب کی اپنی قوم کو تبلیغ** یعنی خدا نے فراغت اور آسودگی عنایت کی تو ڈرتے رہو کہیں نافرمانی سے چھن نہ جائے اور آسائش و خوشحالی سلب ہو کر دنیوی یا اخروی عذاب مسلط کر دیا جائے۔

◆ یعنی اب تک جو ظلم و عدوان کا معیار و قانون تھا اس کی اصلاح کرو۔

◆ یعنی صرف ماپ تول میں نہیں بلکہ کسی چیز میں بھی لوگوں کے حقوق تلف مت کرو۔

◆ یعنی شرک و کفر سے یا کم ناپنے تولنے سے یا دوسری طرح اتلاف حقوق اور ظلم و ستم کر کے زمین میں فساد مت مچاؤ۔ کہتے ہیں وہ لوگ ڈکیتی ڈالتے تھے اور امانت میں خیانت کرتے تھے۔

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۚ

جو بچ رہے اللہ کا دیا — وہ بہتر ہے تم کو — اگر ہو تم ایمان والے

وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ

اور میں نہیں ہوں تم پر نگہبان — بولے — اے شعیب کیا تیرے نماز پڑھنے نے

تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ

تجھ کو یہ سکھایا — کہ ہم چھوڑ دیں — جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے — یا چھوڑ دیں کرنا

فِيْٓ اَمْوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾

جو کچھ کہ کرتے ہیں اپنے مالوں میں — تو ہی بڑا با وقار ہے نیک چلن

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ

بولا — اے قوم — دیکھو تو — اگر میں ہوں سوجھ پر — اپنے رب کی طرف سے

وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَـنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ

اور اس نے روزی دی مجھ کو — نیک روزی — اور میں یہ نہیں چاہتا — کہ بعد کو خود کروں

اِلٰي مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا

وہ کام جو تم سے چھڑاؤں — میں تو چاہتا ہوں سنوارنا — جہاں تک

اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ

ہو سکے — اور بن آنا ہے اللہ کی مدد سے — اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے

وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ

اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے — اور اے قوم — نہ کمائیو میری ضد کر کے — یہ کہ

حلال مال میں برکت ایک ایماندار کے لئے اللہ کا دیا ہوا جو ٹھیک ٹھیک حقوق ادا کر کے بچ رہے گو قلیل ہو، اس کثیر سے بہتر ہے جو حرام طریقہ سے حاصل کیا جائے یا جس میں لوگوں کے حقوق مارے جائیں۔ مال حلال میں جو ٹھیک ماپ تول کر لیا دیا جائے فی الحال برکت ہوتی ہے اور خدا کے یہاں اجر ملتا ہے۔

یعنی میں نے تم کو نصیحت کر دی۔ آگے اس کا ذمہ دار نہیں کہ تم سے زبردستی عمل کرا کے چھوڑوں۔

حضرت شعیبؑ سے قوم کا استہزاء یہ بطور استہزاء و تمسخر کہہ رہے تھے کہ بس زیادہ بزرگ نہ بنئے۔ کیا ساری قوم میں ایک آپ ہی بڑے عقلمند، باوقار اور نیک چلن رہ گئے ہیں؟ باقی ہم اور ہمارے بزرگ سب جاہل اور احمق ہی رہے؟ حضرت شعیب علیہ السلام نماز بہت کثرت سے پڑھتے تھے، کہنے لگے کہ شاید آپ کی نماز یہ حکم دیتی ہے کہ ہم سے باپ دادوں کا پرانا دین چھڑوا دیں اور ہمارے اموال میں ہمارا مالکانہ اختیار نہ چھوڑیں۔ بس آپ اپنی نماز پڑھے جایئے۔ ہمارے مذہبی و دنیوی معاملات اور ماپ تول کے قصوں میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جاہلوں کا دستور ہے کہ نیکوں کے کام آپ نہ کر سکیں تو انہیں کو چڑانے لگیں۔ یہی خصلت ہے کفر کی۔" بعض مفسرین نے "اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ" کو استہزاء پر نہیں، واقعیت پر حمل کیا ہے۔ یعنی تو ایک سمجھدار، باوقار اور نیک چلن آدمی ہے۔ پھر ایسی بے موقع باتیں کیوں کرنے لگا۔ جیسے صالح علیہ السلام کو کہا تھا "قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا" الخ۔

حضرت شعیبؑ کا جواب یا تو ظاہری روزی مراد ہے۔ یعنی ماپ تول میں کمی بیشی کئے بدون حلال و طیب طریق سے روزی مرحمت فرمائی یا باطنی روزی یعنی علم و حکمت اور نبوت عطا کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ نے مجھ کو فہم و بصیرت دے کر وہ صاف راستہ دکھلا دیا جو تم کو نظر نہیں آتا اور اس دولت سے مالا مال کیا جس سے تمہیں حصہ نہیں ملا تو کیا اس کا حق یہ ہے کہ میں "معاذ اللہ" تمہاری طرح احمق اور جاہل بن جاؤں اور خدا کے احکام سے روگردانی کرنے لگوں یا تمہارے استہزاء و تمسخر سے گھبرا کر نصیحت کرنا اور سمجھانا چھوڑ دوں؟ ہرگز نہیں۔

یعنی جن بری باتوں سے تم کو روکتا ہوں میری یہ خواہش نہیں کہ تم سے علیحدہ ہو کر خود ان کا ارتکاب کروں۔ مثلاً تمہیں تارک الدنیا بناؤں اور خود دنیا سمیٹ کر گھر میں بھر لوں۔ نہیں، جو نصیحت تم کو کرتا ہوں میں تم سے پہلے اس کا پابند ہوں۔ تم یہ الزام مجھ پر نہیں رکھ سکتے کہ میری نصیحت کسی خود غرضی اور ہوا پرستی پر محمول ہے۔

میری تمام تر کوشش یہ ہے کہ تمہاری دینی و دنیوی حالت درست ہو جائے۔ موجودہ ردی حالت سے نکل کر بام ایمان و عرفان پر چڑھنے کی کوشش کرو۔ اس مقصد اصلاح کے سوا دوسرا مقصد نہیں، جسے میں اپنے مقدور و استطاعت کے موافق کسی حال نہیں چھوڑ سکتا۔ باقی یہ کہ میری بات بن آئے اور اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں، یہ سب خداوند قدوس کے قبضہ میں ہے۔ اسی کی امداد و توفیق سے سب کام انجام پا سکتے ہیں۔ میرا بھروسہ اسی پر ہے اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

يُّصِيبَكُم مِّثْلُ مَآ أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ أَوْ

پہنچے تم پر ۔ جیسا کچھ کہ پہنچا ۔ قوم نوح کو ۔ یا قوم ہود کو ۔ یا

قَوْمَ صَٰلِحٍ ۚ وَمَا قَوْمُ لُوطٍ مِّنكُم بِبَعِيدٍ ﴿٨٩﴾ وَٱسْتَغْفِرُوا۟

قوم صالح کو ۔ اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور ہی نہیں ◆ ۔ اور گناہ بخشواؤ

رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوٓا۟ إِلَيْهِ ۚ إِنَّ رَبِّى رَحِيمٌ وَدُودٌ ﴿٩٠﴾ قَالُوا۟

اپنے رب سے ۔ پھر رجوع کرو اس کی طرف ۔ البتہ میرا رب ہے مہربان محبت والا ◆ ۔ بولے

يَٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيرًا مِّمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرَىٰكَ

اے شعیب ۔ ہم نہیں سمجھتے بہت باتیں ۔ جو تو کہتا ہے ◆ ۔ اور ہم تو دیکھتے ہیں

فِينَا ضَعِيفًا ۖ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَٰكَ ۖ وَمَآ أَنتَ

تجھ کو اپنے میں کمزور ◆ ۔ اور اگر نہ ہوتے تیرے بھائی بند تو تجھ کو ۔ تو ہم سنگسار کر ڈالتے ۔ اور ہماری نگاہ میں

عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ﴿٩١﴾ قَالَ يَٰقَوْمِ أَرَهْطِىٓ أَعَزُّ عَلَيْكُم مِّنَ

تیری کچھ عزت نہیں ◆ ۔ بولا ۔ اے قوم ۔ کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر زیادہ ہے

ٱللَّهِ وَٱتَّخَذْتُمُوهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ۖ إِنَّ رَبِّى بِمَا

اللہ سے ۔ اور اس کو ڈال رکھا تم نے پیٹھ پیچھے بھلا کر ۔ تحقیق میرے رب کے قابو میں ہے

تَعْمَلُونَ مُحِيطٌ ﴿٩٢﴾ وَيَٰقَوْمِ ٱعْمَلُوا۟ عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ

جو کچھ کرتے ہو ◆ ۔ اور اے میری قوم ۔ کیے جاؤ اپنی جگہ

إِنِّى عَٰمِلٌ ۖ سَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ

میں بھی کام کرتا ہوں ۔ آگے معلوم کر لو گے ۔ کس پر آتا ہے عذاب

◆ یعنی میری ضد اور عداوت کے جوش میں ایسی حرکتیں مت کرو جو تم کو گذشتہ اقوام کی طرح سخت تباہ کن عذاب کا مستحق بنا دیں۔ نوح، ہود اور صالح علیہم السلام کی امتوں پر تکذیب و عداوت کی بدولت جو عذاب آئے وہ پوشیدہ نہیں۔ اور لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ تو ان سب کے بعد ماضی قریب میں ہوا ہے اس کی یاد تمہارے حافظہ میں تازہ ہوگی ان قصوں کو فراموش مت کرو۔

◆ کیسا ہی پرانا اور کٹر مجرم ہو جب صدق دل سے اس کی بارگاہ میں رجوع ہو کر معافی چاہے وہ اپنی مہربانی سے معاف کر دیتا ہے۔ بلکہ اس سے محبت کرنے لگتا ہے۔

◆ **قوم شعیب کی ہٹ دھرمی** | سمجھتے سب کچھ تھے لیکن عناد اور حق پوشی سے ایسا کہتے تھے کہ تیری بات کچھ نہیں سمجھتے، نہ معلوم کیا بے جوڑ باتوں کی بڑ ہانک رہا ہے (العیاذ باللہ) اور اگر واقعی وہ ایسی سیدھی اور صاف باتیں بے توجہی یا غباوت کی وجہ سے سمجھتے نہ تھے تو یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہوگا۔

◆ یعنی ایک کمزور اور بے حقیقت آدمی خواہ مخواہ سارے جہان کو اپنا دشمن بنا رہا ہے۔ اسے چاہئے اپنے حال پر رحم کھائے۔ بیٹھے بٹھائے اپنے کو موت کے منہ میں ڈالنے سے کیا فائدہ ہے (تنبیہ) بعض سلف سے "ضعیف" کے معنی "ضریر البصر" (نابینا) کے منقول ہیں۔ شاید کسی خاص وقت میں عارضی طور پر ظاہری بینائی جاتی رہی ہو۔ جیسے یوسف علیہ السلام کے فراق میں حضرت یعقوب کا حال ہوا تھا۔ مفسرین نے بعض روایات نقل کی ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام روتے بہت تھے حتیٰ کہ نگاہ جاتی رہی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ شعیب! اس قدر کیوں روتا ہے؟ جنت کے شوق میں یا دوزخ کے ڈر سے؟ عرض کیا، پروردگار! تیری لقاء کا خیال کر کے روتا ہوں کہ جس وقت آپ کا دیدار ہوگا نہ معلوم میرے ساتھ کیا برتاؤ کریں گے؟ ارشاد ہوا تجھ کو ہماری لقاء (دیدار) مبارک ہو۔ اے شعیب! اسی لئے میں نے اپنے کلیم موسیٰ ابن عمران کو تیری خدمت کے لئے کھڑا کر دیا ہے۔ کہتے ہیں خدا نے ان کی بینائی واپس کر دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بصحتہ۔

◆ یعنی تیرے کنبے کے لوگ جو ہمارے ساتھ ہیں ان کا خیال آتا ہے ورنہ اب تک تجھے سنگسار کر ڈالتے۔

◆ **حضرت شعیبؑ کا جواب** | یعنی افسوس اور تعجب ہے کہ خاندان کی وجہ سے میری رعایت کرتے ہو اس وجہ سے نہیں کرتے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں اور صاف و صریح نشانات اپنی سچائی کے دکھلا رہا ہوں گویا تمہاری نگاہ میں میرے خاندان کی عزت اور اس کا دباؤ خداوند قدوس سے زیادہ ہے۔ خدا کی عظمت و جلال کو ایسا بھلا دیا کہ کبھی تمہیں تصور بھی نہیں آتا۔ جو قوم خدا تعالیٰ کو بھلا کر (معاذ اللہ) پس پشت ڈال دے اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے تمام افعال و اعمال خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کے احاطہ میں ہیں۔ تم کوئی کام کرو اور کسی حالت میں ہو ایک آن کے لئے بھی اس کے قابو سے باہر نہیں۔

يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ

رسوا کرے وہ اور کون ہے جھوٹا اور تم تکتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ

رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ

تاک رہا ہوں ۞ اور جب پہنچا امر ہمارا بچا دیا ہم نے شعیب کو اور جو

اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا

ایمان لائے تھے اس کے ساتھ اپنی مہربانی سے اور آ پکڑا ان ظالموں کو

الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ كَاَنْ لَّمْ

کڑک نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے گویا

يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾

کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے ۞ سن لو پھٹکار ہے مدین کو جیسے پھٹکار ہوئی تھی ثمود کو ۞

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾

اور البتہ بھیج چکے ہیں ہم موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور واضح سند دے کر ۞

اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ

فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پھر وہ چلے حکم پر فرعون کے اور نہیں

اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

بات فرعون کی کچھ کام کی ۞ آگے ہوگا اپنی قوم کے قیامت کے دن

فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا

پھر پہنچائے گا ان کو آگ پر اور برا گھاٹ ہے جس پر پہنچے ۞ اور پیچھے سے ملتی رہی

قوم کو عذاب کی خبر یعنی اچھا تم اپنی ضد اور ہٹ پر جمے رہو، میں خدا کی توفیق سے راہ ہدایت پر ثابت قدم ہوں۔ عنقریب پتہ چل جائے گا کہ ہم میں سے کس کو خدا کا عذاب فضیحت کرتا ہے اور کون جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ سب ہم اور تم دونوں آسمانی فیصلہ کا انتظار کرتے ہیں۔

قوم شعیب پر اللہ کا عذاب یہاں قوم شعیب کا کڑک (فرشتہ کی چیخ) سے ہلاک ہونا مذکور ہے اور "اعراف" میں "رجفہ" کا لفظ آیا ہے یعنی زلزلہ سے ہلاک ہوئے۔ اور سورۂ "شعراء" میں "عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ" آیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کے بادل سائبان کی طرح ان پر چھا گئے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ تینوں قسم کے عذاب اس قوم کے حق میں جمع کر دیے گئے تھے۔ پھر ہر سورت میں وہاں کے سیاق کے مناسب عذاب کا ذکر کیا گیا۔ "اعراف" میں تھا کہ ان لوگوں نے شعیب سے کہا کہ ہم تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے۔ وہاں بتلا دیا کہ جس زمین سے نکالنا چاہتے تھے اسی کے زلزلہ سے ہلاک ہوئے۔ یہاں ان کے سخت گستاخانہ مقالات کا ذکر تھا اس لئے بالمقابل آسمانی "صیحہ" (کڑک) کا ذکر فرمایا۔ گویا عذاب الٰہی کی ایک کڑک میں ان کی سب آوازیں گم ہو گئیں۔ سورۂ شعراء میں ان کا یہ قول نقل کیا ہے "فَأَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَاءِ إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ" یعنی اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دے۔ اس کے مقابلہ میں "عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ" کا تذکرہ فرمایا۔

یعنی دونوں "صیحہ" سے ہلاک ہوئے۔

حضرت موسیٰ کی نشانیاں اور معجزات نشانیوں سے عام معجزات اور وہ نو آیتیں مراد ہیں جن کا ذکر "وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ آيَاتٍ" میں ہوا ہے۔ ان میں سے معجزۂ عصا کو جو نہایت ظاہر و قاہر معجزہ تھا "سُلْطَانٍ مُّبِينٍ" (واضح سند فرمایا) یا "سُلْطَانٍ مُّبِينٍ" سے وہ روشن دلائل مراد ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے خدا تعالیٰ کے وجود و توحید وغیرہ کے متعلق پیش کیے جن کا ذکر دوسرے مقامات میں آئے گا۔ اور ممکن ہے "سُلْطَانٍ مُّبِينٍ" سے اس کے لغوی معنی (یعنی کھلا ہوا غلبہ) مراد لئے گئے ہوں، کیونکہ فرعونیوں کے مقابلہ پر بارہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نمایاں غلبہ اور فتح مبین حاصل ہوتی رہی۔

فرعون کی حالت یعنی کھلے کھلے نشان دیکھ کر بھی فرعونیوں نے پیغمبر خدا کی بات نہ مانی، اسی دشمن خدا کے حکم پر چلتے رہے۔ حالانکہ اس کی کوئی بات ٹھکانے کی نہ تھی، جسے مان کر انسان بھلائی حاصل کر سکتا۔

جس طرح یہاں کفر و تکذیب میں ان کا امام تھا، قیامت کے دن بھی امام رہے گا۔ جو لوگ دنیا میں اس کی اندھی تقلید کرتے تھے وہ اس کے پیچھے پیچھے آخری منزل (جہنم) تک پہنچ جائیں گے۔ یہی وہ گھاٹ ہے جہاں ٹھنڈے پانی کی جگہ بھسم کر دینے والی آگ ملے گی۔

فِي هَٰذِهِ لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۚ بِئْسَ الرِّفْدُ

اس جہان میں لعنت | اور دن قیامت کے بھی | برا انعام ہے

الْمَرْفُودُ ﴿٩٩﴾ ذَٰلِكَ مِنْ أَنْبَاءِ الْقُرَىٰ نَقُصُّهُ عَلَيْكَ

جو ان کو ملا ◆ | یہ تھوڑے سے حالات ہیں بستیوں کے | کہ سناتے ہیں تجھ کو

مِنْهَا قَائِمٌ وَحَصِيدٌ ﴿١٠٠﴾ وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِنْ

بعض ان میں سے اب تک قائم ہیں | اور بعض کی جڑ کٹ گئی ◆ | اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا | لیکن

ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ ۖ فَمَا أَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي

ظلم کر گئے وہ اپنی جان پر | پھر کچھ کام نہ آئے ان کے ٹھاکر (معبود) | جن کو

يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ شَيْءٍ لَمَّا جَاءَ أَمْرُ

پکارتے تھے | سوائے اللہ کے | کسی چیز میں | جس وقت پہنچا حکم

رَبِّكَ ۖ وَمَا زَادُوهُمْ غَيْرَ تَتْبِيبٍ ﴿١٠١﴾ وَكَذَٰلِكَ أَخْذُ

تیرے رب کا ◆ | اور نہیں بڑھایا ان کے حق میں سوائے ہلاک کرنے کے ◆ | اور ایسی ہی ہے پکڑ

رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۚ إِنَّ أَخْذَهُ

تیرے رب کی | جب پکڑتا ہے بستیوں کو | اور وہ ظلم کر رہے ہوتے ہیں | بے شک اس کی پکڑ

أَلِيمٌ شَدِيدٌ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِمَنْ خَافَ

دردناک ہے شدت (زور) کی ◆ | اس بات میں نشانی ہے | اس کو جو ڈرتا ہے

عَذَابَ الْآخِرَةِ ۚ ذَٰلِكَ يَوْمٌ مَجْمُوعٌ لَهُ النَّاسُ وَ

آخرت کے عذاب سے ◆ | وہ ایک دن ہے | جس میں جمع ہوں گے سب لوگ | اور

یعنی رہتی دنیا تک لوگ فرعون اور فرعونیوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔ پھر قیامت میں ملائکۃ اللہ اور اہل موقف کی طرف سے لعنت پڑے گی۔ غرض لعنت کا سلسلہ تادامان کے ساتھ ساتھ چلتا رہے گا۔ گویا یہ انعام ہے جو ان کے کارناموں پر دیا گیا۔

یعنی پچھلی قوموں کے قصے جو تم کو سنائے گئے کہ کس طرح انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب اور گستاخیاں کیں، پھر کس طرح تباہ ہوئے، ان میں سے بعض کی بستیاں ابھی آباد ہیں جیسے "مصر" جو فرعون کا مقام تھا اور بعض اجڑ گئیں۔ مگر ان کے کچھ کھنڈر باقی ہیں۔ جیسے قوم لوط کی بستیاں، اور بعض کا نشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہ رہا۔

پچھلی قوموں کی ہلاکت کے اسباب یعنی خدا نے کسی کو بے قصور نہیں پکڑا جو ظلم کا وہم ہو سکے۔ جب وہ جرائم کے ارتکاب میں حد سے آگے نکل گئے اور اس طرح اپنے کو کھلا سزا کا مستحق ٹھہرا دیا تب خدا کا عذاب آیا۔ پھر دیکھ لو جن معبودوں (دیوتاؤں) کا انہیں بڑا سہارا تھا اور جن سے بڑی بڑی توقعات قائم کر رکھی تھیں وہ ایسی سخت مصیبت کے وقت کچھ بھی کام نہ آئے۔

باطل معبود کام کیا آتے؟ الٹے ہلاکت کا سبب بنے۔ جب انہیں نفع و ضرر کا مالک سمجھا، امید یہ تھی تم کو کہیں کے کہیں چڑھا دیں گے تعظیم اور عبادت کی، نتیجہ روز بد دیکھنا پڑا۔ تکذیب انبیاء وغیرہ کا جو عذاب ہوتا شرک و بت پرستی کا عذاب اس پر مزید ہوا۔

یعنی ظالموں کو بڑی حد تک مہلت دی جاتی ہے۔ جب کسی طرح باز نہیں آتے تو پکڑ کر کچل دیا جاتا ہے۔ مجرم چاہے کہ تکلیف کم ہو، یا اس کی پکڑ سے چھوٹ کر بھاگ نکلے، ایں خیال است و محال است و جنوں۔

ان واقعات سے عبرت پکڑو یعنی دنیا جو "دارالعمل" ہے جب اس میں شرک و کفر اور تکذیب انبیاء پر سزائیں ملتی ہیں اور اس قدر سخت ملتی ہیں تو یہ ایک نشان اس بات کے معلوم کرنے کا ہے کہ آخرت میں جو خاص "دارالجزاء" ہے کیا کچھ سزا ان جرائم پر ملے گی؟ اور کیا صورت رستگاری کی ہوگی۔ عقلمندوں کے لئے جو اپنے انجام کو سوچ کر ڈرتا رہتا ہے اس چیز میں بڑی عبرت و نصیحت ہے۔

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿١٠٣﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ

اور وہ دن ہے سب کے پیش ہونے کا ۞ اور اس کو ہم دیر جو کرتے ہیں سو ایک وعدہ گنے کے لیے

مَّعْدُوْدٍ ﴿١٠٤﴾ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ

جو ٹھہرا ہے ۞ جس دن وہ آئے گا بات نہ کر سکے گا کوئی جاندار مگر اس کے حکم سے

فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ﴿١٠٥﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ شَقُوْا فَفِي

سو ان میں بعضے بدبخت ہیں اور بعضے نیک بخت ۞ سو جو لوگ بدبخت ہیں سو وہ

النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ﴿١٠٦﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا

آگ میں ہیں ان کو وہاں چیخنا ہے اور دھاڑنا رہا کریں اس میں جب تک

دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ اِنَّ

رہے آسمان اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بے شک

رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ﴿١٠٧﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا

تیرا رب کر ڈالتا ہے جو چاہے ۞ اور جو لوگ نیک بخت ہیں

فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ

سو جنت میں ہیں رہا کریں اس میں جب تک رہے آسمان

وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ۭ عَطَاۗءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ﴿١٠٨﴾

اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب بخشش ہے بے انتہا ۞

فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّمَّا يَعْبُدُ هٰٓؤُلَاۗءِ ۭ مَا يَعْبُدُوْنَ

سو تو نہ رہ دھوکے میں ان چیزوں سے جن کو پوجتے ہیں یہ لوگ کچھ نہیں پوجتے

❶ یعنی تمام دنیا کا یک وقت فیصلہ اسی دن ہو گا جب سارے اولین و آخرین اکٹھے کیے جائیں گے اور کوئی شخص غیر حاضر نہ رہ سکے گا، گویا خدائی عدالت کی سب سے بڑی پیشی کا دن وہی ہو گا۔

❷ یعنی اللہ کے علم میں جو میعاد مقرر ہے وہ پوری ہو جائے گی تب وہ دن آئے گا۔ تاخیر سے یہ گمان مت کرو کہ یہ محض فرضی اور وہمی باتیں ہیں۔

❸ یعنی کوئی شخص ایسی بات جو معقول و نافع ہو بدون حکم الٰہی کے نہ کر سکے گا اور محشر کے بعض مواقف میں تو مطلقاً ایک حرف بھی اذن و اجازت کے بدون منہ سے نہ نکال سکیں گے۔

❹ **ایک اشکال اور اس کا جواب** ان آیات کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جس قدر مدت آسمان و زمین دنیا میں باقی رہے اتنی مدت تک اشقیاء دوزخ میں اور سعداء جنت میں رہیں گے مگر جو اور زیادہ چاہے تیرا رب وہ اسی کو معلوم ہے۔ کیونکہ ہم جب طول سے طویل زمانہ کا تصور کرتے ہیں تو اپنے ماحول کے اعتبار سے بڑی مدت یہی خیال میں آتی ہے۔ اسی لیے "مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" وغیرہ الفاظ محاورات عرب میں دوام کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے بولے جاتے ہیں۔ باقی دوام و ابدیت کا اصلی مدلول جسے لامحدود زمانہ کہنا چاہیے وہ حق تعالیٰ ہی کے علم غیر متناہی کے ساتھ مختص ہے جس کو "اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ" سے ادا کیا۔ دوسرے معنی آیت کے یہ ہو سکتے ہیں کہ لفظ "مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ" کو کنایہ دوام سے مانا جائے۔ یا آسمان و زمین سے آخرت کا زمین و آسمان مراد لیا جائے۔ جیسے فرمایا "یَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَیْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ" (ابراہیم رکوع ۷) مطلب یہ ہوا کہ اشقیاء دوزخ اور سعداء جنت میں اس وقت تک رہیں گے جب تک آخرت کے زمین و آسمان باقی رہیں یعنی ہمیشہ۔ مگر جو چاہے تیرا رب تو موقوف کر دے وہاں ہمیشہ نہ رہنے دے۔ کیونکہ جنتیوں اور دوزخیوں کا خلود بھی اسی کی مشیت و اختیار سے ہے۔ لیکن وہ چاہ چکا کہ کفار و مشرکین کا عذاب اور اہل جنت کا ثواب کبھی موقوف نہ ہو گا۔ چنانچہ فرما دیا "وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنَ النَّارِ" (بقرہ رکوع ۲۰) اور "یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّخْرُجُوْا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِیْنَ مِنْهَا" (مائدہ رکوع ۶) اور "اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ" اور "اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِکَ لِمَنْ یَّشَآءُ" (نساء رکوع ۱۸) اس پر تمام اہل اسلام کا اجماع رہا ہے اور ہمارے زمانہ کے بعض نام نہاد مفسرین نے جو کچھ اس کے خلاف حجتیں پیش کی ہیں وہ یا روایات ضعیفہ و موضوعہ ہیں یا اقوال غریبہ مؤولہ۔ یا بعض آیات و احادیث ہیں جن کا مطلب کوتاہ نظری یا بدفہمی سے غلط سمجھ لیا گیا ہے۔ اگر خدا کی توفیق سے مستقل تفسیر لکھنے کی نوبت آئی اس میں مفصل کلام کیا جائے گا۔ اختصار کی وجہ سے یہاں گنجائش نہیں۔ رہا عصاۃ موحدین کا مسئلہ یعنی جو مسلمان گناہوں کی بدولت دوزخ میں ڈالے جائیں گے (اعاذنا اللہ) ان کے متعلق احادیث صحیحہ نے ہم کو خدا کی مشیت پر مطلع کر دیا ہے کہ ایک دن ضرور ان کو نکال کر جنت میں پہنچا دیں گے جہاں سے کبھی کوئی نکالا نہیں۔ شاید اسی لحاظ سے جنتیوں کے ذکر میں "عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ" اور اشقیاء کے ذکر میں "اِنَّ رَبَّکَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ" ارشاد ہوا۔ تا معلوم ہو جائے کہ بعض اشقیاء دوزخ سے نکالے جائیں گے مگر سعید کوئی جنت سے خارج نہ کیا جائے گا۔ (تنبیہ) "اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّکَ" سے متنبہ فرما دیا کہ خدا کے ہمیشہ رہنے اور مخلوق کے ہمیشہ رہنے میں فرق ہے، کسی مخلوق کا ہمیشہ رہنا بہرحال خدا کی مشیت پر موقوف ہے۔ وہ جب چاہے فنا کر سکتا ہے۔ نیز یہ جتلا دیا کہ جزا و سزا دینا اس کے اختیار و مشیت کے تابع ہے۔ "آریہ سماج" وغیرہ کے عقیدہ کے موافق وہ اس پر مجبور نہیں۔

إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ

مگر ویسی ہی جیسا کہ پوجتے تھے اُن کے باپ دادا — اس سے پہلے — اور ہم پورا دینے والے ہیں اُن کو

نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوصٍ ۝١٠٩ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى

اُن کا حصہ بلا کمی عذاب سے — بلا نقصان — اور البتہ ہم نے دی تھی موسیٰ کو

الْكِتَابَ فَاخْتُلِفَ فِيهِ ۚ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ

کتاب — پھر اس میں پھوٹ پڑ گئی — اور اگر نہ ہوتا ایک لفظ — کہ پہلے ہو چکا تھا

مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۚ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ

تیرے رب — تو فیصلہ ہو جاتا ان میں — اور ان کو اس میں شبہ ہے

مِنْهُ مُرِيبٍ ۝١١٠ وَإِنَّ كُلًّا لَمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ

کہ مطمئن نہیں ہونے دیتا — اور جتنے لوگ ہیں سب کو پورا دے گا تیرا رب

أَعْمَالَهُمْ ۚ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۝١١١ فَاسْتَقِمْ

اُن کے اعمال — اس کو سب خبر ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں — سو تو سیدھا چلا جا

كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ إِنَّهُ

جیسے تجھ کو حکم ہوا — اور جس نے توبہ کی تیرے ساتھ — اور حد سے نہ بڑھو — بے شک وہ

بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝١١٢ وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ

دیکھتا ہے جو تم کرتے ہو — اور مت جھکو — اُن کی طرف جو

ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ

ظالم ہیں — پھر تم کو لگے گی آگ — اور کوئی نہیں تمہارا — اللہ کے سوا

مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ

مددگار — پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے — اور قائم کر نماز کو — دونوں طرف

النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ

دن کے — اور کچھ ٹکڑوں میں رات کے — البتہ نیکیاں — دور کرتی ہیں

السَّيِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ

برائیوں کو — یہ یادگاری ہے — یاد رکھنے والوں کو — اور صبر کر

فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوْلَا

البتہ اللہ ضائع نہیں کرتا — ثواب نیکی کرنے والوں کا — سو کیوں نہ

كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ

ہوئے ان جماعتوں میں — جو تم سے پہلے تھیں — ایسے لوگ جن میں اثر خیر رہا ہو

يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ

کہ منع کرتے رہتے — بگاڑ کرنے سے — ملک میں — مگر تھوڑے سے — کہ جن کو

اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ

ہم نے بچا لیا ان میں سے — اور چلے وہ لوگ جو ظالم تھے وہی راہ جس میں عیش سے رہے تھے

وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ

اور تھے گنہگار — اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں — کہ ہلاک کرے

الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَآءَ

بستیوں کو — زبردستی سے — اور لوگ وہاں کے نیک ہوں — اور اگر چاہتا

پہلے "لَا تَطْغَوْا" میں حد سے نکلنے کو منع کیا تھا اب بتلاتے ہیں کہ جو لوگ ظالم (حد سے نکلنے والے) ہیں، اُن کی طرف تمہارا ذرا سا میلان اور جھکاؤ بھی نہ ہو۔ اُن کی موالات، مصاحبت، تعظیم و تکریم، مدح و ثنا، ظاہری تشبہ، اشتراک عمل، ہر بات سے حسب مقدور محترز رہو مبادا آگ کی لپٹ تم کو نہ لگ جائے۔ پھر نہ خدا کے سوا تم کو کوئی مددگار ملے گا اور نہ خدا کی طرف سے کوئی مدد پہنچے گی۔

نمازوں کے اوقات ظالموں کی طرف مت جھکو۔ بلکہ خدائے وحدہ لاشریک لہ کی طرف جھکو۔ یعنی صبح و شام اور رات کی تاریکی میں خشوع و خضوع سے نمازیں ادا کرو کہ یہی بڑا ذریعہ خدا کی مدد حاصل کرنے کا ہے۔ تنبیہ: دن کے دونوں طرف یعنی طلوع و غروب سے پہلے فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں۔ یا ایک طرف فجر اور دوسری طرف مغرب کو رکھا جائے کہ وہ بھی بالکل غروب کے متصل ہوتی ہے۔ اور بعض سلف کے نزدیک اس میں فجر اور ظہر و عصر تینوں نمازیں داخل ہیں۔ گویا دن کے دو حصے کر کے پہلے حصے میں فجر کو اور دوسرے حصہ میں جو نصف النہار سے شروع ہو کر غروب پر ختم ہوتا ہے، دونوں نمازوں (ظہر و عصر) کو شمار کر لیا۔ اور "زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ" سے فقط "عشاء" یا "مغرب و عشاء" دونوں مراد ہیں۔ ابن کثیر نے یہ احتمال بھی لکھا ہے کہ "طَرَفَيِ النَّهَارِ" سے فجر و عصر اور "زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ" سے تہجد مراد ہو۔ کیونکہ ابتدائے اسلام میں یہی تین نمازیں فرض ہوئی تھیں۔ بعدہ تہجد کی فرضیت منسوخ ہوئی اور باقی دو کے ساتھ تین کا اضافہ کیا گیا (واللہ اعلم)

نماز کے فوائد یعنی نمازوں کا قائم رکھنا، خدا کی یادگاری ہے۔ جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ "أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِي" یا یہ مطلب ہے کہ "إِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ" کا ضابطہ یاد رکھنے والوں کے لئے یاد رکھنے کی چیز ہے۔ جسے کبھی فراموش نہ کرنا چاہئے، کیونکہ اس سے مومن کو نیکیوں کی طرف خاص ترغیب ہوتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو تین طرح، جو نیکیاں کرے اس کی برائیاں معاف ہوں، اور جو نیکیاں اختیار کرے اس سے خو برائیوں کی چھوٹے، اور جس ملک میں نیکیوں کا رواج ہو وہاں ہدایت آئے اور گمراہی مٹے لیکن تینوں جگہ وزن غالب چاہئے۔ جتنا میل اتنا صابون۔"

صبر اور صلوٰۃ کا تعلق قرآن کریم میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی امداد و اعانت حاصل کرنے میں دو چیزوں کو خاص دخل ہے۔ صلوٰۃ اور صبر "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" (بقرہ) یہاں بھی "صلوٰۃ" کے بعد "صبر" کا حکم فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ مومن خدا کی عبادت و فرمانبرداری میں ثابت قدم رہے اور کسی دکھ درد کی پرواہ نہ کرے، تب خدا کی مدد و نصرت حاصل ہوتی ہے اس کے یہاں کسی نیکوکار کا اجر ضائع نہیں ہوتا، بلکہ اندازہ سے زائد ملتا ہے۔

مصلحین کی ضرورت اور اہمیت یہ پچھلوں کا حال سنا کر امت محمدیہ کو ابھارا گیا ہے کہ ان میں "امر بالمعروف" اور "نہی عن المنکر" کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں۔ گذشتہ قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش و عشرت کے نشہ میں چور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے رہے اور بڑے بااثر آدمی جن میں کوئی اثر خیر کا باقی تھا انہوں نے منع کرنا چھوڑ دیا۔ اس طرح کفر و عصیان اور ظلم و طغیان سے دنیا کی جو حالت بگڑ رہی تھی اس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا۔ چند گنتی کے آدمیوں نے "امر بالمعروف" کی کچھ آواز بلند کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ روک ٹوک کرنے والے عذاب سے محفوظ رہے باقی سب قوم تباہ ہو گئی۔ شاہ صاحب لکھتے ہیں "نیک لوگ غالب ہوتے تو قوم ہلاک نہ ہوتی۔ تھوڑے تھے سو آپ بچ گئے۔" حدیث صحیح میں ہے کہ جب ظالم کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے نہ روکا جائے اور لوگ "امر بالمعروف" و "نہی عن المنکر" ترک کر بیٹھیں تو قریب ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا عام عذاب بھیجے جو کسی کو نہ چھوڑے (العیاذ باللہ)۔

یعنی جس بستی کے لوگ اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں، نیکی کو رواج دیں، ظلم و فساد کو روکیں تو خداوند قدوس کی یہ شان نہیں کہ خواہ مخواہ ان کو زبردستی پکڑ کر ہلاک کر دے۔ عذاب اسی وقت آتا ہے جب لوگ کفر و عصیان یا ظلم و طغیان میں حد سے نکل جائیں۔

رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ

مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۚ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۚ

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ

وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ

اَنْۢبَاۗءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاۗءَكَ فِيْ

هٰذِهِ الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ

لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا

عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ

◆ یعنی جیسا کہ بار بار پہلے لکھا جا چکا ہے خدا تعالیٰ کی حکمت تکوینی اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ ساری دنیا کو ایک ہی راستہ پر ڈال دے۔ اسی لئے حق کے قبول کرنے نہ کرنے میں ہمیشہ اختلاف رہتا ہے اور رہے گا۔ مگر فی الحقیقت اختلاف اور پھوٹ ڈالنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے صاف صریح فطرت کے خلاف حق کو جھٹلایا۔ اگر فطرت صحیحہ کے موافق سب چلتے تو کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ اسی لئے "اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ" سے متنبہ فرما دیا کہ جن پر خدا نے ان کی حق پرستی کی بدولت رحم کیا وہ اختلاف کرنے والوں سے مستثنیٰ ہیں۔

◆ **تخلیق عالم کی غرض و غایت** یعنی دنیا کی آفرینش سے غرض یہی ہے کہ حق تعالیٰ کی ہر قسم کی "صفات جمالیہ" و "قہریہ" کا ظہور ہو اس لئے مظاہر کا مختلف ہونا ضروری ہے تاکہ ایک جماعت اپنے مالک کی وفاداری و اطاعت دکھا کر رحمت و کرم اور رضوان و غفران کا مظہر بنے۔ جو "اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ" کی مصداق ہے اور دوسری جماعت اپنی بغاوت و غداری سے اس کی صفت عدل و انتقام کا مظہر بن کر جیسی دوامی سزا بھگتے۔ جس پر خدا کی یہ بات پوری ہو "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ" بہرحال آفرینش عالم کا تشریعی مقصد عبادت ہے۔ "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ" (الذاریات رکوع ۳) اور تکوینی غرض یہ ہے کہ تشریعی مقصد کو اپنے کسب و اختیار سے پورا کرنے اور نہ کرنے والے دو گروہ ایسے موجود ہوں جو حق تعالیٰ کی صفات جمالیہ یا بالفاظ دیگر لطف و قہر کے مورد و مظہر بن سکیں۔ در کار خانہ عشق از کفر ناگزیر است ٭ دوزخ کرا بسوزد گر بولہب نباشد ٭ پھر لطف و کرم کے مظاہر بھی اپنے مدارج استعداد و عمل کے اعتبار سے مختلف ہوں گے۔ گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن ٭ اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

◆ **قصص قرآن کی حکمت اور فوائد** اوپر بہت سے انبیاء و رسل کے قصص مذکور ہوئے تھے اب ختم سورت پر ذکر قصص کی بعض حکمتوں پر متنبہ فرماتے ہیں۔ یعنی گذشتہ اقوام و رسل کے واقعات سن کر پیغمبر علیہ السلام کا قلب بیش از بیش ساکن و مطمئن ہوتا ہے اور حق کی سچی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ جن میں نصیحت و تذکیر کا بڑا سامان ہے۔ آدمی جب سنتا ہے کہ میرے جیسے لوگ پہلے فلاں فلاں جرائم کی پاداش میں ہلاک ہو چکے ہیں تو ان سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ فلاں راستہ اختیار کرنے سے پچھلوں کو نجات ملی تو طبعاً اس کی طرف دوڑتا ہے۔ فی الحقیقت قرآن کریم میں قصص کا حصہ اس قدر موثر ذکر واقع ہوا ہے کہ کوئی شخص جس میں تھوڑا سا ادب و ہیبت کا جزو ہو اور خوف خدا کی ذرا سی نمی دل میں رکھتا ہو انہیں سن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ باقی قصص یا بعض دوسرے مضامین کی تکرار جو قرآن کریم میں پائی جاتی ہے اس پر ہم نے رسالہ "القاسم" کے ابتدائی دور میں ایک مستقل مضمون لکھا ہے اسے ملاحظہ کر لیا جائے۔

◆ **آنحضرت ﷺ کو توکل کا حکم** اس مضمون کی آیات پہلے اسی سورت میں گذر چکی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میری بات نہیں مانتے تو بہتر ہے تم اپنی ضد پر جمے رہو۔ میں اپنے مقام پر مستقیم ہوں۔ نیز تم میرے لئے حوادث دہر کا انتظار کرتے رہو میں تمہارے انجام بد کا منتظر ہوں۔ چند روز میں پتہ چل جائے گا کہ ظالموں کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ "[illegible] بِحُكْمِ اللّٰهِ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ"

وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿١٢٣﴾

اور اسی پر بھروسہ رکھو — اور تیرا رب بے خبر نہیں — جو کام تم کرتے ہو ❶

اٰیاتُھا ۱۱۱ — (۱۲) سُوْرَۃُ یُوْسُفَ مَکِّیَّۃٌ (۵۳) — رُکُوْعاتُھا ۱۲

سورہ یوسف مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو گیارہ آیتیں اور بارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿١﴾ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ

الٓرٰ — یہ آیتیں ہیں — واضح کتاب کی ❶ — ہم نے اس کو اتارا ہے

قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿٢﴾ نَحْنُ نَقُصُّ

قرآن عربی زبان کا — تاکہ تم سمجھو ❷ — ہم بیان کرتے ہیں

عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا

تجھ سے پاس — بہت اچھا بیان — اس واسطے کہ بھیجا ہم نے تیری طرف

الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿٣﴾

قرآن — اور تو تھا — اس سے پہلے — البتہ بے خبروں میں ❸

اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ

جس وقت کہا یوسف نے — اپنے باپ سے — اے باپ — میں نے دیکھا خواب میں — گیارہ

❶ یعنی آپ ان کے کفر و شرارت سے دلگیر نہ ہوں اپنا کام کیے جائیں اور ان کا فیصلہ خدا کے حوالہ کریں۔ اس سے آسمان و زمین کی کوئی بات چھپی نہیں۔ سب معاملات بالآخر اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔ وہاں ان کو پتہ لگ جائے گا کہ وہ کس خیال میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ تو دل و جان سے اپنے پروردگار کی بندگی اور فرمانبرداری میں لگے رہیے۔ اور تنہا اسی کی اعانت پر بھروسہ رکھیے۔ وہ تمہارے مخلصانہ اعمال سے

كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝٤

ستارے — اور سورج کو — اور چاند کو — دیکھا میں نے ان کو اپنے سامنے سجدہ کرتے ہوئے ◆

قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ

کہا — اے بیٹے — مت بیان کرنا — خواب اپنا — اپنے بھائیوں کے آگے

فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ

پھر وہ بنائیں گے تیرے واسطے — کچھ فریب — البتہ شیطان ہے — انسان کا — دشمن

مُّبِيْنٌ ۝٥ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ

کھلا ◆ — اور اسی طرح — برگزیدہ کرے گا تجھ کو تیرا رب ◆ — اور سکھلائے گا

مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ

تجھ کو ٹھکانے پر لگانا باتوں کا ◆ — اور پورا کرے گا اپنا انعام — تجھ پر

وَعَلٰٓي اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓي اَبَوَيْكَ مِنْ

اور یعقوب کے گھر پر ◆ — جیسا پورا کیا ہے تیرے دو باپ دادوں پر — اس سے

قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝٦ ع ٢

پہلے — ابراہیم — اور اسحٰق پر ◆ — البتہ تیرا رب خبردار ہے حکمت والا ◆

فوائد

◆ **حضرت یوسفؑ کا خواب** یعنی گیارہ ستارے اور چاند سورج میرے سامنے جھک رہے اور پست ہو رہے ہیں۔ یہ خواب لڑکپن میں دیکھا تھا۔ کہتے ہیں "بارہ برس" کے بچے تھے۔

◆ یعنی شیطان ہر وقت دشمنی کی گھات میں لگا ہے۔ وسوسہ اندازی کر کے بھائیوں کو تیرے خلاف اکسا دے گا۔ کیونکہ خواب کی تعبیر بہت ظاہر تھی۔ اور یوسف علیہ السلام کے بھائی بھی آخر بہرحال خاندان نبوت ہی سے تھے۔ ایسے واضح خواب کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہ تھا کہ گیارہ ستارے گیارہ بھائی ہیں اور چاند سورج ماں باپ ہیں۔ گویا یہ سب کسی وقت یوسف علیہ السلام کی عظمت شان کے سامنے سر جھکائیں گے۔

برادران یوسف چنانچہ آخر سورت میں "يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۡ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا" کہہ کر اسی طرف

اشارہ دیکھ۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام خواب سے پیشتر ہی یہ محسوس کرتے تھے کہ یوسف کے ساتھ باپ کی خصوصی محبت کو دیکھ کر اس کے علاتی بھائی دل ہی دل میں کڑھتے ہیں۔ اب انہوں نے خیال کیا کہ اگر کہیں یہ خواب سن پائے تو شیطان حسد کی آگ ان کے دلوں میں بھڑکا دے گا اور جوش حسد میں آنکھیں بند کر کے ممکن ہے وہ کوئی ایسی حرکت کر گذریں جو یوسف کی اذیت اور خود ان کی رسوائی اور بربادی کا موجب ہو۔ اس لئے آپ نے یوسف علیہ السلام کو منع فرما دیا کہ اپنا خواب بھائیوں کے روبرو ظاہر نہ کریں۔ یوسف کا ایک حقیقی بھائی "بنیامین" تھا۔ اس کے سامنے ذکر کرنے کی بھی اجازت نہیں دی گو اس سے برائی کا کچھ اندیشہ نہ تھا۔ لیکن یہ ممکن تھا کہ وہ بن کر بے احتیاطی سے دوسروں کے سامنے تذکرہ کر دے۔ یا اس طرح یہ خبر لوگوں میں شائع ہو جائے۔ تنبیہ: حافظ ابن تیمیہ نے ایک مستقل رسالہ میں لکھا ہے کہ قرآن، لغت اور عقل اعتبار سے کوئی چیز اس خیال کی تائید نہیں کرتی کہ برادران یوسف انبیاء تھے۔ نہ رسول کریم ﷺ نے اس کی خبر دی نہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی اس کا قائل تھا۔ بھلا عقوق والدین، قطع رحم، مسلمان بھائی کے قتل پر اقدام کرنا، اس کو غلام بنا کر بیچ ڈالنا اور بلاد کفر کی طرف بھیج دینا، پھر صریح جھوٹ اور حیلے بہانے وغیرہ ایسی حرکات شنیعہ کیا کسی نبی کی طرف (خواہ قبل از بعثت ہی سہی) منسوب کی جا سکتی ہیں (العیاذ باللہ)۔ جن لوگوں نے برادران یوسف کی نبوت کا خیال ظاہر کیا ہے ان کے پاس لفظ "اسباط" کے سوا کوئی دلیل نہیں حالانکہ "اسباط" خاص صلبی اولاد کو نہیں بلکہ اقوام و امم کو کہتے ہیں۔ اور "بنی اسرائیل" کی اسباط پر تقسیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہوئی ہے۔

◆ **حضرت یوسف کی نبوت کی پیشینگوئی** | یعنی جس طرح ایسا اچھا خواب دکھلایا اسی طرح تجھ کو چن لے گا اور رحمت سے اپنی بارگاہ قرب میں تجھ کو خصوصی مقام عطا فرمائے گا۔ چنانچہ نبوت عطا فرمائی اور طرح طرح کی ظاہری و باطنی نوازشیں کیں۔

◆ **حضرت یوسف کو تعبیر خواب کا علم** | مثلاً تعبیر رؤیا یعنی خواب سن کر اس کے اجزاء کو قوت فراست سے ٹھکانے پر لگا دینا۔ یا ہر بات کے موقع و محل کو سمجھنا اور معاملات کے عواقب و نتائج کو فوراً پا لینا۔ یا خدا اور پیغمبروں کے ارشادات، اقوام و امم کے قصص اور کتب منزلہ کے مضامین کی تہہ تک پہنچ جانا۔ یہ سب چیزیں "تاویل الاحادیث" کے تحت میں مندرج ہو سکتی ہیں۔

◆ یعنی اخروی نعمتوں کے ساتھ دنیوی نعمتیں عطا فرمائے گا۔ نبوت کے ساتھ بادشاہت میں حصہ دے گا اور شدائد و محن سے نجات دے کر خوشحالی و فراغ بالی کی زندگی نصیب کرے گا۔

◆ یعقوب کے گھرانے کو دنیوی کروہات اور مادی تکلیفوں سے رہائی دے گا اور آئندہ ان کی نسل سے بڑے بڑے پیغمبر اور بادشاہ پیدا کرے گا۔ حضرت یعقوب نے تنہا اپنا نام نہیں لیا۔ اپنے والد حضرت اسحٰق اور ان کے والد حضرت ابراہیم کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابراہیم کو خدا نے اپنا خلیل اور نبی بنایا۔ ان کے دشمن نمرود کو ہلاک کیا۔ آگ کے شعلوں کو ان کے لئے گلزار بنا دیا۔ حضرت اسحٰق کو نبوت عطا کی۔ پھر ان کے صلب سے حضرت یعقوب جیسا نبی پیدا کیا۔ جس سے تمام انبیائے بنی اسرائیل کا سلسلہ چلا۔ حدیث صحیح میں ہے "الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم"۔ تنبیہ: حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو پیشین گوئی کی اس کا کچھ حصہ تو غالباً حضرت یوسف کے خواب سے سمجھے اور اس سے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ایسے موزوں و مبارک خواب دیکھنا اور کچھ حضرت یوسف کے خصائل و شمائل سے یا وحی الٰہی کے ذریعہ سے مطلع ہوئے ہوں گے۔

◆ یعنی وہ ہر ایک کی مناسبت و استعداد سے باخبر ہے۔ اپنی حکمت سے اسی کے مناسب فیض پہنچاتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَ اِخْوَتِهٖۤ اٰيٰتٌ لِّلسَّآئِلِيْنَ ۝۷

البتہ تھیں یوسف اور اس کے بھائیوں کے قصہ میں | نشانیاں | پوچھنے والوں کے لیے ◆

اِذْ قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَ اَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰۤى اَبِيْنَا مِنَّا وَ

جب کہنے لگے | البتہ یوسف | اور اس کا بھائی | زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہم سے | اور

نَحْنُ عُصْبَةٌ ؕ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ۝۸ ۚۖ اقْتُلُوْا

ہم ایک قوت والے لوگ ہیں | البتہ ہمارا باپ | صریح غلطی پر ہے ◆ | مار ڈالو

يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ

یوسف کو | یا پھینک دو اس کو کسی ملک میں | کہ خالص رہے تم پر | توجہ تمہارے باپ کی ◆

وَ تَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ ۝۹ قَالَ قَآئِلٌ

اور ہو رہنا اس کے بعد | نیک لوگ ◆ | بولا | ایک بولنے والا

مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَ اَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ

ان میں | مت مار ڈالو یوسف کو | اور ڈال دو اس کو | گمنام کنوئیں میں

يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝۱۰

کہ اٹھا لے جائے اس کو | کوئی مسافر | اگر تم کو کرنا ہے ◆

قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَ اِنَّا

بولے | اے باپ | کیا بات ہے کہ تو اعتبار نہیں کرتا ہمارا | یوسف پر | اور ہم تو

لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝۱۱ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَ يَلْعَبْ وَ

اس کے خیرخواہ ہیں ◆ | بھیج اس کو ہمارے ساتھ کل کو | خوب کھائے | اور کھیلے | اور

إِنَّا لَهُ لَحٰفِظُونَ ۝ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا

ہم تو اس کے نگہبان ہیں ◆ بولا مجھ کو غم ہوتا ہے اس سے کہ تم اس کو لے جاؤ

بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ الذِّئْبُ وَأَنْتُمْ عَنْهُ

اور ڈرتا ہوں اس سے کہ کھا جائے اس کو بھیڑیا اور تم اس سے

غٰفِلُونَ ۝ قَالُوا لَئِنْ أَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّا

بے خبر رہو ◆ بولے اگر کھا گیا اس کو بھیڑیا اور ہم ایک جماعت ہیں قوت ور تو ہم

إِذًا لَّخٰسِرُونَ ۝ فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ

نے سب کچھ گنوا دیا ◆ پھر جب لے کر چلے اس کو اور متفق ہوئے کہ ڈالیں اس کو

فِي غَيٰبَتِ الْجُبِّ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ

گمنام کنوئیں میں اور ہم نے اشارہ کر دیا اس کو کہ تو جتا دے گا ان کو ان کا یہ کام

هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۝ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً

اور وہ تجھ کو نہ جانیں گے ◆ اور آئے اپنے باپ کے پاس اندھیرا پڑے

يَبْكُونَ ۝ قَالُوا يٰأَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا

روتے ہوئے ◆ کہنے لگے اے باپ ہم لگے دوڑنے آگے نکلنے کو اور چھوڑا

يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ

یوسف کو اپنے اسباب کے پاس پھر اس کو کھا گیا بھیڑیا ◆ اور تو باور نہ کرے گا

لَنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِينَ ۝ وَجَاءُوا عَلٰى قَمِيصِهِ بِدَمٍ

ہمارا کہا اگرچہ ہم سچے ہوں ◆ اور لائے اس کے کرتے پر لہو لگا کر

حضرت یوسف کو ساتھ لے جانے کی درخواست | یعنی ایسے خوبصورت بچے کو گھر میں بٹھلا رکھنے سے بیکار ہوئے جاتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہمارے ساتھ اس کو بھی باہر جانے کے لئے جنگل بھیج دیجئے۔ جہاں جنگل کے پھل میوے خوب کھائے گا اور کھیل کود سے جسمانی حرارت بھی بڑھ جائے گی۔ کہتے ہیں یہاں کا کھیل بھاگ دوڑ اور تیر اندازی تھی جو بیٹے کی بچوں کے لئے مناسب حد تک کھیلا جیسا کہ بعضوں نے کہا ہے نشاط و شگفتگی کا موجب ہے۔ غرض یعقوب علیہ السلام سے یوسف کو ساتھ لیجانے کی پرزور درخواست کی اور نہایت موکد طریقہ سے اطمینان دلایا کہ ہم بھائی اس کی حفاظت کریں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ خود یوسف کو بھی آمادہ کر لیا تھا ظاہر میں ساتھ چلنے اور باپ سے اجازت لینے کی ترغیب دی۔

یعنی یوسف کی جدائی اور تمہارے ساتھ جانے کا تصور ہی مجھے غمگین بنائے رکھتا ہے۔ اس پر یہ خوف مزید برآں ہے کہ تمہاری بے خبری اور غفلت میں بھیڑیا وغیرہ کوئی درندہ پھاڑ کھائے۔ لکھا ہے کہ اس جنگل میں بھیڑیے کثرت سے تھے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ان کو آگے کھٹک گیا بھیڑیے کا بہانہ کرنا تھا وہی ان کے دل میں خوف آیا"۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ "اَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ" فرمانا حضرت یعقوب جیسے پیغمبر کے درجۂ توکل و تفویض سے ذرا نازل بات تھی۔ اس کا جواب یہ ملا کہ لڑکوں نے گویا ان کے منہ میں سے بات پکڑ لی۔ جو اندیشہ ظاہر کیا تھا وہی واقعہ کر لے آئے۔

یعنی اگر ہماری جیسی طاقتور جماعت کی موجودگی میں چھوٹے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے تو سمجھو کہ ہم بالکل ہی گئے گذرے ہوئے۔ اس سے بڑھ کر کیا خسارہ ہو گا کہ دس گیارہ تنومند بھائیوں کی آنکھوں کے سامنے سے ایک عزیز بچہ بھیڑیئے کے منہ میں پہنچ جائے۔ ایسا ہو تو کہنا چاہئے کہ ہم نے اپنا سب کچھ کھو دیا۔

مفسرین نے بہت سے درمیانی قصے نہایت درد انگیز اور رقت خیز پیرایہ میں نقل کئے ہیں جنہیں سن کر پتھر کا کلیجہ موم ہو جائے۔ خدا جانے وہ کہاں تک صحیح ہیں۔ قرآن کریم اپنے خاص نصب العین کے اعتبار سے اس قسم کی تفصیل کو زیادہ ضروری اور لائق ذکر نہیں سمجھتا کیونکہ ان اجزاء سے کوئی اہم مقصد متعلق نہیں ہے۔ قرآن کریم اپنے سامعین کے دلوں میں وہ رقت پیدا کرنا چاہتا ہے جس کا منشاء خالص ایمان و عرفان ہو۔ عام رقت جو ہر کافر و مومن بلکہ حیوانات تک میں طبعاً مشترک ہے اس پر عام خطیبوں کی طرح زور ڈالنا قرآن کی عادت نہیں۔ یہاں بھی اس نے درمیانی واقعات حذف کر کے آخری بات بتلا دی کہ برادران یوسف یوسف کو بلطائف الحیل باپ کے پاس سے لے گئے اور ٹھہری ہوئی قرارداد کے موافق کنوئیں میں ڈالنے کا تہیہ کر لیا۔ اس وقت ہم نے یوسف کو اشارہ کیا جس کی دوسروں کو مطلق خبر نہیں ہوئی کہ گھبراؤ نہیں، ایک وقت آیا چاہتا ہے کہ یہ سب کاروائیاں تم ان کو یاد دلاؤ گے اور اس وقت تم ایسے بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ پر ہو گے کہ یہ تم کو پہچان نہ سکیں گے یا طول عہد کی وجہ سے تم کو شناخت نہ کر سکیں گے۔ یہ خدائی اشارہ خواب میں ہوا یا بیداری میں، بطریق الہام ہوا یا فرشتے کے ذریعہ سے، اس کی تفصیل قرآن میں نہیں۔ البتہ ظاہر الفاظ کو دیکھ کر کہا گیا ہے کہ وحی کا آنا چالیس برس کی عمر پر موقوف نہیں ہے کیونکہ حضرت یوسف اس وقت بہت کم عمر تھے۔ واللہ اعلم۔

حضرت یعقوب کے سامنے بھائیوں کا گریہ | یا تو گھر پہنچتے پہنچتے اندھیرا ہو گیا یا جان بوجھ کر اندھیرے سے آئے کہ دن کے اجالے میں باپ کو منہ دکھانا زیادہ مشکل تھا اور رات کی سیاہ چادر بے حیائی، سنگدلی اور جھوٹی آہ و بکا کی کسی حد تک پردہ داری کر سکتی تھی۔ اعمش نے خوب فرمایا کہ برادران یوسف کا گریہ و بکا دیکھنے کے بعد ہم کسی شخص کو محض چشم اشکبار سے سچا نہیں سمجھ سکتے۔

بھائیوں کی جھوٹی کہانی | یعنی ہم نے حفاظت میں کچھ کوتاہی نہیں کی۔ ہمارے کپڑے لتے وغیرہ قابل حفاظت چیزیں جہاں رکھی تھیں وہیں یوسف کو بٹھلایا اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کو بھاگ دوڑ شروع کی۔ بس ذرا آنکھ سے اوجھل ہونا تھا کہ بھیڑیے نے یوسف کو آ دبوچا۔ اس موقع پر اتنی ذرا سی دیر میں احتمال بھی نہ تھا کہ بھیڑیا پہنچ کر فوراً یوسف کو شکار کر لے گا۔

یعنی یوسف کے معاملہ میں پہلے ہی سے آپ کو ہماری طرف سے بدگمانی ہے۔ اگر آپ کے نزدیک ہم بالکل سچے بھی ہوں تب بھی اس معاملہ خاص میں کسی طرح ہماری بات کا یقین نہیں کر سکتے۔

كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ

جھوٹ ◆ بولا یہ ہرگز نہیں بلکہ بنا دی ہے تم کو تمہارے جیوں نے ایک بات اب صبر ہی

جَمِيلٌ ۖ وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾ وَجَاءَتْ

بہتر ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں اس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو ◆ اور آیا

سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَىٰ دَلْوَهُ ۖ قَالَ يَا بُشْرَىٰ

ایک قافلہ پھر بھیجا اپنا پانی بھرنے والا اس نے لٹکایا اپنا ڈول کہنے لگا کیا خوشی کی بات ہے

هَٰذَا غُلَامٌ ۚ وَأَسَرُّوهُ بِضَاعَةً ۚ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ﴿١٩﴾

یہ ہے ایک لڑکا ◆ اور چھپا لیا اس کو تجارت کا مال سمجھ کر ◆ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ◆

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ ۚ وَكَانُوا فِيهِ

اور بیچ آئے اس کو بھائی ناقص قیمت کو گنتی کی چونیاں ◆ اور ہو رہے تھے اس سے بے رغبت

مِنَ الزَّاهِدِينَ ﴿٢٠﴾ وَقَالَ الَّذِي اشْتَرَاهُ مِن مِّصْرَ

بیزار ◆ اور کہا جس شخص نے خرید لیا اس کو مصر سے

لِامْرَأَتِهِ أَكْرِمِي مَثْوَاهُ عَسَىٰ أَن يَنفَعَنَا أَوْ

اپنی عورت کو آبرو سے رکھ اس کو شاید ہمارے کام آئے یا

◆ ایک بکری یا ہرن وغیرہ ذبح کر کے اس کا خون یوسف کی قمیص پر چھڑک لائے تھے وہ جھوٹا خون پیش کر کے باپ کو یقین دلانے لگے کہ بھیڑیے کے کھا جانے سے یہ کرتہ خون آلود ہو گیا۔

◆ **حضرت یوسف کا خون آلود کرتہ** بھلا جس کو شام میں بیٹھ کر مصر سے یوسف کے کرتہ کی خوشبو آئی تھی وہ بکری کے خون پر یوسف کے خون کا گمان کب کر سکتا تھا۔ انہوں نے سنتے ہی جھٹلا دیا۔ اور جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے کہنے لگے کہ وہ بھیڑیا اتفاق سے بڑا حلیم و متین ہوگا جو یوسف کو لے گیا اور خون آلود کرتہ کو نہایت احتیاط سے بغیر پھٹے وسالم اتار کر رکھ گیا۔ سچ ہے "دروغ گو را حافظہ نباشد" خون کے چھینٹے تو دے گئے مگر یہ خیال نہ رہا کہ قمیص کو بے ترتیبی سے نوچ کر اور پھاڑ کر پیش کرتے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاف طور پر فرما دیا کہ یہ سب تمہاری سازش اور اپنے دلوں سے تراشی ہوئی باتیں ہیں۔ بہرحال میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں

جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہو گا نہ تم سے انتقام کی کوشش۔ صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس صبر میں میری مدد فرمائے اور اپنی اعانت غیبی سے جو باتیں تم ظاہر کر رہے ہو ان کی حقیقت اس طرح آشکارا کر دے کہ سلامتی کے ساتھ یوسف سے دوبارہ ملنا نصیب ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ جس امتحان میں وہ مبتلا کئے گئے ہیں وہ پورا ہو کر رہے گا اور ایک مدت معین کے بعد اس مصیبت سے نجات ملے گی۔ فی الحال زعم مذکور نے یا انتقامی تدابیر اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں یوسف ابھی ملنے کے نہیں ہاں ادھر سے بیٹے ساری دنیا میں رسوا ہو جائیں گے اور ممکن ہے کہ طیش میں آ کر خود یعقوب علیہ السلام کو ایذاء پہنچانے کی کوشش کریں۔ کذا قال الامام الرازی فی تفسیرہ۔ واللہ اعلم۔

◆ **کنویں میں حضرت یوسفؑ کے تین دن** | کہتے ہیں تین روز تک یوسف علیہ السلام کنوئیں میں رہے۔ قدرت الٰہی نے حفاظت کی۔ نیک بھائی یہودا کے دل میں ڈال دیا کہ وہ روز کنوئیں میں کھانا پہنچا آتا تھا۔ ویسے بھی سب بھائی خبر رکھتے تھے کہ مرے نہیں۔ کسی دوسرے ملک کا مسافر نکال لے جائے تو ہمارے درمیان سے یہ کانٹا نکل جائے۔ سچ ہے۔ گل است سعدی و در چشم دشمنان خار است　　آخر یہاں سے مصر کو جانے والا ایک قافلہ ادھر سے گذرا۔ انہوں نے کنواں دیکھ کر اپنا آدمی پانی بھرنے کو بھیجا اس نے ڈول پھانسا تو حضرت یوسف بھوکے تو تھے ہی ڈول میں ہو بیٹھے اور رسی ہاتھ سے پکڑ لی کھینچنے والے نے ان کا حسن و جمال دیکھ کر بے ساختہ خوشی سے پکارا کہ یہ تو عجیب لڑکا ہے بڑی قیمت کو بکے گا۔

◆ یعنی کھینچنے والے نے اس واقعہ کو دوسرے ساتھیوں سے چھپانا چاہا کہ اوروں کو خبر ہوگی تو سب شریک ہو جائیں گے۔ شاید یہ ظاہر کیا کہ یہ غلام اس کے آقاؤں نے مجھ کو دیا ہے کہ مصر کے بازار میں فروخت کروں۔

◆ یعنی بھائی بے وطن کرنا چاہتے تھے اور قافلہ والے بیچ کر دام وصول کرنے کا ارادہ کر رہے تھے اور خدا تعالیٰ خزائن مصر کا مالک بنانا چاہتا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو ان کارروائیوں کو ایک سیکنڈ میں روک دیتا لیکن اس کی مصلحت تاخیر کی متقاضی تھی۔ اس لئے سب چیزوں کو جانتے اور دیکھتے ہوئے انہیں ڈھیل دی گئی۔

◆ **بھائیوں کا حضرت یوسف کو فروخت کرنا** | بھائیوں کو خبر ہوئی کہ قافلہ والے نکال لے گئے۔ وہاں پہنچے اور ظاہر کیا کہ یہ ہمارا غلام بھاگ آیا ہے چونکہ اسے بھاگنے کی عادت ہے اس لئے ہم رکھنا نہیں چاہتے تم خریدنا چاہو تو خرید سکتے ہو۔ مگر بہت سخت نگرانی رکھنا کہیں بھاگ نہ جائے کہتے ہیں اٹھارہ درہم یا کم و بیش میں بیچ ڈالا۔ اور نو بھائیوں نے دو دو درہم (تقریباً آٹھ آٹھ آنے) بانٹ لئے۔ ایک بھائی یہودا نے حصہ نہیں لیا۔

◆ یعنی اس قدر ارزاں بیچنے سے تعجب مت کرو۔ وہ واقع میں یوسف سے بیزار تھے کہ مفت ہی دے ڈالتے تو مستبعد نہ تھا۔ جو پیسے مل گئے غنیمت سمجھے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں آیت میں اس بیع کا ذکر ہے جو قافلہ والوں نے مصر پہنچ کر کی۔ اگر ایسا ہو تو کہا جائے گا کہ پڑی ہوئی چیز کی قدر کیا، اور یہ اندیشہ رہا کہ پھر کوئی آ کر دعویٰ نہ کر بیٹھے۔ نیز آزاد (پکڑا ہوا) ہونے کا عیب بن چکے تھے اس لئے سستے داموں بیچ ڈالا۔ والظاہر ہو الاول۔ واللہ اعلم۔

نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ۭ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۡ

ہم اس کو بیٹا بنالیں ◆ اور اسی طرح جگہ دی ہم نے یوسف کو اس ملک میں

وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۭ وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓي

اور اس واسطے کہ اس کو سکھلائیں کچھ ٹھکانے پر بٹھانا باتوں کا (یعنی درست کرنی باتوں کی) ◆ اور اللہ زور آور رہتا ہے اپنے

اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَلَمَّا بَلَغَ

کام میں لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ◆ اور جب پہنچ گیا

اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اپنی قوت کو دیا ہم نے اس کو حکم اور علم ◆ اور ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں ہم نیکی والوں کو ◆

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ

اور پھسلایا اس کو اس عورت نے جس کے گھر میں تھا اپنا جی تھامنے سے اور بند کر دیے

الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ۭ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ

دروازے اور بولی شتابی کر ◆ کہا خدا کی پناہ وہ تو

رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ وَلَقَدْ

عزیز ہے میرا اچھی طرح رکھا ہے مجھ کو بیشک بھلائی نہیں پاتے جو لوگ کہ بے انصاف ہوں ◆ اور البتہ

◆ **حضرت یوسف عزیز مصر کے یہاں** | کہتے ہیں مصر پہنچ کر نیلام ہوا۔ عزیز مصر جو وہاں کا مدار المہام تھا اس کی بولی پر معاملہ ختم ہوا۔ اس نے اپنی عورت (زلیخا یا راعیل) سے کہا کہ نہایت پیارا مقبول صورت اور ہونہار لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ اس کو پوری عزت و آبرو سے رکھو۔ غلاموں کا سا معاملہ مت کرو۔ شاید بڑا ہو کر ہمارے کام آئے ہم اپنا کاروبار اس کے سپرد کر دیں یا جب اولاد نہیں ہے تو بیٹا بنا لیں۔

◆ **حضرت یوسف کو عطائے تمکین** | یعنی ہم نے اپنی قدرت کاملہ اور تدبیر لطیف سے یوسف کو بھائیوں کی حاسدانہ تدبیروں اور کنوئیں کی قید سے نکال کر عزیز مصر کے یہاں پہنچا دیا۔ پھر اس کے دل میں یوسف کی محبت و وقعت القاء فرمائی اس طرح ہم نے ان

کو مصر میں ایک معزز جگہ دی اور اہل مصر کی نظروں میں ان کو وجیہ و محبوب بنا دیا۔ تا یہ چیز آئندہ ترقیات اور سربلندیوں کا پیش خیمہ ہو۔ اور بنی اسرائیل کو مصر میں بسانے کا ذریعہ بنے۔ ساتھ ہی یہ بھی منظور تھا کہ عزیز مصر کے یہاں رہ کر بڑے سرداروں کی صحبت دیکھیں تو سلطنت کے رموز و اشارات سمجھے اور تمام باتوں کو ان کے ٹھکانے پر بٹھانے کا کامل سلیقہ اور تجربہ حاصل ہو (تنبیہ) اسی سورت کے پہلے رکوع میں "تاویل الاحادیث" کا لفظ گذر چکا ہے۔ اس کی تفسیر وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

◆ **حضرت یوسفؑ کا علم و حکمت** | یعنی بھائیوں نے یوسف کو گرانا چاہا خدا نے ان کو آسمان رفعت پر پہنچا دیا۔ اکثر لوگ کوتاہ نظری سے دیکھتے نہیں کہ انسانی تدبیروں کے مقابلہ میں کس طرح خدا کا ارادہ سب پر غالب آتا ہے۔

◆ یعنی جب یوسف کے قوائے بدنی و عقلی حد کمال کو پہنچ گئے تو خدا کے یہاں سے عظیم الشان علم و حکمت کا فیض پہنچا۔ نہایت مشکل عقدے اپنی فہم رسا سے حل کرتے۔ بڑی خوبی اور دانائی سے لوگوں کے نزاعات چکاتے۔ دین کی باریکیاں سمجھتے، جو زبان سے کہتے وہ کر کے دکھاتے۔ غرضیکہ اخلاق سے قطعاً پاک، اوصاف اور علوم شرائع کے پورے ماہر تھے۔ تعبیر رؤیا کا علم تو ان کا خصوصی حصہ تھا۔

◆ جو لوگ فطرت کی رہنمائی یا تعلیم صالحین اور توفیق ازلی سے خوب، حوادث پر صابر رہ کر عمدہ اخلاق اور نیک چال چلن اختیار کرتے ہیں، حق تعالیٰ ان پر ایسے ہی انعام کیا کرتا ہے۔

◆ **حضرت یوسفؑ کا کڑا امتحان** | ادھر تو الطاف غیبیہ حضرت یوسف کی عجیب و غریب طریقے سے تربیت فرما رہے تھے۔ ادھر عزیز کی بیوی (زلیخا) نے ان کے سامنے ایک نہایت ہی جرأت الاقدام موقع امتحان کا کھڑا کر دیا۔ یعنی حضرت یوسف کے حسن و جمال پر زلیخا مفتون ہو گئی اور دلکشی و عشوہ بازی کے سارے سامان جمع کر کے چاہا کہ یوسف کے دل کو ان کے قابو سے باہر کر دے۔ ایک طرف عیش و نشاط کے سامان، نفسانی جذبات پورے کرنے کے لئے ہر قسم کی سہولتیں، یوسف علیہ السلام کا ہر وقت زلیخا کے گھر میں موجود رہنا، اس کا نہایت محبت اور پیار سے رکھنا، تنہائی کے وقت خوبصورت کی طرف سے ایک خواہش کا بیتابانہ اظہار، کسی غیر کے آنے جانے کے سب دروازے بند، دوسری طرف جوانی کی عمر، قوت کا زمانہ، مزاج کا اعتدال، تجرد کی زندگی، یہ سب دواعی و اسباب ایسے تھے جن سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہو جاتا۔ حضرت یوسف کی بے مثال ثابت قدمی کو خدا نے جس کو محسن قرار دے کر علم و حکمت کے رنگ میں رنگین کیا اور پیغمبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچایا۔ اس پر کیا مجال تھی کہ شیطان کا قابو چل جاتا۔ اس نے ایک لفظ کہا "معاذ اللہ" (خدا کی پناہ) اور شیطانی جال کے سارے حلقے توڑ ڈالے۔ کیونکہ جس نے خدا کی پناہ لی اس پر کس کا داؤ چل سکتا ہے؟

◆ **آپ کی ثابت قدمی اور پاکبازی** | یعنی خدا کی پناہ میں ایسی قبیح حرکت کیسے کر سکتا ہوں؟ علاوہ بریں "عزیز" میرا مربی ہے جس نے مجھے ایسی عزت و راحت سے رکھا، کیا میں اپنے محسن کے ناموس پر حملہ کروں؟ ایسی محسن کشی اور بے انصافی کرنے والے کبھی بھلائی اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے نیز جب ظاہری مربی کا ہم کو اس قدر پاس ہے تو سمجھ لو کہ اس پروردگار حقیقی سے کس قدر شرمانا اور حیا کرنا چاہئے جس نے محض اپنے فضل سے ہماری تربیت فرمائی اور اپنے بندوں کو ہماری خدمت و راحت رسانی کے لئے کھڑا کر دیا۔ (تنبیہ) بعض مفسرین نے "إِنَّهُ رَبِّي" کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کی ہے۔

هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ

عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ

مِنْ دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ

مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ عَذَابٌ

اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ

مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ

وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ

دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ

◆ **زلیخا اور حضرت یوسف کی رغبت "ھم" کا فرق** | یعنی عورت نے چاہنے کی فکر کی اور اس نے فکر کی کہ عورت کا وار چلنے پائے مگر اپنے رب کی حجت و قدرت کا معائنہ نہ کرتے تو تابعدار ہوتا مشکل تھا۔ بعض مفسرین نے "وَھَمَّ بِھَا" کو "وَلَقَدْ ھَمَّتْ بِہٖ" سے علیحدہ کر کے "لَوْلَا اَنْ رَّاٰ بُرْھَانَ رَبِّہٖ" سے متعلق کیا ہے جیسے "اِنْ کَادَتْ لَتُبْدِیْ بِہٖ لَوْلَا اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰی قَلْبِھَا" کی ترکیب ہے۔ اس وقت مقصود یوسف کے حق میں "ھم" کا ثابت کرنا نہیں، بلکہ نفی کرنا ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا کہ عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور یوسف بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے پروردگار کی قدرت و حجت نہ دیکھ لیتا۔ بعض نے "وَھَمَّ بِھَا" میں لفظ "ھم" کو بمعنی میلان و رغبت کے لیا ہے۔ یعنی یوسف کے دل میں طبعی رغبت و میلان بے اختیار پیدا ہوا۔ جیسے روزہ دار کو گرمی میں ٹھنڈے پانی کی طرف طبعی رغبت ہوتی ہے لیکن روزہ دار پینے کا ارادہ نہیں کرتا۔ یہ غیر اختیاری رغبت کچھ مضر نہیں۔ بلکہ باوجود رغبت عمل نہ کرنا اس سے تقویٰ محترز رہنا مزید اجر و ثواب کا موجب ہے۔ اسی طرح سمجھو کہ ایسے اسباب و دواعی قویہ کی موجودگی سے طبع بشری کے موافق بلا اختیار وارادہ یوسف علیہ السلام کے دل میں کسی قسم کی رغبت و میلان کا پایا جانا عصمت کے منافی نہیں بلکہ ان کے مرتبہ کو بلند کرتا ہے۔ بلکہ صحیح مسلم میں ابوہریرہؓ کی حدیث ہے کہ اگر بندہ کا میلان کسی برائی کی طرف ہوا لیکن اس پر عمل نہ کیا تو اس کے لیے حسنات میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔ خدا فرماتا ہے کہ اس نے (باوجود رغبت و میلان) میرے خوف سے اس برائی کو ہاتھ نہ لگایا۔ بہرحال باوجود اشتراک لفظی کے زلیخا کے "ھم" اور یوسف کے "ھم" میں زمین و آسمان کا تفاوت ہے۔ اسی لیے قرآن کریم نے دونوں کے "ھم" کو ایک ہی لفظ میں جمع نہیں کیا اور نہ زلیخا کے "ھم" پر "لام" اور "قد" داخل کیا گیا۔ الغرض سیاق و سباق میں بہت سی دلائل یوسف علیہ السلام کی طہارت و نزاہت پر قائم فرمائیں جو غور کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں۔ تفصیل "روح المعانی" اور "کبیر" وغیرہ میں موجود ہے۔

◆ **اللہ کی برہان** | "برہان" دلیل و حجت کو کہتے ہیں یعنی یوسف علیہ السلام اس وقت اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو طبعی میلان پر چل پڑتے۔ وہ دلیل کیا تھی؟ زنا کی حرمت و شناعت کا وہ علم الیقین جو حق تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا۔ یہ وہی دلیل جو خود انہوں نے زلیخا کے مقابلہ میں "اِنَّہٗ رَبِّیْٓ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّہٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ" کہہ کر پیش کی۔ بعض کہتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آئے کہ انگلی دانتوں میں دبائے سامنے کھڑے ہیں۔ بعض نے کہا کہ کوئی غیبی تحریر نظر پڑی جس میں اس فعل سے روکا گیا تھا۔ واللہ اعلم۔

◆ یہ برہان دکھانا اور اسی طرح ثابت قدم رکھنا اس لیے تھا کہ یوسف ہمارے برگزیدہ بندوں میں ہیں۔ لہٰذا کوئی چھوٹی بڑی برائی خواہ ارادہ کے درجہ میں ہو یا عمل کے، ان تک نہ پہنچ سکے۔

◆ **حضرت یوسف کا بھاگنا** | آگے یوسف تھے کہ جلدی دروازہ کھول کر نکل جائیں۔ اور پیچھے زلیخا انہیں روکنے کے لیے تعاقب کر رہی تھی۔ اتفاقاً یوسف کے قمیص کا پچھلا حصہ زلیخا کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے پکڑ کر کھینچنا چاہا، کھینچا تانی میں کرتہ پھٹ گیا۔ مگر یوسف جوں توں کر کے مکان سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ادھر یہ دونوں آگے پیچھے دروازہ پر پہنچے، ادھر عورت کا خاوند عزیز مصر بھی پہنچ گیا۔ عورت نے فوراً بات بنانی شروع کی۔

◆ **زلیخا کا الزام** | عورت نے الزام یوسف پر رکھا کہ اس نے مجھ سے برا ارادہ کیا۔ ایسے شخص کی سزا یہی ہونی چاہیے کہ جیل خانہ بھیجا جائے یا کوئی اور سخت مار پڑے۔

◆ **حضرت یوسف کی صفائی** | اب یوسف کو واقعہ ظاہر کرنا پڑا کہ عورت نے میرے نفس کو بے قابو کرنا چاہا۔ میں نے بھاگ کر جان بچائی۔ یہ جھگڑا ابھی چل رہا تھا کہ خود عورت کے خاندان کا ایک گواہ عجیب طریقہ سے یوسف کے حق میں گواہی دینے لگا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیر خوار بچہ تھا، جو خدا کی قدرت سے حضرت یوسف کی براءت و نزاہت ظاہر کرنے کو بول پڑا۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ بچہ نہیں کوئی مرد دانا تھا جس نے اتنی پتہ کی بات کہی۔ واللہ اعلم۔

قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ

پھاڑا گیا ۔ پیچھے سے ۔ کہا ۔ بے شک یہ فریب ہے تم عورتوں کا ۔ البتہ تمہارا فریب

عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٚ وَاسْتَغْفِرِىْ

بڑا ہے ۔ یوسف جانے دے اس ذکر کو ۔ اور عورت تو بخشش

لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَ نِسْوَةٌ

مانگ اپنے گناہ کی ۔ بے شک تو ہی تھی چوکنے والی ۔ اور کہنے لگیں عورتیں

فِى الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ

اس شہر میں ۔ عزیز کی عورت ۔ خواہش کرتی ہے اپنے غلام سے ۔ اس کے جی کو

قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾

فریفتہ ہو گیا اس کا دل اس کی محبت میں ۔ ہم تو دیکھتے ہیں اس کو ۔ صریح خطا پر

فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ

پھر جب سنا اس نے ان کا فریب ۔ بلا بھیجا ان کو ۔ اور تیار کی

لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّ

ان کے واسطے ۔ ایک مجلس ۔ اور دی ان کو ہر ایک کے ہاتھ میں ۔ ایک چھری ۔ اور

قَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗۤ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ

بولی ۔ یوسف نکل آ ان کے سامنے ۔ پھر جب دیکھا اس کو ۔ ششدر رہ گئیں ۔ اور کاٹ ڈالے

اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَاۤ

اپنے ہاتھ ۔ اور کہنے لگیں ۔ حاشا للہ نہیں یہ آدمی ۔ یہ تو

إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ﴿٣١﴾ قَالَتْ فَذَٰلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ

مگر فرشتہ ہے بزرگ ◆ بولی یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے طعنے دیتی تھیں ◆

وَلَقَدْ رَاوَدتُّهُ عَن نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ۖ وَلَئِن لَّمْ

اور میں نے اس کو پھسلانا چاہا تھا اس سے ◆ اس کے جی ◆ مگر اس نے اپنے آپ کو بچا لیا ◆ اور جو نہ

يَفْعَلْ مَا آمُرُهُ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ الصَّاغِرِينَ ﴿٣٢﴾

کرے گا ◆ جو میں اس کو کہتی ہوں ◆ تو قید کیا جائے گا ◆ اور ذلیل ہوگا ◆

قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۖ

کہا یوسف نے ◆ اے رب ◆ مجھ کو قید پسند ہے ◆ اس بات سے ◆ جس کی طرف مجھ کو بلاتی ہیں

وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ

اور اگر تو نہ دفع کرے گا مجھ سے ◆ ان کا فریب ◆ تو مائل ہو جاؤں گا ان کی طرف ◆ اور ہو جاؤں گا

الْجَاهِلِينَ ﴿٣٣﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۚ

بے عقل ◆ سو قبول کر لی اس کی دعا اس کے رب نے ◆ پھر ہٹا دیا اس سے ◆ ان کا فریب ◆

إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٣٤﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُم مِّن بَعْدِ مَا رَأَوُا

البتہ وہی ہے سننے والا جاننے والا ◆ پھر یوں سمجھ میں آیا ان لوگوں کی ◆ اس کے بعد کہ دیکھ چکے تھے

الْآيَاتِ لَيَسْجُنُنَّهُ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٣٥﴾ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ

نشانیاں ◆ کہ اس کو قید رکھیں ایک مدت تک ◆ اور داخل ہوئے قید خانہ میں اس کے ساتھ

فَتَيَانِ ۖ قَالَ أَحَدُهُمَا إِنِّي أَرَانِي أَعْصِرُ خَمْرًا ۖ وَ

دو جوان ◆ کہنے لگا ◆ ان میں سے ایک ◆ میں دیکھتا ہوں ◆ کہ میں نچوڑتا ہوں شراب

ع ١٣

◆ یعنی حسن و جمال اور نورانی صورت کے اعتبار سے فرشتہ معلوم ہوتا ہے کسی نے خوب کہا ہے۔
فَلَوْ اَنَّ اِذَا قَرَوِیْ کَانُوْا مَلَائِکَۃً حُسْنًا وَ اِنْ قُوْبِلُوْا کَانُوْا عَفَارِیْتًا یا حیا، عفت اور پاکدامنی جو چہرہ اور چال ڈھال سے ٹپک رہی تھی اسے دیکھ کر کہا کہ یہ آدمی نہیں کوئی معصوم فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔

◆ اب زلیخا کو موقع ملا کہ عورتوں کے طعن و تشنیع کا رخ ان ہی کی طرف لوٹا دے۔ گویا اس وقت "فَذٰلِکُنَّ الَّذِیْ لُمْتُنَّنِیْ فِیْہِ" کہہ کر وہ اس شعر کا مضمون ادا کر رہی تھی۔ ایں است کہ خوں خوردہ و دل بردہ بسے را بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را

◆ **حضرت یوسف کی پاکدامنی کی گواہی** | مجمع کا رنگ دیکھ کر زلیخا بالکل ہی کھل پڑی اور واقعہ کا صاف صاف اظہار کر دیا کہ بیشک میں نے اس کا دل لینا چاہا تھا مگر اس بندۂ خدا نے اپنے معصوم قلب کو کسی طرح نہ دیا۔ یوں خدا تعالیٰ نے شہری عورتوں کے مجمع میں حضرت یوسف علیہ السلام کی کمال عصمت و عفت اور نزاہت و طہارت کا اقبالی ثبوت پیش کرا دیا۔ اس مجلس کا وقت وہی تھا جو کسی نے کہا ہے۔ لَا تُخْفِ مَا صَنَعَتْ بِکَ الْاَشْوَاقُ وَاشْرَحْ ہَوَاکَ فَکُلُّنَا عُشَّاقُ

◆ زلیخا کی اس گفتگو میں کچھ تو عورتوں پر اپنی معذوری اور ناکامی کا اظہار تھا، جس سے ہمدردی حاصل کر سکے اور کچھ یوسف علیہ السلام کو تحکمانہ دھمکیوں سے مرعوب کرنا تھا کہ وہ خوف زدہ ہو کر آئندہ اس کی مطلب برآری پر آمادہ ہو جائیں۔ مولانا کہ
عشق و نازک بند شد و دام ہا نرم گشت کافرا بیشہ و ہدیہ عصمت دام را

◆ **حضرت یوسف کی دعاء** | معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا کا یہ بیباکانہ قصہ اور مظلومانہ انداز بیان اس کی ہم جنسوں پر اثر کر گیا۔ وہ پہلے ہی سے کچھ دل باختہ ہو چکی تھیں۔ بہر حال لکھا ہے کہ اب عورتوں نے یوسف کو سمجھانا شروع کیا کہ تم کو اپنی محسنہ اور سیدہ کا کہنا ماننا چاہئے۔ آخر اس غریب پر اتنا ظلم کیوں کرتے ہو۔ پھر یہ بھی سوچ لو کہ نافرمانی کا نتیجہ کیا ہو گا۔ خواہ مخواہ مصیبت سر پر لینے سے کیا فائدہ۔ کہتے ہیں کہ بظاہر زبان سے وہ زلیخا کی سفارش کر رہی تھیں مگر دل ہر ایک کا یوسف کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ یوسف نے جب دیکھا کہ یہ عورت بری طرح پیچھے پڑی ہے اور شیطان ہر طرف اپنا جال بچھانے لگا ہے تو نہایت عزم و استقلال اور تضرع و استقامت سے بارگاہ احدیت میں درخواست کی کہ مجھے ان کے مکر و فریب سے بچا لیجئے۔ اگر اس سلسلہ میں قید ہونا پڑے تو میں قید کو ارتکاب معصیت پر ترجیح دیتا ہوں۔ اگر آپ میری دستگیری نہ فرمائیں گے تو ڈر ہے کہ بے عقل ہو کر ان کی دلفریبیوں کی طرف نہ جھک پڑوں۔ یہاں یوسف علیہ السلام نے زبانی یہ جتلا دیا کہ انبیاء کی عصمت بھی حق تعالیٰ کی دستگیری سے ہے اور یہ کہ وہ اپنی عصمت پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ عصمت کا جو منبع ہے (حفاظت و صیانت الٰہی) اسی پر نظر رکھتے ہیں۔

◆ یعنی ان کو عصمت و عفت پر پوری طرح ثابت قدم رکھا کسی کا فریب چلنے نہ دیا۔

◆ **اللہ سے ہمیشہ اچھی چیز مانگنی چاہیے** | یعنی سب کی دعائیں سنتا ہے اور خبر رکھتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مانگے سے قید میں پڑے لیکن اللہ تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی کہ ان کا فریب دفع کر دیا باقی قید ہونا قسمت میں تھا۔ آدمی کو چاہئے کہ گھبرا کر اپنے حق میں برائی نہ مانگے، پوری بھلائی مانگے تو ہو گا وہی جو قسمت میں ہے۔" ترمذی میں ہے کہ ایک شخص کو حضور نے یہ دعا مانگتے سنا "اَللّٰہُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الصَّبْرَ" (اے اللہ میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں) آپ نے فرمایا "سَاَلْتَ اللّٰہَ الْبَلَاءَ فَاسْئَلْہُ الْعَافِیَۃَ" (تو نے اللہ سے بلا طلب کی کیونکہ صبر تو بلا پر ہو گا اب تو اس سے عافیت مانگ)۔

◆ **حضرت یوسف کی قید** | یعنی باوجودیکہ حضرت یوسف کی براءت و نزاہت کے بہت سے نشان دیکھ چکے تھے، پھر بھی ان کی مصلحت یہ ہوئی کہ یوسف کو ایک مدت تک قید میں رکھا جائے تاکہ عام لوگ سمجھیں کہ قصور یوسف ہی کا تھا، عورت بیچاری مفت میں بدنام ہوئی۔ گویا عورت نے قید کی جو دھمکی دی تھی اسے پورا کر کے چھوڑا۔ ان لوگوں کی غرض تو یہ ہوئی کہ عورت سے بدنامی زائل ہو، یعنی ایک مدت تک یوسف ان کی نظر سے علیحدہ رہیں، اور عورت کا مطلب یہ ہو گا کہ شاید قید کی سختیاں اٹھا کر یوسف نرم ہو جائیں اس طرح اپنا مطلب نکال سکے۔

قَالَ الْاٰخَرُ اِنِّیْۤ اَرٰىنِیْۤ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِیْ خُبْزًا تَاْكُلُ

اور دوسرے نے کہا ۔ میں دیکھتا ہوں ۔ کہ اٹھا رہا ہوں اپنے سر پر روٹی ۔ کہ کھاتے

الطَّیْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِیْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۳۶﴾

کھاتے ہیں جانور اس میں سے ۔ بتلا ہم کو اس کی تعبیر ۔ ہم دیکھتے ہیں تجھ کو ۔ نیکی والا ◆

قَالَ لَا یَاْتِیْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖۤ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِیْلِهٖ

بولا ۔ نہ آنے پائے گا تم کو کھانا ۔ جو ہر روز تم کو ملتا ہے ۔ کہ بتا چکوں گا تم کو اس کی تعبیر

قَبْلَ اَنْ یَّاْتِیَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ ؕ اِنِّیْ

اس کے آنے سے پہلے ۔ یہ علم ہے کہ مجھ کو سکھایا میرے رب نے ۔ میں نے

تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ هُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ

چھوڑا ۔ دین اس قوم کا ۔ کہ ایمان نہیں لاتے اللہ پر ۔ اور آخرت سے وہ لوگ

كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ اتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِیْۤ اِبْرٰهِیْمَ وَ اِسْحٰقَ

منکر ہیں ◆ اور پکڑا میں نے ۔ دین اپنے باپ دادوں کا ۔ ابراہیم ۔ اور اسحاق

وَ یَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَاۤ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ

اور یعقوب کا ۔ ہمارا کام نہیں ۔ کہ شریک کریں اللہ کا ۔ کسی چیز کو

ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَیْنَا وَ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ

یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر ۔ اور سب لوگوں پر ۔ لیکن بہت

النَّاسِ لَا یَشْكُرُوْنَ ﴿۳۸﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ

لوگ ۔ احسان نہیں مانتے ◆ اے رفیقو قید خانہ کے ۔ بھلا کئی معبود

◆ ۱ **دو قیدیوں کے خواب** یعنی اسی زمانہ میں دو نوجوان قیدی جیل خانہ میں لائے گئے۔ جن میں ایک بادشاہ مصر (ریان بن الولید) کا نانبائی اور دوسرا ساقی (شراب پلانے والا تھا)۔ دونوں بادشاہ کو زہر دینے کے الزام میں ماخوذ تھے۔ قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کی مروت و امانت، راست گوئی، حسن اخلاق، کثرت عبادت، معرفت تعبیر اور ہمدردی خلائق کا چرچا تھا۔ یہ دونوں قیدی حضرت یوسف سے بہت مانوس ہو گئے اور بڑی محبت کا اظہار کرنے لگے۔ ایک روز دونوں نے اپنا اپنا خواب بیان کیا۔ ساقی نے کہا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں۔ نانبائی نے کہا کہ میرے سر پر روٹی کے ٹوکرے ہیں جس میں سے پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کو بزرگ دیکھ کر تعبیر مانگی۔

◆ ۲ **قیدیوں کو حضرت یوسف کی تبلیغ** یوسف علیہ السلام نے اول ان کو تسلی دی کہ بیشک خوابوں کی تعبیر تمہیں بہت جلد معلوم ہوا چاہتی ہے۔ روزمرہ جو کھانا تم کو ملتا ہے اسکے آنے سے پیشتر میں تعبیر بتلا کر فارغ ہو جاؤں گا۔ لیکن تعبیر خواب سے زیادہ ضروری ایک چیز پہلے تم کو سناتا ہوں۔ وہ یہ کہ تعبیر وغیرہ کا یہ علم مجھ کو کہاں سے حاصل ہوا۔ سو یاد رکھو کہ میں کوئی کاہن یا نجومی نہیں بلکہ میرے علم کا سرچشمہ وحی اور الہام ربانی ہے جو مجھ کو حق تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے عطا فرمایا کہ میں نے ہمیشہ سے کافروں اور باطل پرستوں کے دین و ملت کو چھوڑے رکھا اور اپنے مقدس آباؤ اجداد (حضرت ابراہیم، حضرت اسحٰق، حضرت یعقوبؑ) جیسے انبیاء و مرسلین کے دین توحید پر چلا اور ان کا اسوۂ حسنہ اختیار کیا۔ ہمارا سب سے بڑا اور مقدم مطمح نظر یہی رہا کہ دنیا کی کسی چیز کو کسی درجہ میں بھی خدا کا شریک نہ بنائیں نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں، نہ ربوبیت و معبودیت میں۔ صرف اسی کے آگے جھکیں، اسی سے محبت کریں، اسی پر بھروسہ رکھیں۔ اور اپنا ہر معاملہ اسی ایک پروردگار کے حوالہ کر دیں۔ بہرحال یوسف علیہ السلام نے موقع مناسب دیکھ کر نہایت موثر طرز میں ان قیدیوں کو ایمان و توحید کی طرف آنے کی ترغیب دی۔ پیغمبروں کا کام یہی ہوتا ہے کہ دعوت و تبلیغ حق کا کوئی مناسب موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ ان قیدیوں کے دل میری طرف متوجہ اور مجھ سے مانوس ہیں۔ قید کی مصیبت میں گرفتار ہو کر شاید کچھ نرم بھی ہوئے ہوں گے۔ لاؤ ان حالات سے فرض تبلیغ کے ادا کرنے میں فائدہ اٹھائیں۔ اول ان کو دین کی باتیں سکھلائیں۔ پھر تعبیر بھی بتلا دیں گے۔ یہ تسلی پہلے کر دی کہ کھانے کے وقت تک تعبیر معلوم ہو جائے گی تا وہ نصیحت سے اکتائیں نہیں۔ (تنبیہ) بہت سے مفسرین نے "لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖ" الخ کے معنی یہ لئے ہیں کہ جو کھانا تمہارے پاس جیل میں آتا ہے میں آنے سے پہلے اس کی حقیقت پر تم کو مطلع کر دیا کرتا ہوں۔ یعنی آج کیا کھانا آئے گا، کس قسم کا ہو گا۔ پھر تعبیر بتلانا کیا مشکل ہے۔ گویا اول حضرت یوسف نے معجزہ کی طرف توجہ دلا کر انہیں اپنی نبوت کا یقین دلانا چاہا تا کہ آگے وہ جو نصیحت کریں زیادہ موثر و واقع فی النفس ہو۔ اس تقریر پر یوسف کا یہ معجزہ ایسا ہی ہو گا جیسے حضرت مسیح نے فرمایا تھا "وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ" مگر مترجم محقق نے پہلی تفسیر اختیار کی ہے واللہ اعلم۔ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب لکھتے ہیں "حق تعالیٰ نے قید میں یہ حکمت رکھی کہ ان کا دل کافروں کی صحبت سے (یعنی کافر جو ان کی محبت و مدارات کرتے تھے اس سے) ٹوٹا تو دل پر اللہ کا علم روشن ہوا۔ چاہا کہ اول ان کو دین کی بات سنا دیں پیچھے تعبیر خواب کہیں۔ اس واسطے تسلی کر دی تا نہ گھبرائیں۔ کہا کہ کھانے کے وقت تک وہ بھی بتا دوں گا۔"

◆ ۳ یعنی ہمارا خالص توحید اور ملت ابراہیمی پر قائم رہنا نہ صرف ہمارے حق میں بلکہ سارے جہان کے حق میں رحمت و فضل ہے، کیونکہ خاندان ابراہیمی کی شمع سے سب لوگ اپنے دلوں کے چراغ روشن کر سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ بہت سے لوگ خدا کی اس نعمت عظیمہ کی قدر نہیں کرتے۔ چاہئے یہ تھا کہ اس کا احسان مان کر راہ توحید پر چلتے، وہ ناشکری کر کے شرک و عصیان کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔

مُتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ﴿٣٩﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ

جدا جدا — بہتر — یا اللہ اکیلا زبردست ◆ — کچھ نہیں پوجتے ہو

مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ

سوائے اس کے — مگر نام ہیں — جو رکھ لئے ہیں تم نے — اور تمہارے باپ دادوں نے

مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ اَمَرَ اَلَّا

نہیں اتاری اللہ نے ان کی — کوئی سند ◆ — حکومت نہیں ہے کسی کی سوائے اللہ کے — اس نے فرما دیا

تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

نہ پوجو مگر اسی کو ◆ — یہی ہے دین سیدھا — پر بہت

النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٤٠﴾ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا

لوگ — نہیں جانتے ◆ — اے رفیقو قید خانہ کے — ایک جو ہے تم دونوں میں

فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ

سو پلائے گا اپنے خاوند (مالک) کو شراب — اور دوسرا جو ہے — سو سولی دیا (پر چڑھایا) جائے گا پھر کھائیں گے

الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ﴿٤١﴾

جانور — اس کے سر میں سے — فیصل ہوا کام — جس کی تحقیق تم چاہتے تھے ◆

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫

اور کہہ دیا یوسف نے — اس کو جس کو گمان کیا تھا کہ بچے گا ان دونوں میں — میرا ذکر کرنا — اپنے خاوند (مالک) کے پاس ◆

فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ بِضْعَ

سو بھلا دیا اس کو شیطان نے — ذکر کرنا اپنے خاوند سے — پھر رہا — قید میں — کئی

◆ یعنی مختلف انواع و اشکال کے چھوٹے بڑے معبود بنا لینا جن پر تم نے خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے ہیں ان سے لو لگانا بہتر ہے یا اس ایک اکیلے زبردست خدا سے جس کو ساری مخلوق پر کلی اختیار اور کامل تصرف و قبضہ حاصل ہے اور جس کے آگے نہ کسی کا حکم چل سکتا ہے نہ اختیار نہ اسے کوئی بھاگ کر ہرا سکتا ہے نہ مقابلہ کر کے مغلوب کر سکتا ہے۔ خود سوچو کہ سر عبودیت ان میں سے کس کے سامنے جھکایا جائے۔

◆ یعنی یوں ہی بے سند اور بے ٹھکانے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں جن کے نیچے حقیقت ذرہ برابر نہیں۔ ان ہی نام کے خداؤں کی پوجا کر رہے ہو۔ ایسے جہل پر انسان کو شرمانا چاہئے۔

◆ یعنی قدیم سے تمام انبیاء علیہم السلام کی زبانی یہی حکم پہنچتا رہا کہ خدا کی عبادت میں کسی کو شریک مت کرو۔ "وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَا اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ" (زخرف۔ رکوع۴)

◆ یعنی توحید خالص کے راستہ میں ایچ پیچ کچھ نہیں۔ سیدھی اور صاف سڑک ہے جس پر چل کر آدمی بے کھٹکے خدا تک پہنچتا ہے۔ لیکن بہت لوگ حماقت یا تعصب سے اس سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔

◆ **قیدیوں کے خواب کی تعبیر** فرض تبلیغ ادا کرنے کے بعد یوسف علیہ السلام نے ان کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی کہ جس نے خواب میں شراب پلاتے دیکھا اس کی تعبیر یہی ہے کہ وہ بیداری میں بادشاہ کو شراب پلائے گا۔ اور جس نے سر پر سے جانوروں کو روٹیاں کھاتے دیکھا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سولی دیا جائے گا۔ پھر جانور اس کے سر سے نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ قضاء و قدر کا فیصلہ یہی ہے جو کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتا۔ جو بات تم پوچھتے تھے وہ میں نے بتلا دی۔ یہ بالکل طے شدہ امر ہے۔ جس میں تخلف نہیں ہو سکتا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ساقی زہر خورانی کی تہمت سے بری ہو گیا اور خباز (نانبائی) کو جرم ثابت ہونے کی وجہ سے سزائے موت دی گئی۔

◆ یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے جیسے "اَلَّذِیْنَ یَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ" یعنی یوسف علیہ السلام کو دونوں میں سے جس شخص کی بابت یقین تھا کہ بری ہو جائے گا جب وہ قید خانہ سے نکلا تو فرمایا اپنے بادشاہ کی خدمت میں میرا بھی ذکر کرنا کہ ایک ایسا شخص بے قصور قید خانہ میں برسوں سے پڑا ہے۔ مبالغہ کی ضرورت نہیں۔ میری جو حالت تو نے مشاہدہ کی ہے بلا کم و کاست کہہ دینا۔

سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْٓ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ

برس ◆ اور کہا بادشاہ نے میں خواب میں دیکھتا ہوں سات گائیں

سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعَ سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ

موٹی اُن کو کھا رہی ہیں سات دبلی اور سات بالیں ہری

وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ

اور دوسری سوکھی ◆ اے دربار والو تعبیر کہو مجھ سے میرے خواب کی اگر

كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا

ہو تم خواب کی تعبیر دینے والے ◆ بولے یہ خیالی خواب ہیں اور

نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْ نَجَا

ہم کو ایسے خوابوں کی تعبیر معلوم نہیں ◆ اور بولا وہ جو بچا تھا

مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ

اُن دونوں میں سے اور یاد آگیا اُس کو مدت کے بعد میں بتاؤں تم کو اس کی تعبیر

فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اَفْتِنَا فِيْ

سو تم مجھ کو بھیجو ◆ جا کر کہا اے یوسف اے سچے ◆ حکم دے ہم کو اس خواب میں

سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ

سات گائیں موٹی ان کو کھاتی ہیں سات دبلی اور سات

سُنْۢبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ لَّعَلِّيْٓ اَرْجِعُ اِلَى النَّاسِ

بالیں ہری اور دوسری سوکھی تاکہ میں لے جاؤں لوگوں کے پاس

❶ **حضرت یوسف کو عتاب آمیز تنبیہ** یعنی شیطان نے چھوٹنے والے قیدی کے دل میں مختلف خیالات و وساوس ڈال کر ایسا غافل کیا کہ اسے بادشاہ کے سامنے اپنے محسن بزرگ (یوسف علیہ السلام) کا تذکرہ کرنا یاد نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف کو کئی سال اور قید میں رہنا پڑا۔ مدت دراز کے بعد جب بادشاہ نے ایک خواب دیکھا اور اس کی تعبیر کسی کی سمجھ میں نہ آئی تب اس شخص کو یوسف علیہ السلام یاد آئے جیسا کہ آگے آتا ہے "وَقَالَ الَّذِیْ نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ" بھلانے کی نسبت شیطان کی طرف اس لئے کی گئی کہ وہ القائے وساوس وغیرہ کا ذریعہ ہے جو سبب بنتا ہے نسیان کا۔ حضرت موسیٰ کے رفیق سفر نے کہا تھا "وَمَاۤ اَنْسٰنِیْهُ اِلَّا الشَّیْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ" (کہف رکوع ۹) لیکن ہر ایک شر میں حق تعالیٰ کوئی خیر کا پہلو رکھ دیتا ہے۔ یہاں بھی گو اس نسیان کا نتیجہ تطویل قید کی صورت میں ظاہر ہوا۔ تاہم حضرت شاہ صاحب کی تحقیق لطیف کے موافق اس میں یہ تنبیہ ہوگی کہ ایک پیغمبر کا دل ظاہری اسباب پر نہیں ٹھہرنا چاہئے۔ بلکہ ابن جریر اور بغوی وغیرہ نے بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ وہ "فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ" کی ضمیر یوسف علیہ السلام کی طرف راجع کرتے ہیں۔ گویا "اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ" کہنا ایک طرح کی غفلت تھی جو یوسف علیہ السلام کو عارض ہوئی۔ انہوں نے قیدی کو کہا کہ اپنے رب سے میرا ذکر کرنا حالانکہ چاہئے تھا کہ سب ظاہری سہارے چھوڑ کر خود اپنے رب سے فریاد کرتے۔ بیشک کشف شدائد کے وقت مخلوق سے ظاہری استعانت اور اسباب کی مباشرت مطلقاً حرام نہیں ہے۔ لیکن ابرار کی حسنات مقربین کی سیئات بن جاتی ہیں۔ جو بات عامۃ الناس بے کھٹکے کر سکتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے منصب عالی کے اعتبار سے وہی بات ایک قسم کی تقصیر بن جاتی ہے۔ امتحان و ابتلاء کے موقع پر انبیاء کی شان رفیع اسی کو مقتضی ہے کہ رخصت پر نظر نہ کریں، انتہائی عزیمت کی راہ چلیں۔ چونکہ حضرت یوسف (علیہ السلام) کا "اُذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ" کہنا عزیمت کے خلاف تھا اس لئے عتاب آمیز تنبیہ ہوئی کہ کئی سال تک مزید قید کی الجھن پڑی اور اسی لئے "انساء" کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب۔ زیادہ تفصیل روح المعانی میں ہے۔

❷ **بادشاہ کا خواب** وہ سوکھی بالیں ہری بالوں پر لپٹتی ہیں اور انہیں خشک کر دیتی ہیں۔ یہ خواب بادشاہ مصر "ریان بن الولید" نے دیکھا۔ جو آخرکار حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کا اور ظاہری عروج کا سبب بنا۔ یوسف علیہ السلام کے قصہ میں جا بجا اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ خدا جب کوئی بات چاہتا ہے غیر متوقع طریقہ سے ایسے اسباب فراہم کر دیتا ہے جن کی طرف آدمی کا خیال نہیں جاتا۔

❸ یعنی اگر اس فن میں کچھ مہارت رکھتے ہو تو میرے خواب کی تعبیر بتلاؤ۔

❹ **معبرین کا جھوٹا عذر** معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس فن سے جاہل تھے۔ اپنے جہل کا صاف لفظوں میں اقرار کرنے سے شرمائے تو یوں بات بنا دی کہ یہ کوئی خواب نہیں محض پریشان خیالات ہیں، بسا اوقات انسان کو نیند میں ایسی صورتیں متخیل ہو جاتی ہیں جو لائق اعتنا نہیں۔ نہ ہم ایسے خوابوں کی تعبیر کا علم رکھتے ہیں۔ کیونکہ وہ علم تعبیر رؤیا کے اصول کے ماتحت نہیں ہوتے۔

❺ **بادشاہ کے سامنے حضرت یوسفؑ کا تذکرہ** اب خواب کے سلسلہ میں ساقی کو جو قید سے چھوٹ کر آیا تھا مدت کے بعد حضرت یوسف یاد آئے اس نے بادشاہ اور اہل دربار سے کہا کہ اگر مجھے ذرا جانے کی اجازت دو تو میں اس خواب کی تعبیر لا سکتا ہوں۔ قید خانہ میں ایک مقدس بزرگ فرشتہ صورت موجود ہے جو فن تعبیر کا ماہر ہے (ممکن ہے اس نے اپنے خواب کا قصہ بھی ذکر کیا ہو) میں تعبیر لینے کے لئے اس کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں چنانچہ اجازت دی گئی۔ اس نے یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ عرض کیا جو آگے آتا ہے۔

❻ **قید خانے میں ساقی کی حضرت یوسفؑ سے ملاقات** "اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ" کہنے سے یہ غرض تھی کہ آپ مجسم سچ ہیں۔ جو بات بھی آپ کی زبان سے نکلی سچ ہو کر رہی امید ہے جو تعبیر اس خواب کی دیں گے ہو بہو پوری ہو کر رہے گی۔ یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے صدق و دیانت کا نقش کس طرح عام و خاص کے قلوب پر بیٹھ جاتا ہے۔

لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزْرَعُوْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ دَاَبًا ۚ

شاید وہ معلوم کریں ◆ | کہا | تم کھیتی کرو گے | سات برس | برابر

فَمَا حَصَدْتُّمْ فَذَرُوْهُ فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا

سو جو کاٹو | اس کو چھوڑ دو | اس کی بالی میں | مگر تھوڑا سا | جو

تَاْكُلُوْنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ

تم کھاؤ | پھر آئیں گے | اس کے بعد | سات برس | سختی کے

يَّاْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّا تُحْصِنُوْنَ ﴿۴۸﴾

کھا جائیں گے | جو رکھا تم نے ان کے واسطے | مگر تھوڑا سا | جو روک رکھو گے بیج کے واسطے

ثُمَّ يَاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِيْهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَ

پھر آئے گا | اس کے پیچھے | ایک برس | اس میں | مینہ برسے گا لوگوں پر | اور

فِيْهِ يَعْصِرُوْنَ ﴿۴۹﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا

اس میں رس نچوڑیں گے ◆ | اور کہا بادشاہ نے | لے آؤ اس کو میرے پاس | پھر جب

جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْــَٔلْهُ مَا بَالُ

پہنچا اس کے پاس بھیجا ہوا آدمی | کہا | لوٹ جا اپنے خاوند (مالک) کے پاس | اور پوچھ اس سے کیا حقیقت ہے

◆ یعنی خواب کی تعبیر اور اس کے ذریعہ سے آپ کی قدر و منزلت معلوم ہو۔

◆ **بادشاہ کے خواب کی تعبیر اور بشارت** | یوسف علیہ السلام نے تعبیر بتانے میں دیر تک نہ کی نہ کوئی شرط لگائی، نہ اس شخص کو شرمندہ کیا کہ تھوڑی مدت کے بعد اب میرا خیال آیا۔ اس سے انبیاء علیہم السلام کے اخلاق اور مروت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پھر وہ صرف خواب کی تعبیر مانگتا تھا آپ نے تین چیزیں عطا فرمائیں۔ تعبیر، تدبیر، تعلیم۔ آپ کے کلام کا حاصل یہ تھا کہ سات سال تک خوب پیداوار ہوگی اور سات

بڑی بالیں سات برس ہیں جن میں متواتر خوشحالی رہے گی، کھیتوں میں خوب پیداوار ہوگی، جیسے بالیں دانہ جات خوب بھریں گے۔ اس کے بعد سات سال قحط ہوگا جس میں سارا پچھلا ذخیرہ لوگ کھا کر ختم کر ڈالیں گے۔ صرف تخم ریزی کے لئے کچھ تھوڑا سا باقی رہ جائے گا۔ یہ سات سال دبلی گائیں اور سوکھی بالیں ہیں جو موٹی گائیوں اور ہری بالوں کو ختم کر دیں گی۔ تعبیر بتلانے کے دوران میں حضرت یوسف نے ازراہ شفقت و ہمدردی خلائق ایک تدبیر بھی تعلیم فرما دی کہ اول سات سال میں جو پیداوار ہو اسے بڑی حفاظت سے رکھو اور کفایت شعاری سے اٹھاؤ۔ کھانے کے لئے جس قدر غلہ کی ضرورت ہو اسے الگ کر لو اور تھوڑا تھوڑا احتیاط سے کھاؤ۔ باقی غلہ بالوں میں رہنے دو تا اس طرح کیڑا وغیرہ سے محفوظ رہے اور سات سال کی پیداوار چودہ سال تک کام آئے۔ ایسا کرو گے تو قحط کا مقابلہ کرنا دشوار نہ ہوگا۔ یہ تعبیر و تدبیر بتلانے کے بعد انہیں بشارت سنائی جو غالباً آپ کو وحی سے معلوم ہوئی ہوگی یعنی سات سال قحط رہنے کے بعد جو سال آئے گا اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے فریاد رسی ہوگی اور خوب مینہ برسے گا، کھیتی باڑی، پھل میوے نہایت افراط سے پیدا ہوں گے، جانوروں کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے۔ انگور وغیرہ نچوڑنے کے قابل چیزوں سے لوگ شراب کشید کریں گے۔ یہ آخری بات سائل کے حسب حال فرمائی۔ کیونکہ وہ یہی کام کرتا تھا۔

النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ

ان عورتوں کی جنھوں نے کاٹ لیے تھے ہاتھ اپنے ◆ میرا رب تو ان کا فریب

عَلِیْمٌ ۝ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ

سب جانتا ہے ◆ کہا بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلایا تھا یوسف کو اس کے نفس کی حفاظت سے ◆

قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ

بولیں حاشا للہ ہم کو معلوم نہیں اس پر کچھ برائی بولی عورت

الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ

عزیز کی اب کھل گئی سچی بات میں نے پھسلایا تھا اس کو اس کے جی سے

وَاِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ

اور وہ سچا ہے ◆ یوسف نے کہا یہ اس واسطے کہ عزیز معلوم کرلے کہ میں نے اس کی چوری نہیں کی

بِالْغَیْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ۝

چھپ کر اور یہ کہ اللہ نہیں چلاتا (چلنے دیتا) فریب دغابازوں کا ◆

◆ **رہائی کا حکم اور حضرت یوسف کا صبر و تحمل** بادشاہ کچھ تو پہلے ہی ساقی کے تذکرے سے حضرت یوسف کا معتقد ہو گیا تھا۔ اب جو اس کی موزوں و دلنشین تعبیر اور رعایا کی ہمدردی کی تدبیر سنی تو ان کے علم و فضل، عقل و دانش اور حسن اخلاق کا سکہ اس کے دل پر بیٹھ گیا۔ فوراً حکم دیا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لاؤ تاکہ اس کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوں اور اس کے مرتبہ اور قابلیت کے موافق عزت کریں۔ قاصد پیام شاہی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر یوسف کی نظر میں اپنی دینی و اخلاقی پوزیشن کی برتری اور صفائی اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی عزت و وجاہت سے زیادہ اہم تھی۔ آپ جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کی نسبت لوگوں کی ادنیٰ بدگمانی بھی ہدایت و ارشاد کے کام میں بڑی بھاری رکاوٹ ہے۔ اگر آج میں بادشاہ فرمان کے موافق چپ چپاتے قید خانہ سے نکل گیا اور جس جھوٹی تہمت کے سلسلہ میں سالہا سال قید و بند کی مصائب اٹھائیں اس کا

وَمَآ اُبَرِّئُ نَفۡسِىۡ‌ ۚ اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌ ۢ بِالسُّوۡٓءِ

اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو بے شک جی تو سکھلاتا ہے برائی

اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّىۡ‌ ؕ اِنَّ رَبِّىۡ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۵۳﴾ وَقَالَ

مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے بے شک میرا رب بخشنے والا ہے مہربان ﴿۱﴾ اور کہا

الۡمَلِكُ ائۡتُوۡنِىۡ بِهٖۤ اَسۡتَخۡلِصۡهُ لِنَفۡسِىۡ‌ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ

بادشاہ نے لے آؤ اس کو میرے پاس میں خاص کر رکھوں اس کو اپنے کام میں ﴿۲﴾ پھر جب بات چیت کی اس سے

قَالَ اِنَّكَ الۡيَوۡمَ لَدَيۡنَا مَكِيۡنٌ اَمِيۡنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ

کہا واقعی تو نے آج سے ہمارے پاس جگہ پائی معتبر ہو کر ﴿۳﴾ یوسف نے کہا

اجۡعَلۡنِىۡ عَلٰى خَزَآئِنِ الۡاَرۡضِ‌ ۚ اِنِّىۡ حَفِيۡظٌ عَلِيۡمٌ ﴿۵۵﴾

مجھ کو مقرر کر ملک کے خزانوں پر میں نگہبان ہوں خوب جاننے والا ﴿۴﴾

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوۡسُفَ فِى الۡاَرۡضِ‌ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنۡهَا

اور یوں قدرت دی ہم نے یوسف کو اس زمین میں جگہ پکڑتا تھا اس میں

حَيۡثُ يَشَآءُ‌ ؕ نُصِيۡبُ بِرَحۡمَتِنَا مَنۡ نَّشَآءُ‌ وَلَا نُضِيۡعُ

جہاں چاہتا ﴿۵﴾ پہنچا دیتے ہیں ہم رحمت اپنی جس کو چاہیں اور ضائع نہیں کرتے ہم

اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجۡرُ الۡاٰخِرَةِ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ

بدلہ بھلائی والوں کا ﴿۶﴾ اور ثواب آخرت کا بہتر ہے ان کو جو

اٰمَنُوۡا وَكَانُوۡا يَتَّقُوۡنَ ﴿۵۷﴾ وَجَآءَ اِخۡوَةُ يُوۡسُفَ

ایمان لائے اور رہے پرہیزگاری میں ﴿۷﴾ اور آئے بھائی یوسف کے

فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿٥٨﴾ وَلَمَّا

جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُوْنِيْ بِاَخٍ لَّكُمْ مِّنْ

اَبِيْكُمْ ۚ اَلَا تَرَوْنَ اَنِّيْۤ اُوْفِي الْكَيْلَ وَاَنَا خَيْرُ

الْمُنْزِلِيْنَ ﴿٥٩﴾ فَاِنْ لَّمْ تَاْتُوْنِيْ بِهٖ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ

عِنْدِيْ وَلَا تَقْرَبُوْنِ ﴿٦٠﴾ قَالُوْا سَنُرَاوِدُ عَنْهُ

اَبَاهُ وَاِنَّا لَفٰعِلُوْنَ ﴿٦١﴾ وَقَالَ لِفِتْيٰنِهِ اجْعَلُوْا

بِضَاعَتَهُمْ فِيْ رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَعْرِفُوْنَهَاۤ اِذَا انْقَلَبُوْۤا

اِلٰۤى اَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٦٢﴾ فَلَمَّا رَجَعُوْۤا

اِلٰۤى اَبِيْهِمْ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَاَرْسِلْ

۱ **حضرت یوسفؑ کی بھائیوں سے ملاقات اور مدارات** موضح القرآن میں ہے "جب حضرت یوسف ملک "مصر" پر مختار ہوئے خواب کے موافق سات برس خوب آبادی کی اور ملک کا اناج بھرتے گئے۔ پھر سات برس کے قحط میں ایک بھاؤ سیانے باندھ کر بکوایا اپنے والوں کو اور پردیسیوں کو سب کو برابر۔ مگر پردیسی کو ایک اونٹ سے زیادہ نہ دیتے تھے۔ اس میں خلق بچی قحط سے اور خزانہ بادشاہ کا بھر گیا۔ ہر طرف خبر تھی کہ مصر میں اناج سستا ہے ان کے بھائی خریدنے کی غرض سے آئے۔" ان کے تن و توش، ہیئات، وضع قطع میں چنداں تغیر نہ ہوا تھا۔ ادھر حضرت یوسف برابر اپنے باپ بھائیوں کا تفقد کرتے رہے ہوں گے اور وہاں پہنچنے پر انکا نام و نشان بھی دریافت کر لیا ہو گا جیسا کہ سلاطین و اعیان سے ملاقات کرنے میں عموماً ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض تفاسیر میں ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنا نام و نسب وغیرہ بیان کیا۔ ہاں یوسف علیہ السلام جدائی کے وقت چونکہ بہت چھوٹے تھے اور بھائیوں کو پہلے سے ادھر خیال بھی نہ تھا۔ نہ بادشاہوں کے یہاں عام آدمیوں کی یہ جرأت ہو سکتی ہے۔ کہ ان کا نام و نسب وغیرہ دریافت کریں۔ اس لئے وہ یوسف کو نہ پہچان سکے۔

۲ **بنیامین کو لانے کا حکم** حضرت یوسف نے اپنے بھائیوں کی خوب مدارات اور مہمانداری کی۔ ایک ایک اونٹ غلہ کس لادا دیا۔ یہ خاص مہربانی اور اخلاق دیکھ کر کہنے لگے ہیں انہوں نے درخواست کی کہ ہمارے ایک علاتی بھائی (بنیامین) کو بوڑھے ضعیف باپ نے تسکین خاطر کے لئے اپنے پاس روک لیا ہے کیونکہ اس کا دوسرا عینی بھائی (یوسف) جو باپ کو بے حد محبوب تھا مدت ہوئی کہیں جنگل میں ہلاک ہو چکا ہے۔ اگر بنیامین کے حصہ کا غلہ بھی ہم کو مرحمت فرمائیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح غائب کا حصہ دینا خلاف قاعدہ ہے تم پھر آؤ تو بنیامین کو ساتھ لاؤ تب اس کا حصہ پا سکو گے۔ میرے اخلاق اور مہمان نوازی کو تم خود مشاہدہ کر چکے ہو، کیا اس کے بعد تمہیں اپنے چھوٹے بھائی کے لانے میں کچھ تردد ہو سکتا ہے؟

۳ یعنی نہ لائے تو سمجھا جائے گا کہ تم جھوٹ بول کر اور دھوکہ دے کر خلاف قاعدہ ایک اونٹ زیادہ لینا چاہتے تھے اس کی سزا یہ ہوگی کہ آئندہ خود تمہارا حصہ بھی ضبط ہو جائے گا بلکہ میرے پاس یا میرے قلمرو میں آنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

۴ یعنی گو باپ سے اس کا جدا کرنا سخت مشکل ہے تاہم ہماری یہ کوشش ہوگی کہ باپ کو کسی تدبیر سے راضی کر لیں۔ امید ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر رہیں گے۔

۵ **حضرت یوسفؑ کا بھائیوں پر احسان** یعنی جو پونجی دے کر غلہ خریدا تھا حکم دیا کہ وہ بھی خفیہ طور پر ان کے اسباب میں رکھ دو تاکہ گھر پہنچ کر جب اسباب کھولیں اور دیکھیں کہ غلہ کے ساتھ قیمت بھی واپس دے دی گئی تو دوبارہ ادھر آنے کی ترغیب مزید ہو کہ ایسے کریم بادشاہ کہاں ملتے ہیں۔ اور ممکن ہے قیمت نہ موجود ہونے کی بناء پر دوبارہ آنے سے مجبور رہیں اس لئے قیمت واپس کر دی۔ بعض نے کہا کہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے قیمت لینا مروت و کرم کے خلاف سمجھا۔

مَعَنَآ اَخَانَا نَكْتَلْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝ قَالَ هَلْ

ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو کہ بھرتی لے آئیں اور ہم اُس کے نگہبان ہیں ◆ کہا میں بھلا

اٰمَنُكُمْ عَلَيْهِ اِلَّا كَمَآ اَمِنْتُكُمْ عَلٰٓى اَخِيْهِ مِنْ قَبْلُ ۚ

اعتبار کروں تمہارا اس پر مگر وہی جیسا اعتبار کیا تھا اُس کے بھائی پر اس سے پہلے

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا ۪ وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝ وَلَمَّا

سو اللہ بہتر ہے نگہبان اور وہی ہے سب مہربانوں سے مہربان ◆ اور جب

فَتَحُوْا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوْا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ اِلَيْهِمْ ؕ

کھولی اپنی چیز بست پائی اپنی پونجی کہ پھیر دی گئی ان کی طرف

قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا نَبْغِيْ ؕ هٰذِهٖ بِضَاعَتُنَا رُدَّتْ اِلَيْنَا ۚ

بولے اے باپ ہم کو اور کیا چاہیے (یہ جو ہم چاہتے ہیں) یہ پونجی ہماری پھیر دی ہے ہم کو

وَنَمِيْرُ اَهْلَنَا وَنَحْفَظُ اَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيْرٍ ؕ

اب جا کر لاویں رسد ہم اپنے گھر کو اور خبرداری کریں گے اپنے بھائی کی اور زیادہ لیویں بھرتی ایک اونٹ کی ◆

ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ ۝ قَالَ لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى

وہ بھرتی آسان ہے ◆ کہا ہرگز نہ بھیجوں گا اُس کو تمہارے ساتھ یہاں تک

تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ

کہ دو مجھ کو عہد خدا کا کہ البتہ پھیر لاؤ گے اُس کو میرے پاس مگر یہ کہ

يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّآ اٰتَوْهُ مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى

گھیرے جاؤ (مر جاؤ) تم سب پھر جب دیا اُس کو سب نے عہد بولا اللہ

◆ **حضرت یعقوب سے بیٹوں کی درخواست** | یعنی یوسف کی طرح اس کے متعلق کچھ تردد نہ کیجئے اب ہم بڑے ہو گئے ہیں پوری طرح حفاظت کریں گے۔

◆ یعنی وہی الفاظ " وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ " تم نے یوسف کو ساتھ لے جاتے وقت کہے تھے۔ پھر تمہارے وعدہ پر کیا اعتبار ہو۔ ہاں اس وقت ضرورت شدید ہے۔ جس سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے تمہارے ساتھ بھیجنا ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ سو میں اس کو خدا کی حفاظت میں دیتا ہوں۔ وہ ہی اپنی مہربانی سے اس کی حفاظت کرے گا۔ اور مجھ کو یوسف کی جدائی کے بعد دوسری مصیبت سے بچائے گا۔

◆ یعنی بنیامین کا حصہ۔

◆ یعنی ایسی آسان بھرتی کو چھوڑنا نہیں چاہئے۔ جس طرح ہو بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجئے۔ بعض نے " ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ " کا اشارہ پہلے جو غلہ لائے تھے اس کی طرف کیا ہے اور "یسیر" کو معنی قلیل لیا ہے۔ یعنی جو پہلے لائے ہیں وہ حاجت کے اعتبار سے تھوڑا ہے۔ قحط کے زمانہ میں کہاں تک کام دے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جس طرح بن پڑے ہم دوبارہ جائیں اور سب کا حصہ لے کر آئیں۔

مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿٦٦﴾ وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا

ہماری باتوں پر نگہبان ہے ◆ اور کہا اے بیٹو نہ داخل ہونا

مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ

ایک دروازے سے اور داخل ہونا کئی دروازوں سے جدا جدا

وَمَآ اُغْنِيْ عَنْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا

اور میں نہیں بچا سکتا تم کو اللہ کی کسی بات سے حکم کسی کا نہیں سوائے

لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾

اللہ کے اسی پر مجھ کو بھروسہ ہے اور اسی پر بھروسہ چاہیے بھروسہ کرنے والوں کو ◆

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ

اور جب داخل ہوئے جہاں سے کہا تھا ان کے باپ نے ◆ کچھ نہ

يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً فِيْ

بچا سکتا تھا ان کو اللہ کی کسی بات سے مگر ایک خواہش تھی

نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ

یعقوب کے جی میں سو وہ پوری کر چکا اور وہ تو خبردار تھا جو کچھ ہم نے اس کو سکھایا

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ وَلَمَّا دَخَلُوْا

لیکن بہت لوگوں کو خبر نہیں ◆ اور جب داخل ہوئے

عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْٓ اَنَا

یوسف کے پاس اپنے پاس رکھا اپنے بھائی کو کہا تحقیق میں ہوں

أَخُوكَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٩﴾

بھائی تیرا — سو تو غمگین مت ہو — اُن کاموں سے — جو انہوں نے کئے ہیں ◆

فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِي

پھر جب تیار کر دیا اُن کے واسطے — اسباب اُن کا — رکھ دیا — پینے کا پیالہ

رَحْلِ أَخِيهِ ثُمَّ أَذَّنَ مُؤَذِّنٌ أَيَّتُهَا الْعِيرُ إِنَّكُمْ

اسباب میں اپنے بھائی کے — پھر پکارا — پکارنے والے نے — اے قافلہ والو — تم تو

لَسَارِقُونَ ﴿٧٠﴾ قَالُوا وَأَقْبَلُوا عَلَيْهِمْ مَاذَا تَفْقِدُونَ ﴿٧١﴾

البتہ چور ہو ◆ — کہنے لگے — منہ کر کے اُن کی طرف — تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ◆

قَالُوا نَفْقِدُ صُوَاعَ الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَاءَ بِهِ حِمْلُ بَعِيرٍ

بولے — ہم نہیں پاتے — بادشاہ کا پیمانہ — اور جو کوئی اُس کو لاوے — اُس کو ملے ایک بوجھ اونٹ کا

وَأَنَا بِهِ زَعِيمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوا تَاللَّهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَا جِئْنَا

اور میں ہوں اُس کا ضامن ◆ — بولے — قسم اللہ کی — تم کو معلوم ہے — ہم

لِنُفْسِدَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كُنَّا سَارِقِينَ ﴿٧٣﴾ قَالُوا

شرارت کرنے کو نہیں آئے — ملک میں — اور نہ ہم کبھی چور تھے ◆ — بولے

فَمَا جَزَاؤُهُ إِنْ كُنْتُمْ كَاذِبِينَ ﴿٧٤﴾ قَالُوا جَزَاؤُهُ

پھر کیا سزا ہے اُس کی — اگر تم نکلے جھوٹے ◆ — کہنے لگے — اُس کی سزا یہ کہ

مَنْ وُجِدَ فِي رَحْلِهِ فَهُوَ جَزَاؤُهُ كَذَٰلِكَ

جس کے اسباب میں سے ہاتھ آئے — وہی اُس کے بدلے میں جائے — ہم یوں ہی

◆ **بنیامین سے حضرت یوسف کا خصوصی معاملہ** | حضرت یوسف نے بنیامین کے ساتھ ممتاز معاملہ کیا اور خلوت میں آہستہ سے سمجھا دیا کہ میں تیرا حقیقی بھائی (یوسف) ہوں۔ جو مظالم ان علاتی بھائیوں نے ہم پر کئے کہ مجھے باپ سے جدا کر کے کنوئیں میں ڈالا، غلام بنا کر بیچا، اور ہمارے باپ بھائی وغیرہ کو فراق کے صدمہ میں مبتلا کیا یا اب یہاں آتے ہوئے تمہارے ساتھ کوئی سختی کی، ان باتوں سے غمگین مت ہو۔ وقت آگیا ہے کہ ہمارے سب غم غلط ہو جائیں اور سختیوں کے بعد حق تعالیٰ راحت و عزت نصیب فرمائے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "اس بھائی کو جو یوسف کے بعد درجہ پایا اوروں کو حسد ہوا۔ اس سفر میں اس کو بات بات پر جھڑکتے اور طعنے دیتے۔ اب حضرت یوسف نے تسلی کر دی۔"

◆ **بھائیوں پر چوری کا الزام** | یعنی جب یوسف علیہ السلام کے حکم سے ان کا غلہ لدوایا اور سامان سفر تیار کیا گیا تو ایک چاندی کا پیالہ اپنے بھائی بنیامین کے اسباب میں بلا اطلاع رکھ دیا۔ جس وقت قافلہ روانہ ہونے لگا، محافظین کو پیالہ کی تلاش ہوئی۔ آخر ان کا شبہ اسی قافلہ پر گیا۔ قافلہ تھوڑی دور نکلا تھا کہ محافظین میں سے کسی نے آواز دی کہ ٹھہرو، تم لوگ یقیناً چور معلوم ہوتے ہو۔ تنبیہ: اگر یہ لفظ یوسف کے حکم سے کہے گئے تو یہ مطلب ہوگا کہ کوئی مال چرایا ہے، تم وہ ہو جنہوں نے باپ کی چوری سے بھائی کو بیچ ڈالا۔

◆ یعنی ہم کو خواہ مخواہ چور کیوں بتاتے ہو۔ اگر تمہاری کوئی چیز گم ہوئی ہے وہ بتلاؤ ہم بھی کہیں گے کہ ہمارے اسباب میں تلاش کر لو۔

◆ محافظین نے کہا بادشاہ کے پانی پینے کا پیالہ یا غلہ ناپنے کا پیمانہ گم ہو گیا ہے۔ اگر بدون حیل و حجت کے کوئی شخص حاضر کر دے گا تو غلہ کا ایک اونٹ انعام پائے گا۔ میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

◆ یعنی مصر میں ہمارا چال چلن عام طور پر معلوم ہے کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ ہم نے یہاں آکر کبھی کچھ شرارت کی؟ نہ ہم شرارتوں کے لئے یہاں آئے تھے اور نہ چوروں کے خاندان سے ہیں۔

◆ محافظین نے کہا کہ تم فضول بحثیں کر رہے ہو۔ اگر مال مسروقہ تمہارے پاس سے برآمد ہو گیا تو کیا کرو گے۔

نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِيَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ

سزا دیتے ہیں ظالموں کو ◆ پھر شروع کیں یوسف نے اُن کی خرجیاں دیکھنی اپنے بھائی کی

اَخِيْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ اَخِيْهِ ؕ كَذٰلِكَ

خرجی سے پہلے آخر کو وہ برتن نکالا اپنے بھائی کی خرجی سے ◆ یوں

كِدْنَا لِيُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ

داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو ◆ وہ ہرگز نہ لے سکتا تھا اپنے بھائی کو دین (قانون) میں

الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ

اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ◆ ہم درجے بلند کرتے ہیں جس کے

نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْۤا اِنْ يَّسْرِقْ

چاہیں ◆ اور ہر جاننے والے سے اوپر ہے ایک جاننے والا ◆ کہنے لگے اگر اس نے چرایا

فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا يُوْسُفُ

تو چوری کی تھی اس کے ایک بھائی نے بھی اس سے پہلے ◆ تب آہستہ سے کہا یوسف نے

فِيْ نَفْسِهٖ وَلَمْ يُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ

اپنے جی میں اور ان کو نہ جتایا کہا جی میں کہ تم بدتر ہو

مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا

درجہ میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو تم بیان کرتے ہو ◆ کہنے لگے اے

◆ **شریعت ابراہیمی میں چوری کی سزا** | یہ شریعت ابراہیمی میں چوری کی سزا تھی یعنی جس کے پاس سے چوری نکلے وہ ایک سال تک غلام ہو کر رہے۔ بہادران یوسف نے اپنے قانون شرعی کے موافق بے تامل سزا کا قرار کر دیا۔ کیونکہ انہیں پورا یقین تھا کہ ہم چور نہیں نہ چوری کا مال ہمارے پاس سے برآمد ہو سکتا ہے۔ اس طرح اپنے اقرار سے خود پکڑے گئے

الْعَزِيزُ إِنَّ لَهُ أَبًا شَيْخًا كَبِيرًا فَخُذْ أَحَدَنَا

اے عزیز — اس کا ایک باپ ہے — بوڑھا — بڑی عمر کا — سو رکھ لے — ایک کو ہم میں سے

مَكَانَهُ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ الْمُحْسِنِينَ ﴿٧٨﴾ قَالَ مَعَاذَ

اس کی جگہ — ہم دیکھتے ہیں تجھ کو — احسان کرنے والا ◆ — بولا — اللہ

اللَّهِ أَنْ نَأْخُذَ إِلَّا مَنْ وَجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهُ

بچاوے — کہ ہم کسی کو پکڑیں — مگر — جس کے پاس پائی ہم نے اپنی چیز ◆

إِنَّا إِذًا لَظَالِمُونَ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا اسْتَيْأَسُوا مِنْهُ خَلَصُوا

تو تو ہم ضرور بے انصاف ہوئے ◆ — پھر جب — ناامید ہوئے اس سے — اکیلے ہو بیٹھے

ع

نَجِيًّا قَالَ كَبِيرُهُمْ أَلَمْ تَعْلَمُوا أَنَّ أَبَاكُمْ

مشورہ کرنے کو — بولا — ان میں کا بڑا — کیا تم کو معلوم نہیں — کہ تمہارے باپ نے

قَدْ أَخَذَ عَلَيْكُمْ مَوْثِقًا مِنَ اللَّهِ وَمِنْ قَبْلُ

لیا ہے تم سے — عہد — اللہ کا — اور پہلے

مَا فَرَّطْتُمْ فِي يُوسُفَ فَلَنْ أَبْرَحَ الْأَرْضَ

جو قصور کر چکے ہو — یوسف کے حق (قصہ) میں — سو میں تو ہرگز نہ سرکوں گا — اس ملک سے

حَتَّىٰ يَأْذَنَ لِي أَبِي أَوْ يَحْكُمَ اللَّهُ لِي وَهُوَ خَيْرُ

جب تک کہ حکم دے مجھ کو — باپ میرا — یا قضیہ چکا دے اللہ میری طرف — اور وہ ہے سب سے بہتر

الْحَاكِمِينَ ﴿٨٠﴾ ارْجِعُوا إِلَىٰ أَبِيكُمْ فَقُولُوا يَا أَبَانَا

چکانے والا ◆ — پھر جاؤ — اپنے باپ کے پاس — اور کہو — اے باپ

بھائیوں کی درخواست اور اس کا جواب | یعنی بڈھے باپ کو بڑا صدمہ پہنچے گا، وہ ہم سب سے زیادہ اس کو اور اس کے بھائی یوسف کو چاہتے تھے۔ یوسف کے بعد اب اسی سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں۔ آپ اگر اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ آپ ہمیشہ مخلوق پر احسانات کرتے ہیں اور ہم پر خصوصی احسان فرماتے رہے ہیں۔ امید ہے کہ ہم کو اپنے کرم سے ناامید نہ فرمائیں گے۔

یعنی خدا پناہ میں رکھے کہ ہم کسی کو بے سبب دوسرے کے بدلے میں پکڑنے لگیں۔ ہم تو صرف اسی شخص کو روکیں گے جس کے پاس سے اپنی چیز ملی ہے۔ (وہ بنیامین ہے جو سگا بھائی ہونے کی حیثیت سے ہمارے پاس رہے گا) یہاں بھی "اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ" کی جگہ "اِلَّا مَنْ سَرَقَ" نہیں فرمایا جو مختصر تھا۔ کیونکہ واقعہ کے خلاف تھا۔

یعنی مجرم کے بدلے میں بے قصور کو پکڑیں تو تمہارے خیال اور قانون کے موافق ہم بے انصاف ٹھہریں گے۔

بھائیوں کا آپس میں مشورہ | جب حضرت یوسف کا جواب سن کر مایوس ہو گئے تو مجمع سے ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ اکثروں کی رائے ہوئی کہ وطن واپس جانا چاہیے۔ ان میں جو عمر یا عقل وغیرہ کے اعتبار سے بڑا تھا اس نے کہا کہ باپ کے سامنے ہم کیا منہ لے کر جائیں گے، جو عہد ہم سے لیا تھا اس کا کیا جواب دیں گے۔ ایک تقصیر تو پہلے یوسف کے معاملہ میں کر چکے ہیں جس کا اثر آج تک موجود ہے۔ اب بنیامین کو چھوڑ کر سب کا چلا جانا سخت بے غیرتی ہوگی۔ سو واضح رہے کہ میں تو کسی حال یہاں سے نکلنے والا نہیں۔ الا یہ کہ خود والد بزرگوار مجھ کو یہاں سے چلے جانے کا حکم دیں یا اس درمیان میں قدرت کی طرف سے کوئی فیصلہ ہو جائے۔ مثلاً تقدیر سے میں یہیں مر جاؤں یا کسی تدبیر سے بنیامین کو چھڑا لوں۔ سمجھا یہ کہنے والا غالباً وہی بھائی تھا جس نے یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں بھی نرم مشورہ دیا تھا "لَا تَقْتُلُوْا یُوْسُفَ"

إِنَّ ٱبۡنَكَ سَرَقَۚ وَمَا شَهِدۡنَآ إِلَّا بِمَا عَلِمۡنَا

تیرے بیٹے نے تو چوری کی — اور ہم نے وہی کہا تھا — جو ہم کو خبر تھی

وَمَا كُنَّا لِلۡغَيۡبِ حَٰفِظِينَ ﴿٨١﴾ وَسۡـَٔلِ ٱلۡقَرۡيَةَ ٱلَّتِي

اور ہم کو غیب کی بات کا — دھیان نہ تھا ◆ — اور پوچھ لے — اُس بستی سے

كُنَّا فِيهَا وَٱلۡعِيرَ ٱلَّتِيٓ أَقۡبَلۡنَا فِيهَاۖ وَإِنَّا

جس میں ہم تھے — اور اُس قافلہ سے — جس میں ہم آئے ہیں — اور ہم

لَصَٰدِقُونَ ﴿٨٢﴾ قَالَ بَلۡ سَوَّلَتۡ لَكُمۡ أَنفُسُكُمۡ أَمۡرٗاۖ

بے شک سچ کہتے ہیں ◆ — بولا — کوئی نہیں — بنا لی ہے — تمہارے جی نے ایک بات

فَصَبۡرٞ جَمِيلٌۖ عَسَى ٱللَّهُ أَن يَأۡتِيَنِي بِهِمۡ جَمِيعًاۚ

اب صبر ہی بہتر (کام آئے) ہے — شاید اللہ — لے آئے میرے پاس ان سب کو

إِنَّهُۥ هُوَ ٱلۡعَلِيمُ ٱلۡحَكِيمُ ﴿٨٣﴾ وَتَوَلَّىٰ عَنۡهُمۡ وَقَالَ

وہی ہے — خبردار — حکمتوں والا ◆ — اور اُلٹا پھرا اُن کے پاس سے — اور بولا

يَٰٓأَسَفَىٰ عَلَىٰ يُوسُفَ وَٱبۡيَضَّتۡ عَيۡنَاهُ مِنَ ٱلۡحُزۡنِ

اے افسوس — یوسف پر ◆ — اور سفید ہو گئیں آنکھیں اس کی — غم سے ◆

فَهُوَ كَظِيمٞ ﴿٨٤﴾ قَالُواْ تَٱللَّهِ تَفۡتَؤُاْ تَذۡكُرُ يُوسُفَ

سو وہ آپ کو گھونٹ رہا تھا ◆ — کہنے لگے — قسم اللہ کی — تو نہ چھوڑے گا — یوسف کی یاد کو

حَتَّىٰ تَكُونَ حَرَضًا أَوۡ تَكُونَ مِنَ ٱلۡهَٰلِكِينَ ﴿٨٥﴾

جب تک — کہ گھل جائے — یا ہو جائے — مردہ

قَالَ اِنَّمَآ اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْٓ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ

کہا وہ میں تو کھولتا ہوں اپنا اضطراب اور غم اللہ کے سامنے اور جانتا ہوں

اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۶﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ

اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ◆ اے بیٹو جاؤ اور تلاش کرو

يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ

یوسف کی اور اس کے بھائی کی اور نا امید مت ہو اللہ کے فیض سے بے شک

لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۷﴾ فَلَمَّا

نا امید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ جو کافر ہیں ◆ پھر جب

دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا

داخل ہوئے اس کے پاس بولے اے عزیز پڑی ہم پر اور ہمارے گھر پر

الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَ

سختی اور لائے ہیں ہم پونجی ناقص سو پوری دے ہم کو بھرتی اور

تَصَدَّقْ عَلَيْنَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿۸۸﴾

خیرات کر ہم پر اللہ بدلہ دیتا ہے خیرات کرنے والوں کو ◆

قَالَ هَلْ عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ

کہا کچھ تم کو خبر ہے کہ کیا کیا تم نے یوسف سے اور اس کے بھائی سے ◆ جب تم کو

جٰهِلُوْنَ ﴿۸۹﴾ قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ؕ قَالَ اَنَا

سمجھ نہ تھی ◆ بولے کیا سچ تو ہی ہے یوسف ◆ کہا میں

◆ موضح القرآن میں ہے۔ یعنی کیا تم مجھ کو صبر سکھاتے ہو؟ بے صبر وہ ہے جو خلق کے آگے خالق کے بھیجے ہوئے درد کی شکایت کرے۔ میں تو اسی سے کہتا ہوں جس نے درد دیا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ (یوسف زندہ ہے ضرور ملے گا اور اس کا خواب پورا ہو کر رہے گا) یہ تو آزمائش ہے دیکھوں کب حد کو پہنچتی ہے۔

◆ **بیٹوں کو حضرت یوسف کی تلاش کا حکم اور نصیحت** | یعنی حق تعالیٰ کی مہربانی اور فیض سے ناامید ہونا کافروں کا شیوہ ہے جنہیں اس کی رحمت واسعہ اور قدرت کاملہ کی صحیح معرفت نہیں ہوتی۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑوں کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کے برابر بھی سخت حالات پیش آئیں تب بھی خدا کی رحمت کا امیدوار رہے اور امکانی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے۔ جاؤ کوشش کر کے یوسف کا کھوج لگاؤ اور اس کے بھائی بنیامین کے چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو۔ کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ ہم سب کو پھر جمع کر دے۔ تیسرے بھائی کا ذکر شاید اس لئے نہیں کیا کہ وہ باختیار خود محض بنیامین کی وجہ سے رکا ہے۔ بنیامین چھوٹ جائے تو وہ کیوں پڑا رہے گا۔

◆ **حضرت یوسف سے بھائیوں کا سوال** | باپ کے فرمانے پر مصر کو روانہ ہوئے۔ چونکہ یوسف کا پتہ معلوم نہ تھا یہ خیال کیا ہوگا کہ جس کا پتہ معلوم ہے (بنیامین) پہلے اس کی فکر کریں اور قحط کی وجہ سے غلہ کی ضرورت ہے وہ بھی پوری ہو۔ اگر عزیز کے معاملہ میں کچھ نرم پایا تو بنیامین کے متعلق گفت و شنید کریں گے۔ چنانچہ یہی بات انہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہی کہ اے عزیز مصر! آجکل قحط سالی کی وجہ سے ہم پر اور ہمارے گھر پر بڑی سختی گذر رہی ہے۔ سب اسباب گھر کا بک گیا۔ تھوڑی سی اور حقیر پونجی رہ گئی ہے جو غلہ خریدنے کے لئے ساتھ لائے ہیں۔ آپ کے مکارم اخلاق اور گذشتہ مہربانیوں سے امید ہے کہ ہماری ناقص چیزوں کا خیال نہ فرمائیں گے اور تھوڑی قیمت میں غلہ کی مقدار گذشتہ کی طرح پوری دلوا دیں گے۔ یہ رعایت حقیقت میں ایک طرح کی خیرات ہوگی جو آپ ہم پر کریں گے یا اس کے علاوہ ہم کو بطور خیرات کچھ دیجئے خدا آپ کا بھلا کرے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ حال سن کر رو پڑے۔ شفقت و رحمدلی کا چشمہ دل میں جوش مارنے لگا آنکھوں سے آنسو ابل پڑے۔ اس وقت حق تعالیٰ کے حکم سے اپنے تئیں ظاہر کیا کہ میں کون ہوں اور تم نے میرے ساتھ جو معاملہ کیا تھا اس کے بعد میں کس مرتبہ پر پہنچا ہوں۔ اگلی آیت میں اسی اظہار کی تمہید ہے۔ (تنبیہ) بعض نے تصدق کے معنی مطلق احسان کرنے کے لئے ہیں۔ جیسے "قصر صلوٰۃ" کی حدیث میں "صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللّٰهُ بِهَا عَلَيْكُمْ"

◆ یعنی دونوں میں جدائی ڈالی اور دونوں سے برا برتا۔

◆ **حضرت یوسف کا صبر و مروت** | اللہ اکبر! صبر اور مروت و اخلاق کی حد ہوگئی کہ تمام عمر بھائیوں کی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لائے۔ اتنا سوال بھی اس لئے کیا کہ وہ لوگ اپنے نادانی کے جوش میں جو پہلے کر چکے حالات کو ایک مرتبہ مستحضر کر لیں تا ماضی و حال کے موازنہ سے حق تعالیٰ کے ان احسانات کی حقیقت روشن ہو جو یوسف پر ان مصائب و حوادث کے بعد ہوئے جن کی طرف آگے "قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا" میں اشارہ ہے۔ پھر سوال کو پیرایہ ایسا عجیب اختیار کیا جس میں ان کے جرم سے عذر و معذرت کا پہلو نمایاں ہے یعنی جو حرکت اس وقت تم سے صادر ہوئی ناسمجھی اور بیوقوفی سے ہوئی۔ تمہیں کیا معلوم تھا کہ یوسف کا خواب پورا ہو کر رہے گا اور بالآخر ایک روز وہ ظہور کر کے رہے گا۔

◆ **حضرت یوسف کو پہچاننا** | ممکن ہے اس سوال سے گھبرائے ہوں کہ اتنی مدت کے بعد یہ پرانا قصہ کیوں نکل آیا۔ بھلا عزیز مصر کو یوسف کے قصہ سے کیا مطلب۔ غیر معمولی مہربانیوں اور بنیامین کے ساتھ خصوصی برتاؤ پہلے سے دیکھ ہی رہے تھے۔ اس سوال نے دفعۃً ان کا ذہن ادھر منتقل کر دیا ہو کہ کہیں یوسف جسے ہم نے مصری قافلہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا یہی تو نہیں ہے۔ جب ادھر توجہ ہوئی تو غور سے دیکھا ہوگا اور ممکن ہے یوسف نے خود بھی بیتے ہوئے واقعات زیادہ واضح طور پر پیش کیا ہو یا تصریحاً کہہ دیا ہو کہ میں یوسف ہوں۔ غرض بہت تعجب و حیرت سے بول اٹھے۔ "ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ" (کیا سچ مچ تم ہی یوسف ہو!)

يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ز قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ط اِنَّهٗ مَنْ

یوسف ہوں اور یہ ہے میرا بھائی ◆ اللہ نے احسان کیا ہم پر ◆ البتہ جو کوئی

يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۰﴾

ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ ضائع نہیں کرتا حق نیکی والوں کا ◆

قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿۹۱﴾

بولے قسم اللہ کی البتہ پسند کرلیا تجھ کو اللہ نے ہم سے اور ہم تھے چوکنے والے ◆

قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ط يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ز

کہا کچھ الزام نہیں تم پر آج بخشے اللہ تم کو ◆

وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿۹۲﴾ اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا

اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان ◆ لے جاؤ یہ کرتا میرا

فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ج وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ

اور ڈالو اس کو منہ پر میرے باپ کے کہ چلا آئے آنکھوں سے دیکھتا ہوا اور لے آؤ میرے پاس اپنا گھر

اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ

سارا ◆ اور جب جدا ہوا قافلہ کہا ان کے باپ نے

اِنِّيْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿۹۴﴾

میں پاتا ہوں بو یوسف کی ◆ اگر نہ کہو مجھ کو کہ بڈھا بہک گیا ◆

قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿۹۵﴾ فَلَمَّآ اَنْ

لوگ بولے قسم اللہ کی تو تو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے ◆ پھر جب پہنچا

◆ یعنی جس سے تم کو جدا کیا تھا آج میرے پاس بیٹھا ہے۔

◆ جدائی کو ملاپ سے، ذلت کو عزت سے، تکلیف کو راحت سے، تنگی کو فراخی سے بدل دیا۔ جو غلام بنا کر چند درہم میں فروخت کیا گیا تھا آج خدا نے اسے ملک مصر کی حکومت بخشی۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "جس پر تکلیف پڑے اور وہ شرارت سے پرہیز کرے اور گھبرائے نہیں تو آخر بلا سے زیادہ عطا ہو۔"

◆ **بھائیوں کی ندامت** | یعنی تجھ کو ہر حیثیت سے ہم پر فضیلت دی اور تو اسی لائق تھا۔ ہماری غلطی اور بھول تھی کہ تیری قدر نہ پہچانی۔ آخر تیرا خواب سچا ہوا اور ہمارا حسد بیکار ثابت ہوا۔

◆ **حضرت یوسفؑ کا عفو و درگذر** | یوسف علیہ السلام بھائیوں سے اتنا بھی سننا نہیں چاہتے تھے فرمایا بس کر رہنے دو آج میں تمہیں کوئی الزام نہیں دیتا۔ تمہاری سب غلطیاں معاف کر چکا ہوں۔ جو لفظ میں نے کہے محض حق تعالیٰ کا احسان اور صبر و تقویٰ کا نتیجہ ظاہر کرنے کی نیت سے کہے۔ آج کے بعد تمہاری تقصیرات کا ذکر بھی نہ ہوگا۔ میں دعا کرتا ہوں کہ تم نے جو خطائیں خدا تعالیٰ کی کی ہیں، وہ بھی معاف کر دے۔

◆ میری مہربانی بھی اسی کی مہربانی کا ایک پرتو ہے۔

◆ **حضرت یوسفؑ کی کرامت** | یعنی میں بحالت موجودہ شام کا سفر نہیں کر سکتا۔ تم جاؤ والدین اور اپنے سب متعلقین کو یہاں لے آؤ۔ چونکہ والد بزرگوار کی نسبت وحی سے یا بھائیوں کی زبانی معلوم ہوا ہوگا کہ بینائی نہیں رہی یا نگاہ میں فرق آ گیا ہے اس لئے اپنا قمیص دے کر فرمایا کہ ان کی آنکھوں کو لگا دینا بینائی بحال ہو جائیگی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جو مرض کسی کے غم سے ہو اس کی دوا ہے۔ آنکھیں گئی تھیں ایک شخص کے فراق میں، اسی کے بدن کی چیز ملنے سے چنگی ہوئیں۔ یہ کرامت بھی حضرت یوسف علیہ السلام کی"۔ اور کرامت نہ کہیں تب بھی آجکل واقعات و مشاہدات کی بناء پر یہ بات مان لی گئی ہے کہ کسی سخت صدمہ یا غیر معمولی خوشی کے اثر سے بعض نابینا دفعۃً بینا ہو گئے ہیں۔

◆ **حضرت یعقوبؑ کو یوسفؑ کی خوشبو** | خدا کی قدرت یوسفؑ مصر میں موجود ہیں کبھی نہ کہا کہ یوسف کی خوشبو آتی ہے۔ کیونکہ خدا کو امتحان پورا کرنا تھا۔ اب جانے کی ٹھہری تو ادھر قافلہ یوسفؑ کا قمیص لیکر مصر سے نکلا ادھر پیراہن یوسفی کی خوشبو یعقوبؑ کے مشام جان کو معطر کرنے لگی۔ ایک یہ کیا پورا واقعہ ہی اسباب قدرت کا ایک مرقع ہے۔ یعقوبؑ جیسے مشہور و معروف پیغمبر شام میں رہیں اور یوسفؑ جیسی جلیل القدر شخصیت مصر میں بادشاہت کرے۔ یوسفؑ کے بھائی کئی مرتبہ مصر آئیں، خود یوسفؑ کے مہمان بنیں اس کے باوجود خداوند قدوس کی حکمت قاہرہ اور مشیت ظاہرہ کا تقاضا ہو کہ باپ کو بیٹے سے بیسیوں برس تک علیحدہ رکھے اور خون کے آنسو رلا کر امتحان کی تکمیل کرائے۔ "جلت قدرتہٗ و عز سلطانہٗ"

◆ یعنی یہ بات کہتے ہوئے جھجکتا ہوں۔ کیونکہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی کہہ دو گے بڑھا سٹھیا گیا ہے۔

◆ یعنی یوسفؑ کی محبت اس کے زندہ ہونے اور دوبارہ ملنے کا یقین تیرے دل میں جا گزیں ہے۔ وہی پرانے خیالات ہیں جو یوسف کی خوشبو بن کر دماغ میں آتے ہیں۔

جَآءَ الْبَشِیْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِیْرًا ۚ

خوشخبری والا | ڈالا اس نے وہ کرتا اس کے منہ پر | پھر لوٹ کر ہو گیا دیکھنے والا

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚۙ اِنِّیْۤ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا

بولا | میں نے نہ کہا تھا تم کو | کہ میں جانتا ہوں | اللہ کی طرف سے | جو

تَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ قَالُوْا یٰۤاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَاۤ اِنَّا كُنَّا

تم نہیں جانتے | بولے | اے باپ | بخشوا ہمارے گناہوں کو | بے شک ہم تھے

خٰطِـِٕیْنَ ﴿۹۷﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّیْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

چوکنے والے | کہا | دم لو | بخشواؤں گا تم کو اپنے رب سے | وہی ہے

الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ﴿۹۸﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى یُوْسُفَ اٰوٰۤى

بخشنے والا | مہربان | پھر جب داخل ہوئے | یوسف کے پاس | جگہ دی

اِلَیْهِ اَبَوَیْهِ وَ قَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ

اپنے پاس اپنے ماں باپ کو | اور کہا | داخل ہو مصر میں | اللہ نے چاہا

اٰمِنِیْنَ ؕ﴿۹۹﴾ وَ رَفَعَ اَبَوَیْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَ خَرُّوْا لَهٗ

خاطر جمعی سے | اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو | تخت پر | اور سب گرے اس کے آگے

سُجَّدًا ۚ وَ قَالَ یٰۤاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ

سجدہ میں | اور کہا | اے باپ | یہ بیان ہے | میرے اس پہلے

قَبْلُ ؗ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا ؕ وَ قَدْ اَحْسَنَ بِیْۤ اِذْ

خواب کا | اس کو میرے رب نے سچ کر دیا | اور اس نے انعام کیا مجھ پر | جب

◆ **بینائی کی بحالی** | یعنی بینائی واپس آگئی دوبارہ حسب سابق نظر آنے لگا۔

◆ یعنی میں نے کہا نہ تھا کہ مجھ کو یوسف کی خوشبو آتی ہے۔ آخر وہی ہوا۔ یا بیٹوں کو کہا تھا کہ یوسف کو تلاش کرو۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ ہم سب کو کچھ انتظار کرنا ہے۔ بالآخر وہی صورت ہوئی۔

◆ **بیٹوں کی ندامت اور معافی** | یعنی توبہ کر کے اور شرمندہ ہو کر کہنے لگے خدا سے ہمارے گناہ معاف کرائیے ہم سے بڑی بھاری خطائیں ہوئی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ پہلے آپ معاف کر دیں۔ پھر صاف دل ہو کر بارگاہ رب العزت سے معافی دلوائیں کیونکہ جو خود نہ بخشے وہ خدا سے کہاں بخشوائے گا۔

◆ **حضرت یوسف کا استقبال** | یعنی تھوڑی سی گھڑی آنے دو، اس وقت اپنے پروردگار کے آگے تمہارے لئے ہاتھ اٹھاؤں گا۔ کہتے ہیں جمعہ کی شب یا تہجد کے وقت کا انتظار تھا۔

◆ شہر سے باہر استقبال کو نکلے۔ ماں باپ کو اپنے قریب جگہ دی (اس میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ حضرت یوسف کی والدہ تو مدت ہوئی وفات پا چکی تھیں۔ جیسا کہ سابق فوائد میں گزر چکا یہاں خالہ کا ذکر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ والدہ حیات تھیں۔ اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر تشریف لائی تھیں)۔ اب فرمایا شہر میں چلو قحط وغیرہ کا اب کچھ اندیشہ مت کرو۔ ان شاء اللہ بالکل بے فکری اور راحت و اطمینان سے رہو گے۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ الفاظ شہر میں پہنچ کر کہے۔ گویا "ادخلوا مصر" کے معنی ہوئے مصر میں قیام کرو بے کھٹکے۔

◆ **باپ بیٹوں کا سجدہ تعظیمی** | یوسف نے اپنی طرف سے والدین کی تعظیم کی کہ تخت پر بٹھایا لیکن خدا کو یوسف کی جو تعظیم کرانی تھی اسے یوسف کب روک سکتے تھے۔ اس وقت کے دستور کے موافق ماں باپ اور سب بھائی یوسف علیہ السلام کے آگے سجدہ میں گر پڑے۔ یہ سجدہ تعظیمی تھا جو بقول حافظ عماد الدین ابن کثیر آدم کے زمانہ سے مسیح علیہ السلام کے عہد تک جائز رہا۔ البتہ شریعت محمدیہ نے ممنوع و حرام قرار دیا۔ جیسا کہ احادیث کثیرہ اس پر شاہد ہیں بلکہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے "وان المساجد للہ" سے حرمت کا استنباط کیا ہے۔ بعض مفسرین نے اس جگہ سجدے کے معنی تواضع مراد لیے ہیں یعنی جھک جانے کے معنی لئے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ سجدہ یوسف کو نہ تھا بلکہ یوسف کی عزت و عظمت دیکھ کر سب نے خدا کے سامنے سجدہ شکر ادا کیا۔ اس تقدیر پر "وخروا لہ سجدا" میں لام سببیہ ہوگا۔ یعنی یوسف کے عروج و اقتدار کے سبب سے خدا کے آگے سجدہ میں گر پڑے۔ **تنبیہ** | تعظیم اور عبادت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ غیر اللہ کی تعظیم مطلقاً ممنوع نہیں، البتہ غیر اللہ کی عبادت شرک جلی ہے۔ جس کی اجازت ایک لمحہ کے لئے کبھی نہیں ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے۔ "سجدہ عبادت" یعنی غیر اللہ کو کسی درجہ میں نفع و ضرر کا مستقل مالک سمجھ کر سجدہ کرنا شرک جلی ہے جس کی اجازت کسی ملت و دین میں نہیں ہوئی۔ ہاں "سجدہ تعظیمی" یعنی عقیدہ مذکورہ بالا سے خالی ہو کر محض تعظیم و تکریم کے طور پر سجدہ، بعض شرائع سابقہ میں جائز تھا۔ شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے اس کی بھی جڑ کاٹ دی۔ حضرت شاہ ولی اللہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں اقسام شرک پر جو فصل لکھی ہے اسے ضرور دیکھنا چاہئے۔

◆ یعنی میرا اس میں کچھ کمال نہیں۔ خواب کی تعبیر پوری ہونی تھی وہ خدا نے پوری کر دکھائی۔

أَخْرَجَنِي مِنَ السِّجْنِ وَجَاءَ بِكُم مِّنَ الْبَدْوِ مِنْ

مجھ کو نکالا ۔ قید خانہ سے ۔ اور تم کو لے آیا ۔ گاؤں سے ۔ بعد

بَعْدِ أَن نَّزَغَ الشَّيْطَانُ بَيْنِي وَبَيْنَ إِخْوَتِي ۚ إِنَّ

اس کے ۔ کہ جھگڑا ڈال چکا تھا شیطان ۔ مجھ میں ۔ اور میرے بھائیوں میں ۔ میرا

رَبِّي لَطِيفٌ لِّمَا يَشَاءُ ۚ إِنَّهُ هُوَ الْعَلِيمُ الْحَكِيمُ ﴿١٠٠﴾

رب ۔ تدبیر سے کرتا ہے ۔ جو چاہتا ہے ۔ بے شک وہی ہے ۔ خبردار ۔ حکمت والا ◆

رَبِّ قَدْ آتَيْتَنِي مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِي مِن

اے رب ۔ تو نے دی مجھ کو ۔ کچھ حکومت ۔ اور سکھایا مجھ کو

تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ ۚ فَاطِرَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

کچھ پھیرنا باتوں کا ◆ اے پیدا کرنے والے آسمانوں ۔ اور زمین کے

أَنتَ وَلِيِّي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ تَوَفَّنِي مُسْلِمًا

تو ہی میرا کارساز ہے ۔ دنیا میں ۔ اور آخرت میں ۔ موت دے مجھ کو ۔ اسلام پر ◆

وَأَلْحِقْنِي بِالصَّالِحِينَ ﴿١٠١﴾ ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ

اور ملا مجھ کو ۔ نیک بختوں میں ◆ یہ ۔ خبریں ہیں غیب کی

نُوحِيهِ إِلَيْكَ ۖ وَمَا كُنتَ لَدَيْهِمْ إِذْ أَجْمَعُوا أَمْرَهُمْ

ہم بھیجتے ہیں تیرے پاس ۔ اور تو نہ تھا ۔ ان کے پاس ۔ جب وہ ٹھہرانے لگے ۔ اپنا کام

وَهُمْ يَمْكُرُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ

اور فریب کرنے لگے ◆ اور اکثر لوگ نہیں ہیں ۔ یقین کرنے والے ۔ اگرچہ

◆ **حضرت یوسفؑ کا تذکیر نعمت** | خدا تعالیٰ کے احسانات ذکر فرمائے اور اس کی تدبیر لطیف کی طرف توجہ دلائی کہ کس طرح مجھ کو قید سے نکال کر ملک کا حاکم مطلق بنا دیا اور اس جھگڑے کے بعد جو شیطان نے ہم بھائیوں میں ڈال دیا تھا جب کہ کوئی امید دوبارہ ملنے کی نہ رہی تھی، کیسے اسباب ہمارے ملاپ کے فراہم کر دیے اس موقع پر اپنی مصائب و تکالیف کا تذکرہ نہیں کیا نہ کوئی حرف شکایت زبان پر لائے، بلکہ بھائیوں کے واقعہ کی طرف بھی ایسے عنوان سے اشارہ کیا کہ کسی فریق کی زیادتی یا تقصیر ظاہر نہ ہونے پائے، مبادا بھائی سن کر محجوب ہوں۔ اللہ اکبر! یہ اخلاق پیغمبروں کے سوا کس میں ہو سکتے ہیں۔

◆ اسی سورت کے پہلے رکوع میں "تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ" کی تفسیر گزر چکی۔

◆ **حضرت یوسفؑ کی دعاء** | یا تو جوش اللہ کے شوق میں تھی اظہار موت کی تمنا کی، یہ مطلب ہے کہ جب کبھی موت آئے اسلام (حق کامل تسلیم و رضا) پر آئے۔ **تنبیہ** | حدیث میں آیا ہے کہ کوئی شخص کسی مصیبت اور تکلیف سے گھبرا کر موت کی تمنا نہ کرے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب فتنہ فی الدین کا خوف ہو یا اور کسی غرض صالح کی وجہ سے موت کی تمنا کر سکتا ہے جیسے ساحرین فرعون نے دعا کی تھی "رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ" یا حضرت مریم نے کہا تھا "يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا" اور معاذ کی حدیث میں ہے "وَاِذَا اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِيْ اِلَيْكَ غَيْرَ مَفْتُوْنٍ" اور مسند احمد کی حدیث ہے "يَكْرَهُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَيْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتَنِ" حضرت علیؓ نے ہجوم فتن کے وقت دعا کی "اَللّٰهُمَّ خُذْنِيْ اِلَيْكَ فَقَدْ سَئِمْتُهُمْ وَسَئِمُوْنِيْ" امام بخاری کو جب امیر خراسان کے ساتھ جھگڑا پیش آیا تو یہ دعا کرنی پڑی۔ "اَللّٰهُمَّ تَوَفَّنِيْ اِلَيْكَ" حدیث میں ہے کہ خروج دجال کے وقت ایک شخص کسی قبر پر گزرے گا اور فتن (زلازل) کو دیکھ کر کہے گا "يٰلَيْتَنِيْ مَكَانَكَ" کاش میں تیری جگہ ہوتا۔

◆ یہ تو ایسا ہے جیسے نبی کریم ﷺ مرض الموت میں فرماتے تھے "اَللّٰهُمَّ فِي الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى"۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں علم کامل پایا اور دولت کامل پائی اب شوق ہوا اپنے باپ دادا کے مراتب کا۔ گویا "اَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ" سے یہ غرض ہوئی کہ میرا مرتبہ اسحٰق و ابراہیمؑ کے مراتب سے ملا دے۔ حضرت یعقوبؑ کی زندگی تک کل انتظامات میں رہے۔ ان کی وفات کے بعد اپنے اختیار سے چھوڑ دیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوبؑ نے وصیت فرمائی تھی کہ میری لاش "شام" لے جا کر دفن کرنا۔ چنانچہ جنازہ وہیں لے گئے۔ حضرت یوسفؑ نے فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جب "بنی اسرائیل" مصر سے نکلیں گے۔ اس وقت میری لاش بھی اپنے ہمراہ لے جائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے، حضرت یوسفؑ کا تابوت بھی ساتھ لے گئے۔ واللہ اعلم۔

◆ **ان واقعات کا علم آنحضرتؐ کی نبوت کی دلیل ہے** | یعنی برادران یوسفؑ جب ان کو باپ سے جدا کرنے اور کنوئیں میں ڈالنے کے مشورے اور تدبیریں کر رہے تھے آپ ان کے پاس نہیں کھڑے تھے کہ ان کی باتیں سنتے اور حالات کا معائنہ کرتے۔ پھر ایسے سچے واقعات بجز وحی الٰہی کے آپ کو کس نے بتائے۔ آپ رسمی طور پر پڑھے لکھے نہیں، کسی ظاہری علم سے استفادہ کی نوبت نہیں آئی پھر یہ حقائق جن کی اس قدر تفصیل بائبل میں بھی نہیں، آپ خدا کے سوا کس سے معلوم کر رہے ہیں۔

بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ

تو کتنا ہی چاہے ◆ اور تو مانگتا نہیں اُن سے اس پر کچھ بدلہ یہ تو

هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي

اور کچھ نہیں مگر نصیحت سارے عالم کو ◆ اور بہتیری نشانیاں ہیں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ عَنْهَا

آسمانوں اور زمین میں جن پر گذر ہوتا رہتا ہے ان کا اور وہ ان پر

مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ

دھیان نہیں کرتے ◆ اور نہیں ایمان لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ ہی

مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ غَاشِيَةٌ مِّنْ

شرک بھی کرتے ہیں ◆ کیا نڈر ہو گئے اس سے کہ آ ڈھانکے ان کو ایک آفت

عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ

اللہ کے عذاب کی یا آ پہنچے قیامت اچانک اور ان کو

لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ

خبر نہ ہو ◆ کہہ دے یہ میری راہ ہے بلاتا ہوں اللہ کی طرف

عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ

سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے اور اللہ پاک ہے اور

اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا

میں نہیں شریک بنانے والوں میں ◆ اور جتنے بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے ۱۱

یعنی باوجودیکہ آپ کی صداقت پر ایسے واضح دلائل موجود ہیں، پھر بھی اکثر لوگ وہ ہیں جو کسی طرح ایمان لانے والے نہیں۔

یعنی نہیں مانتے نہ مانیں آپ کا کیا نقصان ہے کچھ تبلیغ کی تنخواہ تو آپ ان سے مانگتے نہ تھے کہ وہ بند کر لیں گے نصیحت اور فہمائش تھی سو ہو گئی اور ہو رہی ہے۔

اللہ کی نشانیوں سے کفار کی غفلت | یعنی جس طرح آیات تنزیلیہ سن کر آپ پر ایمان نہیں لاتے۔ ایسے ہی آیات تکوینیہ دیکھ کر خدا کی توحید کا سبق حاصل نہیں کرتے اصل سبب یہ کہ ان کا سننا اور دیکھنا محض سرسری ہے۔ آیات اللہ میں غور و فکر کرتے تو کچھ نہ کچھ پہنچتے جب دھیان نہیں تو ایمان کہاں سے ہو۔

یعنی زبان سے سب کہتے ہیں کہ خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے باوجود کوئی بتوں کو خدائی کا حصہ دار بناتا ہے چنانچہ مشرکین عرب "تلبیہ" میں یوں کہتے تھے "لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَ لَکَ تَمْلِکُہٗ وَمَا مَلَکَ" کوئی اس کے لئے بیٹے بیٹیاں تجویز کرتا ہے۔ کوئی اسے بدن و مادہ کا محتاج ٹھہراتا ہے کسی نے احبار و رہبان کو خدائی کے اختیارات دے دیئے ہیں بہت سے قبر پرستی، پیر پرستی کے خس و خاشاک سے توحید کے صاف چشمہ کو مکدر کر رہے ہیں۔ وہ اور ہوا پرستی سے تو کتنے موحدین ہیں جو پاک ہوں گے۔ غرض ایمان کا زبانی دعویٰ کر کے بہت کم ہیں جو عقیدہ و عمل کے درجہ میں شرک جلی یا خفی کا ارتکاب نہیں کرتے (اعاذنا اللّٰہ من سائر انواع الشرک)

یعنی ایسے بے فکر و بے خوف کیوں ہو رہے ہیں۔ کیا انہوں نے عذاب الٰہی یا قیامت کے ہولناک حوادث سے محفوظ رہنے کا کچھ انتظام کر لیا ہے؟

توحید خالص کا راستہ میرا راستہ ہے | یعنی میرا راستہ یہی خالص توحید کا راستہ ہے میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں کہ سب خیالات و اوہام کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف آئیں۔ اس کی توحید اس کی صفات و کمالات اور اس کے احکام وغیرہ کی صحیح معرفت کے راستہ حاصل کریں۔ میں اور میرے ساتھی اس سیدھے راستہ پر حجت و برہان اور بصیرت و وجدان کی روشنی میں چل رہے ہیں۔ خدا نے مجھ کو ایک نور دیا جس سے سب ہمراہیوں کے دماغ روشن ہو گئے۔ یہاں کسی کی اندھی تقلید نہیں۔ خالص توحید کا راہرو ہر قدم پر اپنے باطن میں معرفت و بصیرت کی خاص روشنی اور محبوبیت عبد کی خاص لذت محسوس کر کے بے ساختہ پکار اٹھتا ہے "سُبْحٰنَ اللّٰہِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ"۔

رِجَالًا نُّوحِیٓ اِلَیۡہِمۡ مِّنۡ اَہۡلِ الۡقُرٰی ؕ اَفَلَمۡ یَسِیۡرُوۡا

سب مرد ہی تھے کہ وحی بھیجتے تھے ہم اُن کو بستیوں کے رہنے والے سو کیا اُن لوگوں نے نہیں سیر کی

فِی الۡاَرۡضِ فَیَنۡظُرُوۡا کَیۡفَ کَانَ عَاقِبَۃُ الَّذِیۡنَ

ملک کی کہ دیکھ لیتے کیسا ہوا انجام اُن لوگوں کا

مِنۡ قَبۡلِہِمۡ ؕ وَلَدَارُ الۡاٰخِرَۃِ خَیۡرٌ لِّلَّذِیۡنَ اتَّقَوۡا ؕ

جو اُن سے پہلے تھے اور آخرت کا گھر تو بہتر ہے پرہیز کرنے والوں کو

اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰۤی اِذَا اسۡتَیۡـَٔسَ الرُّسُلُ وَ

کیا اب بھی نہیں سمجھتے ◆ یہاں تک کہ جب نااُمید ہونے لگے رسول اور

ظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ قَدۡ کُذِبُوۡا جَآءَہُمۡ نَصۡرُنَا ۙ فَنُجِّیَ

خیال کرنے لگے کہ اُن سے جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی اُن کو ہماری مدد پھر بچا دیا

مَنۡ نَّشَآءُ ؕ وَلَا یُرَدُّ بَاۡسُنَا عَنِ الۡقَوۡمِ الۡمُجۡرِمِیۡنَ ﴿۱۱۰﴾

جس کو ہم نے چاہا اور پھرتا نہیں عذاب ہمارا قوم گنہگار سے ◆

لَقَدۡ کَانَ فِیۡ قَصَصِہِمۡ عِبۡرَۃٌ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ؕ

البتہ اُن کے احوال سے اپنا حال قیاس کرنا ہے عقل والوں کو ◆

مَا کَانَ حَدِیۡثًا یُّفۡتَرٰی وَلٰکِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ

کچھ بنائی ہوئی بات نہیں لیکن موافق ہے اُس کلام کے جو

بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَتَفۡصِیۡلَ کُلِّ شَیۡءٍ وَّہُدًی وَّ

اُن سے پہلے ہے اور بیان ہر چیز کا اور ہدایت اور

تمام انبیاء مرد تھے یعنی پہلے بھی ہم نے آسمان کے فرشتوں کو نبی بنا کر نہیں بھیجا انبیائے سابقین ان ہی انسانی بستیوں کے رہنے والے مرد تھے۔ پھر دیکھ لو ان کے جھٹلانے والوں کا دنیا میں کیا حشر ہوا۔ حالانکہ دنیا میں کافروں کو بھی بسا اوقات عیش نصیب ہو جاتا ہے اور آخرت کی بہتری تو خاص ان ہی کے لئے ہے جو شرک و کفر سے پرہیز کرتے ہیں۔ یہ عجیب ہے کہ کفار لوگ اگلوں کے احوال سے عبرت حاصل کریں۔ **تنبیہ** اس آیت سے نکلتا ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی۔ حضرت مریم کو بھی قرآن نے صدیقہ کا مرتبہ دیا ہے۔ نیز آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بوادی (جنگلی گنواروں) میں سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

کفار کو تنبیہ یعنی تاخیر عذاب سے مغرور مت ہو جاؤ۔ پہلی قوموں کو بھی لمبی مہلتیں دی گئیں۔ اور عذاب آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ منکرین بالکل بے فکر ہو کر ہنسی ٹھٹھا شروع کرنے لگے۔ یہ حالات دیکھ کر پیغمبروں کو ان کے ایمان لانے کی کوئی امید نہ رہی، ادھر خدا کی طرف سے ان کو مہلت اس قدر دی گئی کہ مدت دراز تک عذاب کے کچھ آثار نظر نہ آتے تھے۔ غرض دونوں طرف کے حالات ایسے تھے جو پیغمبروں کے لئے یاس انگیز تھے۔ یہ منظر دیکھ کر کفار نے قطعی طور پر خیال کر لیا کہ انبیاء سے جو وعدے ان کی نصرت اور ہماری ہلاکت کے کئے گئے تھے سب جھوٹی باتیں ہیں۔ عذاب وغیرہ کچھ نہیں صرف ڈرانے کے واسطے تھا۔

انبیاء کی ناامیدی کا مفہوم کچھ بعید نہیں کہ ایسی مایوس کن اور اضطراب انگیز حالت میں انبیاء کے قلوب میں بھی یہ خیالات آنے لگے ہوں کہ وعدہ عذاب کو جس رنگ میں ہم نے سمجھا تھا وہ صحیح نہ تھا یا وساوس و خطرات کے درجہ میں بے اختیار یہ وہم گزرنے لگے ہوں کہ ہماری نصرت اور منکرین کی ہلاکت کے جو وعدے کئے گئے تھے کیا وہ پورے نہ کئے جائیں گے؟ جیسے دوسری جگہ فرمایا "وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ" (بقرہ۔ رکوع ۲۶) جب مجرمین کی بے خوفی اور انبیاء کی تشویش اس حد تک پہنچ گئی اس وقت ناگہاں آسمانی مدد آئی۔ پھر جس کو خدا نے چاہا (یعنی فرمانبردار مومنین کو) محفوظ و مصون رکھا۔ اور مجرموں کی جڑ کاٹ دی۔ (تنبیہات) تنبیہ ۱: اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت و مہربانی سے ناامیدی کفر ہے لیکن ظاہری حالات و اسباب کے اعتبار سے ناامیدی کفر نہیں۔ یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ فلاں چیز کی طرف سے جہاں تک اسباب ظاہری کا تعلق ہے مایوسی ہے لیکن حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے مایوسی نہیں۔ آیت "حَتّٰى اِذَا اسْتَيْئَسَ الرُّسُلُ" میں یہ ہی مایوسی مراد ہے جو ظاہری حالات و آثار کے اعتبار سے ہو ورنہ پیغمبر خدا کی رحمت سے کب مایوس ہو سکتے ہیں۔ (تنبیہ ۲) کفر کا وسوسہ کفر نہیں نہ کسی درجہ میں ایمان یا عصمت کے منافی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم اپنے دلوں میں ایسی چیزیں (بے اختیار) پاتے ہیں جن کے زبان پر لانے سے ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کیا ایسا پاتے ہو؟ عرض کیا ہاں! فرمایا "ذَاكَ صَرِيْحُ الْاِيْمَانِ" یہ تو کھلا ہوا ایمان ہے۔

قرآن کریم کے اوصاف یعنی یہ کوئی افسانہ یا ناول نہیں۔ تاریخی حقائق ہیں۔ جن سے عقل مندوں کو سبق لینا چاہئے۔

رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝۱۱۱

رحمت — ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں ◆

آیاتہا ۴۳ — (۱۳) سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ (۹۶) — رکوعاتہا ۶

سورہ رعد مدینہ میں نازل ہوئی اور جس میں تینتالیس آیات اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ۭ وَالَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ

الٓمّٓرٰ — یہ آیتیں ہیں کتاب کی — اور جو کچھ اُترا — تجھ پر

مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱

تیرے رب سے — سو حق ہے — لیکن بہت لوگ — نہیں مانتے ◆

اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ

اللہ وہ ہے — جس نے اونچے بنائے آسمان — بغیر ستون — دیکھتے ہو ◆ — پھر

اسْتَوٰى عَلَي الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ

قائم ہوا — عرش پر ◆ — اور کام میں لگا دیا سورج — اور چاند کو

كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ

ہر ایک چلتا ہے — وقت مقرر پر (تک) ◆ — تدبیر کرتا ہے کام کی — ظاہر کرتا ہے

الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَاۗءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝۲ وَهُوَ الَّذِيْ

نشانیاں — کہ (تاکہ) شاید تم — اپنے رب سے ملنے کا یقین کرو ◆ — اور وہی ہے

◆ یعنی قرآن کریم جس میں یہ قصص بیان ہوئے کوئی جھوٹی بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ تمام پچھلی سچائیوں کی تصدیق کرنے والا اور ہر ضروری چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہے۔ چونکہ ایماندار اس سے نفع اٹھاتے ہیں اس لحاظ سے ان کے حق میں خاص طور پر ذریعہ ہدایت و رحمت ہے۔ نفعنا اللّٰہ بعلومہ ورزقنا تلاوتہ اناء اللیل واناء النہار وجعلہ حجۃ لنا لا علینا آمین۔ تم سورۃ یوسف علیہ السلام بعون اللّٰہ تعالیٰ۔

سورۃ الرعد

◆ قرآن ایک واضح حقیقت | یعنی جو کچھ اس سورت میں پڑھا جانے والا ہے وہ عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں۔ یہ کتاب جو آپ پر پروردگار کی طرف سے اتاری گئی۔ یقیناً حق و صواب ہے لیکن جائے تعجب ہے کہ ایسی صاف اور واضح حقیقت کے ماننے سے بھی بہت لوگ انکار کرتے ہیں۔

◆ بے ستون آسمان | یعنی اس دنیا کی ایسی عظیم الشان، بلند اور وسیع چھت خدا نے بنائی جسے تم دیکھتے ہو۔ اور لطف یہ ہے کہ کوئی ستون یا کھمبا کھڑا دکھائی نہیں دیتا۔ جس پر اتنی بڑی ذات کھڑی کی گئی ہو اس کے کیا کہا جائے کہ محض قدرت کے غیر مرئی ستون کے سہارے اس کا قیام ہے "وَیُمْسِکُ السَّمَاۤءَ اَنْ تَقَعَ عَلَی الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِہٖ" (حج رکوع۹) کشش اجسام کا نظریہ اگر صحیح ہو تو وہ اس آیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ کشش کو عرفاً عمد نہیں کہتے اور اگر عمد کہا جائے تو مرئی نہیں ہے۔ "روی عن ابن عباس ومجاہد والحسن وقتادۃ وغیر واحد انہم قالوا لہا عمد ولکن لا نری" (ابن کثیر) یعنی ان بزرگوں نے فرمایا کہ آسمانوں کے ستون ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتے۔ واللّٰہ اعلم۔

◆ استویٰ علی العرش کے متعلق "سورۃ اعراف" آٹھویں پارہ کے آخر میں کلام کیا گیا ہے وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

◆ تسخیر شمس و قمر | یعنی سورج اپنا دورہ ایک سال میں اور چاند ایک ماہ میں پورا کرتا ہے۔ یا "لِاَجَلٍ مُّسَمًّی" کے معنی وقت مقرر تک کے لئے جائیں تو یہ مطلب ہوگا کہ چاند سورج اسی طرح چلتے رہیں گے قیامت تک۔

◆ لقائے رب کا یقین | یعنی جس نے ایسی عظیم الشان مخلوقات کو پیدا کیا اسے تمہارا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ نیز ایک باخبر، مدبر، بیدار مغز اور طاقتور گورنمنٹ باغیوں اور مجرموں کو ہمیشہ کے لئے یوں ہی آزاد نہیں چھوڑے رکھتی۔ نہ وفاداروں کی پسندیدہ وفا کی راحت رسانی سے اغماض کر سکتی ہے پھر کیسے ممکن ہے کہ خداوند قدوس جو زمین و آسمان کے تخت کا تنہا مالک اور اپنی تدبیر و حکمت سے تمام مخلوقات علوی و سفلی کا انتظام باحسن اسلوب قائم رکھنے والا ہے مطیع و عاصی کو یوں ہی مہمل چھوڑ دے گا۔ ضرور ہے کہ ایک دن وفاداروں کو وفاداری کا صلہ ملے اور مجرم اپنی سزا کو پہنچیں۔ پھر جب اس زندگی میں مطیع و عاصی کے درمیان ہم ایسی صاف تفریق نہیں دیکھتے تو یقیناً ماننا پڑے گا کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جس میں سب کو آسمانی عدالت کے سامنے حاضر ہو کر عمر بھر کے اعمال کا بھگتان بھگتنا ہوگا۔

مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ

جس نے پھیلائی زمین — اور رکھے اس میں — بوجھ (پہاڑ) — اور ندیاں ◆ — اور

كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي

ہر میوے کے — رکھے اس میں — جوڑے — دو دو قسم ◆ — ڈھانکتا ہے

الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾

دن پر رات کو ◆ — اس میں نشانیاں ہیں — ان کے واسطے جو کہ دھیان کرتے ہیں

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّ

اور زمین میں کھیت ہیں مختلف — ایک دوسرے سے متصل (پاس پاس) — اور باغ ہیں انگور کے — اور

زَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ

کھیتیاں ہیں — اور کھجوریں ہیں — ایک کی جڑ دوسری سے ملی ہوئی — اور بعضی بن ملی — ان کو پانی بھی ایک ہی

وَّاحِدٍ ۟ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ

دیا جاتا ہے — اور ہم ہیں کہ بڑھا دیتے ہیں ان میں ایک کو — ایک سے — میووں میں

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۴﴾ وَاِنْ تَعْجَبْ

ان چیزوں میں نشانیاں ہیں — ان کو جو غور کرتے ہیں ◆ — اور اگر تو عجیب بات چاہے

فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ

تو عجب ہے — ان کا کہنا — کہ کیا جب ہو گئے ہم مٹی — کیا نئے سرے

جَدِيْدٍ ؕ۬ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ

بنائے جائیں گے ◆ — وہی ہیں — جو منکر ہو گئے — اپنے رب سے — اور وہی ہیں

- یعنی پہاڑ جو ایک جگہ کھڑے ہیں اور دریا جو ہر وقت چلتے رہتے ہیں۔

- **پھلوں کے جوڑے** یعنی چھوٹا، بڑا، کھٹا میٹھا، سیاہ و سفید، گرم سرد اور جدید تحقیق کے موافق ہر ایک میں نر و مادہ بھی پائے جاتے ہیں۔

- اس کے متعلق سورۂ اعراف میں آٹھویں پارے کے خاتمہ پر بیان ہو چکا وہاں دیکھ لیا جائے

- **زمین کی نعمتوں میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں** یعنی آسمانوں کے مقابل پست زمین کا ذکر کیا۔ آسمان کے ساتھ چاند سورج کا بیان ہوا تھا کہ ہر ایک کی رفتار الگ ہے اور ہر ایک کا کام جداگانہ ہے۔ ایک کی گرم و تیز شعاعیں جو کام کرتی ہیں دوسرے کی ٹھنڈی اور دھیمی چاندنی سے وہ نہیں ہوتا۔ اسی طرح یہاں زمین کے مختلف احوال اور اس سے تعلق رکھنے والی مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا۔ کہیں پہاڑ کھڑے ہیں کہیں دریا رواں ہیں، جو میوے اور پھل پیدا ہوتے ہیں ان میں بھی شکل، صورت، رنگ، مزہ، چھوٹے بڑے، بلکہ نر و مادہ کا اختلاف ہے۔ کبھی زمین دن کے اجالے سے روشن ہو جاتی ہے کبھی رات کی سیاہ نقاب منہ پر ڈال لیتی ہے۔ پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ چند قطعات زمین جو ایک دوسرے سے متصل ہیں، ایک پانی سے سیراب ہوتے ہیں، ایک سورج کی شعاعیں سب کو پہنچتی ہیں ایک ہی ہوا سب پر چلتی ہے۔ اس کے باوجود اس قدر مختلف پھول پھل لاتے ہیں اور باہم پیداوار کی کمی زیادتی کا اتنا فرق ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ غور و فکر کرنے والے ان نشانوں کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ ایک ہی ابر رحمت کی آبیاری یا ایک ہی آفتاب ہدایت کی موجودگی میں انسانوں کے مادی و روحانی احوال کا اختلاف بھی کچھ مستبعد و مستنکر نہیں ہے اور یہ کہ لامحدود قدرت کا کوئی زبردست ہاتھ آسمان سے زمین تک تمام مخلوق کے نظام ترکیبی کو اپنے قبضہ میں لئے ہوئے ہے۔ جس نے ہر چیز کی استعداد کے موافق اس کے اثر و عمل و خواص کی بہت مضبوط حد بندی کر رکھی ہے۔ پھر ایسے لامتناہی قدرت و اختیار رکھنے والے خدا کو کیا مشکل ہے کہ ہم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے اور اس عالم کے کل عناصر کی کیمیاوی تحلیل کر کے ہر خیر و شر کو اس کے مستقر تک پہنچا دے۔

- یعنی اس سے زیادہ عجیب بات کیا ہو گی کہ جس نے اول ایک چیز بنائی وہ دوبارہ بنانے پر قادر نہ ہو؟ (العیاذ باللہ)

الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

کے طوق ہیں — اُن کی گردنوں میں — اور وہ ہیں — دوزخ والے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ

وہ اُسی میں — رہیں گے برابر ◆ — اور جلدی مانگتے ہیں تجھ سے — برائی کو

قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ

پہلے بھلائی سے ◆ — اور گزر چکے ہیں — اُن سے پہلے — بہت سے عذاب (مثالیں)

وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَ

اور تیرا رب — معاف بھی کرتا ہے — لوگوں کو باوجود — اُن کے ظلم کے — اور

اِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۶ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

تیرے رب کا — عذاب بھی سخت ہے ◆ — اور کہتے ہیں

كَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ

کافر — کیوں نہ اتری اُس پر کوئی نشانی — اُس کے رب سے ◆ — تیرا کام

اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝۷ ع اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا

تو ڈر سنانا ہے — اور ہر قوم کے لیے ہوا ہے راہ بتانے والا ◆ — اللہ جانتا ہے — جو

تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ

پیٹ میں رکھتی ہے — ہر مادہ ◆ — اور جو سکڑتے ہیں پیٹ — اور بڑھتے ہیں

وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ

اور ہر چیز کا — اُس کے یہاں اندازہ ہے ◆ — جاننے والا چھپے — اور

بعث بعد الموت کا انکار اور اس کی سزا | گویا یہ لوگ "بعث بعد الموت" کا انکار کر کے خداوند قدوس کی شہنشاہی سے منکر ہیں۔ تو ایسے باغیوں کا انجام یہی ہوتا ہے کہ گلے میں طوق اور ہاتھ پاؤں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر ابدی جیلخانہ میں ڈال دیے جائیں جو حقیقت میں ایسے ہی مجرموں کے لئے بنایا گیا ہے۔

یعنی حق کو قبول نہیں کرتے جس سے دنیا و آخرت کی بھلائی لے کفر اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں عذاب لے آؤ۔

حق تعالیٰ کا علم و تدبیر | یعنی پہلے بہتیری قوموں پر عذاب آچکے ہیں۔ تم پر لے آنا کیا مشکل تھا۔ بات صرف اتنی ہے کہ تیرا پروردگار اپنی شان حلم و عفو سے ہر چھوٹے بڑے جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کے ظلم و ستم دیکھتا اور درگزر کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب مظالم اور شرارتوں کا سلسلہ حد سے گزر جاتا ہے اس وقت اس کے تباہ کن عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔

یعنی جو نشانی ہم مانگتے ہیں وہ کیوں نہیں اتری جسے دیکھ کر ہم ایمان لانے پر مجبور ہو جاتے۔

کفار کا مطالبہ اور اس کا جواب | یعنی آیات کا اتارنا آپ کے قبضہ میں نہیں، یہ تو خدا کا کام ہے جو آیت پیغمبر کی تصدیق کے لئے مناسب ہو دکھلائے۔ آپ کا فرض اسی قدر ہے کہ خیر خواہی کی بات سنا دیں اور برائی کے مہلک انجام سے لوگوں کو آگاہ کر دیں۔ پہلے بھی ہر قوم کی طرف معجزہ دکھلانا پیغمبر کے قبضہ میں نہیں "ہادی" "راہ بتانے والے" اور ڈرانے والے آتے رہے ہیں ان میں سے کسی کا یہ دعویٰ نہیں ہوا کہ جو نشان معاندین طلب کریں گے ضرور دکھلا کر رہیں گے ہاں خدا کی راہ دکھلانا ان کا کام تھا وہی آپ کا ہے۔ البتہ وہ خاص خاص قوم کے لئے ہادی تھے آپ تمام دنیا کی ہر قوم کے لئے ہیں۔

کہ مذکر ہے یا مؤنث، ایک ہے یا زیادہ، اچھا ہے یا برا وغیر ذلک من الاحوال

حمل کے مراحل اور اللہ کا علم | یعنی حاملہ کے پیٹ میں ایک بچہ ہے یا زیادہ، پورا بن چکا ہے یا ناتمام ہے۔ تھوڑی مدت میں پیدا ہوگا یا زیادہ میں۔ غرض پیٹ کے گھٹنے بڑھنے کے تمام اسرار و اسباب اور اوقات و احوال کو پوری طرح جانتا ہے اور اپنے علم محیط کے موافق ہر چیز کو ہر حالت میں اس کے اندازہ اور استعداد کے موافق رکھتا ہے۔ اسی طرح اس نے جو آیات انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لئے اتاری ہیں ان میں خاص انداز اور مصالح و حکم ملحوظ رکھی ہیں۔ جس وقت جس قدر بنی آدم کی استعداد و صلاحیت کے مطابق نشانات کا ظاہر کرنا مصلحت تھا اس میں کمی نہیں ہوئی۔ باقی تعنت کرنے اور مطیع ہونے کے لحاظ سے لوگوں کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسے حوامل کے پیٹ سے پیدا ہونے والوں کے احوال متفاوت استعداد و تربیت کی بناء پر مختلف ہوتے ہیں۔

الشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ﴿۹﴾ سَوَآءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ

ظاہر کو | سب سے بڑا برتر ◆ | برابر ہے تم میں | جو آہستہ

الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَ

بات کہے | اور جو کہے پکار کر | اور جو چھپ رہا ہے رات میں | اور

سَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ﴿۱۰﴾ لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَ

جو گلیوں میں پھرتا ہے دن کو ◆ | اس کے پہرے والے ہیں | بندے کے آگے سے | اور

مِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

پیچھے سے | اس کی نگہبانی کرتے ہیں | اللہ کے حکم سے ◆ | اللہ

لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ

نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت کو | جب تک وہ نہ بدلیں | جو ان کے جیوں میں ہے | اور جب

اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ

چاہتا ہے اللہ | کسی قوم پر آفت | پھر وہ نہیں پھرتی | اور کوئی نہیں ان کا

مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا

اس کے سوا | مددگار ◆ | وہی ہے | کہ تم کو دکھلاتا ہے بجلی | ڈر کو (ڈرانے کو)

وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ

اور امید کو | اور اٹھاتا ہے بادل بھاری ◆ | اور پڑھتا ہے گرجنے والا

◆ یہ علم الٰہی کی لامحدود وسعت و احاطہ کا بیان ہوا۔ یعنی دنیا کی کوئی کھلی چھپی چیز اس سے پوشیدہ نہیں اور تمام عالم اس کے زیر تصرف ہے۔

◆ **اللہ کا علم محیط** | علم الٰہی کی عمومیت بیان کرنے کے لحاظ سے مناسب مقام تھا کہ احوال مکلفین کی نسبت بتلاتے ہیں کہ تمہارے یہ قول

ہر شخص کو ہمارا علم محیط ہے۔ جو بات تم دل میں چھپاؤ یا آہستہ کہو اور جو علانیہ پکار کر کہو، نیز جو کام رات کی اندھیری میں پوشیدہ ہو کر کرو اور جو دن دہاڑے برسر بازار کرو، دونوں کی حیثیت علم الٰہی کے اعتبار سے یکساں ہے۔ بعض مفسرین نے آیت کو تین قسم کے آدمیوں پر مشتمل بتایا ہے "من اسرّ القول" (جو بات کو چھپائے) "من جھر بہ" (جو ظاہر کرے) "من ھو مستخف باللیل و سارب بالنہار" (جو اپنا کام رات کو چھپائے مثلاً شب کو چوری کرنا اور دن کو ظاہر کرے مثلاً دن میں نمازیں پڑھنا) اللہ تعالیٰ کو سب یکساں طور پر معلوم ہیں۔

◆ **اللہ کے پہرے دار** یعنی ہر بندہ کے ساتھ خدا کے فرشتے مامور ہیں جن میں بعض اس کے سب اگلے پچھلے اعمال لکھتے ہیں اور بعضے خدا کے حکم کے موافق ان بلاؤں سے دفع کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں۔ جن سے حق تعالیٰ بندہ کو بچانا چاہتا ہے جس طرح اس عالم میں خدا کی عام عادت ہے کہ جو چیز پیدا کرنا چاہے اس کے ظاہری اسباب مہیا کر دیتا ہے ایسے ہی اس نے کچھ باطنی اسباب و ذرائع پیدا کیے ہیں جن کو ہماری آنکھیں نہیں دیکھتیں لیکن مشیت الٰہی کی تنفیذ ان کے واسطے سے ہوتی ہے۔

◆ **قوموں کے عروج و زوال کا قانون** یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اس کی طرف سے ہوتی رہتی ہے کسی قوم کو محروم نہیں کرتا۔ جب تک وہ اپنی روش اللہ کے ساتھ نہ بدلے۔ جب بدلتی ہے تو آفت آتی ہے پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی۔ نہ کسی کی مدد اس وقت کام دیتی ہے **تنبیہ** یہاں قوموں کے عروج و زوال کا قانون بتایا ہے، اشخاص و افراد کا نہیں۔ قوم کی اچھی بری حالت متعین کرنے میں اکثریت اور غلبہ کا لحاظ ہوتا ہے۔

◆ **بجلی و بارش میں نشانیاں** پہلے بندوں کی حفاظت کا ذکر تھا، پھر بداعمالیوں سے جو آفت و مصیبت آتی ہے اس کا ذکر ہوا۔ معلوم ہوا کہ خدا کی ذات شان انعام و انتقام دونوں کی جامع ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں بعض ایسے نشانہائے قدرت کی طرف توجہ دلائی جن میں بیک وقت امید و خوف کی دو متضاد کیفیتیں پیدا کرنے کی صلاحیت ہے یعنی جب بجلی چمکتی ہے تو امید بندھتی ہے کہ بارش آئیگی۔ اور ڈر بھی لگتا ہے کہ کہیں گر کر ہلاکت کا سبب نہ بن جائے۔ بھاری بادل پانی کے بھرے ہوئے آتے ہیں تو خوشی ہوتی ہے کہ باران رحمت کا نزول ہوگا، ساتھ ہی فکر رہتی ہے کہ پانی کا طوفان نہ آ جائے ٹھیک اسی طرح انسان کو چاہیے کہ رحمت الٰہی کا امیدوار رہے مگر مکر اللہ سے مامون اور بے فکر نہ ہو۔

بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ

خوبیاں اس کی | اور سب فرشتے | اس کے ڈر سے ◆ | اور بھیجتا ہے

الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ

کڑک بجلیاں | پھر وہ ڈالتا ہے | جس پر چاہے | اور یہ لوگ جھگڑتے ہیں

فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ⑬ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ

اللہ کی بات میں | اور اس کی آن (پکڑ) سخت ہے ◆ | اسی کا پکارنا سچ ہے

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ

اور جن لوگوں کو | یہ پکارتے ہیں | اس کے سوا | وہ نہیں کام آتے ان کے

بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا

کچھ بھی | مگر جیسے کسی نے پھیلائے دونوں ہاتھ | پانی کی طرف | کہ آ پہنچے اس کے منہ تک | اور وہ

هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ⑭

کبھی نہ پہنچے گا اس تک | اور جتنی پکار ہے کافروں کی | سب گمراہی ہے ◆

◆ **تسبیح رعد کی توجیہ** | یعنی گرجنے والا بادل یا فرشتہ زبان "حال" یا "قال" سے حق تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتا ہے وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ "(بنی اسرائیل رکوع ۵) اور تمام فرشتے ہیبت و خوف کے ساتھ اس کی حمد و ثنا اور تسبیح و تمجید میں مشغول رہتے ہیں۔ (حدیث تحقیق تنبیہ) "رعد و برق" وغیرہ کے متعلق آجکل کی تحقیق یہ ہے کہ بادلوں میں "قوت کہربائیہ موجبہ" پائی جاتی ہے اور زمین میں کہربائیہ سالبہ۔ "جو بادل زمین سے زیادہ نزدیک ہو اس میں گاہ بگاہ زمین کی سالب کہربائیہ سرایت کر جاتی ہے۔ پھر اس بادل کے اوپر بسا اوقات وہ بادل گزرتے ہیں جن میں کہربائیہ موجبہ موجود ہے۔ اور یہ قاعدہ تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ مختلف قسم کی "کہربائیہ" رکھنے والے دو جسم جب محاذی ہوں تو ہر ایک اپنے اندر دوسرے کی "کہربائیہ" کو جذب کرتا ہے تا کہ دونوں کی کہربائیہ متحد ہو جائے۔ اسی قاعدے سے اوپر نیچے والے بادل جب ایک دوسرے کی قوت کہربائیہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تو دونوں کے مل جانے سے شدید حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اسی حرارت شدیدہ سے دونوں بادلوں کے حجم کے مناسب ایک آتشیں شعلہ اٹھتا ہے جو صاعقہ کہلاتا ہے۔ یہی صاعقہ کی چمک اور روشنی برق کہلاتی ہے اور چونکہ اس کے سرایت کرنے سے جو زور دار تموج پیدا ہوتا ہے وہ رعد ہے۔ کہربا کا یہی آتشیں شرارہ کبھی بادلوں اور ہواؤں کو پھاڑ کر نیچے گرتا ہے جس کے نہایت عجیب و غریب افعال و آثار

مشاہدے کئے گئے ہیں جہاں وہ اس سے کہیں زیادہ مکانوں کو گرا دیتا، پہاڑوں کو شق کرتا اور جانداروں کی ہلاکت کا سبب ہوتا ہے۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اس نے نہایت احتیاط سے ایک آدمی کے بدن سے کپڑے اتار کر کسی درخت کی شاخ پر رکھ دیے ہیں مگر پہننے والے کے جسم کو کچھ صدمہ نہیں پہنچایا۔ (دائرۃ المعارف فرید وجدی) شبہ: یہ کہ خیال گزرتا ہے کہ بجلی کے اس آتشیں شعلہ میں کوئی ذی شعور اور ذی اختیار قوت غیر مرئی طریقہ سے کام کر رہی ہے۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ اوپر بیان کئے ہوئے نظریہ کا انکار کریں۔ لیکن یہ بیان کرنے والے خود اقرار کرتے ہیں کہ "ساحج" کی طرح "قوت کہربائیہ" کی اصل حقیقت پر بھی اس وقت تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے ارباب کشف و شہود کا بیان یہ ہے کہ تمام نظام عالم میں ظاہری اسباب کے علاوہ باطنی اسباب کا ایک عظیم الشان سلسلہ کار فرما ہے جو کچھ ہم یہاں دیکھتے ہیں وہ صرف صورت ہے لیکن اس صورت میں جو غیر مرئی حقیقت پوشیدہ ہے اس کے ادراک تک عام لوگوں کی رسائی نہیں۔ صرف باطنی آنکھ رکھنے والے اسے دیکھتے ہیں۔ آخر تم جو نظریات بیان کرتے ہو (مثلاً یہی قوت کہربائیہ کا موجب سالب ہونا وغیرہ) اس کا علم بھی چند حکمائے متخصصین کے سوا کس کو ہوتا ہے۔ کم از کم اتنا ہی وثوق انبیاء کے مشاہدات و تجربات پر کر لیا جائے تو بہت سے اختلافات مٹ سکتے ہیں۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرے عوالم کی طرح بادلوں اور بارشوں کے انتظامات پر بھی فرشتوں کی جماعتیں تعینات ہیں جو بادلوں کو مناسب مواقع پر پہنچانے اور ان سے حسب ضرورت و مصلحت کام لینے کی تدبیر کرتی ہیں۔ اگر تمہارے بیان کے موافق بادل اور زمین وغیرہ کی "کہربائیہ" کا مدبر کوئی غیر مرئی فرشتہ ہو تو انکار کی کونسی وجہ ہے؟ جس کو تم "شرارہ کہربائیہ" کہتے ہو چونکہ وہ فرشتہ کے خاص تصرف سے پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اسے وحی کی زبان میں مخاریق من نار (فرشتہ کا آتشیں کوڑا) کہہ دیا گیا تو کیا قیامت ہو گئی۔ اس کی شدت اور سخت اشتعال سے جو کڑک اور گرج پیدا ہوئی اگر حقیقت کو ملحوظ کرتے ہوئے اسے فرشتہ کی ڈانٹ سے تعبیر فرمایا تو یہ نہایت ہی موزوں تعبیر ہے۔ بہر حال "سائنس" نے جس چیز کی محض صورت کو سمجھا۔ "وحی" نے اس کی روح اور حقیقت پر مطلع کر دیا۔ کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ دونوں کو ایک دوسرے کا حریف مقابل قرار دے لیا جائے۔ علامہ محمود آلوسی نے بقرہ کے شروع میں اس پر معقول بحث کی ہے فلیراجع۔

◆ **بجلی کی کڑک میں نشانیاں** ان جھگڑنے والوں پر عذاب کی بجلی ذکر ہوئے۔ حدیث میں ہے کہ حضور نے عرب کے ایک متکبر رئیس کے پاس آدمی بھیجا کہ اسے میرے پاس بلا لاؤ۔ قاصد نے اس کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ تجھے بلاتے ہیں۔ کہنے لگا رسول اللہ کون ہے؟ اور اللہ کیا چیز ہے؟ سونے کا ہے یا چاندی کا، یا تانبے کا؟ (العیاذ باللہ) تین مرتبہ یہی گفتگو کی۔ تیسری مرتبہ جب وہ یہ گستاخانہ کلمات کہہ رہا تھا ایک بادل اٹھا اور بجلی گری اور اس کی کھوپڑی سر سے جدا کر دی۔ بعض روایات میں ہے کہ عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہم اسلام لاتے ہیں بشرطیکہ آپ کے بعد خلافت ہم کو ملے۔ آپ نے انکار فرمایا۔ وہ یہ کہہ کر اٹھے کہ ہم "مدینہ" کی وادی کو آپ کے مقابلہ میں پیدل اور سواروں سے بھر دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ ایسا نہیں ہونے دے گا اور انصار مدینہ روکیں گے۔ دونوں چلے راستہ میں اربد پر بجلی گری اور عامر طاعون کی گلٹی سے ہلاک ہوا۔ فائدہ رعد کی آواز سن کر کہنا چاہئے "سُبْحَانَ مَنْ يُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهِ وَالْمَلَائِكَةُ مِنْ خِيفَتِهِ اللَّهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذَلِكَ"

◆ **معبودان باطل سے دعا کی مثال** یعنی پکارنا اسی کو چاہئے جو ہر قسم کے نفع و ضرر کا مالک ہے عاجز کو پکارنے سے کیا حاصل؟ اللہ کے سوا کون ہے جس کے قبضہ میں اپنا یا دوسروں کا نفع و ضرر ہے؟ غیر اللہ کو اپنی مدد کے لئے بلانا ایسا ہے جیسے کوئی پیاسا کنوئیں کی من پر کھڑا ہو کر پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور خوشامد کرے کہ میرے منہ میں پہنچ جا۔ ظاہر ہے قیامت تک پانی اس کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں۔ بلکہ اگر پانی اس کی مٹھی میں ہو تب بھی خود چل کر منہ تک نہیں جا سکتا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ کافر جن کو پکارتے ہیں بعضے محض خیالات و اوہام ہیں، بعضے جن اور شیاطین ہیں اور بعضی چیزیں ہیں کہ ان میں کچھ خواص ہیں۔ لیکن اپنے خواص کی مالک نہیں۔ پھر ان کے پکارنے سے کیا حاصل؟ جیسے آگ یا پانی اور شاید ستارے بھی اسی قسم میں ہوں۔

وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّ

اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو کوئی ہے آسمانوں اور زمین میں خوشی سے اور

كَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۩ قُلْ مَنْ رَّبُّ

زور سے اور ان کی پرچھائیاں صبح اور شام ◆ پوچھ کون ہے رب

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ

آسمان اور زمین کا کہہ دے اللہ ہے کہہ پھر کیا تم نے پکڑے ہیں

دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ

اس کے سوا ایسے حمایتی جو مالک نہیں اپنے بھلے اور نہ برے کے ◆

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ڏ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي

کہہ کیا برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھنے والا یا کہیں برابر ہے

الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ڬ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ خَلَقُوْا

اندھیرا اور اجالا ◆ کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اللہ کے لیے شریک کہ انہوں نے کچھ پیدا کیا ہے

كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ

جیسے پیدا کیا اللہ نے پھر مشتبہ ہو گئی پیدائش ان کی نظر میں کہہ اللہ ہے پیدا کرنے والا

كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ

ہر چیز کا اور وہی ہے اکیلا زبردست ◆ اتارا اس نے آسمان سے

مَاۗءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ

پانی پھر بہنے لگے نالے اپنی اپنی سمائی کے موافق پھر اوپر لے آیا نالا

زَبَدًا رَّابِيًا ۚ وَمِمَّا يُوقِدُونَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ

جھاگ پھولا ہوا اور جس چیز کو دھونکتے ہیں آگ میں

ابْتِغَاءَ حِلْيَةٍ أَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهُ ۚ كَذَٰلِكَ يَضْرِبُ

واسطے زیور کے یا اسباب کے اس میں بھی جھاگ ہے ویسا ہی یوں بیان کرتا ہے

اللَّهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۚ فَأَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاءً ۖ

اللہ حق اور باطل کو سو وہ جھاگ تو جاتا رہتا ہے سوکھ کر

وَأَمَّا مَا يَنفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ ۚ كَذَٰلِكَ

اور وہ جو کام آتا ہے لوگوں کے سو باقی رہتا ہے زمین میں اس طرح

يَضْرِبُ اللَّهُ الْأَمْثَالَ ﴿١٧﴾ لِلَّذِينَ اسْتَجَابُوا لِرَبِّهِمُ

بیان کرتا ہے اللہ مثالیں ◆ جنہوں نے مانا اپنے رب کا حکم

الْحُسْنَىٰ ۚ وَالَّذِينَ لَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا

ان کے واسطے بھلائی ہے ◆ اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا اگر ان کے پاس ہو جو کچھ

فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ مَعَهُ لَافْتَدَوْا بِهِ ۚ

کہ زمین میں ہے سارا اور اتنا ہی اس کے ساتھ اور تو سب دے ڈالیں اپنے بدلہ (چھڑوائی) میں ◆

أُولَٰئِكَ لَهُمْ سُوءُ الْحِسَابِ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَ

ان لوگوں کے لیے ہے برا حساب ◆ اور ٹھکانا ان کا دوزخ ہے اور

بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿١٨﴾ أَفَمَن يَعْلَمُ أَنَّمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ

وہ بری (برا بچھونا) آرام کی جگہ ہے بھلا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھ اترا تجھ پر

حق اور باطل کی مثال آسمان کی طرف سے بارش اتری جس سے ندی نالے بہہ پڑے۔ ہر نالے میں اس کے ظرف اور گنجائش کے موافق جتنا خدا نے چاہا پانی جاری کر دیا چھوٹے میں کم بڑے میں زیادہ۔ پانی جب زمین پر رواں ہوا تو مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے سے گدلا ہو گیا۔ پھر میل کچیل اور جھاگ پھول کر اوپر آیا۔ جیسے تیز آگ میں چاندی تانبا لوہا اور دوسری معدنیات پگھلاتے ہیں تا زیور، برتن اور ہتھیار وغیرہ تیار کریں اس میں بھی اسی طرح جھاگ اٹھتا ہے مگر تھوڑی دیر بعد خشک یا منتشر ہو کر جھاگ جاتا رہتا ہے اور جو اصلی کارآمد چیز تھی (یعنی پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات) وہ ہی زمین میں یا زمین والوں کے ہاتھ میں باقی رہ جاتی ہے۔ جس سے مختلف طور پر لوگ منتفع ہوتے ہیں۔ یہی مثال حق و باطل کی سمجھ لو۔ جب وحی آسمانی دین حق کو لے کر اترتی ہے تو قلوب بنی آدم اپنے اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں۔ پھر حق اور باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو میل ابھر آتا ہے۔ بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبا لیتا ہے لیکن اس کا یہ ابال عارضی اور بے بنیاد ہے۔ تھوڑی دیر بعد اس کے جوش و خروش کا پتہ نہیں رہتا۔ خدا جانے کدھر گیا۔ جو اصلی اور کارآمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوئی تھی (یعنی حق و صداقت) بس وہی رہ گئی۔ دیکھو! خدا کی بیان کردہ مثالیں کیسی عجیب ہوتی ہیں۔ کیسے موثر طرز میں سمجھایا کہ دنیا میں جب حق و باطل بھڑتے ہیں یعنی دونوں کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے تو گو بہاؤ کے چڑھے باطل اونچا اور پھولا ہوا نظر آئے لیکن آخرکار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر و غالب ہو کر رہیگا۔ کسی مومن کو باطل کی عارضی نمائش سے دھوکا نہ کھانا چاہئے۔ اسی طرح کسی انسان کے دل میں جب حق اتر جائے کچھ دیر کے لیے اوہام و وساوس تردد و شور دکھلائیں تو گھبرانے کی بات نہیں تھوڑی دیر میں یہ ابال بیٹھ جائیگا اور خالص حق ثابت و مستقر رہیگا۔ گذشتہ آیات میں چونکہ توحید و شرک کا مقابلہ کیا گیا تھا اس مثال میں حق و باطل کے مقابلہ کی کیفیت بتلا دی آگے دونوں کا انجام بالکل کھول کر بیان کرتے ہیں۔

یعنی ایمان و عمل صالح اختیار کیا ان کے لئے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ حقیقی خوشی اور قلبی طمانیت و سکون ان کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

آخرت کی پریشانی یعنی یہاں تو خیر جس طرح گزرے لیکن آخرت میں ان کی حالت ایسی پریشانی اور گھبراہٹ کی ہوگی کہ اگر تمام دنیا کے خزانے ان کے ہاتھ میں ہوں بلکہ اسی قدر اور بھی تو تمنا کریں گے کہ ہم یہ سب فدیہ میں دیکر اس پریشانی سے چھوٹ جائیں۔ وَاَنّٰی لَهُمْ ذٰلِکَ

یعنی حساب میں کسی قسم کی رعایت اور درگزر نہ ہوگی ایک ایک بات پر پوری طرح پکڑے جائیں گے۔

مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ

تیرے رب سے حق ہے برابر ہو سکتا ہے اس کے جو اندھا ہے سمجھتے وہی ہیں

اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا

جن کو عقل ہے ◆ وہ لوگ جو پورا کرتے ہیں اللہ کے عہد کو اور نہیں

يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ

توڑتے اس عہد کو ◆ اور وہ لوگ جو ملاتے ہیں جس کو اللہ نے فرمایا

بِهٖۤ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ

ملانا ◆ اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں برے

الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَ

حساب کا ◆ اور وہ لوگ جنہوں نے صبر کیا خوشی کو اپنے رب کی ◆ اور

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

قائم رکھی نماز اور خرچ کیا ہمارے دیے میں سے پوشیدہ (چھپے) اور ظاہر (کھلے) ◆

وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى

اور کرتے ہیں برائی کے مقابلہ میں بھلائی ◆ ان لوگوں کے لیے ہے آخرت کا

الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ

گھر ◆ باغ ہیں رہنے کے داخل ہوں گے ان میں اور جو نیک ہوئے ان کے

اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ

باپ دادوں میں اور جوروؤں میں اور اولاد میں ◆ اور فرشتے آتے ہیں

◆ مومن و کافر دونوں کا الگ الگ انجام ذکر فرمانے کے بعد متنبہ کرتے ہیں کہ ایسا ہونا عین عقل و حکمت کے موافق ہے۔ کوئی عقلمند یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک نپٹ اندھا جسے کچھ نظر نہیں آتا یونہی اٹاپ شٹاپ اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھا رہا ہو، اس شخص کی برابری کر سکتا ہے جس کے دل کی آنکھیں کھلی ہیں اور پوری بصیرت کے ساتھ حق کی روشنی سے مستفید ہو رہا ہے۔

◆ **اہل عقل کی صفات** | یعنی اللہ سے جو عہد ازل میں ہو چکا ہے (عہد الست) جس پر انسان کی فطرت خود گواہ ہے اور جو انبیاء کی زبانی عہد لئے گئے ان سب کو پورا کرتے ہیں۔ کسی کو توڑتے نہیں۔ نیز بذات خود کسی معاملہ میں خدا سے یا بندوں سے جو عہد و پیمان باندھتے ہیں (بشرطیکہ معصیت نہ ہو) اس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

◆ یعنی صلہ رحم کرتے ہیں۔ یا ایمان کو عمل کے ساتھ یا حقوق العباد کو حقوق اللہ کے ساتھ ملاتے ہیں، یا اسلامی اخوت کو قائم رکھتے ہیں۔ یا انبیاء علیہم السلام میں تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں۔

◆ یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تصور کر کے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اور یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں جب ذرہ ذرہ کا حساب ہو گا کیا صورت پیش آئے گی۔

◆ یعنی مصائب و شدائد اور دنیا کی مکروہات پر صبر کیا۔ کسی سختی سے گھبرا کر طاعت کے راستہ سے قدم نہیں ہٹایا نہ معصیت کی طرف جھکے اور یہ صبر و استقلال محض حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لئے دکھلایا۔ اس لئے نہیں کہ دنیا انکو بہت صابر اور مستقل مزاج کہے۔ یا اس لئے کہ بجز صبر کے چارہ نہ رہا تھا مجبور ہو گئے تو صبر کر کے بیٹھ رہے۔

◆ پوشیدہ کو شاید اس لئے مقدم کیا کہ پوشیدہ خیرات کرنا افضل ہے۔ الا یہ کہ کہیں مصلحت شرعی علانیہ دینے میں ہو۔

◆ یعنی برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں۔ سختی کے مقابلہ میں نرمی برتتے ہیں۔ کوئی ظلم کرتا ہے یہ معاف کرتے ہیں (بشرطیکہ معافی سے بدی کے ترقی کرنے کا اندیشہ نہ ہو) بدی سے بچ کر نیکی اختیار کرتے ہیں۔ اگر کبھی کوئی برا کام ہو جاتا ہے تو اس کے مقابلہ میں بھلا کام (یعنی توبہ اور اس گناہ کی تلافی) کرتے ہیں۔

◆ یعنی جن میں ہمیشہ رہیں گے

◆ **جنت میں اقرباء کی معیت** | "آباء" کا لفظ تغلیباً کہا ہے جس میں امہات (مائیں) بھی شامل ہیں۔ یہ جنت کی بشارت کے ساتھ مزید خوشخبری سنائی کہ ایسے کاملین کو جن کی خصال اوپر بیان ہوئیں جنت میں ایک نعمت و مسرت یہ حاصل ہو گی کہ ان کے ماں باپ، اولاد، بیویاں، جو اپنی نیکی کی بدولت دخول جنت کے لائق ہوں سب اکٹھے رہیں گے۔ یعنی کہ ان متعلقین میں سے اگر کوئی کم رتبہ ہو گا تو حق تعالیٰ اپنی نوازش و مہربانی سے درجہ بڑھا کر اس کو اس کامل سے نزدیک کر دیگا۔ "وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ" (طور۔ رکوع ۱) اس سے معلوم ہوا کہ بدون ایمان و عمل صالح کے محض کاملین کی قرابت کافی نہیں ہاں ایمان و عمل صالح موجود ہو تو تعلق قرابت سے کچھ ترقی درجات ممکن ہے۔ واللہ اعلم۔

عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿٢٣﴾ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ

اُن کے پاس ہر دروازے سے تمہیں کہ سلامتی تم پر بدلے اس کے کہ تم نے صبر کیا سو خوب ملا

عُقْبَى الدَّارِ ﴿٢٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

عاقبت کا گھر ◆ اور جو لوگ توڑتے ہیں عہد اللہ کا مضبوط

مِيْثَاقِهٖ وَيَقْطَعُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَ

کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو فرمایا اللہ نے جوڑنا اور

يُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۙ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ

فساد اٹھاتے ہیں ملک میں ایسے لوگ ان کے واسطے ہے لعنت اور ان کے لیے ہے

سُوْۗءُ الدَّارِ ﴿٢٥﴾ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَ

برا گھر ◆ اللہ کشادہ کرتا ہے روزی جس کو چاہے اور

يَقْدِرُ ۭ وَفَرِحُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا

تنگ کرتا ہے ◆ اور فریفتہ ہیں دنیا کی زندگی پر اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں

فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ

آخرت کے آگے مگر متاع (مال) حقیر ◆ اور کہتے ہیں کافر کیوں نہ

اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ

اتری اس پر کوئی نشانی اس کے رب سے کہہ دے اللہ گمراہ کرتا ہے (بھٹکاتا ہے)

يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

جس کو چاہے اور راہ دکھلاتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع ہوا ◆ وہ لوگ جو ایمان لائے

وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ۭ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ

اور چین پاتے ہیں | ان کے دل | اللہ کی یاد سے ◆ | سنتا ہے اللہ کی یاد ہی سے

تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝۲۸ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

چین پاتے ہیں دل ◆ | جو لوگ ایمان لائے | اور کام کئے اچھے

طُوْبٰى لَهُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ۝۲۹ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ

خوشحالی (طوبیٰ) ہے ان کے واسطے | اور اچھا ٹھکانا ◆ | اسی طرح تجھ کو بھیجا ہم نے | ایک

اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَيْهِمُ

امت میں | کہ گذر چکی ہیں | اس سے پہلے | بہت امتیں | تا کہ سنادے تو ان کو

الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ۭ قُلْ

جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف ◆ | اور وہ منکر ہوتے ہیں | رحمٰن سے ◆ | تو کہہ

هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ

وہی رب میرا ہے | کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا | اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے | اور اسی کی طرف

مَتَابِ ۝۳۰ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ

آتا ہوں رجوع کر کے ◆ | اور اگر کوئی قرآن ہوتا | کہ چلیں اس سے پہاڑ | یا

قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ۭ بَلْ لِّلّٰهِ

ٹکڑے ہو وے اس سے زمین | یا بولیں اس سے مردے (تو کیا ہوتا) | بلکہ سب کام

الْاَمْرُ جَمِيْعًا ۭ اَفَلَمْ يَايْــــَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ

اللہ کے ہاتھ میں ہیں ◆ | سو کیا خاطر جمع نہیں | ایمان والوں کو | اس پر کہ اگر

◆ **اللہ کے ذکر میں ہی دلوں کا چین ہے** | یہ خدا کی طرف رجوع ہونے والوں کا بیان ہوا۔ یعنی ان کو دولت ایمان نصیب ہوتی ہے اور ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے چین اور اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ سب سے بڑا ذکر تو قرآن ہے "انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون"۔ جسے پڑھ کر ان کے دلوں میں یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے شبہات اور وساوس شیطانیہ دور ہو کر سکون و اطمینان میسر آتا ہے۔ ایک طرف اگر حق تعالیٰ کی عظمت و ہیبت دلوں میں خوف و خشیت پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف نامحدود رحمت و مغفرت کا تذکرہ تسکین و سکون و راحت کے سامان بہم پہنچاتا ہے۔ غرض ان کا دل ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کی طرف جم جاتا ہے اور ذکر اللہ کا نور ان کے قلوب سے ہر طرح کی ظلمانی وحشت اور گھبراہٹ کو دور کر دیتا ہے۔

◆ یعنی دولت، حکومت، منصب، جاگیر یا نفسانی لذت تو دیکھ لیجئے کوئی چیز انسان کو حقیقی سکون و اطمینان سے ہمکنار نہیں کر سکتی۔ صرف یاد الٰہی سے جو تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے وہی ہے جو دلوں کے اضطراب و وحشت کو دور کر سکتا ہے۔

◆ مترجم محقق نے "طوبیٰ" کے لغوی معنی لئے ہیں۔ اب اس کے اندر جنت کا وہ درخت بھی آ گیا جسے حدیث صحیح میں "طوبیٰ" کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔

◆ **آنحضرت کی بعثت نیا واقعہ نہیں ہے** | یعنی جس طرح ہم اپنی طرف رجوع ہونے والوں کو کامیابی کی راہ دکھاتے ہیں۔ اسی طرح اس امت کی رہنمائی کے لئے ہم نے تجھے مبعوث کیا۔ تا جو کتاب اپنی رحمت کاملہ سے تجھ پر اتاری ہے آپ ان کو پڑھ کر سنا دیں۔ آپ کا پیغمبر بنا کر بھیجا جانا کوئی انوکھی بات نہیں پہلی امتوں کی طرف بھی پیغمبر بھیجے جا چکے ہیں جو اس وقت تکذیب کرنے والوں کا حشر ہوا ان لوگوں کو بھی پیش نظر رہنا چاہئے۔

◆ **رحمان سے انکار** | یعنی رحمان نے اپنی رحمت کاملہ سے قرآن اتارا "الرحمٰن علم القرآن" اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا۔ مگر انہوں نے سخت ناشکری اور کفران نعمت پر کمر باندھ لی۔ رحمان کا حق ماننے سے منکر ہو گئے بلکہ اس نام سے بھی وحشت کھانے لگے۔ اسی لئے "حدیبیہ" کے صلح نامہ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھنے پر جھگڑا کیا۔ "واذا قیل لھم اسجدوا للرحمٰن قالوا وما الرحمٰن" (فرقان۔ رکوع ۵)

◆ یعنی جس رحمٰن سے تم انکار کرتے ہو وہی میرا رب ہے اور وہی اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ "قل ادعوا اللہ او ادعوا الرحمٰن ایاما تدعوا فلہ الاسماء الحسنی" (بنی اسرائیل۔ رکوع ۱۲) میرا تمہارا انجام سب اسی کے ہاتھ میں ہے میں اسی پر توکل کرتا ہوں۔ تمہارے انکار و تکذیب سے مجھے ضرر کا اندیشہ ہے نہ اس کی امداد و اعانت سے مایوس ہوں۔

◆ **کفار فرمائشی کتاب پر بھی ایمان نہ لاتے** | یہاں قرآن سے مراد مطلق کتاب ہے جیسا کہ ایک حدیث صحیح میں "زبور" پر لفظ قرآن کا اطلاق ہوا ہے۔ یعنی اگر کوئی کتاب ایسی اتاری جاتی جس سے تمہارے یہ فرمائشی نشان پورے ہو جاتے تو وہ یہی قرآن کے اندر موجود تھی۔ یہی قرآن ہے جس نے روحانی طور پر پہاڑوں کی طرح جمے ہوئے لوگوں کو ان کی جگہ سے ہٹا دیا۔ قلوب کی زمینوں کو پھاڑ کر معرفت الٰہی کے چشمے جاری کر دیئے۔ وصول الی اللہ کے راستے برسوں کی منزلیں منٹوں میں طے کرا دیئے۔ مردہ قوموں اور دلوں میں ابدی زندگی کی روح پھونک دی۔ جب ایسے قرآن سے تم کو شفاء و ہدایت نصیب نہ ہوئی تو فرض کرو تمہاری طلب کے موافق اگر یہ قرآن مادی اور حسی طور پر بھی وہ سب چیزیں دکھلا دیتا جن کی فرمائش کرتے ہو، تب بھی کیا امید تھی کہ تم ایمان لے آتے اور نئی نئی حجتیں اور کٹ حجتیاں شروع نہ کرتے تم اپنے عناد اور سرکشی کے ایسے واقع ہوئے ہو کہ کسی نشان کو دیکھ کر ایمان لانے والے نہیں۔ اصل یہ ہے کہ سب کام (ہدایت و اضلال) اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ جسے وہ نہ چاہے قیامت تک ہدایت نہیں ہو سکتی لیکن وہ اسی کو چاہتا ہے جو اپنی طرف سے قبول حق کی خواہش اور تڑپ رکھتا ہو۔

يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ؕ وَلَا يَزَالُ

چاہے اللہ — تو راہ پر لاوے سب لوگوں کو ◆ — اور برابر پہنچتا رہے گا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا تُصِيْبُهُمْ بِمَا صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ

منکروں کو — ان کی کرتوت پر صدمہ (دھڑکا) — یا اترے گا

قَرِيْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰى يَاْتِيَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

ان کے گھر سے نزدیک — جب تک کہ پہنچے — وعدہ اللہ کا — بے شک اللہ

يُخْلِفُ الْمِيْعَادَ ﴿۳۱﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ

خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ ◆ — اور ٹھٹھا کر چکے ہیں — کتنے رسولوں سے

قَبْلِكَ فَاَمْلَيْتُ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ

تجھ سے پہلے — سو ڈھیل دی میں نے — منکروں کو — پھر ان کو پکڑ لیا — سو کیسا

كَانَ عِقَابِ ﴿۳۲﴾ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍۭ بِمَا

تھا میرا بدلہ ◆ — بھلا جو لیے کھڑا ہے — ہر کسی کے سر پر — جو کچھ

كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ

اس نے کیا ہے (اوروں کے برابر ہو سکتا ہے) — اور مقرر کرتے ہیں اللہ کے لیے شریک ◆ — کہہ ان کا نام لو ◆ — یا

تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِى الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ

اللہ کو بتلاتے ہو — جو وہ نہیں جانتا — زمین میں ◆ — یا کرتے ہو اوپر ہی اوپر

الْقَوْلِ ؕ بَلْ زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا

باتیں ◆ — یہ نہیں بلکہ بھلے سمجھا دیے ہیں منکروں کو — ان کے فریب — اور وہ روک دیے گئے ہیں

عَنِ السَّبِيْلِ ۭ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝۳۳

راہ سے ◆ اور جس کو گمراہ کرے اللہ سو کوئی نہیں اس کو راہ بتانے والا ◆

لَهُمْ عَذَابٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ

ان کو مار پڑتی ہے دنیا کی زندگی میں ◆ اور آخرت کی مار تو بہت ہی سخت ہے

وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ۝۳۴ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ

اور کوئی نہیں ان کو اللہ سے بچانے والا ◆ حال جنت کا جس کا

وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۭ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۭ اُكُلُهَا

وعدہ ہے پرہیزگاروں سے بہتی ہیں اس کے نیچے نہریں میوہ اس کا

دَاۗىِٕمٌ وَّظِلُّهَا ۭ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ڰ وَّعُقْبَى

ہمیشہ ہے ◆ اور سایہ بھی ◆ یہ بدلہ ہے ان کا جو ڈرتے رہے ◆ اور بدلہ

الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ۝۳۵ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَفْرَحُوْنَ

منکروں کا آگ ہے ◆ اور وہ لوگ جن کو ہم نے دی ہے کتاب خوش ہوتے ہیں

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ يُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ۭ

اس سے جو نازل ہوا تجھ پر ◆ اور بعضے فرقے نہیں مانتے اس کی بعضی بات ◆

قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ۭ

کہہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ بندگی کروں اللہ کی اور شریک نہ کروں اس کا

اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَاِلَيْهِ مَاٰبِ ۝۳۶ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ

اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف ہے میرا ٹھکانا ◆ اور اسی طرح اتارا ہم نے

◆ یعنی کچھ بھی نہیں شرک کی حمایت میں اُن کی یہ مستعدی اور توحید کے مقابلہ میں اس قدر جد و جہد خالی نفس کا دھوکا اور شیطان کا فریب ہے۔ اسی نے حق کی راہ سے روک دیا ہے۔

◆ یعنی جسے خدا ہدایت کی توفیق نہ دے اسے کون راہ پر لا سکتا ہے اور وہ اسی کو توفیق دیتا ہے جو باختیار خود ہدایت کے دروازے اپنے اوپر بند نہ کرے۔

◆ مجاہدین کے ہاتھوں سے یا بلا واسطہ قدرت کی طرف سے۔

◆ یعنی یہ سزا بھی تھوڑی نہیں۔ پھر وہاں کی سزا کا کیا پوچھنا۔

◆ جن کی کوئی نوع کبھی ختم نہ ہوگی اور ہمیشہ وہی ملے گا جس کی خواہش کریں گے۔ لَا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ (واقعہ رکوع ۱)

◆ یعنی سایہ بھی ہمیشہ آرام دہ رہے گا۔ نہ کبھی دھوپ کی تپش ہوگی نہ سردی کی تکلیف۔ "لَا يَرَوْنَ فِيْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِيْرًا (دہر رکوع ۱)

◆ یعنی خدا سے ڈر کر شرک و کفر کو چھوڑ بیٹھے۔

◆ اہل حق و اہل باطل کا انجام ایک دوسرے کے بالمقابل بیان فرمایا۔ وَبِضِدِّهَا تَتَبَيَّنُ الْاَشْيَاءُ۔

◆ **نزول قرآن سے اہل کتاب اور مسلمانوں کی خوشی** جن کو اب قرآن دیا ہے (یعنی مسلمان) اور جن کو پہلے "تورات" "انجیل" وغیرہ دی گئی یعنی (یہود و نصاریٰ) اس چیز کو سن کر خوش ہوتے ہیں جو آپ پر نازل کی گئی۔ مسلمانوں کا خوش ہونا تو ظاہر ہے کہ وہ اسی کتاب کو فلاح دارین کی کلید جانتے تھے۔ باقی یہود و نصاریٰ میں جو لوگ اہل علم، انصاف اور فی الجملہ حق پرست تھے ان کے لئے بھی ایک طرح مسرت کا موقع تھا کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ قرآن کریم کیسی فراخدلی سے ان کی اصل کتابوں کی تصدیق اور ان کے انبیاء کی تعریف و تعظیم میں رطب اللسان ہے بلکہ سچے احبار و رہبان کے وجود کو بھی معرض مدح میں پیش کرتا ہے۔ "ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا" ۔ چنانچہ اس قسم کے منصف و حق پرست یہود و نصاریٰ آخر کار مشرف باسلام ہو گئے۔

◆ یعنی یہود و نصاریٰ یا عرب کے جاہلوں میں وہ جماعتیں بھی ہیں جو قرآن سے اس لئے ناخوش ہیں کہ انہیں اس کی بعض چیزوں سے انکار ہے اور یہ وہی چیزیں ہیں جو ان کی تحریف و تبدیل یا آباء و اجداد کے خلاف قرآن نے بیان کی ہیں

◆ **آنحضرت کی دعوت توحید خالص کی طرف** یعنی کوئی خوش ہو یا ناخوش، میں تو اسی خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کرتا ہوں جس کو سب انبیاء اور عقل بالاتفاق مانتے چلے آئے۔ اسی کے احکام و مرضیات کی طرف ساری دنیا کو دعوت دیتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ ہمارا انجام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں وہیں میرا ٹھکانا ہے وہ ہی مجھ کو آخر کار غالب و منصور اور مخالفین کو مغلوب و رسوا کرے گا۔ لہٰذا کسی کے خلاف و انکار کی مجھے قطعاً پروا نہیں۔

حُكْمًا عَرَبِيًّا ۗ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا

یہ کلام حکم عربی زبان میں ◆ اور اگر تو چلے ان کی خواہش کے موافق بعد اس

جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا

علم کے جو تجھ کو پہنچ چکا کوئی نہیں تیرا اللہ سے حمایتی اور نہ

وَاقٍ ﴿۳۷﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا

بچانے والا ◆ اور بھیج چکے ہیں ہم کتنے رسول تجھ سے پہلے اور ہم نے دی تھیں

لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّيَّةً ۗ وَمَا كَانَ لِرَسُوْلٍ اَنْ

ان کو جوروئیں اور اولاد اور نہیں ہوا کسی رسول سے کہ

يَّاْتِيَ بِاٰيَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۗ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ﴿۳۸﴾

وہ لے آئے کوئی نشانی مگر اللہ کے اذن سے ہر ایک وعدہ ہے لکھا ہوا ◆

يَمْحُوا اللّٰهُ مَا يَشَآءُ وَيُثْبِتُ ۖۚ وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ

مٹاتا ہے اللہ جو چاہے اور باقی رکھتا ہے اور اسی کے پاس ہے اصل

الْكِتٰبِ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ مَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ

کتاب ◆ اور اگر دکھلا دیں ہم تجھ کو کوئی وعدہ جو ہم نے کیا ہے ان سے

اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا

یا تجھ کو اٹھا لیں سو تیرا ذمہ تو پہنچا دینا ہے اور ہمارا ذمہ ہے

الْحِسَابُ ﴿۴۰﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَاْتِي الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا

حساب لینا ◆ کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹاتے

◆ **قرآن کا نزول عربی زبان میں** یعنی جیسے پیشتر دوسری کتب اتاری گئیں۔ اس وقت یہ قرآن اتارا جو عظیم الشان معارف و علوم پر مشتمل اور حق و باطل کا آخری فیصلہ کرنے والا ہے۔ پھر جس طرح ہر پیغمبر کو اسی زبان میں کتاب دی گئی جو اس کی قومی زبان تھی۔ ایسے ہی محمد عربی ﷺ کو عربی قرآن دیا گیا۔ بلاشبہ قرآن جیسی معجز و جامع کتاب ایسی ہی زبان میں نازل ہونی چاہیے تھی، جو نہایت بلیغ و وسیع، جامع، منضبط، واضح، پر مغز اور پر شوکت ہونے کی وجہ سے ام الالسنہ اور ملکۃ اللغات کہلانے کی مستحق ہے۔

◆ **علم عظیم کی پیروی کرو** یعنی کسی کے انکار و ناخوشی کی ذرہ بھر پروا نہ کرو۔ حق تعالیٰ نے جو علم عظیم تم کو دیا ہے اسکی پیروی کرتے رہو اگر بالفرض تم ان لوگوں کی خواہشات کی طرف جھک گئے تو اس کے وبال سے کون بچا سکتا ہے۔ یہ خطاب ہر طالب حق کو ہے اور اگر حضور مخاطب ہیں تو آپ کو سامنے رکھ کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے جیسا کہ پہلے متعدد مواضع میں اس کی نظائر گزر چکیں۔

◆ **تمام انبیاء بشر تھے** یعنی پیغمبر عربی ﷺ کو کوئی کتاب اور نئے احکام دے کر بھیجنا کیا اچنبھے کی بات ہو گئی جو اتنی حجتیں نکالی جاتی ہیں۔ آخر ان سے پہلے بھی ہم نے جو پیغمبر بھیجے وہ آسمان کے فرشتے نہ تھے اسی دنیا کے رہنے والے آدمی تھے۔ جو کھاتے پیتے، اپنی ضروریات اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے اور بیوی بچے رکھتے تھے۔ ان میں کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ لوگ جو نشانی مانگتے ضرور دکھلا دیتا۔ بلکہ موجودہ پیغمبر کی طرح ہر چیز میں خدائی اذن کے منتظر رہتے تھے۔ وہی نشان دکھاتے اور وہی احکام سناتے تھے جس کا اذن خدا کے یہاں سے ہوتا۔ خدائی اذن کا حال یہ ہے کہ اس کے یہاں ہر زمانہ اور ہر قرن کے مناسب جداگانہ حکم لکھا ہوا ہے۔ اور ایک وعدہ ٹھہرا ہوا ہے جس کو نہ کوئی نبی بدل سکتا ہے نہ فرشتہ۔ پھر جب ہر ایک پیغمبر اپنے زمانہ کے مناسب احکام لائے۔ اور اپنی صداقت کے نشان دکھانے میں پبلک کی خواہشات کے پابند نہیں رہے۔ نہ اپنے کو لوازم بشریہ اور تعلقات معاشرت سے پاک اور برتر ظاہر کیا تو ان ہی چیزوں کا محمد رسول اللہ ﷺ میں پایا جانا انکار نبوت کی دلیل کیسے بن سکتی ہے؟!

◆ **اللہ قضا و قدر کا مالک ہے** یعنی اپنی حکمت کے موافق جس حکم کو چاہے منسوخ کرے، جسے چاہے باقی رکھے۔ جس قوم کو چاہے مٹا دے جسے چاہے اس کی جگہ جما دے۔ جن اسباب کی تاثیر چاہے بدل ڈالے جن کی چاہے نہ بدلے۔ جو وعدہ چاہے شرائط کی موجودگی میں ظاہر کرے جو چاہے شرائط کے نہ پائے جانے کی بناء پر موقوف کر دے۔ غرض ہر قسم کی تبدیل و تغییر محو و اثبات، نسخ، احکام اسی کے ہاتھ میں ہے۔ قضا و قدر کے تمام دفاتر اسی کے قبضہ میں ہیں اور سب تفصیلات و دفاتر کی جڑ جسے ام الکتاب کہنا چاہیے اسی کے پاس ہے۔ یعنی علم ازلی محیط جو ہر قسم کے تبدل و تغیر سے محفوظ و مبریٰ اور لوح محفوظ کا ماخذ ہے۔

تقدیر معلق اور تقدیر مبرم حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے۔ بعضے اسباب ظاہر ہیں بعضے چھپے ہیں۔ اسباب کی تاثیر کا ایک لکھی اندازہ ہے۔ جب اللہ چاہے اس کی تاثیر اندازہ سے کم یا زیادہ کر دے۔ جب چاہے ویسی ہی رکھے۔ آدمی کی فکر سے مر جاتا ہے اور کبھی گولی سے بچتا ہے اور ایک اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہے وہ ہرگز نہیں بدلتا۔ اندازے کو تقدیر کہتے ہیں۔ یہ دو تقدیریں ہوئیں ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی۔ جو تقدیر بدلتی ہے اس کو معلق اور جو نہیں بدلتی اس کو مبرم کہتے ہیں۔ جن احادیث و آثار سے بعض اعمال کو قضائے مبرم کے بدلنے کا شبہ ہوا ہے ان کے متعلق یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ انشاء اللہ مستقل تفسیر میں لکھا جائے گا۔ اگر خدا نے توفیق دی۔ وہو الموفق والمستعان۔

◆ یعنی جو وعدے ان سے کئے گئے ہیں، ہم کو اختیار ہے کہ ان میں سے بعض آپ کے سامنے پورے کر دیں۔ یا آپ کی وفات کے بعد ظاہر کریں۔ نہ آپ کو ان کے ظہور کی فکر میں پڑنا چاہیے اور نہ تقدیم و امہال دیکھ کر ان لوگوں کو بے فکر ہونا چاہیے۔ خدا کے علم میں ہر چیز کا ایک وقت مناسب ہے جس کے پہنچنے پر وہ ضرور ظاہر ہو کر رہے گی۔ آپ اپنا فرض (تبلیغ) ادا کیے جائیں۔ تکذیب کرنے والوں کا حساب ہم خود بیباق کر دیں گے۔

مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ وَاللّٰهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ؕ

اس کے کناروں سے ◆ اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اس کا حکم ◆

وَهُوَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ

اور وہ جلد لیتا ہے حساب ◆ اور فریب کر چکے ہیں جو ان سے

قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَا تَكْسِبُ كُلُّ

پہلے تھے سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب ◆ جانتا ہے جو کچھ کماتا ہے ہر ایک

نَفْسٍ ؕ وَسَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَيَقُوْلُ

جی ◆ اور اب معلوم کئے لیتے ہیں کافر کہ کس کا ہوتا ہے پچھلا گھر ◆ اور کہتے ہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَسْتَ مُرْسَلًا ؕ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۢ

کافر تو بھیجا ہوا نہیں آیا کہہ دے اللہ کافی ہے گواہ

بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَمَنْ عِنْدَهٗ عِلْمُ الْكِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع

میرے اور تمہارے بیچ میں ◆ اور جس کو خبر ہے کتاب کی ◆

ع ۱۴

اٰیَاتُهَا ۵۲ (۱۴) سُوْرَةُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ (۷۲) رُكُوْعَاتُهَا ۷

سورہ ابراہیم مکہ میں اتری اور اس کی باون آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ

الٓرٰ یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اتاری تیری طرف کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے

۱ **اللہ کا حکم ضرور پورا ہوتا ہے** یعنی ارض عرب میں مکہ کے آس پاس اسلام کا اثر پھیلتا جاتا اور کفر کی عملداری گھٹتی جاتی ہے۔ بڑے بڑے قبائل اور اشخاص کے قلوب پر اسلام کا تسلط ہو رہا ہے۔ اوس و خزرج کے دل حق وصداقت کے سامنے مفتوح ہو رہے ہیں۔ اس طرح ہم آہستہ آہستہ کفر کی حکومت کو دباتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا یہ روشن آثار ان معاندین کو نہیں بتلاتے کہ خدا کا فیصلہ ان کے مستقبل کے متعلق کیا ہو چکا ہے۔ ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ اسلام آج جس رفتار سے بڑھ رہا ہے وہ کسی طاقت سے رکنے والا نہیں۔ لہٰذا انجام بینی اسی میں ہے کہ آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھیں۔

۲ یعنی اس کا حکم اور فیصلہ اٹل ہے۔ جب وقت آ جائے تو کس کی طاقت ہے کہ ایک منٹ کے لئے ملتوی کر کے پیچھے ڈال دے۔

۳ یعنی جہاں اسباب کا وقت آن پہنچا پھر دیر نہ لگے گی۔ یا جو چیز یقیناً آنے والی ہے اسے جلد ہی سمجھو۔

۴ **اللہ کی تدبیر غالب ہے** وہ نہ چاہے تو سب فریب رکھے رہ جائیں۔ یا یہ کہ خدا ان کے فریب کا توڑ کرتا ہے۔ مکر اصل میں خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں اگر برائی کے لئے کی جائے بری ہے اور برائی کو دور کرنے کے لئے ہو تو اچھی ہے۔ یعنی انہوں نے چھپ چھپ کر بڑی تدبیریں کیں لیکن خدا کی تدبیر سب پر غالب رہی اس نے وہ تدبیریں ان ہی پر الٹ دیں" ولا یحیق المکر السیء الا باھلہ " (فاطر، رکوع ۵)

۵ یعنی جس سے کوئی حرکت و سکون اور کھلا چھپا کام پوشیدہ نہیں اس کے آگے کسی کا مکر کیا چل سکتا ہے وہ ان مکاروں کو خوب مزا چکھائے گا۔

۶ یعنی جیسے انھوں نے اپنے مکر کا انجام دیکھ لیا، موجودہ کفار کو بھی قدرے عاقبت معلوم ہوا چاہتی ہے۔

۷ **آنحضرتؐ کی صداقت پر اللہ کی گواہی** یعنی تمہارے جھٹلانے سے کچھ نہیں ہوتا جبکہ خداوند قدوس میری صداقت کے بڑے بڑے نشان دکھلا رہا ہے قرآن جو اسی کا کلام ہے جیسے اپنے کلام الٰہی ہونے کی شہادت دیتا ہے اسی طرح میرے پیغمبر برحق ہونے کا گواہ ہے۔ اگر آنکھیں کھول کر دیکھو تو سخت ناموافق حالات میں حق کا اس شان سے پھیلتے جانا اور دشمنوں تک کے دلوں میں گھر کرنا اور جھوٹ کا مغلوب و مقہور ہو کر گھٹتے رہنا خدا کی طرف سے کھلی ہوئی گواہی میری حقانیت کی ہے۔

۸ **اہل علم کی گواہی** یعنی جن کو قرآن کا علم اور اس کے حقائق کی خبر ہو گئی ہے وہ بھی دل سے گواہ ہیں کہ میں نے کچھ جھوٹ نہیں بنایا۔ نیز جنہیں پچھلی کتب سماویہ اور ان کی پیشین گوئیوں کی اطلاع ہے ان کے دل گواہی دیتے ہیں کہ محمد ﷺ ٹھیک ان پیشین گوئیوں کے مطابق تشریف لائے ہیں جو سیکڑوں برس پیشتر موسیٰ اور مسیح کر چکے تھے۔ علیہما وعلی نبینا الصلوٰۃ والسلام۔ اے خدا! تو گواہ رہ کہ جس چیز کی گواہی تو نے اور تیری کتاب والوں نے دی، یہ عاجز خاطی بھی صدق دل سے اس کی گواہی دیتا ہے۔ تم سورۃ الرعد بعون اللہ وحسن توفیقہ۔

إِلَى النُّورِ ۙ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ إِلَىٰ صِرَاطِ الْعَزِيزِ

اجالے کی طرف — ان کے رب کے حکم سے — رستہ (راہ) پر (کی طرف) — اس زبردست

الْحَمِيدِ ۝ اللَّهِ الَّذِي لَهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا فِي

خوبیوں والے — اللہ کے — جس کا ہے — جو کچھ کہ موجود ہے آسمانوں میں — اور جو کچھ ہے

الْأَرْضِ ۗ وَوَيْلٌ لِلْكَافِرِينَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيدٍ ۝

زمین میں — اور خرابی ہے — کافروں کو — ایک سخت عذاب سے

الَّذِينَ يَسْتَحِبُّونَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا عَلَى الْآخِرَةِ

جو کہ پسند رکھتے ہیں — زندگی دنیا کی — آخرت سے

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۚ أُولَٰئِكَ

اور روکتے ہیں — اللہ کی راہ سے — اور تلاش کرتے ہیں (نکالنا چاہتے ہیں) اس میں کجی — وہ

فِي ضَلَالٍ بَعِيدٍ ۝ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا

راستہ بھول کر جا پڑے ہیں دور — اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے — مگر

بِلِسَانِ قَوْمِهِ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۖ فَيُضِلُّ اللَّهُ مَنْ يَشَاءُ

بولی بولنے والا اپنی قوم کی — تاکہ ان کو سمجھائے — پھر راستہ بھلاتا ہے (بھٹکاتا ہے) اللہ — جس کو چاہے

وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ وَلَقَدْ

اور راستہ دکھلاتا ہے (دیتا ہے) جس کو چاہے — اور وہی ہے زبردست — حکمتوں والا — اور

أَرْسَلْنَا مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا أَنْ أَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمَاتِ

بھیجا تھا ہم نے موسیٰ کو — اپنی نشانیاں دے کر — کہ نکال اپنی قوم کو — اندھیروں سے

إِلَى النُّورِ ۙ وَذَكِّرْهُم بِأَيَّامِ اللَّهِ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

اُجالے کی طرف اور یاد دلا اُن کو دن اللہ کے البتہ اس میں

لَآيَاتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ ﴿٥﴾ وَإِذْ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوْمِهِ

نشانیاں ہیں اس کو جو صبر کرنے والا ہے شکر گزار (حق ماننے والا) ۵ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو

اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ أَنجَاكُم مِّنْ آلِ

یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر جب چھڑا دیا تم کو فرعون کی

فِرْعَوْنَ يَسُومُونَكُمْ سُوءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُونَ

قوم سے وہ پہنچاتے تھے تم کو بُرا عذاب ۵ اور ذبح کرتے

أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۚ وَفِي ذَٰلِكُم بَلَاءٌ مِّن

تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رکھتے تمہاری عورتوں کو اور اس میں مدد ہوئی

رَّبِّكُمْ عَظِيمٌ ﴿٦﴾ وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِن شَكَرْتُمْ

تمہارے رب کی طرف سے بڑی ۶ اور جب سُنا دیا تمہارے رب نے اگر احسان مانو گے

ع ۱۴

لَأَزِيدَنَّكُمْ ۖ وَلَئِن كَفَرْتُمْ إِنَّ عَذَابِي لَشَدِيدٌ ﴿٧﴾ وَ

تو اور بھی دوں گا تم کو اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب البتہ سخت ہے ۷ اور

قَالَ مُوسَىٰ إِن تَكْفُرُوا أَنتُمْ وَمَن فِي الْأَرْضِ

کہا موسیٰ نے اگر کفر کرو گے (منکر ہو گے) تم اور جو لوگ زمین میں ہیں

جَمِيعًا فَإِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ حَمِيدٌ ﴿٨﴾ أَلَمْ يَأْتِكُمْ نَبَأُ

سارے تو اللہ بے پرواہ ہے سب خوبیوں والا ۸ کیا نہیں پہنچی تم کو خبر

(۱) **حضرت موسیٰؑ کی آیات** نشانیاں دکھلا یعنی معجزات و بمعجزہ جو "آیات تسعہ" کے نام سے مشہور ہیں یا آیات تورات مراد ہوں۔ اور یاد دلا ان کو دن اللہ کے یعنی ان دنوں کے واقعات یاد دلا جب ان پر شدائد و مصائب کے پہاڑ ٹوٹے پھر اللہ تعالیٰ نے ان سے نجات دی اور اپنی مہربانی مبذول فرمائی کیونکہ دونوں قسم کے حالات سننے سے صابر و شاکر بندوں کو عبرت حاصل ہوتی ہے کہ مصیبت کے وقت گھبرانا اور راحت کے وقت اترانا نہیں چاہئے جو لوگ پہلے کامیاب ہوئے ہیں وہ سختیوں پر صبر اور نعمائے الٰہیہ پر شکر کرنے سے ہوئے ہیں۔ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ بِمَا صَبَرُوْا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ (اعراف۔ رکوع ۱۶)

(۲) جنہوں نے تم کو غلام بنا رکھا تھا اور سخت رنج پہنچاتے تھے۔

(۳) **بنی اسرائیل کی آزمائش** کہ تم کو غلامی کی ذلت سے نکالا اور دولت آزادی سے مالا مال کیا۔ "بلاء" کے اصل معنی آزمائش کے ہیں۔ تکلیف و راحت دونوں حالتوں میں بندے کے صبر و شکر کی آزمائش ہے وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً (انبیاء۔ رکوع ۳) وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ (اعراف۔ رکوع ۲۱) چونکہ فرعونیوں سے نجات دینا بڑی نعمت تھی تو یہاں آزمائش انعام سے ہوئی ہے مترجم محقق نے بطور حاصل معنی لفظ مدد سے تعبیر کیا۔ اس قسم کی آیت سورۂ بقرہ اور اعراف میں گذر چکی ہے وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

(۴) **شکر سے نعمت بڑھتی ہے** موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے یعنی وہ وقت بھی یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے اعلان فرما دیا کہ اگر احسان مان کر زبان و دل سے میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو اور زیادہ نعمتیں ملیں گی۔ جسمانی و روحانی اور دنیوی و اخروی ہر قسم کی۔

(۵) موجودہ نعمتیں سلب کر لی جائیں گی اور ناشکری کی مزید سزا الگ رہی۔ حدیث میں ہے کہ حضورؐ کی خدمت میں ایک سائل آیا آپؐ نے اسے ایک کھجور عنایت فرمائی۔ اس نے نہ لی یا پھینک دی۔ پھر دوسرا سائل آیا اس کو بھی ایک کھجور دی وہ بولا سبحان الله تمرة من رسول الله صلعم یعنی رسول اللہ کا تبرک ہے۔ آپؐ نے جاریہ کو حکم دیا کہ ام سلمہ کے پاس جو چالیس درہم رکھے ہیں وہ اس شکر گذار سائل کو دلوا دے۔

(۶) **ناشکری سے اللہ کا کچھ نہیں بگڑتا** یعنی کفران نعمت کا ضرر تم ہی کو پہنچے گا۔ خدا کا کچھ نہیں بگڑتا اسے تمہارے شکریوں کی کیا حاجت ہے۔ کوئی شکر ادا کرے یا نہ کرے، بہرحال اس کے حمید و محمود ہونے میں کچھ کمی نہیں آتی۔ صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے، جن و انس سب کے سب ایک اعلیٰ درجہ کے متقی شخص کے نمونہ پر ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں کچھ بڑھ نہیں جاتا۔ اور اگر سب اگلے پچھلے جن و انس مل کر بفرض محال ایک بدترین انسان جیسے ہو جائیں (العیاذ باللہ) تو اس سے میرے ملک میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی۔

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۛ

ان لوگوں کی | جو پہلے تھے تم سے | قوم نوح کی | اور عاد | اور ثمود

وَالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِهِمْ ۛ لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ؕ

اور جو ان سے پیچھے ہوئے | کسی کو ان کی خبر نہیں | مگر اللہ کو

جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ

آئے ان کے پاس | ان کے رسول | نشانیاں لے کر | پھر لوٹائے (الٹے دے دیے) انھوں نے اپنے ہاتھ

اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا

اپنے منہ میں | اور بولے | ہم نہیں مانتے | جو تم کو دے کر بھیجا | اور ہم کو

لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝ قَالَتْ

تو شبہ ہے | اس راہ میں جس کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو | خلجان میں ڈالنے والا | بولے

رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

ان کے رسول | کیا اللہ میں شبہ ہے | جس نے بنائے | آسمان | اور زمین

يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى

وہ تم کو بلاتا ہے | تاکہ بخشے تم کو | کچھ گناہ تمہارے | اور ڈھیل دے تم کو | ایک

اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ

وعدہ تک جو ٹھہر چکا ہے | کہنے لگے | تم تو یہی آدمی ہو | ہم جیسے

تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا

تم چاہتے ہو | کہ روک دو ہم کو | ان چیزوں سے | جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے

◆ **پچھلی قوموں کا علم صرف اللہ کو ہے** | یہ موسیٰ علیہ السلام کے کلام کا تتمہ ہے یا اسے چھوڑ کر حق تعالیٰ نے اس امت کو خطاب فرمایا ہے بہرحال اس میں بتلایا کہ بے شمار قومیں پہلے گذر چکیں ان کے تفصیلی پتے اور احوال بجز خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ البتہ چند قومیں جو عرب والوں کے یہاں زیادہ مشہور تھیں ان کے نام لے کر اور بقیہ کو وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ میں درج کر کے متنبہ فرماتے ہیں کہ ان اقوام کا جو کچھ حشر ہوا کیا وہ تم کو نہیں پہنچا۔ تعجب ہے اتنی قوموں پر جو تباہ ہو چکیں اوروں کے حال سے ابھی تک تمہیں عبرت حاصل نہ ہوئی۔

تنبیہ | ابن عباس نے لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ کو پڑھ کر فرمایا كَذَبَ النَّسَّابُوْنَ (یعنی نساب کی پوری معرفت کا دعویٰ رکھنے والے جھوٹے ہیں) اور دوسرے اثر میں فرماتے ہیں کہ آدم تک کسی شخص کو نہیں پایا جو معد بن عدنان سے اوپر (تحقیقی طور پر) نسب کا حال بتاتا ہو۔ واللہ اعلم۔

◆ **کفار کی انبیاء کے ساتھ بدسلوکی** | یعنی کفار فرط غیظ سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگے جیسے دوسری جگہ ہے۔ عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ یا انبیاء کی باتیں سن کر فرط تعجب سے ہاتھ منہ پر رکھ لیے یا ہاتھ سے منہ کی طرف اشارہ کیا کہ بس چپ رہو ہماری اس زبان سے اس جواب کے سوا کوئی توقع نہ رکھو جو آگے آرہا ہے۔ یا پیغمبروں کی باتیں سن کر ہنستے تھے اور ہنسی کے دبانے کو منہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ "اَيْدِيَهُمْ" کی ضمیر کفار کی طرف اور "فِيْۤ اَفْوَاهِهِمْ" کی ضمیر رسل کی طرف راجع ہو۔ یعنی قوموں نے اپنے ہاتھ پیغمبروں کے منہ میں اڑا دیے کہ وہ بالکل بول نہ سکیں۔ یا دونوں ضمیریں رسل کی طرف ہوں یعنی گستاخانہ طور پر انبیاء کے ہاتھ پکڑ کر انہی کے منہ میں ٹھونس دیے بعض کے نزدیک یہاں "ایدی" سے مراد نعمتیں ہیں۔ یعنی جو عظیم الشان نعمتیں انبیاء نے پیش کی تھیں۔ مثلاً شرائع الٰہیہ وغیرہ وہ ناقدری سے ان ہی کی طرف لوٹا دیں کسی کو قبول نہ کیا جیسے ہمارے محاورات میں کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کی چیز اس کے منہ پر ماری۔ بہرحال کوئی معنی لیے جائیں سب کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے نعمت خداوندی کی ناقدری کی اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول نہ کی ان کے ساتھ بڑی بے ادبی بلکہ گستاخی سے پیش آئے۔

◆ **توحید میں شبہ غیر معقول ہے** | یعنی خدا کی ہستی اور وحدانیت تو ایسی چیز نہیں جس میں شک و شبہ کی ذرا بھی گنجائش ہو۔ انسانی فطرت خدا کے وجود پر گواہ ہے۔ علویات و سفلیات کا عجیب و غریب نظام شہادت دیتا ہے کہ اس مشین کے پرزوں کو وجود کے سانچے میں ڈھالنے والا، پھر انہیں جوڑ کر نہایت محکم و منتظم طریقہ سے چلانے والا بڑا زبردست ہاتھ ہونا چاہیے جو کامل حکمت و اختیار سے عالم کی مشین کو قابو میں کئے ہوئے ہے۔ اسی لیے کٹر سے کٹر مشرک کو بھی کسی نہ کسی رنگ میں اس بات کے اعتراف سے چارہ نہیں رہا کہ بڑا خدا جس نے آسمان و زمین وغیرہ کرات پیدا کیے وہ ہی ہو سکتا ہے جو تمام چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں سے اونچے مقام پر ہو۔ انبیاء کی تعلیم یہ ہے کہ جب انسانی فطرت نے ایک علیم و حکیم قادر و توانا اور جامع الکمالات خدا کا سراغ پا لیا پھر اوہام و ظنون کی دلدل میں پھنس کر اس سادہ و فطری عقیدہ کو غلط یا چیستان کیوں بنایا جاتا ہے۔ وجدان شہادت دیتا ہے کہ ایک قادر مطلق اور عالم الکل خدا کی موجودگی میں کسی پتھر یا درخت یا انسانی تصویر یا سیارہ و فلک یا اور کسی مخلوق کو الوہیت میں شریک کرنا فطرت سلیمہ کی آواز کو دبانے یا بگاڑنے کا مرادف ہے۔ کیا خداوند قدوس کی ذات و صفات میں معاذ اللہ کوئی کمی محسوس ہوئی جس کی تلافی مخلوق خداؤں کی جمعیت سے کرنا چاہتے ہو۔

◆ **اہل عالم کو اللہ کی دعوت** | یعنی ہم نہیں بلاتے۔ فی الحقیقت تمہارا رب ہے جو تم کو اپنی طرف بلا رہا ہے کہ توحید و ایمان کے رستہ چل کر اس کے مقام قرب تک پہنچو۔ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز آ کر ایمان و ایقان کا طریق اختیار کر لو تو ایمان لانے سے پیشتر کے سب گناہ (بجز حقوق و زواجر کے) معاف کر دے گا۔ پھر ایمان لانے کے بعد جیسا عمل کرو گے اس کے موافق معاملہ ہو گا۔

◆ یعنی کفر و شرارت پر قائم رہنے کی صورت میں جو جلد پکڑے جاتے اس سے محفوظ ہو جاؤ گے اور جتنی مدت دنیا میں رہو گے سکون و اطمینان کی زندگی گذارو گے۔ "يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا" اور "فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً" وغیرہ نصوص کے موافق۔

فَأْتُونَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِينٍ ۝ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ إِنْ

نَّحْنُ إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ

مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَمَا كَانَ لَنَآ أَنْ نَّأْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ إِلَّا

بِإِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

وَمَا لَنَآ أَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ۭ

وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ

الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ

لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ أَرْضِنَآ أَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ۭ فَأَوْحٰٓى

إِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۝ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ

الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَ

اس زمین میں | ان کے پیچھے ◆ | یہ (ملنا) ہے اس کو جو ڈرا ہے کھڑے ہونے سے میرے سامنے | اور

خَافَ وَعِيْدِ ۝۱۴ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ

ڈرتا ہے میرے عذاب کے وعدے سے ◆ | اور فیصلہ (فتح) لگے مانگنے پیغمبر ◆ | اور نامراد ہوا | ہر ایک سرکش

عَنِيْدٍ ۝۱۵ مِّنْ وَّرَآىِٕهٖ جَهَنَّمُ وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ

ضدی (عناد کرنے والا) ◆ | پیچھے اس کے دوزخ ہے | اور پلائیں گے اس کو پانی

صَدِيْدٍ ۝۱۶ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ

پیپ کا ◆ | گھونٹ گھونٹ پیتا ہے اس کو | اور گلے سے نہیں اتار سکتا ◆ | اور چلی آتی ہے اس پر

الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ

موت | ہر طرف (جگہ) سے | اور وہ نہیں مرتا | اور

وَّرَآىِٕهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ۝۱۷ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اس کے پیچھے | عذاب ہے سخت ◆ | حال ان لوگوں کا | جو منکر ہوئے

بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ ِۨاشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ

اپنے رب سے | ان کے عمل ہیں | جیسے وہ راکھ | کہ زور کی چلی اس پر ہوا

يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ

آندھی کے دن | کچھ ان کے ہاتھ میں نہ ہوگا | اپنی کمائی میں سے

ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ۝۱۸ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ

یہی ہے بہک کر دور جا پڑنا ◆ | تو نے کیا نہیں دیکھا | کہ اللہ نے بنائے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَ

يَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ

بِعَزِيْزٍ ۝ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰۗؤُا لِلَّذِيْنَ

اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ

عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا

اللّٰهُ لَهَدَيْنٰكُمْ ۭ سَوَاۗءٌ عَلَيْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا

لَنَا مِنْ مَّحِيْصٍ ۝ وَقَالَ الشَّيْطٰنُ لَمَّا قُضِيَ

الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ

فَاَخْلَفْتُكُمْ ۭ وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ

◆ **دوسری زندگی کے دلائل** | یعنی شاید کفار کو یہ خیال گزرے کہ جب مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے پھر دوبارہ زندگی کہاں۔ قیامت اور عذاب و ثواب وغیرہ سب کہانیاں ہیں ان کو بتلا دیا کہ جس خدا نے آسمان و زمین کو اس قدرت و حکمت سے پیدا کیا اسے تمہارا ازسر نو دوبارہ پیدا کرنا یا کسی دوسری مخلوق کو تمہاری جگہ لے آنا کیا مشکل ہے؟ اگر آسمان و زمین کے محکم نظام کو دیکھ کر یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے اور قائم رکھنے والا کوئی صانع حکیم ہے جیسا کہ لفظ "بالحق" میں تنبیہ فرمائی تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس نے اشرف المخلوقات (انسان) کو محض بے نتیجہ پیدا کیا ہوگا اور اس کی تخلیق و ایجاد سے کوئی عظیم الشان مقصد متعلق نہ ہوگا۔ یقیناً اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہونی چاہیے جس میں آدمی کی پیدائش کا مقصد عظیم اکمل و اتم طریقہ سے آشکارا ہو۔

◆ یعنی سب سے بڑی عدالت میں پیشی ہوگی۔

◆ **آخرت میں کفار کی اپنے بڑوں سے مدد کا سوال** | یہ جاہل اپنے متبوعین سے کہیں گے۔ یعنی دنیا میں تم بڑے بن کر بیٹھے تھے اور ہم نے تمہاری بہت تابعداری کی تھی۔ آج اس مصیبت کی گھڑی میں کچھ تو کام آؤ۔ کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ عذاب الٰہی کے کسی حصہ کو ہم سے ذرا ہلکا کر دو۔ یہ دوزخ میں جانے کے بعد کہیں گے یا میدان حشر میں، ابن کثیر نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے لقولہ تعالیٰ وَاِذْ یَتَحَاجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُنَّا لَکُمْ تَبَعًا۔ الآیۃ وغیر ذالک من الآیات۔ واللہ اعلم۔

◆ **ان کا جواب** | یعنی اگر خدا دنیا میں ہم کو ہدایت کی توفیق دیتا تو ہم تم کو بھی اپنے ساتھ سیدھے راستہ پر لے چلتے۔ لیکن ہم نے ٹھوکر کھائی تو تمہیں بھی لے ڈوبے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس وقت اگر خدا تعالیٰ ہم کو اس عذاب سے نکلنے کی کوئی راہ بتلاتا تو ہم تمہیں وہی راہ بتلا دیتے۔ اب تو تمہاری طرح ہم خود مصیبت میں مبتلا ہیں اور مصیبت بھی ایسی جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ نہ صبر کرنے اور خاموش رہنے سے فائدہ نہ گھبرانے اور چلانے سے کچھ حاصل۔

أَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِي ۚ فَلَا تَلُومُونِي وَلُومُوا

أَنْفُسَكُمْ ۖ مَا أَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُصْرِخِيَّ ۖ إِنِّي

كَفَرْتُ بِمَا أَشْرَكْتُمُونِ مِنْ قَبْلُ ۗ إِنَّ الظَّالِمِينَ

لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢٢﴾ وَأُدْخِلَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ

فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِمْ ۖ تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ﴿٢٣﴾ أَلَمْ تَرَ

كَيْفَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ

طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ ﴿٢٤﴾

تُؤْتِي أُكُلَهَا كُلَّ حِينٍ بِإِذْنِ رَبِّهَا ۗ وَيَضْرِبُ اللَّهُ

◆ **دوزخ میں شیطان کی تقریر** | یعنی حساب کتاب کے بعد جب جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کا فیصلہ ہو چکے گا اس وقت کفار دوزخ میں جا کر (یا داخل ہونے سے پہلے) ابلیس لعین کو الزام دیں گے کہ مردود تو نے دنیا میں ہماری راہ ماری اور اس مصیبت میں گرفتار کر دیا۔ اب کوئی تدبیر مثلاً سفارش وغیرہ کا انتظام کر۔ تاکہ عذاب الٰہی سے رہائی ملے۔ تب ابلیس ان کے سامنے لیکچر دے گا۔ جس کا حاصل یہ ہے کہ بے شک حق تعالیٰ نے صادق القول پیغمبروں کی معرفت تم سے جو ثواب، عقاب اور دوزخ و جنت کے متعلق سچے وعدے کئے تھے جن کی سچائی دنیا میں دلائل و براہین سے ثابت تھی اور آج مشاہدہ سے ظاہر ہے۔ میں نے اس کے بالمقابل جھوٹی باتیں کہیں اور جھوٹے وعدے کئے۔ جن کا جھوٹ ہونا وہاں بھی ادنیٰ غور و تامل سے واضح ہو سکتا تھا اور یہاں تو آنکھ کے سامنے ہے۔ میرے پاس نہ حجت و برہان کی قوت تھی نہ ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک جھوٹی بات کے ماننے پر مجبور کر دیتا۔ بلاشبہ میں نے بدی کی تحریک کی اور تم کو اپنے مشن کی طرف بلایا۔ تم جھپٹ کر خوشی سے آئے اور میں نے جدھر شہوات کا اشارہ کیا اپنی رضا و رغبت سے چل پڑے۔ اگر میں نے اغوا کیا تھا تو تم ایسے اندھے کیوں بن گئے کہ نہ دلیل کی سنی نہ ہوش کیا۔ آنکھیں بند کر کے پیچھے ہو لئے۔ انصاف یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ تم اپنے نفسوں پر ملامت کرو۔ میرا جرم اغوا ہونے سے خود بری نہیں ہو سکتا مگر اس جرم سے تم کیسے بری ہو سکتے ہو۔ آج تم کو مدد دینا تو درکنار خود تم سے مدد لینا بھی ممکن نہیں۔ ہم اور تم دونوں اپنے اپنے جرم کے موافق سزا میں پکڑے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک دوسرے کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا۔ تم نے اپنی حماقت سے دنیا میں مجھ کو خدائی کا شریک ٹھہرایا (یعنی بعض تو براہ راست شیطان کی عبادت کرنے لگے اور بعضوں نے اس کی باتوں کو ایسی طرح مانا اور اس کے احکام کے سامنے اس طرح سر تسلیم و انقیاد خم کیا جو خدائی احکام کے آگے کرنا چاہئے تھا) بہرحال اپنے جہل و غباوت سے جو شرک تم نے کیا تھا میں اس وقت اس سے منکر اور بیزار ہوں۔ یا "بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ" میں باء سببیہ لیکر یہ مطلب ہو کہ تم نے مجھ کو خدائی کا شریک ٹھہرایا اس سبب سے میں کافر بنا۔ اگر میری بات کوئی نہ پوچھتا تو میں کفر و طغیان کے اس درجہ میں کہاں پہنچتا۔ سب ہر ایک ظالم اور مشرک کو اپنے کئے کی سزا دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا چاہئے۔ شور مچانے اور الزام دینے سے کچھ حاصل نہیں۔ گزشتہ آیات میں ضعفاء و مستکبرین (عوام اور لیڈروں) کی گفتگو نقل کی گئی تھی اسی کی مناسبت سے یہاں دوزخیوں کے بہت بڑے لیڈر (ابلیس لعین) کی تقریر نقل فرمائی۔ چونکہ عوام کا الزام اور ان کی استدعا دونوں جگہ یکساں تھی شاید اسی لئے شیطان کی گفتگو کے وقت اس کا ذکر ضروری نہیں معلوم ہوا۔ واللہ اعلم۔ مقصود ان مکالمات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ لوگ اس وقت کا تصور کر کے شیاطین الانس والجن کے اتباع سے باز رہیں۔

◆ یہ بطور مقابلہ کفار کی سزا کے بعد مومنین کا انجام بیان فرمایا۔

◆ **اہل جنت کا حال** | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ دنیا میں "سلام" دعا ہے بھلائی کی، وہاں سلام کہنا مبارکباد ہے بھلائی ملنے پر۔

◆ یعنی دیکھئے اور غور کیجئے کیسی باموقع اور معنی خیز مثال ہے۔ عقلمند جس قدر اس میں غور کرے گا بہت سی باریکیاں کھلتی جائیں گی۔

◆ "ستھری بات" میں کلمہ توحید، معرفت الٰہی کی باتیں، ایمان و ایمانیات، قرآن، حمد و ثنا، تسبیح و تہلیل، سچی بات سب داخل ہے۔

◆ اکثر روایات و آثار میں یہاں "ستھرے درخت" کا مصداق کھجور کو قرار دیا ہے گو دوسرے ستھرے درخت بھی اس کے تحت میں مندرج ہو سکتے ہیں۔

◆ **کلمہ طیبہ کی مثال** | یعنی اس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں پھیلی ہوں کہ زور کا جھکڑ بھی جڑ سے نہ اکھیڑ سکے اور چوٹی آسمان سے لگی ہو یعنی شاخیں بہت اونچی اور زمین کی کثافتوں سے دور ہوں۔

◆ یعنی کوئی فصل پھل سے خالی نہ جائے یا فرض کیجئے بارہ مہینے صبح و شام اس پر تازہ پھل لگا کرے۔

الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ ۝٢٥ وَمَثَلُ

مثالیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ غور کریں (سوچیں) اور مثال

كَلِمَةٍ خَبِيْثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيْثَةِ ِۨاجْتُثَّتْ مِنْ

گندی بات کی ◆ جیسے درخت گندا ◆ اکھاڑ لیا (پھینکا) اس کو

فَوْقِ الْاَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ۝٢٦ يُثَبِّتُ اللّٰهُ

زمین کے اوپر سے ◆ کچھ نہیں اس کو ٹھہراؤ (جماؤ) ◆ مضبوط کرتا ہے اللہ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي

ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں اور

الْاٰخِرَةِ ۚ وَيُضِلُّ اللّٰهُ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَيَفْعَلُ اللّٰهُ مَا

آخرت میں ◆ اور بچلا دیتا ہے (راہ بھلا دیتا ہے) اللہ بے انصافوں کو ◆ اور کرتا ہے اللہ جو

يَشَآءُ ۝٢٧ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا

چاہے ◆ تو نے نہ دیکھا ان کو جنہوں نے بدل دیا اللہ کے احسان کو ناشکری

وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ۝٢٨ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۭ

اور اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں ◆ جو دوزخ ہے داخل ہوں گے اس میں

وَبِئْسَ الْقَرَارُ ۝٢٩ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ

اور وہ برا ٹھکانا ہے اور ٹھہرائے اللہ کے لیے مقابل کہ بہکائیں لوگوں کو

سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ۝٣٠ قُلْ

اس کی راہ سے ◆ تو کہہ مزے اڑا لو پھر تم کو لوٹنا ہے طرف آگ کی ◆ کہہ دے

ع ۱۴

لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا

میرے بندوں کو جو ایمان لائے ہیں قائم رکھیں نماز اور خرچ کریں

مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ

ہماری دی ہوئی روزی میں سے پوشیدہ اور ظاہر (چھپے اور کھلے) ◆ پہلے اس سے کہ آئے

يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ

وہ دن جس میں نہ سودا (خرید و فروخت) ہے نہ دوستی ◆ اللہ وہ ہے جس نے بنائے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ

آسمان اور زمین اور اتارا آسمان سے پانی ◆ پھر اس سے نکالے

بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ

روزی تمہاری میوے ◆ اور کہنے میں کیا (کام میں دیں) تمہارے کشتیاں کہ چلیں (تمہارے کشتی کو)

لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾

کہ چلے دریا میں اس کے حکم سے ◆ اور کام میں لگایا (دیں) تمہارے ندیوں (ندیاں) کو

وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ

اور کام میں لگا دیا تمہارے سورج اور چاند کو ایک دستور پر برابر اور کام میں لگا دیا تمہارے

الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ۚ وَاِنْ

رات اور دن کو ◆ اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی ◆ اور اگر

تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ۗ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ

گنو احسان اللہ کے نہ پورا کر سکو ◆ بے شک آدمی بڑا بے انصاف ہے

◆ **مومنین کو نصیحت و تنبیہ** کفار کے احوال ذکر کرنے کے بعد مومنین مخلصین کو متنبہ فرماتے ہیں کہ وہ پوری طرح بیدار رہیں، وظائف عبودیت میں ذرا فرق نہ آنے دیں، دل و جان سے خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کریں کہ وہ بھی بہترین عبادت ہے۔ نمازوں کو ان کے حقوق و حدود کی رعایت کے ساتھ خشوع و خضوع سے ادا کرتے رہیں۔ خدا نے جو کچھ دیا ہے اس کا ایک حصہ خفیہ یا علانیہ مستحقین پر خرچ کریں۔ غرض کفار جو شرک اور کفران نعمت پر تلے ہوئے ہیں ان کے بالمقابل مومنین کو جان و مال سے حق تعالیٰ کی طاعت و شکرگزاری میں مستعدی دکھانا چاہئے۔

◆ **یوم حساب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا** یعنی نماز اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ نیکیاں اس دن کام آئیں گی، بیع و شراء یا محض دوستانہ تعلقات سے کام نہ چلے گا۔ یعنی نہ وہاں نیک عمل کہیں سے خرید کر لا سکو گے نہ کوئی ایسا دوست ملتا ہے جو بدون ایمان و عمل صالح کے محض دوستانہ تعلقات کی بنا پر نجات کی ذمہ داری کر لے۔ (ربط) پہلے کفار کی ناشکری کا ذکر تھا، پھر مومنین کو مراسم طاعت کی ادائیگی کا حکم دے کر شکرگزاری کی طرف ابھارا۔ آگے چند عظیم الشان نعمائے الٰہیہ کا ذکر فرماتے ہیں جو ہر مومن و کافر کے حق میں عام ہیں، تا انہیں سن کر مومنین کو شکرگزاری کی مزید ترغیب ہو اور کفار بھی غور کریں تو اپنے دل میں شرمائیں کہ وہ کیسے بڑے منعم و محسن شہنشاہ سے بغاوت کر رہے ہیں۔ اسی ضمن میں خدا تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت کے دلائل بھی بیان ہو گئے۔ ممکن ہے انہیں سن کر کوئی عاقل منصف شرارتوں سے باز آ جائے یا عظمت و جبروت کے نشانات میں غور کر کے اس کی گرفت اور سزا سے ڈر جائے۔

◆ **اللہ تعالیٰ کے انعامات** یعنی آسمان کی طرف سے پانی اتارا۔ یا یہ مطلب ہو کہ بارش کے آنے میں بخارات وغیرہ ظاہری اسباب کے علاوہ غیر مرئی سماوی اسباب کو بھی دخل ہے۔ دیکھو آفتاب کی شعاعیں تمام اشیاء کی طرح آتشیں شیشہ پر بھی پڑتی ہیں لیکن وہ اپنی مخصوص ساخت اور استعداد کی بدولت انہی شعاعوں سے غیر مرئی طور پر اس درجہ حرارت کا استفادہ کرتا ہے جو دوسری چیزیں نہیں کرتیں۔ چاند سمندر سے کتنی دور ہے، مگر اس کے گھٹنے بڑھنے سے سمندر کے پانی میں جزر و مد پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر بادل بھی کسی سماوی خزانہ سے غیر محسوس طریقہ پر مستفید ہوتا ہو تو انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

◆ یعنی حق تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت و حکمت سے پانی میں ایک قوت رکھی جو درختوں اور کھیتوں کے نشو و نما اور بار آور ہونے کا سبب بنتی ہے۔ اسی کے ذریعہ سے پھل اور میوے تمہیں کھانے کو ملتے ہیں۔

◆ **تسخیر بحر و انہار** یعنی سمندر کی خوفناک لہروں میں ذرا سی کشتی پر سوار ہو کر کہاں سے کہاں پہنچتے ہو اور کس قدر تجارتی یا غیر تجارتی فوائد حاصل کرتے ہو۔ یہ خدا ہی کی قدرت اور حکم سے ہے کہ سمندر کے تھپیڑوں میں ذرا سی ڈونگی کو ہم جدھر چاہیں لئے پھرتے ہیں۔

◆ **تسخیر شمس و قمر** یعنی دریاؤں میں پانی کا آنا اور کہیں سے کہیں پہنچانا کشتی کی طرح تمہارے قبضہ میں نہیں، تاہم تمہارے کام میں وہ بھی لگی ہوئی ہیں۔ اسی طرح چاند سورج جو ایک مکمل نظام اور ضابطہ کے موافق برابر چل رہے ہیں، کبھی تھکتے نہیں، نہ رفتار میں فرق پڑتا ہے۔ یا رات اور دن ایک دوسرے کے پیچھے ٹھہری ہوئی عادت کے موافق ہمیشہ چلے آتے ہیں۔ یہ سب چیزیں گو اس معنی سے تمہارے قبضہ میں نہیں کہ تم جب چاہو جدھر چاہو ان کی قدرتی حرکت و تاثیر کو پھیر دو، تاہم تم بہت سے تصرفات و تدابیر کر کے ان کے اثرات سے بے شمار فوائد حاصل کرتے ہو اور انسانی تصرف و تدبیر سے قطع نظر کر کے بھی وہ قدرتی طور پر ہر وقت تمہاری کسی نہ کسی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ تم سوتے ہو وہ تمہارا کام کرتے ہیں، تم تھک کر بیٹھ جاؤ وہ تمہارے لئے سرگرداں ہیں۔

◆ یعنی جو چیزیں تم نے زبان قال یا حال سے طلب کیں ان میں سے ہر چیز کا جس قدر حصہ حکمت و مصلحت کے موافق تھا مجموعی طور پر تم سب کو دیا۔

◆ **اللہ کی نعمتیں شمار سے باہر ہیں** یعنی خدا کی نعمتیں اتنی بے شمار بلکہ غیر متناہی ہیں کہ اگر تم سب مل کر اجمالاً بھی گنتی شروع کرو تو تھک کر اور عاجز ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس موقع پر امام رازیؒ نے نعمائے الٰہیہ کا کچھ بیان کیا ہے اور علامہ ابو السعود نے ان کا غیر متناہی ہونا ذرا بسط سے بیان فرمایا ہے اور صاحب روح المعانی نے ان کے بیانات پر مفید اضافہ کیا۔ یہاں اس قدر تطویل کی گنجائش نہیں۔

كَفَّارٌ ﴿٣٤﴾ وَإِذْ قَالَ إِبْرٰهِيمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ

ناشکرا ہے ◆ اور جس وقت کہا ابراہیم نے ◆ اے میرے رب بنا دے اس شہر کو

اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ أَنْ نَّعْبُدَ الْأَصْنَامَ ﴿٣٥﴾ رَبِّ

امن والا اور دور رکھ مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم پوجیں بتوں کو ◆ اے رب

إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ

انہوں نے گمراہ کیا (گمراہی میں ڈالا) بہت لوگوں کو ◆ سو (جو کوئی) میرے پیچھے چلا

فَإِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَإِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿٣٦﴾

سو وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہا نہ مانا سو تو بخشنے والا مہربان ہے ◆

رَبَّنَآ إِنِّيْٓ أَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ

اے رب میں نے بسایا ہے اپنی ایک اولاد میدان میں کہ جہاں

زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ

کھیتی نہیں تیرے محترم (حرمت والے) گھر کے پاس اے رب تاکہ قائم رکھیں نماز

فَاجْعَلْ أَفْئِدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْٓ إِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ

سو کر بعضے لوگوں کے دل کہ مائل ہوں (جھکتے رہیں) ان کی طرف اور روزی دے ان کو

مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٧﴾ رَبَّنَآ إِنَّكَ تَعْلَمُ مَا

میووں سے شاید وہ شکر کریں ◆ اے رب ہمارے تو تو جانتا ہے جو کچھ

نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۗ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ

ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کچھ کرتے ہیں دکھا کر (ظاہر) اور مخفی نہیں اللہ پر کوئی چیز

فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ ﴿٣٨﴾ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي

زمین میں نہ آسمان میں ◆ شکر ہے اللہ کا جس نے

وَهَبَ لِي عَلَى الْكِبَرِ إِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ ۚ إِنَّ رَبِّي

بخشا مجھ کو اتنی بڑی عمر میں اسمٰعیل اور اسحٰق بے شک میرا رب

لَسَمِيعُ الدُّعَاءِ ﴿٣٩﴾ رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ

سنتا ہے دعا کو ◆ اے رب میرے کر مجھ کو قائم رکھوں نماز اور

ذُرِّيَّتِي ۚ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءِ ﴿٤٠﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَ

میری اولاد میں سے بھی اے رب میرے اور قبول کر میری دعا ◆ اے ہمارے رب بخش مجھ کو اور

لِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾ وَلَا

میرے ماں باپ کو اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب ◆ اور ہرگز

تَحْسَبَنَّ اللَّهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظَّالِمُونَ ۚ إِنَّمَا

مت خیال کر کہ اللہ بے خبر ہے ان کاموں سے جو کرتے ہیں بے انصاف ◆ ان کو تو

يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيهِ الْأَبْصَارُ ﴿٤٢﴾ مُهْطِعِينَ

ڈھیل دے رکھی ہے (چھوڑ رکھا ہے) اس دن کے لیے کہ پتھرا جائیں گی (کھلی رہ جائیں گی) آنکھیں ◆ دوڑتے ہوں گے

مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَ

اوپر اٹھائے اپنے سر پھر کر نہیں آئیں گی ان کی طرف ان کی آنکھیں اور

أَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ﴿٤٣﴾ وَأَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ

دل ان کے اڑ گئے ہوں گے ◆ اور ڈرا دے لوگوں کو اس دن سے کہ آئے گا ان پر

الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ

عذاب ◆ تب کہیں گے ظالم اے رب ہمارے مہلت دے ہم کو تھوڑی

قَرِيبٍ نُجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۗ أَوَلَمْ تَكُونُوا

مدت تک کہ ہم قبول کرلیں تیرے بلانے کو اور پیروی کریں رسولوں کی ◆ کیا تم پہلے

أَقْسَمْتُمْ مِنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِنْ زَوَالٍ ﴿۴۴﴾ وَسَكَنْتُمْ فِي

قسم نہ کھاتے تھے کہ تم کو نہیں دنیا سے ٹلنا (کچھ زوال) ◆ اور آباد تھے تم

مَسَاكِنِ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ

بستیوں میں انہی لوگوں کی جنہوں نے ظلم کیا اپنی جان پر اور کھل چکا تھا تم کو کہ کیسا کیا

فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْأَمْثَالَ ﴿۴۵﴾ وَقَدْ مَكَرُوا

ہم نے ان سے اور بتلائے ہم نے تم کو سب قصے ◆ اور یہ بنا چکے ہیں

مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ ۖ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ

اپنا داؤ اور اللہ کے آگے ہے ان کا داؤ ◆ اور نہ ہوگا ان کا داؤ

لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ ﴿۴۶﴾ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللَّهَ مُخْلِفَ

کہ ٹل جائیں اس سے پہاڑ ◆ سو خیال مت کر کہ اللہ خلاف کرے گا

وَعْدِهِ رُسُلَهُ ۗ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴۷﴾ يَوْمَ

اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے ◆ بے شک اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا ◆ جس دن

تُبَدَّلُ الْأَرْضُ غَيْرَ الْأَرْضِ وَالسَّمَاوَاتُ ۖ وَبَرَزُوا

بدلی جائے اس زمین سے اور زمین اور بدلے جائیں آسمان اور لوگ نکل کھڑے ہوں

◆ یا تو قیامت کا دن اور عذاب اخروی مراد ہے یا موت کا وقت اور اس کے سکرات و قبض روح کی شدت یا دنیوی عذاب سے ہلاک ہونے کا دن مراد لیا جائے۔

◆ **کفار کا مہلت مانگنا** | اگر یہ کہنا دنیا میں عذاب یا موت کی شدت دیکھ کر ہو تب تو مطلب ظاہر ہے کہ ابھی چند روز کی ہم کو اور مہلت دیجئے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ اپنا رویہ درست کر لیں گے۔ یعنی حق کی دعوت کو قبول کر کے انبیاء کی پیروی اختیار کریں گے کما قال تعالیٰ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ لَعَلِّیْۤ اَعْمَلُ صَالِحًا (المؤمنون رکوع ۶) اور اگر ان کا یہ قول قیامت کے دن ہوگا۔ تب مہلت طلب کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم کو دوبارہ تھوڑی مدت کے لئے دنیا میں بھیج دیجئے، پھر دیکھئے ہم کیسی وفاداری دکھاتے ہیں کما قال تعالیٰ وَلَوْ تَرٰۤی اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ رَبَّنَاۤ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا (السجدہ رکوع ۲)

◆ یعنی تم وہی تو ہو جن میں کے بعض مغرور بے باک زبان قال سے اور اکثر زبان حال سے قسمیں کھاتے تھے کہ ہماری شان و شکوہ کو کبھی زوال نہیں۔ نہ کبھی مر کر خدا کے پاس جانا ہے۔ "وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ" (النحل رکوع ۵) یہ ان کے جواب میں خدا کی طرف سے کہا جائے گا۔

◆ **کفار کو تنبیہ** | یعنی تمہارے پچھلے ان ہی بستیوں میں یا ان کے آس پاس آباد ہوئے جہاں اگلے ظالم سکونت رکھتے تھے اور وہی ان کی عادات و اطوار اختیار کیں۔ حالانکہ تاریخی روایات اور متواتر خبروں سے ان پر روشن ہو چکا تھا کہ ہم اگلے ظالموں کو کیسی کچھ سزا دے چکے ہیں اور ہم نے امم ماضیہ کے یہ قصے کتب سماویہ میں درج کر کے انبیاء علیہم السلام کی زبانی ان کو آگاہ بھی کر دیا تھا مگر انہیں ذرہ بھر عبرت نہ ہوئی۔ اسی سرکشی، عناد اور عداوت حق پر اڑے رہے۔ حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ (القمر رکوع ۱)

◆ **کفار کے داؤ پیچ** | یعنی سب اگلے پچھلے ظالم اپنے اپنے داؤ کھیل چکے ہیں۔ انبیاء کے مقابلہ میں حق کو دبانے اور مٹانے کی کوئی تدبیر اور سازش انہوں نے اٹھا نہیں رکھی۔ ان کی سب تدبیریں اور داؤ گھات خدا کے سامنے ہیں اور ایک ایک کر کے محفوظ ہیں وہی ان کا بدلہ دینے والا ہے۔

◆ یعنی انہوں نے بہتیرے داؤ کر کے دیکھ لئے مگر خدا کی حفاظت کے آگے سب ناکام رہے کیا یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی مکاریاں پہاڑوں کو ان کی جگہ سے ٹلا دیں یعنی انبیاء علیہم السلام اور شرائع حقہ جو پہاڑوں سے زیادہ مضبوط و مستقیم ہوتے ہیں ان کی مکاریوں سے اکھڑ جائیں؟ حاشا و کلا۔ اس تفسیر کے موافق وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ الخ میں "ان" نافیہ ہوگا اور آیت کا مضمون وَلَا تَمْشِ فِی الْاَرْضِ مَرَحًا اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا (بنی اسرائیل رکوع ۴) کے مشابہ ہوگا۔ بعض مفسرین نے "ان" شرطیہ یا وصلیہ لے کر آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے داؤ پیچ جو حفاظت الٰہی کے سامنے ہیچ ثابت ہوئے۔ اگرچہ ان کے داؤ فی حد ذاتہا ایسے زبردست تھے جو ایک مرتبہ پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا دیں۔

◆ یعنی وہ وعدہ جو اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا اور كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ وغیرہ آیات میں کیا گیا ہے۔

◆ نہ مجرم اس سے چھوٹ کر بھاگ سکتا ہے نہ وہ خود ایسے مجرموں کو سزا دیے بدون چھوڑ سکتا ہے۔

لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ﴿۴۸﴾ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَئِذٍ

سامنے اللہ اکیلے زبردست کے ◆ اور دیکھے تو گنہگاروں کو اس دن

مُّقَرَّنِيْنَ فِي الْاَصْفَادِ ﴿۴۹﴾ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ

باہم جکڑے ہوئے زنجیروں میں ◆ کرتے ان کے ہیں گندھک کے ◆

وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ﴿۵۰﴾ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ

اور ڈھانکے لیتی ہے ان کے منہ کو آگ ◆ تا کہ بدلہ دے اللہ ہر ایک

نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾

جی کو اس کی کمائی کا بے شک اللہ جلد کرنے والا ہے حساب ◆

هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا

یہ خبر پہنچا دینی ہے لوگوں کو اور تا کہ چونک جائیں اس سے اور تا کہ جان لیں کہ

هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾ ع

معبود وہی ہے ایک ہے اور تا کہ سوچ لیں عقل والے ◆

آیاتہا ۹۹ سُوْرَةُ الْحِجْرِ (۱۵) مَكِّيَّةٌ (۵۴) رکوعاتہا ۶

سورۂ حجر مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ننانوے آیتیں ہیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۟ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱﴾

الٓر یہ آیتیں ہیں کتاب کی ◆ اور واضح قرآن کی ◆

قیامت میں زمین و آسمان کی تبدیلی | قیامت کو یہ زمین و آسمان بہیئت موجودہ باقی نہ رہیں گے، یا تو ان کی ذوات ہی بدل دی جائیں گی یا صرف صفات میں تغیر ہوگا اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شاید متعدد مرتبہ تبدیل و تغییر کی نوبت آئے گی۔ واللہ اعلم۔ سامنے کھڑے ہونے کا مطلب وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا کے تحت میں گزر چکا ہے۔

یعنی ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم اکٹھے زنجیروں میں باندھے جائیں گے کما قال تعالٰی اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ (صافات رکوع ۲) وقال تعالٰی وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (تکویر رکوع ۱)

دوزخیوں کے کرتے | جس میں آگ بہت جلد اور تیزی سے اثر کرتی ہے اور سخت بدبو ہوتی ہے پھر جیسی جہنم کی آگ ویسی ہی وہاں کی گندھک سمجھ لیجئے۔

چہرہ چونکہ حواس و مشاعر کا محل اور انسان کے ظاہری اعضاء میں سب سے اشرف عضو ہے اس لئے اس کو خصوصیت سے ذکر فرمایا جیسے دوسری جگہ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ میں قلب کا ذکر کیا ہے۔

سریع الحساب کے معنی | یعنی جس بات کا پیش آنا بالکل یقینی ہے اسے دور مت سمجھو کما قال تعالٰی اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ (انبیاء رکوع ۱) یا یہ مطلب ہے کہ جس وقت حساب ہوگا پھر دیر نہ لگے گی۔ تمام اولین و آخرین جن و انس کے ذرہ ذرہ عمل کا حساب بہت جلد ہو جائے گا۔ کیونکہ خدا پر کوئی چیز مخفی ہے نہ اس کو ایک شان دوسری شان سے مشغول کرتی ہے۔ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ (لقمٰن رکوع ۳)

یعنی خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اور خدا سے ڈر کر اس کی آیات میں غور کریں جس سے اس کی وحدانیت کا یقین حاصل ہو اور عقل و فکر سے کام لیکر نصیحت پکڑنے والے بنیں۔ تم سورۃ ابراھیم علیہ السلام وللہ الحمد والمنۃ

سورۃ الحجر

یعنی یہ اس جامع اور عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں جس کے مقابلہ میں کوئی دوسری کتاب "کتاب" کہلانے کی مستحق نہیں۔

اور اس قرآن کی آیتیں ہیں جس کے اصول نہایت صاف، دلائل روشن، احکام معقول، وعد و وعید واضح اور بیانات شگفتہ اور فیصلہ کن ہیں لہٰذا آگے جو کچھ بیان کیا جانے والا ہے مخاطبین کو پوری توجہ سے سننا چاہئے۔

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ ﴿٢﴾

کسی وقت آرزو کریں گے | یہ لوگ | جو منکر ہیں | کیا اچھا ہوتا | ہوتے مسلمان ◆

ذَرْهُمْ يَأْكُلُوا وَيَتَمَتَّعُوا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ فَسَوْفَ

چھوڑ دے ان کو | کھالیں اور برت لیں (فائدہ اٹھالیں) | اور امید میں (پڑے) بھولے رہیں | سو آئندہ

يَعْلَمُونَ ﴿٣﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا

معلوم کرلیں گے ◆ | اور کوئی بستی ہم نے غارت نہیں کی | مگر اس کا وقت

كِتَابٌ مَعْلُومٌ ﴿٤﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا

لکھا ہوا تھا | مقرر ◆ | نہ سبقت کرتا ہے کوئی فرقہ | اپنے وقت مقررہ سے | اور نہ

يَسْتَأْخِرُونَ ﴿٥﴾ وَقَالُوا يَا أَيُّهَا الَّذِي نُزِّلَ عَلَيْهِ

پیچھے رہتا ہے ◆ | اور لوگ کہتے ہیں | اے وہ شخص | کہ جس پر اترا ہے

الذِّكْرُ إِنَّكَ لَمَجْنُونٌ ﴿٦﴾ لَوْ مَا تَأْتِينَا بِالْمَلَائِكَةِ

قرآن (نصیحت) | تو بے شک دیوانہ ہے ◆ | کیوں نہیں لے آتا ہمارے پاس | فرشتوں کو

إِنْ كُنْتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ﴿٧﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلَائِكَةَ

اگر تو سچا ہے ◆ | ہم نہیں اتارتے | فرشتوں کو

◆ **کفار کو مسلمان نہ ہونے کی حسرت** یعنی آج تو منکرین نے قرآن و اسلام جیسی عظیم الشان نعمت الٰہی کی قدر نہیں کی لیکن ایسا وقت آنے والا ہے جب یہ لوگ اپنی محرومی پر ماتم کریں گے اور سب حسرت مل کر کہیں گے کاش ہم مسلمان ہوتے! وہ وقت کب آئے گا؟ اس میں اختلاف ہوا ہے ہم ابن الانباری کے قول کے موافق اس کو عام رکھتے ہیں یعنی دنیا و آخرت میں جو مواقع کفار کی نامرادی اور مسلمانوں کی کامیابی کے پیش آتے رہیں گے ہر موقع پر کفار کو رہ رہ کر اپنے مسلمان ہونے کی تمنا اور نعمت اسلام سے محروم رہ جانے کی حسرت ہوگی۔ اس سلسلہ میں پہلا موقع تو جنگ بدر کا تھا جہاں کفار مکہ نے مسلمانوں کی طرف کھلا ہوا غلبہ اور تائید غیبی دیکھ کر اپنے دلوں میں محسوس کیا کہ جس اسلام نے فقراء مہاجرین اور اعراب و خدام حق کے کاشتکاروں کو اونچا کر کے والے قریشی سرداروں پر غالب کیا، افسوس ہم اس دولت سے محروم ہیں۔ اسی طرح اسلامی فتوحات و ترقیات کی ہر ایک منزل پر کفار نا پنے

کسی وقتی ندامت پر پچھتانے اور دل سے نکلی حسرت بہانے کا موقع ملتا رہا۔ انتہائی حسرت و افسوس کا مقام وہ ہوگا جب فرشتہ جان نکالنے کے لئے سامنے کھڑا ہے اور عالم غیب کے حقائق آنکھوں سے نظر آ رہے ہیں۔ اس وقت ہاتھ کاٹیں گے اور آرزو کریں گے کہ کاش ہم نے اسلام قبول کر لیا ہوتا کہ آج عذاب بعد الموت سے محفوظ رہتے۔ اس سے بھی بڑھ کر یاس انگیز نظارہ وہ ہوگا جو طبرانی کی حدیث میں ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت کے بہت سے آدمی اپنے گناہوں کی بدولت جہنم میں جائیں گے اور جب تک خدا چاہے گا وہاں رہیں گے۔ بعدہٗ مشرکین ان پر طعن کریں گے کہ تمہارے ایمان و توحید نے تم کو کیا فائدہ دیا؟ تم بھی آج تک ہماری طرح دوزخ میں ہو۔ اس پر حق تعالیٰ کسی موحد کو جہنم میں نہ چھوڑے گا۔ یہ فرما کر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھی "رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْ كَانُوا مُسْلِمِينَ" گویا یہ آخری موقع ہوگا جب کفار اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے۔

◆ یعنی جب کوئی نصیحت کارگر نہیں تو آپ ان کے غم میں نہ پڑیے بلکہ چند روز انہیں جانوروں کی طرح کھانے پینے دیجئے۔ یہ خوب دل کھول کر دنیا کے مزے اڑا لیں اور مستقبل کے متعلق لمبی چوڑی امیدیں باندھتے رہیں۔ عنقریب وقت آ رہا ہے جب حقیقت حال کھل جائے گی اور اگلا پچھلا کھایا پیا سب نکل جائے گا۔ چنانچہ کچھ تو دنیا ہی میں مجاہدین کے ہاتھوں حقیقت کھل گئی۔ اور پوری تکمیل آخرت میں ہو جائے گی۔

◆ **ہر قوم کی ہلاکت کا وقت معین ہے** | یعنی جس قدر بستیاں اور قومیں پہلے ہلاک کی گئیں خدا کے علم میں ہر ایک کی ہلاکت کا ایک وقت معین تھا جس میں نہ بھول چوک ہو سکتی تھی نہ غفلت اور نہ خدا کا وعدہ ٹل سکتا تھا۔ جب کسی قوم کی میعاد پوری ہوئی اور عذاب کا وقت آ پہنچا، ایک دم میں غارت کر دی گئی۔ موجودہ کفار بھی امہال و تاخیر عذاب پر مغرور نہ ہوں۔ جب ان کا وقت آئے گا خدائی سزا سے بچ نہ سکیں گے۔ جو تاخیر کی جا رہی ہے اس میں خدا کی بہت حکمتیں ہیں۔ مثلاً ان میں سے بعض کا یا بعض کی اولاد کا ایمان لانا مقدر ہے۔ فوری عذاب کی صورت میں اس کے وقوع کی کوئی صورت نہیں۔

◆ یعنی ہم مہلت کی تخصیص نہیں کرتے بلکہ ہر قوم کے عروج و نزول یا موت و حیات کی جو میعاد مقرر ہے اس سے ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔

◆ **آنحضرتؐ سے استہزاء** | مشرکین مکہ یہ الفاظ محض بطریق استہزاء و استخفاف کہتے تھے یعنی آپ سب سے آگے بڑھ کر خدا کے یہاں سے قرآن لے آئے دوسروں کو احمق و جاہل بتلانے لگے بلکہ ساری دنیا کو الٹی تعلیم دی۔ اس پر یہ دعویٰ ہے کہ آخر میں ہی غالب ہوں گا اور ایک وقت آئے گا کہ منکرین حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہو جاتے۔ یہ کسی عقل و ہوش کی باتیں ہیں؟ کھلی ہوئی دیوانگی ہے اور جو بڑھ کر سنانے ہو مجنون کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ (العیاذ باللہ)

◆ اگر بارگاہ احدیت میں آپ کو ایسا ہی قرب حاصل ہے اور ساری قوم میں سے خدا نے منصب رسالت کے لئے آپ کا انتخاب کیا ہے تو فرشتوں کی خدائی فوج آپ کے ساتھ کیوں نہ آئی۔ جو کھلم کھلا آپ کی تصدیق کرتی اور ہم سے آپ کی بات منوالیتی۔ نہ مانتے تو فوراً سزا دیتی۔

إِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوٓا إِذًا مُّنظَرِينَ ۝٨ إِنَّا نَحْنُ

مگر کام پورا (ٹھیک) کر کے ◆ اور اس وقت نہ ملتی ان کو مہلت ◆ ہم نے

نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ۝٩ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا

آپ اتاری ہے یہ نصیحت ◆ اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں ◆ اور ہم بھیج چکے ہیں رسول

مِن قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْأَوَّلِينَ ۝١٠ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن

تجھ سے پہلے اگلے فرقوں میں ◆ اور نہیں آتا ان کے پاس

رَّسُولٍ إِلَّا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝١١ كَذَٰلِكَ نَسْلُكُهُ

کوئی رسول مگر کرتے رہے ہیں اس سے ہنسی ◆ اسی طرح بٹھا دیتے ہیں ہم اس کو

فِي قُلُوبِ الْمُجْرِمِينَ ۝١٢ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَقَدْ خَلَتْ

دل میں گنہگاروں کے ◆ یقین نہ لائیں گے اس پر اور ہوتی آئی ہے

سُنَّةُ الْأَوَّلِينَ ۝١٣ وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِم بَابًا مِّنَ السَّمَاءِ

رسم پہلوں کی ◆ اور اگر ہم کھول دیں ان پر دروازہ آسمان سے

فَظَلُّوا فِيهِ يَعْرُجُونَ ۝١٤ لَقَالُوٓا إِنَّمَا سُكِّرَتْ

اور سارے دن اس میں چڑھتے رہیں تو بھی یہی کہیں گے کہ باندھ دیا ہے

◆ **فرشتوں کا نزول حکمت کے مطابق ہوتا ہے** | ماننے والوں کے لئے اب بھی کافی سے زیادہ نشان موجود ہیں۔ باقی جن کا ارادہ ہی ماننے کا نہیں وہ فرشتوں کے آنے پر بھی نہ مانیں گے پھر ان کے اتارنے میں کیا فائدہ ہے۔ حق تعالیٰ فرشتوں کو [illegible]

[illegible]

◆ **حفاظت قرآن کا وعدہ الٰہی** | یعنی تمہارا استہزاء و تمسخر اور قرآن لانے والے کی طرف جنون کی نسبت کرنا قرآن و حامل قرآن پر قطعاً اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ یاد رکھو اس قرآن کے اتارنے والے ہم ہیں اور ہم ہی نے اس کی ہر قسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے جس شان اور ہیئت سے وہ اترا ہے بدون ایک شوشہ یا زیر و زبر کی تبدیلی کے چاردانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا اور قیامت تک ہر طرح کی تحریف لفظی و معنوی سے محفوظ و مصئون رکھا جائے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول و احکام کبھی نہ بدلیں گے۔ زبان کی فصاحت و بلاغت اور علم و حکمت کی موشگافیاں کتنی ہی ترقی کر جائیں پر قرآن کی صوری و معنوی اعجاز میں اصلاً ضعف و انحطاط محسوس نہ ہو گا۔ قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے یا گم کر دینے میں ساعی ہوں گی لیکن اس کے ایک نقطہ کو کم نہ کر سکیں گی۔ حفاظت قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدہ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب و معاند مخالفوں کے سر نیچے ہو گئے۔ "میور" کہتا ہے "جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہر قسم کی تحریف سے پاک رہی ہو۔" ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ "ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں۔" واقعات بتلاتے ہیں کہ ہر زمانہ میں ایک جم غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے ایسا رہا کہ جس نے قرآن کے علوم و مطالب اور غیر منقضی عجائب کی حفاظت کی۔ کاتبوں نے رسم الخط کی، قاریوں نے طرز ادا کی، حافظوں نے اس کے الفاظ و عبارت کی وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک زیر زبر تبدیل نہ ہو سکا۔ کسی نے قرآن کے رکوع گن لیے، کسی نے آیتیں شمار کیں، کسی نے حروف کی تعداد بتلائی حتی کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کر ڈالا۔ آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جا سکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظ قرآن کی موجود نہ رہی ہو۔ خیال کرو آٹھ دس سال کا ہندوستانی بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جزو کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی ضخیم کتاب جو متشابہات سے پر ہے کس طرح فر فر سنا دیتا ہے۔ پھر کسی مجلس میں ایک بڑے باوجاہت عالم و حافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے یا اعراب کی فرو گذاشت ہو جائے تو ایک بچہ اس کو ٹوک دیتا ہے۔ چاروں طرف سے تصحیح کرنے والے للکارتے ہیں، ممکن نہیں کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں۔ حفظ قرآن کے متعلق یہی اہتمام و انتظام عہد نبوت میں سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے اسی کی طرف "وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ" فرما کر اس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی۔

◆ **آنحضرت ﷺ کو تسلی** | آپ کو تسلی دی گئی کہ ان کی تکذیب و استہزاء سے دلگیر نہ ہوں، یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ منکرین کی عادت رہی ہے کہ جب کوئی پیغمبر آیا اس کی ہنسی اڑائی، کبھی مجنون کہا، کبھی محض دق کرنے کے لیے لغو اور دور از کار مطالبے کرنے لگے۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہا تھا "اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ" (شعراء رکوع ۲) اور وہی فرشتوں کی فوج لانے کا مطالبہ کیا جو مشرکین آپ سے کر رہے تھے۔ "فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَاۗءَ مَعَهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ"۔ (زخرف رکوع ۵)

◆ یعنی جو لوگ ارتکاب جرائم سے باز نہیں آتے ہم ان کے دلوں میں اسی طرح استہزاء و تکذیب کی عادت جاگزیں کر دیتے ہیں۔ جب ان کے دل میں کانوں کے راستے سے وحی الٰہی جاتی ہے تو ساتھ ساتھ تکذیب بھی چلی جاتی ہے۔

◆ یعنی ہمیشہ یوں ہی جھٹلاتے اور ہنسی کرتے آئے ہیں اور سنت اللہ یہی رہی ہے کہ مجرمین ہلاک و رسوا کیے جاتے رہے اور انجام کار حق کا بول بالا رہا۔

أَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُورُونَ ﴿١٥﴾ وَلَقَدْ

ہماری نگاہ کو نہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو ہوا ہے ◆ اور ہم نے

جَعَلْنَا فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا وَزَيَّنَّاهَا لِلنَّاظِرِينَ ﴿١٦﴾ وَ

بنائے ہیں آسمان میں برج ◆ اور رونق دی اس کو دیکھنے والوں کی نظر میں ◆ اور

حَفِظْنَاهَا مِن كُلِّ شَيْطَانٍ رَّجِيمٍ ﴿١٧﴾ إِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ

محفوظ رکھا ہم نے اس کو ہر شیطان مردود سے مگر جو چوری سے

السَّمْعَ فَأَتْبَعَهُ شِهَابٌ مُّبِينٌ ﴿١٨﴾ وَالْأَرْضَ مَدَدْنَاهَا

سن بھاگا سو اس کے پیچھے پڑا انگارہ چمکتا ہوا ◆ اور زمین کو ہم نے پھیلایا

وَأَلْقَيْنَا فِيهَا رَوَاسِيَ وَأَنبَتْنَا فِيهَا مِن كُلِّ شَيْءٍ

اور رکھ دیئے اس پر بوجھ (پہاڑ) اور اگائی اس میں ہر چیز

مَّوْزُونٍ ﴿١٩﴾ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ وَمَن

اندازہ سے اور بنا دیئے تمہارے واسطے اس میں معیشت کے اسباب اور وہ چیزیں

لَّسْتُمْ لَهُ بِرَازِقِينَ ﴿٢٠﴾ وَإِن مِّن شَيْءٍ إِلَّا عِندَنَا

جن کو تم روزی نہیں دیتے ◆ اور ہر چیز کے ہمارے پاس ہیں

◆ **کفار کی ضد اور ہٹ دھرمی** یعنی فرشتوں کا آنا تو اس قدر عجیب نہیں، اگر ہم آسمان کے دروازے کھول کر خود انہی کو چڑھا دیں اور یہ دن بھر اسی شغل میں رہیں تب بھی ضدی اور معاند لوگ حق کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ اس وقت کہہ اٹھیں گے کہ ہم پر نظر بندی یا جادو کیا گیا ہے۔ شاید جادو کی نظر بندی سمجھیں اور آخر میں جادو قرار دے لیں۔

◆ **آسمان میں برج** "بروج" سے یہاں بڑے بڑے سیارات مراد ہیں۔ بعض نے منازل شمس و قمر کو ارادہ کیا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بروج وہ آسمانی قلعے ہیں جن میں فرشتوں کی جماعتیں پہرہ دیتی ہیں۔

◆ **اہل نظر کے لئے دلائل توحید** یعنی آسمان کو ستاروں سے زینت دی۔ رات کے وقت جب بادل اور گرد و غبار نہ ہو، بیشمار ستاروں کے نقشوں سے آسمان دیکھنے والوں کی نظر میں کس قدر خوبصورت اور پر عظمت معلوم ہوتا ہے اور غور و فکر کرنے والوں کے

خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا

خزانے ہیں | اور اتارتے ہیں ہم | انداز معین پر (ٹھیرے ہوئے انداز پر) ◆ | اور چلائیں ہم نے

الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ

ہوائیں | اوس بھری (بوجھل کرنے والی ابر کی) | پھر اتارا ہم نے آسمان سے پانی | پھر تم کو وہ پلایا ◆

وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَ

اور تمہارے پاس نہیں اس کا خزانہ ◆ | اور ہم ہی ہیں جلانے والے | اور

نُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

مارنے والے | اور ہم ہی ہیں پیچھے رہنے والے ◆ | اور ہم نے جان رکھا ہے

الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾

آگے بڑھنے والوں کو | تم میں سے | اور جان رکھا ہے | پیچھے رہنے والوں کو ◆

وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ وَلَقَدْ

اور تیرا رب | وہی اکٹھا کر لائے گا ان کو | بے شک وہی ہے حکمتوں والا خبردار ◆ | اور

خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾

بنایا ہم نے | آدمی کو | کھنکھناتے (بجنے والی مٹی سے) سنے ہوئے گارے سے (بو والے سڑے ہوئے گارے سے) ◆

وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ

اور جنوں کو | بنایا ہم نے | اس سے پہلے | لو کی آگ سے ◆ | اور جب

◆ **اللہ کے خزانے** | یعنی جو چیز جس مقدار میں چاہے پیدا کر دے نہ کچھ تعب ہوتا ہے نہ نقصان۔ ادھر ارادہ کیا ادھر وہ چیز موجود ہوئی۔ گویا تمام چیزوں کا خزانہ اس کی لامحدود قدرت ہوئی جس سے ہر چیز حکمت کے موافق ایک محکم نظام کے ماتحت ٹھیرے ہوئے اندازہ پر بلا کم و کاست نکلی چلی آتی ہے۔

◆ **پانی کا حیرت انگیز نظام** | یعنی برساتی ہوائیں بھاری بادلوں کو پانی سے بھر کر لاتی ہیں یہاں سے پانی برستا ہے جو ٹھیراں

قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر

صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾ فَاِذَا سَوَّیْتُهٗ وَنَفَخْتُ

کھنکھناتے سے جو بنا ہے سڑے ہوئے گارے سے پھر جب ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں

فِیْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ

اس میں اپنی جان سے تو گر پڑو اس کے آگے سجدہ میں ◆ تب سجدہ کیا ان فرشتوں نے

كُلُّهُمْ اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰۤی اَنْ یَّكُوْنَ مَعَ

سب نے اکٹھے مگر ابلیس نے نہ مانا کہ ساتھ ہو

السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ یٰۤاِبْلِیْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ مَعَ

سجدہ کرنے والوں کے فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھ کو کہ ساتھ نہ ہوا

السّٰجِدِیْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ

سجدہ کرنے والوں کے بولا میں وہ نہیں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو جس کو تو نے بنایا

مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾ قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا

کھنکھناتے سے جو بنا ہے سڑے ہوئے گارے سے فرمایا تو تو نکل یہاں سے ◆

فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّ اِنَّ عَلَیْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰی یَوْمِ

کہ تو مردود ہوا ◆ اور تجھ پر پھٹکار ہے انصاف کے دن تک

الدِّیْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْۤ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾

◆ بولا اے رب تو مجھ کو ڈھیل دے اس دن تک کہ مردے زندہ ہوں

قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنظَرِينَ ﴿٣٧﴾ إِلَىٰ يَوْمِ الْوَقْتِ

فرمایا — کہ تو تجھ کو ڈھیل دی — اسی مقرر وقت کے

الْمَعْلُومِ ﴿٣٨﴾ قَالَ رَبِّ بِمَا أَغْوَيْتَنِي لَأُزَيِّنَنَّ لَهُمْ

دن تک ◆ بولا — اے رب — جیسا تو نے مجھ کو راہ سے کھو دیا — میں بھی ان سب کو بہاریں دکھلاؤں گا

فِي الْأَرْضِ وَلَأُغْوِيَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٣٩﴾ إِلَّا عِبَادَكَ

زمین میں — اور راہ سے کھو دوں گا ان سب کو — مگر جو تیرے

مِنْهُمُ الْمُخْلَصِينَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هَٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيمٌ ﴿٤١﴾

چنے ہوئے بندے ہیں ◆ فرمایا — یہ راہ ہے — مجھ تک سیدھی ◆

إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطَانٌ إِلَّا مَنِ

جو میرے بندے ہیں — تیرا ان پر کچھ زور نہیں — مگر

اتَّبَعَكَ مِنَ الْغَاوِينَ ﴿٤٢﴾ وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ

جو تیری راہ چلا — بہکے ہوؤں میں ◆ — اور دوزخ پر — وعدہ ہے

أَجْمَعِينَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ أَبْوَابٍ لِّكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ

ان سب کا ◆ — اس کے سات دروازے ہیں — ہر دروازے کے واسطے — ان میں سے

جُزْءٌ مَّقْسُومٌ ﴿٤٤﴾ إِنَّ الْمُتَّقِينَ فِي جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ ﴿٤٥﴾

ایک فرقہ ہے بانٹا ہوا ◆ — پرہیزگار ہیں — باغوں میں — اور چشموں میں ◆

ادْخُلُوهَا بِسَلَامٍ آمِنِينَ ﴿٤٦﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِم

کہیں گے ان کو جاؤ ان میں — سلامتی سے — خاطر جمع (بے کھٹکے) سے ◆ — اور نکال ڈالی ہم نے — جو ان کے جیوں میں تھی

◆ **ابلیس کو مہلت حیات** | یعنی اس وقت تک تجھے ڈھیل دی جاتی ہے جی کھول کر ارمان نکال لے۔ اس واقعہ کی تفصیل "بقرہ" اور "اعراف" میں گذر چکی ہے۔ ہم نے "اعراف" کے دوسرے رکوع میں اس کے اجزاء پر جو کچھ کلام کیا ہے اسے ملاحظہ کر لیا جائے۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

◆ **ابلیس کا اعلان انتقام** | یعنی دنیا کی بہاریں دکھلا کر خواہشات نفسانی کے جال میں پھنساؤں گا اور تیرے مخصوص و منتخب بندوں کے سوا سب کو راہ حق سے ہٹا کر رہوں گا۔ یہ کلمات لعین نے جوش انتقام میں کہے۔ مطلب یہ تھا کہ آپ کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتا، لیکن جس کی وجہ سے میں اور پھینکا گیا ہوں اپنی قدرت اور بساط کے موافق اس کی نسلوں تک سے بدلہ لیکر چھوڑوں گا۔ سورہ "اعراف" میں اس مضمون پر ہم نے جو کچھ لکھا ہے ملاحظہ کیا جائے۔

◆ یعنی چونکہ بندگی اور اخلاص کی راہ سیدھی مجھ تک پہنچتی ہے اور یہی میرا انصاف اور سیدھا راستہ ہے جس میں کوئی ہیر پھیر نہیں کہ جو بندے عبودیت و اخلاص کی راہ اختیار کریں گے وہی شیطان لعین کے تسلط سے مامون رہیں گے۔ اور جو ملعون کی پیروی کریں گے اس کے ہمراہ دوزخ میں جائیں گے۔ بعض مفسرین نے "هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ" کو تہدید پر حمل کیا ہے۔ یعنی اے ملعون! لوگوں کو صراط مستقیم سے گمراہ کر کے کہاں بھاگے گا وہ کونسا راستہ ہے جو ہماری طرف نہ آتا ہو۔ پھر ہماری سزا سے بچ کر کدھر جا سکتا ہے۔ اس وقت کلام ایسا ہوگا جیسے کہتے ہیں "اِفْعَلْ مَا شِئْتَ فَطَرِيْقُكَ عَلَيَّ" اور قرآن میں دوسری جگہ فرمایا "اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ" واللہ اعلم۔

◆ **مخلصین پر ابلیس کا قابو نہیں ہوگا** | یعنی چنے ہوئے بندوں پر جن کا ذکر اوپر ہوا تیرا کچھ زور نہ چلے گا یا یہ مطلب ہو کہ کسی بندہ پر بھی تیری زبردستی نہیں چل سکتی۔ ہاں جو خود ہی بہک کر اپنی جہالت و حماقت سے تیرے پیچھے ہو لیا وہ اپنے اختیار سے خراب و برباد ہوا۔ جیسے پہلے خود شیطان کا مقولہ گذر چکا "وَمَا كَانَ لِيَ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ" (ابراہیم رکوع ۴)

◆ یعنی تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لئے دوزخ کا ٹھکانہ تیار ہے تم سب اسی طرف اتارے جاؤ گے۔

◆ **جہنم کے سات دروازے** | بعض سلف نے "سَبْعَةُ اَبْوَابٍ" سے دوزخ کے سات طبقے اوپر نیچے مراد لئے ہیں۔ چنانچہ ان کے نام ابن عباس نے یہ بتلائے ہیں جہنم، سعیر، لظیٰ، حطمہ، سقر، جحیم، ہاویہ۔ اور لفظ "جہنم" ایک خاص طبقہ اور مجموعہ طبقات دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک سات دروازے مراد ہیں جن سے الگ الگ دوزخی داخل ہوں گے۔ واللہ اعلم۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "جیسے بہشت کے آٹھ دروازے ہیں نیک عمل والوں پر بانٹے ہوئے ویسے "دوزخ کے سات دروازے ہیں بد عمل والوں پر بانٹے ہوئے۔ شاید بہشت کا ایک دروازہ زیادہ اس لئے ہے کہ بعض موحد نرے فضل سے جنت میں جائیں گے بغیر عمل کے۔ باقی عمل میں دروازے برابر ہیں۔"

◆ **متقین اور جنت کی نعمتیں** | جو لوگ کفر و شرک اور معاصی و ذنوب سے پرہیز کرتے ہیں وہ حسب مراتب جنت کے باغوں میں رہیں گے جہاں بڑے قرینے سے چشمے اور نہریں جاری ہوں گی۔ شیطان کے متبعین کے بعد یہ عباد مخلصین کا انجام بیان فرمایا۔

◆ یعنی ہر بلا اور تمام آفات و عیوب سے صحیح سالم اور آئندہ ہمیشہ کے لئے ہر قسم کی فکر پریشانی، گھبراہٹ اور خوف و ہراس سے بے کھٹکے۔

مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا يَمَسُّهُمْ

کینہ — بھائی ہو گئے ◆ تختوں پر بیٹھے آمنے سامنے ◆ نہ پہنچے گی ان کو

فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ

وہاں کچھ تکلیف — اور نہ ان کو وہاں سے کوئی نکالے ◆ خبر سنادے میرے بندوں کو

اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ

کہ میں ہوں — اصل بخشنے والا — مہربان — اور یہ بھی کہ میرا عذاب — وہی عذاب

الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ اِذْ دَخَلُوْا

دردناک ہے ◆ اور حال سنادے ان کو — ابراہیم کے مہمانوں کا ◆ جب چلے آئے

عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ۭ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا

اس کے گھر میں — اور بولے (کہا انہوں نے) سلام — وہ بولا — ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے ◆ بولے

لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ

نہ ڈر — ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک ہوشیار لڑکے کی ◆ بولا — کیا خوشخبری سناتے ہو مجھ کو

عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا

جب پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا — اب کاہے پر خوشخبری سناتے ہو ◆ بولے

بَشَّرْنٰكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ

ہم نے تجھ کو خوشخبری سنائی (کہی) سچی — سو مت ہو — ناامیدوں میں — بولا — اور کون

◆ یعنی جنت میں پہنچ کر اہل جنت میں باہم کوئی رنجش کدورت باقی نہ رہے گی۔ یا دلوں کو بالکل صاف کر کے داخل کئے جائیں گے۔ نہ وہاں ایک کو دوسرے پر حسد ہوگا، بلکہ بھائی بھائی ہو کر نہایت محبت و الفت سے رہیں گے۔ ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر مسرور و محظوظ ہوگا۔ اس کا مفصل بیان سورہ اعراف آٹھویں پارہ کے ختم پر گزر چکا ہے۔

◆ یعنی عزت و کرامت کے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھ کر باتیں کریں گے ملاقات وغیرہ کے وقت ان کی نشست نہ ہوگی جس میں کوئی آگے کوئی پیچھے ہو۔

◆ حدیث میں ہے کہ جنتیوں سے کہا جائے گا اے اہل جنت! اب تمہارے لئے یہ ہے کہ ہمیشہ تندرست رہو، کبھی بیماری نہ ستائے، ہمیشہ زندہ رہو کبھی موت نہ آئے۔ ہمیشہ آرام سے مقیم رہو کبھی سفر کی تکلیف اٹھانی نہ پڑے۔

◆ **اللہ کی صفات رحمت و غضب** "مجرمین" اور "متقین" کا الگ الگ انجام بیان فرما کر یہاں تنبیہ کی ہے کہ ہر ایک صورت میں حق تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت و شان کا ظہور ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ اصل سے اپنی تمام خلق پر بخشش اور مہربانی کرنا چاہتا ہے اور حقیقت میں اصل مہربانی اسی کی ہے تمام دنیا کی مہربانیاں اسکی مہربانی کا پرتو ہیں لیکن جو شخص خود شرارت و بدکاری سے مہربانی کے دروازے اپنے اوپر بند کر لے تو پھر اسکی سزا بھی ایسی سخت ہے جس کے روکنے کی کوئی تدبیر نہیں۔ سعدیؒ نے خوب فرمایا

چو ہیبت برد گر کشد تیغ حکم — بمانند کروبیاں صم و بکم

اگر در دہد یک صلائے کرم — عزازیل گوید نصیبے برم

آگے ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جس میں فرشتوں کے اترنے کا ذکر ہے۔ وہی فرشتے ایک جگہ خوشخبری سناتے اور دوسری جگہ پتھر برساتے تھے تا معلوم ہو کہ خدا کی دونوں صفتیں (رحمت و غضب) کیسی ہیں۔ بندوں کو چاہئے نہ دلیر ہوں، نہ آس توڑیں۔

◆ **حضرت ابراہیمؑ کے مہمان فرشتے** "مہمان" اس لئے کہا کہ ابراہیمؑ ابتداءً انہیں مہمان ہی سمجھے، بعد میں کھلا کہ فرشتے ہیں۔

◆ دوسری جگہ آیا ہے "وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً" یعنی خوف کو دل میں چھپایا تو کہہ جائے گا کہ ابتداء میں چھپانے کی کوشش کی۔ آخر ضبط نہ کر سکے تو زبان سے ظاہر کر دیا۔ یا یہ مطلب ہو کہ باوجود چھپانے کے خوف کے آثار چہرہ وغیرہ پر اس قدر نمایاں تھے گویا کہہ رہے تھے کہ ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ یہ ڈر کس بات کا تھا؟ اس کی تفصیل سورۂ ہود میں گذر چکی وہاں ملاحظہ کی جائے۔ اور اس واقعہ کے دوسرے اجزاء پر بھی جو کلام کیا گیا ہے ضرورت ہے کہ ایک مرتبہ مراجعت کر لی جائے۔

◆ یعنی ڈرنے کی ضرورت نہیں بلکہ خوش ہونے کا موقع ہے۔ اس بڑھاپے میں ہم تم کو اولاد کی خوشخبری سناتے ہیں۔ اولاد بھی کیسی؟ لڑکا نہایت ہوشیار، بڑا عالم، جسے وفور علوم کے ساتھ منصب نبوت پر فائز کیا جائے گا۔ "وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ" (الصافات رکوع ۳)

◆ **حضرت ابراہیمؑ کا تعجب** چونکہ غیر متوقع اور غیر معمولی طور پر خوشخبری دی تو اپنی اور بیوی کے بڑھاپے کو دیکھتے ہوئے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب آدمی کوئی مسرت انگیز خبر خلاف توقع غیر معمولی طریقہ سے اچانک سنے تو باوجود یقین آ جانے کے اسے خوب کھول کر دریافت کرتا اور لہجہ تعجب کا اختیار کر لیتا ہے تا خبر دینے والا پوری تاکید و تصریح سے خوشخبری کو دہرائے جس میں شک کی قسم کی غلط فہمی کا احتمال نہ رہے نیز دلی اشتیاق کا۔ گویا اظہار تعجب سے بشارت کو خوب واضح اور پختہ کرانا اور تکرار سماع سے لذت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرز میں حضرت ابراہیمؑ نے اظہار تعجب فرمایا۔ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں۔ "قال متعجبا من کبرہ و کبر زوجته و متحققا للوعد فاجابوہ مؤکدین لما بشروہ بہ تحقیقا و بشارۃ بعد بشارۃ" چونکہ اس کلام سے ناامیدی کا توہم ہو سکتا تھا۔ جو کہ بالخصوص اولو العزم پیغمبروں کی شان کے بالکل خلاف ہے اس لئے ٹوکا گیا "فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ" کہہ کر تنبیہ کی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "معلوم ہوا کہ کاملین بھی (کسی درجہ میں) ظاہری اسباب پر خیال رکھتے ہیں۔"

يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا

آس توڑے — اپنے رب کی رحمت سے — مگر (وہی) جو گمراہ ہیں ◆ — بولا — پھر کیا

خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ

مہم ہے تمہاری — اے فرشتو کے بھیجے ہوؤ ◆ — بولے — ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں

اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ۭ اِنَّا لَمُنَجُّوْهُمْ

ایک قوم گنہگار پر — مگر لوط کے گھر والے — ہم ان کو بچا لیں گے

اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ ع

سب کو — مگر ایک اس کی عورت — ہم نے ٹھہرا لیا — وہ ہے رہ جانے والوں میں ◆

فَلَمَّا جَاۗءَ اٰلَ لُوْطِ ۨ الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ

پھر جب پہنچے — لوط کے گھر وہ بھیجے ہوئے — بولا — تم لوگ ہو

مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ

اوپرے (جن سے گھبراہٹ ہوتی ہے اور طرح طرح کے) ◆ بولے نہیں پر ہم لے کر آئے ہیں تیرے پاس وہ چیز — جس میں

يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

وہ جھگڑتے تھے ◆ — اور ہم لائے ہیں تیرے پاس پکی بات — اور ہم سچ کہتے ہیں ◆

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا

سو لے نکل اپنے گھر کو — کچھ رات رہے سے — اور تو چل ان کے پیچھے — اور

يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾

مڑ کر نہ دیکھے تم میں سے کوئی ◆ — اور چلے جاؤ — جہاں تم کو حکم ہے ◆

◆ **اللہ سے ناامیدی گمراہی ہے** | یعنی رحمت الٰہیہ سے ناامید تو عام مسلمان بھی نہیں ہو سکتے۔ چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام کو معاذ اللہ نوبت آئے۔ محض اسباب عادیہ اور اپنی حالت موجودہ کے اعتبار سے ایک چیز عجیب معلوم ہوئی، اس پر میں نے اظہار تعجب کیا ہے کہ خدا کی قدرت اب بڑھاپے میں مجھے اولاد دے گی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "عذاب سے نڈر ہووے اور فضل سے ناامید ہووے تو دونوں کفر کی باتیں ہیں یعنی آگے کی خبر اللہ کو ہے۔ ایک بات پر دعویٰ کرنا یقین کر کے کہ یوں نہیں ہو سکتا یہی کفر کی بات ہے باقی محض دل کے خیال (تصور) پر پکڑ نہیں جب منہ سے دعویٰ کرے تب گناہ ہوتا ہے۔"

◆ **فرشتوں سے حضرت ابراہیمؑ کا سوال** | یعنی کیا محض یہ بشارت سنانے کے لئے ہی بھیجے گئے ہو۔ یا کوئی اور مہم ہے جس پر مامور ہو کر آئے ہو۔ غالباً قرائن سے ابراہیم علیہ السلام سمجھے کہ اصل مقصد تشریف آوری کا کچھ اور ہے۔ ممکن ہے جو خوف انہیں دیکھ کر پیدا ہوا تھا اسی سے خیال گذرا ہو کہ خالص بشارت سنانے والوں کو دیکھ کر خوف کیا ضرور تھا۔ دوسری خوفناک چیز بھی ساتھ ہوگی۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی وہ باقی کفار کے ساتھ عذاب میں مبتلا رہے گی۔ **تنبیہ** | ظاہر یہ ہے کہ "قدرنا انہا لمن الغابرین" مقولہ ملائکہ کا ہے جو عذاب لیکر آئے تھے چونکہ اس وقت وہ قضا وقدر کا فیصلہ نافذ کرنے کے لئے سرکاری ڈیوٹی پر آئے تھے اس لئے تقدیر (ٹھہرانے) کی نسبت اپنی طرف کر لی۔ اور ممکن ہے "قدرنا الخ" حق تعالیٰ کا کلام ہو۔ تب کوئی اشکال نہیں۔

◆ **حضرت لوطؑ اور فرشتے** | یا تو یہ مطلب تھا کہ تم مجھے غیر معمولی سے آدمی معلوم ہوتے ہو جنہیں دیکھ کر خواہ مخواہ دل کھٹکتا ہے۔ یہ شاید ویسی ہی کھٹکا ہوگا جو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں پیدا ہوا تھا یا یہ غرض ہو کہ تم اس شہر میں اجنبی ہو تم کو یہاں کے لوگوں کی خوئے بد معلوم نہیں، دیکھئے وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں۔ یا یہ اس وقت فرمایا جب لوگوں نے فرشتوں کو حسین لڑکے سمجھ کر لوط کے مکان پر چڑھائی کی۔ لوط علیہ السلام انہیں مہمان سمجھے ہوئے امکانی مدافعت کرتے رہے۔ حتی کہ آخر میں نہایت حسرت سے فرمایا "لو ان لی بکم قوۃ او آوی الی رکن شدید" اسی وقت تنگ ہو کر اور گھبرا کر ان مہمانوں سے کہنے لگے کہ تم عجیب طرح کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ میں تمہاری آبرو بچانے کے لئے خون پسینہ ایک کر رہا ہوں لیکن تم میری امداد کے لئے ذرا ہاتھ بھی نہیں ہلاتے۔

◆ یعنی گھبراؤ مت۔ ہم آدمی نہیں ہیں، ہم تو آسمان سے وہ چیز لیکر آئے ہیں جس میں یہ لوگ تم سے جھگڑا کرتے تھے۔ یعنی مہلک عذاب جس کی تم دھمکی دیتے اور یہ انکار کرتے تھے۔

◆ یعنی اب آپ بالکل مطمئن ہو جائیے۔ یہ ہم ٹھیک پکی اور اٹل بات ہے جس میں قطعاً جھوٹ کا احتمال نہیں۔

◆ یعنی جب تھوڑی رات رہے اپنے گھر والوں کو بستی سے لیکر نکل جائیے اور آپ سب کے پیچھے رہیے تا کہ پورا اطمینان رہے کہ کوئی رہ تو نہیں گیا یا راستہ سے واپس تو نہیں ہوا۔ اس صورت میں آپ کا قلب مطمئن رہے گا اور دل جمعی سے خدا کے ذکر و شکر میں مشغول رہتے ہوئے رفقاء کی دیکھ بھال رکھیں گے۔ دوسری طرف آپ کے پیچھے ہونے کی وجہ سے آگے چلنے والوں کو آپ کا رعب مانع ہوگا کہ پیچھے مڑ کر دیکھیں۔ اس طرح "ولا یلتفت منکم احد" کا پورا امتثال ہو سکے گا اور دونوں خطرہ کے مقام سے بعید ہیں گے اور آپ کو اپنا ظاہری پشتیبان سمجھیں گے۔

◆ یعنی ملک شام میں یا اور کسی امن کی جگہ جو خدا نے ان کے لئے مقرر کی ہوگی۔

وَقَضَيْنَآ إِلَيْهِ ذَٰلِكَ ٱلْأَمْرَ أَنَّ دَابِرَ هَٰٓؤُلَآءِ

اور مقرر کر دی ہم نے — اس کو یہ بات — کہ ان کی جڑ

مَقْطُوعٌ مُّصْبِحِينَ ﴿٦٦﴾ وَجَآءَ أَهْلُ ٱلْمَدِينَةِ

کٹے گی — صبح ہوتے ◆ — اور آئے — شہر کے لوگ

يَسْتَبْشِرُونَ ﴿٦٧﴾ قَالَ إِنَّ هَٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِى فَلَا تَفْضَحُونِ ﴿٦٨﴾

خوشیاں کرتے ◆ — لوط نے کہا — یہ لوگ میرے مہمان ہیں — سو مجھ کو رسوا مت کرو ◆

وَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ ﴿٦٩﴾ قَالُوٓا۟ أَوَلَمْ نَنْهَكَ

اور ڈرو اللہ سے — اور میری آبرو مت کھوؤ ◆ — بولے — کیا ہم نے تجھ کو منع نہیں کیا

عَنِ ٱلْعَٰلَمِينَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هَٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِىٓ إِن كُنتُمْ

جہان کی حمایت سے ◆ — بولا — یہ حاضر ہیں میری بیٹیاں — اگر تم کو

فَٰعِلِينَ ﴿٧١﴾ لَعَمْرُكَ إِنَّهُمْ لَفِى سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿٧٢﴾

کرنا ہے ◆ — قسم ہے تیری جان کی — وہ اپنی مستی (نشے) میں — مدہوش ہیں ◆

فَأَخَذَتْهُمُ ٱلصَّيْحَةُ مُشْرِقِينَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا عَٰلِيَهَا

پھر آ پکڑا ان کو — چنگھاڑ نے — سورج نکلتے وقت (ہی) ◆ — پھر کر ڈالی ہم نے وہ بستی

سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ ﴿٧٤﴾

اوپر تلے — اور برسائے ان پر — پتھر — کھنگر (کنکر) کے ◆

◆ **قوم لوطؑ پر عذاب کی خبر** یعنی لوط علیہ السلام کو ملائکہ کے توسط سے ہم نے اپنا قطعی فیصلہ سنا دیا کہ عذاب آیا ہی چاہتا ہے۔ اگلی صبح کے وقت اس قوم کا بالکلیہ استیصال کر دیا جائے گا۔ شاید یہ مطلب ہو کہ صبح ہوتے ہی عذاب شروع ہو جائے گا اور اشراق تک سب صفایا کر دیا جائے گا۔ کیونکہ دوسری جگہ "مصبحین" کے بجائے "مشرقین" کا لفظ آیا ہے۔

◆ یعنی جب سنا کہ لوط کے یہاں بڑے حسین و جمیل لڑکے مہمان آئے ہیں تو اپنی عادت بد کی وجہ سے بڑے خوش ہوئے اور دوڑتے ہوئے ان کے مکان پر آئے اور لوط سے مطالبہ کیا کہ انہیں ہمارے حوالہ کر دو۔ تنبیہ "وجاء اھل المدینۃ الخ" میں "واؤ" مطلق جمع کے لئے ہے۔ یہاں ترتیب واقعات بیان میں ملحوظ نہیں۔ سورہ ہود اور اعراف میں یہ قصہ گزر چکا ہے اسے دیکھ لیا جائے اور وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔

◆ کیونکہ مہمان کی فضیحت میزبان کی رسوائی ہے۔

◆ یعنی خدا سے ڈرو، یہ بے حیائی کے کام چھوڑ دو اور مجھ کو مہمانوں کے بارے میں ذلیل مت کرو۔ آخر میں تم میں رہتا ہوں، میری آبرو کا تمہیں کچھ پاس کرنا چاہئے۔ مہمانوں کی نظر میں میری کیا قدر رہے گی جب یہ دیکھیں گے کہ بستی میں ایک آدمی بھی ان کی عزت نہیں کرتا جن کا یہ مہمان کہلاتا ہے۔

◆ **قوم لوط کی گستاخی** یعنی ہم سے تو آپ خود ہی پہلے عہد لے چکے ہیں۔ جب ہم منع کر چکے کہ تم کسی اجنبی کو جماعت یا اپنا مہمان بناؤ۔ ہم کو اختیار ہے جو باہر سے آنے والوں کے ساتھ جس طرح چاہیں پیش آئیں۔ پھر آپ کو کیا ضرورت پیش آئی کہ خواہ مخواہ ان لوگوں کو اپنے یہاں ٹھہرا کر فضیحت ہونے۔ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ اجنبی مسافروں کو اپنے افعال شنیعہ کا تختہ مشق بناتے ہوں گے اور حضرت لوط علیہ السلام اپنے مقدور کے موافق غریب مسافروں کی حمایت اور ان اشقیاء کو ناپاک حرکتوں سے باز رکھتے ہوں گے۔

◆ **حضرت لوط کی نصیحت** یعنی جو تم نے مجھ کو اجنبی لوگوں کی حمایت سے روکا، میں پوچھتا ہوں آخر ان کے روکنے کا منشا کیا ہے؟ یہی نا کہ میں تمہاری خلاف فطرت شہوت رانی کے راستہ میں حائل ہوتا ہوں۔ تو خود غور کرو کیا تقاضائے شہوت کے علاج کا موقع تمہارے سامنے موجود نہیں جو ایسی بیہودہ بدکاری کے مرتکب ہوتے ہو۔ یہ تمہاری بیویاں (جو میری بیٹیوں کے برابر ہیں) تمہارے گھروں میں موجود ہیں۔ اگر تم میرے کہنے کے موافق عمل کرو اور تقاضائے شہوت کے مشروع و معقول طریقہ پر چلو تو حاجت برآری کے لئے وہ کافی ہیں۔ یہ کیا آفت ہے کہ حلال اور ستھری چیز کو چھوڑ کر حرام کی گندگی میں ملوث ہوتے ہو۔

◆ **آنحضرت کی جان کی قسم** ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب حق تعالیٰ شانہ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو ہے۔ یعنی تیری جان کی قسم لوطیہ قوم غفلت اور مستی کے نشہ میں بالکل اندھی ہو رہی تھی وہ بڑی لاپروائی سے حضرت لوط کی نصیحت بلکہ لجاجت کو ٹھکرا رہے تھے۔ ان کو اپنی قوت کا نشہ تھا، شہوت پرستی نے ان کے دل و دماغ مسخ کر رکھے تھے۔ وہ بڑے امن و اطمینان کے ساتھ پیغمبر خدا سے جھگڑ رہے تھے۔ نہیں جانتے تھے کہ کچھ دیر میں کیا ہونے والا ہے۔ تباہی اور ہلاکت کی گھڑی ان کے سر پر منڈلا رہی تھی وہ لوط کی باتوں پر ہنستے تھے اور موت انہیں دیکھ کر ہنس رہی تھی۔ تنبیہ ابن عباس نے فرمایا خدا تعالیٰ نے دنیا میں کوئی جان محمد ﷺ کی جان سے زیادہ اکرم و اشرف پیدا نہیں کی۔ میں نے خدا کو نہیں سنا کہ اس نے محمد ﷺ کی جان عزیز کے سوا کسی دوسری جان کی قسم کھائی ہو۔ قرآن کریم میں جو قسمیں آئی ہیں ان کے متعلق ہم انشاء اللہ کسی دوسری جگہ مفصل کلام کریں گے۔

◆ اس کے متعلق ہم قریب ہی "دابر ھؤلاء مقطوع مصبحین" کے فوائد میں کلام کر چکے ہیں۔ ابن جریج کا قول ہے کہ ہر عذاب جس سے کوئی قوم ہلاک کی جائے "صیحہ" اور "صاعقہ" کہلاتا ہے۔

◆ اس کی تفصیل سورہ ہود وغیرہ میں گزر چکی۔

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِينَ ﴿٧٥﴾ وَإِنَّهَا

بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو ◆ اور وہ بستی واقع ہے

لَبِسَبِيلٍ مُّقِيمٍ ﴿٧٦﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾

سیدھی راہ پر ◆ البتہ اس میں نشانی ہے ایمان والوں کو (یقین کرنے والوں کو) ◆

وَإِن كَانَ أَصْحَابُ الْأَيْكَةِ لَظَالِمِينَ ﴿٧٨﴾ فَانتَقَمْنَا

اور تحقیق تھے بن کے رہنے والے گنہگار ◆ سو ہم نے بدلہ لیا

مِنْهُمْ وَإِنَّهُمَا لَبِإِمَامٍ مُّبِينٍ ﴿٧٩﴾ وَلَقَدْ كَذَّبَ

ان سے اور یہ دونوں بستیاں واقع ہیں کھلے راستہ پر ◆ اور بے شک جھٹلایا

أَصْحَابُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِينَ ﴿٨٠﴾ وَآتَيْنَاهُمْ آيَاتِنَا

حجر والوں نے (حجر کے رہنے والوں نے) رسولوں کو ◆ اور دیں ہم نے ان کو اپنی نشانیاں

فَكَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ﴿٨١﴾ وَكَانُوا يَنْحِتُونَ

سو رہے ان سے منہ پھیرتے (ان کو ٹالتے) ◆ اور تھے تراشتے تھے

مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتًا آمِنِينَ ﴿٨٢﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ

پہاڑوں کے گھر اطمینان کے ساتھ ◆ پھر پکڑا ان کو چنگھاڑ نے

مُصْبِحِينَ ﴿٨٣﴾ فَمَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٨٤﴾

صبح (ہوتے) ہونے کے وقت پھر کام نہ آیا ان کے جو کچھ کمایا تھا ◆

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا إِلَّا

اور ہم نے بنائے نہیں آسمان اور زمین اور جو ان کے بیچ میں ہے بغیر

◆ **اہل فراست کے لئے نشانیاں** | "متوسمین" اصل میں اس شخص کو کہتے ہیں جو کسی ظاہری علامت و قرائن سے مخفی فراست سے کسی پوشیدہ بات کا پتہ لگا لے۔ حدیث میں ہے "اتقوا فراسة المؤمن فانه ينظر بنور الله" بعض روایات میں "وينطق بتوفيق الله" کی زیادت ہے۔ یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو، وہ خدا تعالیٰ کے عطا کئے ہوئے نور و توفیق سے دیکھتا ہے۔ شاید "کشف" اور "فراست" میں بقول امیر عبدالرحمٰن خاں مرحوم اتنا ہی فرق ہو جتنا یقینیات اور ظنیات میں ہوتا ہے۔ بہرحال آیت کا مطلب یہ ہے کہ دھیان کرنے اور پتہ لگانے والوں کے لئے "قوم لوط" کے قصہ میں عبرت کے بہت نشان موجود ہیں۔ انسان سمجھ سکتا ہے کہ بدی اور سرکشی کا انجام کیا ہوتا ہے۔ خدائی قدرت عظیمہ کے سامنے ساری طاقتیں ہیچ ہیں۔ "اس کی لاٹھی میں آواز نہیں۔" اس کی مہلت پر آدمی مغرور نہ ہو، مومنین کے ساتھ خدا کا معاملہ اور عادت کیا ہے، دشمنوں کا حشر کیا ہوگا وغیرہ ذلک۔

◆ عرب کے شام کو جاتے ہوئے اس الٹی ہوئی بستی کے کھنڈر نظر آتے تھے۔ "وانكم لتمرون عليهم مصبحين وبالليل افلا تعقلون" (صافات رکوع ۴)

◆ **قوم لوط کے کھنڈر** | یعنی ان کھنڈرات کو دیکھ کر خصوصاً مومنین کو عبرت ہوتی ہے۔ کیونکہ وہی سمجھتے ہیں کہ اس قوم کی جڑ کیوں اور کس کی ناراضی سے اکھاڑی گئی۔ بستیاں الٹی گئیں۔ مومنین کے سوا دوسرے لوگ تو ممکن ہے انہیں دیکھ کر محض بخت و اتفاق یا اسباب طبیعیہ کا نتیجہ قرار دیں۔

◆ **اصحاب الایکہ** | بن کے رہنے والے یعنی قوم شعیبؑ "مدین" میں رہتی تھی جس کے نزدیک درختوں کا بن تھا۔ وہاں رہتے ہوں گے۔ بعض کہتے ہیں "اصحاب ایکہ" اور "اصحاب مدین" دو جداگانہ قومیں ہیں۔ حضرت شعیبؑ دونوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ ان لوگوں کا شیوہ شرک و بت پرستی، ڈاکہ زنی اور ناپ تول میں فریب اور دغا بازی تھا۔ پہلے سورہ ہود و اعراف میں ان کا مفصل قصہ گذر چکا ہے ملاحظہ کر لیا جائے۔

◆ **قوم شعیبؑ کی بستیاں** | یعنی حجاز و شام کے جس راستہ پر قوم لوط کی بستیاں تھیں، وہیں ذرا نیچے اتر کر قوم شعیب کا مسکن تھا۔ دونوں کے آثار سر راہ چلنے والوں کو نظر آتے ہیں۔

◆ **اصحاب حجر** | "حجر والے" فرمایا "ثمود" کو۔ ان کے ملک کا نام "حجر" تھا جو مدینہ سے شمال کی طرف واقع ہے۔ ان کی طرف حضرت صالحؑ پیغمبر مبعوث ہوئے۔ ایک نبی کا جھٹلانا سب نبیوں کا جھٹلانا ہے۔

◆ یعنی اونٹنی جو پتھر سے نکلی، اور اس کے علاوہ دوسرے معجزات۔

◆ یعنی دنیوی زندگی پر مغرور ہو کر تعمیر کی تعیش کے لئے پہاڑوں کو تراش کر بڑے عالیشان مکان بناتے تھے۔ گویا کبھی یہاں سے جانا نہیں۔ یہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ ایسی مضبوط و مستحکم عمارتوں میں کوئی آفت کہاں پہنچ سکتی ہے۔

◆ یعنی مال و دولت، مستحکم عمارتیں، جسمانی قوت اور دوسرے اسباب و وسائل میں سے کوئی چیز بھی خدا کے عذاب کو دفع نہ کر سکی۔ ان کا قصہ بھی پہلے گذر چکا۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ تبوک جاتے ہوئے "وادی حجر" پر سے گذرے تو آپ نے سر ڈھانپ لیا۔ سواری کی رفتار تیز کر دی اور صحابہ کو حکم دیا کہ معذب قوموں کی بستیوں پر سے داخل ہو تو (خدا کے خوف سے) روتے ہوئے گذرو، ورنہ رونے والوں کی صورت بناؤ۔ خدا نہ کرے وہ مصیبت تم کو پہنچے جو ان کو پہنچی تھی۔ یہ آپ نے مسلمانوں کو ادب سکھلایا کہ آدمی اس قسم کے مقامات میں پہنچ کر عبرت حاصل کرے اور خدا کے خوف سے لرزاں و ترساں ہو، محض سیر و تفریح نہ سمجھے۔

بِالْحَقِّ ؕ وَ اِنَّ السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ

حکمت (تدبیر) سے — اور قیامت بے شک — آنے والی ہے — سو کنارہ کر اچھی طرح

الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَ لَقَدْ

کنارہ ◆ — تیرا رب جو ہے — وہی ہے پیدا کرنے والا — خبردار ◆ — اور

اٰتَيْنٰكَ سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَ الْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾

ہم نے دی ہیں تجھ کو — سات آیتیں — وظیفہ — اور قرآن — بڑے درجہ کا ◆

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ

مت ڈال — اپنی آنکھیں ان چیزوں پر — جو برتنے کو دیں ہم نے ان میں سے کئی طرح کے لوگوں کو ◆

وَ لَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَ اخْفِضْ جَنَاحَكَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۸﴾

اور نہ غم کھا ان پر — اور جھکا اپنے بازو — ایمان والوں کے واسطے ◆

وَ قُلْ اِنِّيْۤ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۹﴾ كَمَاۤ اَنْزَلْنَا

اور کہہ — کہ میں وہی ہوں ڈرانے والا — کھول کر ◆ — جیسے ہم نے بھیجا ہے

عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ﴿۹۰﴾ الَّذِيْنَ جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ﴿۹۱﴾

ان بانٹنے والوں پر — جنہوں نے کیا ہے — قرآن کو بوٹیاں ◆

◆ **تخلیق میں اللہ کی حکمت** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی حکمتوں کو ملحوظ رکھ کر فرمایا کہ یہ جہاں یوں ہی خالی نہیں بنا اسی پر ایک حد ہے۔ ہر چیز کا تدارک کرتے ہیں۔ عمل اور آخری تدارک کا نام قیامت ہے" اور کفار سے کنارہ کرنے کو کہا یا جب خدا کا حکم پہنچا چکے تبلیغ کا فرض ادا کر دیا اور کافر ضد پر اڑے رہے تب حکم ہوا کہ زیادہ جھگڑنے سے فائدہ نہیں اب معاملہ کی راہ دیکھو ان کی تکلیف دہی پر صبر کرو حرف شکایت زبان پر نہ لاؤ یہاں تک کہ خدا کا فیصلہ آ جائے۔

◆ جس کو تم سے پیدا اور ان کی ابتدا کی سب خبر ہے وہ ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ اس آیت میں گویا معاد کی تقریر فرما دی یعنی جس نے ایک مرتبہ پیدا کیا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اور جس چیز کے اجزاء منتشر ہو گئے ہوں اس کو ہر جز کی خبر ہے جہاں بھی ہوں سب کو جمع کر سکے گا۔ دوسری جگہ فرمایا "اولیس الذی خلق السموات والارض بقادر علی ان یخلق مثلھم بلی وھو الخلاق العلیم" الی آخر الآیۃ (یٰسٓ رکوع ۵)

◆ **سبع مثانی کی فضیلت و عظمت** | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی یہ اتنی بڑی نعمت دی تجھ کو تو منکروں کافروں کی ضد سے خفا نہ ہو"۔ **سبع مثانی کا مصداق کیا ہے** | "سبع مثانی" کے مصداق میں اختلاف ہے۔ صحیح اور راجح یہی ہے کہ اس سے مراد سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں جو ہر نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں اور جن کو بطور وظیفہ کے بار بار پڑھا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے تورات، انجیل، زبور، قرآن کسی کتاب میں اس کا مثل نازل نہیں فرمایا۔ احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورۂ "فاتحہ" کو فرمایا کہ یہی "سبع مثانی" اور قرآن عظیم ہے جو مجھ کو دیا گیا۔ اس چھوٹی سی سورت کو "قرآن عظیم" (بڑا قرآن) فرمانا اس وجہ کے اعتبار سے ہے۔ اس سورت کو ام القرآن بھی اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ گویا یہ ایک خلاصہ اور متن ہے جس کی تفصیل و شرح پورے قرآن کو سمجھنا چاہئے۔ قرآن کے تمام علوم و مطالب کا اجمالی تخم تنہا اس سورت میں موجود ہے۔ یوں مثانی کا لفظ بعض حیثیات سے پورے قرآن پر بھی اطلاق کیا گیا ہے اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحۡسَنَ الۡحَدِيۡثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ الخ (زمر رکوع ۳) اور ممکن ہے دوسری سورتوں کو مختلف وجوہ سے "مثانی" کہا جاتا ہو۔ مگر اس جگہ "سبع مثانی" اور "قرآن عظیم" کا مصداق یہی سورت (فاتحہ) ہے۔

◆ **کفار کی دولت پر نظر نہ کرو** | یعنی مشرکین، یہود و نصاریٰ اور دوسرے دشمنان خدا اور رسول کو دنیا کی چند روزہ زندگی کا جو سامان دیا ہے اس کی طرف نظر نہ کیجئے کہ ان ملعونوں کو یہ سامان کیوں دے دیا گیا جس سے ان کی شقاوت و شرارت زیادہ بڑھتی ہے۔ یہ دولت مسلمانوں کو ملتی تو نیک کاموں میں خرچ ہوتی۔ ان کو تھوڑی دیر مزہ اڑا لینے دو۔ تم کو خدا تعالیٰ نے وہ دولت قرآن دی ہے جس کے آگے سب دولتیں گرد ہیں۔ روایات میں ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن دیا پھر کسی کی دولت و نعمت دیکھ کر یوں ترسے اس نے قرآن کی قدر نہ جانی۔

◆ تم غم نہ کھاؤ کہ یہ مسلمان کیوں نہیں ہوتے۔ آپ فرض تبلیغ ادا کرتے رہیں۔ معاندین کے پیچھے اپنے کو زیادہ فکر و غم میں گھلا نہ دیجئے۔ آپ کی شفقت و ہمدردی کے مستحق مؤمنین ہیں۔ ان کے ساتھ ملاطفت، نرم خوئی اور شفقت و تواضع کا برتاؤ رکھیے۔

◆ یعنی کوئی مانے یا نہ مانے میں خدا کا پیام صاف صاف پہنچائے دیتا ہوں اور تکذیب و شرارت کے عواقب سے خوب کھول کر ڈرا رہا ہوں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "تیرا کام دل پھیر دینا نہیں، یہ خدا سے ہو سکتا ہے۔ جو کوئی ایمان نہ لائے تو تم غم نہ کھاؤ۔"

◆ **مقتسمین کون ہیں؟** | اس آیت کے معنی کئی طرح کیے گئے ہیں۔ بعض نے کہا کہ "مقتسمین" (بانٹنے والوں) سے آپ کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ وغیرہ ہیں جنہوں نے قرآن کی تقسیم و تحلیل کر رکھی تھی۔ یعنی جو مضمون قرآن کا ان کی تحریفات یا آراء و اہواء کے موافق پڑ جائے مان لو، جو خلاف ہو نہ مانو۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے تجھے "سبع مثانی" اور "قرآن عظیم" دے کر بھیجا جیسے ان لوگوں پر بھی پہلے کتابیں نازل کی تھیں۔ آپ پر کتاب اتارنا یا وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں جس کا انکار کیا جائے۔ بعض نے "مقتسمین" سے یہود و نصاریٰ مراد لے کر "قرآن" سے کتب سابقہ مراد لی ہیں۔ یعنی انہوں نے تحریف کر کے اپنی کتابوں کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ بعض نے کہا مشرکین مراد ہیں جو بطور استہزاء و تمسخر قرآن کی تقسیم کرتے تھے۔ جب سورتوں کے نام سنتے تو ہنس کر آپس میں کہتے۔ بقرہ یا مائدہ میں لوں گا، عنکبوت تم کو دوں گا۔ ان لوگوں نے ایک اور طرح بھی قرآن کے متعلق خیالات تقسیم کر رکھے تھے کوئی اسے شاعری بتاتا، کوئی کہانت، کوئی جادو، کوئی مجنون کی بڑ، کوئی اساطیر الاولین۔ ان کو آگاہ کیا گیا کہ میں سب کو عذاب سے ڈرانے والا ہوں، جیسا عذاب یقیناً نازل ہونے والا ہے ان تقسیم کرنے والوں پر۔ اس وقت "انزلنا" کی تعبیر اس لحاظ سے ہوگی کہ متحقق الوقوع اور قریب الوقوع مستقبل کو گویا ماضی فرض کر لیا گیا۔ ابن کثیر نے "مقتسمین" کے معنی قسم کھانے والوں کے لیے ہیں یعنی وہ گذشتہ قومیں جو انبیاء کی تکذیب و مخالفت کے حلف اٹھا چکی تھیں اور جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتی تھیں اور انہوں نے کتب سماویہ کے ٹکڑے کر دیے تھے۔ جیسا عذاب ہم نے ان پر اتارا اسی طرح کے عذاب سے یہ "نذیر مبین" تم کو ڈراتا ہے۔ "مقتسمین" کے اس معنی کی تائید میں ابن کثیر نے ذیل کی آیات پیش کی ہیں۔ "قَالُوْا تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ وَاَهْلَهٗ" (نمل رکوع ۴) وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ (نحل رکوع ۵) اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ (ابراہیم رکوع ۷) اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ (اعراف رکوع ۶)

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۹۲﴾ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾

سو قسم ہے تیرے رب کی ہم کو پوچھنا ہے ان سب سے جو کچھ وہ کرتے تھے ◆ سو سنا دے کھول کر جو تجھ کو حکم ہوا اور پروا نہ کر مشرکوں کی ◆ ہم بس ہیں (کافی) تیری طرف سے ٹھٹھے کرنے والوں کو ◆ جو کہ ٹھہراتے ہیں اللہ کے ساتھ دوسرے کی بندگی سو عنقریب معلوم کر لیں گے ◆ اور ہم جانتے ہیں کہ تیرا جی رکتا ہے ان کی باتوں سے ◆ سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی اور ہو سجدہ کرنے والوں سے ◆ اور بندگی کئے جا اپنے رب کی جب تک آئے تیرے پاس یقینی بات ◆

آیاتها ۱۲۸ (۱۶) سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ (۷۰) رکوعاتها ۱۶

سورۂ نحل مکہ میں اتری اور اس کی ایک سو اٹھائیس آیتیں ہیں اور سولہ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

یعنی کس کی عبادت کی تھی؟ پیغمبروں کے ساتھ کس طرح پیش آئے تھے؟ لا الٰہ الا اللہ کو کہاں تک مانا تھا اس کلمہ کا حق کہاں تک ادا کیا تھا؟ یا اور اسی قسم کے نہ معلوم کتنے سوالات ہوں گے۔

یعنی کہنے میں کوتاہی نہ کیجئے خوب کھول کر خدائی پیغامات پہنچا دیجئے۔ یہ مشرکین آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

یعنی دنیا و آخرت میں ہم سب ٹھٹھا کرنے والوں سے نبٹ لیں گے آپ بے خوف و خطر تبلیغ کرتے رہئے آپ کا بال بیکا نہ ہو گا۔

کفار کے استہزاء کا انجام | یعنی رسول کے ساتھ استہزاء کرنا اور خدا کے لئے شریک ٹھہرانا دونوں باتوں کا انجام یہ لوگ دیکھ لیں گے۔

یعنی اگر ان کی ہٹ دھرمی سے دل تنگ ہو تو آپ ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر ہمہ تن خدا کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہئے۔ خدا کا ذکر، نماز، سجدہ، عبادت الٰہی وہ چیزیں ہیں جن کی تاثیر سے قلب مطمئن و منشرح رہتا ہے اور فکر و غم دور ہوتے ہیں۔ اسی لئے نبی کریم ﷺ کی عادت تھی کہ جب کوئی اہم بات فکر کی پیش آتی آپ نماز کی طرف جھپٹتے۔

یقین بمعنی موت | یقین کا لفظ دوسری جگہ قرآن نے اسی معنی میں استعمال کیا ہے "وکنا نکذب بیوم الدین حتی اتٰنا الیقین" (مدثر رکوع ۲) حدیث میں ایک میت کی نسبت آپ نے فرمایا "اما ھو فقد جاءہ الیقین وانی لارجو لہ الخیر" جمہور سلف نے اس آیت میں "یقین" کو بمعنی موت لیا ہے یعنی مرتے دم تک خدا کی عبادت میں لگے رہئے۔

اندریں رہ می تراش و می خراش — تادم آخر دمے فارغ مباش

بعض عارفین نے اس جگہ "یقین" کو کیفیت قلبیہ کے معنی میں لیا ہے اس کی توجیہ روح المعانی میں مذکور ہے دیکھ لیا جائے۔ تم سورۃ الحجر وللہ الحمد والمنۃ وھو المسئول ان یتوفانا علی اکمل الاحوال واحسنھا فانہ جواد کریم۔

أَتَىٰٓ أَمۡرُ ٱللَّهِ فَلَا تَسۡتَعۡجِلُوهُۚ سُبۡحَٰنَهُۥ وَتَعَٰلَىٰ

آ پہنچا حکم اللہ کا سو اس کی جلدی مت کرو ◆ وہ پاک ہے اور برتر ہے

عَمَّا يُشۡرِكُونَ ۝١ يُنَزِّلُ ٱلۡمَلَٰٓئِكَةَ بِٱلرُّوحِ مِنۡ

ان کے شریک بتلانے سے ◆ اتارتا ہے فرشتوں کو ◆ بھید دے کر ◆

أَمۡرِهِۦ عَلَىٰ مَن يَشَآءُ مِنۡ عِبَادِهِۦٓ أَنۡ أَنذِرُوٓاْ

اپنے حکم سے جس پر چاہے ◆ اپنے بندوں میں کہ خبردار کر دو

أَنَّهُۥ لَآ إِلَٰهَ إِلَّآ أَنَا۠ فَٱتَّقُونِ ۝٢ خَلَقَ ٱلسَّمَٰوَٰتِ

کہ کسی کی بندگی نہیں سوا میرے سو مجھ سے ڈرو ◆ بنائے آسمان

وَٱلۡأَرۡضَ بِٱلۡحَقِّۚ تَعَٰلَىٰ عَمَّا يُشۡرِكُونَ ۝٣ خَلَقَ

اور زمین ٹھیک ٹھیک وہ برتر ہے ان کے شریک بتلانے سے ◆ بنایا

ٱلۡإِنسَٰنَ مِن نُّطۡفَةٖ فَإِذَا هُوَ خَصِيمٞ مُّبِينٞ ۝٤

آدمی کو ایک بوند سے پھر جبھی ہو گیا جھگڑا کرنے والا بولنے والا ◆

وَٱلۡأَنۡعَٰمَ خَلَقَهَاۖ لَكُمۡ فِيهَا دِفۡءٞ وَمَنَٰفِعُ

اور چوپائے بنا دیے تمہارے واسطے ان میں جڑاول ہے اور کتنے فائدے

سورۃ النحل

◆ اللہ کا حکم آ پہنچا ہے یعنی خدا کا یہ حکم کہ پیغمبر علیہ السلام کی جماعت غالب و منصور اور حق کے مخالف مغلوب و ذلیل ہوں گے جنہیں دنیا میں مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں اور قدرت میں یا اور واسطہ حکم الٰہی کے ان کے اعمال بد سے شرک و کفر کی دونوں قسم کی سزا ملے کی قسم کے وقوع کا وقت قریب آ پہنچا۔ اور قیامت کی گھڑی بھی دور نہیں ہے۔ جس چیز کا آنا یقینی ہو اسے آئی ہوئی سمجھنا چاہئے پھر جلدی مچانے کی کیا ضرورت ہے۔ کفار ازراہ تکذیب و استہزاء کہا کرتے تھے کہ جس عذاب یا قیامت کے آنے کا تم وعدہ کرتے ہو وہ جلد کیوں نہیں آ جاتا انہیں متنبہ فرما دیا کہ تمہارے بچانے سے وہ ٹلنے والا نہیں۔ بلکہ حق تعالیٰ اور اپنی حکمت پر جلد آیا چاہتا ہے جس قدر دیر لگ

رہی ہے وہ بھی ایک طرح سے تمہارے حق میں مفید ہے ممکن ہے بعض کو اصلاح و توبہ کی توفیق مل جائے۔ ویستعجلونک بالعذاب ولولا اجل مسمی لجاءھم العذاب (عنکبوت رکوع ۵) یستعجل بها الذین لا یؤمنون بها والذین آمنوا مشفقون منها ویعلمون انها الحق (شوریٰ رکوع ۲)

◆ یعنی جب حق کا غالب ہونا اور کفر و شرک پر سزا ملنا یقینی ہے تو توحید کی راہ اختیار کرو اور شرک کا عذر طریق سے علیحدہ ہو جاؤ۔ جنہیں تم خدائی کا شریک ٹھہراتے ہو ان میں سے کوئی خدا کے حکم کو ٹال نہیں سکتا نہ عذاب الٰہی کو روک سکتا ہے۔

◆ یعنی فرشتوں کی جنس میں سے بعض کو جیسے حضرت جبرئیل علیہ السلام یا حفظۃ الوحی جن کی طرف "فانه یسلک من بین یدیه ومن خلفه رصدا" (جن رکوع ۲) میں اشارہ کیا ہے۔

◆ یہاں "روح" سے مراد وحی الٰہی ہے جو خدا کی طرف سے پیغمبروں کی طرف غیر مرئی طریق پر بطور ایک بھید کے آتی ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا "یلقی الروح من امره علی من یشاء من عباده" (المؤمن رکوع ۲) ایک جگہ قرآن کی نسبت فرمایا "وکذلک اوحینا الیک روحا من امرنا" (شوریٰ رکوع ۵) قرآن یا وحی الٰہی کو "روح" سے تعبیر فرمانے میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح مادی اجسام کو روح سے ظاہری حیات حاصل ہوتی ہے اسی طرح قلوب جو جہل و ضلال کی بیماریوں سے مردہ ہو چکے تھے وہ وحی الٰہی کی روح پا کر زندہ ہو جاتے ہیں۔

◆ انبیاء کی بعثت | وہ بندے رسولوں کا انتخاب انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جن کو خدا تعالیٰ ساری مخلوق میں سے اپنی حکمت کے موافق اپنے کامل اختیار سے چن لیتا ہے۔ "اللہ اعلم حیث یجعل رسالته" (انعام رکوع ۱۵) "اللہ یصطفی من الملائکة رسلا ومن الناس" (الحج رکوع ۱۰)

◆ یعنی توحید کی تعلیم، شرک کا رد اور تقویٰ کی طرف دعوت۔ یہی ہے تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترک منصب اصلی (مشن) رہا ہے۔ گویا اثبات توحید کی یہ نقلی دلیل ہوئی۔ آگے عقلی دلیلیں بیان کی جاتی ہیں۔

◆ زمین و آسمان میں توحید کے دلائل | یعنی زمین و آسمان کا نظام ایسا درست و استوار بنایا ہے جسے دیکھ کر لامحالہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ تمام کائنات کا سلسلہ صرف ایک ہی مالک مختار کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔ اگر کئی با اختیار خداؤں کے ہاتھوں میں باگ ہوتی تو یہ محکم انتظام و انضباط اتنی مدت تک ہرگز قائم نہ رہتا ضرور آپس میں ٹکر ہو جاتی۔ بلکہ کئی آزاد خداؤں کی کشمکش باہمی سرے سے اس نظام عالم کو موجود ہی نہ ہونے دیتی۔ "لو کان فیهما آلهة الا الله لفسدتا" (انبیاء رکوع ۲) "اذا لذهب کل اله بما خلق ولعلا بعضهم علی بعض" (المؤمنون رکوع ۵)

◆ تخلیق انسان میں اللہ کی نشانیاں | یعنی علویات و سفلیات کا انتظام درست کر کے تم کو پیدا کیا۔ تم خود اپنی خلقت میں غور کرو تو حق تعالیٰ کی عجیب و غریب صنعت و قدرت کا سبق ملے گا۔ تمہاری اصل کیا تھی؟ ایک قطرہ بے جان، جس میں نہ حس و حرکت تھی نہ شعور و ادراک، نہ بات کرنے کے قابل تھا، نہ اس لائق تھا کہ کسی معاملہ میں جھگڑ کر اپنا حق منوا دے یا دوسروں پر غالب آ جائے۔ اب دیکھو حق تعالیٰ نے اسی قطرہ ناچیز کو کیا سے کیا بنا دیا۔ کیسی عجیب صورت عطا کی۔ اور کیسی اعلیٰ قوتیں اور کمالات اس پر فائض کیے جو ایک حرف بولنے پر قادر نہ تھا کیسے لیکچر دینے لگا جس میں اولاً حس و حرکت نہ تھی اب کس طرح بات بات میں جھگڑے کرنے اور حجتیں نکالنے لگا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات مخلوق سے گذر کر خالق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا یہ بھی یاد نہ رکھا کہ میری اصل کیا تھی اور کیسے یہ قوت حاصل ہوئی۔ "اولم یر الانسان انا خلقناه من نطفة فاذا هو خصیم مبین وضرب لنا مثلا ونسی خلقه قال من یحیی العظام وهی رمیم قل یحییها الذی انشاها اول مرة وهو بکل خلق علیم" (یٰس رکوع ۵)

وَمِنْهَا تَأْكُلُوْنَ ۝ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ

اور ان میں سے کھاتے ہو ◆ اور تم کو ان سے عزت ہے جب شام کو لاتے ہو

وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ

اور جب چرانے لے جاتے ہو ◆ اور اٹھا لے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک

لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ

کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر جان توڑ کر بیشک تمہارا رب

لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ

بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے ◆ اور گھوڑے پیدا کئے اور خچر اور گدھے

لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَعَلَى

کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے ◆ اور پیدا کرتا ہے جو تم نہیں جانتے ◆ اور

اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ

اللہ تک پہنچتی ہے سیدھی راہ اور کوئی راہ کج بھی ہے ◆ اور اگر وہ چاہے

لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ

تو سیدھی راہ دے تم سب کو ◆ وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے

مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝

تمہارے لیے پانی اس سے پیتے ہو اور اسی سے درخت ہوتے ہیں جس میں چراتے ہو ◆

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَ

اگاتا ہے تمہارے واسطے اس سے کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور

ع

الْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً

انگور | اور ہر قسم کے میوے | اس میں البتہ نشانی ہے

لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝۱۱ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَ

ان لوگوں کو جو غور کرتے ہیں ◆ | اور تمہارے کام میں لگا دیا | رات | اور دن | اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ

سورج | اور چاند کو | اور ستارے | کام میں لگے ہیں | اس کے حکم سے ◆

فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝۱۲ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ

اس میں | نشانیاں ہیں | ان لوگوں کو جو سمجھ رکھتے ہیں | اور جو چیزیں پھیلائیں تمہارے واسطے

فِی الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً

زمین میں | رنگ برنگ کی ◆ | اس میں | نشانی ہے

لِّقَوْمٍ یَّذَّكَّرُوْنَ ۝۱۳ وَهُوَ الَّذِیْ سَخَّرَ الْبَحْرَ

ان لوگوں کو | جو سوچتے ہیں | اور وہی ہے | جس نے کام میں لگا دیا دریا کو

لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ

کہ کھاؤ اس میں سے | گوشت تازہ | اور نکالو | اس میں سے

حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِیْهِ

گہنا | جو پہنتے ہو | اور دیکھتا ہے تو کشتیوں کو چلتی ہیں پانی پھاڑ کر اس میں (دریا میں) ◆

وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝۱۴ وَاَلْقٰى

اور اس واسطے کہ تلاش کرو اس کے فضل سے | اور تاکہ | احسان مانو ◆ | اور رکھ دیے

پھلوں اور میووں کی تخلیق | یعنی ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل اور میوے اگاتا رہتا ہے جن کی شکل و صورت، رنگ و بو، مزہ اور تاثیر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اس میں غور کرنے والوں کے لئے خدائی قدرت کاملہ اور صنعت عجیبہ کا بڑا نشان ہے کہ ایک زمین، ایک آفتاب، ایک ہوا اور ایک پانی سے کیسے رنگ برنگ کے پھول پھل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

رات اور دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں تا دنیا کا کاروبار چلے اور لوگ سکون و آرام حاصل کر سکیں۔ اسی طرح چاند سورج ایک معین نظام کے ماتحت نکلتے اور چھپتے رہتے ہیں۔ رات دن کی آمد و شد اور شمس و قمر کے طلوع و غروب کے ساتھ انسانوں کے بیشمار فوائد وابستہ ہیں۔ بلکہ غور سے دیکھا جائے تو ان کے بدون انسان کی زندگی محال ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اقتدار کامل سے چاند سورج اور کل ستاروں کو ادنیٰ مزدوروں کی طرح ہمارے کاموں پر لگا رکھا ہے۔ مجال نہیں کہ ذرا سستی یا سرتابی کر سکیں۔ لیکن چونکہ رات دن اور چاند سورج سے بالکل صریح طور پر ہمارے کام متعلق ہیں اور دوسرے ستاروں سے ہمارے فوائد و مصالح کی وابستگی اس قدر واضح نہیں ہے شاید اس لئے ان کو جدا کر کے دوسرے عنوان سے بیان فرمایا۔ واللہ اعلم

یعنی جس بلند و برتر ہستی نے آسمانی چیزوں کو تمہارے کام میں لگایا اسی نے تمہارے فائدہ کے لئے زمین میں مختلف قسم کی مخلوقات پیدا کیں جو باوجود شکل و صورت، رنگ و بو اور منافع و خواص میں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اس میں سب حیوانات، نباتات، جمادات، اور مرکبات شامل ہو گئے۔

سمندر کی تسخیر اور اس کے منافع | یعنی ایسے ٹھاٹھیں مارنے والے خوفناک سمندر کو بھی جس کے سامنے انسان ضعیف البنیان کی کچھ بساط نہیں، تمہارے کام میں لگا دیا کہ اس میں بے تکلف مچھلی کا شکار کر کے نہایت لذیذ اور تر و تازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔ اور اس کے بعض حصوں میں سے موتی اور مونگا نکالتے ہو جس کے قیمتی زیور تیار کیے جاتے ہیں۔ بھلا سمندر کی موجوں کو دیکھو جن کے سامنے بڑے بڑے جہازوں کی ایک تنکے کے برابر حقیقت نہیں۔ لیکن ایک چھوٹی سی کشتی کس طرح ان موجوں کو چیرتی پھاڑتی چلی جاتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل دی اور ایسی چیزیں تیار کر لینے کی ترکیب سجھائی جن کے ذریعہ سے گویا سمندروں کو پایاب کر لیا گیا۔

یعنی جہازوں اور کشتیوں پر تجارتی مال لاد کر ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں پہنچاؤ اور خدا کے فضل سے بڑی فراخ روزی حاصل کرو۔ پھر خدا کا احسان مان کر اس کی نعمتوں کے شکرگزار ہو۔

فِي الْأَرْضِ رَوَاسِيَ أَنْ تَمِيدَ بِكُمْ وَأَنْهَارًا وَسُبُلًا

زمین میں | بوجھ (پہاڑ) | کہ کہیں جھک پڑے تم کو لے کر ◆ | اور بنائیں ندیاں ◆ | اور راستے

لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٥﴾ وَعَلَامَاتٍ ۚ وَبِالنَّجْمِ هُمْ

تاکہ تم | راہ پاؤ ◆ | اور بنائیں (زمین میں) علامتیں ◆ | اور ستاروں سے | لوگ

يَهْتَدُونَ ﴿١٦﴾ أَفَمَنْ يَخْلُقُ كَمَنْ لَا يَخْلُقُ ۗ أَفَلَا

راہ پاتے ہیں ◆ | بھلا جو پیدا کرے | برابر ہے اس کے جو کچھ بھی پیدا نہ کرے | کیا

تَذَكَّرُونَ ﴿١٧﴾ وَإِنْ تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا ۗ

تم سوچتے نہیں ◆ | اور اگر شمار کرو (گنو) | اللہ کی نعمتوں کو | نہ پورا کر سکو ان کو ◆

إِنَّ اللَّهَ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٨﴾ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّونَ

بے شک اللہ | بخشنے والا مہربان ہے ◆ | اور اللہ جانتا ہے | جو تم چھپاتے ہو

وَمَا تُعْلِنُونَ ﴿١٩﴾ وَالَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ

اور جو ظاہر کرتے ہو ◆ | اور جن کو پکارتے ہیں | اللہ کے سوا

لَا يَخْلُقُونَ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلَقُونَ ﴿٢٠﴾ أَمْوَاتٌ

کچھ پیدا نہیں کرتے | اور وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں ◆ | مردے ہیں

◆ **پہاڑوں کی تخلیق کے فوائد** | یعنی خدا تعالیٰ نے زمین پر بھاری پہاڑ رکھ دیے تاکہ زمین اپنی اضطرابی حرکت سے تم کو لے کر نہ جھک جائے۔ روایات و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ابتداءِ آفرینش میں مضطرب اور ہلتی تھی اور کانپتی تھی خدا تعالیٰ نے اس میں پہاڑ پیدا کئے جن سے اس کا تزلزل بند ہوا۔ آج کل جدید سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ پہاڑوں کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے۔ بہرحال زمین کی حرکت و سکون کا مسئلہ جو علماء میں مختلف فیہ رہا ہے اس سے بحث کا یہاں کچھ تعلق نہیں، کیونکہ پہاڑوں کے ذریعہ سے جس حرکت کو بند کیا ہے وہ دوری حرکت نہیں جس میں اختلاف ہو رہا ہے۔

◆ یعنی ندیاں اور نہروں کا سرچشمہ بیشتر پہاڑوں میں ہوتا ہے لیکن وہ میدانوں اور پہاڑوں کو قطع کرتی ہوئی سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت پر خدا کے حکم سے ان بستیوں تک پہنچتی ہیں جن کا رزق ان کے پانی سے متعلق کیا گیا ہے۔

◆ یعنی ایک طرف سے دوسری طرف تم جا سکو۔

◆ یعنی پہاڑ، چشمے، درخت، ریت کے ٹیلے غرض مختلف قسم کی علامتیں قائم کر دی ہیں جن سے مسافروں کے قافلے ٹھیک راستہ کا سراغ لگاتے ہیں۔ میں نے خود بعض عراب (بدوؤں) کو دیکھا کہ مٹی سونگھ کر راستہ کا پتہ لگا لیتے ہیں۔

◆ **ستاروں کے فوائد** | یعنی رات کے وقت دریا اور خشکی کے سفر میں بعض ستاروں کے ذریعہ سے راستہ کا پتہ لگا لیا جاتا ہے۔ "قطب نما" سے جو رہنمائی ہوتی ہے وہ بھی بالواسطہ ستاروں سے تعلق رکھتی ہے۔

◆ **پھر باطل معبودوں کی پرستش کیوں کرتے ہو؟** | یعنی سوچنا چاہیے کہ کس قدر تفاوت ہے کہ جو چیزیں ایک مکھی کا پر اور مچھر کی ٹانگ بلکہ ایک جو کا دانہ یا ریت کا ذرہ پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں انھیں معبود و مستعان ٹھہرا کر خدا تعالیٰ کے برابر کر دیا جائے۔ جو مذکورہ بالا عجیب و غریب مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور ان کے محکم نظام کو قائم رکھنے والا ہے۔ اتنی سی بات تو سمجھو اور خدا کے انعامات کو خیال کرو۔ حقیقت میں انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

◆ یعنی جو نعمتیں اوپر بیان ہوئیں محض نمونہ کے طور پر تھیں۔ باقی خدا کی نعمتیں تو اس قدر ہیں جن کو تم کسی طرح شمار نہیں کر سکتے۔

◆ **اللہ کی نعمتیں بے شمار ہیں** | یعنی ان بے شمار نعمتوں کا شکر پوری طرح کس سے ادا ہو سکتا تھا۔ لہٰذا ادائے شکر میں جو کوتاہی رہ جاتی ہے خدا اس سے درگزر کرتا اور تھوڑے سے شکر پر بہت سا اجر عطا فرما دیتا ہے۔ یا یہ کہ کفران نعمت کے بعد جو شخص توبہ کر کے شکر گزار بن جائے حق تعالیٰ اس کی پچھلی کوتاہیوں کو بخشتا اور آئندہ کے لئے رحمت مبذول فرماتا ہے۔ بلکہ ناشکری کی حالت میں بھی اپنی رحمت واسعہ سے اس کو بالکلیہ محروم نہیں کرتا۔ ہزاروں طرح کی نعمتیں دنیا میں فائض کرتا رہتا ہے۔

◆ یعنی حق تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی احوال سے خبردار ہے وہ خوب جانتا ہے کہ کون شخص اس کی نعمتوں پر کس حد تک دل سے اور کس حد تک جوارح سے شکر گزار رہتا ہے اور کون ایسا ہے جس کا ظاہر و باطن ادائے حق نعمت سے خالی رہتا ہے۔ یا مذکورہ بالا دلائل و نظم کو سن کر کون ہے جو سچے دل سے ان پر ایمان لاتا ہے اور کون ہے جو ظاہر میں دلائل سے لاجواب ہو کر بھی حق کو قبول نہیں کرتا۔ خدا کے علم میں جس کا جو حال ہوگا اسی کے موافق معاملہ کرے گا۔

◆ **ان کے معبود خود مخلوق ہیں** | خدا تو وہ ہے جس کے عظیم الشان اور غیر محصور احسانات کا اوپر ذکر ہوا۔ اب مشرکین کی حماقت ملاحظہ ہو کہ ایسے عالم الکل اور خالق الکل خدا کا شریک ان چیزوں کو ٹھہرا دیا جو ایک گھاس کا تنکا پیدا نہیں کر سکتیں۔ بلکہ خود ان کا وجود بھی خدا کا پیدا کیا ہوا ہے۔

غَيْرُ اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾

جن میں جان نہیں ◆ اور نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے ◆

اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

معبود تمہارا معبود ہے اکیلا سو جن کو یقین نہیں آخرت کی زندگی کا

قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ

ان کے دل نہیں مانتے اور وہ مغرور ہیں ◆ ٹھیک بات ہے

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ لَا

کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں (جتلاتے ہیں) بے شک وہ نہیں

يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ

پسند کرتا غرور کرنے والوں کو ◆ اور جب کہئے ان سے کیا کچھ

اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا

اتارا ہے تمہارے رب نے تو کہیں کہانیاں ہیں پہلوں کی ◆ تا کہ اٹھائیں

اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ

بوجھ اپنے پورے دن قیامت کے اور کچھ بوجھ

الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوْنَ ﴿۲۵﴾

ان کے جن کو بہکاتے ہیں بے تحقیق سنتا ہے برا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں ◆

قَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَاَتَى اللّٰهُ بُنْيَانَهُمْ

البتہ دغا بازی کر چکے ہیں جو تھے ان سے پہلے (ان سے اگلے) پھر پہنچا حکم اللہ کا ان کی عمارت پر

◆ یعنی جن چیزوں کو خدا کے سوا پوجتے ہیں سب مردے (بے جان) ہیں۔ خواہ وہ بالفعل مثلاً بت، یا فی المآل مثلاً جو بزرگ مر چکے اور ان کی پوجا کی جاتی ہے، یا انجام و مآل کے اعتبار سے مردہ ہیں۔ مثلاً حضرت مسیح، روح القدس اور ملائکۃ اللہ، جن کی بعض فرقے پرستش کرتے تھے بلکہ جن و شیاطین بھی جن کو بعض مسوخ الفطرت پوجتے ہیں سب پر ایک وقت موت طاری ہونے والی ہے۔ پس جس چیز کا وجود دوسرے کا عطا کیا ہوا ہو اور وہ جب چاہے چھین لے اسے خدا کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ یا عبادت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟

◆ یعنی یہ عجیب خدا ہیں جنہیں کچھ خبر نہیں کہ قیامت کب آئے گی اور وہ خود یا ان کے پرستار کب حساب و کتاب کے لئے اٹھائے جائیں گے۔ ایسی بے جان اور بے خبر ہستیوں کو خدا بنانا انتہا درجہ کی حماقت اور جہل ہے۔

◆ **اللہ تو ایک ہی ہے** | یعنی جو دلائل و شواہد اوپر بیان ہوئے ایسے صاف اور واضح ہیں جس میں ادنیٰ غور کرنے سے انسان توحید کا یقین کر سکتا ہے لیکن غور و طلب تو وہ کرے جسے اپنی عاقبت کی فکر اور انجام کا ڈر ہو۔ جن کو بعد الموت کا یقین ہی نہیں نہ انجام کی طرف دھیان ہے وہ دلائل پر کب کان دھرتے اور ایمان و کفر کے نیک و بد انجام کی طرف کب التفات کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں توحید کا اقرار اور پیغمبروں کے سامنے تواضع سے گردن جھکانے کا خیال آئے تو کہاں سے آئے۔

◆ **تکبر کا برا انجام** | یعنی خوب سمجھ لو کہ غرور کوئی اچھی اور پسندیدہ چیز نہیں۔ اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا۔ توحید کا انکار جو تم دلوں میں رکھتے ہو اور غرور و تکبر جس کا اظہار تمہاری چال ڈھال اور طور طریق سے ہو رہا ہے، سب خدا کے علم میں ہے۔ وہی ہر کھلے چھپے جرم کی سزا مقرر کرے گا۔

◆ **قرآن کریم پر کفار کا تمسخر** | یعنی ناواقف اشخاص بغرض تحقیق یا واقف لوگ از راہ امتحان جب ان مکذبین سے کہتے ہیں یا وہ مکذبین خود آپس میں ایک دوسرے سے از راہ تمسخر و استہزاء سوال کرتے ہیں کہ "کہو تمہارے رب نے کیا چیز اتاری ہے"؟ مطلب یہ کہ قرآن جسے پیغمبر علیہ السلام خدا کا اتارا ہوا بتلاتے ہیں تمہارے نزدیک کیا چیز ہے اور محمد ﷺ اس دعوے میں کہاں تک سچے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) قرآن میں رکھا ہی کیا ہے بجز اس کے کہ کتب سابقہ اور ملل سابقہ کی کچھ پرانی بے سند باتیں (توحید، بعث، جنت، دوزخ وغیرہ) اور چند قصے کہانیاں نقل کر دی گئی ہیں۔

◆ یعنی اس کہنے سے غرض یہ ہے کہ (معاذ اللہ) قرآن عزیز کو بے وقعت ٹھہرا کر اپنے ساتھ دوسروں کو گمراہ کریں اور اس طرح اپنے کفر و ضلال کی پوری پوٹ کے ساتھ کچھ ناداں لوگوں کے اضلال و اغواء کا بھی سر پر رکھیں۔ جنہیں اپنی نادانی اور جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔ خیال کرو کیسی بدی کی پوٹ سر پر لادے ہیں۔ حدیث میں ہے۔ "وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنْ تَبِعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا" قال اللہ تعالیٰ "وَلَیَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ" (مشکوٰۃ مرقاۃ)

مِّنَ الْقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيْهِمُ السَّقْفُ مِنْ فَوْقِهِمْ وَ

بنیادوں سے پھر گر پڑی ان پر چھت اوپر سے اور

أَتٰىهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٦﴾ ثُمَّ يَوْمَ

آیا ان پر عذاب جہاں سے ان کو خبر نہ تھی پھر قیامت

الْقِيٰمَةِ يُخْزِيهِمْ وَيَقُولُ أَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِينَ

کے دن رسوا کرے گا ان کو اور کہے گا کہاں ہیں میرے شریک جن پر

كُنْتُمْ تُشَآقُّونَ فِيهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ

تم کو بڑی ضد تھی بولیں گے جن کو ملی تھی خبر

إِنَّ الْخِزْيَ الْيَوْمَ وَالسُّوٓءَ عَلَى الْكٰفِرِينَ ﴿٢٧﴾

بے شک رسوائی آج کے دن اور برائی منکروں پر ہے

الَّذِينَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنْفُسِهِمْ ۖ

جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اور وہ برا کر رہے ہیں اپنے حق میں

فَأَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوٓءٍ ۚ بَلٰٓى

تب ظاہر کریں گے اطاعت کہ ہم تو کرتے نہ تھے کچھ برائی کیوں نہیں

إِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٢٨﴾ فَادْخُلُوٓا

اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے تھے سو داخل ہو

أَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا ۖ فَلَبِئْسَ مَثْوَى

دروازوں میں دوزخ کے رہا کرو سدا اس میں سو کیا برا ٹھکانا ہے

پچھلی قوموں کے کفر کا انجام | یعنی لوگوں کو گمراہ کرنے اور پیغام حق کو پست کرنے کی جو تدبیریں آج کی جا رہی ہیں ان سے پہلے دوسری قومیں بھی انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ایسی تدبیریں کر چکی ہیں۔ انہوں نے مکر و تلبیس کے بڑے اونچے محل کھڑے کئے تھے۔ پھر جب خدا کا حکم پہنچا تو اس نے جڑ بنیادیں ہلا دیں۔ آخر عذاب الٰہی کے ایک جھٹکے میں ان کے تیار کئے ہوئے محل منہ کے بل آ پڑے جن کی چھتوں کے نیچے سب دب کر رہ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی تدبیریں خود ان ہی پر الٹ دی گئیں۔ اور جو سامان غلبہ و حفاظت کا کیا تھا وہی ہلاکت و بربادی کا سبب بن گیا۔ بعض اقوام کی بستیاں حسی طور پر بھی تہ و بالا کر دی گئیں۔

آخرت میں کفار سے خطاب | یعنی جن شرکاء کی حمایت میں تم ہمارے پیغمبروں سے ہمیشہ جھگڑتے تھے آج وہ کہاں ہیں۔ تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے "هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ أَوْ يَنْتَصِرُونَ" (شعراء رکوع ۵) "فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَلَا نَاصِرٍ" (طارق رکوع ۱) یہ ہی تو ان کو رسوا کرنا ہے۔ یا رسوائی سے مراد جہنم میں داخل کرنا اور وہاں کی خفیہ مکاریوں کا پردہ فاش کرنا ہے۔ "إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهُ" (آل عمران رکوع ۲۰)

یعنی وہ تو کیا جواب دے سکتے۔ البتہ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے باخبر لوگ اس وقت ان مکار دغا بازوں کو سنا کر کہیں گے کہ دیکھ لیا جو ہم کہا کرتے تھے۔ آج کے دن ساری رسوائی اور برائی صرف منکرین حق کے لئے ہے۔

یعنی شرک و کفر اختیار کر کے اپنے حق میں برا کرتے رہے۔ آخر اسی حالت میں موت کے فرشتے جان نکالنے آ گئے۔ خلاصہ یہ کہ خاتمہ حالت کفر و شرک پر ہوا۔ العیاذ باللہ۔

یعنی اس وقت ساری فوں فاں نکل جائے گی۔ جو شرارت و بغاوت دنیا میں کرتے تھے سب کا انکار کر کے اطاعت و وفاداری کا اظہار کریں گے کہ ہم نے کبھی کوئی بری حرکت نہیں کی ہمیشہ نیک چلنی رہی۔ "يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيعًا فَيَحْلِفُونَ لَهُ كَمَا يَحْلِفُونَ لَكُمْ وَيَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ أَلَا إِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُونَ" (مجادلہ رکوع ۳)

یعنی کیا جھوٹ بول کر خدا کو فریب دینا چاہتے ہو؟ جس کے علم میں تمہاری ساری حرکات ہیں۔ آج تمہارا کوئی مکر اور جھوٹ خدائی سزا سے نہیں بچا سکتا۔ وقت آ گیا ہے کہ اپنی کرتوت کا مزہ چکھو۔

الْمُتَكَبِّرِينَ ﴿٢٩﴾ وَقِيلَ لِلَّذِينَ اتَّقَوْا مَاذَا أَنْزَلَ

غرور کرنے والوں کا | اور کہا | پرہیزگاروں کو | کیا اتارا

رَبُّكُمْ ۚ قَالُوا خَيْرًا ۗ لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا فِي هَٰذِهِ الدُّنْيَا

تمہارے رب نے | بولے نیک بات | جنہوں نے بھلائی کی | اس دنیا میں

حَسَنَةٌ ۚ وَلَدَارُ الْآخِرَةِ خَيْرٌ ۚ وَلَنِعْمَ دَارُ

ان کو بھلائی ہے ◆ | اور آخرت کا گھر | بہتر ہے | اور کیا خوب گھر ہے

الْمُتَّقِينَ ﴿٣٠﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ يَدْخُلُونَهَا تَجْرِي مِنْ

پرہیزگاروں کا ◆ | باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے | جن میں وہ جائیں گے | بہتی ہیں | ان کے

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۖ لَهُمْ فِيهَا مَا يَشَاءُونَ ۚ كَذَٰلِكَ

نیچے نہریں | ان کے واسطے وہاں ہے | جو چاہیں ◆ | ایسا

يَجْزِي اللَّهُ الْمُتَّقِينَ ﴿٣١﴾ الَّذِينَ تَتَوَفَّاهُمُ الْمَلَائِكَةُ

بدلہ دے گا اللہ | پرہیزگاروں کو ◆ | جن کی | جان قبض کرتے ہیں | فرشتے

طَيِّبِينَ ۙ يَقُولُونَ سَلَامٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا

اور وہ ستھرے ہیں ◆ | کہتے ہیں فرشتے | سلامتی تم پر | جاؤ بہشت میں ◆ | بدلے

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٣٢﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ

اس کا جو تم کرتے تھے ◆ | کیا کافر اب اس کے منتظر ہیں | کہ آئیں ان پر

الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ

فرشتے | یا پہنچے | حکم تیرے رب کا ◆ | اسی طرح کیا تھا

◆ **متقین سے سوال اور ان کا جواب** | یہ منکرین کے مقابلہ میں متقین (پرہیزگاروں) کا حال بیان فرمایا کہ جب ان سے قرآن کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز اتاری تو نہایت عقیدت وادب سے کہتے ہیں کہ "نیک بات جو سراپا خیر وبرکت ہے" ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ جس نے بھلائی کی دنیا میں اسے بھلائی کا خوشگوار پھل ملکر رہے گا۔ خدا کے یہاں کسی کی محنت اور ذرہ برابر نیکی ضائع نہیں جاتی۔

◆ یعنی آخرت کی بھلائیوں اور نعمتوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ دنیا ومافیہا کی نعمتیں وہاں کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔

◆ **اہل جنت کی ہر خواہش پوری ہوگی** | یعنی جنتی جس قسم کی جسمانی راحت اور روحانی مسرت چاہیں گے وہاں حاصل ہوگی "وَفِيهَا مَا تَشْتَهِيهِ الْأَنفُسُ وَتَلَذُّ الْأَعْيُنُ وَأَنتُمْ فِيهَا خَالِدُونَ" (زخرف، رکوع ۷)

◆ یعنی ان تمام لوگوں کو جو کفر وشرک اور فسوق وعصیان سے پرہیز کرتے ہیں ایسا اچھا بدلہ ملے گا۔

◆ یعنی ان کی جانیں موت کے وقت تک کفر وشرک کی نجاست سے پاک اور فسق وفجور کے میل کچیل سے صاف رہیں۔ اور حق تعالیٰ کی صحیح معرفت ومحبت کی وجہ سے نہایت خوشدلی اور انشراح بلکہ اشتیاق کے ساتھ اپنی جان جان آفرین کے حوالہ کی۔

◆ ایک حیثیت سے روحانی طور پر تو انسان مرنے کے بعد ہی جنت یا دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہاں جسمانی حیثیت سے پوری طرح دخول حشر کے بعد ہوگا۔ ممکن ہے اس بشارت میں دونوں قسم کے دخول کی طرف اشارہ ہو۔

◆ یعنی تمہارا عمل سبب عادی ہے دخول جنت کا۔ باقی سب حقیقی رحمت الٰہیہ ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آیا۔ "إِلَّا أَنْ يَتَغَمَّدَنِيَ اللَّهُ بِرَحْمَتِهِ"

◆ **کفار کو تنبیہ** | جنت کی خوبیاں اور اس کا تفوق وامتیاز بیان فرمانے کے بعد ان غافلوں کو تنبیہ کی جاتی ہے جو محض دنیوی سامانوں پر مست ہو کر آخرت کو بھلائے بیٹھے ہیں اور اپنا انجام سدھارنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ یعنی کیا یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ جس وقت فرشتے جان نکالنے کو آجائیں گے یا خدا کے حکم کے موافق قیامت قائم ہو جائے گی یا مجرموں کی سزا دہی کا حکم پہنچ جائے گا اور جوتا سر پر پڑنے لگے گا تب ایمان لا کر اپنی حالت درست کریں گے۔ حالانکہ اس وقت کا ایمان یا توبہ ورجوع کچھ نافع نہ ہوگا۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ موت سے پہلے بعد الموت کی تیاری کی جائے اور عذاب آنے سے پیشتر بچاؤ کی تدبیر کر لیں۔

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَٰكِنْ

ان سے اگلوں نے — اور اللہ نے ظلم نہ کیا ان پر — لیکن

كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ﴿٣٣﴾ فَأَصَابَهُمْ سَيِّئَاتُ مَا

وہ خود اپنا برا کرتے رہے — پھر پڑے ان کے سر — ان کے

عَمِلُوا وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٣٤﴾ وَ

برے کام — اور الٹ پڑا ان پر — جس چیز پر ٹھٹھا کرتے تھے — اور

قَالَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُونِهِ

بولے — شرک کرنے والے — اگر چاہتا اللہ — نہ پوجتے ہم — اس کے سوا

مِنْ شَيْءٍ نَحْنُ وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ دُونِهِ

کسی چیز کو — ہم — اور نہ — اور نہ حرام ٹھہرا لیتے ہم — بدون اس کے حکم کے

مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذَٰلِكَ فَعَلَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ

کسی چیز کو — اسی طرح کیا — ان سے اگلوں نے — سو

عَلَى الرُّسُلِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٣٥﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا

رسولوں کے ذمہ نہیں — مگر پہنچا دینا — صاف صاف — اور ہم نے اٹھائے ہیں (بھیجے ہیں)

فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا

ہر فرقہ میں — رسول — کہ بندگی کرو اللہ کی — اور بچو

الطَّاغُوتَ ۖ فَمِنْهُمْ مَنْ هَدَى اللَّهُ وَمِنْهُمْ مَنْ

ہڑدنگے سے (جھوٹے معبودوں سے) — پھر کسی کو ان میں سے ہدایت کی (راہ دکھائی) اللہ نے — اور کسی پر

حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ۚ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

ثابت ہوئی · گمراہی · سو سفر کرو · ملکوں میں

فَانْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿٣٦﴾ اِنْ

پھر دیکھو · کیسا ہوا · انجام · جھٹلانے والوں کا · اگر

تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ

تو طمع کرے · اُن کو راہ پر لانے کی · تو اللہ راہ نہیں دیتا · جس کو بچلاتا ہے

وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿٣٧﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

اور کوئی نہیں اُن کا مددگار ◆ · اور قسمیں کھاتے ہیں · اللہ کی · سخت

اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ۚ بَلٰى وَعْدًا

قسمیں · کہ نہ اٹھائے گا اللہ · جو کوئی مر جائے ◆ · کیوں نہیں (البتہ اٹھائے گا) وعدہ

عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٣٨﴾

ہو چکا ہے اس پر پکا · لیکن اکثر لوگ · نہیں جانتے ◆

لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ

اٹھائے گا تاکہ ظاہر کرے ان پر · جس بات میں کہ جھگڑتے ہیں · اور تاکہ معلوم کر لیں

كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ

کافر · کہ وہ جھوٹے تھے ◆ · ہمارا کہنا · کسی چیز کو

اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿٤٠﴾ وَالَّذِيْنَ

جب ہم اس کو کرنا چاہیں یہی ہے · کہ کہیں اس کو ہو جا · تو وہ ہو جاتا ہے ◆ · اور جنہوں نے

هَاجَرُوْا فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ

گھر چھوڑا | اللہ کے واسطے | بعد اس کے کہ ظلم اٹھایا | البتہ ان کو ہم ٹھکانا دیں گے

فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا

دنیا میں اچھا | اور ثواب آخرت کا | تو بہت بڑا ہے | اگر ان کو

يَعْلَمُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝۴۲

معلوم ہوتا ◆ | جو ثابت قدم رہے | اور اپنے رب پر | بھروسہ کیا ◆

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ

اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے | کہ حکم بھیجتے تھے ہم ان کی طرف

فَسْـَٔــلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝۴۳

سو پوچھو | یاد رکھنے والوں سے | اگر تم کو معلوم نہیں ◆

بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ ۭ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ

بھیجا تھا ان کو نشانیاں دے کر اور ورقے (اوراق) ◆ | اور اتاری ہم نے تجھ پر | یہ یادداشت | کہ تو کھول دے

لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ۝۴۴

لوگوں کے سامنے | وہ چیز جو اتری ان کے واسطے ◆ | تاکہ وہ | غور (دھیان) کریں ◆

اَفَاَمِنَ الَّذِيْنَ مَكَرُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّخْسِفَ اللّٰهُ

سو کیا نڈر ہو گئے | وہ لوگ جو برے سے برے فریب (داؤ) کرتے ہیں اس سے | کہ دھنسا دے اللہ

◆ **ہجرت کے دنیاوی اور اخروی منافع** یعنی سلسلہ مجازات (طاعت و معصیت کا پورا نتیجہ ظاہر کرنے) کے لئے بعث بعد الموت ضروری ہے۔ بہت سے خدا کے وفادار بندے مصائب و شدائد جھیلتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، کیا ان کی قربانیاں ضائع کی جا سکتی ہیں؟ ہرگز نہیں جن لوگوں نے حق کی حمایت اور خدا کی رضا جوئی کے لئے ظالموں کی سختیاں برداشت کیں اور انواع و اقسام کے ظلم و ستم اٹھائے حتیٰ کہ مجبور ہو کر گھر بار خویش و اقارب اور عزت و راحت سب چیزوں کو خدا کے راستہ میں تج دیا ان کی محنت و وفاداری کا صلہ یقیناً مل

کر دے گا۔ اول تو ان میں سے جو جیتے رہیں گے دنیا ہی میں اپنی قربانیوں کا تھوڑا سا پھل چکھ لیں گے۔ یعنی گھر چھوڑنے والوں کو بہترین ٹھکانا دیا جائے گا۔ گھر سے اچھا گھر، بھائی بندوں سے بڑھ کر ہمدرد بھائی، روزی سے بہتر روزی، عزت سے زیادہ عزت ملے گی۔ ملک سے نکالنے والوں پر غالب، دنیا کے حاکم اور پرہیزگاروں کے امام بن جائیں گے۔ مہاجرین کا آخرت میں اجر پھر اس سب کے بعد جو بلند مقامات اور عظیم الشان مدارج آخرت میں ملیں گے ان کا تو اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر وہاں کے اجر و ثواب کا پورا یقین ہو جائے تو دوسرے لوگ بھی جو ہجرت کی سعادت سے محروم ہیں تمنا کریں کہ گھر بار چھوڑ کر خدا کے راستہ میں نکل کھڑے ہوں۔ **تنبیہ** آیت کے عموم الفاظ پر نظر کرتے ہوئے ہم نے یہ تقریر کی ہے جیسا کہ هو منقول فی روح المعانی عن بعضهم۔ عام مفسرین نے آیت کو ان صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں رکھا ہے جو کفار مکہ کی زیادتیوں سے تنگ آ کر ابتداءً حبش کو ہجرت کر گئے تھے۔ کیونکہ ان کے نزدیک آیت مکی ہے جو ہجرت الی المدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ ان ہجرت کرنے والوں کو آخر کار خدا تعالیٰ نے اچھا ٹھکانا مدینہ میں دیا۔ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔

◆ یعنی کسی ظلم اور سختی سے نہیں گھبرائے۔ وطن محبوب اور خویش و اقارب کے چھوٹنے کی پروا نہ کی۔ رضائے الٰہی کے راستہ سے ذرا قدم نہیں ڈگمگایا۔ ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کے ہو رہے۔ خالص اسی کی امداد اور وعدوں پر بھروسہ کیا۔ یہاں تک کہ دیکھ لیا کہ جو خدا کا ہو رہتا ہے کس طرح خدا اس کا ہو جاتا ہے۔

◆ **اہل ذکر سے استفادہ کا حکم** یعنی پیغمبر کے مظلوم ساتھیوں کو جب وہ صبر و توکل کی راہ میں ثابت قدم ہوں دارین میں غالب و منصور کرنا ہماری کوئی نئی عادت نہیں۔ پہلے بھی ہم نے انسانوں میں سے رسول بھیجے جن کا کام یہ تھا کہ خدا کے احکام اور نیکی بدی کے انجام سے لوگوں کو خبردار کر دیں۔ اب اگر تمہیں معلوم نہیں تو جاننے والوں سے جو علم سابقہ اور ان کے پیغمبروں کے تاریخی واقعات کا علم رکھتے ہیں تحقیق کر لو کہ ان سے پہلے جو لوگ پیغمبری کے منصب پر فائز ہوئے (معجزے اور کتابیں دے کر بھیجے گئے یا نہیں) اور دیکھو ان کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا کیا حشر ہوا۔ اہل حق صبر و توکل کی بدولت کس طرح منصور و کامیاب ہوئے۔ اور ظالم معاندین اتمام حجت کے بعد کیسے تباہ کئے گئے۔ "وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ" (اعراف رکوع ۱۶) ہم نے اہل الذکر سے خاص اہل کتاب مراد نہیں لیے بلکہ عموم لفظ کی رعایت کی ہے جس میں اہل کتاب بھی شامل ہیں۔ روح المعانی میں ہے۔ "قال الرمانی والزجاج والازهری المراد باهل الذکر علماء اخبار الامم السالفة كائنا من كان فالذكر بمعنى الحفظ" مترجم محقق رحمہ اللہ نے بھی "اہل الذکر" کا ترجمہ "یاد رکھنے والوں" سے کر کے شاید اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ بہرحال عموم آیت سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ غیر اہل علم کو اہل الذکر سے دریافت کر کے عمل کرنا چاہیے۔ بہت سے علماء اسی کو تقلید ائمہ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

◆ یعنی معجزات اور وہ صحیفے جو ورقوں میں لکھے جاتے ہیں۔

◆ **قرآن کریم کی جامعیت** "یادداشت" سے مراد ہے قرآن کریم جو اگلی امتوں کے ضروری احوال و شرائع کا محافظ، انبیائے سابقین کے علوم کا جامع، اور ہمیشہ کے لیے خدائی احکام اور فلاح دارین کے طریقوں کو یاد دلانے والا اور خواب غفلت سے بیدار کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس طرح پہلے رسول بھیجے گئے، کتابیں اتاری گئیں، آخر تم کو (اے محمد ﷺ) ہم نے ایک کتاب دے کر بھیجا جو تمام کتب سابقہ کا خلاصہ اور انبیائے سابقین کے علوم کی مکمل یادداشت ہے۔ آپ ﷺ کا کام یہ ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کے لئے اس کتاب کے مضامین خوب کھول کر بیان فرمائیں اور اس کی مشکلات کی شرح اور مجملات کی تفصیل کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا مطلب وہی معتبر ہے جو احادیث رسول اللہ ﷺ کے موافق ہو۔

◆ یعنی حضور کا کام مضامین قرآن کو کھول کر بیان کرنا، اور لوگوں کا کام اس میں غور و فکر کرنا ہے۔

بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا

ان کو زمین میں | یا آپہنچے ان پر | عذاب | جہاں سے

يَشْعُرُونَ ﴿٤٥﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ فِي تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ

خبر نہ رکھتے ہوں ◆ | یا پکڑ لے ان کو | چلتے پھرتے | سو وہ نہیں ہیں

بِمُعْجِزِينَ ﴿٤٦﴾ أَوْ يَأْخُذَهُمْ عَلَىٰ تَخَوُّفٍ فَإِنَّ رَبَّكُمْ

عاجز کرنے والے ◆ | یا پکڑ لے ان کو ڈرانے کے بعد (ڈرا کر ڈرانے کو) ◆ | سو تمہارا رب

لَرَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿٤٧﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا إِلَىٰ مَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ

بڑا نرم ہے مہربان ◆ | کیا نہیں دیکھتے | وہ جو کہ اللہ نے پیدا کی ہے | کوئی چیز

يَتَفَيَّأُ ظِلَالُهُ عَنِ الْيَمِينِ وَالشَّمَائِلِ سُجَّدًا لِلَّهِ

کہ ڈھلتے ہیں سائے اُن کے | داہنی طرف سے | اور بائیں طرف سے | سجدہ کرتے ہوئے اللہ کو

وَهُمْ دَاخِرُونَ ﴿٤٨﴾ وَلِلَّهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَمَا

اور وہ عاجزی میں ہیں (کرتے ہیں) ◆ | اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے | جو آسمان میں ہے | اور جو

فِي الْأَرْضِ مِنْ دَابَّةٍ وَالْمَلَائِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ﴿٤٩﴾

زمین میں ہے | جانداروں سے | اور فرشتے | اور وہ تکبر نہیں کرتے ◆

السجدة

يَخَافُونَ رَبَّهُمْ مِنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُونَ مَا يُؤْمَرُونَ ﴿٥٠﴾

ڈرتے رہتے ہیں اپنے رب کا | اپنے اوپر سے | اور کرتے ہیں | جو حکم پاتے ہیں ◆

وَقَالَ اللَّهُ لَا تَتَّخِذُوا إِلَٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ إِنَّمَا هُوَ إِلَٰهٌ

اور کہا ہے اللہ نے | مت پکڑو | معبود | دو | وہ معبود

وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۵۱﴾ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ

ایک ہی ہے ◆ سو مجھ سے ڈرو ◆ اور اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَمَا

زمین میں اور اسی کی عبادت ہے ہمیشہ ◆ سو کیا سوائے اللہ کے کسی سے ڈرتے ہو ◆ اور جو کچھ

بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ

تمہارے پاس ہے نعمت سو اللہ کی طرف سے پھر جب پہنچتی ہے تم کو سختی

فَاِلَيْهِ تَجْـَٔــرُوْنَ ﴿۵۳﴾ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا

تو اسی کی طرف چلاتے ہو (اسی سے فریاد کرتے ہو) ◆ پھر جب کھول دیتا ہے سختی تم سے اسی وقت

فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ لِيَكْفُرُوْا بِمَآ

ایک فرقہ تم میں سے اپنے رب کے ساتھ لگتا ہے شریک بنانے تاکہ منکر ہو جائیں اس چیز سے

اٰتَيْنٰهُمْ ۭ فَتَمَتَّعُوْا ۣ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَجْعَلُوْنَ

جو کہ ہم نے ان کو دی ہے سو مزے اڑا لو آخر معلوم کر لو گے ◆ اور ٹھہراتے ہیں

لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ۭ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔــلُنَّ

ان کے لیے جن کی خبر نہیں رکھتے (جن کو خبر نہیں) ایک حصہ ہماری دی ہوئی روزی میں سے ◆ قسم اللہ کی تم سے پوچھنا ہے

عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ ﴿۵۶﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ

جو تم بہتان باندھتے ہو ◆ اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے لیے بیٹیاں

سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ مَّا يَشْتَهُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ

وہ اس (لائق نہیں) سے پاک ہے ◆ اور اپنے لیے جو دل چاہتا ہے ◆ اور جب خوشخبری ملے ان میں کسی کو

◆ یعنی جب تمام آسمانی و زمینی مخلوق ایک خدا کے سامنے بے اختیار سربسجود اور عاجز و مقہور ہے، پھر عبادت میں کوئی دوسرا شریک کہاں سے آ گیا۔ جو سارے جہان کا مالک و مطاع ہے تنہا اسی کی عبادت ہونی چاہئے اور اسی سے ڈرنا چاہئے۔

◆ یعنی تکوینی طور پر ہر چیز خالص اسی کی عبادت اور اطاعت پر مجبول ہے "اَفَغَیۡرَ دِیۡنِ اللّٰہِ یَبۡغُوۡنَ وَ لَہٗۤ اَسۡلَمَ مَنۡ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ طَوۡعًا وَّ کَرۡہًا وَّ اِلَیۡہِ یُرۡجَعُوۡنَ۔" (آل عمران رکوع ۹) یا یہ مطلب ہے کہ ہمیشہ اسی کی عبادت کرنا لازم ہے "اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ" (زمر رکوع ۱) اور بعض نے "دین" کو "جزاء" کے معنی میں لیا۔ یعنی نیک و بدکا دائمی بدلہ اسی ایک خدا کی طرف سے ملے گا۔ واللہ اعلم۔

◆ ہر نعمت اللہ کی طرف سے ہے | یعنی سب بھلائیاں اور نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں اور ہر ایک برائی یا سختی کا دفع کرنا بھی اسی کے قبضہ میں ہے۔ چنانچہ جب کوئی سخت مصیبت انسان کو پہنچتی ہے تو کٹر سے کٹر مشرک بھی اس وقت سب سہارے چھوڑ کر خدا کو پکارنے لگتا ہے۔ گویا فطرت انسانی شہادت دیتی ہے کہ مصائب اور سختیوں سے بچانا خدائے واحد کے سوا کسی کا کام نہیں ہو سکتا۔ پھر جس کے قبضہ میں ہر ایک نعمت و رحمت اور ہر قسم کا نفع و ضرر ہے، دوسرا کون ہے جو اس کی الوہیت میں حصہ دار بن سکے۔ یا جس سے انسان خوف کھائے اور امیدیں باندھے۔

◆ یعنی جہاں سختی دور ہوئی منعم حقیقی کو بھلا بیٹھے اور نہایت بے حیائی سے خدائی کے حصے بخرے کرنے لگے۔ شرم نہ آئی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے عاجز ہو کر کسے پکار رہے تھے۔ نہ محسن حقیقی کا احسان مانا، نہ یہ اندیشہ کیا کہ ناشکری کی سزا میں پکڑے جائیں گے، یا کم از کم کفران نعمت سلب نعمت کا موجب ہو جائے گا۔ گویا خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ نے جو انعام فرمایا تھا بالکل اس کے انکار پر تل گئے۔ بہتر ہے چند روز کی انہیں مہلت دی جاتی ہے۔ خوب دنیا کے مزے اڑالیں آخر معلوم ہو جائے گا کہ اس مشرکانہ کفران نعمت کی کیسی سزا ملتی ہے۔

◆ یہ ان کو فرمایا جو اپنے کھیت میں، مواشی میں، تجارت میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی نیاز ٹھہراتے ہیں (موضح القرآن) جیسا کہ مشرکین عرب کا دستور تھا جس کا ذکر آٹھویں پارہ کے تیسرے رکوع میں گذر چکا "مَا لَا یَعۡلَمُوۡنَ" سے مراد وہی اصنام وغیرہ ہیں جنہیں مشرکین جہالت اور بے خبری سے معبود یا مالک نفع و ضرر سمجھتے تھے، حالانکہ اس کی کوئی دلیل یا سند ان کے پاس نہ تھی، پھر شرکاء بھی تجویز کئے گئے پتھر کے بت جو ہر قسم کے علم و شعور سے کورے ہیں۔ اِنَّ ھٰذَا لَشَیۡءٌ عُجَابٌ.

◆ یعنی قیامت میں ان افترا پردازیوں کی تم سے ضرور باز پرس ہوگی۔ خدا کے دیے ہوئے مال میں کیا حق تھا کہ دوسروں کو شریک و سہیم بناؤ (باقی کسی کو ثواب پہنچانے کا مسئلہ جدا گانہ ہے وہ اس آیت کے تحت میں داخل نہیں)

◆ یعنی وہ اس سے پاک ہے کہ اس کے لئے اولاد ثابت کی جائے۔ خاص کر بیٹیاں۔ تعجب ہے یہ لوگ حق تعالیٰ کی نسبت ایسی جرأت کس طرح کرتے ہیں۔ اس آیت میں "خزاعہ" کا رد ہوا جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے (العیاذ باللہ)

◆ اللہ کے لئے بیٹیوں کی نسبت | یعنی خود اپنے لئے بیٹیاں دیے جانے پر رضامند نہیں، جب مانگیں گے بیٹا مانگیں گے۔

بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ ۚ (٥٨)

بیٹی کی | سارے دن اس کا منہ سیاہ رہتا ہے | اور وہ جی میں گھٹتا ہے ◆

يَتَوَارٰى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ

چھپتا پھرے | لوگوں سے | مارے برائی اس خوشخبری کے جو دی ◆ | اس کو رہنے دے

عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِى التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا

ذلت قبول کر کے | یا اس کو دبا دے | مٹی میں ◆ | سنتا ہے برا

يَحْكُمُوْنَ (٥٩) لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

فیصلہ کرتے ہیں ◆ | جو نہیں مانتے | آخرت کو

مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

ان کی بری مثال ہے | اور اللہ کی مثال (شان) سب سے اوپر ◆ | اور وہی ہے زبردست

الْحَكِيْمُ (٦٠) ع وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا

حکمت والا ◆ | اور اگر پکڑے اللہ | لوگوں کو | ان کی بے انصافی پر | نہ

تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ

چھوڑے زمین پر | ایک چلنے والا | لیکن | ڈھیل دیتا ہے

اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا

ان کو ایک وقت موعود تک | پھر جب آ پہنچے گا | ان کا وعدہ | نہ

يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ (٦١) وَيَجْعَلُوْنَ

پیچھے سرک سکیں گے | ایک گھڑی | اور نہ آگے سرک سکیں گے ◆ | اور ٹھہراتے ہیں

◆ یعنی ان میں سے کسی کو اگر خبر دی جائے کہ تیرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو نفرت و غم سے تیوری چڑھ جائے اور دن بھر ناخوشی سے چہرہ بے رونق اور دل گھٹتا رہے کہ کیا شدنی مصیبت کہاں سے سر پڑ گئی۔

◆ یعنی رنج، شرم و عار کے تصور سے کہ لڑکی زندہ رہی تو کسی کو داماد بنانا پڑے گا۔ لوگوں کو منہ دکھانا نہیں چاہتا ادھر ادھر چھپتا پھرتا ہے۔

◆ **لڑکیوں کو زندہ گاڑنا** | یعنی شب و روز اسی ادھیڑبن میں لگا ہوا ہے اور تجویزیں سوچتا ہے کہ دنیا کی عار قبول کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں اتار دے، یعنی ہلاک کر ڈالے۔ جیسا کہ جاہلیت میں بہت سے سنگدل لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے یا زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ اسلام نے آ کر اس قبیح رسم کو مٹایا اور ایسا قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد سارے ملک میں اس بے دردی کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جا سکتی۔ بعض نے "اَیُمْسِکُهٗ عَلٰی هُوْنٍ" کے معنی یوں کیے ہیں "روک رکھے لڑکی کو ذلیل و خوار کر کے" یعنی زندہ رہنے کی صورت میں ایسا ذلیل معاملہ کرے گویا وہ اس کی اولاد ہی نہیں بلکہ آدمی بھی نہیں۔

◆ لڑکیوں کے متعلق جو ظالمانہ فیصلہ ان کا تھا اس سے زیادہ برا فیصلہ یہ ہے کہ خدا کے لئے اولاد تجویز کریں، پھر وہ اولاد بھی "اناث" جس سے خود اتنا گھبراتے ہیں۔ گویا اچھی چیز ان کے لئے اور ناقص خدا کے لئے ہے۔ (العیاذ باللہ)

◆ **کفار کی مثال بری ہے** | یعنی مشرکین جنہیں اپنے ظلم اور گستاخیوں کے انجام پر یقین نہیں، بری مثال یا بری صفت و حالت انہی کی ہے۔ وہی اولاد کے محتاج ہیں۔ دکھ اور تنگی وغیرہ میں کام آنے کے لئے لڑکوں کا سہارا چاہتے۔ دفع عار یا افلاس وغیرہ کے ڈر سے لڑکیوں کو ہلاک کرنا ان کا شیوہ ہے۔ آخرت میں ظلم و شرک وغیرہ کا جو برا انجام ہونا چاہئے اس سے بھی وہ بچ نہیں سکتے۔ غرض ہر طرح سے بری مثال اور نقص و عیب کی نسبت انہی کی طرف ہونی چاہئے۔ حق تعالیٰ کی طرف ان صفات کی نسبت کرنا جو مخلوق کا خاصہ ہیں اور (معاذ اللہ) بیٹے بیٹیاں تجویز کر کے حقیر و پست قسم میں رکھنا اس کی شان عظیم و رفیع کے منافی ہے۔ اس کے لئے تو وہی مثالیں اور صفات ثابت کی جا سکتی ہیں جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور ہر بلند چیز سے بلند تر ہوں۔

◆ یعنی زبردست تو ایسا ہے کہ تمہاری گستاخیوں کی سزا ہاتھوں ہاتھ دے سکتا ہے۔ لیکن فوراً سزا دینا اس کی حکمت کے مناسب نہیں۔ لہٰذا ڈھیل دے رہا ہے کہ اب بھی باز آ جائیں اور اپنا رویہ درست کر لیں۔

◆ **اللہ کی ڈھیل وقت معین تک ہے** | یعنی اگر خدا تعالیٰ لوگوں کی گستاخی اور نا انصافی پر دنیا میں فوراً پکڑنا اور سزا دینا شروع کر دے تو چند گھنٹے بھی زمین کی آبادی قائم نہ رہ سکے، کیونکہ دنیا میں بڑا حصہ ظالموں اور بدکاروں کا ہے۔ اور چھوٹی موٹی خطا و قصور سے تو کوئی خالی ہوگا؟ (کلکم خطاؤن) جب ظالم و بدکار فوراً ہلاک کر دیے گئے تو صرف معصوم انبیاء کے زمین پر بیٹھے کی بھی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ ان کا ملائکہ معصومین کے ساتھ رہنا موزوں ہے۔ جب نیک و بد انسان دونوں زمین پر نہ رہے تو دوسرے حیوانات کا رکھنا بے فائدہ ہوگا، کیونکہ وہ سب بنی آدم کے لئے پیدا کیے گئے ہیں۔ نیز فرض کیجئے خدا نے انسانوں کے ظلم پر بطور سزا ان پر بارش بند کر دی تو کیا آدمیوں کے ساتھ جانور نہیں مریں گے۔ بہرحال خدا اگر بات بات پر دنیا میں پکڑے اور فوراً سزا دے تو اسی دنیا کا سارا قصہ منٹوں میں تمام ہو جائے۔ مگر وہ اپنے حلم و حکمت سے ایسا نہیں کرتا۔ بلکہ مجرموں کو توبہ و اصلاح کا موقع دیتا ہے اور وقت موعود تک ڈھیل دیتا چھوڑتا ہے۔ جب وقت آ پہنچا پھر ایک سیکنڈ ادھر ادھر نہیں ہو سکتا۔ تنبیہ: بعض مفسرین نے "فَمَا تَرَکَ عَلَیْهَا مِنْ دَآبَّةٍ" سے خاص دابہ ظالم مراد لیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو مطلب واضح ہے کوئی اشکال نہیں۔ واللہ اعلم

لِلّٰهِ مَا يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ

اللہ کے واسطے جس کو ناپسند کرتے ہیں ◆ اور بیان کرتی ہیں زبانیں ان کی جھوٹ کہ

لَهُمُ الْحُسْنٰى ؕ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ

ان کے واسطے خوبی ہے ◆ آپ ہی ثابت ہو گیا کہ ان کے واسطے آگ ہے اور وہ

مُّفْرَطُوْنَ ۝ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ

بڑھائے جا رہے ہیں ◆ قسم اللہ کی ہم نے رسول بھیجے مختلف فرقوں میں

مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَهُوَ

تجھ سے پہلے پھر اچھے کر دکھلائے ان کو شیطان نے ان کے کام سو وہی

وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَمَآ

رفیق ان کا ہے آج اور ان کے واسطے عذاب دردناک ہے ◆ اور

اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِى

ہم نے اتاری تجھ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول کر سنا دے تو ان کو وہ چیز

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

کہ جس میں جھگڑ رہے ہیں ◆ اور سیدھی راہ سوجھانے کو اور بخشش ان لوگوں کے لئے جو ایمان لانے والے ہیں ◆

وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ

اور اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر اس سے زندہ کیا زمین کو

بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ

اس کے مرنے کے پیچھے ◆ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کو

◆ یعنی جو چیزیں بری سمجھ کر اپنے لئے پسند نہیں کرتے مثلاً بیٹیاں یا اپنے ملک میں کسی اجنبی کی شرکت یا استبداد یا تحقیر کا معاملہ وہ خدا اور قدوس کے لئے ثابت کرتے ہیں۔

◆ **کفار کے جھوٹے دعوے** | یعنی باوجود ان گستاخیوں کے زبان پر یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ ہم تو دنیا میں بھی بھلی چیزوں کے لائق ہیں اور اگر آخرت وغیرہ کے قصے سچے ہوئے تو وہاں بھی خوب مزے اڑائیں گے۔ "وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ رَحْمَةً مِّنَّا مِنْۢ بَعْدِ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ هٰذَا لِيْ وَمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّلَئِنْ رُّجِعْتُ اِلٰى رَبِّيْٓ اِنَّ لِيْ عِنْدَهٗ لَلْحُسْنٰى" (حم السجدہ رکوع ۶)

◆ یعنی ان گستاخیوں کے ساتھ ایسی باطل آرزوئیں رکھنی ہی اس کی دلیل ہے کہ ان کے لئے کوئی خوبی اور بھلائی تو کیا ہوتی البتہ دوزخ تیار ہے جس کی طرف وہ بڑھے جا رہے ہیں اور جہاں پہنچ کر گویا بالکل بھلا دیئے جائیں گے۔ یعنی ابدالآباد تک بھی مہربانی کی نظر ان پر نہ ہو گی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ ان کو فرمایا جو ناکارہ چیزیں اللہ کے نام دیں اور اس پر یقین کریں کہ ہم کو بہشت ملے گی۔ سو ناحق وہ روز بروز دوزخ کی طرف بڑھتے ہیں۔

◆ **آنحضرت ﷺ کو تسلی** | کفار مکہ کی گستاخیوں اور لغو و بیہودہ رسوم کا ذکر کر کے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ ان کی حرکتوں سے دلگیر اور رنجیدہ نہ ہوں۔ ہم نے آپ سے پہلے بھی مختلف امتوں کی طرف پیغمبر بھیجے ہیں لیکن ہمیشہ یہی ہوا کہ شیطان لعین مکذبین کو ان کے عمل اچھے کر کے دکھاتا رہا۔ اور وہ برابر شرارت میں بڑھتے رہے۔ آج وہ سب خدائی عذاب کے نیچے ہیں۔ اور شیطان جو ان کا رفیق ہے کچھ کام نہیں آتا نہ ان کی فریاد کو پہنچ سکتا ہے۔ یہی انجام آپ کے مکذبین کا ہو گا۔ بعض نے "فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ" کا یہ مطلب لیا ہے کہ شیطان جس نے اگلوں کو بہکایا تھا وہی آج ان کفار مکہ کا رفیق بنا ہوا ہے۔ لہٰذا جو حشر ان کا ہوا ان کا بھی ہو گا۔

◆ یعنی قرآن صرف اس لئے اتارا گیا ہے کہ جن سچے اصولوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں اور جھگڑے ڈال رہے ہیں (مثلاً توحید، معاد اور احکام حلال و حرام وغیرہ) ان سب کو وضاحت و تحقیق کے ساتھ بیان کر دے۔ کوئی اشتباہ و خفا باقی نہ رہے۔ گویا نبی کریم ﷺ بذریعہ قرآن تمام نزاعات کا دو ٹوک فیصلہ سنا دیں اور بندوں پر خدا کی حجت تمام کر دیں۔ آگے نہ ماننا خود مخاطبین کا کام ہے جسے توفیق ہو گی قبول کرے گا۔ آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

◆ یعنی فیصلہ اور بیان تو سب کے لئے ہے لیکن اس کی ہدایت سے منتفع ہونا اور رحمت الٰہیہ کی آغوش میں آنا انہی کا حصہ ہے جو اس فیصلہ کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں اور بطیب خاطر ایمان لاتے ہیں۔

◆ یعنی خشک زمین کو آسمانی بارش سے سرسبز کر دیا گویا خشک ہونا زمین کی موت اور سرسبز و شاداب ہونا حیات ہے۔

يَّسْمَعُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ط

جو سنتے ہیں ◆ اور تمہارے واسطے چوپاؤں میں سوچنے کی جگہ ہے

نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ

پلاتے ہیں ہم تم کو ان کے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور لہو کے بیچ میں سے (درمیان سے)

لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَمِنْ ثَمَرٰتِ

دودھ ستھرا ◆ خوشگوار پینے والوں کے لیے ◆ اور میووں سے

النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ

کھجور کے اور انگور کے بناتے ہو اس سے نشہ اور

رِزْقًا حَسَنًا ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾

روزی خاصی ◆ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے واسطے جو سمجھتے ہیں (سوچتے ہیں) ◆

وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ

اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنا لے

الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾

پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں ٹٹیاں باندھتے ہیں ◆

ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ

پھر کھا ہر طرح کے میووں سے ◆ پھر چل راہوں میں (رستوں میں)

رَبِّكِ ذُلُلًا ط يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ

اپنے رب کی صاف پڑے ہیں ◆ نکلتی ہے ان کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے مختلف

◆ یعنی اسی طرح قرآن سے جاہلوں کو عالم اور مردہ دلوں کو زندہ کر دے گا۔ اگر توجہ کلی اور انصاف سے سنیں گے۔

◆ **چوپایوں میں عبرت کے نشان** یعنی اونٹ گائے بھینس وغیرہ جانور جو گھاس چارہ کھاتے ہیں۔ وہ پیٹ میں پہنچ کر تین چیزوں کی طرف تحلیل ہو جاتا ہے۔ قدرت نے ان حیوانات کے جسم کے اندرونی حصہ میں ایک مشین لگا دی ہے جو غذا کے کچھ اجزاء کو تحلیل کر کے فضلہ (گوبر) کی شکل میں باہر پھینک دیتی ہے اور کچھ اجزاء کو خون بنا کر عروق میں پھیلا دیتی ہے جو ان کی حیات و بقا کا سبب بنتا ہے۔ اور اسی ذرا سی مشین سے جس کے بعض اجزاء گوبر اور بعض خون بن گئے۔ ان دو گندی چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز (دودھ) تیار کرتی ہے جو نہایت پاک طیب اور خوشگوار چیز ہے۔

◆ **مشروبات کا بیان** پہلے کتاب اتارنے کی مناسبت سے پانی اتارنے کا ذکر فرمایا تھا۔ ان آیات میں پانی کی مناسبت سے باقی انواع مشروبات کا تذکرہ ہوا ہے یعنی دودھ، شراب (نبیذ) اور شہد۔ ایک دوسرے موقع پر جہاں جنت کی نہروں کا ذکر آیا ہے مشروبات کی یہی چار قسمیں مذکور ہوئی ہیں۔ "فِيهَا أَنْهَارٌ مِّن مَّاءٍ غَيْرِ آسِنٍ وَأَنْهَارٌ مِّن لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهُ وَأَنْهَارٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشَّارِبِينَ وَأَنْهَارٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى" (محمد رکوع ۲) یہاں اس قسم کی چیزوں کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کے خیال میں جو بڑی بڑی نعمتیں ہیں وہ سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں۔ پھر تعجب ہے کہ آدمی کس طرح منعم حقیقی کے احسانات بھلا کر دوسروں کا نام لیتا جاتا ہے۔ گویا شرک کے ابطال کی طرف اشارہ ہوا اور یہ بھی کہ جس طرح تمہاری جسمانی زندگی کے لئے خدا نے طرح طرح کے انتظامات اور مناسب سامان کیے ہیں ضرور ہے کہ روحانی زندگی اور باطنی ترقی کے وسائل و ذرائع بھی کافی مقدار میں مہیا کیے ہوں گے۔

◆ **پھلوں کے منافع** یعنی ان میووں سے نشہ لانے والی شراب کشید کرتے ہو اور کھانے پینے کی دوسری عمدہ چیزیں مثلاً شربت، نبیذ، سرکہ اور خشک خرما، کشمش وغیرہ ان سے حاصل کرتے ہو۔ **تنبیہ** یہ آیت مکی ہے شراب مدینہ میں حرام ہوئی۔ پینے والے اس وقت تک بے تکلف پیتے تھے۔ ہجرت کے بعد حرام ہوئی پھر کسی مسلمان نے ہاتھ نہیں لگایا۔ تاہم اسی آیت میں "سَكَرًا" کے بعد "وَرِزْقًا حَسَنًا" فرما کر متنبہ فرما دیا کہ جو چیز آئندہ حرام ہونے والی ہے اس پر "رزق حسن" کا اطلاق کرنا موزوں نہیں۔

◆ یہاں "يَعْقِلُونَ" کا لفظ جو عقل سے مشتق ہے "سَكَرًا" کے تذکرہ سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ چونکہ نشہ عقل کو زائل کر دیتا ہے۔ اس لئے اشارہ فرما دیا کہ آیات کا سمجھنا عقل والوں کا کام ہے نشہ پینے والوں کا نہیں۔

◆ **شہد کی مکھی میں اللہ کی نشانیاں** یعنی انگور کی بیل چڑھانے کو جو ٹٹیاں باندھتے ہیں یا جو عمارتیں لوگ تیار کرتے ہیں۔ شہد کی مکھی کو حکم دینے کا یہ مطلب ہے کہ اس کی فطرت ایسی بنائی جو باوجود ادنیٰ حیوان ہونے کے نہایت کاریگری اور باریک صنعت سے اپنا چھتہ پہاڑوں، درختوں اور مکانوں میں تیار کرتی ہے۔ ساری مکھیاں ایک بڑی مکھی کے ماتحت رہ کر پوری فرمانبرداری کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ ان کے سردار کو "یعسوب" کہا جاتا ہے۔ جس کے ساتھ مکھیوں کا جلوس چلتا ہے۔ جب کہیں مکان بناتی ہیں تو سب خانے "مسدس متساوی الاضلاع" کی شکل پر ہوتے ہیں۔ بدون مسطر و پرکار وغیرہ کے اس قدر صحت و انضباط کے ساتھ ٹھیک ایک ہی شکل پر تمام خانوں کو رکھنا آدمی کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ مسدس کے علاوہ کوئی دوسری شکل اگر اختیار کی جاتی تو لامحالہ درمیان میں کچھ جگہ فضول خالی رہتی۔ فطرت نے اسی شکل کی طرف رہنمائی کی جس میں ذرا سا فرجہ بھی بیکار نہ رہے۔

◆ ثُمَّ كُلِي "مِن كُلِّ الثَّمَرَاتِ" سب اطراف گرد و پیش میں جو قدرتی طور پر پھلوں اور نباتات کی ... اپنی خواہش اور استعداد مزاج کے مناسب ہر قسم کے پھلوں اور میووں میں سے اپنی غذا حاصل کرے۔ چنانچہ مکھیاں اپنے چھتہ سے نکل کر رنگ برنگ کے پھل پھول چوستی ہیں جس سے شہد اور موم وغیرہ حاصل ہوتا ہے۔

◆ **شہد کی مکھی کے راستے** یعنی غذا حاصل کرنے اور کھا پی کر چھتہ کی طرف واپس آنے کے راستے صاف کھلے پڑے ہیں۔ کوئی روک ٹوک نہیں۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ مکھیاں غذا کی تلاش میں بعض اوقات بہت دور نکل جاتی ہیں پھر بے تکلف اپنے چھتہ میں واپس آ جاتی ہیں۔ ذرا راستہ نہیں بھولتیں۔ بعض نے "فَاسْلُكِي سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا" کا مطلب یہ لیا ہے کہ قدرت نے تیرے عمل و تصرف کے جو فطری راستے مقرر کر دیے ہیں ان پر مطیع و منقاد ہو کر چلتی رہ۔ مثلاً پھول پھل چوس کر فطری آلات و تصرفات سے شہد وغیرہ تیار کر۔

أَلْوَانُهُ فِيهِ شِفَاءٌ لِّلنَّاسِ ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً

رنگتیں ہیں ◆ اس میں شفا ہے لوگوں کے ◆ اس میں نشانی ہے

لِّقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿٦٩﴾ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفَّاكُمْ

ان لوگوں کے لیے جو دھیان کرتے ہیں ◆ اور اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو موت دیتا ہے

وَمِنكُم مَّن يُرَدُّ إِلَىٰ أَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ

اور کوئی تم میں سے پہنچ جاتا ہے نکمی عمر تک تاکہ سمجھنے کے پیچھے

بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ قَدِيرٌ ﴿٧٠﴾

اب کچھ نہ سمجھے ◆ اللہ جاننے والا ہے قدرت والا ◆

وَاللَّهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلَىٰ بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ

اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک پر روزی میں

فَمَا الَّذِينَ فُضِّلُوا بِرَادِّي رِزْقِهِمْ عَلَىٰ مَا مَلَكَتْ

سو جن کو بڑائی دی وہ نہیں پہنچا دیتے اپنی روزی ان کو جن کے مالک ان کے

أَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيهِ سَوَاءٌ ۚ أَفَبِنِعْمَةِ اللَّهِ

ہاتھ ہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں کیا اللہ کی نعمت سے

يَجْحَدُونَ ﴿٧١﴾ وَاللَّهُ جَعَلَ لَكُم مِّنْ أَنفُسِكُمْ

منکر ہیں ◆ اور اللہ نے پیدا کیں تمہارے واسطے تمہاری قسم سے

◆ یعنی مختلف رنگ کا شہد نکلتا ہے سفید، سرخ، زرد، کہتے ہیں کہ رنگتوں کا اختلاف موسم، غذا اور عمر کی ... کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ شہد میں شفاء ہے یعنی بہت سی بیماریوں میں صرف شہد تنہا یا کسی دوسری دوا کے ساتھ شامل کر کے دیا جاتا ہے جو باذن اللہ مریضوں کی شفا پانے کا ذریعہ ہوتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص کو دست آ رہے تھے اس کا بھائی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوا

آپ نے شہد پلانے کی رائے دی۔ شہد پینے کے بعد اسہال میں ترقی ہوگئی۔ اس نے پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت دست زیادہ آنے لگے۔ فرمایا "صدق اللّٰہ وکذب بطن اخیک" (اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے) پھر پلا۔ دوبارہ پلانے سے بھی وہی کیفیت ہوئی۔ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ آخر تیسری مرتبہ پلانے سے دست بند ہو گئے اور طبیعت صاف ہوگئی۔ اطباء نے اپنے اصول کے موافق کہا ہے کہ بعض اوقات پیٹ میں "کیموس" فاسد ہوتا ہے جو پیٹ میں پہنچنے والی ہر ایک غذا اور دوا کو فاسد کر دیتا ہے اس لئے دست آتے ہیں اس کا علاج یہی ہے کہ مسہلات دی جائیں تاوہ "کیموس فاسد" خارج ہو۔ شہد کے مسہل ہونے میں کسی کو کلام نہیں گویا حضور کا مشورہ اسی طبی اصول کے موافق تھا۔ مامون رشید کے زمانہ میں شاہ عیسیٰ کو جب اسی قسم کا مرض لاحق ہوا تو اس زمانہ کے شاہی طبیب یحییٰ بن یوحنا نے مسہل سے اس کا علاج کیا اور یہی وجہ بتلائی۔ آج کل کے اطباء شہد کے استعمال کو استطلاق بطن کے علاج میں بے حد مفید بتلاتے ہیں۔

◆ **مُردوں سے پھلوں کی تخلیق** حضرت شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اوپر کی آیتوں میں مردے مٹی سے جلا اٹھنے کے تین پتے بتلائے۔ جانور کے پیٹ اور خون گوبر کے مابین سے دودھ، نشے کے مادہ (انگور کھجور وغیرہ) سے پاک روزی اور مکھی کے پیٹ سے شہد۔ تینوں میں اشارہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی بدولت جاہلوں کی اولاد میں عالم پیدا کرے گا۔ حضرت کے وقت میں یہی ہوا کہ کافروں کی اولاد عارف کامل ہوئی۔

◆ **انسانی وجود میں نشانی** قدرت کے بہت سے خارجی نشان بیان فرما کر انسان کو متنبہ کرتے ہیں کہ خود اپنے اندرونی حالات میں غور کرے۔ وہ کچھ نہ تھا خدا نے وجود بخشا پھر موت بھیجی اور دی ہوئی زندگی واپس لے لی۔ کچھ دن رکھا اور بعضوں کو موت سے پہلے ہی بڑھاپے کے ایسے درجہ تک پہنچا دیا کہ ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہے۔ نہ ہاتھ پاؤں میں طاقت رہی، بالکل نکما ہو گیا۔ نہ کوئی بات سمجھتا ہے نہ سمجھی ہوئی یاد رکھ سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم و قدرت اسی خالق و مالک کے خزانہ میں ہے۔ جب اور جس قدر چاہے دے اور جب چاہے واپس کر لے۔ حضرت شاہ صاحبؒ کے نزدیک آیت میں اس طرف اشارہ ہے کہ اس امت میں کامل پیدا ہو کر پھر ناقص پیدا ہونے لگیں گے۔ واللہ اعلم۔

◆ **رزق میں ایک دوسرے پر فضیلت** یعنی خدا کی دی ہوئی روزی اور معیشت سب کے لئے برابر نہیں۔ بلحاظ قابلیت و استعداد و احوال کے اس نے اپنی حکمت بالغہ سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ کسی کو مالدار اور با اقتدار بنایا جس کے ہاتھ تلے بہت سے غلام اور نوکر چاکر ہیں۔ جن کو اسی کے ذریعہ سے روزی پہنچتی ہے۔ ایک وہ غلام ہیں جو بذات خود ایک پیسہ یا ادنیٰ اختیار کے مالک نہیں، ہر وقت آقا کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں۔ تو کیا دنیا میں کوئی آقا گوارا کرے گا کہ غلام یا نوکر چاکر جو بہرحال اسی جیسے انسان ہیں بدستور غلامی کی حالت میں رہتے ہوئے اس کی دولت، عزت، بیوی وغیرہ میں برابر کے شریک ہو جائیں۔ غلام کا حکم تو شرعاً یہ ہے کہ بحالت غلامی کسی چیز کا مالک بنایا جائے تب بھی نہیں بنتا آقا ہی مالک رہتا ہے اور فرض کرو آقا غلامی سے آزاد کر کے اپنی دولت وغیرہ میں برابر کا حصہ دار بنا لے تو مساوات پیدا ہو جائے گی۔ لیکن اس وقت غلام غلام نہ رہا۔ بہرکیف غلامی اور مساوات جمع نہیں ہو سکتی۔ جب دو ہم جنس اور متحد النوع انسانوں کے اندر مالک و مملوک میں شرکت و مساوات ممکن نہ ہو سکی پھر غضب ہے کہ خالق و مخلوق کو معبودیت وغیرہ میں برابر کر دیا جائے۔ ان چیزوں کو جنہیں خدا کی مملوک سمجھنے کا اقرار خود مشرکین بھی کرتے تھے۔ (الا شریکا ہو لک تملکہ وما ملک) مالک حقیقی کا شریک و سہیم ٹھہرا دیا جائے۔ کیا منعم حقیقی کی نعمتوں کا یہی شکریہ ہے کہ جس بات کے قبول کرنے سے خود تم بھاگتے ہو اس سے زیادہ قبیح و شنیع صورت اس کے لئے تجویز کی جائے۔ نیز جس طرح روزی وغیرہ میں حق تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی سب کو ایک درجہ میں نہیں رکھا۔ اگر علم و عرفان اور کمالات نبوت میں کسی ہستی کو دوسروں سے فائق کر دیا تو خدا کی اس نعمت سے انکار کرنے کی بجز ہٹ دھرمی کے کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

أَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ أَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ

عورتیں ۞ اور دیے تم کو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور

حَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ أَفَبِالْبَاطِلِ

پوتے ۞ اور کھانے کو دیں تم کو ستھری چیزیں ۞ سو کیا جھوٹی باتیں

يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۙ (۷۲) وَ

مانتے ہیں اور اللہ کے فضل کو نہیں مانتے ۞ اور

يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا

پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسوں کو جو مختار نہیں ان کی روزی کے

مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۚ (۷۳)

آسمان اور زمین میں سے کچھ بھی ۞ اور نہ قدرت رکھتے ہیں ۞

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْأَمْثَالَ ؕ إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَ

سو مت چسپاں کرو (بٹھلاؤ) اللہ پر مثالیں ۞ بیشک اللہ جانتا ہے اور

أَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۷۴) ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا

تم نہیں جانتے ۞ اللہ نے بتلائی ایک مثال ایک بندہ (غلام)

مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا

پرایا مال نہیں قدرت (اختیار) رکھتا کسی چیز پر اور ایک جس کو ہم نے روزی دی اپنی

رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ؕ هَلْ

طرف سے خاصی روزی سو وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے چھپا کر اور سب کے روبرو کہیں

◆ یعنی نوع انسان ہی سے تمہارا جوڑ پیدا کیا تا الفت و موانست قائم رہے اور تخلیق کی غرض پوری ہو۔ "وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْہَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً" (الروم رکوع ۳)

◆ جو تمہاری بقائے نوعی کا ذریعہ ہیں۔

◆ جو بقائے شخصی کا سبب ہے۔

◆ یعنی بتوں کا احسان مانتے ہیں کہ بیماری سے چنگا کیا، بیٹا دیا، یا روزی دی اور یہ سب جھوٹ اور وہ جو حقیقی دینے والا ہے اس کے شکر گزار نہیں۔ کذا فی الموضح۔ اور شاید یہ بھی اشارہ ہو کہ فانی و زائل زندگانی کی بقائے نوعی و شخصی کے اسباب کو تو مانتے ہو اور خدا کی سب سے بڑی نعمت (پیغمبر علیہ السلام کی ہدایات) کو جو بقائے ابدی اور حیات جاودانی کا واحد ذریعہ ہے تسلیم نہیں کرتے۔ الا کل شیء ما خلا اللہ باطل۔

◆ یعنی نہ آسمان سے مینہ برسانے کا ذرا اختیار رکھتے ہیں نہ زمین سے غلہ اگانے کا۔ پھر قادر مطلق کے شریک معبودیت میں کس طرح بن گئے؟

◆ یعنی نہ فی الحال اختیار حاصل ہے نہ آئندہ حاصل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

◆ **اللہ کیلئے کوئی مثال نہیں** | مشرک کہتے تھے کہ مالک اللہ ہی ہے۔ یہ لوگ اس کی سرکار میں مختار ہیں۔ ہمارے کام ان ہی سے پڑتے ہیں۔ بڑی سرکار تک براہ راست رسائی نہیں ہو سکتی۔ سو یہ مثال غلط ہے جو بارگاہ احدیت پر چسپاں نہیں۔ اللہ ہر چیز آپ کرتا ہے خواہ بلا واسطہ ہو یا بالواسطہ۔ کوئی کام کسی کو اس طرح سپرد نہیں کر دیا جیسے سلاطین دنیا اپنے ماتحت حکام کو اختیارات تفویض کر دیتے ہیں کہ تفویض تو ارادہ و اختیار سے کیا لیکن بعد تفویض ان اختیارات کے استعمال میں ماتحت آزاد ہیں۔ کسی مجسٹریٹ کے فیصلے کے وقت بادشاہ یا پارلیمنٹ کو اس واقعہ اور فیصلہ کی مطلق خبر نہیں ہوتی نہ اس وقت جزئی طور پر بادشاہ کی مشیت و ارادہ کو فیصلہ صادر کرنے میں قطعاً دخل ہے۔ یہ صورت حق تعالیٰ کے یہاں نہیں۔ بلکہ ہر ایک چھوٹا بڑا کام ہر ادنیٰ سے ادنیٰ جزئی خواہ بوسائط اسباب یا بلا واسطہ اس کے علم محیط اور مشیت و ارادہ سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اسی لئے لازم ہے کہ آدمی ہر کلی جزئی کا فاعل اور مؤثر حقیقی اعتقاد کر کے تنہا اسی کو معبود و مستعان سمجھے۔ **تنبیہ** | ابن عباسؓ وغیرہ سلف سے "فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ" کا یہ مطلب منقول ہے کہ خدا کا مماثل کسی کو مت ٹھہراؤ۔

◆ **وہ مثالیں** | یعنی تم نہیں جانتے کہ خدا کے لئے کس طرح مثال پیش کرنی چاہئے۔ جو اصل حقیقت اور صحیح مطلب کی تفہیم میں معین ہو۔ اور اس کی عظمت و نزاہت کے خلاف شبہ پیدا نہ کرے۔ اگر صحیح مثال چاہو تو آگے دو مثالیں بیان فرمائیں۔ انہیں غور سے سنو اور تمثیل کی غرض کو سمجھو۔

يَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾

برابر ہوتے ہیں سب تعریف اللہ کو ہے پر بہت لوگ نہیں جانتے ◆

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَاۤ اَبْكَمُ لَا

اور بتائی اللہ نے ایک دوسری مثال دو مرد ہیں ایک گونگا ◆

يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا

کچھ کام نہیں کر سکتا ◆ اور وہ بھاری ہے اپنے صاحب (مالک) پر جس طرف

يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ

اس کو بھیجے نہ کر کے لائے کچھ بھلائی ◆ کہیں برابر ہے وہ اور ایک وہ شخص

يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ ع وَلِلّٰهِ

جو حکم کرتا ہے انصاف سے اور ہے سیدھی راہ پر ◆ اور اللہ ہی کے پاس ہیں

غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَاۤ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا

بھید آسمانوں اور زمین کے ◆ اور قیامت کا کام تو ایسا ہے جیسے

كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

لپک نگاہ کی یا اس سے بھی قریب ◆ اور اللہ ہر چیز پر

قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا

قادر ہے ◆ اور اللہ نے تم کو نکالا تمہاری ماں کے پیٹ سے نہ

تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ

جانتے تھے تم کسی چیز کو اور دیے تم کو کان اور آنکھیں

وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ یَرَوْا اِلَى

اور دل ۔ تاکہ تم ۔ احسان مانو ◆ کیا نہیں دیکھے

الطَّیْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِیْ جَوِّ السَّمَآءِ ؕ مَا یُمْسِكُهُنَّ اِلَّا

اڑتے جانور ۔ حکم کے باندھے ہوئے ۔ آسمان کی ہوا میں ۔ کوئی نہیں تھام رہا ان کو ۔ سوائے

اللّٰهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ

اللہ کے ◆ اس میں نشانیاں ہیں ۔ ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں ◆ اور اللہ نے

جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُیُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ

بنا دیے تم کو ۔ تمہارے گھر ۔ بسنے کی جگہ ◆ اور بنا دیے تم کو

مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُیُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا یَوْمَ

چوپاؤں کی کھال سے ۔ ڈیرے ۔ جو ہلکے رہتے ہیں تم پر ۔ جس دن

ظَعْنِكُمْ وَیَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَ

سفر میں ہو ۔ اور جس دن گھر میں ◆ اور بھیڑوں کی اون سے ۔ اور

اَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَاۤ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ ﴿۸۰﴾

اونٹوں کی پشمیوں سے ◆ اور بکریوں کے بالوں سے ۔ کتنے اسباب ۔ اور استعمال کی چیزیں ۔ ایک وقت مقررہ تک ◆

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ

اور اللہ نے بنا دیے تمہارے واسطے ۔ اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے سائے ◆ اور بنا دیے تمہارے واسطے

مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِیْلَ تَقِیْكُمُ

پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں ◆ اور بنا دیے تم کو کرتے ۔ جو بچاؤ ہیں

الْحَرَّ وَسَرَابِيلَ تَقِيكُم بَأْسَكُمْ ۚ كَذَٰلِكَ يُتِمُّ

گرمی میں ◆ اور کرتے جو بچاؤ میں لڑائی میں ◆ اسی طرح پورا کرتا ہے

نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُونَ ﴿٨١﴾ فَإِن تَوَلَّوْا

اپنا احسان تم پر تاکہ تم حکم مانو ◆ پھر اگر پھر جائیں

فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿٨٢﴾ يَعْرِفُونَ نِعْمَتَ

تو تیرا کام تو یہی ہے کھول کر سنا دینا ◆ پہچانتے ہیں اللہ کا

اللَّهِ ثُمَّ يُنكِرُونَهَا وَأَكْثَرُهُمُ الْكَافِرُونَ ﴿٨٣﴾ وَيَوْمَ

احسان پھر منکر ہو جاتے ہیں اور بہت ان میں ناشکر ہیں ◆ اور جس دن

نَبْعَثُ مِن كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا ثُمَّ لَا يُؤْذَنُ لِلَّذِينَ

کھڑا کریں ہم ہر فرقہ میں ایک بتانے والا پھر حکم (اجازت) نہ ملے

كَفَرُوا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُونَ ﴿٨٤﴾ وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ ظَلَمُوا

منکروں کو اور نہ ان سے توبہ لی جائے ◆ اور جب دیکھیں گے ظالم

الْعَذَابَ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمْ وَلَا هُمْ يُنظَرُونَ ﴿٨٥﴾

عذاب کو پھر ہلکا نہ ہو گا ان سے اور نہ ان کو ڈھیل ملے ◆

وَإِذَا رَأَى الَّذِينَ أَشْرَكُوا شُرَكَاءَهُمْ قَالُوا رَبَّنَا

اور جب دیکھیں مشرک اپنے شریکوں کو کہیں اے رب

هَٰؤُلَاءِ شُرَكَاؤُنَا الَّذِينَ كُنَّا نَدْعُو مِن دُونِكَ

یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم پکارتے تھے تجھ سے ورے ◆

◆۱ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جن کرتوں میں گرمی کا بچاؤ ہے سردی کا بھی بچاؤ ہے۔ پر اس ملک میں گرمی زیادہ تھی اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔"

◆۲ یعنی زرہیں جو لڑائی میں زخمی ہونے سے بچاتی ہیں۔

◆۳ **جسمانی اور روحانی تربیت کا سامان** | یعنی دیکھو! کس طرح تمہاری ہر قسم کی ضروریات کا اپنے فضل سے انتظام فرمایا اور کیسی عقلی و عملی قوتیں مرحمت فرمائیں جن سے کام لے کر انسان عجیب و غریب تصرفات کرتا رہتا ہے۔ پھر کیا ممکن ہے کہ جس نے مادی اور جسمانی دنیا میں اس قدر احسانات فرمائے، روحانی تربیت و تکمیل کے سلسلہ میں ہم پر اپنا احسان پورا نہ کرے گا۔ چنانچہ پورا کر چکا۔ "اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا" (مائدہ رکوع ۱) ضروری ہے کہ سب لوگ اس کے احسان کے آگے گردنیں جھکا دیں اور اس منعم حقیقی اور محسن اعظم کے مطیع و منقاد ہو کر رہیں۔

◆۴ یعنی اگر اس قدر احسانات سن کر بھی خدا کے سامنے نہ جھکیں تو آپ کچھ غم نہ کھائیے۔ آپ اپنا فرض ادا کر چکے کھول کھول کر تمام ضروری باتیں سنا دی گئیں۔ آگے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجئے۔

◆۵ یعنی بہت تھوڑے بندے شکر گزار بھی ہیں "وَ قَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ" (سبا رکوع ۲) یعنی اکثروں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دیکھتے اور اس کے احسانات کو سمجھتے ہیں، مگر جب شکر گزاری اور اظہار اطاعت کا وقت آتا ہے تو سب بھول جاتے ہیں۔ گویا دل سے سمجھتے ہیں اور عمل سے انکار کرتے ہیں۔

◆۶ **کفر و ناشکری کا انجام** | یہاں سے کفر و ناشکری کا انجام بتلاتے ہیں۔ یعنی یاد رکھو! وہ دن بھی آنے والا ہے جب تمام اگلی پچھلی امتیں احکم الحاکمین کی آخری عدالت میں کھڑی ہوں گی اور ہر امت کا نبی بطور گواہ کھڑا کیا جائے گا تا اپنی امت کے نیک و بد اور مطیع و عاصی کی نسبت شہادت دے کہ کس نے کیسا معاملہ حق کے پیغام اور پیغامبر کے ساتھ کیا ہے۔ اس وقت منکروں کو اجازت نہ ہوگی کہ کچھ لب کشائی کر سکیں یا اب بعد از وقت توبہ کر کے سزا سے چھوٹ جائیں اور لب کشائی کاہے کو کریں گے، وہاں تو انہیں اپنے مجرم ہونے اور کسی کی معذرت نہ چل سکنے کا پورا انکشاف ہو جائے گا۔ وہ یہ بھی سمجھ لیں گے کہ یہ "دارالجزاء" ہے "دارالعمل" نہیں جو اب توبہ کر کے خطائیں معاف کرا لیں۔

◆۷ یعنی عذاب کی سختی میں کمی ہوگی اور نہ درمیان میں وقفہ ہوگا کہ تھوڑی دیر مہلت مل جائے، پھر از سر نو عذاب شروع ہو۔ بعض نے "وَلَا ہُمْ یُنْظَرُوْنَ" سے یہ مراد لیا ہے کہ جہنم کو دیکھنے کے بعد ایک منٹ کی ڈھیل نہ ملے گی۔ جہنم فوراً مجرمین کو اس طرح اچک لے گا جیسے پرندہ کیڑے دانہ اٹھا کر نگل جاتا ہے۔ گویا سرعت دخول کی طرف اشارہ ہوا۔

◆۸ **کفار اور ان کے جھوٹے معبود** | یعنی ہم تو ان کی بدولت مارے گئے۔ شاید یہ مطلب ہو کہ ہم بذات خود بے قصور ہیں، یا یہ کہ انہیں دوہری سزا دیجئے۔

فَأَلْقَوْا إِلَيْهِمُ الْقَوْلَ إِنَّكُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿٨٦﴾ وَأَلْقَوْا

تب وہ ان پر ڈالیں گے بات ◆ کہ تم جھوٹے ہو ◆ اور ڈالیں گے

إِلَى اللَّهِ يَوْمَئِذٍ السَّلَمَ ۖ وَضَلَّ عَنْهُم مَّا كَانُوا

اللہ کے آگے اس دن عاجزی ہوکر اور بھول جائیں (جاتے رہیں گی) ان سے (جو

يَفْتَرُونَ ﴿٨٧﴾ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَن سَبِيلِ

جھوٹ باندھتے تھے ◆ جو لوگ منکر ہوئے ہیں اور روکتے رہے ہیں اللہ کی

اللَّهِ زِدْنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا كَانُوا

راہ سے ان کو ہم بڑھا دیں گے عذاب پر عذاب بدلا اس کا جو

يُفْسِدُونَ ﴿٨٨﴾ وَيَوْمَ نَبْعَثُ فِي كُلِّ أُمَّةٍ شَهِيدًا

خرابیاں کرتے تھے ◆ اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر فرقہ میں ایک بتانے والا

عَلَيْهِم مِّنْ أَنفُسِهِمْ ۖ وَجِئْنَا بِكَ شَهِيدًا عَلَىٰ

ان پر انہی میں کا اور تجھ کو لائیں بتانے کو

هَٰؤُلَاءِ ۚ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ

ان لوگوں پر ◆ اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان

شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً وَبُشْرَىٰ لِلْمُسْلِمِينَ ﴿٨٩﴾

ہر چیز کا ◆ اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری حکم ماننے والوں کے لیے ◆

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ وَإِيتَاءِ ذِي

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں (کو)

باطل معبودوں کا جواب | یعنی جھوٹے ہو جو ہم کو خدا کا شریک ٹھہرایا۔ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو۔ فی الحقیقت تم محض اپنے اوہام و خیالات کو پوجتے تھے جس کے پیچھے کوئی حقیقت نہ تھی۔ یا جن و شیاطین کی پرستش کرتے تھے۔ مگر وہاں شیطان بھی یہ کہہ کر الگ ہو جائے گا ''وَمَا کَانَ لِیَ عَلَیْکُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُکُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَکُمْ'' (ابراہیم رکوع ۴) غرض جن چیزوں کو مشرکین نے معبود بنا رکھا تھا سب اپنی علیحدگی اور بیزاری کا اظہار کریں گے۔ کوئی سچ کوئی جھوٹ۔ پتھر کے بتوں کو تو سرے سے کچھ خبر ہی نہ تھی۔ ملائکہ اور بعض انبیاء و صالحین ہمیشہ شرک سے سخت نفرت و بیزاری اور اپنی خالص بندگی کا اظہار کرتے رہے۔ رہ گئے شیاطین سو ان کا اظہار نفرت گو جھوٹ ہو گا تاہم اس سے مشرکین کو کلی طور پر ناامیدی ہو جائے گی کہ آج بڑے سے بڑا رفیق بھی کام آنے والا نہیں۔

یعنی ساری شیخی اور افترا پردازیاں اس وقت غائب ہو جائیں گی سب عاجز و مطیع ہو کر خدا کے سامنے اپنی اطاعت و انقیاد کا اظہار کریں گے ''اَسْمِعْ بِہِمْ وَاَبْصِرْ یَوْمَ یَاْتُوْنَنَا'' (مریم رکوع ۲)

یعنی ایک عذاب تو انکار حق پر دوسرا اس پر کہ اوروں کو خدا کی راہ سے روکا۔ یا ایک عذاب صدور جرم پر دوسرا اس کی عادت ڈالنے پر۔ بہرحال آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت میں اہل جنت کے منازل و مدارج متفاوت ہوں گے جہنمیوں کا عذاب بھی کماً و کیفاً انواعاً متفاوت ہو گا۔

آخرت میں آنحضرتؐ کی شہادت | یعنی وہ ہولناک دن یاد رکھنے کے قابل ہے جب ہر ایک پیغمبر اپنی امت کے معاملات کے متعلق بارگاہ احدیت میں بیان دے گا۔ اور آپ (نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم) اس امت کی حالت بتلائیں گے بلکہ بعض مفسرین کے قول کے موافق آپ ان تمام شہداء کے لئے شہادت دیں گے کہ بیشک انہوں نے اپنا فرض منصبی بخوبی ادا کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضورؐ کے روبرو پیش کئے جاتے ہیں۔ آپ اعمال خیر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر ان کے لئے استغفار فرماتے ہیں۔

قرآن کریم رحمت و بشارت ہے | یعنی قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور قوانین دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مفصل اور واضح بیان ہے۔ اس میں قیامت کے یہ واقعات بھی آگئے جن کا ذکر اوپر ہوا۔ بہرصورت جس پیغمبر پر ایسی جامع کتاب اتری تھی اس کی مسئولیت اور ذمہ داری بھی بہت بھاری ہوگی گویا ''شَہِیْدًا عَلٰی ہٰٓؤُلَآءِ'' کے بعد ''وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ'' ذکر کر کے حضورؐ کے عظیم مرتبہ اور اسی مرتبہ کے مناسب مسئولیت کی طرف لطیف اشارہ فرما دیا۔ ''فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِیْنَ اُرْسِلَ اِلَیْہِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِیْنَ'' (اعراف رکوع ۱) ابن کثیرؒ نے اس کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔

یعنی یہ کتاب سارے جہان کے لئے سراپا ہدایت اور مجسم رحمت ہے فرمانبردار بندوں کو شاندار مستقبل کی خوشخبری سناتی ہے۔

الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ وَالْبَغْيِ

کرنے کا ◆ اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نامعقول کام سے اور سرکشی سے ◆

يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۹۰﴾ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا

تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو ◆ اور پورا کرو عہد اللہ کا جب

عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَ

آپس میں عہد کرو اور مت توڑو قسموں کو پکا کرنے کے بعد اور

قَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا

تم نے کیا ہے اللہ کو اپنے اوپر ضامن اللہ جانتا ہے جو

تَفْعَلُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا

تم کرتے ہو ◆ اور مت رہو جیسے وہ عورت کہ توڑا اس نے اپنا سوت کاتا ہوا

◆ **قرآن کریم کی جامع ترین آیت** قرآن کو "تبیاناً لکل شیء" فرمایا تھا۔ یہ آیت اس کا ایک نمونہ ہے۔ ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک خیر و شر کے بیان کو اس آیت میں اکٹھا کر دیا ہے۔ گویا کوئی عقیدہ، خلق، نیت، عمل، معاملہ اچھا یا برا ایسا نہیں جو امراً یا نہیاً اس کے تحت میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر قرآن میں کوئی دوسری آیت نہ ہوتی تو تنہا یہی آیت "تبیاناً لکل شیء" کا ثبوت دینے کے لئے کافی تھی۔ شاید اسی لئے خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے خطبۂ جمعہ کے آخر میں اس کو درج کر کے امت کے لئے اسوۂ حسنہ قائم کر دیا۔ اس آیت کی جامعیت سمجھانے کے لئے تو ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے۔ تاہم تھوڑا سا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ آیت میں تین چیزوں کا امر فرمایا ہے۔

عدل و احسان عدل، احسان، ایتاء ذی القربیٰ۔ "عدل" کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، جذبات، اعتدال و انصاف کے ترازو میں تلے ہوں، افراط و تفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ پائے۔ سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ اس کا ظاہر و باطن یکساں ہو، جو بات اپنے لئے پسند کرتا ہو وہی اپنے بھائی کے لئے بھی پسند کرے۔ "احسان" کے معنی یہ ہیں کہ انسان بذات خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بن کر دوسروں کا بھلا چاہے۔ مقام عدل و انصاف سے ذرا اور بلند ہو کر فضل و عفو اور تلطف و ترحم کی خو اختیار کرے۔ فرض ادا کرنے کے بعد تطوعات کی طرف قدم بڑھائے۔ انصاف کے ساتھ مروت کو جمع کرے۔ اور یقین رکھے کہ جو بھلائی کرے گا خدا اسے دیکھ رہا ہے۔ ادھر سے بھلائی کا جواب ضرور بھلائی کی صورت میں ملے گا۔ "الاحسان ان تعبد اللّٰہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ

ہوا کہ "ہَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ" (رحمٰن رکوع ۳) یہ دونوں خصلتیں (یعنی عدل و احسان یا بالفاظ دیگر انصاف و مروت) تو اپنے نفس اور ہر ایک خویش و بیگانہ اور دوست و دشمن سے متعلق تھیں۔ لیکن اقارب کا حق اجانب سے کچھ زائد ہے۔ جو تعلقات قرابت قدرت نے باہم رکھ دیے ہیں انہیں نظر انداز نہ کیا جائے۔ بلکہ اقارب کی ہمدردی اور ان کے ساتھ مروت و احسان اجانب سے کچھ بڑھ کر ہونا چاہیے۔ صلۂ رحم ایک مستقل نیکی ہے جو اقارب ذوی الارحام کے لئے وجہ بوجہ استعمال ہونی چاہیے۔ گویا "احسان" کے بعد ذی القربیٰ کی تخصیص (ذکر کر کے متنبہ فرما دیا کہ عدل و انصاف تو سب کے لئے یکساں ہے لیکن مروت و احسان کے وقت بعض مواقع بعض سے زیادہ رعایت و اہتمام کے قابل ہیں۔ فرق مراتب کو فراموش کرنا ایک طرح قدرت کے قائم کیے ہوئے قوانین کو بھلا دینا ہے۔ اب ان تینوں لفظوں کی ہمہ گیری کو پیش نظر رکھتے ہوئے سمجھدار آدمی فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ کونسی فطری خوبی، بھلائی اور نیکی دنیا میں ایسی رہ گئی ہے جو ان تین فطری اصولوں کے احاطہ سے باہر ہو۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

◆ **فحشاء و منکر** | منع بھی تین چیزوں سے کیا فحشاء، منکر، بغی، کیونکہ انسان میں تین قوتیں ہیں۔ جن کے بے موقع اور غلط استعمال سے ساری خرابیاں اور برائیاں پیدا ہوتی ہیں۔ قوت بہیمیہ شہوانیہ، قوت وہمیہ شیطانیہ، قوت غضبیہ سبعیہ۔ "فحشاء" سے وہ بے حیائی کی باتیں مراد ہیں جن کا منشاء شہوت و بہیمیت کی افراط ہو "منکر" معروف کی ضد ہے۔ یعنی نامعقول کام جس پر فطرت سلیمہ اور عقل صحیح انکار کرے۔ گویا قوت وہمیہ شیطانیہ کے غلبہ سے قوت عقلیہ ملکیہ دب جائے۔ تیسری چیز "بغی" ہے۔ یعنی سرکشی کر کے حد سے نکل جانا۔ ظلم و تعدی پر کمر بستہ ہو کر درندوں کی طرح کھانے پھاڑنے کو دوڑنا اور دوسروں کے جان و مال یا آبرو وغیرہ لینے کے واسطے ناحق دست درازی کرنا۔ اس قسم کی تمام حرکات قوت غضبیہ سبعیہ کے بے جا استعمال سے پیدا ہوتی ہیں۔ الحاصل آیت میں متنبہ فرما دیا کہ انسان جب تک ان تینوں قوتوں کو قابو میں نہ رکھے اور قوت عقلیہ ملکیہ کو ان سب پر حاکم نہ بنائے مہذب اور پاک نہیں ہو سکتا۔

◆ اکثم بن صیفی نے اس آیت کریمہ کو سن کر اپنی قوم سے کہا "میں دیکھتا ہوں کہ یہ پیغمبر تمام عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور کمینہ اخلاق و اعمال سے روکتے ہیں۔ تو تم اس کے ماننے میں جلدی کرو۔ فَکُوْنُوْا فِیْ ھٰذَا الْاَمْرِ رُءُوْسًا وَّلَا تَکُوْنُوْا فِیْہِ اَذْنَابًا (یعنی تم اس سلسلہ میں سر بنو دم نہ بنو) حضرت عثمان بن مظعون فرماتے ہیں کہ اسی آیت کو سن کر میرے دل میں ایمان راسخ ہوا اور محمد ﷺ کی محبت جاگزیں ہوئی۔

◆ **ایفائے عہد اور قسموں کا پورا کرنا** | اوپر کی آیت میں تین چیزوں کے کرنے یا چھوڑنے کا حکم تھا۔ ان کے بعض افراد کو یہاں تخصیص بیان فرماتے ہیں۔ یعنی ایفائے عہد کی تاکید اور غدر و بدعہدی سے ممانعت کہ یہ چیز علاوہ فی نفسہ مہتم بالشان ہونے کے اس وقت مخاطبین کے بہت زیادہ مناسب حال تھی جس کا مسلم قوم کے عروج و ترقی اور مستقبل کی کامیابی پر بے انتہا اثر پڑنے والا تھا۔ اس لئے حکم دیا کہ جب خدا کا نام لے کر اور قسمیں کھا کر معاہدہ کرتے ہو تو خدا کے نام پاک کی حرمت قائم رکھو۔ کسی قوم سے یا کسی شخص سے معاہدہ ہو (بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو) مسلمان کا فرض ہے کہ اسے پورا کرے۔ خواہ اس میں کتنی ہی مشکلات اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ "قول مرداں جان دارد" مخصوصاً جب خدا کا نام بیچ میں ڈال کر اور حلف کر کے ایک معاہدہ کیا ہے تو سمجھنا چاہیے کہ قسم کھانا گویا خدا کو اس معاملہ کا گواہ یا ضامن بنانا ہے۔ وہ جانتا ہے جب تم اسے گواہ بنا رہے ہو اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں تک اس گواہی کا لحاظ رکھتے ہو۔ اگر تم نے خیانت اور بدعہدی کی۔ وہ اپنے علم محیط کے موافق پوری سزا دے گا۔ کیونکہ تمہاری کسی قسم کی کوئی بھی دغا بازی اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

مِنۢ بَعۡدِ قُوَّةٍ اَنۡكَاثًا ؕ تَتَّخِذُوۡنَ اَيۡمَانَكُمۡ دَخَلًاۢ

محنت سے کیا (مضبوط کرنے) کے بعد ٹکڑے ٹکڑے ◆ کر ٹھہراتی ہو اپنی قسموں کو دخل دینے کا بہانہ

بَيۡنَكُمۡ اَنۡ تَكُوۡنَ اُمَّةٌ هِىَ اَرۡبٰى مِنۡ اُمَّةٍ ؕ

ایک دوسرے میں (آپس میں) اس واسطے کہ ایک فرقہ ہو چڑھا ہوا دوسرے سے ◆

اِنَّمَا يَبۡلُوۡكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ؕ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمۡ يَوۡمَ

یہ تو اللہ پرکھتا ہے تم کو اس سے ◆ اور آئندہ کھول دے گا اللہ تم کو قیامت

الۡقِيٰمَةِ مَا كُنۡتُمۡ فِيۡهِ تَخۡتَلِفُوۡنَ ﴿۹۲﴾ وَلَوۡ شَآءَ اللّٰهُ

کے دن جس بات میں تم جھگڑ رہے تھے ◆ اور اللہ چاہتا

لَجَعَلَكُمۡ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰـكِنۡ يُّضِلُّ مَنۡ يَّشَآءُ وَ

تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کر دیتا لیکن راہ بھلاتا ہے جس کو چاہے اور

يَهۡدِىۡ مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَلَتُسۡـئَلُنَّ عَمَّا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۳﴾

سمجھاتا ہے جس کو چاہے ◆ اور تم سے پوچھ ہوگی جو کام تم کرتے تھے ◆

وَلَا تَتَّخِذُوۡۤا اَيۡمَانَكُمۡ دَخَلًاۢ بَيۡنَكُمۡ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ

اور نہ ٹھہراؤ اپنی قسموں کو دھوکا (فریب) آپس میں کہ ڈگ (پھسل) نہ جائے کسی کا پاؤں

بَعۡدَ ثُبُوۡتِهَا وَتَذُوۡقُوا السُّوۡۤءَ بِمَا صَدَدْتُّمۡ عَنۡ

جمنے کے پیچھے اور تم چکھو سزا اس بات پر کہ تم نے روکا

سَبِيۡلِ اللّٰهِ ۚ وَلَـكُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۹۴﴾ وَلَا تَشۡتَرُوۡا

اللہ کی راہ سے اور تم کو بڑا عذاب ہو ◆ اور مت لو

◆ **عہد توڑنے کی مثال** یعنی عہد باندھ کر توڑ ڈالنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سوت کاتے، پھر کتا کتایا سوت شام کے وقت توڑ کر پارہ پارہ کر دے۔ چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کیا کرتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کات لیا اور جب چاہا انگلیوں کی ادنیٰ حرکت سے بے تکلف توڑ ڈالا سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے۔ بات کا اعتبار نہ رہے تو دنیا کا انتظام مختل ہو جائے۔ قول و قرار کی پابندی ہی سے عدل کی ترازو سیدھی رہ سکتی ہے۔ جو قومیں قانون عدل و انصاف سے ہٹ کر محض اغراض و خواہشات کی پوجا کرنے لگتی ہیں، ان کے یہاں معاہدات صرف توڑنے کے لئے رہ جاتے ہیں جہاں معاہد قوم کو اپنے سے کمزور دیکھا، سارے معاہدات ردی کی ٹوکری میں پھینک دیئے گئے۔

◆ یعنی معاہدوں اور قسموں کو فریب دہی، مکاری اور حیلہ سازی کا آلہ مت بناؤ۔ جس طرح اہل جاہلیت کی عادت تھی کہ ایک جماعت کو اپنے سے طاقتور دیکھ کر معاہدہ کر لیا، پھر جس وقت کوئی جماعت اس سے بڑھ کر معزز اور طاقتور سامنے آئی، پہلا معاہدہ توڑ کر نئی جماعت سے عہد و پیمان جوڑ لئے۔ پھر چند روز بعد ان حلفاء کو کمزور دیکھ کر اور اپنے کو بڑھا لینے کا موقع پایا تو فوراً معاہدات توڑ ڈالے اور سب قسمیں اور حلف بالائے طاق رکھ دیئے۔ بعینہٖ جس طرح آج کل یورپین اقوام کا معمول ہے۔

◆ **قوموں کی قوت اور ضعف میں آزمائش ہے** یعنی قوت و ضعف میں اقوام کا اختلاف ان میں سے کسی کو اوپر چڑھانا کسی کو نیچے گرانا، خدا تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کے لئے رکھا ہے اور ایفائے عہد کا حکم دینے میں بھی تمہارا امتحان ہے۔ دیکھتے ہیں کون ثابت قدم رہتا ہے کہ اپنا عہد پورا کرنے میں حلفاء کی قوت و ضعف کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ باقی اقبال و ادبار کسی کے بدلے سے بدلا نہیں جاتا۔ ادبار کی جگہ اقبال اور ضعف کی جگہ قوت خدا ہی لائے تو آسکتا ہے۔ یہاں بدعہدی کا خیال آنا اس کی علامت ہے کہ ادبار آنے والا ہے۔

◆ یعنی یہاں امتحان ہے، نتیجہ امتحان قیامت کے دن کھل جائے گا۔ جس وقت ضعف و طاقت کے سب جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔

◆ یعنی اسے قدرت تھی کہ اختلاف نہ رہنے دیتا، مگر حکمت اس کو مقتضی نہ تھی۔ جیسا کہ کئی مواقع میں ہم اس کی تقریر کر چکے ہیں۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "اس سے معلوم ہوا کہ کافر سے بھی غدر اور بدعہدی نہ کرے۔ مگر ان باتوں سے بچنا نہیں۔ بھلا بچا او پار آتا ہے۔"

◆ **بدعہدی سے بچو** یعنی عہد شکنی کر کے اور قسمیں توڑ کر بدعہدی کی رسم مت ڈالو اور مسلمان قوم کو بدنام نہ کرو کہ تمہارے خراب اور پست کیرکٹر کو دیکھ کر یقین لانے والے شک میں پڑ جائیں اور غیر مسلم قومیں اسلام میں داخل ہونے سے رکنے لگیں۔ اور تم پر خدا کی راہ سے روکنے کا گناہ پڑے جس کی سزا بڑی سخت ہوگی۔

بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ

اللہ کے عہد پر مول (بدلہ) تھوڑا سا بے شک جو اللہ کے یہاں ہے وہی بہتر ہے

لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ

تمہارے حق میں اگر تم جانتے ہو ۞ جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا

وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا

اور جو اللہ کے پاس ہے کبھی ختم نہ ہوگا (سو رہنے والا ہے) ۞ اور ہم بدلے میں دیں گے صبر کرنے والوں کو

اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ مَنْ عَمِلَ

ان کا حق اچھے (بہتر) کاموں پر جو کرتے تھے ۞ جس نے کیا

صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ

نیک کام مرد ہو یا عورت ہو اور وہ ایمان پر ہے تو اس کو ہم زندگی دیں گے

حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ

ایک اچھی زندگی ۞ اور بدلے میں دیں گے ان کو حق ان کا بہتر کاموں پر

مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ

جو کرتے تھے سو جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے

بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ اِنَّهٗ لَيْسَ لَهٗ

اللہ کی شیطان مردود سے ۞ اس کا زور نہیں

سُلْطٰنٌ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰي رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝

چلتا ان پر جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ۞

إِنَّمَا سُلْطٰنُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ

اس کا زور تو | انہی پر ہے | جو اس کو رفیق سمجھتے ہیں | اور جو

بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿١٠٠﴾ وَإِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ

اس کو شریک مانتے ہیں ◆ | اور جب | ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت

وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ؕ

اور اللہ خوب جانتا ہے | جو اتارتا ہے | تو کہتے ہیں | تو تو بنا لاتا ہے

بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿١٠١﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ

یہ بات نہیں پر اکثروں کو ان میں | خبر نہیں ◆ | تو کہہ | اس کو اتارا ہے پاک

الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

فرشتے نے | تیرے رب کی طرف سے | بلاشبہ ◆ | تاکہ ثابت کرے ایمان والوں کو

وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿١٠٢﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ

اور ہدایت | اور خوشخبری | مسلمانوں کے واسطے ◆ | اور ہم کو خوب معلوم ہے

اَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِيْ

کہ وہ کہتے ہیں | اس کو تو سکھلاتا ہے ایک آدمی ◆ | جس کی طرف

◆ یعنی جو لوگ از خود شیطان کو اپنا رفیق بنالیں اور بجائے ایک خدا پر بھروسہ کرنے کے اس پر بھروسہ کریں۔ گویا اس کو خدائی کا شریک ٹھہرالیں یا اس کے اغواء سے دوسری چیزوں کو خدا کا شریک مانیں، انہی پر شیطان کا پورا قبضہ اور تسلط ہے کہ جس طرف چاہتا ہے انگلیوں پر نچاتا ہے۔

◆ **نسخ کی حقیقت** پہلے حکم دیا تھا کہ قرآن پڑھتے وقت شیطان رجیم کے شر سے پناہ مانگو تاکہ تمہارے دل میں وسوسے نہ ڈالے اور قرآن فہمی میں خلل نہ ڈالے۔ یہاں اس کی بعض وسوسہ اندازیوں کا ذکر کرتے ہیں جو قرآن کے متعلق پیدا کرتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ پورا قرآن ایک مرتبہ تو نازل ہوا نہیں، موقع بموقع آیات نازل ہوتی تھیں۔ ان میں بعض وقتی احکام بھی آتے تھے، پھر دوسرے وقت حالات کے تبدیل ہونے پر دوسرا حکم آجاتا تھا مثلاً ابتداء میں قتال سے ممانعت اور ہاتھ روکے رکھنے کا حکم تھا۔ ایک زمانہ کے بعد اجازت دی

گئی۔ یا ابتداء میں حکم تھا "قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا نِّصْفَهٗ" اور تھوڑی مدت کے بعد مکہ ہی میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ "عَلِمَ اَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ الخ" کفار ایسی چیزوں کو سن کر اعتراض کرتے کہ یہ خدا کا کلام کیسے ہو سکتا ہے؟ کیا خدا تعالیٰ نے (معاذ اللہ) پہلے بے خبری سے ایک بات کو حکم دے دیا تھا؟ پھر خبر ہوئی تو دوسرا حکم اتارا؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام آپ خود بناتے ہیں۔ ورنہ خدا کے احکام ایسے کچے نہیں ہو سکتے کہ ایک دن کچھ دوسرے دن کچھ۔ اس طرح کے شبہات و وساوس ممکن تھا شیطان بعض مسلمانوں کے دلوں میں القا کرے۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ تمہارا یہ اعتراض محض جہالت سے ہے۔ تم کو اگر "نسخ" کی حقیقت معلوم ہوتی تو کبھی ایسا لفظ زبان سے نہ نکالتے۔ "نسخ" کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ ایک میعادی حکم کی میعاد پوری ہونے پر دوسرا حکم بھیجا جائے۔ کیا طبیب منضج کا نسخہ تین دن پلا کر مسہل تجویز کرے تو اسے طبیب کی کم علمی یا بے خبری پر محمول کیا جا سکتا ہے؟ جو ایسا کہے وہ خود جاہل اور بے خبر کہلائے گا۔ حق تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ کس وقت جو حکم اتارا گیا یعنی جو روحانی غذا یا دوا تجویز کی گئی وہ کہاں تک مریضوں کے مزاج اور حالات کے مناسب ہے۔

◆ **قرآن روح القدس کا لایا ہوا ہے** | یعنی میرا یا کسی بشر کا بنایا ہوا کلام نہیں۔ یہ تو وہ کلام ہے جو بلاشبہ میرے رب نے روح القدس (پاک فرشتہ جبریل امین) کے ذریعہ سے عین حکمت و مصلحت کے موافق تھوڑا تھوڑا نازل فرمایا ہے۔ "مِنْ رَّبِّكَ" کہہ کر متنبہ فرما دیا کہ اس کی نازل کرنے والی وہ ہستی ہے جس نے خود محمد ﷺ کی اس قدر حیرت انگیز طریقہ سے ایسے اعلیٰ و اکمل اخلاق پر تربیت فرمائی جو تمہارے سامنے ہے اور "روح القدس" کا وصف بیان فرما کر شاید اس طرف اشارہ کرنا ہو کہ جس کلام کا حامل "روح القدس" ہو لازم ہے وہ روحانیت پاکیزگی اور ملکوتی خصائل کا پیکر ہونا چاہئے۔ چنانچہ کھلی ہوئی اوصاف میں اس شان کا کیا کوئی دوسرا کلام آسمان کے نیچے نظر آتا ہے۔

◆ یعنی موقع بموقع اور بتدریج احکام و آیات کا نزول دیکھ کر ایمان والوں کے دل قوی اور اعتقاد پختہ ہوتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے ہر حال اور زندگی کے ہر ایک دور سے پورا خبردار ہے اور نہایت حکمت سے ہماری تربیت کرتا ہے جیسے حالات پیش آئیں ان کے موافق ہدایت و رہنمائی کرتا اور ہر کام پر اس کے مناسب خوشخبری سناتا ہے۔

◆ **آنحضرت ﷺ پر ایک احمقانہ اعتراض** | یعنی قرآن شریف نہ خدا کا کلام ہے ورنہ نسخ اس میں نہ ہوتا اور نہ یہ آپ کا کلام ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کا امی ہونا سب کو معلوم و مسلم تھا۔ ایک امی جس نے نہ کبھی کوئی کتاب چھوئی ہو نہ قلم ہاتھ میں پکڑا ہو، بلکہ باوجود عالی نسب کے قریشی ہونے کے چالیس برس تک ایک شعر بھی زبان سے نہ کہا ہو جس میں عرب کی چھوکریاں تک فطری سلیقہ اور ملکہ رکھتی تھیں۔ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ بدون تعلیم و تعلم کے خدا کی کتاب بنا لائے جو اس قدر عجیب و غریب علوم و حکم موثر ہدایات اور کایا پلٹ کر دینے والے قوانین و احکام پر مشتمل ہو۔ لامحالہ یہی کہنا پڑے گا کہ کوئی دوسرا شخص انہیں یہ باتیں سکھلاتا اور ایسا کلام بنا کر دے جاتا ہے۔ وہ شخص کون تھا جس کی بے پناہ قابلیت سے قرآن جیسی کتاب تیار ہوئی۔ اس کے نام میں اختلاف تھا جبر، یسار، عائش، یعیش۔ کئی عجمی غلاموں کے نام لئے گئے ہیں جن میں کوئی یہودی تھا کوئی نصرانی۔ بلکہ بعض کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ تورات و انجیل پڑھا کرتے تھے۔ سب اسلام قبول کر چکے تھے۔ کہتے ہیں حضور ﷺ ان کے پاس آتے جاتے ان میں سے کسی ایک کے پاس بیٹھتے تھے یا وہ حضور کی خدمت میں کبھی حاضر ہوا کرتا تھا۔ مگر تعجب ہے جو بے چارے عامی انسانوں کا تو جسم کی تاریخ سے بھی پتہ تحقیق کے ساتھ یاد نہ تھا، وہ ان سے سیکھ کر نقل کر دیا کرتے تھے دنیا ان کے قدموں پر گر پڑی۔ کیا جنہوں نے ان کو نبی بنا دیا وہ سب سے بڑا معلم اور کامل انسان ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ بہرحال مشرکین کے اس سفیہانہ اعتراض سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ دعوائے بعثت سے پہلے آپ کا امی ہونا ان کے نزدیک ایسا مسلم تھا کہ قرآنی علوم و معارف کو آپ کی ذہنی سطح سے قطعاً بلند سمجھتے تھے۔ اسی لئے کہنا پڑتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص آپ کو یہ باتیں سکھلا جاتا ہے۔ بیشک آپ سکھلائے ہوئے تھے لیکن سکھلانے والا کوئی بشر نہ تھا وہ سب سے قدیر تھا جس نے فرمایا "اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ"

يُلْحِدُوْنَ اِلَيْهِ اَعْجَمِيٌّ وَّهٰذَا لِسَانٌ عَرَبِيٌّ

تعریض کرتے ہیں — اس کی زبان ہے عجمی — اور یہ قرآن — زبان عربی ہے

مُّبِيْنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ

صاف ◆ — وہ لوگ — جن کو اللہ کی باتوں پر یقین نہیں

لَا يَهْدِيْهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾

ان کو اللہ راہ نہیں دیتا — اور ان کے لیے — عذاب دردناک ہے ◆

اِنَّمَا يَفْتَرِى الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ

جھوٹ تو وہ لوگ بناتے ہیں — جن کو — یقین نہیں

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ مَنْ

اللہ کی باتوں پر — اور وہی لوگ — جھوٹے ہیں ◆ — جو کوئی

كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَ

منکر ہوا اللہ سے — یقین لا کر پیچھے — مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی

قَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ

اور اس کا دل — برقرار ہے — ایمان پر ◆ — لیکن جو کوئی دل کھول کر

بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ

منکر ہوا — سو ان پر غضب ہے — اللہ کا — اور ان کو

عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسْتَحَبُّوا الْحَيٰوةَ

بڑا عذاب ہے — یہ اس لیے کہ — کہ انہوں نے عزیز رکھا دنیا کی

الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

زندگی کو آخرت سے اور اللہ راستہ نہیں دیتا منکر

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى

لوگوں کو ◆ یہ وہی ہیں کہ مہر کر دی اللہ نے

قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ

اُن کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اور وہی ہیں

الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ هُمُ

بے ہوش ◆ خود ظاہر ہے کہ آخرت میں وہی لوگ

الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ

خراب ہیں ◆ پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب ان لوگوں پر کہ انہوں نے وطن چھوڑا ہے بعد

مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ

اس کے کہ مصیبت اٹھائی (بچلائے گئے) پھر جہاد کرتے رہے اور قائم رہے بے شک تیرا رب

بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوْمَ تَاْتِىْ كُلُّ

ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے ◆ جس دن آئے گا ہر

نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ

جی جواب سوال کرتا اپنی طرف سے ◆ اور پورا ملے گا ہر کسی کو

مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ

جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ◆ اور بتلائی اللہ نے

ع ۱۴

مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَىِٕنَّةً يَّاْتِيْهَا

ایک مثال (مثل) ایک بستی تھی — مطمئن امن سے — چلی آتی تھی اس کو

رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ

روزی — فراغت کی — ہر جگہ سے — پھر ناشکری کی نعمتوں کی

اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا

احسانوں کی — پھر چکھایا اس کو اللہ نے مزہ — کہ ان کے تن کے کپڑے ہوگئے بھوک اور ڈر — بدلہ

كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ

اس کا جو وہ کرتے تھے — اور ان کے پاس پہنچ چکا — رسول — انہی میں کا

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

پھر اس کو جھٹلایا — پھر آ پکڑا ان کو عذاب نے — اور وہ گناہگار تھے

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا

سو کھاؤ — جو روزی دی تم کو اللہ نے — حلال — اور پاک — اور شکر کرو

نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اِنَّمَا

اللہ کے احسان کا — اگر تم اسی کو پوجتے ہو

حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ

اللہ نے تو یہی حرام کیا ہے تم پر مردار — اور لہو — اور سور کا گوشت — اور جس پر

اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا

نام پکارا — اللہ کے سوا کسی اور کا — پھر جو کوئی ناچار ہو جائے — نہ زور کرتا ہو — نہ

عَادٍ فَإِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا

زیادتی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور مت کہو

لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّ

اپنی زبانوں سے جھوٹ بنا لینے سے کہ یہ حلال ہے اور

هٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ

یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو

اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

بے شک جو بہتان باندھتے ہیں اللہ پر

لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ

ان کا بھلا نہ ہوگا تھوڑا سا (چند روزہ) فائدہ ہے اور ان کے واسطے عذاب

اَلِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا

دردناک ہے اور جو لوگ یہودی ہیں ان پر ہم نے حرام کیا تھا

قَصَصْنَا عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

جو تم کو پہلے سنا چکے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ

كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۱۸﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ

وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب

لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْ

ان لوگوں پر جنہوں نے برائی کی نادانی سے پھر توبہ کی

حرام چیزوں کا بیان اس آیت کی تفسیر سورۂ بقرہ اور "انعام" وغیرہ میں گذر چکی وہاں دیکھ لی جائے۔ یہاں غرض یہ ہے کہ جس طرح پچھلی آیت میں اشارہ تھا کہ حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرے اس آیت میں تنبیہ کی گئی کہ حرام چیزوں کو حلال نہ ٹھہرائے۔ خلاصہ یہ کہ کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا اسی کا حق ہے جس نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں۔ چنانچہ آگے آیات میں نہایت وضاحت سے یہ مضمون بیان ہوا ہے۔

اپنی رائے سے حلال اور حرام نہ ٹھہراؤ یعنی بدون کسی سند شرعی کے کسی چیز کے متعلق محض اٹکل سے کہہ دینا کہ حلال ہے یا حرام بڑی سخت جسارت اور کذب و افتراء ہے۔ حلال و حرام تو وہی ہو سکتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے حلال یا حرام کیا ہو۔ اگر کوئی شخص اپنی رائے سے کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہراتا ہے اور خدا کی طرف اس کی نسبت کرتا ہے، جیسے مشرکین مکہ کرتے تھے جس کا ذکر سورۂ "انعام" میں گذر چکا وہ فی الحقیقت خدا پر بہتان باندھتا ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ کبھی ایسا رویہ اختیار نہ کریں جس چیز کو خدا نے حلال کیا حلال اور جس کو حرام کیا حرام سمجھیں۔ بدون ماخذ شرعی کے حلت و حرمت کا حکم نہ لگائیں۔

یعنی مشرکین مکہ جو حضور کو معاذ اللہ مفتری کہتے تھے یاد رکھیں کہ وہ خود مفتری ہیں سراسر کذب و افتراء جس چیز کو چاہیں حلال یا حرام کہہ کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں ان کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ یہ روش اختیار کر کے کسی بھلائی کو نہیں پہنچ سکتے۔ تھوڑے دن اور دنیا کا مزہ اڑا لیں پھر دائمی جیل خانہ تیار ہے۔

اشیاء کی تحریم میں حکمت ہے سورۂ "انعام" آیت "وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ" الخ کے فوائد میں اس کا بیان گذر چکا ملاحظہ کر لیا جائے۔ یہاں مقصود یہ ہے کہ جو چیز خدا تعالیٰ نے سب کے لئے یا کسی خاص قوم کے لئے معین وقت تک حرام کی ہے، عین حکمت ہے۔ کسی بشر کو حق نہیں کہ اس میں تصرف کر کے حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنائے۔

نافرمانی بے عقلی ہے مثلاً حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنایا۔ "نادانی سے" اس لئے فرمایا کہ خدا کی جو نافرمانی اور گناہ آدمی کرتا ہے خواہ جان بوجھ کر کرے، وہ فی الحقیقت نادانی اور بے عقلی ہی کر کے کرتا ہے۔ اگر ذرا عقل سے کام لے اور گناہ کے بدنتائج کا تصور کرے تو ہرگز معصیت پر اقدام نہیں کر سکتا۔ سورۂ "نساء" آیت "اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ" الخ کے تحت میں جو اس کے متعلق لکھا گیا ہے اسے بھی ایک مرتبہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا

اس کے پیچھے اور سنوار لیا اپنے کو بے شک تیرا رب ان باتوں کے پیچھے

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۹﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا

بخشنے والا مہربان ہے ◆ اصل میں ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا حکم بردار

لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۭ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ شَاكِرًا

اللہ کا سب سے ایک طرف ہو کر اور نہ تھا شرک والوں میں ◆ حق ماننے والا

لِّاَنْعُمِهٖ ۭ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾

اس کے احسانوں کا ◆ اس کو اللہ نے چن لیا اور چلایا سیدھی راہ پر ◆

وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ

اور دی ہم نے دنیا میں اس کو خوبی ◆ اور وہ آخرت میں

لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ

اچھے لوگوں میں ہے ◆ پھر حکم بھیجا ہم نے تجھ کو کہ چل

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾

دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا تھا اور نہ تھا وہ شرک والوں میں ◆

اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۭ

ہفتہ کا دن جو مقرر کیا سو انہی پر جو اس میں اختلاف کرتے تھے

وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا

اور تیرا رب حکم کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں

◆ یعنی کفریات سے توبہ کر کے مسلمان ہو جانے اور آئندہ کے لئے اپنی حالت درست کر لینے پر حق تعالیٰ تمام گذشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے خواہ کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں۔

باز آ باز آ ہر آنچہ کردی باز آ گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ ما درگہ نومیدی نیست صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

◆ **حضرت ابراہیمؑ کا طریقہ** | مشرکین عرب کی شرکیات کا رد کر کے امام الموحدین ابوالانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ یاد دلاتے ہیں کیونکہ عرب کے لوگ ان کی نسل سے تھے اور دین ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ حالانکہ ملت ابراہیمی سے انہیں دور کی نسبت بھی نہ رہی تھی۔ انہیں بتلایا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام موحدین کے امام، نیکی کے معلم، تمام دنیا کے مشرکین کے مقابلہ میں تن تنہا ایک امت عظیم کے برابر تھے جن کی ذات واحد میں حق تعالیٰ نے وہ سب خوبیاں اور کمالات جمع کر دیئے تھے جو کسی بڑی جماعت میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

ابراہیم خدا کا کامل مطیع فرمانبردار بندہ تھا جو ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کا ہو رہا تھا۔ ممکن نہ تھا کہ بدون حکم الٰہی کسی چیز کو محض اپنی طرف سے حلال یا حرام ٹھہرا دے۔ وہ خود تو معاذ اللہ شرک کا ارتکاب کہاں کر سکتا، مشرکین کی جماعت اور بستی میں رہنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ پھر جو لوگ آپ کو "حنیف" کہتے اور دین ابراہیمی پر چلتے ہیں انہیں شرم کرنی چاہئے کہ خدا پر افتراء باندھ کر حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا اور شرک کی حمایت میں پیغمبروں سے لڑنا کیا ایک "حنیف" مسلم ابراہیمی کی شان ہو سکتی ہے؟ یاد رکھو! حلال و حرام کے بیان اور اصول دین میں اصل ملت ابراہیمی ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ اسی ملت کی اقامت و اشاعت اور بسط و تفصیل کے لئے تشریف لائے ہیں اگر اصلی دین ابراہیم پر چلنا چاہو تو آپ کا طریقہ اختیار کرو۔

◆ **حضرت ابراہیمؑ شاکر تھے** | یعنی ابراہیم خدا کا شکر گذار بندہ تھا تم نعمت کا ناسپاسی اور کفران نعمت کرنے والے ہو جیسا کہ "ضرب اللہ مثلا قریۃ کانت امنۃ" الخ کے فوائد میں لکھا جا چکا ہے۔ پھر اس کی راہ پر کیونکر ہوئے۔

◆ یعنی توحید کامل اور تسلیم و رضا کی سیدھی راہ پر چلایا۔

◆ **حضرت ابراہیمؑ پر دنیا اور آخرت کے انعامات** | یعنی نبوت فراخ روزی، مال اولاد اور وجاہت و مقبولیت عامہ کہ تمام اہل ادیان بالاتفاق ان کی تعظیم کرتے ہیں۔ اور ہر فرقہ چاہتا ہے کہ اپنا سلسلہ ابراہیم علیہ السلام سے ملائے۔

◆ یعنی اس نے اپنے حق میں جو دعا کی تھی "والحقنی بالصالحین" قبول ہوئی، بیشک وہ آخرت میں صالحین کے اعلیٰ طبقہ میں شامل ہوں گے جو انبیاء علیہم السلام کا طبقہ ہے۔

◆ اس کا بیان سورہ "انعام" آیت "دینا قیما ملۃ ابراہیم حنیفا وما کان من المشرکین" کے تحت میں گذر چکا وہاں ملاحظہ کیا جائے مقصد یہ ہے کہ حلال و حرام اور دین کی باتوں میں اصل ملت ابراہیم ہے۔ درمیان میں یہود و نصاریٰ کو ان کے حالات کے مناسب بعض مخصوص احکام دیئے گئے۔ آخر آپ کو خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا تا اصل ملت ابراہیمی کو جو غفلت اور تحریف و تصرف بیجا کی دستبرد سے ضائع ہو چکی تھی۔ از سر نو زندہ اور روشن کیا جائے، اور شرک کی تمام رگیں کاٹ دی جائیں حدیث میں ہے "بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ البیضاء" اس کی پوری شرح و تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں کی ہے جو قابل دید ہے۔

كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ

اختلاف کرتے تھے ◆ بلا اپنے رب کی راہ پر

بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُم بِالَّتِي

پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دے ان کو جس

هِيَ أَحْسَنُ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِمَن ضَلَّ عَن

طرح بہتر ہو ◆ تیرا رب ہی بہتر جانتا ہے ان کو جو بھول گیا (بھٹکا)

سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِينَ ﴿۱۲۵﴾ وَإِنْ عَاقَبْتُمْ

اس کی راہ اور وہی بہتر جانتا ہے ان کو جو راہ پر ہیں ◆ اور اگر بدلہ لو

فَعَاقِبُوا بِمِثْلِ مَا عُوقِبْتُم بِهِ وَلَئِن صَبَرْتُمْ

تو بدلہ لو اسی قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی جائے (پہنچے) اور اگر صبر کرو

لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِينَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ إِلَّا

تو یہ بہتر ہے صبر والوں کو ◆ اور تو صبر کر اور تجھ سے صبر ہو سکے

بِاللَّهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِي ضَيْقٍ

اللہ ہی کی مدد سے اور ان پر غم نہ کھا اور تنگی (خفا) مت ہو

مِّمَّا يَمْكُرُونَ ﴿۱۲۷﴾ إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوا

ان کے فریب سے ◆ اللہ ساتھ ہے ان کے جو پرہیزگار ہیں

وَّالَّذِينَ هُم مُّحْسِنُونَ ﴿۱۲۸﴾ ع

اور جو نیکی کرتے ہیں ◆

ع ۱۶ / ۲۲

◆ **یوم سبت کا حکم** | یعنی اصل ملت ابراہیمی میں ہفتہ کا حکم نہ تھا، اس امت پر بھی نہیں ہے۔ البتہ درمیان میں "یہود" نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد سے اختلاف کر کے جب اپنے لئے یہ دن انتخاب کیا تو حکم ہوا کہ اچھا اسی کی تعظیم کرو اور مچھلی کا شکار اس روز مت کرو۔ پھر کسی نے مانا کسی نے نہ مانا۔ نہ ماننے والے دنیا میں بندر اور سور بنائے گئے اور آخرت میں جو فیصلہ ہوگا وہ الگ رہا۔ ایک اسی پر کیا منحصر ہے وہاں تو سارے اختلافات اور جھگڑے چکا دیے جائیں گے۔ مثلاً حضرت ابراہیم کی نسبت کوئی "یہودی" کہتا تھا کوئی "نصرانی"۔ حالانکہ حق تعالیٰ نے آگاہ کر دیا کہ وہ "حنیف مسلم" تھے۔ بہرحال آخرت میں سب مناقشات کا فیصلہ ہو جائے گا اور ہر شخص آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ کون غلطی پر تھا اور کون راستی پر۔

◆ **دعوت کے بنیادی اصول** | اوپر کی آیتوں میں مخاطبین کو آگاہ کیا تھا کہ پیغمبر علیہ السلام ملت ابراہیمی کی طرف بلاتے ہیں اگر کامیابی چاہتے ہو اور "حنیف" ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو اس راستہ پر چلو۔ ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ الخ سے خود پیغمبر علیہ السلام کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو راستہ پر کس طرح لانا چاہئے۔ اس کے تین طریقے بتائے۔ حکمت، موعظت حسنہ، جدال بالتی ھی احسن۔ "حکمت" سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اٹل مضامین مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کئے جائیں۔ جن کو سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔ دنیا کے خیالی فلسفے ان کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحی الٰہی کی بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تبدیل نہ کر سکیں۔ "موعظت حسنہ" موثر اور رقت انگیز نصیحتوں سے عبارت ہے جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح پھونکی ہو۔ اخلاص، ہمدردی، شفقت، حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں، مردوں میں جان پڑ جاتی ہے۔ ایک مایوس و پژمردہ قوم پھر جھرجھری لے کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ لوگ ترغیب و ترہیب کے مضامین سن کر منزل مقصود کی طرف بیتابانہ دوڑنے لگتے ہیں۔ اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی و فہیم نہیں ہوتے مگر طلب حق کی چنگاری سینہ میں رکھتے ہیں ان میں موثر وعظ و پند سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جا سکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ ممکن نہیں۔ ہاں دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے جن کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے۔ یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں۔ بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث و مناظرہ کا بازار گرم ہو۔ بعض اوقات اہل فہم و انصاف اور طالبین حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں اور بدون بحث کے ان کی تسلی نہیں ہوتی اس لئے وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ فرمایا کہ اگر کبھی ایسا موقع پیش آئے تو بہترین طریقہ سے تہذیب و شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ اپنے حریف مقابل کو الزام دینا ہو تو بہترین اسلوب سے دو۔ خواہ مخواہ دل آزار اور جگر خراش باتیں مت کرو۔ جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے۔ مقصود تفہیم اور احقاق حق ہونا چاہئے۔ خشونت، بد اخلاقی، سخن پروری اور ہٹ دھرمی سے کچھ نتیجہ نہیں۔

◆ یعنی طریق دعوت و تبلیغ میں تم کو خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا چاہئے۔ اس فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا۔ نتیجہ خدا کے سپرد کرو۔ وہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے جیسا مناسب ہوگا ان سے معاملہ کرے گا۔

◆ **انتقام اور صبر** | یعنی دعوت و تبلیغ کی راہ میں اگر تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں تو قدرت حاصل ہونے کے وقت برابر کا بدلہ لے سکتے ہو، اجازت ہے۔ لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ اگر صبر کرو گے تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں اور دیکھنے والوں کے بلکہ خونریزی کرنے والوں کے حق میں بہتر ہوگا۔

◆ یعنی مظلوم ہو کر صبر کرنا کچھ آسان کام نہیں۔ خدا ہی مدد فرمائے تو ہو سکتا ہے کہ آدمی ظلم سہتا رہے اور اف نہ کرے۔

◆ **اللہ متقین کے ساتھ ہے** | یعنی انسان جس قدر خدا سے ڈر کر تقویٰ و پرہیزگاری اور نیکی اختیار کرے گا اسی قدر خدائی امداد و اعانت اس کے ساتھ ہوگی۔ سو ایسے لوگوں کو کفار کے مکر و فریب سے تنگ دل اور غمگین ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ حق تعالیٰ اس عاجز ضعیف کو بھی متقین و محسنین کے ساتھ اپنے فضل و رحمت سے محشور فرمائے۔ تم سورۃ النحل بعونہ وتوفیقہ وللّٰہ الحمد۔

آیاتہا ۱۱۱ (۱۷) سُوْرَۃُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَکِّیَّۃٌ (۵۰) رکوعاتہا ۱۲

سورۂ بنی اسرائیل مکہ میں اتری اور اس کی ایک سو گیارہ آیتیں ہیں اور بارہ رکوع

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِہٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

پاک ذات ہے ◆ جو لے گیا اپنے بندہ کو ۔ راتوں رات ۔ مسجد حرام سے

اِلَی الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَکْنَا حَوْلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنْ

مسجد اقصیٰ تک ◆ جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے ۔ تاکہ دکھلائیں اس کو ۔ کچھ

اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝۱ وَاٰتَیْنَا مُوْسَی الْکِتٰبَ

اپنی قدرت کے نمونے ◆ وہی ہے سننے والا دیکھنے والا ◆ اور دی ہم نے ۔ موسیٰ کو کتاب

وَجَعَلْنٰہُ ہُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ

اور کیا اس کو ۔ ہدایت ۔ بنی اسرائیل کے واسطے ◆ کہ نہ ٹھہراؤ

دُوْنِیْ وَکِیْلًا ۝۲ ذُرِّیَّۃَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ؕ اِنَّہٗ کَانَ

میرے سوا کسی کو کارساز ◆ تم جو اولاد ہو ان لوگوں کی جن کو چڑھا لیا (اور لیا) ہم نے نوح کے ساتھ ۔ بیشک وہ تھا

عَبْدًا شَکُوْرًا ۝۳ وَقَضَیْنَآ اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ فِی

بندہ حق ماننے والا ◆ اور صاف کہہ سنایا ہم نے ۔ بنی اسرائیل کو

الْکِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِی الْاَرْضِ مَرَّتَیْنِ وَلَتَعْلُنَّ

کتاب میں ۔ کہ تم خرابی کرو گے ۔ ملک میں ۔ دو بار ۔ اور سرکشی کرو گے

◆ یعنی اس کی ذات نقص و قصور اور ہر قسم کے ضعف و عجز سے پاک ہے جو باتیں ہمارے خیال میں بے انتہا عجیب معلوم ہوں اور ہماری ناقص عقلیں اسے بے حد مستبعد سمجھیں خدا کی قدرت و مشیت کے سامنے وہ کچھ بھی مشکل نہیں۔

◆ **واقعۂ اسریٰ** یعنی صرف ایک رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے مخصوص ترین اور مقرب ترین بندہ (محمد رسول اللہ ﷺ) کو حرم مکہ سے بیت المقدس تک لے گیا۔ اس سفر کی غرض کیا تھی؟ آگے لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ خود اس سفر میں یا "بیت المقدس" سے آگے کہیں اور لیجا کر اپنی قدرت کے عظیم الشان نشان اور حکیمانہ انتظامات کے عجیب و غریب نمونے دکھلانے منظور تھے۔ سورۂ نجم میں ان آیات کا کچھ ذکر کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ "سدرۃ المنتہیٰ" تک تشریف لے گئے اور نہایت عظیم الشان آیات کا مشاہدہ فرمایا۔" وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَىٰ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهَىٰ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَأْوَىٰ إِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشَىٰ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغَىٰ لَقَدْ رَأَىٰ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِ الْكُبْرَىٰ " (النجم رکوع ۱)

واقعہ معراج کی کیفیت علماء کی اصطلاح میں مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو "اسراء" اور وہاں سے اوپر "سدرۃ المنتہیٰ" تک کی سیاحت کو "معراج" کہتے ہیں۔ اور بسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ "اسراء" یا "معراج" سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ معراج کی احادیث تقریباً تیس صحابہ سے منقول ہیں جن میں معراج و اسراء کے واقعات بسط و تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ معراج حالت بیداری میں ہوئی جمہور سلف و خلف کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پر نور کو حالت بیداری میں بجسدہ الشریف معراج ہوئی۔ صرف دو تین صحابہ و تابعین سے منقول ہے کہ واقعہ اسراء و معراج کو منام (نیند) کی حالت میں بطور ایک عجیب و غریب خواب کے مانتے تھے۔ چنانچہ اسی سورہ میں آگے چل کر جو لفظ "وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ الخ" آتا ہے اس سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں۔ سلف میں سے یہ کسی کا قول نہیں کہ معراج حالت بیداری میں محض روحانی طور پر ہوئی ہو۔ جیسا کہ بعض علماء و صوفیہ کے مذاق پر تجویز کیا جا سکتا ہے۔ روح المعانی میں ہے۔ " وَلَيْسَ مَعْنَى الْإِسْرَاءِ بِالرُّوحِ الذَّهَابَ يَقَظَةً كَالِانْسِلَاخِ الَّذِي ذَهَبَ إِلَيْهِ الصُّوفِيَّةُ وَالْحُكَمَاءُ فَإِنَّهُ وَإِنْ كَانَ خَارِقًا لِلْعَادَةِ وَمَحَلًّا لِلتَّعَجُّبِ أَيْضًا إِلَّا أَنَّهُ أَمْرٌ لَا تَعْرِفُهُ الْعَرَبُ وَلَمْ يَذْهَبْ إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ " بیشک ابن قیم نے زاد المعاد میں عائشہ صدیقہ، معاویہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہم کے مسلک کی اسی طرح توجیہ کی ہے۔ لیکن اس پر کوئی نقل پیش نہیں کی۔ محض ظن و تخمین سے کام لیا ہے۔ ابن اسحٰق وغیرہ نے جو الفاظ ان بزرگوں کے نقل کئے ہیں ان میں کہیں حالت بیداری کی تصریح نہیں۔

معراج کا واقعہ خواب نہیں تھا بہرحال قرآن کریم نے جس قدر اہتمام اور ممتاز و درخشاں عنوان سے واقعہ "اسراء" کو ذکر فرمایا اور جس قدر جد و مستعدی سے مخالفین اس کے انکار و تکذیب پر تیار ہو کر میدان میں نکلے حتیٰ کہ بعض موافقین کے قدم بھی لغزش کھانے لگے یہ اس کی دلیل ہے کہ واقعہ کی نوعیت محض ایک عجیب و غریب خواب یا سیر روحانی کی نہ تھی۔ روحانی سیر و انکشافات کے رنگ میں آپ کے جو دعاوی ابتدائے بعثت سے رہے ہیں وہ منکرین اسراء و کفار کے لئے کچھ اس سے بڑھ کر تعجب خیز و حیرت انگیز نہ تھا جو خصوصی طور پر اسی کو تکذیب و تردید اور استہزاء و تمسخر کا نشانہ بناتے اور لوگوں کو دعوت دیتے کہ آؤ آج مدعی نبوت کی ایک بالکل انوکھی بات سنو۔ نہ آپ کو خاص اس واقعہ کے اظہار پر اس قدر متفکر و مشوش ہونے کی ضرورت تھی جو بعض روایات صحیحہ میں مذکور ہے۔ بعض احادیث میں صاف لفظ ہیں " ثُمَّ أَصْبَحْتُ بِمَكَّةَ " یا " ثُمَّ أَتَيْتُ مَكَّةَ " (پھر صبح کے وقت میں مکہ پہنچ گیا) اگر معراج محض کوئی روحانی کیفیت تھی تو آپ مکہ سے غائب ہی کہاں ہوئے۔

معراج جسمانی طور پر ہوئی | اور شداد بن اوس وغیرہ کی روایت کے موافق بعض صحابہ کا یہ دریافت کرنا کیا معنی رکھتا ہے کہ "رات میں قیام گاہ پر تلاش کیا، حضور کہاں تشریف لے گئے تھے؟" ہمارے نزدیک "فَاَسْرٰی بِعَبْدِہٖ" کے یہ معنی لینا کہ "خدا اپنے بندہ کو خواب میں یا محض روحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس لے گیا۔" اس کے مشابہ ہے کہ کوئی شخص "فَاَسْرِ بِعِبَادِیْ" کے یہ معنی لینے لگے کہ "اے موسیٰ میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو خواب میں یا محض روحانی طور پر لے کر مصر سے نکل جاؤ۔" یا سورۂ "کہف" میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لئے جانا اور ان کے ہمراہ سفر کرنا جس کے لئے کئی جگہ "فَانْطَلَقَا" کا لفظ آیا ہے، اس کا مطلب یہ لیا جائے کہ یہ سب کچھ محض خواب میں یا بطور روحانی سیر کے واقع ہوا تھا۔ باقی لفظ "رؤیا" جو قرآن میں آیا، اس کے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہ فرما چکے ہیں "رُؤْیَا عَیْنٍ اُرِیَہَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ" مفسرین نے کلام عرب سے اس کے شواہد پیش کئے ہیں کہ "رؤیا" کا لفظ گاہ بگاہ مطلق رویت (دیکھنے) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ تنہا اگر اس سے مراد یہی اسریٰ کا واقعہ ہے تو مطلق نظارہ کے معنی لئے جائیں جو ظاہری آنکھوں سے ہوا ہو۔ ظواہر نصوص اور جمہور امت کے عقیدہ کی مخالفت نہ ہو۔

شریک کی روایت | ہاں شریک کی روایت میں بعض الفاظ ضرور ایسے آئے ہیں جن سے "اسراء" کا بحالت نوم واقع ہونا معلوم ہوتا ہے مگر محدثین کا اتفاق ہے کہ شریک کا حافظہ خراب تھا، اس لئے بڑے بڑے حفاظ حدیث کے مقابلہ میں ان کی روایت قابل استناد نہیں ہو سکتی۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری کے اواخر میں حدیث شریک کے اغلاط شمار کرائے ہیں اور یہ بھی بتلایا ہے کہ ان کی روایت کا مطلب ایسا لیا جا سکتا ہے جو عام احادیث کے مخالف نہ ہو۔ اس قسم کی تفاصیل ہم یہاں درج نہیں کر سکتے۔ شرح صحیح مسلم میں یہ مباحث پوری شرح و بسط سے درج کئے ہیں۔ یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ مذہب راجح یہی ہے کہ معراج و اسراء کا واقعہ حالت بیداری میں بجسدہ الشریف واقع ہوا۔ ہاں اگر اس سے پہلے یا بعد خواب میں بھی اس طرح کے واقعات دکھلائے گئے ہوں تو انکار کرنے کی ضرورت نہیں۔

واقعہ معراج کے عقلی دلائل | کہا جاتا ہے کہ ایک شب میں اتنی لمبی مسافت زمین و آسمان کی کیسے طے کی ہوگی، یا کرۂ نار و زمہریر میں سے کیسے گذرے ہوں گے۔ یا اہل یورپ کے خیال کے موافق جب آسمانوں کا وجود ہی نہیں تو ایک آسمان سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے پر اس شان سے تشریف لے جانا جو روایات میں مذکور ہے کیسے قابل تسلیم ہوگا۔ لیکن آج تک کوئی دلیل اس کی پیش نہیں کی گئی کہ آسمان واقع میں کوئی شے موجود نہیں۔ اگر ان لوگوں کا یہ دعویٰ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ نیلگوں چیز جو ہم کو نظر آتی ہے فی الحقیقت آسمان نہیں ہے۔ تب بھی اس کا کیا ثبوت ہے کہ اس نیلگوں رنگ کے اوپر آسمانوں کا وجود نہیں ہو سکتا۔ رہا ایک رات میں اتنا طویل سفر طے کرنا تو تمام عقلاء تسلیم کرتے ہیں کہ سرعت حرکت کے لئے کوئی حد نہیں ہے۔ اب سے سو برس پیشتر تو کسی کو یہ بھی یقین نہیں آسکتا تھا کہ تین سو میل فی گھنٹہ چلنے والی موٹر تیار ہو جائے گی۔ یا دس ہزار فٹ کی بلندی تک ہم ہوائی جہاز کے ذریعہ پرواز کر سکیں گے۔ "اسٹیم" اور "قوت کہربائیہ" سے یہ کرشمے کس نے دیکھے تھے۔ کرۂ نار تو آج کل ایک لفظ بے معنی ہے۔ ہاں اوپر جا کر ہوا کی سخت برودت وغیرہ کا مقابلہ کرنے والے آلات طیاروں میں لگا دیے گئے ہیں جو اڑنے والوں کی زمہریر سے حفاظت کرتے ہیں۔ یہ تو مخلوق کی بنائی ہوئی مشینوں کا حال تھا۔ خالق کی بلا واسطہ پیدا کی ہوئی مشینوں کو دیکھتے ہیں تو عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ زمین یا سورج چوبیس گھنٹہ میں کتنی مسافت طے کرتے ہیں۔ روشنی کی شعاع ایک منٹ میں کہاں سے کہاں پہنچتی ہے۔ بادل کی بجلی مشرق میں چمکتی اور مغرب میں گرتی ہے۔ اور اس سرعت سیر و سفر میں پہاڑ بھی سامنے آجائے تو پرکاہ کے برابر حقیقت نہیں سمجھتی۔ جس خدا

نے یہ چیز کیا بعید ہے۔ کیسی کیا وہ قادر مطلق اپنے حبیب ﷺ کے براق میں اتنی برق رفتاری کی قوت اور حفاظت و آسائش کے سامان نہ رکھ سکتا تھا جن سے حضور بڑی راحت و تکریم کے ساتھ چشم زدن میں ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہو سکیں۔ شاید اسی لئے واقعہ "اسراء" کا بیان لفظ "سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ" سے شروع فرمایا تا جو لوگ کوتاہ نظری اور تنگ خیالی سے حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کو اپنے وہم و تخمین کی چہار دیواری میں محصور کرنا چاہتے ہیں، وہ کچھ اپنی گستاخیوں اور عقلی ترکتازیوں پر شرمائیں

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن

کہ جاہا سپر باید انداختن

◆ ۲ **مسجد اقصیٰ اور برکات** یعنی جس ملک میں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) واقع ہے وہاں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری و باطنی برکات رکھی ہیں۔ مادی حیثیت سے چشمے، نہریں، غلے، پھل اور میووں کی افراط ہے اور روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو کتنے انبیاء و رسل کا مسکن و مدفن اور ان کے فیوض و انوار کا سرچشمہ رہا ہے۔ شاید نبی کریم ﷺ کو وہاں لے جانے میں یہ بھی اشارہ ہو گا کہ جو کمالات انبیاء بنی اسرائیل وغیرہ پر تقسیم ہوئے تھے آپ کی ذات مقدس میں وہ سب جمع کر دیئے گئے، جو خصوصیتیں بنی اسرائیل پر مبذول ہوئی تھیں، ان پر اب بنی اسمٰعیل کو قبضہ دلایا جانے والا ہے۔ "کعبہ" اور "بیت المقدس" دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی امت ہونے والی ہے۔ احادیث معراج میں تصریح ہے کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔ گویا حضور کو جو سیادت اور امامت انبیاء کا منصب دیا گیا تھا اس کا حسی ثمرہ آپ کو اور مقربین بارگاہ کو دکھلا دیا گیا۔

◆ ۳ یعنی اصلی سننے والا اور دیکھنے والا خدا ہے۔ وہ جس کو اپنی قدرت کے نشان دکھلانا چاہے دکھلا دیتا ہے۔ اس نے اپنے حبیب محمد ﷺ کی مناجات کو سنا اور احوال رفیعہ کو دیکھا، آخر معراج شریف میں "بِیْ یُبْصِرُ" والی آنکھ سے وہ آیات عظام دکھلائیں، جو آپ کی استعداد کامل اور شان رفیع کے مناسب تھیں۔

◆ ۴ **حضرت موسیٰ اور تورات** نبی کریم ﷺ کا فضل و شرف بیان فرما کر سلسلۂ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ چونکہ "اسراء" کے ذیل میں "مسجد اقصیٰ" (بیت المقدس) تک جانا مذکور ہوا تھا آگے "مسجد اقصیٰ" اور اس کے قدیم متولین (بنی اسرائیل) پر جو مختلف دور گذرے، مسلمانوں کی عبرت اور خود بنی اسرائیل کی نصیحت کے لئے ان کا بیان کیا جاتا ہے۔ یہ آیت اسی کی تمہید ہے۔ واقعہ "اسراء" میں اشارہ تھا کہ حجازی پیغمبر کی امت ہی آئندہ اس امانت الٰہی کی مالک بننے والی ہے جو شام کی مبارک سرزمین میں ودیعت کی گئی تھی۔ ان آیات میں بنی اسرائیل کو متنبہ کرتا ہے کہ اگر خیریت چاہتے ہیں تو اب پیغمبر عربی ﷺ کی پیروی کریں۔ حق تعالیٰ ان کے حال پر مہربانی فرمائے گا۔ ورنہ پہلے کی طرح پھر شرارتوں پر سزا ملے گی اور مسجد اقصیٰ کی تولیت سے محروم کر دیئے جائیں گے۔

◆ ۵ یعنی تورات میں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ خالص توحید پر قائم رہیں اور خدا کے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھیں۔ ہمیشہ اسی پر بھروسہ اور توکل کریں۔

◆ ۶ یعنی تم ان کی اولاد ہو جو نوح کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کر عذاب الٰہی سے بچے تھے۔ جو احسان تمہارے بڑوں پر کیا گیا اسے فراموش مت کرو۔ دیکھو نوح علیہ السلام جن کی اولاد میں تم ہو کیسے احسان شناس اور شکر گذار بندے تھے۔ تم کو بھی ان ہی کی راہ پر چلنا چاہئے۔

عُلُوًّا كَبِيرًا ۝٤ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ أُولَىٰهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ

عِبَادًا لَّنَآ أُو۟لِى بَأْسٍ شَدِيدٍ فَجَاسُوا۟ خِلَـٰلَ ٱلدِّيَارِ ۚ

وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُولًا ۝٥ ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ ٱلْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ

وَأَمْدَدْنَـٰكُم بِأَمْوَٰلٍ وَبَنِينَ وَجَعَلْنَـٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيرًا ۝٦

إِنْ أَحْسَنتُمْ أَحْسَنتُمْ لِأَنفُسِكُمْ ۖ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ

فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ ٱلْـَٔاخِرَةِ لِيَسُـٔۥٓا۟ وُجُوهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا۟

ٱلْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَلِيُتَبِّرُوا۟ مَا عَلَوْا۟

تَتْبِيرًا ۝٧ عَسَىٰ رَبُّكُمْ أَن يَرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدتُّمْ

عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَـٰفِرِينَ حَصِيرًا ۝٨ إِنَّ هَـٰذَا

تورات کی پیشینگوئی تورات میں یا کسی دوسری آسمانی کتاب میں یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ یہ قوم (بنی اسرائیل) دو مرتبہ ملک میں سخت خرابی پھیلائے گی اور ظلم و تکبر کا شیوہ اختیار کر کے سخت تمرد و سرکشی کا مظاہرہ کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہر مرتبہ خدا تعالیٰ کی طرف سے دردناک سزا کا مزہ چکھنا پڑا۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

یعنی ان کو ہم نے سزا دینے کے لئے تم پر مسلط کیا تھا۔

یعنی بستی میں مکانوں کے اندر گھس کر خوب قتل و غارت اور لوٹ کھسوٹ کی۔ اس طرح خدا نے سزا دہی کا جو وعدہ کیا تھا پورا ہو کر رہا۔

یعنی جب تم ہماری طرف رجوع ہوئے اور توبہ و انابت کا طریقہ اختیار کیا ہم نے پھر ایک مرتبہ تم کو دشمنوں پر غالب کیا۔

یعنی بھلائی برائی کا جو کچھ نفع نقصان پہنچتا تھا تم ہی کو پہنچتا تھا۔

بنی اسرائیل کی قوت کا خاتمہ یعنی مار مار کر تمہارے منہ بگاڑ دیں۔ اور "مسجد اقصیٰ" (بیت المقدس) میں گھس کر پہلے کی طرح ادھم مچائیں ہیکل وغیرہ کو چور کر دیا۔ اس طرح "بنی اسرائیل" کی قوت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہو گیا۔

بنی اسرائیل پر دو حملے حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "تورات میں کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل دو بار شرارت کریں گے اس کی سزا میں دشمن ان کے ملک پر غالب ہوں گے۔ اسی طرح ہوا ہے۔ ایک بار جالوت غالب ہوا پھر حق تعالیٰ نے اس کو حضرت داؤد کے ہاتھ سے قتل کروا دیا۔ پیچھے بنی اسرائیل کا اور قوت پایا دونی حضرت سلیمان کی سلطنت میں۔ دوسری بار رومی لوگوں میں بخت نصر غالب ہوا تب سے ان کی سلطنت نے قوت نہ پکڑی۔ اب فرمایا کہ اللہ مہربانی پر آیا ہے اگر اس نبی کے تابع ہو تو دین سلطنت اور نصیب پھر کرے اور اگر پھر وہی شرارت کرو گے تو ہم وہی کریں گے۔ یعنی مسلمانوں کو ان پر غالب کیا اور آخرت میں دوزخ تیار ہے۔" بعض علماء نے پہلے وعدے سے بخت نصر کا حملہ جو ولادت مسیح سے ۶۰۰ سال پہلے اور دوسرے وعدے سے "طیطوس رومی" کا حملہ جو رفع مسیح سے ۷۰ سال بعد ہوا مراد لیا ہے۔ کیونکہ ان دونوں حملوں میں یہود پر پوری تباہی آئی اور "مقدس ہیکل" کو برباد کیا گیا۔ واللہ اعلم

الْقُرْاٰنَ يَهْدِيْ لِلَّتِيْ هِيَ اَقْوَمُ وَيُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِيْنَ

قرآن بتلاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے اور خوشخبری سناتا ہے (بشارت دیتا ہے) ایمان والوں کو

الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا كَبِيْرًا ۝٩

جو عمل کرتے ہیں اچھے کہ ان کے لیے ہے ثواب بڑا ◆

وَّاَنَّ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا

اور یہ کہ جو نہیں مانتے آخرت کو ان کے لیے تیار کیا ہے ہم نے عذاب

اَلِيْمًا ۝١٠ وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَيْرِ ۭ وَ

دردناک اور مانگتا ہے آدمی برائی جیسے مانگتا ہے بھلائی اور

كَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۝١١ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ

ہے انسان جلد باز ◆ اور ہم نے بنائے رات اور دن دو نمونے ◆

فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً

پھر مٹا دیا رات کا نمونہ ◆ اور بنا دیا دن کا نمونہ دیکھنے کو

لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ

تاکہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا ◆ اور تاکہ معلوم کرو گنتی برسوں کی اور

الْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝١٢ وَكُلَّ

حساب ◆ اور سب چیز سنائی ہم نے کھول کر ◆ اور جو

◆ **قرآن ہی سب سے سیدھا راستہ ہے** — یعنی یوں تو "توراۃ" بھی بنی اسرائیل کو راستہ دکھلانے والی تھی جیسا کہ پہلے فرمایا "ھُدًی لِّبَنِیْ اِسْرَآءِیْلَ" لیکن یہ قرآن ساری دنیا کو سب سے زیادہ بالکل سیدھی اور مضبوط راہ بتاتا ہے جس میں تمام قوموں کی ہدایت ہے۔ "اَقْوَم" کے تحت میں مندرج ہو گئی ہیں۔ لہٰذا اگر کامیابی اور نجات چاہتے ہو تو خاتم الانبیاء کی پیروی میں اسی سیدھی سڑک پر چلو۔ جو لوگ قلب و جوارح سے یعنی ایمان و عمل صالح سے اس صاف و کشادہ راہ پر چلیں گے قرآن ان کو دنیا میں حیات طیبہ کی اور آخرت میں جنت کی عظیم الشان بشارت سناتا ہے اور جنہیں انجام

إِنسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۖ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ

آدمی کے — لگا دی ہے ہم نے اس کی بد(قسمت) — اس کی گردن سے — اور نکال دکھائیں گے اس کو قیامت

الْقِيَامَةِ كِتَابًا يَلْقَاهُ مَنشُورًا ﴿١٣﴾ اقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ

کے دن — ایک کتاب (تحریر) کہ دیکھے گا اس کو کھلی ہوئی ◆ — پڑھ لے کتاب اپنی (اعمال نامہ) — تو ہی

بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ﴿١٤﴾ مَّنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا

بس (کافی) ہے — آج کے دن — اپنا حساب لینے والا ◆ — جو کوئی راہ پر آیا — تو

يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا

آیا اپنے ہی بھلے کو — اور جو کوئی بہکا رہا — تو بہکا رہا اپنے ہی برے کو

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ ۗ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ

اور کسی پر نہیں پڑتا — بوجھ دوسرے کا ◆ — اور ہم نہیں ڈالتے بلا

حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا ﴿١٥﴾ وَإِذَا أَرَدْنَا أَن نُّهْلِكَ قَرْيَةً

جب تک — نہ بھیجیں کوئی رسول ◆ — اور جب ہم نے چاہا — کہ غارت کریں — کسی بستی کو

أَمَرْنَا مُتْرَفِيهَا فَفَسَقُوا فِيهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ

حکم بھیج دیا اس کے عیش کرنے والوں کو — پھر انہوں نے نافرمانی کی اس میں — تب ثابت ہوگئی ان پر (ان کے عذاب کی) بات

فَدَمَّرْنَاهَا تَدْمِيرًا ﴿١٦﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُونِ

پھر اکھاڑ مارا ہم نے ان کو اٹھا کر ◆ — اور بہت غارت کر دیئے (کر دیں ہم نے جماعتیں) ہم نے قرن

مِن بَعْدِ نُوحٍ ۗ وَكَفَىٰ بِرَبِّكَ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا

نوح کے (بعد سے) پیچھے ◆ — اور کافی ہے تیرا رب — اپنے بندوں کے گناہ — جاننے والا

◆ **انسان کا نامۂ اعمال** | یعنی خوش قسمتی اور بدبختی اعمال اس کے گلے کا ہار ہے۔ بری قسمت کے ساتھ بندھے عمل ہیں کہ چھوٹ نہیں سکتے۔ وہی نظر آئیں گے قیامت میں۔

◆ **نامۂ اعمال کی سچائی** یعنی نامۂ اعمال اس کے ہاتھ میں دے دیا جائے گا کہ خود پڑھ کر فیصلہ کر لے، جو کام عمر بھر میں کئے تھے کوئی رہا تو نہیں یا زیادہ تو نہیں لکھا گیا۔ ہر آدمی اس وقت یقین کرے گا کہ ذرہ ذرہ عمل بلا کم و کاست اس میں موجود ہے۔ دنیا میں جو کتاب ہدایت (قرآن کریم) اور چاند سورج وغیرہ سے جو حساب متعلق ہے پہلے ان کا ذکر تھا۔ ان آیتوں میں قیامت کے حساب و کتاب کا ذکر فرمایا جو ان پہلے حساب و کتاب پر بطور نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔

◆ **ہر شخص صرف اپنے عمل کا ذمہ دار ہے** | یعنی سیدھی راہ خدا نے سب کو بتلا دی اب جو کوئی اس پر چلے یا نہ چلے اپنا بھلا برا خود سوچ لے۔ کیونکہ اپنے طریق عمل کا نفع یا نقصان اسی کو پہنچے گا۔ ایک کے گناہوں کی گٹھڑی دوسرے کے سر پر نہیں رکھی جائے گی۔

◆ **بعثت رسول کے بغیر عذاب نہیں دیا جاتا** | یعنی بلاشبہ برے عمل آفت لاتے ہیں، پر حق تعالیٰ بغیر بتلائے نہیں پکڑتا اسی واسطے رسول بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بے خبر اور غافل نہ رہنے دیں۔ ٹھیک وقت سے پوری طرح آگاہ کر دیں۔ جن باتوں کو آدمی محض عقل و فطرت کی رہنمائی سے سمجھ سکتا ہے (مثلاً وجود باری یا توحید) ان کی مزید تصریح و توضیح پیغمبروں کی زبانی کر دی جائے اور جن چیزوں کے ادراک میں محض عقل کافی نہ ہو انہیں وحی و الہام کی روشنی میں پیش کیا جائے۔ اسی لئے ابتدائے آفرینش سے حق تعالیٰ نے وحی و رسالت کا سلسلہ جاری رکھا تا آنکہ انبیاء علیہم السلام کے انوار و فیوض نے دنیا میں ایسی فضا پیدا کر دی کہ کوئی مذہب قوم دنیا و آخرت میں جہل و بے خبری کا عذر پیش کر کے عذاب الٰہی سے رستگاری حاصل نہیں کر سکتی۔ (تنبیہ) مفسرین نے یہاں "اصحاب فترت" اور اطفال کفار کی تعذیب پر بحث شروع کر دی ہے۔ ہم تطویل کے خوف سے درج نہیں کر سکتے۔

◆ یعنی جب بداعمالیوں کی بدولت کسی بستی کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو یوں ہی دفعۃً پکڑ کر ہلاک نہیں کر دیتے، بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دی جاتی ہے۔ اول پیغمبر یا اس کے نائبین کی زبانی خدائی احکام ان کو پہنچائے جاتے ہیں، خصوصاً وہاں کے امراء اور بارسوخ لوگوں کو جن کے ماننے نہ ماننے کا اثر جمہور پر پڑتا ہے آگاہ کیا جاتا ہے۔ جب یہ بڑی ناک والے مجبور ہو کر خدائی پیغام کو رد کر دیتے اور کھلے بندوں نافرمانیاں کرتے ہیں تو بستی کی فضا کو مسموم و مکدر بنا دیتے ہیں۔ اس وقت وہ بستی اپنے کو علانیہ مجرم ثابت کر کے عذاب الٰہی کی مستحق ہو جاتی ہے۔ (نعوذ باللہ من شرور انفسنا) (تنبیہ) وقال بعض السلف انّ الامر فی قولہ تعالیٰ "امرنا مترفیہا" امر تکوینی ففسقوا بالفسق وقولہ تعالیٰ "انّ اللہ لا یامر بالفحشاء" معناہ نفی الامر التشریعی فلا تنافی بینہما۔

◆ **معذب قوموں کی ہلاکت** | آدم و نوح کے درمیانی زمانہ میں سب آدمی اسلام پر رہے۔ پھر شرک و بت پرستی شروع ہوئی۔ نوح علیہ السلام ان کی اصلاح کے لئے بھیجے گئے، سینکڑوں برس سمجھایا نہ مانے آخر سب ہلاک کئے گئے۔ اس کے بعد بہت سی قومیں (عاد و ثمود وغیرہ) تباہ ہوئیں۔ حاصل یہ کہ قوموں کے ہلاک کئے جانے کا سلسلہ حضرت نوح کے بعد سے شروع ہوا۔

بَصِيْرًا ﴿١٧﴾ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ

دیکھنے والا ۞ جو کوئی چاہتا ہو پہلا گھر جلد دے دیں ہم اس کو

فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ

اسی میں جتنا چاہیں جس کو چاہیں پھر ٹھہرایا ہے ہم نے اس کے واسطے

يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ﴿١٨﴾ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَ

دوزخ داخل ہوگا اس میں اپنی برائی سن کر دھکیلا جا کر ۞ اور جس نے چاہا پچھلا گھر

سَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ

اور دوڑ کی اس کے واسطے جو اس کی دوڑ ہے اور وہ یقین پر ہے سو ایسوں کی دوڑ

مَّشْكُوْرًا ﴿١٩﴾ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ

ٹھکانے لگی ہے (کام آئی ہے) ۞ ہر ایک کو ہم پہنچائے جاتے ہیں ان کو اور ان کو تیرے رب کی بخشش میں سے

وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ﴿٢٠﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا

اور تیرے رب کی بخشش کسی نے نہیں روک لی ۞ دیکھ کیسا بڑھا دیا ہم نے

بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ

ایک کو ایک سے اور پچھلے گھر میں تو اور بڑے درجے ہیں اور بڑی

تَفْضِيْلًا ﴿٢١﴾ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا

فضیلت ۞ مت ٹھہرا اللہ کے ساتھ اور دوسرا حاکم پھر بیٹھ رہے گا تو الزام کھا کر

مَّخْذُوْلًا ﴿٢٢﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ

بے کس ہو کر ۞ اور حکم کر چکا تیرا رب کہ نہ پوجو اس کے سوائے اور ماں باپ کے ساتھ

◆ یعنی کسی کو بے قصور نہیں پکڑتا نہ غیر مناسب سزا دیتا ہے۔ بلکہ ہر ایک کے گناہوں کو دیکھ کر اور اس کے احوال و اطوار کو پوری طرح جان کر موزوں و مناسب برتاؤ کرتا ہے۔

◆ یعنی ضروری نہیں کہ ہر عاشق دنیا کو فوراً ہلاک کر دیا جائے نہیں۔ ہم ان لوگوں میں سے جو صرف متاع دنیا کے لئے سرگرداں ہیں جس کو چاہیں اور جس قدر چاہیں اپنی حکمت و مصلحت کے موافق دنیا کا سامان دے دیتے ہیں تا ان کی جدوجہد اور فانی نیکیوں کا ادنیٰ پھل مل جائے اور اگر آخری سعادت مقدر نہیں تو شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز ہو کر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ دوزخ کے ابدی جیل خانہ میں دھکیل دیئے جائیں۔

◆ **سچے مومنین کا انعام** | یعنی جس کے دل میں ایمان و یقین موجود ہو اور نیک نیتی سے خدا کی خوشنودی اور ثواب اخروی کی خاطر پیغمبر کے بتلائے ہوئے راستہ پر کافی دوڑ دھوپ کرے۔ اس کی کوشش ہرگز ضائع ہونے والی نہیں۔ یقیناً بارگاہ احدیت میں حسن قبول سے سرفراز ہو کر رہے گی۔

◆ یعنی حق تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے موافق بعض طالبین دنیا کو دنیا اور تمام طالبین آخرت کو آخرت عطا فرماتا ہے۔ اس کی عطا میں کوئی مانع و مزاحم نہیں ہو سکتا۔ یا یہ مطلب ہے کہ طالب دنیا ہو یا طالب آخرت دنیوی امداد سے دونوں کو حسب مصلحت حصہ پہنچتا ہے۔ محض کفر و عصیان کی وجہ سے دنیوی تمتع کے دروازے بند نہیں کر دیئے جاتے۔

◆ **جنت کے درجات** | یعنی دنیوی زندگی میں مال، دولت، عزت، حکومت، اولاد وغیرہ کے اعتبار سے ایک کو دوسرے پر کس قدر فضیلت ہے۔ اسی پر قیاس کر لو کہ آخرت میں تفاوت اعمال و احوال کے لحاظ سے کس قدر فرق مراتب ہوگا۔ چنانچہ نصوص سے ثابت ہے کہ درجات جنت اور درکات جہنم بے حد متفاوت ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جنت کے دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا تفاوت ہوگا۔ نیچے والے اوپر والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے ہم زمین پر کھڑے ہو کر افق میں کوئی ستارہ دیکھتے ہیں۔ پہلے بتلایا جا چکا کہ جنت کے یہ درجات انہی کو مل سکتے ہیں جو آخرت کے لئے اس کے لائق دوڑ دھوپ کریں۔ اگلی آیتوں میں وہ ڈھنگ آخرت کی سعی کا طریقہ بتلایا گیا ہے جس پر چلنے سے انسان کو یہ بلند مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ ابن عباس کا قول ہے کہ حق تعالیٰ نے تورات کی ساری اخلاقی تعلیم سورۂ بنی اسرائیل کی پندرہ آیتوں میں درج کر دی ہے۔ وہ پندرہ آیتیں اگلے رکوع سے شروع ہوتی ہیں۔

◆ **شرک رسوائی اور بے کسی کا سبب ہے** | یعنی شرک ایسی ظاہر البطلان چیز ہے جس کے اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے، بلکہ دنیا کے ہر عقلمند کے نزدیک تم مذموم و ملزم ٹھہرو گے۔ چنانچہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جن مذاہب میں شرک صریح کی تعلیم تھی وہ بھی دانشمندوں کی سوسائٹی میں جگہ حاصل کرنے کے لئے اپنی ترمیم و اصلاح کر کے بتدریج توحید کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔ ہر ایک عاقل یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ اشرف المخلوقات انسان کے لئے یہ چیز سخت ذلت و رسوائی کا موجب ہے کہ اپنے سے کمتر یا کسی عاجز مخلوق کے سامنے سر بسجود ہو جائے۔ خصوصاً ان چیزوں کے سامنے دست سوال دراز کرے جو خود اسی کی تراشی ہوئی ہیں۔ جو آدمی خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے جھکتا ہے خدائے بے نیاز حقیقی قدرت و برکت کا دروازہ اس پر بند کر کے کمزوری اور بے کسی کی حالت میں چھوڑ دیتا ہے چنانچہ سخت کٹھن وقت میں جب کہ اسے اعانت و امداد کی بڑی ضرورت ہو کوئی حامی و مددگار نہ ملے گا "ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ"

اِحْسَانًا ؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا

بھلائی کرو ◆ اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک ان میں سے یا دونوں

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا

تو نہ کہہ ان کو ہوں اور نہ جھڑک ان کو اور کہہ ان سے بات

كَرِیْمًا ۝۲۳ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ

ادب کی ◆ اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کر کر نیازمندی سے

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا ۝۲۴ؕ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ

اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا ◆ تمہارا رب خوب جانتا ہے

بِمَا فِیْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِیْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ

جو تمہارے جی میں ہے اگر تم نیک ہو گے تو وہ

لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا ۝۲۵ وَاٰتِ ذَا الْقُرْبٰی حَقَّهٗ وَالْمِسْكِیْنَ

رجوع کرنے والوں کو بخشتا ہے ◆ اور دے قرابت والے کو اس کا حق اور محتاج کو

وَابْنَ السَّبِیْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِیْرًا ۝۲۶ اِنَّ الْمُبَذِّرِیْنَ

اور مسافر کو اور مت اڑا بے جا (فضول) ◆ بے شک اڑانے والے

كَانُوْۤا اِخْوَانَ الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَكَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّهٖ كَفُوْرًا ۝۲۷

بھائی ہیں شیطانوں کے اور شیطان ہے اپنے رب کا ناشکر ◆

وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا

اور اگر کبھی تو تغافل کرے ان کی طرف سے انتظار میں اپنے رب کی مہربانی کے جس کی تجھ کو توقع ہے

◆ **والدین سے حسن سلوک** خدا تو حقیقۃً ہر موجود کو وجود عطا فرماتا ہے۔ والدین اس کی ایجاد کا ظاہری ذریعہ ہیں۔ اس لئے کئی آیتوں میں خدا تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق ذکر کئے گئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ وہ شخص خاک میں مل گیا جس نے اپنے والدین کو پایا اور ان کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔ والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں ان کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم و محبت کرے۔ مرنے کے بعد ان کا جنازہ پڑھے، ان کے لئے دعاء و استغفار کرے، ان کے عہد و مقصد کو پورے کرے، ان کے دوستوں کے ساتھ تعظیم و حسن سلوک سے اور ان کے اقارب کے ساتھ صلہ رحم سے پیش آئے وغیر ذالک۔

◆ بڑھاپے میں خدمت کی احتیاج زیادہ ہوتی ہے جس سے بعض اوقات اہل و عیال بھی اکتانے لگتے ہیں زیادہ بڑھاپے میں ہوش و حواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے۔ بڑی سعادتمند اولاد کا کام ہے کہ اس وقت بوڑھے والدین کی خدمت گزاری و فرمانبرداری سے جی نہ ہارے۔ قرآن نے تنبیہ کی کہ جھڑکنا اور ڈانٹنا تو کجا ان کے مقابلہ میں زبان سے "ہوں" بھی مت کرو۔ بلکہ بات کرتے وقت پورے ادب و تعظیم کو ملحوظ رکھو۔ ابن مسیب نے فرمایا ایسی طرح بات کرو جیسے ایک خطاوار غلام تند مزاج آقا سے کرتا ہے۔

◆ **والدین کے لئے دعاء** یعنی جب میں بالکل کمزور و ناتواں تھا انہوں نے میری تربیت میں خون پسینہ ایک کر دیا۔ اپنے خیال کے موافق میرے لئے ہر قسم راحت و خیر کی فکر کی۔ ہزاروں آفات و حوادث سے بچانے کی کوشش کرتے رہے۔ بارہا میری خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالی۔ آج ان کی کمزوری کا وقت آیا ہے جو کچھ میری قدرت میں ہے ان کی خدمت و تعظیم کرتا ہوں لیکن پورا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس لئے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں اور موت کے بعد ان پر نظر رحمت فرما۔

◆ یعنی والدین کی تعظیم اور ان کے سامنے تواضع و فروتنی صمیم قلب سے ہونی چاہئے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کیسے دل سے ماں باپ کی خدمت کرتا ہے۔ اگر فی الواقع تم دل سے نیک اور سعادتمند ہو گے اور خدا کی طرف رجوع ہو کر اخلاص و حق شناسی کے ساتھ ان کی خدمت کرو گے تو وہ تمہاری کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگزر فرمائے گا۔ فرض کرو اگر کسی وقت باوجود نیکی کے تنگ دلی یا تنگ مزاجی سے کوئی فروگزاشت ہو گئی، پھر تنبہ و رجوع کیا تو اللہ بخشنے والا ہے۔ (تنبیہ) والدین کی فرمانبرداری کن چیزوں میں ہے اور کن میں نہیں؟ اس کی تفصیل کتب فقہ وغیرہ میں دیکھنا چاہئے۔ روح المعانی میں بھی اس پر مفید و مبسوط کلام کیا ہے۔ فلیراجع۔

◆ **قرابت داروں اور دوسرے لوگوں کے حقوق** یعنی قرابت والوں کے مالی و اخلاقی ہر قسم کے حقوق ادا کرو۔ محتاج و مسافر کی خبر گیری رکھو اور خدا کا دیا ہوا مال فضول بے موقع مت اڑاؤ۔ فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کر دے جو آگے چل کر تضییع حقوق اور ارتکاب حرام کا سبب بنے۔

◆ **فضول خرچی کی ممانعت** یعنی مال خدا کی بڑی نعمت ہے جس سے عبادت میں دلجمعی ہو، بہت سی اسلامی خدمات اور نیکیاں کمانے کا موقع ملے۔ اس کو بیجا اڑانا ناشکری ہے جو شیطان کی تحریک و اغواء سے وقوع میں آتی ہے اور آدمی ناشکری کر کے شیطان کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح شیطان نے خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو عصیان و اضلال میں خرچ کیا۔ اس نے بھی حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو نافرمانی میں اڑایا۔

فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا ﴿٢٨﴾ وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً

تو کہہ ان کو بات نرمی کی ◆ اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا ہوا

اِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا

اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھول دے اس کو بالکل کھول دینا پھر تو بیٹھ رہے الزام کھایا

مَّحْسُوْرًا ﴿٢٩﴾ اِنَّ رَبَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَاۤءُ وَيَقْدِرُ ۭ

ہارا ہوا ◆ تیرا رب کھول دیتا ہے روزی جس کے واسطے چاہے اور تنگ بھی وہی کر دیتا ہے ◆

اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا ﴿٣٠﴾ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ

وہی ہے اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ◆ اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو

خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ

مفلسی کے خوف سے ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو ◆ بے شک ان کا مارنا

كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا ﴿٣١﴾ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ

بڑی خطا ہے ◆ اور پاس نہ جاؤ زنا کے ◆ وہ ہے بے حیائی

وَسَاۤءَ سَبِيْلًا ﴿٣٢﴾ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ

اور بری راہ ہے ◆ اور نہ مارو اس جان کو جس کو منع کر دیا ہے اللہ نے

اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ

مگر حق پر ◆ اور جو مارا گیا ظلم سے تو دیا ہم نے اس کے وارث کو

◆ **صدقہ و خیرات کے آداب** | یعنی جو کوئی مجھ سے سوال کرتا ہے اور اس وقت اس کے پاس نہیں ہے جو اللہ سے امید ہے کا گزارہ خوشی نہیں آتا، اور کبھی حق کی قسمت سے اللہ تعالیٰ کو کچھ دیتا ہے۔ سوال والے کو اگر ایک وقت تو دے سکے تو نرمی اور اچھے طریقے سے معذرت کرے۔ مثلاً یہ دعا دے کہ جب خدا مجھ کو دے گا ان شاء اللہ آپ کی خدمت کریں گے، سختی اور بد اخلاقی سے جواب دینے میں اندیشہ ہے کہ کہیں اگلی خیراتیں بھی برباد ہو جائیں۔

◆ **خرچ میں میانہ روی** یعنی سب اڑا دو یں کہ کچھ بھی پاس نہ رہے یا یک دم ہاتھ کھول دیا کہ آپ محتاج رہ گیا۔ غرض ہر معاملہ میں توسط و اعتدال مرعی رکھنا چاہئے۔ نہ ہاتھ اس قدر کھینچے کہ گردن سے لگ جائے اور نہ طاقت سے بڑھ کر خرچ کرنے میں ایسی کشادہ دستی دکھلائے کہ پھر بھیک مانگنی پڑے اور ہاتھ ملتا کھڑا رہ جائے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں "فتعطی فوق طاقتک وتخرج اکثر من دخلک" یعنی طاقت سے بڑھ کر یا آمدنی سے زائد خرچ کرنا بھی "ولا تبسطها كل البسط" کے تحت میں داخل ہے۔ حدیث میں ہے "ما عال من اقتصد" (جس نے میانہ روی اختیار کی محتاج نہیں ہوا)

◆ **رزق میں کمی بیشی اللہ کے ہاتھ میں ہے** یعنی تمہارے ہاتھ روکنے سے تم غنی اور دوسرا فقیر نہیں ہو جاتا۔ نہ تمہاری سخاوت سے دوسرا غنی اور تم فقیر بن سکتے ہو۔ فقیر و غنی بنانا اور روزی کا کم و بیش کرنا محض خدا کے قبضہ میں ہے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ افسوس آج ہمارے پاس نہیں ہے یہ فقیر جو امید لگا کر آیا تھا کیا کہے گا۔ فقر و غنی کے مختلف احوال بھیجنا اسی مالک علی الاطلاق کے قبضہ میں ہے۔ تمہارا کام میانہ روی سے اعتدال قائم کرنا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی محتاج کو دیکھ کر بالکل چپ نہ ہو جا۔ اس کی حاجت روائی تیرے ذمہ نہیں۔ اللہ کے ذمہ ہے۔ لیکن یہ باتیں پیغمبر علیہ السلام کو فرمائی ہیں جو بے حد سخی واقع ہوئے تھے۔ باقی جس کے جی سے مال نہ نکل سکے اس کو پابند کیا ہے دینے کا۔ حکیم بھی گرمی والے کو سرد دوا دیتا ہے اور سردی والے کو گرم۔"

◆ **غنا اور فقر میں اللہ کی حکمت** یعنی ہر ایک بندے کے ظاہری و باطنی احوال و مصالح سے خبردار ہے۔ اسی کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ حدیث قدسی میں فرمایا کہ میرے بعض بندے وہ ہیں جن کی درستی حال فقیر رہنے میں ہے۔ اگر میں اس کو غنی کر دوں تو اس کا دین تباہ ہو جاتا۔ اس کے برعکس بعض بندے ہیں جن کو غنی بنا دیا اگر فقیر بنا دیا جاتا تو دین پر قائم نہ رہ سکتے۔ اس کے علاوہ بعض اشقیاء کے حق میں غنائے ظاہری محض امہال و استدراج کے طور پر یا فقر و تنگدستی عقوبت اور سزا کے طریقہ سے ہے۔ (عیاذاً باللہ من هذا وهذا) ہم پہلے کئی جگہ اس کی تحریر کر چکے ہیں۔

◆ بعض کافر اولاد کو مار ڈالتے تھے کہ ان کا خرچ کہاں سے لائیں گے۔ سورہ انعام میں اسی مضمون کی آیت گزر چکی تفصیل وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

◆ کیونکہ یہ بڑی بھاری حرکت نسل انسانی کے قطع کرنے کا موجب ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والے کو حق تعالیٰ کی رزاقی پر اعتماد نہیں۔

◆ **زنا اور فواحش کی ممانعت** یعنی زنا کرنا تو بڑی سخت چیز ہے۔ اس کے پاس بھی مت جاؤ۔ گویا "لا تقربوا" میں مبادی زنا سے بچنے کی ہدایت کر دی گئی۔ مثلاً اجنبی عورت کی طرف بدون عذر شرعی نظر کرنا یا بوس و کنار وغیرہ۔

◆ کیونکہ زنا سے انساب میں گڑبڑ ہوتی ہے اور بہت طرح کی لڑائیاں اور جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اور سب کے لئے بری راہ کھلتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی اگر یہ راہ کھلی تو ایک شخص دوسرے کی عورت پر نظر کرے کوئی دوسرا اس کی عورت پر کرے گا۔"

مسند احمد کی ایک روایت مسند امام احمد میں ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے زنا کی اجازت دے دیجئے۔ حاضرین نے اسے ڈانٹا کہ تو پیغمبر خدا کے سامنے ایسی گستاخی کرتا ہے۔ حضور ﷺ نے اس کو فرمایا کہ میرے قریب آ۔ وہ قریب آ کر بیٹھا تو آپ نے فرمایا کیا تو یہ حرکت اپنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ میں سے کسی کی نسبت پسند کرتا ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ خدا مجھ کو آپ پر قربان کرے ہرگز نہیں۔ فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، پھوپھیوں اور خالاؤں کے لئے یہ فعل گوارا نہیں کرتے۔ پھر آپ نے دعا فرمائی کہ الٰہی اس کے گناہ کو معاف فرما اور اس کے دل کو پاک اور شرمگاہ کو محفوظ کر دے۔ ابو امامہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد اس شخص کی یہ حالت ہو گئی کہ کسی عورت وغیرہ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتا تھا۔ اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ"

◆ **قتل ناحق کی ممانعت** صحیحین میں ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین صورتوں میں۔ جان کے بدلے جان، یا زانی محصن، یا جو شخص دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔

سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي الْقَتْلِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ﴿۳۳﴾

زور — سو حد سے نہ نکل جائے — قتل کرنے میں ◆ اس کو مدد ملتی ہے ◆

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى

اور پاس نہ جاؤ — یتیم کے مال کے — مگر جس طرح — کہ بہتر ہو — جب تک

يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۪ وَاَوْفُوْا بِالْعَهْدِ ۚ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ

کہ وہ پہنچے اپنی جوانی کو ◆ اور پورا کرو — عہد کو — بے شک عہد کی

مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۴﴾ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ

پوچھ ہوگی ◆ اور پورا بھرو ماپ — جب ماپ کر دینے لگو — اور تولو سیدھی

الْمُسْتَقِيْمِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۳۵﴾ وَلَا تَقْفُ

ترازو سے ◆ یہ بہتر ہے — اور اچھا ہے اس کا انجام ◆ اور نہ پیچھے پڑ

مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ

جس بات کی خبر نہیں تجھ کو — بے شک — کان — اور آنکھ — اور دل

كُلُّ اُولٰٓئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْـُٔوْلًا ﴿۳۶﴾ وَلَا تَمْشِ فِي

ان سب کی — اس سے پوچھ ہوگی ◆ اور مت چل

الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ

زمین پر اتراتا ہوا — تو پھاڑ نہ ڈالے گا — زمین کو — اور نہ پہنچے گا

الْجِبَالَ طُوْلًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ ذٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهٗ عِنْدَ رَبِّكَ

پہاڑوں تک لمبا ہو کر ◆ یہ جتنی باتیں ہیں — ان سب میں بری چیز ہے — تیرے رب کی

◆ **قتل کا بدلہ** یعنی اولیائے مقتول کو اختیار ہے کہ حکومت سے کہہ کر خون کا بدلہ لیں۔ لیکن بدلہ لیتے وقت حد سے نہ گزریں۔ مثلاً قاتل کی جگہ غیر قاتل کو سزا دلوانے لگیں یا قاتل کے ساتھ دوسرے بے گناہوں کو بھی شامل کر لیں۔ یا قاتل کے ناک، کان وغیرہ کاٹنے اور مثلہ کرنے لگیں۔

◆ یعنی خدا نے اس کی مدد کی کہ بدلہ لینے کا حق دیا اور حکام کو امر فرمایا کہ حق دلوانے میں کمی نہ کریں۔ بلکہ ہر کسی کو لازم ہے کہ خون کا بدلہ دلانے میں مدد کرے۔ نہ یہ کہ الٹا قاتل کی حمایت کرنے لگے۔ نیز وارث کو بھی چاہیے کہ ایک کے بدلے دو نہ مارے۔ جو قاتل ہاتھ نہ لگا تو اس کے بیٹے بھائی کو نہ مار ڈالے جیسے جاہلیت میں رواج تھا۔

◆ **مال یتیم کے احکام** یعنی یتیم کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ ہاں اگر اس کی حفاظت، نگہداشت اور خیر خواہی مقصود ہو تو مضائقہ نہیں۔ جس وقت جوان ہو جائے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھنے لگے، مال اس کے حوالہ کر دو۔

◆ **ایفائے عہد کی تاکید** اس میں سب عہد داخل ہیں خواہ اللہ سے کیے ہوں یا بندوں سے بشرطیکہ غیر مشروع نہ ہوں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ کسی کو قول و قرار صلح کا دے کر بدعہدی کرے اس کا وبال ضرور پڑتا ہے۔

◆ **ناپ تول میں کمی** یعنی جھوک نہ مارو۔ ناپ تول میں کمی کرنے سے معاملات کا نظام مختل ہو جاتا ہے۔ قوم شعیب کی ہلاکت کا قصہ پہلے کئی جگہ آ چکا ہے ان کا بڑا عملی گناہ یہی بیان کیا گیا ہے۔ روایات میں ہے کہ جو شخص کسی حرام پر قدرت پا کر محض خدا کے خوف سے رک جائے تو خدا تعالیٰ اسی دنیا میں آخرت سے پہلے اس کو نعم البدل عطا فرمائے گا۔

◆ یعنی دغا بازی اول چلتی ہے پھر لوگ خبردار ہو کر اس سے معاملہ نہیں کرتے۔ اور پورا حق دینے والا سب کو بھلا لگتا ہے لہٰذا اس کی تجارت خوب چلتی ہے۔

◆ **بے تحقیق زبان سے کوئی بات نہ نکالو** یعنی بے تحقیق بات زبان سے مت نکال نہ اس کی اندھا دھند پیروی کر۔ آدمی کو چاہیے کہ کان، آنکھ اور دل و دماغ سے کام لے کر اور بقدر کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منہ سے نکالے یا عمل میں لائے۔ سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یوں ہی اٹکل پچو کوئی قطعی حکم نہ لگائے یا عملدرآمد شروع نہ کرے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، غلط تہمتیں لگانا، بے تحقیق چیزیں سن کر کسی کے درپے آزار ہونا یا بغض و عداوت قائم کر لینا، باپ دادا کی تقلید یا رسم و رواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا، ان دیکھی یا ان سنی چیزوں کو دیکھی یا سنی ہوئی بتلانا، غیر معلوم اشیاء کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں، یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت میں داخل ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن تمام قویٰ کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں استعمال کیا تھا، بے موقع تو خرچ نہیں کیا؟

◆ **اکڑ کر مت چلو** یعنی متکبروں کی چال چلنا انسان کو زیبا نہیں، نہ تو زور سے پاؤں مار کر زمین کو پھاڑ سکتا ہے نہ گردن ابھارنے اور سینہ تاننے سے اونچا ہو کر پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے۔ پھر اپنے ضعف و عجز اور اس بساط پر اس قدر لمبے کھینچنے سے کیا فائدہ؟

مَكْرُوْهًا ﴿٣٨﴾ ذٰلِكَ مِمَّآ اَوْحٰٓى اِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ

ناپسند ◆ یہ ہے ان باتوں میں سے جو وحی بھیجی تیرے رب نے تیری طرف عقل کے کاموں سے ◆

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا

اور نہ ٹھہرا اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی پھر پڑے تو دوزخ میں الزام کھا کر

مَّدْحُوْرًا ﴿٣٩﴾ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ

دھکیلا جا کر ◆ کیا تم کو چن کر دے دیئے تمہارے رب نے بیٹے اور اپنے لیے کر لیا

الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ﴿٤٠﴾ وَلَقَدْ

فرشتوں کو بیٹیاں تم کہتے ہو بھاری بات ◆ اور

ع ۴

صَرَّفْنَا فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا

پھیر پھیر کر سمجھایا ہم نے اس قرآن میں تاکہ وہ سوچیں اور ان کو زیادہ ہوتا ہے (ان کا بڑھتا جاتا ہے)

نُفُوْرًا ﴿٤١﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا

وہی بدکنا (نفرت کرنا) ◆ کہہ اگر ہوتے اس کے ساتھ اور حاکم جیسا یہ بتلاتے ہیں ◆ تو

لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿٤٢﴾ سُبْحٰنَهٗ وَ

نکالتے صاحب عرش کی طرف راہ ◆ وہ پاک ہے اور

تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿٤٣﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ

برتر (بالاتر) ہے ان کی باتوں سے بے نہایت (بہت دور) اس کی پاکی بیان کرتے ہیں ساتوں

السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ

آسمان اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی

بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ

تعریف کے ساتھ — لیکن تم ان کی تسبیح کو نہیں سمجھتے — بیشک وہ بُردبار ◆ (اور) بخشنے والا ہے

حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿٤٤﴾ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ

بخشنے والا ◆ اور جب — تم پڑھتے ہو قرآن — ہم کر دیتے ہیں — تمہارے

وَبَيْنَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿٤٥﴾ وَّ

اور ان لوگوں کے — جو ایمان نہیں رکھتے — آخرت پر — ایک پردہ ڈھانپ دیتے ہیں ◆

جَعَلْنَا عَلٰي قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ

ہم نے رکھے ہیں — ان کے دلوں پر پردے — کہ اسے نہ سمجھیں ◆ اور ان کے کانوں میں

وَقْرًا ۭ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓي

بوجھ ◆ اور جب تم ذکر کرتے ہو — قرآن میں اپنے پروردگار یکتا کا — تو وہ — بدک جاتے ہیں

اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿٤٦﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ

پیٹھ پھیر کر ◆ ہم خوب جانتے ہیں — جس نیت سے وہ سنتے ہیں ◆ جب یہ

يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ

تمہاری طرف کان لگاتے ہیں — اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں — جب ظالم کہتے ہیں

اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿٤٧﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا

کہ تم ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے ◆ دیکھو — انہوں نے کیسی

لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٤٨﴾ وَ

تمہارے بارے میں باتیں بنائیں — سو یہ گمراہ ہو گئے — اور راستہ نہیں پا سکتے ◆ اور

ركوع

◆ **ہر شے پاکی بیان کرتی ہے** یعنی ہر ایک مخلوق زبان سے یا حال سے اس کی پاکی اور خوبیاں بیان کرتی ہے لیکن تم اسے سمجھتے نہیں۔ خواہ فکر و تامل نہ کرنے کی وجہ سے یا اس قوت کے فقدان کی وجہ سے جس کے ذریعہ بعض مخلوقات کی تسبیح قالی سنی اور سمجھی جاسکتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص باوجود سمجھنے کے قبول نہ کرے یا اس کے مقتضٰی پر عمل نہ کرے تو یہ سمجھنا نہ سمجھنے ہی کے حکم میں ہے۔

◆ یعنی تمام مخلوقات جس کی پاکی بیان کریں تم اس کے لئے شرکاء اور اولاد اور بیٹیاں تجویز کرو۔ یہ ایسی گستاخی تھی کہ تم کو فوراً ہلاک کر دیا جاتا لیکن وہ اپنے حلم سے شتاب نہیں پکڑتا اور توبہ کرلو تو بخش دیتا ہے۔

◆ **کفار اور نبی کے درمیان پردہ** جو شخص آخرت کو نہ مانے اور اپنے بھلے برے انجام کی کچھ فکر نہ رکھے وہ نصیحت کی طرف کیوں دھیان کرنے لگا۔ جب اسے نجات ہی کی فکر نہیں تو نجات دلانے والے پیغمبر کے احوال و اقوال میں غور کرنے اور بارگاہ رسالت تک پہنچنے کی کیا ضرورت ہوگی۔ بس یہ ہی عدم ایمان بالآخرت اور انجام کی طرف سے بے فکری وہ معنوی پردہ ہے جو اس شخص کے اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے درمیان ڈال دیا جاتا ہے۔

◆ پہلے پیغمبر کی صداقت تک نہ پہنچ سکنے کا ذکر کیا تھا۔ یہاں فہم قرآن تک رسائی حاصل نہ کر سکنے کا بیان ہے۔ یعنی اس قرآن میں اعلیٰ قوت تاثیر ہے اور کافروں پر اثر نہیں ہوتا۔ یہ سبب ہے کہ اوٹ میں ہیں۔ آفتاب سے سارا جہان روشن ہے لیکن اگر کوئی شخص مکان کے تمام دروازے اور کھڑکیاں بند کر کے بیٹھ جائے بلکہ آنکھیں بھی بند کر لے تو اس کے اعتبار سے آفتاب کی روشنی کہیں بھی نہیں۔

◆ **کفار کے حجاب** یعنی جب بہت اشتیاق یا استفادہ منظور نہیں، چاہتے تو گویا سنتے ہی نہیں۔ **تنبیہ** خدا تعالیٰ نے جو حجاب اور پردے وغیرہ ڈالے ہیں وہی ہیں جن کا وجود انہوں نے خود اپنے لئے بڑی خوشی اور فخر سے ثابت کیا تھا۔ "وَقَالُوا قُلُوبُنَا فِي أَكِنَّةٍ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ وَفِي آذَانِنَا وَقْرٌ وَمِنْ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ إِنَّنَا عَامِلُونَ" (حم السجدہ رکوع ۱) آخرت پر ایمان نہ رکھنا اور انجام سے بے فکر رہنا، خدائے واحد کے ذکر سے چڑنا، پیغمبروں کے ساتھ تمسخر کرنا، وہ چیزیں ہیں جو حجاب، کنان اور وقر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ اور چونکہ خالق ہر چیز کا خدا تعالیٰ ہے اس لئے ان کے خلق کی نسبت بھی اسی کی طرف کی گئی ہے۔

◆ یعنی خدائے واحد کے ذکر سے چڑتے اور بدکتے اور پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں۔ ہاں ان کے معبودوں کا تذکرہ آئے تو بہت خوش ہوتے ہیں۔ "وَإِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَحْدَهُ اشْمَأَزَّتْ قُلُوبُ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَإِذَا ذُكِرَ الَّذِينَ مِنْ دُونِهِ إِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُونَ" (زمر رکوع ۵)

◆ یعنی سننے سے استفادہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ استخفاف و استہزاء مقصود ہوتا ہے جس کا ذکر آگے آ رہا ہے۔

◆ **آنحضرت ﷺ پر مسحور ہونے کا الزام** یعنی قرآن اور آپ کی باتیں سن کر گئے۔ پھر آپس میں مشورہ کیا کہ محمد ﷺ کی نسبت کیا کہنا چاہئے۔ آخر کہنے لگے کہ یہ شخص جادو کا مارا معلوم ہوتا ہے۔ یعنی جادو کے اثر سے مجنون ہو گیا، دماغ ٹھکانے نہیں رہا (العیاذ باللہ العظیم) بعض نے "مسحور" کو یہاں "ساحر" کے معنی میں لیا ہے کہ اس کی باتوں میں جادو کا اثر ہے۔ **تنبیہ** لفظ "مسحور" سے جو مطلب وہ لیتے تھے اس کی نفی سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی پر کسی قسم کے سحر کا کسی وجہ سے عارضی طور پر بھی اثر نہ ہو سکے۔ یہ آیت مکی ہے۔ مدینہ میں آپ پر یہود کے جادو کرانے کا واقعہ صحیح میں مذکور ہے۔ جس کا اثر چند روز تک صرف اتنا رہا کہ بعض دنیوی کاموں میں کبھی کبھی ذہول ہو جاتا تھا۔

◆ یعنی کبھی شاعر کہتے ہیں، کبھی جادوگر، کبھی کاہن، کبھی مسحور یا مجنون، غرض بکی بکی باتیں کرتے رہتے ہیں کسی ایک بات پر جماؤ نہیں۔ جس وقت جو منہ میں آیا بک دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ باوجود جدوجہد کے طعن و تشنیع کا کوئی ایسا راستہ انہیں نہیں مل سکتا جس پر چل کر وہ اپنے مقصود اغواء و اضلال میں کامیاب ہو سکیں۔

قَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ

کہنے لگے کیا | کیا جب ہم ہو جاویں گے ہڈیاں | اور ریزہ ریزہ | پھر اٹھیں گے

خَلْقًا جَدِيْدًا ۝۴۹ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ۝۵۰ اَوْ

بنا کر نئے ◆ | تو کہہ | تم ہو جاؤ پتھر | یا لوہا | یا

خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ

کوئی خلقت جس کو مشکل سمجھو | اپنے جی میں ◆ | پھر اب کہیں گے | کون دوبارہ لائے گا ہم کو

قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ

تو کہہ | جس نے پیدا کیا تم کو | پہلی بار ◆ | پھر اب مٹکاویں گے | تیری طرف

رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ

اپنے سر | اور کہیں گے | کب ہوگا یہ ◆ | تو کہہ | شاید کہ ہو نزدیک ہی

قَرِيْبًا ۝۵۱ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ

ہوگا ◆ | جس دن تم کو پکارے گا | پھر چلے آؤ گے اس کی تعریف کرتے ہوئے ◆ | اور اٹکل کرو گے

اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝۵۲ وَقُلْ لِّعِبَادِيْ يَقُوْلُوا الَّتِيْ

کہ دیر نہیں لگی تم کو | مگر تھوڑی ◆ | اور کہہ دے میرے بندوں کو | کہ بات وہی کہیں جو

هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ يَنْزَغُ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّيْطٰنَ

بہتر ہو | شیطان | جھگڑا ڈلواتا ہے ان میں | شیطان ہے

كَانَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ۝۵۳ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ

انسان کا دشمن | صریح ◆ | تمہارا رب خوب جانتا ہے تم کو

إِنْ يَشَأْ يَرْحَمْكُمْ أَوْ إِنْ يَشَأْ يُعَذِّبْكُمْ ۚ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ

اگر چاہے تم پر رحم کرے اور اگر چاہے تم کو عذاب دے ◆ اور تجھ کو نہیں بھیجا ہم نے

عَلَيْهِمْ وَكِيلًا ﴿٥٤﴾ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِمَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَ

ان پر ذمہ لینے والا ◆ اور تیرا رب خوب جانتا ہے ان کو جو آسمانوں میں ہیں اور

الْأَرْضِ ۗ وَلَقَدْ فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيِّينَ عَلَىٰ بَعْضٍ ۖ وَ

زمین میں اور ہم نے افضل کیا ہے بعضے پیغمبروں کو بعضوں سے اور

آتَيْنَا دَاوُودَ زَبُورًا ﴿٥٥﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِينَ زَعَمْتُمْ مِنْ

دی ہم نے داؤد کو زبور ◆ کہہ پکارو جن کو تم سمجھتے ہو

دُونِهِ فَلَا يَمْلِكُونَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيلًا ﴿٥٦﴾

سوائے اس کے سو وہ اختیار نہیں رکھتے کہ کھول دیں تکلیف کو تم سے اور نہ بدل دیں ◆

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَىٰ رَبِّهِمُ

وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود ڈھونڈتے ہیں اپنے رب تک

الْوَسِيلَةَ أَيُّهُمْ أَقْرَبُ وَيَرْجُونَ رَحْمَتَهُ وَيَخَافُونَ

وسیلہ کہ کونسا بندہ بہت نزدیک ہے ◆ اور امید رکھتے ہیں اس کی مہربانی کی اور ڈرتے ہیں

عَذَابَهُ ۚ إِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُورًا ﴿٥٧﴾ وَإِنْ مِنْ

اس کے عذاب سے بے شک تیرے رب کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے ◆ اور کوئی

قَرْيَةٍ إِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ أَوْ مُعَذِّبُوهَا

بستی نہیں جس کو ہم خراب نہ کریں گے قیامت سے پہلے یا آفت ڈالیں گے اس پر

عَذَابًا شَدِيدًا ۭ كَانَ ذَٰلِكَ فِي الْكِتَابِ مَسْطُورًا ﴿۵۸﴾

سخت آفت ◆ یہ ہے کتاب میں لکھا گیا ◆

وَمَا مَنَعَنَا أَن نُّرْسِلَ بِالْآيَاتِ إِلَّا أَن كَذَّبَ بِهَا

اور ہم نے اس لیے موقوف کیں نشانیاں بھیجنی کہ اگلوں (پہلوں) نے ان کو

الْأَوَّلُونَ ۚ وَآتَيْنَا ثَمُودَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوا بِهَا ۚ

جھٹلایا ◆ اور ہم نے دی ثمود کو اونٹنی ان کے سمجھانے کو پھر ظلم کیا اس پر ◆

وَمَا نُرْسِلُ بِالْآيَاتِ إِلَّا تَخْوِيفًا ﴿۵۹﴾ وَإِذْ قُلْنَا لَكَ إِنَّ

اور نشانیاں جو ہم بھیجتے ہیں سو ڈرانے کو ◆ اور جب کہہ دیا ہم نے تجھ سے کہ

رَبَّكَ أَحَاطَ بِالنَّاسِ ۚ وَمَا جَعَلْنَا الرُّؤْيَا الَّتِي أَرَيْنَاكَ

تیرے رب نے گھیر لیا ہے لوگوں کو ◆ اور وہ دکھلاوا جو تجھ کو دکھلایا ہم نے

إِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُونَةَ فِي الْقُرْآنِ ۚ

سو جانچنے کو لوگوں کے ◆ اور ایسے ہی وہ درخت جس پر پھٹکار ہے قرآن میں ◆

◆ **قیامت سے پہلے تمام بستیوں کی ہلاکت** | اس آیت کا مطلب کئی طرح بیان کیا گیا ہے (الف) دنیا کی ہر ایک بستی کو عظیم الشان گناہوں کی پاداش میں قیامت سے پہلے پہلے عذاب مستاصل بھیج کر بالکلیہ تباہ و خراب کر دیا جائے گا۔ یا اگر گناہ انتہائی درجہ کے نہ ہوں گے تو ادنیٰ درجہ کے برے نتائج کی سزا میں عام ہلاکت سے کم کوئی سخت آفت اس بستی پر نازل کی جائے گی۔ باقی ایسی بستی کہاں ہے جو ازل سے ابد تک نہ تباہ ہو نہ کسی آفت میں پھنسے (ب) قیامت سے پیشتر ضروری ہے کہ ہر ایک بستی طبعی موت سے ویران کی جائے یا کسی سخت آفت وبلا میں پکڑ کر۔ طبعی موت پر جو مخاطب کے مرنے سے عذاب نہ ہو لفظ "ہلاک" کا اطلاق قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ "حتی اذا ہلک قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولا" (المؤمن رکوع ۴) وفی الحدیث کلما هلك نبي خلفه نبي آخر (ج) کفار کی ہر ایک بستی قیامت سے پہلے اپنے سنگین جرائم کی پاداش میں عام ہلاکت و بربادی ہوئے گی یا کسی نہ کسی وقت (یعنی قیامت سے پہلے یا بعد) سخت عذاب کا مزہ چکھے گی۔ بہرحال کوئی معنی لیے جائیں مقصود اس آیت سے تہدید ہے۔ گویا پہلے جو فرمایا تھا "ان عذاب ربک کان محذورا" یہاں اس کے وقوع کی خبر دی گئی۔

◆ یعنی یہ فیصلہ بالکل حتمی اور اٹل ہے جو علم الٰہی میں طے ہو چکا اور لوح محفوظ میں لکھا گیا۔ کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ حضرت شاہ

وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيدُهُمْ إِلَّا طُغْيَانًا كَبِيرًا ﴿۶۰﴾ وَإِذْ قُلْنَا

اور ہم ان کو ڈراتے ہیں ۔ تو ان کو بڑھاتی ہے ۔ بڑی شرارت ◆ اور جب ہم نے کہا

لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ قَالَ

فرشتوں کو ۔ سجدہ کرو آدم کو ۔ تو سجدہ میں گر پڑے ۔ مگر ابلیس ۔ بولا

أَأَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ طِينًا ﴿۶۱﴾ قَالَ أَرَأَيْتَكَ هَٰذَا الَّذِي

کیا میں سجدہ کروں ۔ ایسے شخص کو جس کو تو نے مٹی سے پیدا کیا ◆ کہنے لگا ۔ بھلا دیکھ تو یہی ہے جسے

كَرَّمْتَ عَلَيَّ لَئِنْ أَخَّرْتَنِ إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَأَحْتَنِكَنَّ

تو نے مجھ پر بڑھا دیا ۔ اگر تو مجھ کو مہلت دے ۔ قیامت کے دن تک ۔ تو میں اس کی

ذُرِّيَّتَهُ إِلَّا قَلِيلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ

اولاد کی جڑ کاٹتا رہوں گا ۔ سوائے تھوڑے سے ◆ فرمایا ۔ چلا جا ۔ پس جو کوئی تیرے ساتھ ہو گا ان میں سے

فَإِنَّ جَهَنَّمَ جَزَاؤُكُمْ جَزَاءً مَوْفُورًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ

سو دوزخ ہے ۔ تم سب کی سزا ۔ بدلہ پورا ◆ اور بہکا لے ۔ ان میں

اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَأَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَ

جس کو تو بہکا سکے ۔ اپنی آواز سے ◆ اور لے آ (چڑھا) ان پر ۔ اپنے سوار ۔ اور

رَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْأَمْوَالِ وَالْأَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۚ وَمَا

پیادے ◆ اور ساجھی ہو ان کے ۔ مال ۔ اور اولاد میں ◆ اور وعدے دے ان کو ۔ اور جو کچھ

يَعِدُهُمُ الشَّيْطَانُ إِلَّا غُرُورًا ﴿۶۴﴾ إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ

وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان ۔ مگر دغا بازی ◆ وہ جو میرے بندے ہیں ۔ ان پر تیرا

◆ یعنی جن کے دل خدا کے خوف سے خالی ہوں وہ ڈرانے سے ڈرتے نہیں، بلکہ اور زیادہ وہ شرارت میں ترقی کریں ان سے فرمائشی نشان دیکھنے پر قبول حق کی امید رکھنا بے موقع ہے۔

◆ **قصہ آدم و ابلیس سے کفار کی مناسبت** | یہ قصہ کئی جگہ گذر چکا۔ یہاں اس پر متنبہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کو بے چون و چرا ماننا فرشتوں کا اور اس میں شبہات نکالنا شیطان کا کام ہے۔ یہ کفار بھی اسی کی چال چل رہے ہیں۔ جو بات بات میں کج بحثیاں کرتے ہیں۔ مگر یاد رہے کہ ان کا انجام بھی وہی ہونے والا ہے جو ان کے امام ابلیس لعین کا ہوگا۔

◆ یعنی تھوڑے سے چھوڑ کر باقی سب کو اپنا مسخر کر لوں جیسے گھوڑے کو لگام دے کر قابو کر لیا جاتا ہے، پھر یہ میرے سامنے اتنا کمزور ہے اسے مجھ پر فضیلت دینا کس طرح جائز ہوگا؟

◆ یعنی جا جتنا زور لگا سکتا ہے لگا لے۔ یہاں بھی تیرے اور تیرے ساتھیوں کے واسطے جیل خانہ تیار ہے۔

◆ یعنی وہ آواز جو خدا کے عصیان کی طرف بلاتی ہو۔ مراد اس سے وسوسہ ڈالنا ہے اور مزامیر (باجا گاجا) بھی اس میں داخل ہو سکتا ہے۔

◆ **شیطان کے سوار اور پیادے** | یعنی ساری طاقت صرف کر ڈال اور پوری قوت سے لشکر کشی کر۔ خدا کی معصیت میں لڑنے والے سب شیطان کے سوار اور پیادے ہیں۔ جن ہوں یا انس۔

◆ یعنی دل میں ارمان نہ رکھے، ان کو ہر طرح ابھار کہ مال و اولاد میں تیرا حصہ لگائیں، یعنی یہ چیزیں ناجائز طریقے سے حاصل کریں اور ناجائز کاموں میں صرف کریں۔

◆ یعنی شیطان جو سبز باغ دکھاتا ہے اس سے فریب کھانا احمق کا کام ہے اس کے سب وعدے دغا بازی اور فریب ہیں، چنانچہ وہ خود اقرار کرے گا۔ "وَوَعَدْتُّكُمْ فَأَخْلَفْتُكُمْ" (ابراہیم رکوع ۴)

عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿٦٥﴾ رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ

تیری حکومت — اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے والا ◆ — تمہارا رب وہ ہے — جو چلاتا ہے

لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ

تمہارے واسطے کشتی — دریا میں ◆ — تاکہ تلاش کرو — اس کا فضل ◆ — وہی ہے

بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٦٦﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ

تم پر مہربان — اور جب آتی ہے تم پر آفت — دریا میں — بھول جاتے ہو — جن کو

تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ؕ وَ

پکارا کرتے تھے — اللہ کے سوائے — پھر جب بچا لایا تم کو خشکی میں — پھر جاتے ہو (ٹال جاتے ہو) — اور

كَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا ﴿٦٧﴾ اَفَاَمِنْتُمْ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمْ جَانِبَ

ہے انسان بڑا ناشکرا ◆ — سو کیا تم بے ڈر (مطمئن، بے فکر) ہو گئے اس سے کہ دھنسا دے تم کو جنگل (خشکی) کے

الْبَرِّ اَوْ يُرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوْا لَكُمْ

کنارے ◆ — یا بھیج دے — تم پر آندھی پتھر برسانے والی — پھر نہ پاؤ اپنا

وَكِيْلًا ﴿٦٨﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ اَنْ يُّعِيْدَكُمْ فِيْهِ تَارَةً اُخْرٰى

کوئی نگہبان (بچانے والا) — یا بے ڈر ہو گئے ہو اس سے — کہ پھر لے جائے تم کو دریا میں ◆ — دوسری بار

فَيُرْسِلَ عَلَيْكُمْ قَاصِفًا مِّنَ الرِّيْحِ فَيُغْرِقَكُمْ بِمَا كَفَرْتُمْ ۙ ثُمَّ

پھر بھیجے تم پر — ایک سخت جھونکا — ہوا کا — پھر ڈبا دے تم کو — بدلے میں اس ناشکری کے

لَا تَجِدُوْا لَكُمْ عَلَيْنَا بِهٖ تَبِيْعًا ﴿٦٩﴾ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا

پھر نہ پاؤ اپنی طرف سے ہم پر اس کا کوئی باز پرس (پیچھا) کرنے والا ◆ — اور ہم نے عزت دی ہے

مخلصین پر شیطان کا قابو نہیں چلتا | یعنی جو خدا پر اعتماد و توکل کریں وہ ان کا کام بناتا ہے اور شیطان کے جال سے نکالتا ہے۔

یہ خدا کی کارسازی کا ایک نمونہ پیش کیا ہے جس میں ایک مشرک کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس کے سوا کوئی کارساز نہیں۔ باقی کہ ہیں عارضی و کمزور سہارے۔

یعنی روزی۔ روزی کو اکثر قرآن میں "فضل" فرمایا ہے۔ "فضل" کے معنی زیادہ کے ہیں۔ سو مسلمان کی بندگی ہے آخرت کے واسطے اور دنیا بھاؤ میں ملتی ہے۔

انسان کی ناشکری | یعنی مصیبت سے نکلتے ہی محسن حقیقی کو بھول جاتا ہے چند منٹ پہلے دریا کی موجوں میں خدا یاد آ رہا تھا کنارہ پر قدم رکھا اور بے فکر ہو کر سب فراموش کر بیٹھا اس سے بڑھ کر ناشکر گذاری کیا ہوگی۔

یعنی سمندر کے کنارے خشکی میں دھنسا دے مثلاً زلزلہ آ جائے اور زمین شق ہو کر قارون کی طرح اس میں دھنس جاؤ۔ خلاصہ یہ کہ ہلاک کرنا کچھ دریا کی موجوں پر موقوف نہیں۔

یعنی کوئی ضرورت مجبور کر دے جس کے لئے ناچار دریائی سفر کرنا پڑے۔

یعنی خدا سے کون باز پرس کر سکتا ہے یا کس کی مجال ہے کہ پیچھا کر کے اس سے مجرمین کا خون بہا وصول کرے؟

بَنِیْۤ اٰدَمَ وَ حَمَلْنٰهُمْ فِی الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ

اولاد آدم کو | اور سواری دی ان کو | جنگل | اور دریا میں | اور روزی دی ہم نے ان کو ستھری

الطَّیِّبٰتِ وَ فَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِیْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا

چیزوں سے | اور بڑھا دیا ان کو | بہتوں سے | جن کو پیدا کیا ہم نے

تَفْضِیْلًا ﴿۷۰﴾ یَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۭ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ

بڑائی دے کر ◆ | جس دن ہم بلائیں گے | ہر فرقہ کو | ان کے سرداروں کے ساتھ | سو جس کو

اُوْتِیَ كِتٰبَهٗ بِیَمِیْنِهٖ فَاُولٰٓىِٕكَ یَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَ لَا

ملا اس کا نامہ | اس کے داہنے ہاتھ میں | سو وہ لوگ | پڑھیں گے اپنا لکھا ◆ | اور

یُظْلَمُوْنَ فَتِیْلًا ﴿۷۱﴾ وَ مَنْ كَانَ فِیْ هٰذِهٖۤ اَعْمٰى فَهُوَ فِی

ظلم نہ ہوگا ان پر ایک تاگے کا ◆ | اور جو کوئی رہا | اس جہان میں اندھا | سو وہ

الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَ اَضَلُّ سَبِیْلًا ﴿۷۲﴾ وَ اِنْ كَادُوْا لَیَفْتِنُوْنَكَ

پچھلے جہان میں بھی اندھا ہے | اور بہت دور پڑا ہوا راہ سے ◆ | اور وہ لوگ تو چاہتے تھے | کہ تجھ کو بچلا دیں

عَنِ الَّذِیْۤ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ لِتَفْتَرِیَ عَلَیْنَا غَیْرَهٗ ۖۗ وَ

اس چیز سے | کہ جو وحی بھیجی ہم نے تیری طرف | تاکہ جھوٹ بنا لائے تو | ہم پر وحی کے سوا

اِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِیْلًا ﴿۷۳﴾ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ

اور تب تو بنا لیتے تجھ کو دوست ◆ | اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے تجھ کو سنبھالے رکھا | تو

◆ **بنی آدم کی فضیلت** | یعنی آدمی کو حسن صورت، نطق، تدبیر اور عقل وغیرہ ایسی عنایت فرمائے جن سے وہ دنیوی و اخروی مطالب و منافع کو سمجھتا اور اچھے برے میں تمیز کرتا ہے۔ ہر طرف ترقی کی راہیں اس کے لئے کھلی ہیں، دوسری مخلوقات کو قبضہ میں لاتا اور کام میں لاتا ہے۔ خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر، دوسری طرح طرح کی گاڑیوں میں، تری میں کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ

كِدْتَّ تَرْكَنُ إِلَيْهِمْ شَيْئًا قَلِيلًا ﴿٧٤﴾ إِذًا لَّأَذَقْنَاكَ ضِعْفَ

تو لگ جاتا ۔ جھکنے ان کی طرف ۔ تھوڑا سا ◆ ۔ تب تو ضرور چکھاتے ہم تجھ کو ۔ دونا

الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيرًا ﴿٧٥﴾

عمر (زندگی) میں ۔ اور دونا مرنے میں ۔ پھر نہ پاتا تو اپنے واسطے ۔ ہم پر مدد کرنے والا ◆

وَإِنْ كَادُوا لَيَسْتَفِزُّونَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ

اور وہ تو چاہتے تھے کہ ۔ گھبرا دیں تجھ کو ۔ اس زمین سے ۔ تاکہ نکال دیں تجھ کو

مِنْهَا وَإِذًا لَّا يَلْبَثُونَ خِلٰفَكَ إِلَّا قَلِيلًا ﴿٧٦﴾ سُنَّةَ

یہاں سے ۔ اور اس وقت نہ ٹھہریں گے وہ بھی تیرے پیچھے ۔ مگر تھوڑا ◆ ۔ دستور

مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا

چلا آتا ہے ان رسولوں کا جو تجھ سے پہلے بھیجے ۔ ہم نے اپنے پیغمبر ۔ اور نہ پائے گا تو ہمارے دستور میں

تَحْوِيلًا ﴿٧٧﴾ أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوكِ الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ

تفاوت ◆ ۔ قائم رکھ نماز کو ◆ ۔ سورج ڈھلنے سے ۔ رات کے اندھیرے تک ◆

وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُودًا ﴿٧٨﴾ وَ

اور قرآن پڑھنا فجر کا ◆ ۔ بے شک قرآن پڑھنا فجر کا ۔ ہوتا ہے روبرو ◆ ۔ اور

مِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ عَسٰى أَنْ يَّبْعَثَكَ

کچھ رات جاگتا رہ قرآن کے ساتھ (اس میں) یہ زیادتی (بڑھوتری) ہے تیرے لیے ◆ ۔ قریب ہے کہ کھڑا کرے تجھ کو

◆ **آنحضرت کی بے مثال ثابت قدمی** "تَرْكَنُ" رکون سے ہے جس کے معنی جھکنے اور خفیف میلان قلب کے کہتے ہیں اس کے ساتھ "شَيْئًا قَلِيلًا" جوڑ دیا گیا تو ادنیٰ سے ادنیٰ ترین مراد ہوگا۔ پھر "لَقَدْ كِدْتَّ" فرما کر اس کے وقوع کو اور بھی گھٹا دیا۔ یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ معصوم پیغمبر ہیں جن کی عصمت کی سنبھال حق تعالیٰ اپنے فضل خصوصی سے کرتا ہے تو ان بدمعاش شریروں کی

قریب بات ہیں سے بہت ہی تھوڑا سا ادھر جھکنے کے قریب ہو جاتے مگر انبیاء کی عصمت کا تکفل ان کا پروردگار کر چکا ہے۔ اس لئے اتنا خفیف جھکاؤ بھی نہ پایا گیا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ میں تقویٰ کی فطری قوت کس قدر مضبوط اور ناقابل تزلزل تھی۔

◆ **تکرار عتاب سے آنحضرت ﷺ کے شرف کا بیان** اس سے بھی حضور ﷺ کے فضل و شرف کا نہایت لطیف پیرایہ میں اظہار مقصود ہے۔ مقربین کے لئے جیسے انعامات بہت بڑے ہیں "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" کے قاعدہ سے ان کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی یا کوتاہی پر عتاب بھی کہیں زیادہ ہوتا ہے جیسے ازواج مطہرات کو فرمایا "یٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ" (الاحزاب رکوع ۴) تو بتلا دیا کہ آپ کا مرتبہ معمولی نہیں۔ اگر بفرض محال ادنیٰ سے ادنیٰ غلطی ہو تو دنیا میں اور بعد وفات آخرت میں دوگنا مزہ چکھنا پڑے۔ مومن کو چاہئے کہ ان آیات کو تلاوت کرتے وقت دوزانو بیٹھ کر انتہائی خوف و خشیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی شان جلال و جبروت میں غور کرے اور وہی کہے جو حضور ﷺ نے فرمایا "اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْنِيْ اِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ" "خداوندا لاچشم زدن کے لئے بھی مجھ کو میرے نفس کے حوالہ نہ کیجئے۔ ہمیشہ اپنی ہی حفاظت و کفالت میں رکھیے۔

◆ یعنی چاہتے ہیں کہ تجھے تنگ کر کے اور گھبرا کر مکہ سے نکال دیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ ایسا کیا تو وہ خود زیادہ دنوں تک یہاں نہ ٹھہر سکیں گے چنانچہ ایسی طرح واقع ہوا۔ ان کے ظلم و ستم حضور ﷺ کی ہجرت کا سبب بنے۔ آپ ﷺ کا مکہ سے تشریف لے جانا تھا کہ تقریباً ڈیڑھ سال بعد مکہ کے بڑے بڑے ستر سردار گھروں سے نکل کر میدان "بدر" میں نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک ہوئے۔ اور اس کے پانچ چھ سال بعد مکہ پر اسلام کا قبضہ ہو گیا۔ کفار کی حکومت و شوکت تباہ ہو گئی اور بالآخر بہت قلیل مدت گزرنے پر مکہ بلکہ پورے جزیرۃ العرب میں پیغمبر علیہ السلام کا ایک مخالف بھی باقی نہ رہا۔

◆ یعنی ہمارا یہی دستور رہا ہے کہ جب کسی بستی میں پیغمبر خدا کو نہ بسنے دیا تو بستی والے خود نہ بسے۔

◆ یعنی ان کی منصوبہ بازیوں کی کچھ فکر نہ کیجئے۔ آپ اپنے مالک کی طرف متوجہ رہیں اور نمازوں کو ٹھیک ٹھیک قائم رکھیں۔ تعلق مع اللہ وہ چیز ہے جو انسان کو تمام مشکلات و نوائب پر غالب کر دیتی ہے۔ "وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ" (بقرہ رکوع ۵)

◆ **نمازوں کا بیان** اس میں چار نمازیں آ گئیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔ رہا جمع بین الصلوٰتین کے مسئلہ سے اس کا کچھ تعلق نہیں۔ اور اگر جمع کا مسئلہ نکالا جائے تو دو نہیں چار نمازوں کے جمع کرنے کی مشروعیت اس سے نکلے گی۔ ہاں بطرز دوسری چیز پر استدلال کیا جا سکتا ہے کہ ظہر میں تعجیل اور عشاء میں تاخیر مستحب ہونی چاہئے الا لعارض۔

◆ یعنی نماز فجر میں شاید "قرآن الفجر" سے تعبیر کرنے میں یہ اشارہ ہو کہ تطویل قراءت فجر میں مطلوب ہے۔

◆ **ملائکہ لیل و نہار** حدیث میں ہے کہ فجر و عصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان دو وقتوں میں لیل و نہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہماری قراءت اور نماز ان کے روبرو ہوئی جو مزید برکت و سکینہ کا موجب ہے اور اس وقت اوپر جانے والے فرشتے خدا کے ہاں شہادت دیں گے کہ جب گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور جب آئے تب بھی۔ اس کے علاوہ صبح کے وقت یوں بھی آدمی کا دل حاضر اور جمع ہوتا ہے۔

◆ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی" نیند سے جاگ کر (تہجد میں) قرآن پڑھا کر۔ یہ حکم سب سے زیادہ تجھ پر کیا ہے کہ تجھ کو مرتبہ (سب سے) بڑا دینا ہے۔

رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا ﴿٧٩﴾ وَقُل رَّبِّ أَدْخِلْنِي مُدْخَلَ

تیرا رب ۔ مقام محمود میں (تعریف کے مقام میں) ◆ ۔ اور کہہ ۔ اے رب داخل کر مجھ کو ۔ سچا

صِدْقٍ وَأَخْرِجْنِي مُخْرَجَ صِدْقٍ وَاجْعَل لِّي مِن

داخل کرنا ۔ اور نکال مجھ کو ۔ سچا نکالنا ◆ ۔ اور عطا کر دے مجھ کو

لَّدُنكَ سُلْطَانًا نَّصِيرًا ﴿٨٠﴾ وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ

اپنے پاس سے حکومت کی مدد ◆ ۔ اور کہہ ۔ آیا حق ۔ اور نکل بھاگا

الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا ﴿٨١﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ

جھوٹ ۔ بے شک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا ◆ ۔ اور ہم اتارتے ہیں

الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۙ وَلَا يَزِيدُ

قرآن میں سے ۔ جس سے روگ دفع ہوں ۔ اور رحمت ایمان والوں کے واسطے ۔ اور

الظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ﴿٨٢﴾ وَإِذَا أَنْعَمْنَا عَلَى الْإِنسَانِ

گنہگاروں کو تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے ◆ ۔ اور جب ہم آرام بھیجیں ۔ انسان پر

أَعْرَضَ وَنَأَىٰ بِجَانِبِهِ ۖ وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَئُوسًا ﴿٨٣﴾

تو ٹال جائے ۔ اور بچائے اپنا پہلو ۔ اور جب پہنچے اس کو برائی ۔ تو وہ جائے مایوس ہو کر (آس توڑ کر) ◆

قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ عَلَىٰ شَاكِلَتِهِ فَرَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَنْ

تو کہہ ۔ ہر ایک (کوئی) کام کرتا ہے اپنے ڈھنگ پر ۔ سو تیرا رب خوب جانتا ہے کس نے

◆ **آنحضرت ﷺ کیلئے مقام محمود** "مقام محمود" شفاعت عظمیٰ کا مقام ہے۔ جب کوئی پیغمبر نہ بول سکے گا تب آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے خلقت کو تکلیف سے چھڑائیں گے۔ اس وقت ہر شخص کی زبان پر آپ کی حمد (تعریف) ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ کی تعریف کرے گا۔ گویا شان محمدیت کا پورا ظہور اس وقت ہوگا۔ تنبیہ "مقام محمود" کی یہ تفسیر صحیح حدیثوں میں آئی ہے اور بخاری و مسلم اور دیگر کتب حدیث میں شفاعت کبریٰ کا نہایت مفصل بیان موجود ہے۔ شارحین نے حضور کے لئے دس قسم کی

شفاعتیں ثابت کی ہیں۔ فتح الباری میں ملاحظہ کر لیا جائے۔

۵ **آنحضرت کو ایک دعاء کی تعلیم** یعنی جہاں مجھے پہنچانا ہے (مثلاً مدینہ میں) نہایت آبرو اور خوبی و خوش اسلوبی سے وہاں پہنچا کہ حق کا بول بالا رہے۔ اور جہاں سے نکالنا ہے (مثلاً مکہ سے) تو وہ بھی آبرو اور خوبی و خوش اسلوبی سے ہو کہ دشمن ذلیل و خوار اور دوست شاداں و فرحاں ہوں اور ہر صورت سچائی کی فتح اور جھوٹ کا سر نیچا ہو۔

۶ یعنی غلبہ اور تسلط عنایت فرما جس کے ساتھ تیری مدد و نصرت ہو تا کہ حق کا بول بالا رہے اور معاندین ذلیل و پست ہوں۔ دنیا میں کوئی قانون سماوی یا ارضی اس کے نفاذ کے لئے ایک درجہ میں ضروری ہے کہ حکومت کی مدد ہو۔ جو لوگ دلائل و براہین سے اور آفتاب کی طرح حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی ضد و عناد پر قائم رہیں ان کے شر و فساد کو حکومت کی مدد ہی روک سکتی ہے۔ اسی لئے سورۂ حدید میں فرمایا "لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَھُمُ الْکِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ" الیٰ آخرہا (حدید رکوع ۳)

۷ **غلبۂ حق کی پیشینگوئی** یہ عظیم الشان پیشینگوئی مکہ میں کی گئی جہاں بظاہر کوئی سامان غلبۂ حق کا نہ تھا۔ یعنی کہہ دو قرآن کریم مومنین کو بشارتیں سناتا ہوا اور باطل کو کچلتا ہوا آ پہنچا۔ بس سمجھو کہ اب دین حق غالب ہوا اور کفر بھاگا۔ نہ صرف مکہ سے بلکہ سارے عرب سے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ ایک چھڑی سے سب پر ضرب لگاتے اور فرماتے تھے "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا جَآءَ الْحَقُّ وَمَا يُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا يُعِيْدُ" ہر ایک بت منہ کے بل گرتا جاتا تھا۔ اس طرح قرآن کی ایک پیشینگوئی پوری ہوئی اور دوسری کا اعلان کیا گیا کہ جو کفر عرب سے نکل بھاگا ہے آئندہ کبھی واپس نہ آئے گا۔ والحمد للہ علی ذلک۔

۸ **قرآن کریم شفاء و رحمت ہے** یعنی جس طرح حق کے آنے سے باطل بھاگ جاتا ہے قرآن کی آیات سے جو تدریجاً اترتی رہتی ہیں روحانی بیماریاں دور ہوتی ہیں۔ دلوں سے عقائد باطلہ، اخلاق ذمیمہ اور شکوک و شبہات کے روگ مٹ کر صحت باطنی حاصل ہوتی ہے۔ بلکہ بسا اوقات اس کی مبارک تاثیر سے بدنی صحت بھی حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ "روح المعانی" اور "زاد المعاد" وغیرہ میں اس کا فلسفہ اور تجربہ بیان کیا گیا ہے۔ بہرحال جو لوگ ایمان لائیں یعنی اس نسخۂ شفا کو استعمال کریں گے تمام جسمی و روحانی امراض سے نجات پا کر خدا تعالیٰ کی رحمت خصوصی اور ظاہری و باطنی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔ ہاں جو مریض اپنی جان کا دشمن طبیب اور علاج سے دشمنی ہی کی ٹھان لے تو ظاہر ہے کہ جس قدر علاج و دوا سے نفرت کر کے دور ہو گا اسی قدر نقصان اٹھائے گا۔ کیونکہ مرض استمرار زمانہ سے مہلک ہوتا جائے گا جو آخر جان لے کر چھوڑے گا۔ تو یہ آفت قرآن کی طرف سے نہیں، خود مریض ظالم کی طرف سے آئی کما قال تعالیٰ "وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ" (توبہ رکوع ۱۶)

۹ **انسان کی عجیب خصلت** یعنی انسان کا عجیب حال ہے خدا تعالیٰ اپنے فضل سے نعمتیں دیتا ہے تو احسان نہیں مانتا۔ جتنا عیش و آرام ملے اسی قدر منعم حقیقی کی طرف سے اس کی غفلت و اعراض بڑھتا ہے اور فرائض بندگی سے پہلو بچا کر کھسکنا چاہتا ہے۔ پھر جب سختی اور برا وقت آیا تو ایک دم آس توڑ کر ناامید ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ گویا دونوں حالتوں میں خدا سے بے تعلق رہا۔ کبھی غفلت کی راہ سے کبھی مایوسی کی (نعوذ باللہ من کلا الحالین) یہ مضمون غالباً اس لئے بیان فرمایا کہ قرآن جو سب سے بڑی نعمت الٰہی ہے بہت لوگ اس کی قدر نہیں پہچانتے بلکہ اس کے ماننے سے اعراض و پہلو تہی کرتے ہیں۔ پھر جب اس کفران نعمت اور اعراض و انکار کا نتیجہ سامنے آئے گا اس وقت قطعاً مایوسی ہو گی کسی طرف امید کی جھلک نظر نہ پڑے گی۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا

اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو ہم نے تجھ کو وحی بھیجی پھر

تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿٨٦﴾ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ

تو نہ پائے اپنے واسطے اس کے لا دینے کو ہم پر کوئی ذمہ دار مگر مہربانی سے

رَّبِّكَ ۭ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿٨٧﴾ قُلْ لَّىِٕنِ

تیرے رب کی اس کی بخشش تجھ پر بڑی ہے ◆ کہہ اگر

اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓي اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا

جمع ہوویں آدمی اور جن اس پر کہ لائیں ایسا

الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ

قرآن ہرگز نہ لائیں گے ایسا قرآن اور پڑے مدد کیا کریں ایک

ظَهِيْرًا ﴿٨٨﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ

دوسرے کی ◆ اور ہم نے پھیر پھیر کر سمجھائی لوگوں کو اس قرآن

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۡ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿٨٩﴾

میں ہر مثل (مثال) سو نہیں رہتے بہت لوگ بن (بدون) ناشکری کیے ◆

وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ

اور بولے ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک تو نہ جاری کر دے (بہا نکالے) ہمارے واسطے زمین سے

يَنْۢبُوْعًا ﴿٩٠﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ

ایک چشمہ ◆ یا ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا

یعنی قرآن کا جو علم تم کو دیا ہے خدا چاہے تو ذرا سی دیر میں چھین لے پھر کوئی واپس دلا سکے۔ لیکن اس کی مہربانی آپ پر بہت بڑی ہے اسی لئے یہ نعمت عظمیٰ عنایت فرمائی اور چھینے کی کوئی وجہ نہیں۔ صرف قدرت عظیمہ کا اظہار مقصود ہے اور یہ کہ کیسی ہی کامل روح ہو اس کے سب کمالات موہوب و مستعار ہیں ذاتی نہیں۔

اعجاز قرآن اعجاز القرآن کے متعلق پہلے متعدد مواضع میں کلام کیا جا چکا ہے اور اس موضوع پر ہمارا مستقل رسالہ "اعجاز القرآن" چھپا ہوا ہے اسے ملاحظہ کر لیا جائے۔

قرآن میں مضامین کی تکرار یعنی ان کی خیر خواہی کے لئے عجیب و غریب مضامین بار بار مختلف پیرایوں میں قسم قسم کے عنوانوں سے بیان کئے جاتے ہیں۔ لیکن اکثر احمقوں کو اس کی قدر نہیں بجائے احسان ماننے کے ناشکری پر تلے ہوئے ہیں۔

کفار کی فرمائشیں یعنی مکہ کی سرزمین سے۔ قرآن کے اعجاز سے عاجز ہو کر ایسی دور از کار فرمائشیں کرنے لگتے تھے۔ غرض استفادہ و استرشاد مقصود نہ تھا محض تعنت و عناد سے کام تھا۔

فَتُفَجِّرَ الْأَنْهَارَ خِلَالَهَا تَفْجِيرًا ﴿٩١﴾ أَوْ تُسْقِطَ السَّمَاءَ

كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا أَوْ تَأْتِيَ بِاللَّهِ وَالْمَلَائِكَةِ

قَبِيلًا ﴿٩٢﴾ أَوْ يَكُونَ لَكَ بَيْتٌ مِنْ زُخْرُفٍ أَوْ تَرْقَىٰ

فِي السَّمَاءِ وَلَنْ نُؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتَّىٰ تُنَزِّلَ عَلَيْنَا

كِتَابًا نَقْرَؤُهُ ۗ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّي هَلْ كُنْتُ إِلَّا بَشَرًا

رَسُولًا ﴿٩٣﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ

الْهُدَىٰ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَبَعَثَ اللَّهُ بَشَرًا رَسُولًا ﴿٩٤﴾ قُلْ

لَوْ كَانَ فِي الْأَرْضِ مَلَائِكَةٌ يَمْشُونَ مُطْمَئِنِّينَ

لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِنَ السَّمَاءِ مَلَكًا رَسُولًا ﴿٩٥﴾ قُلْ كَفَىٰ

◆ یہ اس کی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ (سبا رکوع ۱)

◆ یعنی معاذ اللہ خدا خود ہمارے سامنے آ کر کہہ دے اور فرشتے کھلم کھلا شہادت دیں کہ تم سچے ہو۔

◆ یعنی سونے کا نہ ہو تو کم از کم سونے کا ملمع ہو۔

◆ یعنی جیسے آپ معراج کا ذکر کرتے ہیں ہمارے سامنے آسمان پر چڑھیے پھر وہاں سے ایک کتاب لکھی ہوئی لے کر آیئے جسے ہم خود پڑھیں اور سمجھیں۔

◆ میں ایک بشر اور رسول ہوں جیسے پہلے پیغمبر آئے اور وہ آدمی تھے۔ کسی پیغمبر کو خدائی کے اختیارات حاصل نہیں، نہ اس کی یہ شان ہے کہ اپنے رب سے ملکی بے ضرورت فرمائشیں کرے۔ ان کا کام یہ ہے کہ تم کو سیدھی راہ بتاویں اور اپنے ہر ایک کام کو خدائے واحد کے سپرد کر دیں۔ سو میں اپنا فرض رسالت ادا کر رہا ہوں۔ فرمائشی نشان دکھلانے یا نہ دکھلانے اسی کی حکمت بالغہ پر موقوف ہیں اور پہلے اسی سورت میں فرمائشی نشانات نہ دکھلانے کی بعض حکمتیں گذر چکی ہیں۔

◆ یعنی نور ہدایت پہنچنے کے بعد انہیں یہ شبہ رہا، یہی کہتے رہے کہ آدمی ہو کر رسول کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر خدا کو پیغمبر بھیجنا تھا تو آسمان سے کوئی فرشتہ اتارتا۔

◆ رسولوں کے بشر ہونے کی وجہ یعنی اگر یہ زمین آدمیوں کے بجائے فرشتوں کی بستی ہوتی تو بیشک موزوں ہوتا کہ ہم فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ آدمیوں کی طرف اگر فرشتہ اس کی اصلی صورت میں بھیجا جائے تو آنکھیں اور دل تحمل بھی نہ کر سکیں، فائدہ اٹھانا تو الگ رہا۔ اور آدمی کی صورت میں آئے تو اشتباہ میں پڑے رہیں۔ اس کی تقریر سورۂ انعام کے پہلے رکوع میں گذر چکی۔

بِاللّٰهِ شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۚ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ

حق ثابت کرنے والا میرے اور تمہارے بیچ میں وہ ہے اپنے بندوں سے

خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ

خبردار دیکھنے والا ◆ اور جس کو راہ دکھلائے (راہ سمجھائے) اللہ وہی ہے راہ پانے والا اور جس کو

يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ۚ وَنَحْشُرُهُمْ

بھٹکائے پھر تو نہ پائے ان کے واسطے کوئی رفیق اللہ کے (اس کے) سوا ◆ اور اٹھائیں گے ہم ان کو

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ۚ مَاْوٰىهُمْ

دن قیامت کے چلیں گے منہ کے بل اندھے اور گونگے اور بہرے ◆ ٹھکانا ان کا

جَهَنَّمُ ۚ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ

دوزخ ہے جب لگے گی بجھنے اور بھڑکا دیں گے ان پر ◆ یہ ان کی سزا ہے

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا

اس واسطے کہ منکر ہوئے ہماری آیتوں سے اور بولے کیا جب ہم ہو گئے ہڈیاں اور چورا چورا

ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ

کیا ہم کو اٹھائیں گے نئے بنا کر ◆ کیا نہیں دیکھ چکے کہ جس اللہ نے

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ

بنائے آسمان اور زمین وہ سکتا ہے

مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ۚ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ

ان جیسوں کو ◆ اور مقرر کیا ہے ان کے واسطے ایک وقت بے شبہ ◆ سو نہیں رہا جاتا بے انصافوں سے

النصف

آنحضرتؐ کی نبوت پر اللہ کی فعلی شہادت وہ جو کہتے تھے "اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِیْلًا" یعنی خدا سامنے آ کر تصدیق کر دے تب مانیں۔ تو فرمایا کہ خدا اب بھی اپنے فعل سے میری تصدیق کر رہا ہے۔ آخر وہ مجھ کو دیکھتا ہے کہ میں نبوت کا دعویٰ کر رہا ہوں اور میرے ظاہری و باطنی احوال سے پورا خبردار ہے۔ اس پر بھی میرے ہاتھ اور زبان پر برابر وہ علمی و عملی نشانات ظاہر فرماتا رہتا ہے۔ جو خارق عادت اور اس کے عام قانون قدرت سے کہیں بلند و برتر ہیں۔ میرے مقاصد کو برابر کامیاب اور نتیجہ خیز بناتا ہے اور تکذیب کرنے والوں کو قدم بقدم پر متنبہ کرتا ہے کہ اس دلدار سے تم فلاح نہیں پا سکتے کیا یہ خدا کی طرف سے کھلی ہوئی فعلی شہادت نہیں کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں؟ کیا ایک مفتری کے ساتھ ایسا معاملہ خدا کا ہو سکتا تھا؟

یعنی خدا کی توفیق و دستگیری ہی سے آدمی راہ حق پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ جس کی بدبختی اور تعنت کی وجہ سے خدا دستگیری نہ فرمائے اسے کون ہے جو ٹھیک راستہ پر لگا سکے۔

آخرت میں کفار کا حشر یعنی قیامت کے بعض مواطن میں ہوگا کہ کافر منہ کے بل اوندھے کر کے چلائے جائیں گے۔ حدیث میں ہے صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ منہ کے بل کس طرح چلیں گے فرمایا جس نے آدمی کو پاؤں سے چلایا وہ قادر ہے کہ سر سے چلا دے۔ باقی فرشتوں کا جہنمیوں کو منہ کے بل گھسیٹنا وہ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہوگا۔ "یَوْمَ یُسْحَبُوْنَ فِی النَّارِ عَلٰی وُجُوْهِهِمْ" (قمر رکوع ۳)

یعنی عذاب کسی اندازہ سے کم نہیں ہونے دیں گے۔ اگر بدن جل کر تکلیف میں کمی ہونے لگی تو پھر نئے چمڑے چڑھا دیے جائیں گے۔ "كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا" (نساء رکوع ۸)

یعنی دنیا میں دوبارہ جی اٹھنے سے انکار تھا اب آنکھ سے بار بار دیکھ لو کہ کس طرح جل جل کر از سر نو تیار کیے جا رہے ہو۔

حیات بعد الممات کے دلائل یعنی جس نے اتنے بڑے بڑے اجسام پیدا کیے اسے تم جیسی چھوٹی سی چیز کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے۔ "لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنَ النَّاسِ" (مومن رکوع ۶) بے شک وہ تم کو اور تمہارے جیسے سب آدمیوں کو بے تکلف پیدا کر سکتا ہے۔

یعنی شاید یہ کہو کہ اگلے آدمی مر چکے ہیں وہ اب تک کیوں نہیں اٹھائے گئے۔ تو فرمایا کہ سب کے واسطے قبروں سے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے کا ایک وقت مقرر ہے وہ ضرور آ کر رہے گا۔ تاخیر دیکھ کر انکار کرنا حماقت ہے۔ "وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ" (ہود رکوع ۹)

إِلَّا كُفُورًا ﴿٨٩﴾ قُل لَّوْ أَنتُمْ تَمْلِكُونَ خَزَآئِنَ رَحْمَةِ رَبِّيٓ

نہیں (بدون) ناشکری کے ◆ کہہ اگر تمہارے ہاتھ میں ہوتے میرے رب کی رحمت کے خزانے

إِذًا لَّأَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ ٱلْإِنفَاقِ ۚ وَكَانَ ٱلْإِنسَٰنُ قَتُورًا ﴿١٠٠﴾

تو ضرور بند کر رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں اور ہے انسان دل کا تنگ ◆

وَلَقَدْ ءَاتَيْنَا مُوسَىٰ تِسْعَ ءَايَٰتٍۭ بَيِّنَٰتٍ ۖ فَسْـَٔلْ بَنِيٓ إِسْرَٰٓءِيلَ

اور ہم نے دیں موسیٰ کو نو نشانیاں صاف پھر پوچھ بنی اسرائیل سے

إِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهُۥ فِرْعَوْنُ إِنِّي لَأَظُنُّكَ يَٰمُوسَىٰ

جب آیا وہ ان کے پاس ◆ تو کہا اس کو فرعون نے میری اٹکل میں تو موسیٰ

مَسْحُورًا ﴿١٠١﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ أَنزَلَ هَٰٓؤُلَآءِ إِلَّا رَبُّ

تجھ پر جادو ہوا ◆ بولا تو جان چکا ہے کہ یہ چیزیں کسی نے نہیں اتاریں مگر

ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ بَصَآئِرَ وَإِنِّي لَأَظُنُّكَ يَٰفِرْعَوْنُ

آسمان اور زمین کے مالک نے سمجھانے کو (سمجھانے کے واسطے) اور میری اٹکل میں فرعون

مَثْبُورًا ﴿١٠٢﴾ فَأَرَادَ أَن يَسْتَفِزَّهُم مِّنَ ٱلْأَرْضِ فَأَغْرَقْنَٰهُ وَ

تو غارت ہوا چاہتا ہے ◆ پھر چاہا کہ بنی اسرائیل کو چین نہ دے اس زمین میں پھر ڈبا دیا ہم نے اس کو

◆ یعنی ایسے واضح مضامین و دلائل بیان کرنے پر بھی انسانوں کے کفر و ضلال اور ناشکری میں ترقی ہی ہوتی ہے، ذرا نہیں پسیجتے۔

◆ **انسان کی تنگدلی اور بخل** گذشتہ رکوع میں فرمایا تھا "اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۚ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ، قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ" الخ (خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ پر بہت بڑا فضل کیا ہے کہ قرآن جیسی بے مثل دولت عطا فرمائی) درمیان میں کافرین کے تعنت و عناد اور ان کے مطالبات، اعراض و تکذیب اور ان کے نتائج کا ذکر کر کے یہاں پھر اسی پہلے مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی ایک بندہ کو ایسی عظیم الشان رحمت اور عدیم النظیر دولت سے سرفراز کر دینا اسی جواد حقیقی اور وہاب مطلق کی شان ہو سکتی ہے جس کے پاس رحمت کے غیر متناہی خزانے ہیں، اور کسی مستحق کو زیادہ سے زیادہ دینے میں نہ اس کو اپنے ہاں رحمت ختم ہو جانے کا خوف ہو نہ اس کا اندیشہ۔ دوسرا ہم سے لیکر کہیں مقابلہ نہیں

مَنْ مَّعَهٗ جَمِيْعًا ﴿۱۰۳﴾ وَّقُلْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ

اور اس کے ساتھ والوں کو سب کو ◆ اور کہا ہم نے اس کے پیچھے بنی اسرائیل کو

اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾

آباد ہو تم زمین میں پھر جب آئے گا وعدہ آخرت کا لے آئیں گے ہم تم کو سمیٹ کر ◆

وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا

اور سچ کے ساتھ اتارا ہم نے یہ قرآن اور سچ کے ساتھ اترا ◆ اور تجھ کو جو بھیجا ہم نے سو خوشی

وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى

اور ڈر سنانے کو ◆ اور پڑھنے کا وظیفہ کیا ہم نے قرآن کو جدا جدا کر کے کہ پڑھے تو اس کو لوگوں پر

مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ

ٹھہر ٹھہر کر اور اس کو ہم نے اتارتے اتارتے اتارا ◆ کہہ تم اس کو مانو یا نہ مانو

اِنَّ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ

جن کو علم ملا ہے اس کے پہلے سے جب ان کے پاس اس کو پڑھیے

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾ وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ

گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدہ میں اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب

اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿۱۰۸﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ

بے شک ہمارے رب کا وعدہ ہو کر رہے گا (ہونے والا ہے) ◆ اور گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر

يَبْكُوْنَ وَيَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿۱۰۹﴾ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ

روتے ہوئے اور زیادہ ہوتی ہے ان کو عاجزی ◆ کہہ اللہ کہہ کر پکارو یا

فرعون کا انجام جب فرعون نے دیکھا کہ موسیٰ کا اثر بڑھتا جاتا ہے۔ سمجھا کہ بنی اسرائیل کہیں زور نہ پکڑ جائیں اس لئے ان کو اور زیادہ ستانا شروع کیا کہ یہ مصر میں امن چین سے رہنے نہ پائیں۔ آخر ہم نے اسی کو نہ رہنے دیا اور بحر قلزم میں سب ظالموں کا بیڑا غرق کر دیا۔

یعنی خدا نے ظالم کی جڑ کاٹ دی اور تم کو غلامی سے نجات دی۔ اب مصر و شام میں جہاں چاہو آزادی سے رہو۔ جب قیامت آئے گی پھر ایک مرتبہ تم سب کو اور تمہارے تباہ شدہ دشمنوں کو اکٹھا کر کے شقی و سعید اور ہالک و ناجی کا آخری فیصلہ کر دیا جائے گا۔

نزول قرآن کا حق ہونا موسیٰ علیہ السلام کے معجزات وغیرہ کا ذکر فرما کر روئے سخن پھر قرآن کریم کی طرف پھیر دیا گیا۔ یعنی معجزات موسوی بجائے خود تھے۔ لیکن محمد ﷺ کو جو معجزات باہرہ عطا ہوئے ان میں سب سے بڑا علمی معجزہ یہ قرآن کریم ہے جو ہم نے عین حکمت کے موافق اپنے علم عظیم اور اٹل وعدہ کی سچائی پر مشتمل کر کے اتارا ہے اور ٹھیک اسی سچائی کے ساتھ وہ آپ تک پہنچ گیا، درمیان میں ادنیٰ ترین تغیر و تبدل بھی نہیں ہوا۔ "فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ" (ہود رکوع ۲)

یعنی ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو عذاب الٰہی کی دھمکی سنا دیجئے۔

الفاظ قرآن کی اہمیت انزال قرآن سے مقصود اصلی مطلب سمجھ کر اس پر عمل کرنا ہے جسے تدبر و تذکر کہتے ہیں۔ لیکن اس کے نفس الفاظ و حروف بھی خیر و برکت سے خالی نہیں۔ "کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ مُبٰرَکٌ لِّیَدَّبَّرُوْٓا اٰیٰتِهٖ وَلِیَتَذَکَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ" (ص رکوع ۳) اسی لئے سورتیں اور آیتیں جدا جدا بنائیں تا وظیفہ کے طور پر تلاوت کرنا بھی سہل ہو اور سننے والوں کے لئے حفظ و فہم میں بھی آسانی رہے اور آہستہ آہستہ اس لئے اتارا کہ جیسے حالات پیش آئیں ان کے مناسب ہدایات حاصل کرتے رہیں۔ تا وہ جماعت جسے آگے چل کر تمام دنیا کا معلم بننا تھا ہر آیت و حکم کے موقع و محل کو خوب ذہن نشین کر کے یاد رکھ سکے اور آنے والی نسلوں کے لئے کسی آیت کے بے موقع استعمال کرنے کی گنجائش نہ چھوڑے۔

اہل علم پر قرآن کا اثر یعنی تم مانو یا نہ مانو قرآن کی حقانیت اور رسول اللہ ﷺ کی تصدیق وہ منصف مزاج اہل علم کر رہے ہیں جنہیں کتب سابقہ کی بشارات سے آگاہی ہے۔ وہ اس کلام کو سن کر ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں کہ سبحان اللہ کیا عجیب و غریب کلام ہے۔ بیشک خدا کا وعدہ پورا ہونا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تورات کتاب استثناء میں کیا گیا تھا۔ کہ "(اے بنی اسرائیل) میں تمہارے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے ایک نبی اٹھاؤں گا جس کے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا۔" بلاشبہ وہ یہی کلام ہے جو محمد ﷺ کے دہن مبارک میں ڈالا گیا۔ جب اہل علم کو قرآن کی تصدیق سے چارہ نہیں رہا تب انکار کرنا جاہل کا کام ہے۔

یعنی قرآن کو سن کر رقت طاری ہو جاتی ہے سجدہ کرتے ہیں تو اور عاجزی بڑھتی ہے۔ لاذقان (ٹھوڑیوں) کے لفظ میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ سجدہ میں بہت زیادہ مبالغہ کرتے ہیں گویا ٹھوڑیاں بھی زمین سے ملا دیتے ہیں یا محض کمال انابت سے کنایہ ہو۔ واللہ اعلم

ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۖ أَيًّا مَّا تَدْعُوا فَلَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى ۚ

رحمٰن کہہ کر | جو کہہ کر پکارو گے | سو اسی کے ہیں سب نام اچھے ◆

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ

اور پکار کر مت پڑھ اپنی نماز | اور نہ چپکے پڑھ | اور ڈھونڈ لے اس کے

ذٰلِكَ سَبِيلًا ﴿۱۱۰﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي لَمْ يَتَّخِذْ

بیچ میں راہ ◆ | اور کہہ سب تعریف (خوبیاں) اللہ کو | جو | نہیں رکھتا

وَلَدًا وَّلَمْ يَكُن لَّهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُن

اولاد | اور نہ کوئی اس کا ساجھی | سلطنت میں | اور نہ کوئی

لَّهُ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ ۖ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيرًا ﴿۱۱۱﴾

اس کا مددگار | ذلت کے وقت پر | اور اس کی بڑائی کر بڑا جان کر ◆

ع ۱۲

آیاتہا ۱۱۰ | (۱۸) سُورَةُ الْكَهْفِ مَكِّيَّةٌ (۶۹) | رکوعاتہا ۱۲

سورۂ کہف مکہ میں اتری اور اس کی ایک سو دس آیتیں ہیں اور بارہ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي أَنزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتَابَ وَلَمْ

سب تعریف اللہ کو | جس نے اتاری | اپنے بندہ پر | کتاب | اور نہ

◆ اسم اللہ اور اسم رحمٰن: تحمید و خشوع وغیرہ کی مناسبت سے یہاں دعاء (خدا کو پکارنے) کا اور دعاء کی مناسبت سے اگلی آیت میں صلوٰۃ کا ذکر کر دیا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ناموں میں سے مشرکین عرب کے یہاں اسم "اللہ" کا استعمال زیادہ تھا۔ اسم "رحمٰن" سے چنداں مانوس نہ تھے بخلاف یہود کے یہاں اسم "رحمٰن" بکثرت مستعمل ہوتا تھا۔ عبرانی میں بھی یہ نام

اسی طرح تھا جیسے عربی میں۔ دوسری طرف مسیلمہ کذاب نے اپنا لقب "رحمٰن الیمامہ" رکھ چھوڑا تھا۔ غرض مشرکین حق تعالیٰ پر اسم "رحمٰن" اطلاق کرنے سے بھڑکتے اور وحشت کھاتے تھے۔ چنانچہ جب حضورؐ کی زبان سے "رحمٰن" سنتے تو کہتے کہ محمد ہم کو تو دو خداؤں کے پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود اللہ کے سوا اور دوسرے خدا (رحمٰن) کو پکارتے ہیں۔ یہود کو یہ شکایت تھی کہ محمد ہمارے یہاں "رحمٰن" کا ذکر اتنی کثرت سے کیوں نہیں ہوتا جس طرح ہمارے یہاں ہوتا ہے۔ دونوں کا جواب اس آیت میں دے دیا گیا کہ "اللہ" اور "رحمٰن" ایک ہی ذات جامع الکمالات کے دو نام ہیں۔ صفات و اسماء کے تعدد سے ذات کا تعدد لازم نہیں ہوتا۔ جو یہ چیز توحید کے منافی سمجھی جائے۔ رہی یہ بات کہ کسی ایک نام کا ذکر کثرت سے کیوں نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ خدا کے جس قدر اسماء حسنیٰ ہیں ان میں سے کوئی نام لے کر پکارو مقصود ایک ہی ہے۔ عنوانات و تعبیرات کے تنوع سے معنون نہیں بدلتا۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ہر [illegible] کا لحاظ رہے۔ عباراتنا شتّٰی وحسنک واحدٌ وکلٌّ الٰی ذاک الجمال یشیرٗ

◆ **نمازوں کی قراءت میں اعتدال** | یعنی جہری نماز میں (اور اسی طرح دعاء وغیرہ میں) بہت زیادہ چلا کر بھی نہیں اور بالکل دبی آواز سے بھی نہیں بیچ کی چال پسند ہے (موضح القرآن) احادیث میں ہے کہ مکہ میں جب قراءت زور سے کی جاتی تو مشرکین سن کر قرآن اور اس کے بھیجنے والے اور لانے والے کی شان میں بدزبانی کرتے تھے۔ اس لئے آپ نے بہت آہستہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی نہ اس قدر زور سے پڑھو کہ مشرکین اپنی مجالس میں سنیں (تبلیغ کا وقت مستثنیٰ ہے کیونکہ وہاں تو سنانا ہی مقصود ہے) اور نہ اتنا آہستہ کہ خود تمہارے ساتھی بھی سن کر مستفید نہ ہو سکیں۔ افراط و تفریط چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرو، اس سے قلب مجتمع ہوتا ہے اور تشویش نہیں ہوتی۔

◆ **توحید خالص کا بیان** | نماز کے بعد توحید خالص کا ذکر فرما کر سورت کو ختم کیا۔ یعنی ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو اپنی ہر صفت و کمال میں یگانہ ہے اور ہر قسم کے عیب و قصور اور نقص و فتور سے بکلی منزہ ہے۔ اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اس کی ذات میں کسی طرح کی کمزوری نہیں جس کی تلافی کے لئے دوسرے کی حاجت پڑے۔ دوسرے سے مدد لینے میں تین احتمال ہو سکتے تھے۔ چھوٹے سے مدد لی جائے جیسے باپ اولاد سے لیتا ہے۔ یا مساوی سے جیسے ایک شریک دوسرے شریک سے مدد لیتا ہے۔ یا بڑے سے جس طرح کمزور آدمی ذلت و مصیبت کے وقت بڑے حامیوں سے مدد لیتے ہیں۔ اس آیت میں تینوں کی نفی کر دی۔ گویا "لم یتخذ ولدا" میں پہلے احتمال کی، "لم یکن لہ شریک فی الملک" میں دوسرے کی اور "لم یکن لہ ولی من الذل" میں تیسرے کی نفی کرنے کے بعد "وکبرہ تکبیرا" میں اس کی عظمت و کبریائی کی طرف توجہ فرما دی۔ یعنی انسان کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی بڑائی کا زبان و دل سے اقرار کرے اور ہر طرح کی کمزوریوں سے پاک و برتر سمجھے اور لطف یہ ہے کہ "لم یتخذ ولدا" میں نصاریٰ کا، "لم یکن لہ شریک فی الملک" میں مشرکین کا اور "ولم یکن لہ ولی من الذل" میں ان یہود کا رد ہو گیا جن کے یہاں خدا تعالیٰ کشتی میں یعقوب علیہ السلام کے مقابلہ کی تاب نہ لا سکا (العیاذ باللہ) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "کوئی مددگار نہیں ذلت کے وقت۔ یعنی اس پر کبھی ذلت ہی نہیں کہ مددگار چاہے۔ بادشاہوں کے ہاں امیر زور پڑ جاتے ہیں اس لئے کہ برے وقت ان کی رفاقت کئے ہوتے ہیں۔ وہاں یہ قصہ ہی نہیں۔" تم سورۃ الاسراء بعون اللہ وحسن توفیقہ فللہ الحمد والمنۃ والصلوۃ والسلام علی صاحب الاسراء وعلی آلہ وصحبہ۔

يَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ۜ ۝١ قَيِّمًا لِّيُنْذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا مِّنْ

رکھی اس میں کچھ کجی ◆ ٹھیک اتاری تاکہ ڈر سنائے ایک سخت آفت کا اللہ کی

لَّدُنْهُ وَيُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِيْنَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ

طرف سے ◆ اور خوشخبری دے ایمان لانے والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں

اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ۝٢ مَّاكِثِيْنَ فِيْهِ اَبَدًا ۝٣ وَّ

کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ہے جس میں رہا کریں ہمیشہ ◆ اور

يُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۝٤ مَا لَهُمْ بِهٖ

اور ڈر سناوے ان کو جو کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد ◆ کچھ خبر نہیں ان کو

مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ۭ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ

اس بات کی اور نہ ان کے باپ دادوں کو کیا بڑی بات نکلتی ہے

اَفْوَاهِهِمْ ۭ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝٥ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ

ان کے منہ سے سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں ◆ سو کہیں تو گھونٹ ڈالے گا

نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ

اپنی جان کو ان کے پیچھے اگر وہ نہ مانیں گے اس بات کو

اَسَفًا ۝٦ اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَى الْاَرْضِ زِيْنَةً لَّهَا

پچتا پچتا کر ◆ ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے اس کی رونق

لِنَبْلُوَهُمْ اَيُّهُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۝٧ وَاِنَّا لَجٰعِلُوْنَ مَا

تاکہ جانچیں لوگوں کو کون ان میں اچھا کرتا ہے کام ◆ اور ہم کو کرنا ہے جو کچھ

سورۃ الکہف

◆ **قرآن ہر کجی سے پاک ہے** | یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ تعریف اور شکر کا مستحق وہی خدا ہو سکتا ہے جس نے اپنے مخصوص و مقرب ترین بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سب سے اعلیٰ و اکمل کتاب اتاری اور اس طرح تمام دنیا والوں کو سب سے بڑی نعمت سے مشرف و ممتاز فرمایا۔ چونکہ اس کتاب میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں۔ عبارت انتہائی سلیس و فصیح، اسلوب بیان نہایت موثر و شگفتہ، تعلیم نہایت متوسط و معتدل جو ہر زمانہ اور ہر طبیعت کے مناسب اور عقل سلیم کے بالکل مطابق ہے۔ کسی قسم کی افراط و تفریط کا اس میں شائبہ نہیں۔

◆ **قرآن کفار کو ڈر سنانے کے لئے ہے** | یعنی تکذیب کرنے والوں پر جو سخت آفت دنیا یا آخرت میں خداوند قہار کی طرف سے آنے والی ہے اس سے یہ کتاب آگاہ کرتی ہے۔ "قیما" کو بعض نے بمعنی مستقیم لے کر مضمون سابق کی تاکید قرار دی ہے یعنی کتنا ہی غور کرو۔ ایک بال برابر کجی نہیں پاؤ گے مگر فراء نے اس لفظ کے معنی "قیما علی سائر الکتب السماویہ" یعنی تمام کتب سماویہ کی صحت و تصدیق پر مہر کرنے والی اور ان کی اصولی تعلیمات کو دنیا میں قائم رکھنے والی، اور ابو مسلم نے کہا "قیما بمصالح العباد" بندوں کی تمام مصالح کی متکفل اور ان کی معاش و معاد کو درست کرنے والی۔ بہرحال جو معنی بھی لئے جائیں اس کی صداقت میں شبہ نہیں۔

◆ ظاہر اس سے مراد آخرت کا بدلہ یعنی جنت ہے جہاں مومنین قانتین کو دائمی خوشی اور ابدی راحت ملے گی۔

◆ خدا کے لئے اولاد تجویز کرنے میں سب سے زیادہ مشہور اور پیش پیش تو نصاریٰ ہیں اور جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے ان ہی سے حاملین قرآن کو قیامت تک زیادہ سابقہ پڑتا ہے۔ تاہم عموم الفاظ میں بعض فرق یہود جو عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا، یا بعض مشرکین جو ملائکۃ اللہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے وہ بھی داخل ہو گئے۔ گویا اس جگہ اولاد تجویز کرنے والے کافروں کو بالخصوص اور نصاریٰ کو نص خصوص کے طور پر متنبہ کیا گیا ہے۔

◆ **کفار کا کذب** | یعنی کوئی تحقیق اور علمی اصول ان کے ہاتھ میں نہیں نہ ان کے باپ دادوں کے ہاتھ میں تھا۔ جن کی اندھی تقلید میں ایسی بھاری بات زبان سے نکال رہے ہیں۔ گویا خداوند تعالیٰ کی شان قدوسیت و سبوحیت کی ان لوگوں کو کچھ خبر نہیں جو اس کی جناب میں ایسی گستاخی کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔ دلائل و براہین کی جگہ ان کے ذخیرہ میں یہی باقی رہ گیا ہے کہ زبان سے ایک جھوٹی اور بدیہی البطلان بات کہتے چلے جائیں اور جب ثبوت مانگو تو کہہ دیں کہ یہ مذہب کا ایک راز ہے جس کے ادراک تک عقل انسانی کی رسائی نہیں۔

◆ **آنحضرت کو حق تعالیٰ کی تسلی** | یعنی اگر یہ کافر قرآن کی باتوں کو نہ مانیں تو آپ ان کے غم میں اپنے کو بالکل گھلا دیجئے نہیں، آپ تبلیغ و دعوت کا فرض ادا کر چکے اور کر رہے ہیں، کوئی نہ مانے تو آپ کو اس قدر دل میں گھٹنے اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں۔ نہ یہ سمجھنا مناسب ہے کہ ہم نے ایسی کوشش کیوں کی جو کامیاب نہ ہو سکی۔ آپ تو بہر حال کامیاب ہیں۔ دعوت و تبلیغ اور شفقت و ہمدردی خلائق کے جو کام کرتے ہیں وہ آپ کے رفع مراتب اور ترقی مدارج کا ذریعہ ہیں۔ اشقیاء اگر قبول نہ کریں تو ان ہی کا نقصان ہے۔

◆ **احسن عملاً کون لوگ ہیں** | یعنی اس کی رونق پر دوڑتا ہے یا اسے چھوڑ کر آخرت کو پکڑتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابن عمر نے سوال کیا یا رسول اللہ "اَحْسَنُ عَمَلًا" کون لوگ ہیں؟ فرمایا "اَحْسَنُكُمْ عَقْلًا وَاَوْرَعُكُمْ عَنْ مَحَارِمِ اللّٰهِ وَاَسْرَعُكُمْ فِیْ طَاعَتِهٖ سُبْحَانَهٗ" (جس کی سمجھ اچھی ہو حرام سے زیادہ پرہیز کرے اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف زیادہ جھپٹے)

عَلَيْهَا صَعِيْدًا جُرُزًا ۝ اَمْ حَسِبْتَ اَنَّ اَصْحٰبَ

اس پر ہے | میدان چھانٹ (کاٹ چھانٹ) کر ◆ | کیا تو خیال کرتا ہے | کہ غار

الْكَهْفِ وَالرَّقِيْمِ كَانُوْا مِنْ اٰيٰتِنَا عَجَبًا ۝ اِذْ اَوَى

اور کھوہ کے رقیم والے | ہماری قدرتوں میں | عجب اچنبھا تھے ◆ | جب جا بیٹھے

الْفِتْيَةُ اِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوْا رَبَّنَآ اٰتِنَا مِنْ لَّدُنْكَ

وہ جوان | پہاڑ کی کھوہ میں | پھر بولے | اے رب دے ہم کو | اپنے پاس سے

رَحْمَةً وَّهَيِّئْ لَنَا مِنْ اَمْرِنَا رَشَدًا ۝ فَضَرَبْنَا

بخشش | اور پوری کر دے (بنا دے) | ہمارے کام کی درستی | پھر تھپک دیے ہم نے

عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ۝ ثُمَّ

ان کے کان | اس کھوہ میں | چند برس گنتی کے ◆ | پھر

◆ **قیامت کے روز زمین چٹیل ہو جائے گی** یعنی ایک روز یہ سب کھیل تماشے پھول پتے اور درخت وغیرہ چھانٹ کر زمین کو چٹیل میدان بنا دیا جائے گا۔ جو لوگ اس کے بناؤ سنگار پر ریجھ رہے ہیں وہ خوب سمجھ لیں کہ یہ زندگی ہمیشہ باقی رہنے والی چیز نہیں۔ دنیا کے رنگین سامان خواہ کتنے ہی جمع کر لو اور مادی ترقیات سے ساری زمین کو لالہ زار بنا دو، جب تک آسمانی ہدایت اور روحانی دولت سے تہی دست رہو گے، حقیقی سرور و طمانیت اور ابدی نجات و فلاح سے ہمکنار نہیں ہو سکتے۔ آخری اور دائمی کامیابی صرف ان ہی کے لئے ہے جو سوائے حق کی خوشنودی کے دنیا کی ہر ایک زائل و فانی خوشی کو قربان کر سکتے ہیں۔ ایسے ادنیٰ کی جدوجہد میں کسی مصیبت سے نہیں گھبراتے نہ دنیا کے بڑے سے بڑے طاقتور جباروں کی تخویف و ترہیب سے ان کا قدم ڈگمگاتا ہے۔ اسی سلسلہ میں آگے اصحاب کہف کا قصہ بیان فرمایا۔ اور نبی کریم ﷺ کی تسلی بھی کر دی کہ آپ ان بدبختوں کے غم میں اپنے کو نہ گھلائیے۔ جس دنیا کی زندگی اور عیش و بہار پر مغرور ہو کر یہ حق کو ٹھکراتے ہیں وہ سب کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی جائے گی اور آخر کار سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا۔ اس وقت سارے جھگڑے چکا دیے جائیں گے۔

◆ **اصحاب کہف کا واقعہ اللہ کی قدرت کا معمولی نمونہ ہے** یعنی حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ کے لحاظ سے اصحاب کہف کا قصہ جو آگے ذکر ہوگا کوئی اچنبھا نہیں جسے بہت زیادہ عجیب سمجھا جائے۔ زمین آسمان، چاند، سورج وغیرہ کا پیدا کرنا اور ان کا محکم نظام قائم رکھنا، انسان ضعیف البنیان کو سب پر فضیلت دینا، انسانوں میں انبیاء کا بھیجنا، ان کی مٹھی بھر بے سر و سامان جماعتوں کو بڑے بڑے متکبرین کے مقابلہ میں کامیاب و فاتح بنانا، اور خود نبی کریم اور حضرت ابوبکر صدیق کا دشمنوں کے نرغہ سے نکل کر "غار ثور" میں تین روز چھپے رہنا، کفار کا تعاقب کرنا، پھر ان کو بے نیل و مرام واپس لوٹانا، آخر کار ہجرت کے ذریعے مٹھی بھر سے تمام جزیرۃ العرب بلکہ مشرق و مغرب میں ایک قلیل مدت کے اندر غالب و منصور کر کے دکھا دیا، کیا ان چیزوں سے کم حیرت انگیز چیزیں ہیں؟ "اصحاب کہف" کے قصہ سے کم عجیب ہیں؟ اصل یہ

ہے کہ یہود نے قریش کو مشورہ دیا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے آزمائش کے لئے تین سوال کریں۔ روح کیا ہے؟ اصحاب کہف کا قصہ کیا تھا؟ اور ذوالقرنین کی سرگزشت کیا تھی؟ اصحاب کہف کے قصہ کو عجیب ہونے کی حیثیت سے انہوں نے خاص اہمیت دی تھی۔ اس لئے اس آیت میں بتلایا گیا کہ وہ اتنا عجیب نہیں جیسے تم سمجھتے ہو اس سے کہیں بڑھ کر عجیب و غریب نشانات قدرت موجود ہیں۔

اصحاب کہف کی جرأت و استقلال آگے "اصحاب کہف" کا قصہ اول مجملاً پھر مفصلاً بیان فرمایا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ چند نوجوان روم کے کسی ظالم و جابر بادشاہ کے عہد میں تھے جس کا نام بعض نے "دقیانوس" بتلایا ہے۔ بادشاہ سخت غالی بت پرست تھا اور جبر و اکراہ سے بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا۔ عام لوگ سختی اور تکلیف کے خوف سے اور چند روزہ دنیوی منافع کی طمع سے اپنے مذہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرنے لگے۔ اس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائد سلطنت سے تھا خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں۔ ان کے دل خشیت الٰہی اور نور تقویٰ سے بھرپور تھے۔ حق تعالیٰ نے انہیں صبر و استقلال عطا کیا، توکل و تبتل کی دولت سے انہیں مالا مال کیا۔ قلب بادشاہ کے روبرو جا کر بھی انہوں نے "لَنْ نَّدْعُوَا مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا" کا نعرہ مستانہ لگایا اور ایمانی جرأت و استقلال کا مظاہرہ کر کے دیکھنے والوں کو مبہوت و حیرت زدہ کر دیا۔ بادشاہ کو ان کی نوجوانی پر رحم آیا یا کچھ دوسرے مشاغل و مصالح مانع ہوئے کہ انہیں فوراً قتل کر دے۔ چند روز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معاملہ میں غور و نظر ثانی کر لیں۔ انہوں نے مشورہ کر کے طے کیا کہ ایسے فتنہ کے وقت جب کہ جبر و تشدد سے عاجز ہو کر قدم ڈگمگا جانے کا بہرحال خطرہ ہے مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہو جائیں اور وہاں سے مناسب موقع کا انتظار کریں اور دعا کی کہ خداوندا تو اپنی خصوصی رحمت سے ہمارا کام بنا دے اور رشد و ہدایت کی جادہ پیمائی میں ہمارا سب انتظام درست کر دے۔ آخر شہر سے نکل کر کسی قریبی پہاڑ میں چھپ رہے۔ اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کر کسی وقت شہر میں جایا کرے، ضروریات خرید کر لا سکے اور شہر کے احوال و اخبار سے سب کو مطلع کرتا رہے۔ جو شخص اس کام پر مامور تھا اس نے ایک روز اطلاع دی کہ آج شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش ہے اور ہمارے اقارب اعزہ کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ ہمارا پتہ بتائیں۔ یہ مذاکرہ ہو رہا تھا کہ حق تعالیٰ نے ان سب پر دفعۃً نیند طاری کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا پتہ نہ لگا۔ تھک کر بیٹھ رہے۔ بادشاہ کی رائے سے ایک سیسہ کی تختی پر ان نوجوانوں کے نام اور مناسب حالات لکھ کر خزانہ میں ڈال دیئے گئے تاکہ آنے والی نسلیں یاد رکھیں کہ ایک جماعت حیرت انگیز طریقہ سے لاپتہ ہوئی ہے۔ ممکن ہے آگے چل کر اس کا کچھ سراغ نکلے اور بعض عجیب واقعات کا انکشاف ہو۔

اصحاب کہف کون تھے؟ یہ نوجوان کس مذہب پر تھے؟ اس میں اختلاف ہوا ہے بعض نے کہا کہ نصرانی یعنی اصل دین مسیحی کے پیرو تھے۔ لیکن ابن کثیر نے قرائن سے اس کو ترجیح دی ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔ واللہ اعلم (تنبیہ) "رقیم" پہاڑ کی کھوہ کو کہتے ہیں اور بمعنی "مرقوم" بھی آتا ہے یعنی لکھی ہوئی چیز۔ مسند عبد بن حمید کی ایک روایت میں جسے حافظ نے علی شرط البخاری کہا ہے، ابن عباسؓ سے "رقیم" کے دوسرے معنی منقول ہیں۔ یعنی "اصحاب کہف" اور "اصحاب رقیم" ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں۔ غار میں رہنے کی وجہ سے "اصحاب کہف" کہلاتے ہیں اور چونکہ ان کے نام و صفت وغیرہ کی تختی لکھ کر رکھ دی گئی تھی اس لئے "اصحاب رقیم" کہلائے۔

اصحاب رقیم اور اصحاب کہف مگر مترجم محقق رحمہ اللہ نے پہلے معنی لئے ہیں اور بہرصورت "اصحاب کہف" و "اصحاب رقیم" کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ "اصحاب رقیم" کا قصہ قرآن میں مذکور نہیں ہوا۔ محض عجیب ہونے کے لحاظ سے اصحاب کہف کے تذکرہ میں ان کا حوالہ دے دیا گیا۔ اور فی الحقیقت اصحاب رقیم (کھوہ والے) وہ تین شخص ہیں جو بارش سے بھاگ کر ایک غار میں جا گھسے تھے۔ اوپر سے ایک بڑا پتھر آ پڑا جس نے غار کا منہ بند کر دیا۔ اس وقت ان میں سے ہر ایک شخص نے اپنی عمر کے مقبول ترین عمل کا حوالہ دے کر حق تعالیٰ سے فریاد کی اور بتدریج غار کا منہ کھل گیا۔ امام بخاری نے اصحاب کہف کا ترجمہ منعقد کرنے کے بعد "حدیث الغار" کا مستقل عنوان قائم کیا ہے جہاں ان تین شخصوں کا قصہ مفصل درج کر کے شاید اسی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ "اصحاب رقیم" یہ لوگ ہیں۔ طبرانی اور بزار نے باسناد حسن نعمان بن بشیر سے مرفوعاً روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رقیم کا ذکر فرماتے تھے اور یہ قصہ تین شخصوں کا بیان کیا۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی ان کو تھپکی دی کہ برسوں غار میں پڑے سوتے رہے۔ ادھر ادھر کی کوئی خبر ان کے کانوں میں نہیں پڑتی تھی۔

بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَیُّ الْحِزْبَیْنِ اَحْصٰی لِمَا لَبِثُوْٓا

ہم نے ان کو اٹھایا | کہ معلوم کریں | دو فرقوں میں | کس نے یاد رکھی ہے | جتنی مدت

اَمَدًا ﴿۱۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَیْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّهُمْ

رہے ◆ | ہم سناتے ہیں | تجھ کو | ان کا حال | تحقیق | وہ

فِتْیَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ وَ زِدْنٰهُمْ هُدًی ﴿۱۳﴾ وَّ رَبَطْنَا

کئی جوان ہیں | کہ یقین لائے اپنے رب پر | اور زیادہ دی ہم نے ان کو سوجھ ◆ | اور گرہ دی

عَلٰی قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ

ان کے دل پر ◆ | جب کھڑے ہوئے | پھر بولے | ہمارا رب ہے | رب آسمانوں

وَ الْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ

اور زمین کا | نہ پکاریں گے ہم | اس کے سوا کسی کو معبود | نہیں (ورنہ) تو کہی ہم نے

اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰۤؤُلَآءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ

بات عقل سے دور ◆ | یہ ہماری قوم ہے | ٹھہرا لیے انہوں نے | اللہ کے سوا

اٰلِهَةً ؕ لَوْ لَا یَاْتُوْنَ عَلَیْهِمْ بِسُلْطٰنٍۭ بَیِّنٍ ؕ فَمَنْ

اور معبود | کیوں نہیں لاتے | ان پر | کوئی سند کھلی | پھر اس سے

اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَ اِذِ

بڑا گنہگار کون | جس نے باندھا | اللہ پر جھوٹ ◆ | اور جب

اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ وَ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَاْوٗۤا اِلَی الْكَهْفِ

تم نے کنارہ کر لیا ان سے | اور جن کو وہ پوجتے ہیں | اللہ کے سوا | تو اب جا بیٹھو اس کھوہ میں

◆ **اصحاب کہف کی نیند کی مدت** | صدہا برس کے بعد حق تعالیٰ نے ان کو جگا دیا۔ تا ظاہر ہو جائے کہ اختلاف کرنے والوں میں سے کس نے ان کی مدت نوم کا زیادہ صحیح اندازہ رکھا۔ ظاہر ہے کہ ایسی نوم طویل کے بعد جب بیدار ہوئے تو قدرتی طور پر خود سونے والوں میں اور دوسرے دیکھنے والوں میں بھی اختلافات اور چہ میگوئیاں ہوں گی کوئی کم مدت بتلائے گا کوئی زیادہ۔ کوئی اقرار کرے گا۔ کوئی مستبعد سمجھ کر انکار کرے گا تو نہیں جاگ کر یہ دیکھنا تھا کہ کونسی جماعت ٹھیک حقیقت پر پہنچتی ہے اور اس حقیقت پر پہنچ کر "بعث بعد الموت" کا عقدہ حل کرتی ہے جس میں اس وقت کے لوگ الجھ رہے تھے۔

◆ یعنی ایمان سے زیادہ وہ بچہ یا اولیا ہوگا۔

◆ یعنی مضبوط وابستہ قدم رکھا کہ اپنی بات صاف کہدی۔

◆ یعنی جب "رب" وہی ہے تو معبود کسی اور کو ٹھہرانا حماقت ہے۔ "ربوبیت" "الوہیت" دونوں اسی کے لئے مخصوص ہیں۔

◆ جیسے موحدین توحید پر صاف صاف دلیلیں پیش کرتے ہیں، اگر مشرکین اپنے دعوے میں سچے ہیں تو کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے۔ لائیں کہاں سے؟ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اس سے بڑا جھوٹ کیا ہوگا کہ خدا کے شریک ٹھہرائے جائیں۔

يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ مِّنْ

پھیلا دے تم پر رب تمہارا کچھ اپنی رحمت سے اور بنا دے تمہارے واسطے تمہارے

اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿١٦﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ

کام میں آرام ◆ اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بچ کر جاتی ہے

عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ

ان کی کھوہ سے داہنے کو اور جب ڈوبتی ہے کترا جاتی ہے ان سے

ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۭ ذٰلِكَ مِنْ

بائیں کو اور وہ میدان میں ہیں اس کے یہ ہے

اٰيٰتِ اللّٰهِ ۭ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ

اللہ کی قدرتوں سے ◆ جس کو راہ دیوے اللہ وہی آوے راہ پر اور جس کو وہ بچلاوے

فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿١٧﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا

پھر تو نہ پاوے اس کا کوئی رفیق راہ پر لانے والا ◆ اور تو سمجھے وہ جاگتے ہیں

وَّهُمْ رُقُوْدٌ ڰ وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ

اور وہ سو رہے ہیں اور کروٹیں دلاتے ہیں ہم ان کو داہنے اور

الشِّمَالِ ڰ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۭ لَوِ اطَّلَعْتَ

بائیں اور کتا ان کا پسار رہا ہے اپنی باہیں چوکھٹ پر اگر تو جھانک کر دیکھے

عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿١٨﴾ وَ

ان کو تو پیٹھ دے کر بھاگے ان سے اور بھر جائے تجھ میں ان کی دہشت ◆ اور

اصحاب کہف کا توکل اور اس کا انعام | یعنی جب مشرکین کے دین سے ہم علیحدہ ہیں تو ظاہری طور پر بھی ان سے علیحدہ رہنا چاہئے۔ اور جب ان کے باطل معبودوں سے کنارہ کیا تو ہر طرف سے ٹوٹ کر تنہا اپنے معبود کی طرف جھکنا اور اسی سے رحمت و تلطف کا امیدوار رہنا چاہئے۔ آپس میں یہ مشورہ کر کے پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھے۔

غار کی کیفیت | یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں ایسے ٹھکانے کی طرف رہنمائی کی جہاں مامون و مطمئن ہو کر آرام کرتے رہیں نہ جگہ کی تنگی سے جی گھٹے نہ کسی وقت دھوپ ستائے۔ غار اندر سے کشادہ اور ہوادار تھا اور جیسا کہ ابن کثیر نے لکھا شمال رویہ ہونے کی وجہ سے اس کی وضع و ہیئت پر واقع تھا جس میں دھوپ بقدر ضرورت پہنچتی اور بدون ایذا دیئے نکل جاتی تھی۔

یعنی ظاہری و باطنی رہنمائی سب اسی کے قبضہ میں ہے۔ دیکھو جب دنیا چل رہی تھی کس طرح اصحاب کہف کو راہ ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور ظاہری طور پر بھی کیسے عجیب غار کی راہ بتلائی۔

اصحاب کہف کی نیند اور انکی ظاہری حالت | کہتے ہیں سوتے میں ان کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں اور اس قدر طویل نیند کا اثر ان کے ابدان پر ظاہر نہیں ہوا۔ اس سے کوئی دیکھے تو سمجھے جاگتے ہیں اور حق تعالیٰ نے ان لوگوں میں شان ہیبت و جلال اور اس مکان میں وحشت رکھی تا لوگ تماشہ نہ بنائیں کہ وہ بے آرام ہوں۔ ان کے ساتھ ایک کتا بھی لگ گیا تھا۔ اس پر بھی صحبت کا کچھ اثر پہنچا اور صدیوں تک زندہ رہ گیا۔ اگرچہ کتا رکھنا برا ہے لیکن لاکھ بروں میں ایک بھلا بھی ہے وللہ در السعدی الشیرازی

پسر نوح با بداں بنشست خاندان نبوتش گم شد
سگ اصحاب کہف روزے چند پئے نیکاں گرفت مردم شد

وَكَذَٰلِكَ بَعَثْنَٰهُمْ لِيَتَسَآءَلُوا۟ بَيْنَهُمْ ۚ قَالَ قَآئِلٌ

اسی طرح — ان کو جگا دیا ہم نے — کہ آپس میں پوچھنے لگے (تا کہ پوچھیں ایک دوسرے سے) — ایک بولا

مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۖ قَالُوا۟ لَبِثْنَا يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۚ

ان میں — کتنی دیر ٹھہرے تم — بولے — ہم ٹھہرے ایک دن — یا ایک دن سے کم

قَالُوا۟ رَبُّكُمْ أَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ فَٱبْعَثُوٓا۟ أَحَدَكُم

بولے — تمہارا رب ہی خوب جانے — جتنی دیر تم رہے ہو — اب بھیجو — اپنے میں سے ایک کو

بِوَرِقِكُمْ هَٰذِهِۦٓ إِلَى ٱلْمَدِينَةِ فَلْيَنظُرْ أَيُّهَآ أَزْكَىٰ

یہ روپیہ دے کر اپنا — اس شہر میں — پھر دیکھے — کونسا کھانا

طَعَامًا فَلْيَأْتِكُم بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا

ستھرا ہے — سو لا دے تمہارے پاس اس میں سے کھانا — اور نرمی سے جائے — اور جتا نہ

يُشْعِرَنَّ بِكُمْ أَحَدًا ۝١٩ إِنَّهُمْ إِن يَظْهَرُوا۟ عَلَيْكُمْ

دے تمہاری خبر کسی کو — وہ لوگ — اگر خبر پالیں — تمہاری

يَرْجُمُوكُمْ أَوْ يُعِيدُوكُمْ فِى مِلَّتِهِمْ وَلَن تُفْلِحُوٓا۟ إِذًا

پتھروں سے مار ڈالیں تم کو — یا لوٹا لیں تم کو اپنے دین میں — اور تب تو بھلا نہ ہوگا تمہارا

أَبَدًا ۝٢٠ وَكَذَٰلِكَ أَعْثَرْنَا عَلَيْهِمْ لِيَعْلَمُوٓا۟ أَنَّ وَعْدَ

کبھی ◆ اور اسی طرح — خبر ظاہر کر دی ہم نے ان کی — تا کہ لوگ جان لیں — کہ اللہ کا

ٱللَّهِ حَقٌّ وَأَنَّ ٱلسَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيهَآ إِذْ يَتَنَٰزَعُونَ

وعدہ ٹھیک ہے — اور قیامت کے آنے میں — دھوکا نہیں — جب جھگڑ رہے تھے

اصحاب کہف کا جاگنا اور گفتگو | جس طرح اپنی قدرت سے ان کی نیند سلایا تھا، اسی طرح بروقت جگا دیا۔ اٹھے تو آپس میں مذاکرہ کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ بعض نے کہا "ایک آدھ دن۔" یعنی بہت کم۔ دوسرے بولے کہ (اس بے فائدہ بحث میں پڑنے سے کیا فائدہ؟) یہ تو خدا ہی کے علم میں ہے کہ ہم کتنی مدت سوئے۔ اب تم اپنا کام کرو۔ ایک آدمی کو روپیہ دے کر شہر بھیجو کہ وہ کسی دکان سے حلال اور ستھرا کھانا دیکھ کر خرید لائے۔ یہ ضروری ہے کہ آدمی نہایت ہوشیاری سے جائے آئے اور نرمی و تدبیر سے معاملہ کرے چاہیے کہ کسی شہر والے کو ہمارا پتہ نہ لگے، ورنہ بڑی سخت خرابی ہو گی۔ اگر ظالم بادشاہ کو پتہ مل گیا تو ہم کو یا سنگسار کیا جائے گا یا جبر و اکراہ دین حق سے ہٹایا جائے گا۔ العیاذ باللہ ایسا ہوا تو جو فلاح و کامیابی ہم چاہتے ہیں وہ کبھی حاصل نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ دین حق سے پھر جانا گو جبر و اکراہ سے ہو اولوالعزم مومنین کا کام نہیں ہو سکتا۔ **تنبیہ** میرے نزدیک "یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ" "قلیل قلیل مدت سے کنایہ ہے۔ نیند سے اٹھ کر اتنی طویل مدت بھی ان کو قلیل محسوس ہوئی۔ جیسے "مرنا اور جی اٹھنا ہے۔" "یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ" کا عرف "اَوْ" کے ساتھ استعمال ہوا جیسے سورۂ مومنون میں ہے "کَمْ لَبِثْتُمْ فِی الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِیْنَ قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّیْنَ" (مومنون رکوع ۶)

بَيْنَهُمْ أَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوا عَلَيْهِم بُنْيَانًا ۖ رَّبُّهُمْ

آپس میں | اپنی بات پر ◆ تو کہنے لگے | بناؤ ان پر | ایک عمارت | ان کا رب

أَعْلَمُ بِهِمْ ۚ قَالَ الَّذِينَ غَلَبُوا عَلَىٰ أَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ

خوب جانتا ہے ان کا حال | بولے | وہ لوگ جن کا کام غالب تھا | ہم ضرور بنائیں گے

عَلَيْهِم مَّسْجِدًا ﴿٢١﴾ سَيَقُولُونَ ثَلَاثَةٌ رَّابِعُهُمْ

ان کی جگہ پر عبادت خانہ ◆ | اب یہی کہیں گے | وہ تین ہیں | چوتھا

كَلْبُهُمْ وَيَقُولُونَ خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ

ان کا کتا | اور یہ بھی کہیں گے | وہ پانچ ہیں | چھٹا ان کا کتا

رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۖ وَيَقُولُونَ سَبْعَةٌ وَثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ

بدون نشانہ دیکھے پتھر چلانا ◆ | اور یہ بھی کہیں گے | وہ سات ہیں | اور آٹھواں ان کا کتا

قُل رَّبِّي أَعْلَمُ بِعِدَّتِهِم مَّا يَعْلَمُهُمْ إِلَّا قَلِيلٌ ۗ

تو کہہ | میرا رب خوب جانتا ہے | ان کی گنتی | ان کی خبر نہیں رکھتے | مگر تھوڑے لوگ

فَلَا تُمَارِ فِيهِمْ إِلَّا مِرَاءً ظَاهِرًا وَلَا تَسْتَفْتِ فِيهِم

سو مت جھگڑ ان کی بات میں | مگر سرسری جھگڑا | اور مت تحقیق کر ان کا حال

مِّنْهُمْ أَحَدًا ﴿٢٢﴾ وَلَا تَقُولَنَّ لِشَيْءٍ إِنِّي فَاعِلٌ

ان میں (ان سب میں) کسی سے ◆ | اور نہ کہنا | کسی کام کو | کہ میں یہ کروں گا

ذَٰلِكَ غَدًا ﴿٢٣﴾ إِلَّا أَن يَشَاءَ اللَّهُ ۚ وَاذْكُر رَّبَّكَ

کل کو | مگر یہ کہ اللہ چاہے | اور یاد کر لے | اپنے رب کو

إِذَا نَسِيتَ وَقُلْ عَسَىٰٓ أَن يَهْدِيَنِ رَبِّى لِأَقْرَبَ

جب بھول جاوے اور کہہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو دکھلائے (بتلا دے) اس سے

مِنْ هَٰذَا رَشَدًا ﴿٢٤﴾ وَلَبِثُوا۟ فِى كَهْفِهِمْ ثَلَٰثَ مِا۟ئَةٍ

زیادہ نزدیک راہ نیکی کی ◆ اور مدت گذری ان پر اپنی کھوہ میں تین

سِنِينَ وَٱزْدَادُوا۟ تِسْعًا ﴿٢٥﴾ قُلِ ٱللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا

سو برس اور ان پر نو ◆ تو کہہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی

لَبِثُوا۟ ۖ لَهُۥ غَيْبُ ٱلسَّمَٰوَٰتِ وَٱلْأَرْضِ ۖ أَبْصِرْ بِهِۦ وَ

مدت ان پر گذری اسی کے پاس ہیں چھپے بھید آسمانوں اور زمین کے کیا عجیب دیکھتا اور

أَسْمِعْ ۚ مَا لَهُم مِّن دُونِهِۦ مِن وَلِىٍّ وَلَا يُشْرِكُ

سنتا ہے ◆ کوئی نہیں بندوں پر اس کے سوا مختار اور نہیں شریک کرتا

فِى حُكْمِهِۦٓ أَحَدًا ﴿٢٦﴾ وَٱتْلُ مَآ أُوحِىَ إِلَيْكَ مِن

اپنے حکم میں کسی کو ◆ اور پڑھ جو وحی ہوئی تجھ کو تیرے

كِتَابِ رَبِّكَ ۖ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَٰتِهِۦ وَلَن تَجِدَ مِن

رب کی کتاب سے کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتیں اور کہیں نہ پاوے گا

دُونِهِۦ مُلْتَحَدًا ﴿٢٧﴾ وَٱصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ ٱلَّذِينَ

اس کے سوا چھپنے کو جگہ (پناہ کی جگہ) ◆ اور روکے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو

يَدْعُونَ رَبَّهُم بِٱلْغَدَوٰةِ وَٱلْعَشِىِّ يُرِيدُونَ

پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام طالب ہیں

اس واقعہ کا نزول۔ اور کلمۂ انشاء اللہ کی اہمیت اصحاب کہف کا قصہ تاریخی کتابوں میں نادرات میں لکھا تھا، ہر کسی کو کہاں خبر ہو سکتی۔ مشرکین نے یہود کے سکھانے سے حضرت سے پوچھا، مقصود آپ کی آزمائش تھی، حضرتؐ نے وعدہ کیا کہ کل بتا دوں گا۔ اس بھروسہ پر کہ جبریل آئیں گے تو دریافت کر دوں گا۔ جبریل پندرہ دن تک نہ آئے حضرت نہایت غمگین ہوئے۔ مشرکین نے ہنسنا شروع کیا۔ آخر یہ قصہ لے کر آئے اور پیچھے نصیحت کی کہ آگے کو کسی بات کے متعلق بدون "انشاء اللہ" کے وعدہ نہ کرنا چاہئے۔ اگر ایک وقت بھول جائے تو پھر یاد کر کے کہہ لے۔ اور فرمایا کہ امید رکھ کہ میرا رب اس سے زیادہ کرے یعنی کبھی نہ بھولے (موضح القرآن) یا اصحاب کہف کے واقعہ سے زیادہ عجیب طور پر آپ کی حفاظت فرمائے اور کامیاب کرے جیسا کہ غار ثور کے قصہ میں ہوا۔ یا واقعہ کہف سے زیادہ عجیب واقعات و شواہد آپ کی زبان سے بیان کرائے۔

نیند کی مدت یعنی شمسی حساب سے پورے تین سو سال کھوہ میں سوتے رہے جو قمری حساب سے نو سال زیادہ ہوئے (مہینوں اور دنوں کی کسور محسوب نہیں کی گئیں) یا تین سو سال کے بعد ممکن ہے قدرے نیند سے چونکے ہوں پھر سو گئے اور نو سال تک سوتے رہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ تین سو نو سال جاگنے کے بعد سے عہد نبوی ﷺ تک کی مدت بیان فرمائی۔ یعنی لوگوں سے مل ملا کر پھر سو رہے جس کو آپ کے زمانہ تک اتنا عرصہ گذر گیا واللہ اعلم۔ (لطیفہ) ہمارے زمانہ میں صوبہ ترکستان میں ایک شخص دو سو باون سال کی عمر رکھتا ہے۔ چودھویں شادی ابھی حال میں کی ہے۔

اللہ کا علم و قدرت جتنی مدت سو کر وہ جاگے تھے تاریخ والے کئی طرح بتاتے تھے سب سے ٹھیک وہی ہے جو اللہ بتائے۔ آسمان و زمین کے تمام پوشیدہ راز اسی کے علم میں ہیں۔ کوئی چیز اس کی آنکھ سے اوجھل نہیں۔

یعنی جس طرح اس کا علم محیط ہے، اس کی قدرت و اختیار بھی سب پر حاوی ہے۔ جیسے غیوب سموٰت و ارض کے علم میں اس کا کوئی شریک نہیں، اختیارات و قدرت میں بھی کوئی سہیم و شریک نہیں ہو سکتا۔

آنحضرت کو تلاوت وحی کا حکم پہلے اصحاب کہف کے قصہ پر فرمایا تھا "فَلَا تُمَارِ فِیْہِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاہِرًا وَّلَا تَسْتَفْتِ فِیْہِمْ مِّنْہُمْ اَحَدًا" مطلب یہ ہے کہ بیکار جھگڑوں میں زیادہ الجھنا اور کاوش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں مشغول رہیے۔ یعنی جو جامع و مانع اور کافی و شافی کتاب تیرے رب نے مرحمت فرمائی اسے پڑھ کر سناتے رہیے۔ خدا نے جو باتیں اس میں بتائیں اور جو وعدے کئے کوئی طاقت نہیں جو انہیں بدل یا ٹال سکے یا غلط ثابت کر سکے۔ اگر کوئی ان باتوں کو بدلنے کے درپے ہو گا یا اس کتاب کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا وہ خوب سمجھ لے کہ خدا کے مجرم کے لئے کہیں پناہ نہیں۔ ہاں وفاداروں کو پناہ دینے کے لئے اس کی رحمت وسیع ہے۔ دیکھو! "اصحاب کہف" کو جو خدا کی باتوں پر ڈٹے رہے کیسی اچھی جگہ اپنے فضل سے عنایت فرمائی۔

وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ

اس کے منہ (رضا) کے ◆ اور نہ دوڑیں تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر تلاش میں رونق زندگانی

الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا

دنیا کی ◆ اور نہ کہا مان (مت مان) اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے

وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿٢٨﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ

اور پیچھے پڑا ہوا ہے اپنی خوشی (خواہش) کے اور اس کا کام ہے حد پر (سے) نکل جانا ◆ اور کہہ سچی بات ہے

رَّبِّكُمْ ۫ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ ۙ

تمہارے رب کی طرف سے پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے نہ مانے ◆

اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ

ہم نے تیار کر رکھی ہے گنہگاروں کے واسطے آگ کہ گھیر رہی ہیں ان کو اس کی قناتیں ◆

وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ

اور اگر فریاد کریں گے تو ملے گا پانی جیسے پیپ بھون ڈالے منہ کو

بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿٢٩﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

کیا برا پینا ہے اور کیا برا آرام ◆ بے شک جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ

یقین لائے اور کیں نیکیاں ہم نہیں کھوتے بدلہ اس کا جس نے بھلا کیا

عَمَلًا ﴿٣٠﴾ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ

کام ◆ ایسوں کے واسطے باغ ہیں بسنے کے بہتی ہیں

تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ

ان کے نیچے نہریں پہنائے جائیں گے ان کو وہاں کنگن سونے کے ◆

وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ

اور وہ پہنیں گے کپڑے سبز باریک (لاہی اور نافتے کے) اور گاڑھے ریشم کے ◆

مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَى الْاَرَآئِكِ ؕ نِعْمَ الثَّوَابُ ؕ وَحَسُنَتْ

تکیہ لگائے ہوئے ان میں تختوں پر کیا خوب بدلہ ہے اور کیا خوب

مُرْتَفَقًا ۝۳۱ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا

آرام گاہ ◆ اور بتلا ان کو مثل (قصہ) دو مردوں کی (کا) ◆ کر دیئے (بنا دیے) ہم نے

لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّحَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ

ان میں سے ایک کے لیے دو باغ انگوروں کے اور گرد ان کے کھجوریں اور

جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا ۝۳۲ كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ

رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی ◆ دونوں باغ لاتے ہیں

اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا

اپنا میوہ اور نہیں گھٹاتے اس میں سے کچھ ◆ اور بہا دی ہم نے ان دونوں کے بیچ

نَهَرًا ۝۳۳ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ

نہر ◆ اور ملا اس کو پھل ◆ پھر بولا اپنے ساتھی (دوسرے) سے جب باتیں کرنے لگا اس سے

اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ۝۳۴ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ

میرے پاس زیادہ ہے تجھ سے مال اور آبرو کے لوگ ◆ اور گیا اپنے باغ میں

◆ **اہل جنت کی نعمتیں** تاکہ دکھلا دیا جائے کہ اصلی اور دائمی دولت مند کون لوگ ہیں۔ کنگن یا ریشمی کپڑوں اور اسی طرح جنت کی تمام نعمتوں کی خاص کیفیت کو ہم دنیا میں نہیں سمجھ سکتے۔ کیونکہ ہماری محسوسات میں اس سونے کی کوئی پوری مثال موجود نہیں۔

◆ شاید ابرا باریک ریشم کا ہو استر دبیز ریشم کا ہو۔ یا ممکن ہے قولہ تعالیٰ بطائنہا من استبرق "(الرحمٰن رکوع ۳) یا دونوں قسمیں الگ الگ استعمال کی جائیں۔ واللہ اعلم۔ موضح القرآن میں ہے۔ "حضرت نے فرمایا سونا اور ریشمی کپڑا مردوں کو ملتا ہے بہشت میں۔ جو کوئی یہاں یہ چیزیں پہنے وہاں نہ پہنے گا۔"

◆ یعنی مسہریوں پر تکیہ مسند لگائے نہایت عزت و آرام سے بیٹھے ہوں گے۔

◆ **دو شخصوں کی مثال** یہ کافر غنی اور مومن فقیر کی مثال بیان فرمائی۔ جس کے ضمن میں دنیائے بے ثباتی، کفر و تکبر کی بد انجامی اور ایمان و تقویٰ کی مقبولیت پر متنبہ کرنا ہے۔ یہ دو شخص جن کی مثال بیان ہوئی واقعی موجود تھے؟ یا محض تفہیم کے لئے مثال فرض کر لی گئی؟ علماء کے اس میں دونوں قول ہیں اور تمثیل کا فائدہ بہرحال حاصل ہے۔

◆ یعنی باغوں کے گرد باڑھ کھجور کی لگائی اور دونوں باغوں کے درمیان میں زمین چھوڑی جس میں زراعت ہوتی تھی تاکہ غلے اور پھل (قوت اور فواکہ) سب تیار ملیں۔

◆ یعنی یہ نہیں کہ ایک باغ پھلا دوسرا نہ پھلا، یا ایک درخت زیادہ پھل لایا دوسرا کم۔

◆ یعنی باغوں کے درمیان نہر کا پانی قرینہ سے پھر رہا تھا کہ منظر فرحت بخش رہے اور بارش نہ ہو تب بھی باغ وغیرہ خشکی سے خراب نہ ہونے پائے۔

◆ یعنی جو خرچ کیا اور کمائی کی اس کا پھل خوب ملا اور ہر قسم کے سامان عیش و رفاہیت جمع ہو گئے نکاح کیا تو اس کا پھل بھی اچھا پایا اور اولاد کثرت سے ہوئی۔

◆ **مال و دولت کا نشہ** یعنی مال و دولت اور جتھا میرے پاس تجھ سے کہیں زائد ہے۔ اگر میں شرکیہ اعتقاد اختیار کرنے میں باطل پر ہوتا تو اس قدر آسائش اور فراخی کیوں ملتی۔ اس کے مشرک ہونے کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ آفت آنے کے بعد پچھتا کر کہتا تھا "یٰلَیۡتَنِیۡ لَمۡ اُشۡرِکۡ بِرَبِّیۡۤ اَحَدًا" معلوم ہوتا ہے کہ اس کا غریب ساتھی جو پکا موحد تھا شرک کے باطل ہونے کا اظہار اور شرک سے تائب ہونے کی نصیحت کر رہا ہوگا۔ جس کے جواب میں یہ کہا کہ میں تجھ سے مال میں، جتھے میں، ہر چیز میں زیادہ ہوں کس طرح یقین کر لوں کہ میں باطل پر ہوں اور تجھ جیسا مفلس قلاش حق پر ہو۔

وَهُوَ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ

اور وہ برا کر رہا تھا اپنی جان پر ◆ بولا نہیں آتا مجھ کو خیال کہ خراب ہو جائے یہ باغ

اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَآ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنْ رُّدِدْتُّ

کبھی اور نہیں خیال کرتا ہوں میں کہ قیامت ہونے والی ہے اور اگر کبھی پہنچایا گیا (لوٹایا گیا) میں

اِلٰى رَبِّىْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ

میں اپنے رب کے پاس پاؤں گا بہتر اس سے وہاں پہنچ کر ◆ کہا

لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗٓ اَكَفَرْتَ بِالَّذِیْ

اس کو دوسرے نے جب بات کرنے لگا کیا تو منکر ہو گیا اس سے جس نے

خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ

بنایا تجھ کو مٹی سے پھر قطرہ سے پھر پورا کر دیا تجھ کو

رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّىْ وَلَآ اُشْرِكُ بِرَبِّیْٓ

مرد پھر میں تو یہی کہتا ہوں وہی اللہ ہے میرا رب اور نہیں مانتا شریک اپنے رب کا

اَحَدًا ﴿۳۸﴾ وَلَوْلَآ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا

کسی کو ◆ اور جب تو آیا تھا اپنے باغ میں کیوں نہ کہا (کہہ دیتا) تو نے جو

شَآءَ اللّٰهُ ۙ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ۚ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ

چاہے اللہ سو ہو (ہوتا ہے) طاقت نہیں مگر جو دے اللہ ◆ اگر تو دیکھتا ہے مجھ کو کہ میں کم ہوں

مِنْكَ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿۳۹﴾ فَعَسٰى رَبِّیْٓ اَنْ يُّؤْتِيَنِ

تجھ سے مال اور اولاد میں تو امید ہے کہ میرا رب دے مجھ کو

یعنی شرک میں مبتلا تھا۔ کبر و غرور کا نشہ دماغ میں بھرا ہوا تھا، دوسروں کو حقیر جانتا تھا اور خدا کی قدرت وجبروت پر نظر نہ تھی۔ نہ یہ سمجھتا تھا کہ آگے کیا انجام ہونے والا ہے۔ بس یہی باغ اس کی جنت تھی جس کو آپ تغیر سے ابدی سمجھتے تھے۔

مال کی وجہ سے آخرت سے انکار یعنی اب تو آرام سے گذرتی ہے، اور میں نے سب انتظامات ایسے مکمل کر لئے ہیں کہ میری زندگی تک ان باغوں کے تباہ ہونے کا بظاہر کوئی کھٹکا نہیں۔ رہا بعد الموت کا قصہ، سو اول تو مجھے یقین نہیں کہ مرنے کے بعد ہڈیوں کے ریزوں کو دوبارہ زندگی ملے گی؟ اور ہم خدا کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو یقیناً مجھے یہاں سے بہتر سامان وہاں ملنا چاہئے۔ اگر ہماری حرکات خدا کو ناپسند ہوتیں تو دنیا میں اتنی کشائش کیوں دیتا۔ گویا یہاں کی فراخی علامت ہے کہ وہاں بھی ہم عیش اڑائیں گے۔

اس کے مومن دوست کا جواب یعنی جس خدا نے تیری اصل (آدم علیہ السلام) کو بے جان مٹی سے پھر تجھ کو زمینی پیداوار کے خلاصہ اور ایک قطرۂ ناچیز سے پیدا کر کے زندگی بخشی اور جسمانی و روحانی قوتیں دے کر بھلا چنگا مرد بنا دیا، کیا تجھے انکار ہے کہ وہ تیرے مرنے پیچھے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ یا دی ہوئی نعمت چھین نہیں سکتا؟ میرا تو یہ عقیدہ نہیں۔ بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ وہ تنہا ہمارا رب ہے۔ اس کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں۔ پھر بھلا اس کے حکم و اختیار کے سامنے کون دم مار سکتا ہے۔

مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کے کلمہ کی تلقین یعنی مال تو اللہ کی نعمت ہے، پر اترانے اور کفر بکنے سے آفت آتی ہے۔ چاہئے تھا کہ باغ میں داخل ہوتے وقت "مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا" کی جگہ "مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کہتا۔ یعنی خدا جو چاہے عطا فرمائے، ہم میں جو کچھ زور و قوت ہے اسی کی امداد و اعانت سے ہے۔ وہ چاہے تو ایک دم میں سلب کر لے۔ روایات میں ہے کہ جب آدمی کو اپنے گھر بار میں آسودگی نظر آئے تو یہی لفظ کہے۔ "مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ"

خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ

تیرے باغ سے بہتر ◆ اور بھیج دے اس پر (تیرے باغ پر) گرم لو کا ایک جھونکا

السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا ۝ اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا

آسمان سے ۔ پھر صبح کو رہ جائے میدان صاف (چٹیل) ۔ یا صبح کو ہو رہے اس کا پانی

غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا ۝ وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ

خشک ۔ پھر نہ سکے تو اس کو ڈھونڈ کر ◆ اور سمیٹ لیا گیا ۔ اس کا سارا پھل

فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَآ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ

پھر صبح کو رہ گیا ۔ ہاتھ نچاتا ◆ اس مال پر جو اس میں لگایا تھا ۔ اور وہ

خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ

گرا پڑا تھا ۔ اپنی چھتریوں پر (کھمبوں پر) ◆ اور کہنے لگا کیا خوب تھا ۔ اگر میں شریک نہ بناتا

بِرَبِّيْٓ اَحَدًا ۝ وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ

اپنے رب کا کسی کو ◆ اور نہ ہوئی اس کی جماعت ۔ کہ مدد کریں اس کی

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ۝ هُنَالِكَ

اللہ کے سوا ۔ اور نہ ہوا وہ ۔ کہ خود بدلہ لے سکے ◆ یہاں (وہاں)

الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ ۭ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ۝ ع

سب اختیار ہے اللہ سچے کا ۔ اسی کا انعام بہتر ہے ۔ اور اچھا ہے اسی کا دیا ہوا بدلہ ◆

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ

اور بتلا دے ان کو ۔ مثل ۔ دنیا کی زندگی کی ۔ جیسے پانی ۔ اتارا ہم نے

◆ دنیا میں یا آخرت میں۔

◆ یعنی ایک گرم بگولا بھیجے یا اور کوئی آفت سماوی نازل ہو جو تیرے کبر و تجبر کی سزا میں باغ کو تہس نہس کر کے صاف چٹیل میدان بنا دے۔ یا نہر کا پانی خشک ہو کر رہ جائے۔ پھر باوجود کوشش کے جاری نہ ہو۔

◆ یعنی کف افسوس ملتا رہ گیا۔

◆ **باغ و اسباب کی تباہی** | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں آخر اس کے باغ پر وہی ہوا جو اس مرد نیک کی زبان سے نکلا تھا۔ رات کو آفت سماوی آگ کی صورت میں آئی۔ سب جل کر ڈھیر ہو گیا۔ مال خرچ کیا تھا پونجی بڑھانے کو وہ اصل بھی کھو بیٹھا۔

◆ **اپنے شرک پر ندامت** | مگر اب پچھتانے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت۔ اور یہ افسوس و ندامت بھی خدا سے ڈر کر نہیں، محض دنیوی ضرر پہنچنے کی بنا پر تھی۔

◆ یعنی نہ جتھا کام آیا نہ اولاد نہ فرضی معبود جنہیں خدائی کا شریک ٹھہرا رکھا تھا۔ اور نہ خود اپنی ذات میں اتنی طاقت تھی کہ خدا کے عذاب کو روک دیتا یا بدلہ لے سکتا۔

◆ یعنی جس عمل کا جو بدلہ کسی کو دے وہی ٹھیک ہے۔ یہاں اور وہاں ہر جگہ اختیار اسی کا چلتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کے فیصلہ میں دخل دے سکے۔

مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ

آسمان سے | پھر ملا جلا (رل مل کر) نکلا اس کے سبب سے | زمین کا سبزہ | پھر ہو گیا وہ

هَشِیْمًا تَذْرُوْهُ الرِّیٰحُ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ

چورا جس کو اڑا رہی ہوائیں | اڑاتا ہوا | اور اللہ کو ہے | ہر چیز پر

مُّقْتَدِرًا ۝۴۵ اَلْمَالُ وَ الْبَنُوْنَ زِیْنَةُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ۚ

قدرت | مال | اور بیٹے | رونق ہیں | دنیا کی زندگی میں

وَ الْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّكَ ثَوَابًا وَّ خَیْرٌ

اور باقی رہنے والی نیکیاں | بہتر ہے | تیرے رب کے یہاں | بدلہ | اور بہتر ہے

اَمَلًا ۝۴۶ وَ یَوْمَ نُسَیِّرُ الْجِبَالَ وَ تَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ

توقع | اور جس دن | ہم چلائیں پہاڑ | اور تو دیکھے زمین کو | کھلی ہوئی

وَّ حَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ۝۴۷ وَ عُرِضُوْا

اور گھیر بلائیں ہم ان کو | پھر نہ چھوڑیں | ان میں سے | ایک کو | اور سامنے آئیں

عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ

تیرے رب کے | صف (قطار) باندھ کر | آ پہنچے تم ہمارے پاس | جیسا ہم نے بنایا تھا تم کو

اَوَّلَ مَرَّةٍۭ ؗ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ۝۴۸

پہلی بار | کہاں تم تو کہتے تھے | کہ نہ مقرر کریں گے ہم تمہارے لیے | کوئی وعدہ

وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِیْنَ مُشْفِقِیْنَ

اور رکھا جائے گا حساب کا کاغذ | پھر تو دیکھے | گنہگاروں کو | ڈرتے ہیں

مِمَّا فِيهِ وَيَقُولُونَ يَا وَيْلَتَنَا مَالِ هَٰذَا الْكِتَابِ

اس سے جو اس میں ہے ◆ اور کہتے ہیں ہائے خرابی کیسا ہے یہ لکھا

لَا يُغَادِرُ صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً إِلَّا أَحْصَاهَا ۚ وَ

نہیں چھوٹی اس سے چھوٹی بات اور نہ بڑی بات جو اس میں نہیں آ گئی (گھیر لی)

وَجَدُوا مَا عَمِلُوا حَاضِرًا ۗ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ

اور پائیں گے جو کچھ کیا ہے سامنے ◆ اور تیرا رب ظلم نہ کرے گا

أَحَدًا ﴿٤٩﴾ وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ

کسی پر ◆ اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو

فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ

تو سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس تھا جن کی قسم سے سو نکل بھاگا

عَنْ أَمْرِ رَبِّهِ ۗ أَفَتَتَّخِذُونَهُ وَذُرِّيَّتَهُ أَوْلِيَاءَ

اپنے رب کے حکم سے سو کیا اب تم ٹھہراتے ہو اس کو اور اس کی اولاد کو رفیق

مِن دُونِي وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ۚ بِئْسَ لِلظَّالِمِينَ

میرے سوا اور وہ تمہارے دشمن ہیں برا ہاتھ لگا بے انصافوں کے

بَدَلًا ﴿٥٠﴾ مَّا أَشْهَدتُّهُمْ خَلْقَ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ

بدلہ ◆ دکھلا نہیں لیا تھا میں نے ان کو بنانا آسمان اور زمین کا

وَلَا خَلْقَ أَنفُسِهِمْ ۖ وَمَا كُنتُ مُتَّخِذَ الْمُضِلِّينَ

اور نہ بنانا خود ان کا اور میں نہیں کہ بناؤں بہکانے والوں کو

◆ **اعمال نامے** | یعنی اعمالنامے ہر ایک کے ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ اس میں اپنے گناہوں کی فہرست پڑھ کر مجرم خوف کھائیں گے کہ دیکھیے آج کیا سزا ملتی ہے۔

◆ یعنی ذرہ ذرہ عمل آنکھوں کے سامنے ہوگا اور ہر ایک چھوٹی بڑی نیکی یا بدی اعمالنامہ میں مندرج پائیں گے۔

◆ **حشر میں کسی پر ظلم نہیں ہوگا** | حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ظلم کہاں یعنی تو امکان ہی نہیں کہ وہ غیر کی ملک میں تصرف کرے، کیونکہ تمام مخلوق اسی کی ملک ہے۔ لیکن ظاہر میں جو ظلم نظر آتا ہے اور بے موقع سمجھا جائے وہ بھی نہیں کرتا۔ نہ کسی کو بے قصور پکڑتا ہے نہ کسی کی ادنیٰ نیکی ضائع ہونے دیتا ہے۔ بلکہ اپنی حکمت بالغہ سے نیکی و بدی کے ہر ایک درخت پر وہی پھل لگاتا ہے جو اس کی طبیعت نوعیہ کا اقتضاء ہو۔

گندم از گندم بروید جو ز جو
از مکافات عمل غافل مشو

کفر و ایمان اور طاعت و معصیت میں خالق الکل نے اسی طرح کے طبعی خواص و تاثیرات رکھ دی ہیں جیسے زہر و تریاق میں۔ آخرت میں بعد حشر کے یہ تمام خواص و آثار بالکل ظاہر ہو جائیں گے۔

◆ **ابلیس جن تھا** | راجح یہی ہے کہ ابلیس نوع جن سے تھا۔ عبادت میں ترقی کر کے زمرۂ ملائکہ میں شامل ہو گیا۔ اسی لئے فرشتوں کو جو حکم ہوا اس کو بھی ہوا۔ اس وقت اس کی اصلی طبیعت رنگ لائی۔ تکبر کر کے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری سے الگ نکلا۔ آدم کے سامنے سر جھکانے میں کسر شان سمجھی۔ تعجب ہے کہ آج آدم کی اولاد اپنے رب کی جگہ اسی دشمن ازلی اور اس کی اولاد و اتباع کو اپنا رفیق و مددگار بنانا چاہتی ہے۔ اس سے بڑھ کر بے انصافی اور ظلم کیا ہوگا۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ مفصل گزر چکا ہے۔ یہاں اس پر متنبہ کرنے کے لئے لائے ہیں کہ دنیائے فانی کی ٹیپ ٹاپ پر مغرور ہو کر آخرت سے غافل ہو جانا شیطان کی تحریک و تسویل سے ہے۔ چاہتا ہے کہ ہم اپنے اصلی و آبائی وطن (جنت) میں واپس نہ جائیں۔ اس کا مطمح نظر یہ ہے کہ دوست بن کر ہم سے پرانی دشمنی نکالے۔ آدمی کو لازم ہے کہ ایسے چالاک دشمن سے ہشیار رہے۔ جو لوگ دنیوی سامان پر مغرور ہو کر ضعفاء کو حقیر سمجھتے اور اپنے کو بہت لمبا کھینچتے ہیں، وہ تکبر و تفاخر میں شیطان لعین کی راہ پر چل رہے ہیں۔ **تنبیہ** | ابن کثیر نے بعض روایات نقل کر کے جن میں ابلیس کی اصل و نسل ملائکہ میں سے نکالی گئی ہے لکھا ہے کہ ان روایات کا غالب حصہ اسرائیلیات میں سے ہے جنہیں بہت نظر و فکر کے بعد احتیاط کے ساتھ قبول کرنا چاہئے اور ان میں کی بعض چیزیں یقیناً جھوٹ ہیں کیونکہ قرآن ان کی صاف تکذیب کرتا ہے۔ آگے ابن کثیر نے بہت وزن دار الفاظ میں اسرائیلیات کے متعلق جو کچھ کلام کیا ہے وہ دیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ یہاں بخوف تطویل ہم درج نہیں کر سکتے۔

عَضُدًا ۝۵۱ وَيَوْمَ يَقُولُ نَادُوا شُرَكَآءِيَ

اپنا مددگار (قوت بازو) ◆ اور جس دن فرمائے گا بلاؤ میرے شریکوں کو ◆

الَّذِينَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ

جن کو تم مانتے تھے پھر پکاریں گے سو وہ جواب نہ دیں گے ان کو

وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَوْبِقًا ۝۵۲ وَرَاَ الْمُجْرِمُونَ النَّارَ

اور کردیں گے ہم ان کے اور ان کے بیچ مرنے کی جگہ (موت کا سامان) ◆ اور دیکھیں گے گنہگار آگ کو

فَظَنُّوا اَنَّهُمْ مُوَاقِعُوهَا وَلَمْ يَجِدُوا عَنْهَا

پھر سمجھ لیں گے کہ ان کو پڑنا ہے اس میں اور نہ بدل سکیں گے اس سے

مَصْرِفًا ۝۵۳ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هٰذَا الْقُرْاٰنِ لِلنَّاسِ

رستہ ◆ اور بے شک پھیر پھیر کر سمجھائی ہم نے اس قرآن میں لوگوں کو

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۚ وَكَانَ الْاِنْسَانُ اَكْثَرَ شَيْءٍ

ہر ایک مثل اور ہے انسان سب چیز سے زیادہ

جَدَلًا ۝۵۴ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُؤْمِنُوا اِذْ جَآءَهُمُ

جھگڑالو ◆ اور لوگوں کو جو روکا اس بات سے کہ یقین لے آئیں جب پہنچی ان کو

الْهُدٰى وَيَسْتَغْفِرُوا رَبَّهُمْ اِلَّا اَنْ تَاْتِيَهُمْ

ہدایت اور گناہ بخشوائیں اپنے رب سے سو اسی انتظار نے کہ پہنچے ان پر

سُنَّةُ الْاَوَّلِينَ اَوْ يَاْتِيَهُمُ الْعَذَابُ قُبُلًا ۝۵۵

رسم پہلوں کی یا آ کھڑا ہو ان پر عذاب سامنے کا ◆

◆ **شیاطین کی مذمت** | یعنی زمین و آسمان پیدا کرتے وقت ہم نے ان شیاطین کو بلایا تک نہ تھا کہ آ کر دیکھ جائیں کیونکہ ضرورت ہی کیا تھی۔ غرض یہ ان سے تکوین اشیاء عالم میں کچھ مشورہ لیا گیا نہ مدد طلب کی گئی بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت تو سرے سے یہ موجود ہی نہ تھے۔ خود ان کو پیدا کرتے وقت بھی نہیں پوچھا گیا کہ تمہیں کیسا بنایا جائے۔ یا تمہارے دوسرے ہم جنسوں کو کس طرح پیدا کروں۔ ذرا ہمیں مدد کرو۔ اور بفرض محال مدد کی ضرورت بھی ہوتی اور قوت بازو بھی بنانا ہوتا تو کیا ان بدبخت اشقیاء کو؟ جنہیں جانتا ہوں کہ لوگوں کو سیدھی راہ سے بہکانے والے ہیں۔ پھر خدا جانے آدمیوں نے ان کو خدائی کا درجہ کیسے دے دیا اور اپنے رب کو چھوڑ کر انہیں کیوں رفیق و مددگار بنانے لگے۔ سبحانہ وتعالی عما یقول الظالمون علوا کبیرا"

◆ یعنی جن کو میرا شریک ٹھہراتے تھے بلاؤ تا کہ اس مصیبت کے وقت تمہاری مدد کریں۔

◆ **مشرکین اور شرکاء کی حالت** | اس وقت رفاقت اور دوستی کی ساری قلعی کھل جائے گی۔ ایک دوسرے کے نزدیک بھی نہ جا سکیں گے۔ کیونکہ دونوں کے بیچ میں عظیم و عمیق خندق آگ کی حائل ہوگی (اعاذنا اللہ منہا)

◆ یعنی شروع شروع میں شاید کچھ معافی کی امید ہو لیکن جہنم کو دیکھتے ہی یقین ہو جائے گا کہ اب اس میں گرنا ہے اور فرار کا کوئی راستہ نہیں۔

◆ **انسان جھگڑالو ہے** | یعنی قرآن کریم کس طرح مختلف عنوانات اور قسم قسم کی دلائل و امثلہ سے حق کو سمجھاتا ہے مگر انسان کچھ ایسا جھگڑالو واقع ہوا ہے کہ صاف اور سیدھی باتوں میں بھی کٹ حجتی کئے بغیر نہیں رہتا۔ جب دلائل کا جواب نہیں بن پڑتا تو کج بحثی اور ضد و انکار فرمائشیں شروع کر دیتا ہے کہ فلاں چیز دکھلاؤ تو مانیں گا۔

◆ **قبول ہدایت سے اب کیا چیز مانع ہے؟** | یعنی ان کے عناد و ضد کو دیکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن ایسی عظیم الشان ہدایت پہنچ جانے کے بعد ایمان نہ لانے اور توبہ نہ کرنے کا کوئی معقول عذر ان کے پاس باقی نہیں۔ آخر قبول حق میں اب کیا دیر ہے اور کا ہے کا انتظار ہے۔ بجز اس کے کہ پچھلی قوموں کی طرح خدا تعالیٰ ان کو بھی تباہ کر ڈالے۔ یا اگر چھوڑے جائیں تو کم از کم مختلف صورتوں میں عذاب الٰہی آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہو۔ ھکذا یفہم من تفسیر ابن کثیر وغیرہ۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی یہی انتظار ہے، یا مری پڑی پہلوں کی طرح ہلاک ہوویں یا روز قیامت کا عذاب آنکھوں سے دیکھیں۔"

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ

اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں ۔ سو خوشخبری ۔ اور ڈر سنانے کو ◆

وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا

اور جھگڑا کرتے ہیں ۔ کافر ۔ جھوٹا جھگڑا ۔ کہ ٹلا دیں

بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَمَآ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ﴿٥٦﴾

اس سے سچی بات کو ◆ اور ٹھہرا لیا انہوں نے میرے کلام کو ۔ اور جو ڈر سنائے گئے ۔ ٹھٹھا ◆

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ

اور اس سے زیادہ ظالم کون ۔ جس کو سمجھایا ۔ اس کے رب کے کلام سے ۔ پھر منہ پھیر لیا

عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ۭ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰي

اس کی طرف سے ۔ اور بھول گیا ۔ جو کچھ آگے بھیج چکے ہیں اس کے ہاتھ ◆ ہم نے ڈال دیے ہیں ان کے

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ۭ

دلوں پر ۔ پردے ۔ کہ اس کو نہ سمجھیں ۔ اور ان کے کانوں میں ہے ۔ بوجھ

وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًا ﴿٥٧﴾

اور اگر تو ان کو بلائے ۔ راہ پر ۔ تو ہرگز نہ آئیں راہ پر ۔ اس وقت ۔ کبھی ◆

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ۭ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا

اور تیرا رب ۔ بڑا بخشنے والا ہے ۔ رحمت والا ۔ اگر ان کو پکڑے ۔ ان کے

كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۭ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ

کیے پر ۔ تو جلد ڈالے ان پر عذاب ◆ پر ان کے لیے ۔ ایک وعدہ ہے

◆ ان کو یہ اختیار نہیں کہ جب تم مانگو یا جب وہ چاہیں عذاب لا کھڑا کریں۔

◆ یعنی جھوٹے جھگڑے اٹھا کر اور کٹ حجتی کر کے چاہتے ہیں کہ حق کی آواز پست کر دیں اور جھوٹ کے زور سے سچائی کا قدم ڈگمگا دیں۔ ایسا کبھی نہ ہوگا۔

◆ یعنی کلام اللہ سے ٹھٹھا کرتے ہیں اور جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے اس کی ہنسی اڑاتے ہیں۔

◆ یعنی کبھی بھول کر بھی خیال نہ آیا کہ تکذیب حق اور استہزاء و تمسخر کا جو ذخیرہ آگے بھیج رہا ہے اس کی سزا کیا ہے۔

◆ **کفار کے دلوں پر پردے** | یعنی ان کے جدال بالباطل اور استہزاء بالحق کی وجہ سے ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیے اور کانوں میں ڈاٹ ٹھونک دی۔ اب نہ حق کو سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بالکل مسخ ہو گئے۔ پھر حق کی طرف متوجہ ہوں تو کیسے ہوں اور انجام کا خیال کریں تو کیسے کریں۔ ایسے بدبختوں کے راہ پر آنے کی کبھی توقع نہیں۔

◆ یعنی کرتوت تو ان کے ایسے ہیں کہ عذاب پہنچنے میں ایک منٹ کی تاخیر نہ ہو مگر حق تعالیٰ کا حلم و کرم فوراً پکڑ ڈالنے سے مانع ہے۔ اپنی رحمت عامہ سے خاص حد تک درگذر فرماتا ہے اور سخت سے سخت مجرم کو موقع دیتا ہے کہ چاہے تو اب بھی توبہ کر کے پچھلی خطائیں بخشوا لے اور ایمان لا کر رحمت عظیمہ کا مستحق بن جائے۔

لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ الْقُرٰٓى

نہیں پائیں گے اس سے ادھر سرک جانے کو جگہ ◆ اور یہ سب بستیاں ہیں

اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ

جن کو ہم نے غارت کیا جب وہ ظالم ہو گئے اور مقرر کیا تھا ہم نے ان کی ہلاکت کا

مَّوْعِدًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِفَتٰىهُ لَآ اَبْرَحُ حَتّٰٓى

ع

ایک وعدہ ◆ اور جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹوں گا جب تک

اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَيْنِ اَوْ اَمْضِيَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا

نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا یا چلا جاؤں قرنوں ◆ پھر جب پہنچے دونوں

مَجْمَعَ بَيْنِهِمَا نَسِيَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ

دریا کے ملاپ تک بھول گئے اپنی مچھلی پھر اس نے اپنی راہ کر لی

فِى الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾ فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا

دریا میں سرنگ بنا کر ◆ پھر جب آگے چلے کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو لا ہمارے پاس

غَدَآءَنَا لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾

ہمارا کھانا ہم نے پائی اپنے اس سفر میں تکلیف ◆

قَالَ اَرَءَيْتَ اِذْ اَوَيْنَآ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّىْ نَسِيْتُ

بولا وہ دیکھا تو نے جب ہم نے جگہ پکڑی اس پتھر کے پاس سو میں بھول گیا

الْحُوْتَ وَمَآ اَنْسٰنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ

مچھلی اور یہ مجھ کو بھلا دیا شیطان ہی نے کہ اس کا ذکر کروں ◆

وَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِي الْبَحْرِ عَجَبًا ﴿٦٣﴾ قَالَ ذَٰلِكَ

اور اس نے کر لیا اپنا رستہ (وہ کر گئی اپنا راستہ) دریا میں عجب طرح کہا یہی ہے

مَا كُنَّا نَبْغِ ۚ فَارْتَدَّا عَلَىٰ آثَارِهِمَا قَصَصًا ﴿٦٤﴾

جو ہم چاہتے تھے پھر الٹے پھرے اپنے کھوج پہچانتے ◆

فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَا آتَيْنَاهُ رَحْمَةً مِّنْ

پھر پایا ایک بندہ ہمارے بندوں میں کا جس کو دی تھی ہم نے رحمت

عِندِنَا وَعَلَّمْنَاهُ مِن لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿٦٥﴾ قَالَ لَهُ

اپنے پاس سے اور سکھلایا تھا اپنے پاس سے ایک علم ◆ کہا اس کو

مُوسَىٰ هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا

موسیٰ نے کہے تو تیرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ مجھ کو سکھلا دے کچھ جو

عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿٦٦﴾ قَالَ إِنَّكَ لَن تَسْتَطِيعَ

تجھ کو سکھلائی ہے بھلی راہ ◆ بولا تو نہ ٹھہر سکے گا

مَعِيَ صَبْرًا ﴿٦٧﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلَىٰ مَا لَمْ تُحِطْ

میرے ساتھ اور کیونکر ٹھہرے دیکھ کر ایسی چیز کو کہ تیرے قابو میں نہیں

بِهِ خُبْرًا ﴿٦٨﴾ قَالَ سَتَجِدُنِي إِن شَاءَ اللَّهُ صَابِرًا

نہیں اس کا سمجھنا ◆ کہا تو پائے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو ٹھہرنے والا

وَلَا أَعْصِي لَكَ أَمْرًا ﴿٦٩﴾ قَالَ فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي

اور نہ ٹالوں گا تیرا کوئی حکم ◆ بولا پھر اگر میرے ساتھ رہنا ہے

غالباً راستہ بنا ہوا نہ ہوگا اس لئے اپنے نقش قدم دیکھتے ہوئے الٹے پاؤں پھرے۔

حضرت خضرؑ سے ملاقات | وہ بندہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جن کو حق تعالیٰ نے رحمت خصوصی سے نوازا اور اسرار کونیہ کے علم سے وافر حصہ عطا فرمایا تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت خضر کو رسول مانا جائے یا نبی یا محض ولی کے درجہ میں رکھا جائے۔ ایسے مباحث کا فیصلہ یہاں نہیں ہو سکتا۔ ہاں اکثر کا رجحان اسی طرف ہے کہ ان کو نبی تسلیم کیا جائے اور جیسا کہ بعض محققین کا خیال ہے جو انبیاء جدید شریعت لے کر نہیں آتے ان کو بھی اتنا تصرف و اختیار دیا جاتا ہے کہ بعض مصالح خصوصی کی بناء پر شریعت مستقلہ کے کسی عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید باذن خداوندی کر کے جزئیات کا استثناء کر سکیں۔ اسی طرح کے جزئی تصرفات حضرت خضر کو بھی حاصل تھے۔ واللہ اعلم۔ بہرحال موسیٰ علیہ السلام حضرت خضر سے ملے۔ سلام علیک کے بعد خضر نے سبب پوچھا۔ موسیٰ نے آنے کا سبب بتلایا۔ خضر نے کہا اے موسیٰ! بلاشبہ اللہ نے تمہاری تربیت فرمائی۔ یہ بات ہے کہ اللہ کی طرف سے ایک علم (جزئیات کونیہ کا) مجھ کو ملا ہے جو (اسی مقدار میں) تم کو نہیں ملا اور ایک علم (احکام تشریعیہ کا) تم کو دیا گیا ہے جو (اسی حیثیت سے) مجھ کو نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد ایک چڑیا کو دیکھ کر جو دریا سے پانی پی رہی تھی کہا کہ میرا تمہارا بلکہ کل مخلوقات کا سارا علم اللہ کے علم کے سامنے اتنا ہے جتنا اس پانی میں سے وہ قطرہ جو چڑیا نے سمندر کو کم کیا (یہ بھی محض تفہیم کے لئے ہے ورنہ متناہی و غیر متناہی میں قطرہ اور دریا کی نسبت بھی نہیں)

حضرت موسیٰ کی درخواست | یعنی اجازت ہو تو چند روز آپ کے ہمراہ رہ کر اس خصوصی علم کا کچھ حصہ حاصل کروں۔

حضرت خضرؑ کی پیشینگوئی | حضرت خضر نے موسیٰ علیہ السلام کے مزاج وغیرہ کا اندازہ کر کے سمجھ لیا کہ میرے ساتھ ان کا نباہ نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ وہ مامور تھے کہ واقعات دنیا کا جزئی علم پا کر اسی کے موافق عمل کریں۔ اور موسیٰ علیہ السلام جن علوم کے حامل تھے ان کا تعلق تشریعی قوانین و کلیات سے تھا۔ لامحالہ بہتیری جزئیات میں جو عوارض و خصوصیات خاصہ کی وجہ سے بظاہر عام ضابطہ پر محمول نہ ہوگا حضرت موسیٰ اپنی معلومات کی بناء پر ضرور روک ٹوک کریں گے اور تو موافقت کا سلسلہ دیر تک قائم نہ رہ سکے گا۔ آخری نتیجہ یہی ہوگا کہ جدا ہونا پڑے گا۔

حضرت موسیٰ کا وعدہ | یہ وعدہ کرتے وقت غالباً موسیٰ علیہ السلام کو اس کا تصور بھی نہ ہو سکتا تھا کہ ایسے مقرب و مقبول بندے سے کوئی ایسی حرکت دیکھنے میں آئے گی جو علانیہ ان کی شریعت بلکہ تمام شرائع و اتفاق کے خلاف ہو۔ غنیمت ہوا کہ انہوں نے "ان شاء اللہ" کہہ لیا تھا ورنہ ایک قطعی وعدہ کی خلاف ورزی کرنا اولوالعزم پیغمبر کی شان کے لائق نہ ہوتا۔

فَلَا تَسْـَٔلْنِىْ عَنْ شَىْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ

تو مت پوچھیو مجھ سے — کوئی چیز — جب تک میں شروع نہ کروں تیرے آگے

ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِى السَّفِيْنَةِ

اس کا ذکر ◆ — پھر دونوں چلے — یہاں تک کہ جب چڑھے — کشتی میں

خَرَقَهَا ۗ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ لَقَدْ

اس کو پھاڑ ڈالا — موسیٰ بولا — کیا تو نے اس کو پھاڑ ڈالا — کہ ڈبا دے اس کے لوگوں کو — البتہ

جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ

تو نے کی ایک چیز بھاری (عجیب ہول کی) ◆ — بولا — میں نے نہ کہا تھا — تو نہ

تَسْتَطِيْعَ مَعِىَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِىْ بِمَا

ٹھہر سکے گا میرے ساتھ — کہا — مجھ کو نہ پکڑ — میری

نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِىْ مِنْ اَمْرِىْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾

بھول پر — اور مت ڈال مجھ پر — میرا کام مشکل ◆

فَانْطَلَقَا ٚ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ اَقَتَلْتَ

پھر دونوں چلے — یہاں تک کہ جب ملے ایک لڑکے سے — تو اس کو مار ڈالا ◆ — موسیٰ بولا — کیا تو نے مار ڈالی

نَفْسًا زَكِيَّةً ۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

ایک جان ستھری ◆ — بغیر عوض کسی جان کے — بے شک تو نے کی — ایک چیز — نامعقول ◆

◆ **حضرت خضر کی شرائط** | یعنی کوئی بات اگر بظاہر غلط نظر آئے تو مجھ سے فوراً باز پرس نہ کرنا۔ جب تک میں خود اپنی طرف سے کہنا شروع نہ کروں۔

◆ **کشتی کا واقعہ** | جب اس کشتی پر چڑھنے لگے ناؤ والوں نے خضر کو پہچان کر مفت سوار کر لیا۔ اس احسان کا بدلہ یہ نقصان دیکھ کر موسیٰ کو اور زیادہ تعجب ہوا۔ لیکن کشتی پوری طرح کنارہ کے قریب پہنچ کر توڑی۔ لوگ ڈوبنے سے بچ گئے اور توڑا یہ تھا کہ ایک تختہ نکال ڈالا۔ گویا عیب دار کر دی۔

◆ **حضرت موسیٰ کا اعتراض** | یعنی اگر بھول چوک پر بھی گرفت کرو گے تو میرا تمہارے ساتھ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ یہ پہلا پوچھنا حضرت موسیٰ سے بھول کر ہوا۔ اور دوسرا اقرار کرنے کو اور تیسرا رخصت ہونے کو۔

◆ **لڑکے کا قتل** | ایک گاؤں کے قریب چند لڑکے کھیل رہے تھے۔ ان میں سے ایک کو جو زیادہ خوبصورت اور سیانا تھا پکڑ کر مار ڈالا۔ اور چل کھڑے ہوئے۔ بعض روایات میں اس کا نام جیسور آیا ہے۔ وہ لڑکا بالغ تھا یا نہیں؟ بعض کا قول ہے کہ بالغ تھا اور لفظ غلام عدم بلوغ پر دلالت نہیں کرتا۔ لیکن جمہور مفسرین اس کو نابالغ ہی بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ **حضرت موسیٰ کا دوسرا اعتراض** | یعنی بے گناہ۔ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو اس پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ لفظ بظاہر اس کے نابالغ ہونے کی تائید کرتا ہے۔ اگرچہ دوسروں کے لئے تاویل کی گنجائش ہے۔

◆ یعنی اول تو نابالغ قصاص میں بھی قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اس پر طرہ یہ کہ یہاں قصاص کا بھی کوئی قصہ نہ تھا۔ پھر اس سے بڑھ کر نامعقول بات کونسی ہوگی۔

قَالَ اَلَمْ اَقُلْ لَّكَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ

بولا — میں نے تجھ سے کہا تھا — کہ تو نہ ٹھہر سکے گا

صَبْرًا ﴿۷۵﴾ قَالَ اِنْ سَاَلْتُكَ عَنْ شَيْءٍۢ بَعْدَهَا فَلَا

میرے ساتھ ◆ کہا — اگر تجھ سے پوچھوں کوئی چیز — اس کے بعد — تو

تُصٰحِبْنِيْ ۚ قَدْ بَلَغْتَ مِنْ لَّدُنِّيْ عُذْرًا ﴿۷۶﴾ فَانْطَلَقَا

مجھ کو ساتھ نہ رکھیو — تو اتار چکا — میری طرف سے الزام ◆ پھر دونوں چلے

حَتّٰٓى اِذَآ اَتَيَآ اَهْلَ قَرْيَةِ ِۨ اسْتَطْعَمَآ اَهْلَهَا فَاَبَوْا

یہاں تک کہ جب پہنچے — ایک گاؤں کے لوگوں تک — کھانا چاہا وہاں کے لوگوں سے — انہوں نے نہ مانا

اَنْ يُّضَيِّفُوْهُمَا فَوَجَدَا فِيْهَا جِدَارًا يُّرِيْدُ اَنْ

کہ ان کو مہمان رکھیں — پھر پائی وہاں (اس میں) — ایک دیوار — جو

يَّنْقَضَّ فَاَقَامَهٗ ۭ قَالَ لَوْ شِئْتَ لَتَّخَذْتَ عَلَيْهِ

گرا چاہتی تھی — اس کو سیدھا کر دیا ◆ بولا موسیٰ — اگر تو چاہتا — تو لے لیتا اس پر

اَجْرًا ﴿۷۷﴾ قَالَ هٰذَا فِرَاقُ بَيْنِيْ وَبَيْنِكَ ۚ سَاُنَبِّئُكَ

مزدوری ◆ کہا — اب جدائی ہے میرے — اور تیرے بیچ — اب جتائے دیتا ہوں تجھ کو

بِتَاْوِيْلِ مَا لَمْ تَسْتَطِعْ عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿۷۸﴾ اَمَّا السَّفِيْنَةُ

پھیر — ان باتوں کا — جس پر تو صبر نہ کر سکا ◆ وہ جو کشتی تھی

فَكَانَتْ لِمَسٰكِيْنَ يَعْمَلُوْنَ فِي الْبَحْرِ فَاَرَدْتُّ اَنْ

سو چند محتاجوں کی — جو محنت کرتے تھے — دریا میں ◆ سو میں نے چاہا

أَعِيبَهَا وَكَانَ وَرَآءَهُم مَّلِكٌ يَأْخُذُ كُلَّ سَفِينَةٍ

غَصْبًا ﴿٧٩﴾ وَأَمَّا الْغُلَٰمُ فَكَانَ أَبَوَاهُ مُؤْمِنَيْنِ

فَخَشِينَآ أَن يُرْهِقَهُمَا طُغْيَٰنًا وَكُفْرًا ﴿٨٠﴾ فَأَرَدْنَآ

أَن يُبْدِلَهُمَا رَبُّهُمَا خَيْرًا مِّنْهُ زَكَوٰةً وَأَقْرَبَ رُحْمًا ﴿٨١﴾

وَأَمَّا الْجِدَارُ فَكَانَ لِغُلَٰمَيْنِ يَتِيمَيْنِ فِى الْمَدِينَةِ وَكَانَ

تَحْتَهُۥ كَنزٌ لَّهُمَا وَكَانَ أَبُوهُمَا صَٰلِحًا فَأَرَادَ رَبُّكَ

أَن يَبْلُغَآ أَشُدَّهُمَا وَيَسْتَخْرِجَا كَنزَهُمَا رَحْمَةً مِّن

رَّبِّكَ ۚ وَمَا فَعَلْتُهُۥ عَنْ أَمْرِى ۚ ذَٰلِكَ تَأْوِيلُ مَا لَمْ

تَسْطِع عَّلَيْهِ صَبْرًا ﴿٨٢﴾ وَيَسْـَٔلُونَكَ عَن ذِى الْقَرْنَيْنِ ۖ

ع

۱۔ یعنی جدھر کشتی جانے والی تھی اس طرف ایک ظالم بادشاہ تھا جو ہر اچھی کشتی دیکھتے ہی چھین لیتا تھا میں نے چاہا کہ عیب دار کر دوں تا اس ظالم کی دستبرد سے محفوظ رہے اور ٹوٹی ہوئی خراب کشتی سمجھ کر کوئی تعرض نہ کرے۔ بعض آثار میں ہے کہ خطرہ کے مقام سے آگے نکل کر پھر حضرت خضرؑ نے کشتی اپنے ہاتھ سے درست کر دی۔

۲۔ **لڑکے کے قتل کی حکمت** گو اصل فطرت سے ہر بچہ مسلمان پیدا ہوتا ہے مگر آگے چل کر خارجی اثرات سے بچپن ہی میں بعض کی بنیاد کفر پر پڑ جاتی ہے جس کا پورا یقینی علم تو خدا تعالیٰ کو ہوتا ہے تاہم کچھ آثار اہل بصیرت کو بھی نظر آنے لگتے ہیں۔ اس لڑکے کی نسبت اللہ تعالیٰ نے حضرت خضرؑ کو آگاہ فرما دیا کہ اس کی بنیاد کفر پر پڑی تھی۔ بڑا ہوتا تو موذی اور بدراہ ہوتا اور ماں باپ کو بھی اپنے ساتھ لے ڈوبتا۔ وہ اس کی محبت میں کافر بن جاتے۔ اس طرح لڑکے کا مارا جانا والدین کے حق میں رحمت اور ان کی حفاظت کا ذریعہ بن گیا۔ خدا کو منظور تھا کہ اس کے ماں باپ ایمان پر قائم رہیں۔ حکمت الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ آنے والی آفت ان کی راہ سے دور کر دی جائے۔ حضرت خضرؑ کو حکم دیا کہ لڑکے کو قتل کر دو۔ انہوں نے خدا کی وحی پر امتثال امر کیا۔ اب یہ سوال کرنا کہ لڑکے کو پیدا ہی نہ کرتے یا کرتے تو اس کو اس قدر شریر ہونے نہ دیتے یا جہاں لاکھوں کافر دنیا میں موجود ہیں اس کے والدین کو بھی کافر بن جانے دیتے یا جن بچوں کی بنیاد ایسی بری ہے تمام پیغمبروں کو ان سب کی فہرست دے کر قتل کرا دیا کرتے۔ ان باتوں کا اجمالی جواب تو یہ ہے "لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُونَ" (انبیاء رکوع ۲) اور تفصیلی جواب کے لیے مسئلہ "خلق خیر و شر" پر مبسوط کلام کرنے کی ضرورت ہے جو ان مختصر فوائد میں سما نہیں سکتا۔ ہاں اتنا یاد رہے کہ دنیا میں ہر شخص سے جو اللہ کو "خالق الکل" اور "علیم" و "حکیم" مانتا ہو۔ تکوینیات کے متعلق اسی قسم کے ہزاروں سوالات کئے جا سکتے ہیں جن کا جواب کسی کے پاس بجز اعتراف عجز و قصور کے کچھ نہیں۔ یہاں خضرؑ کے ذریعہ سے اسی کا ایک نمونہ دکھلانا تھا کہ خدا تعالیٰ کی حکمتوں اور مصالح تکوینیہ کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ کبھی صورت واقعہ بظاہر دیکھنے میں خراب اور قبیح یا بے موقع معلوم ہوتی ہے۔ لیکن جسے واقعہ کی اندرونی گہرائیوں کا علم ہو وہ سمجھتا ہے کہ اس میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ حضرت خضرؑ نے مسکینوں کی کشتی کا تختہ توڑ دیا حالانکہ انہوں نے احسان کیا تھا کہ بلا اجرت دونوں کو سوار کر لیا۔ ایک کھیلتے ہوئے بچے کو مار ڈالا جو بظاہر نہایت قبیح حرکت نظر آتی تھی۔ دیوار سیدھی کر کے اس بستی والوں پر احسان کیا جو نہایت بے مروتی سے پیش آئے تھے۔ اگر خود حضرت خضر علیہ السلام آخر میں اپنے ان افعال کی توجیہات بیان نہ کرتے تو ساری دنیا آج تک ورطۂ حیرت میں پڑی رہتی یا خضرؑ کو ہدف طعن و تشنیع بنائے رکھتی۔ (العیاذ باللہ) انہی مثالوں سے حق تعالیٰ کے افعال اور ان کی حکمتوں کا اندازہ کر لو۔

۳۔ یعنی لڑکے کے مارے جانے سے اس کے والدین کا ایمان محفوظ ہو گیا اور جو صدمہ ان کو پہنچا حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس کی تلافی ایسی اولاد سے کر دے جو اخلاقی پاکیزگی میں مقتول لڑکے سے بہتر ہو، ماں باپ اس پر شفقت کریں۔ وہ ماں باپ کے ساتھ محبت و تعظیم اور حسن سلوک سے پیش آئے۔ کہتے ہیں اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے نیک لڑکی دی جو ایک نبی سے منسوب ہوئی اور ایک نبی اس سے پیدا ہوئے جس سے ایک امت چلی۔

۴۔ **دیوار سیدھا کرنے کی حکمت** یعنی اگر دیوار گر پڑتی تو یتیم بچوں کا جو مال وہاں گڑا ہوا تھا ظاہر ہو جاتا اور بدنیت لوگ اٹھا لیتے۔ بچوں کا باپ مرد صالح تھا اس کی نیکی کی رعایت سے حق تعالیٰ کا ارادہ ہوا کہ بچوں کے مال کی حفاظت کی جائے۔ میں نے اس کے حکم سے دیوار سیدھی کر دی کہ بچے جوان ہو کر باپ کا خزانہ پا جائیں۔ کہتے ہیں اس خزانہ میں دوسرے مال کے علاوہ ایک سونے کی تختی تھی جس پر محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) لکھا ہوا تھا۔

۵۔ یعنی جو کام خدا کے حکم سے کرنا ضروری ہوا اس پر صبر و ری لینا تمہارا کام نہیں (تنبیہ) اس قصہ کے شروع میں حضرت خضرؑ کی نبوت و ولایت کے متعلق جو کچھ ہم لکھ چکے ہیں اس کو ایک نظر پھر مطالعہ کر لیا جائے۔ آگے ذوالقرنین کا قصہ آتا ہے۔ یہ بھی ان تین چیزوں میں سے تھا جن کی نسبت یہود کے مشورہ سے قریش نے سوالات کئے تھے۔ "روح" کے متعلق جواب سورہ "بنی اسرائیل" میں گذر چکا۔ اصحاب کہف کا قصہ اسی سورت "کہف" میں آ چکا۔ تیسری چیز آگے مذکور ہے۔

قُلْ سَاَتْلُوْا عَلَيْكُمْ مِّنْهُ ذِكْرًا ۝٨٣ اِنَّا مَكَّنَّا لَهٗ فِي

الْاَرْضِ وَاٰتَيْنٰهُ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ سَبَبًا ۝٨٤ فَاَتْبَعَ

سَبَبًا ۝٨٥ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَغْرِبَ الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَغْرُبُ

فِيْ عَيْنٍ حَمِئَةٍ وَّوَجَدَ عِنْدَهَا قَوْمًا ۥ قُلْنَا يٰذَا

الْقَرْنَيْنِ اِمَّآ اَنْ تُعَذِّبَ وَاِمَّآ اَنْ تَتَّخِذَ فِيْهِمْ

حُسْنًا ۝٨٦ قَالَ اَمَّا مَنْ ظَلَمَ فَسَوْفَ نُعَذِّبُهٗ ثُمَّ يُرَدُّ

اِلٰى رَبِّهٖ فَيُعَذِّبُهٗ عَذَابًا نُّكْرًا ۝٨٧ وَاَمَّا مَنْ اٰمَنَ وَ

عَمِلَ صَالِحًا فَلَهٗ جَزَآءَ ۨالْحُسْنٰى ۚ وَسَنَقُوْلُ لَهٗ مِنْ

اَمْرِنَا يُسْرًا ۝٨٨ ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ۝٨٩ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ مَطْلِعَ

الشَّمْسِ وَجَدَهَا تَطْلُعُ عَلٰى قَوْمٍ لَّمْ نَجْعَلْ لَّهُمْ مِّنْ

کی جگہ پایا اس کو کہ نکلتا ہے ایک قوم پر نہیں رکھی ہم نے ان کے لئے

دُوْنِهَا سِتْرًا ﴿۹۰﴾ كَذٰلِكَ ۭ وَقَدْ اَحَطْنَا بِمَا لَدَيْهِ خُبْرًا ﴿۹۱﴾

آفتاب سے ورے کوئی اوٹ ◆ یونہی ہے ◆ اور ہمارے قابو میں آچکی ہے اس کے پاس کی خبر ◆

ثُمَّ اَتْبَعَ سَبَبًا ﴿۹۲﴾ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ بَيْنَ السَّدَّيْنِ وَجَدَ مِنْ

پھر لگا ایک سامان کے پیچھے ◆ یہاں تک کہ جب پہنچا دو پہاڑوں (آڑ) کے بیچ پایا ان سے

دُوْنِهِمَا قَوْمًا ۙ لَّا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ قَوْلًا ﴿۹۳﴾ قَالُوْا يٰذَا

ورے ایک قوم لگتے نہیں کہ سمجھیں ایک بات ◆ بولے اے

الْقَرْنَيْنِ اِنَّ يَاْجُوْجَ وَمَاْجُوْجَ مُفْسِدُوْنَ فِي الْاَرْضِ

ذوالقرنین یہ یاجوج و ماجوج دھوم اٹھاتے ہیں (خرابی کرتے ہیں) ملک میں

فَهَلْ نَجْعَلُ لَكَ خَرْجًا عَلٰٓي اَنْ تَجْعَلَ بَيْنَنَا وَبَيْنَهُمْ

سو کہے تو ہم مقرر کر دیں تیرے واسطے کچھ محصول اس شرط پر کہ بنا دے ہم میں ان میں

سَدًّا ﴿۹۴﴾ قَالَ مَا مَكَّنِّيْ فِيْهِ رَبِّيْ خَيْرٌ فَاَعِيْنُوْنِيْ

ایک آڑ ◆ بولا جو مقدور دیا مجھ کو میرے رب نے وہ بہتر ہے سو مدد کرو میری

◆ ١ **مشرق کی ایک وحشی قوم** یعنی انتہائے مشرق میں ایک ایسی قوم دیکھی جن کو آفتاب کی شعاعوں سے بچانے والی کوئی چیز نہیں تھی یہ لوگ وحشی جانوروں کی طرح گھر بنانے اور چھت ڈالنے کا ان میں دستور نہ ہوگا جیسا کہ اب بھی بعض خانہ بدوش وحشی اقوام میں رواج نہیں ہے۔

◆ ٢ یعنی ذوالقرنین کے سفر مشرق و مغرب کی جو کیفیت بیان کی گئی واقعہ میں اسی طرح ہے جو وسائل انکے پاس تھے اور جو حالات وہاں پیش آئے ان سب پر ہم کو علم محیط ہے۔ تاریخ والے شاید اس جگہ ٹھوکر کھاتے ہوں گے اور اصل حقیقت اللہ کے حوالہ ہے بعض مفسرین نے "کذٰلک" کا مطلب یہ لیا ہے کہ ذوالقرنین نے مغربی قوم کے متعلق جو روش اختیار کی تھی ویسی ہی اس مشرقی قوم کے ساتھ اختیار کی۔ واللہ اعلم۔

◆ ٣ **تیسرا سفر** یہ تیسرا سفر مشرق و مغرب کے سوا کسی تیسری جہت میں تھا مفسرین عموماً اسکو شمالی سفر کہتے ہیں قرآن و حدیث میں یہ تصریح نہیں۔

◆ ٤ **ایک قوم کی درخواست** یعنی ذوالقرنین اور اسکے ساتھیوں کی بولی وہ لوگ نہیں سمجھتے تھے۔ آگے جو گفتگو نقل کی گئی ہے وہ

بِقُوَّةٍ اَجْعَلْ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ رَدْمًا ﴿٩٥﴾ اٰتُوْنِيْ زُبَرَ الْحَدِيْدِ

حَتّٰٓى اِذَا سَاوٰى بَيْنَ الصَّدَفَيْنِ قَالَ انْفُخُوْا

حَتّٰٓى اِذَا جَعَلَهٗ نَارًا قَالَ اٰتُوْنِيْٓ اُفْرِغْ عَلَيْهِ قِطْرًا ﴿٩٦﴾

فَمَا اسْطَاعُوْٓا اَنْ يَّظْهَرُوْهُ وَمَا اسْتَطَاعُوْا لَهٗ نَقْبًا ﴿٩٧﴾

قَالَ هٰذَا رَحْمَةٌ مِّنْ رَّبِّيْ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ رَبِّيْ جَعَلَهٗ

دَكَّآءَ وَكَانَ وَعْدُ رَبِّيْ حَقًّا ﴿٩٨﴾ وَتَرَكْنَا بَعْضَهُمْ

يَوْمَىِٕذٍ يَّمُوْجُ فِيْ بَعْضٍ وَّنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ

جَمْعًا ﴿٩٩﴾ وَّعَرَضْنَا جَهَنَّمَ يَوْمَىِٕذٍ لِّلْكٰفِرِيْنَ عَرْضَا ﴿١٠٠﴾

الَّذِيْنَ كَانَتْ اَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَاۗءٍ عَنْ ذِكْرِيْ وَكَانُوْا

لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَمْعًا ﴿١٠١﴾ اَفَحَسِبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ

يَّتَّخِذُوْا عِبَادِيْ مِنْ دُوْنِيْٓ اَوْلِيَآءَ ۭ اِنَّآ اَعْتَدْنَا جَهَنَّمَ

لِلْكٰفِرِيْنَ نُزُلًا ﴿١٠٢﴾ قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْاَخْسَرِيْنَ

اَعْمَالًا ﴿١٠٣﴾ اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ

يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ﴿١٠٤﴾ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ

كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَلِقَاۗىِٕهٖ فَحَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَلَا

نُقِيْمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَزْنًا ﴿١٠٥﴾ ذٰلِكَ جَزَاۗؤُهُمْ

جَهَنَّمُ بِمَا كَفَرُوْا وَاتَّخَذُوْٓا اٰيٰتِيْ وَرُسُلِيْ هُزُوًا ﴿١٠٦﴾

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ

الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ﴿۱۰۷﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا لَا يَبْغُوْنَ عَنْهَا

باغ فردوس مہمانی — رہا کریں ان میں — نہ چاہیں وہاں سے

حِوَلًا ﴿۱۰۸﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ

جگہ بدلنی ◆ تو کہہ — اگر دریا سیاہی ہو — کہ لکھے میرے رب کی باتیں — بے شک دریا

الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ

ختم ہو چکے — ابھی نہ پوری ہوں — میرے رب کی باتیں — اور اگر چہ دوسرا بھی لائیں ہم ویسا ہی

مَدَدًا ﴿۱۰۹﴾ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ

اس کی مدد کو ◆ تو کہہ — میں بھی ایک آدمی ہوں — جیسے تم — حکم آتا ہے مجھ کو — کہ

اِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ

معبود تمہارا ایک معبود ہے — سو جو کوئی امید رکھتا ہو — ملنے کی اپنے رب سے — سو وہ کرے

عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ﴿۱۱۰﴾

کچھ کام نیک — اور شریک نہ کرے — اپنے رب کی بندگی میں — کسی کو ◆

آیاتہا ۹۸ — (۱۹) سُوْرَۃُ مَرْيَمَ مَكِّيَّةٌ (۴۴) — رکوعاتہا ۶

سورۂ مریم مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں اٹھانوے آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

كٓهٰيٰعٓصٓ ﴿۱﴾ ذِكْرُ رَحْمَتِ رَبِّكَ عَبْدَهٗ زَكَرِيَّا ﴿۲﴾

کٓھٰیٰعٓصٓ — یہ ذکر ہے تیرے رب کی رحمت کا اپنے بندہ — زکریا پر ◆

◆ **مومن صالحین پر انعامات** یعنی ہمیشہ رہنے سے اکتائیں گے نہیں۔ ہر دم تازہ بتازہ نعمتیں ملیں گی۔ کبھی خواہش نہ کریں گے کہ ہم کو یہاں سے منتقل کر دیا جائے۔

◆ **اللہ کے کلمات بیشمار ہیں** قریش نے یہود کے اشارہ سے روح، اصحاب کہف اور ذوالقرنین کے متعلق سوال کیا تھا۔ سورۂ ہذا کی ابتداء میں "اصحاب کہف" کا اور آخر میں ذوالقرنین کا قصہ جہاں تک موضوع قرآن سے متعلق تھا، بیان فرمایا۔ اور روح کے متعلق سورۂ بنی اسرائیل میں فرما دیا۔ "وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا" اب خاتمہ سورت پر بتلاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کی باتیں بے انتہا ہیں۔ جو باتیں تمہارے ظرف، استعداد اور ضرورت کے لائق بتلائی گئیں حق تعالیٰ کی معلومات میں سے اتنی بھی نہیں جتنا سمندر میں سے ایک قطرہ۔ فرض کرو اگر پورے سمندر کا پانی سیاہی بن جائے جس سے خدا کی باتیں لکھنی شروع کی جائیں۔ اس کے بعد دوسرا اور تیسرا ویسا ہی سمندر اس میں شامل کرتے رہو تو سمندر ختم ہو جائیں گے، پر خدا کی باتیں ختم نہ ہوں گی۔ یہیں سے سمجھ لو کہ قرآن اور دوسری کتب سماویہ کے ذریعہ سے خواہ کتنا ہی وسیع علم بڑی سے بڑی مقدار میں کسی کو دے دیا جائے، علم الہٰی کے سامنے وہ بھی قلیل ہے۔ گو ہم اسے کثیر کہہ سکیں۔

◆ **پیغمبر کا علم بھی متناہی ہوتا ہے** یعنی میں بھی تمہاری طرح بشر ہوں، خدا نہیں، جو خود بخود ذاتی طور پر تمام علوم و کمالات حاصل ہوں، ہاں اللہ تعالیٰ علوم حقہ اور معارف قدسیہ میری طرف وحی کرتا ہے جن میں اصل الاصول علم توحید ہے۔ اسی کی طرف میں سب کو دعوت دیتا ہوں۔ جس کسی کو اللہ تعالیٰ سے ملنے کا شوق یا اس کے سامنے حاضر کیے جانے کا خوف ہو اسے چاہیے کہ نیک بھلے کام شریعت کے موافق کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کی بندگی میں ظاہراً و باطناً کسی کو کسی درجہ میں بھی شریک نہ کرے۔ یعنی شرک جلی کی طرح ریا وغیرہ شرک خفی سے بھی بچتا رہے۔ کیونکہ جس عبادت میں غیر اللہ کی شرکت ہو وہ عابد کے منہ پر ماری جائے گی۔ "اللّٰھم اعذنا من شرور انفسنا" اس آیت میں اشارہ کر دیا کہ نبی کا علم بھی متناہی اور عطائی ہے، علم خداوندی کی طرح ذاتی اور غیر متناہی نہیں۔ تم سورۃ الکہف بفضل اللہ تعالیٰ ومنہ وللہ الحمد اولاً و آخراً۔

سورۃ مریم

◆ **حضرت زکریا علیہ السلام** حضرت زکریا علیہ السلام "بنی اسرائیل" کے جلیل القدر انبیاء میں سے ہیں۔ نجاری (بڑھئی) کا پیشہ کرتے تھے اور اپنے ہاتھ سے محنت کر کے کھاتے تھے۔ ان کا قصہ پہلے سورۂ آل عمران میں گذر چکا۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لیے جائیں۔

إِذْ نَادَىٰ رَبَّهُ نِدَاءً خَفِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي وَهَنَ

جب پکارا اس نے — اپنے رب کو — چھپی آواز سے ◆ کہا — اے میرے رب ہو گئی کمزور

الْعَظْمُ مِنِّي وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَيْبًا وَلَمْ أَكُنْ

[illegible]

بِدُعَائِكَ رَبِّ شَقِيًّا ۝ وَإِنِّي خِفْتُ الْمَوَالِيَ مِنْ

[illegible]

وَرَائِي وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا فَهَبْ لِي مِنْ لَدُنْكَ

[illegible]

وَلِيًّا ۝ يَرِثُنِي وَيَرِثُ مِنْ آلِ يَعْقُوبَ ۖ وَاجْعَلْهُ رَبِّ

[illegible]

رَضِيًّا ۝ يَا زَكَرِيَّا إِنَّا نُبَشِّرُكَ بِغُلَامٍ اسْمُهُ يَحْيَىٰ لَمْ

[illegible]

نَجْعَلْ لَهُ مِنْ قَبْلُ سَمِيًّا ۝ قَالَ رَبِّ أَنَّىٰ يَكُونُ

[illegible]

لِي غُلَامٌ وَكَانَتِ امْرَأَتِي عَاقِرًا وَقَدْ بَلَغْتُ مِنَ

[illegible]

◆ **حضرت زکریا علیہ السلام کی دعا** کہتے ہیں یہ رات کی بات تھی اور خلوت میں پست آواز سے عاجزی سے دعا کی۔ دعا کا اصل قاعدہ ہے "اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً" (الاعراف رکوع ۷) [illegible] اور کمال اخلاص سے معمور ہوتی ہے [illegible] بڑھاپے کی عمر میں [illegible] ہو جاتی ہے۔

◆ یعنی بظاہر موت کا وقت قریب ہے۔ سر کے بالوں میں بڑھاپے کی سفیدی چمک رہی ہے اور ہڈیاں تک سوکھ گئیں۔

◆ یعنی آپ نے اپنے فضل و رحمت سے ہمیشہ میری دعائیں قبول کیں اور مخصوص مہربانیوں کا خوگر بنائے رکھا۔ اب اس آخری وقت اور ضعف و پیرانہ سالی میں کیسے گمان کروں کہ میری دعا رد کر کے مہربانی سے محروم رکھیں گے۔ بعض مفسرین نے "وَلَمْ اَکُنْۢ بِدُعَآئِكَ رَبِّ شَقِيًّا" کے معنی یوں کئے ہیں کہ اے پروردگار! آپ کی دعوت پر میں کبھی شقی ثابت نہیں ہوا یعنی جب آپ نے پکارا برابر امتثال امر اور طاعت و فرمانبرداری کی سعادت حاصل کی۔

◆ **قرابت داروں سے اندیشہ** ان کے بھائی بند قرابت دار نا اہل ہوں گے۔ ڈر یہ ہوا کہ وہ لوگ ان کے بعد اپنی بداعمالیوں اور غلط کاریوں سے دین کو نہ بگاڑ دیں اور جو دینی و روحانی دولت یعقوب علیہ السلام کے گھرانے میں منتقل ہوتی ہوئی حضرت زکریا علیہ السلام تک پہنچی تھی اسے اپنی شرارت اور بدتمیزی سے ضائع نہ کر دیں۔

◆ **اللہ سے اپنے وارث کی دعاء** یعنی میں بوڑھا ہوں، بیوی بانجھ ہے، ظاہری سامان اولاد ملنے کا کوئی نہیں لیکن تو اپنی لامحدود قدرت و رحمت سے اولاد عطا فرما، جو دینی خدمات کو سنبھالے اور تیری مقدس امانت کا بوجھ اٹھا سکے۔ میں اس ضعف و پیری میں کیا کر سکتا ہوں۔ دلی یہ چاہتا ہے کہ کوئی بیٹا اس لائق ہو جو اپنے باپ دادوں کی پاک گدی پر بیٹھ سکے۔ ان کے علم و حکمت کے خزانوں کا مالک اور کمالات نبوت کا وارث بنے۔ تنبیہ

انبیاء کی وراثت احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے مال میں وراثت جاری نہیں ہوتی۔ ان کی وراثت وراثت علم میں چلتی ہے۔ خود شیعوں کی معتبر کتاب "کافی کلینی" سے بھی "روح المعانی" میں اس مضمون کی روایات نقل کی ہیں۔ لہٰذا متعین ہے کہ "یرثنی ویرث من آل یعقوب" میں وراثت مالی مراد نہیں۔ جس کی تائید خود لفظ "آل یعقوب" سے ہو رہی ہے۔ کیونکہ ظاہر ہے تمام آل یعقوب کے اموال و املاک کا وارث تنہا حضرت زکریا کا بیٹا کیسے ہو سکتا تھا؟ بلکہ جس وراثت کا ذکر اس موقع پر ظاہر کرتا ہے کہ مالی وراثت مراد نہیں۔ کیونکہ یہ تو تمام دنیا کے نزدیک مسلم ہے کہ بیٹا باپ کے مال کا وارث ہوتا ہے۔ پھر دعاء میں اس کا ذکر کرنا محض بیکار تھا۔ یہ خیال کرنا کہ حضرت زکریا کو اپنے مال و دولت کی فکر تھی کہ کہیں میرے گھر سے نکل کر بنی اعمام اور دوسرے رشتہ داروں میں نہ پہنچ جائے، نہایت پست اور سوقی خیال ہے۔ انبیاء علیہم السلام کی شان یہ نہیں ہوتی کہ دنیا سے رخصت ہوتے وقت دنیا کی متاع حقیر کی فکر میں پڑ جائیں کہ ہائے یہ کہاں جائے گی اور کس کے پاس رہے گی۔ اور لطف یہ ہے کہ حضرت زکریا بڑے دولت مند بھی نہ تھے، بڑھئی کا کام کر کے محنت سے پیٹ پالتے تھے۔ بھلا ان کو بڑھاپے میں کیا غم ہو سکتا تھا کہ چار پیسے رشتہ داروں کے ہاتھ نہ پڑ جائیں۔ العیاذ باللہ۔

◆ یعنی ایسا لڑکا دے جو اپنے اخلاق و اعمال کے لحاظ سے میری اور تیری اور اچھے لوگوں کی پسند کا ہو۔

◆ **حضرت یحییٰ کی بشارت** یعنی دعاء قبول ہوئی اور لڑکے کی بشارت پہنچی۔ جس کا نام (یحییٰ) قبل از ولادت حق تعالیٰ نے تجویز فرما دیا۔ نام بھی ایسا انوکھا جو ان سے پہلے کسی کا نہ رکھا گیا تھا۔ بعض سلف نے یہاں "سمی" کے معنی "شبیہ" کے لئے ہیں یعنی اس شان و صفت کا کوئی شخص ان سے پہلے نہیں ہوا تھا۔ شاید یہ مطلب ہو کہ بوڑھے مرد اور بانجھ عورت سے کوئی ایسا لڑکا اس وقت تک پیدا نہیں کیا گیا تھا۔ یا بعض خاص احوال و صفات (مثلاً رقت قلب اور غلبہ بکا وغیرہ) میں ان کی مثال پہلے نہ گزری ہوگی۔ واللہ اعلم۔

الْكِبَرِ عِتِيًّا ۝٨ قَالَ كَذٰلِكَ ۚ قَالَ رَبُّكَ هُوَ عَلَيَّ

هَيِّنٌ وَّقَدْ خَلَقْتُكَ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ تَكُ شَيْـًٔا ۝٩ قَالَ

رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ؕ قَالَ اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ

ثَلٰثَ لَيَالٍ سَوِيًّا ۝١٠ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ

فَاَوْحٰٓى اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ۝١١ يٰيَحْيٰى خُذِ

الْكِتٰبَ بِقُوَّةٍ ؕ وَاٰتَيْنٰهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا ۝١٢ وَّحَنَانًا مِّنْ لَّدُنَّا

وَزَكٰوةً ؕ وَكَانَ تَقِيًّا ۝١٣ وَّبَرًّۢا بِوَالِدَيْهِ وَلَمْ يَكُنْ جَبَّارًا

عَصِيًّا ۝١٤ وَسَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَيَوْمَ يَمُوْتُ وَيَوْمَ

يُبْعَثُ حَيًّا ۝١٥ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتْ

مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا ۝١٦ فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ

اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان میں پھر پکڑ لیا ان سے ورے

حِجَابًا ۫ فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا

ایک پردہ پھر بھیجا ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ پھر بن کر آیا اس کے آگے آدمی

سَوِيًّا ۝١٧ قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ

پورا بولی مجھ کو رحمٰن کی پناہ تجھ سے اگر ہے تو

تَقِيًّا ۝١٨ قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ ۖ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا

ڈر رکھنے والا بولا میں تو بھیجا ہوا ہوں تیرے رب کا کہ دے جاؤں تجھ کو ایک لڑکا

زَكِيًّا ۝١٩ قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ

ستھرا بولی کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور چھوا نہیں مجھ کو آدمی نے اور میں

اَكُ بَغِيًّا ۝٢٠ قَالَ كَذٰلِكِ ۚ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ ۚ

بدکار بھی نہیں تھی بولا یونہی ہے فرما دیا تیرے رب نے وہ مجھ پر آسان ہے

وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا ۚ وَكَانَ اَمْرًا

اور اس کو ہم کیا چاہتے ہیں لوگوں کے لیے نشانی اور مہربانی اپنی طرف سے اور ہے یہ کام

مَّقْضِيًّا ۝٢١ فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا ۝٢٢

مقرر ہو چکا پھر پیٹ میں لیا اس کو پھر یکسو ہوئی اس کو لے کر ایک پرے مکان میں

فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ ۚ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ

پھر لے آیا اس کو درد زہ ایک کھجور کی جڑ میں بولی کسی طرح میں

◆ **حضرت مریم کی شرم وعفت** | یعنی غسل حیض کرنے کو۔ یہ ہی پہلا حیض تھا۔ تیرہ برس کی عمر تھی یا چودہ برس کی۔ شرم کے مارے مجمع سے الگ ہو کر ایک مکان میں چلی گئیں۔ جو "بیت المقدس" سے مشرق کی طرف تھا۔ اسی لئے نصاریٰ نے مشرق کو اپنا قبلہ بنا لیا۔

◆ **حضرت جبرئیل کی آمد** | یعنی حضرت جبرئیلؑ نوجوان خوبصورت مرد کی شکل میں پہنچے جیسا کہ فرشتوں کی عادت ہے کہ عموماً خوش منظر صورتوں میں متمثل ہوتے ہیں۔ اور ممکن ہے یہاں حضرت مریمؑ کی انتہائی عفت و پاکبازی کا امتحان بھی مقصود ہو کہ ایسے زبردست دواعی و محرکات بھی ان کے جذبات عفاف وتقویٰ کو ادنیٰ ترین جنبش نہ دے سکے۔

◆ مریمؑ نے اول وہلہ میں سمجھا کہ کوئی آدمی ہے۔ تنہائی میں دفعۃً ایک مرد کے سامنے آ جانے سے قدرتی طور پر خوفزدہ ہوئیں اور اپنی حفاظت کی فکر کرنے لگیں۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ فرشتہ کے چہرہ پر تقویٰ و طہارت کے انوار چمکتے دیکھ کر اسی قدر کہنا کافی سمجھا کہ میں تیری طرف سے رحمٰن کی پناہ میں آتی ہوں۔ اگر تیرے دل میں خدا کا ڈر ہوگا (جیسا کہ پاک و نورانی چہرہ سے روشن تھا) تو میرے پاس سے چلا جائے گا اور مجھ سے کچھ تعرض نہ کرے گا۔

◆ **حضرت جبرئیل کی بشارت** | یعنی گھبراؤ نہیں میری نسبت کوئی برا خیال آیا ہو تو دل سے نکال دو۔ میں آدمی نہیں۔ تیرے اسی رب کا (جس کی تو پناہ ڈھونڈتی ہے) بھیجا ہوا فرشتہ ہوں۔ اس لئے آیا ہوں کہ خداوند قدوس کی طرف سے تجھ کو ایک پاکیزہ صاف ستھرا اور مبارک مسعود لڑکا عطا کروں۔ "غُلٰمًا زَکِیًّا" (پاکیزہ لڑکا) کہنے میں اشارہ ہو گیا کہ وہ حسب و نسب اور اخلاق وغیرہ کے اعتبار سے بالکل پاک و صاف ہوگا۔

◆ **حضرت مریم کا تعجب** | مریم کے دل میں خدا نے یقین ڈال دیا کہ بیشک یہ فرشتہ ہے۔ مگر تعجب ہوا کہ جب عورت کا شوہر نہیں جو اس کو حلال طریقہ سے چھو سکتا، اور بدکار بھی نہیں کہ حرام طریقہ سے بچہ حاصل کرلے، ایسی حالت میں پاکیزہ اولاد کیونکر مل جائے گی۔ جیسا کہ حضرت زکریاؑ نے اس سے کم عجیب بشارت پر سوال کیا تھا۔

◆ یہ وہی جواب ہے جو حضرت زکریاؑ کو دیا گیا تھا۔ گذشتہ رکوع میں دیکھ لیا جائے۔

◆ یعنی یہ کام ضرور ہو کر رہے گا۔ پہلے سے طے شدہ ہے۔ تخلف نہیں ہو سکتا۔ ہماری حکمت اسی کو مقتضی ہے کہ بدون مس بشر کے محض عورت کے وجود سے بچہ پیدا کیا جائے۔ اور وہ دیکھنے اور سننے والوں کے لئے ہماری قدرت عظیمہ کی ایک نشانی ہو کیونکہ تمام انسان مرد و عورت کے ملنے سے پیدا ہوتے ہیں۔ آدم علیہ السلام دونوں کے بدون پیدا ہوئے اور حوا کو صرف مرد کے وجود سے پیدا کیا گیا۔ چوتھی صورت یہ ہے جو حضرت مسیحؑ میں ظاہر ہوئی کہ مرد کے بدون صرف عورت کے وجود سے ان کا وجود ہوا۔ اس طرح پیدائش کی چاروں صورتیں واقع ہو گئیں۔ پس حضرت مسیح علیہ السلام کا وجود قدرت الٰہیہ کا ایک نشان اور حق تعالیٰ کی طرف سے دنیا کے لئے بڑی رحمت کا سامان ہے۔

◆ **قرار حمل** | کہتے ہیں فرشتہ نے پھونک ماری حمل ٹھہر گیا۔ وفی البحر "وذکروا ان جبریل علیہ السلام نفخ فی جیب درعھا او فیہ وفی کمّھا والظاھر ان المسند الیہ النفخ ھو اللہ تعالیٰ لقولہ فنفخنا۔ (۶/۱۸۱) کما قال فی آدم ونفخت فیہ من روحی واللہ اعلم۔

◆ یعنی جب وضع حمل کا وقت قریب آیا شرم کے مارے سب سے علیحدہ ہو کر کسی بعید مکان میں چلی گئیں۔ شاید وہ وہی جگہ ہو جسے "بیت اللحم" کہتے ہیں۔ یہ مقام "بیت المقدس" سے آٹھ میل ہے۔ ذکرہ ابن کثیر عن وھب۔

مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ﴿٢٣﴾ فَنَادٰىهَا مِنْ

تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِىْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا ﴿٢٤﴾ وَ

هُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا

جَنِيًّا ﴿٢٥﴾ فَكُلِىْ وَاشْرَبِىْ وَقَرِّىْ عَيْنًا ۚ فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ

الْبَشَرِ اَحَدًا ۙ فَقُوْلِىْٓ اِنِّىْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ

اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا ﴿٢٦﴾ فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ ۭ قَالُوْا

يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ شَيْـًٔا فَرِيًّا ﴿٢٧﴾ يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ

اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا ﴿٢٨﴾ فَاَشَارَتْ

اِلَيْهِ ۭ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا ﴿٢٩﴾ قَالَ

وَلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ اِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۳۵﴾ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ﴿۳۶﴾ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ مَّشْهَدِ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۳۷﴾ اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ ۙ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا لٰكِنِ الظّٰلِمُوْنَ الْيَوْمَ فِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۸﴾ وَاَنْذِرْهُمْ يَوْمَ الْحَسْرَةِ اِذْ قُضِىَ الْاَمْرُ ۘ وَهُمْ فِىْ غَفْلَةٍ وَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَيْهَا وَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ﴿۴۰﴾ وَاذْكُرْ

حضرت عیسیٰ کی الوہیت کا رد [illegible]

[illegible]

[illegible]

اسی طرح "کُنْ فَیَکُوْنُ" میں آ گیا۔ یعنی ایسے قادرِ مطلق کے لئے کیا مشکل ہے کہ ایک بچہ کو بن باپ پیدا کر دے۔ اگر عیسائی خدا کو باپ اور مریم کو ماں کہتے ہیں تو کیا (معاذ اللہ) دوسرے تعلقاتِ زن و شوئی کا بھی اقرار کریں گے؟ باپ والی کر بھی بہرحال تخلیق کا طریقہ وہ تو نہ ہوگا جو توالد والدین میں ہوتا ہے۔ پھر بدون باپ کے پیدا ہونے میں کیا اشکال ہے۔

توحید خالص کی تعلیم | یہ کس نے کہا؟ بعض کے نزدیک یہ حضرت مسیح علیہ السلام کا مقولہ ہے۔ گویا پیشتر حضرت مسیح کی جو گفتگو "قَالَ اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ الخ" سے نقل کی گئی تھی یہ اس کا تتمہ ہوا۔ درمیان میں مخاطبین کی تنبیہ کے لئے "ذٰلِکَ عِیْسَی ابْنُ مَرْیَمَ" سے حق تعالیٰ کا کلام تھا۔ میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ اس کو "وَاذْکُرْ فِی الْکِتٰبِ مَرْیَمَ الخ" کے ساتھ لگایا جائے۔ یعنی (اے محمد صلعم) کتاب میں مریم و مسیح کا حال سنا کر یہ تذکرہ کر دیجئے کہ میرا اور تمہارا سب کا رب اللہ ہے۔ تنہا اسی کی بندگی کرو۔ بٹتے مت جاؤ۔ سیدھی راہ توحید خالص کی ہے جس میں کچھ اینچ پیچ نہیں۔ سب انبیاء اسی کی طرف ہدایت کرتے آئے لیکن لوگوں نے بہت سے فرقے بنا لئے اور جدی جدی راہیں نکال لیں۔ سو جو لوگ توحید کا انکار کر رہے ہیں انہیں بڑے ہولناک دن (روز قیامت) کی حاضری سے خبردار رہنا چاہئے جو یقیناً پیش آنے والی ہے۔

آخرت میں کفار کا دیکھنا سننا | یعنی آج تو جبکہ سننا اور دیکھنا مفید تھا بالکل اندھے بہرے بنے ہوئے ہیں اور قیامت کے دن جب دیکھنا سننا کچھ فائدہ نہ دے گا آنکھیں اور کان خوب کھل جائیں گے اس وقت وہ باتیں سنیں گے جن سے کلیجے پھٹ جائیں اور وہ منظر دیکھیں گے جس سے چہرے سیاہ ہو جائیں نعوذ باللہ منہ۔

کافروں کو پچھتانے کے بہت مواقع پیش آئیں گے۔ آخری موقع وہ ہوگا جب موت کو مینڈھے کی صورت میں لا کر بہشت و دوزخ کے درمیان سب کو دکھا کر ذبح کیا جائے گا اور ندا آئے گی کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں ہمیشہ کے لئے رہ پڑے۔ اس کے بعد کسی کو موت آنے والی نہیں۔ اس وقت کافر بالکل ناامید ہو کر حسرت سے ہاتھ کاٹیں گے۔ یعنی

اب پچھتائے کیا ہوت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

کفار کی غفلت | یعنی اس وقت انہیں یقین نہیں کہ واقعی ایسا دن آنے والا ہے۔ وہ غفلت کے نشہ میں مخمور ہیں اور بڑی بھاری بھول میں پڑے ہیں۔ کاش اس وقت آنکھیں کھولتے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھتے۔ اس دن پچھتانے سے حسرت و افسوس کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ "اَلْاٰنَ قَدْ نَدِمْتُ وَمَا یَنْفَعُ النَّدَمُ"

یعنی کسی کا ملک و ملک باقی نہ رہے گا۔ ہر چیز ظاہراً و باطناً مالک حقیقی کی طرف لوٹ جائے گی۔ وہی بلا واسطہ حاکم و متصرف علی الاطلاق ہوگا۔ جس چیز میں جس طرح چاہے گا اپنی حکمت کے موافق تصرف کرے گا۔ دنیا کے جن سامانوں نے تم کو غفلت میں ڈال رکھا ہے سب کا ایک ہی وارث باقی رہ جائے گا۔ ملک و ملک کے لمبے چوڑے دعوے رکھنے والے سب فنا کے گھاٹ اتار دیئے جائیں گے۔

فِي الْكِتٰبِ اِبْرٰهِيْمَ ۬ اِنَّهٗ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا (۴۱) اِذْ

قَالَ لِاَبِيْهِ يٰاَبَتِ لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ

وَلَا يُغْنِيْ عَنْكَ شَيْئًا (۴۲) يٰاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ

الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا (۴۳)

يٰاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ ۭ اِنَّ الشَّيْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ

عَصِيًّا (۴۴) يٰاَبَتِ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ

الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّيْطٰنِ وَلِيًّا (۴۵) قَالَ اَرَاغِبٌ اَنْتَ

عَنْ اٰلِـهَتِيْ يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ۚ لَىِٕنْ لَّمْ تَنْتَهِ لَاَرْجُمَنَّكَ

وَاهْجُرْنِيْ مَلِيًّا (۴۶) قَالَ سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ

إِنَّهُۥ كَانَ بِى حَفِيًّا ﴿٤٧﴾ وَأَعْتَزِلُكُمْ وَمَا تَدْعُونَ مِن دُونِ

بے شک وہ ہے مجھ پر مہربان ◆ اور میں چھوڑتا ہوں تم کو اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا

ٱللَّهِ وَأَدْعُوا۟ رَبِّى عَسَىٰٓ أَلَّآ أَكُونَ بِدُعَآءِ رَبِّى

اور میں بندگی کروں گا اپنے رب کی امید ہے کہ نہ رہوں گا اپنے رب کی بندگی کر کر

شَقِيًّا ﴿٤٨﴾ فَلَمَّا ٱعْتَزَلَهُمْ وَمَا يَعْبُدُونَ مِن دُونِ

محروم ◆ پھر جب جدا ہوا ان سے اور جن کو وہ پوجتے تھے اللہ کے سوا

ٱللَّهِ وَهَبْنَا لَهُۥٓ إِسْحَٰقَ وَيَعْقُوبَ ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا نَبِيًّا ﴿٤٩﴾

بخشا ہم نے اس کو اسحاق اور یعقوب اور دونوں کو نبی کیا ◆

وَوَهَبْنَا لَهُم مِّن رَّحْمَتِنَا وَجَعَلْنَا لَهُمْ لِسَانَ

اور دیا ہم نے ان کو اپنی رحمت سے اور رکھا ان کے واسطے

صِدْقٍ عَلِيًّا ﴿٥٠﴾ وَٱذْكُرْ فِى ٱلْكِتَٰبِ مُوسَىٰٓ ۚ إِنَّهُۥ كَانَ

سچا بول اونچا ◆ اور مذکور کر کتاب میں موسیٰ کا ◆ بے شک وہ تھا

ع ۳

مُخْلَصًا وَكَانَ رَسُولًا نَّبِيًّا ﴿٥١﴾ وَنَٰدَيْنَٰهُ مِن جَانِبِ

چنا ہوا اور تھا رسول نبی ◆ اور پکارا ہم نے اس کو داہنی طرف سے

ٱلطُّورِ ٱلْأَيْمَنِ وَقَرَّبْنَٰهُ نَجِيًّا ﴿٥٢﴾ وَوَهَبْنَا لَهُۥ مِن

طور کی اور نزدیک بلایا اس کو بھید کہنے کو ◆ اور بخشا ہم نے اس کو اپنی

◆ **والد کیلئے استغفار کا وعدہ** امید ہے اپنی مہربانی سے میرے باپ کے گناہ معاف فرما دے گا۔ حضرت ابراہیم نے استغفار کا وعدہ اس لئے کیا تھا چنانچہ استغفار کرتے رہے جب اللہ کی مرضی نہ دیکھی تب موقوف کیا۔ یہ بحث سورۂ توبہ (براءۃ) میں "ما کان للنبی والذین امنوا ان یستغفروا للمشرکین الخ" کے تحت میں گذر چکی ہے۔ ملاحظہ کر لی جائے۔

رَحْمَتِنَآ اَخَاهُ هٰرُوْنَ نَبِيًّا ﴿۵۳﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِسْمٰعِيْلَ ز

مہربانی سے ◆ بھائی اس کا ہارون نبی (بنا کر) ◆ اور مذکور کر کتاب میں ◆ اسمٰعیل کا

اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الْوَعْدِ وَكَانَ رَسُوْلًا نَّبِيًّا ﴿۵۴﴾ وَكَانَ

وہ تھا وعدے کا سچا ◆ اور تھا رسول نبی ◆ اور

يَاْمُرُ اَهْلَهٗ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ ۪ وَكَانَ عِنْدَ رَبِّهٖ

حکم کرتا تھا اپنے گھر والوں کو ◆ نماز کا اور زکوٰۃ کا ◆ اور تھا اپنے رب کے یہاں

مَرْضِيًّا ﴿۵۵﴾ وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ اِدْرِيْسَ ز اِنَّهٗ كَانَ

پسندیدہ ◆ اور مذکور کر کتاب میں ◆ ادریس کا ◆ وہ تھا

صِدِّيْقًا نَّبِيًّا ﴿۵۶﴾ ق وَّرَفَعْنٰهُ مَكَانًا عَلِيًّا ﴿۵۷﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ

سچا نبی ◆ اور اٹھا لیا ہم نے اس کو ایک اونچے مکان پر ◆ وہ لوگ ہیں

اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ق وَ

جن پر انعام کیا اللہ نے ◆ پیغمبروں میں ◆ آدم کی اولاد میں ◆ اور

مِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ز وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ

ان میں ◆ جن کو سوار کر لیا ہم نے نوح کے ساتھ ◆ اور ابراہیم کی اولاد میں ◆ اور

اِسْرَآءِيْلَ ز وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَاجْتَبَيْنَا ط اِذَا تُتْلٰى

اسرائیل کی ◆ اور ان میں جن کو ہم نے ہدایت کی ◆ اور پسند کیا ◆ جب ان کو سنائیے

◆ **حضرت ہارون پر اللہ کی رحمت** | یعنی ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ کے کام میں مددگار ہوئے جیسا کہ انھوں نے خود درخواست کی تھی۔ وَاَخِيْ هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّيْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِيَ رِدْاً يُّصَدِّقُنِيْٓ (القصص رکوع ۴) اور وَاجْعَلْ لِّيْ وَزِيْرًا مِّنْ اَهْلِيْ هٰرُوْنَ اَخِي (طٰہٰ رکوع ۲) حق تعالیٰ نے درخواست قبول فرمائی اور ہارون کو نبی بنا کر ان کی اعانت و تقویت

عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا ﴿۵۸﴾ فَخَلَفَ

ان پر آیتیں رحمٰن کی گر پڑتے ہیں سجدہ کرتے ہوئے اور روتے ہوئے ◆ پھر ان کی جگہ

مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا

آئے ناخلف کھو بیٹھے نماز اور پیچھے پڑ گئے

الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ﴿۵۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ

مزوں کے سو آگے دیکھیں گے گمراہی کو ◆ مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا

وَعَمِلَ صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ

اور کی نیکی سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں اور ان کا حق ضائع نہ ہوگا

شَيْـًٔا ﴿۶۰﴾ جَنّٰتِ عَدْنِ ِۨالَّتِيْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَيْبِ

کچھ ◆ باغوں میں رہنے کے جن کا وعدہ کیا ہے رحمٰن نے اپنے بندوں سے ان کے بن دیکھے

اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِيًّا ﴿۶۱﴾ لَا يَسْمَعُوْنَ فِيْهَا لَغْوًا اِلَّا

بے شک ہے اس کے وعدہ پر پہنچنا ◆ نہ سنیں گے وہاں بک بک سوائے

سَلٰمًا ۭ وَلَهُمْ رِزْقُهُمْ فِيْهَا بُكْرَةً وَّعَشِيًّا ﴿۶۲﴾ تِلْكَ

سلام ◆ اور ان کے لیے ہے ان کی روزی وہاں صبح اور شام ◆ یہ

الْجَنَّةُ الَّتِيْ نُوْرِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا ﴿۶۳﴾

وہ بہشت ہے جو میراث دیں گے ہم اپنے بندوں میں جو کوئی ہو پرہیزگار ◆

◆ **تلاوت قرآن کا ادب** | یعنی باوجود اس قدر علو مقام اور معرفت کامل پر پہنچنے کے شان عبودیت و بندگی میں کامل ہیں۔ اللہ کا کلام سن کر اور اس کے معانی سے متأثر ہو کر نہایت عاجزی اور خشوع و خضوع کے ساتھ سجدہ میں گر پڑتے ہیں اور اس کو یاد کر کے روتے ہیں۔ اسی لیے علماء کا اتفاق ہے کہ اس آیت پر سجدہ کرنا چاہیے۔ ان مقربین کے طریقہ کو یاد کر کے ایک طرح کی مشابہت ان سے

وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا

خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ﴿٦٤﴾ رَبُّ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ

لِعِبَادَتِهٖ ۭ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ﴿٦٥﴾ وَيَقُوْلُ الْاِنْسَانُ

ءَاِذَا مَا مِتُّ لَسَوْفَ اُخْرَجُ حَيًّا ﴿٦٦﴾ اَوَلَا يَذْكُرُ الْاِنْسَانُ

اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ وَلَمْ يَكُ شَيْـًٔا ﴿٦٧﴾ فَوَرَبِّكَ

لَنَحْشُرَنَّهُمْ وَالشَّيٰطِيْنَ ثُمَّ لَنُحْضِرَنَّهُمْ حَوْلَ جَهَنَّمَ

جِثِيًّا ﴿٦٨﴾ ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى

الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ﴿٦٩﴾ ثُمَّ لَنَحْنُ اَعْلَمُ بِالَّذِيْنَ هُمْ اَوْلٰى بِهَا

صِلِيًّا ﴿٧٠﴾ وَإِنْ مِّنْكُمْ إِلَّا وَارِدُهَا ۚ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ حَتْمًا

داخل ہونے کے (اس میں) جھونکے جانے کے ◆ اور کوئی نہیں تم میں جو نہ پہنچے گا اس پر ہو چکا ہے تیرے رب پر لازم

مَّقْضِيًّا ﴿٧١﴾ ثُمَّ نُنَجِّي الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّنَذَرُ الظّٰلِمِيْنَ

مقرر پھر بچا دیں گے ہم ان کو جو ڈرتے رہے اور چھوڑ دیں گے گنہگاروں کو

فِيْهَا جِثِيًّا ﴿٧٢﴾ وَإِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ قَالَ

اس میں اوندھے گرے ہوئے ◆ اور جب سنائے ان کو ہماری آیتیں کھلی ہوئی کہتے ہیں

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا ۙ اَيُّ الْفَرِيْقَيْنِ خَيْرٌ

جو لوگ کہ منکر ہیں ایمان والوں کو دونوں فرقوں میں کس کا مکان

مَّقَامًا وَّاَحْسَنُ نَدِيًّا ﴿٧٣﴾ وَكَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنْ قَرْنٍ

بہتر ہے اور کس کی اچھی لگتی ہے مجلس ◆ اور کتنی ہلاک کر چکے ہم پہلے ان سے جماعتیں

هُمْ اَحْسَنُ اَثَاثًا وَّرِءْيًا ﴿٧٤﴾ قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ

وہ ان سے بہتر تھے سامان میں اور نمود میں ◆ تو کہہ جو رہا بھٹکتا گمراہی میں

فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ۚ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ

سو چاہیے اس کو کھینچ لے جائے رحمٰن لمبا ◆ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جس چیز کا وعدہ ہوا ان سے

اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ۗ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ

یا آفت اور یا قیامت سو تب معلوم کر لیں گے کس کا

شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ﴿٧٥﴾ وَيَزِيْدُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

برا ہے مکان اور کس کی فوج کمزور ہے ◆ اور بڑھاتا جاتا ہے اللہ ان کو

اهْتَدَوْا هُدًى ۗ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ

رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ مَّرَدًّا ﴿٧٦﴾ اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ

بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّوَلَدًا ﴿٧٧﴾ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ

اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ﴿٧٨﴾ كَلَّا ۚ سَنَكْتُبُ مَا

يَقُوْلُ وَنَمُدُّ لَهٗ مِنَ الْعَذَابِ مَدًّا ﴿٧٩﴾ وَّنَرِثُهٗ مَا

يَقُوْلُ وَيَاْتِيْنَا فَرْدًا ﴿٨٠﴾ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً

لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ﴿٨١﴾ كَلَّا ۚ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ

وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ﴿٨٢﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّآ اَرْسَلْنَا

الشَّيٰطِيْنَ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ تَؤُزُّهُمْ اَزًّا ﴿٨٣﴾ فَلَا تَعْجَلْ

◆ **مومنین کی ہدایت میں زیادتی** | یعنی جیسے گمراہوں کو گمراہی میں ڈھیلا چھوڑ دیتا ہے، ان کے بالمقابل جو سوجھ بوجھ کر راہ ہدایت اختیار کریں ان کی سوجھ بوجھ اور فہم و بصیرت کو اور زیادہ تیز کر دیتا ہے جس سے وہ حق تعالیٰ کی خوشنودی کے راستوں پر بگٹٹ اڑے چلے جاتے ہیں۔

◆ یعنی دنیا کی رونق سب کے پاس کام کی نہیں۔ نیکیاں سب رہیں گی اور وہ نافع رہیں گی۔ آخرت میں ہر نیکی کا بہترین بدلہ اور بہترین انجام ملے گا۔

◆ **ایک مسلمان مزدور اور کافر کا واقعہ** | یعنی کفر کے باوجود آپ نے یہ جرأت دیکھی، ایک کافر مالدار ایک مسلمان لوہار کو کہنے لگا تو مسلمانی سے منکر ہو تو تیری مزدوری دوں۔ اس نے کہا اگر تو مرے اور پھر جئے تو بھی میں منکر نہ ہوں۔ اس نے کہا اگر مر کر پھر جیونگا تو یہی مال و اولاد وہاں بھی ہوگا، تجھ کو مزدوری وہاں دے دونگا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی وہاں دولت ملتی ہے ایمان سے، کافر چاہے کہ یہاں کی دولت وہاں ملے، یا کفر کے باوجود اخروی عیش و نعم کے مزے اڑائے یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔

◆ **کافر کا دعویٰ بے بنیاد ہے** | یعنی ایسے یقین و وثوق سے جو دعویٰ کر رہا ہے کیا غیب کی خبر پالی ہے؟ یا خدا سے کوئی عہد لے چکا ہے؟ ظاہر ہے کہ دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں۔ ایک گندے کافر کی کیا مجال کہ وہ اس طرح کی غیبیات تک رسائی حاصل کر لے؟ رہا خدا کا عہد وہ ان لوگوں سے ہو سکتا ہے جنہوں نے اپنے عہد پورا کر کے "لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ" اور عمل صالح کی امانت خدا کے پاس رکھ دی ہے۔

◆ یعنی یہ قول بھی شامل مسل کر لیا جائے گا اور مال و اولاد کی جگہ اس کی سزا بڑھا دی جائے گی۔

◆ **قیامت میں اکیلا آئے گا** | "جو بتلا رہا ہے" یعنی مال اور اولاد۔ چنانچہ اس کافر کے دونوں بیٹے مسلمان ہوئے (کذا فی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ یہ چیزیں اس سے الگ کر لی جائیں گی۔ قیامت میں اکیلا حاضر ہوگا نہ مال کام آئے گا نہ اولاد ساتھ دے گی۔

◆ یعنی مال و اولاد سے بڑھ کر اپنے جھوٹے معبودوں کی مدد کے امیدوار ہیں کہ وہ ان کو خدا کے ہاں بڑے بڑے رتبے دلائیں گے۔ حالانکہ ہرگز ایسا ہونے والا نہیں۔ محض سودائے خام ہے جو اپنے دماغوں میں پکا رہے ہیں۔

◆ یعنی وہ معبود مدد تو کیا کرتے، خود ان کی بندگی سے بیزار ہوں گے۔ اور الٹے مد مقابل ہو کر بجائے عزت بڑھانے کے اور زیادہ ذلت و رسوائی کا سبب بنیں گے۔ جیسا کہ پہلے گذر چکا۔ "وَإِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوا لَهُمْ أَعْدَاءً وَكَانُوا بِعِبَادَتِهِمْ كَافِرِينَ" (الاحقاف رکوع ۱)

عَلَيْهِمْ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا ﴿۸۴﴾ يَوْمَ نَحْشُرُ الْمُتَّقِيْنَ اِلَى

ان پر ہم تو شمار کر رہے ہیں ان کی گنتی جس دن ہم اکٹھا کر لائیں گے پرہیزگاروں کو

الرَّحْمٰنِ وَفْدًا ﴿۸۵﴾ وَّنَسُوْقُ الْمُجْرِمِيْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ وِرْدًا ﴿۸۶﴾

رحمن کے پاس مہمان بلائے ہوئے اور ہانک لے جائیں گے گنہگاروں کو دوزخ کی طرف پیاسے

لَا يَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ

نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا مگر جس نے لے لیا ہے رحمن سے

عَهْدًا ﴿۸۷﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ﴿۸۸﴾ لَقَدْ جِئْتُمْ

وعدہ اور لوگ کہتے ہیں رحمن رکھتا ہے اولاد بے شک تم آ پھنسے ہو

شَيْئًا اِدًّا ﴿۸۹﴾ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ

بھاری چیز میں ابھی آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے اور ٹکڑے ہو

الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ﴿۹۰﴾ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ﴿۹۱﴾

زمین اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر اس پر کہ پکارتے ہیں رحمن کے نام پر اولاد

وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ﴿۹۲﴾ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي

اور نہیں پھبتا رحمن کو کہ رکھے اولاد کوئی نہیں

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ﴿۹۳﴾ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ

آسمانوں اور زمین میں جو نہ آئے رحمن کا بندہ ہو کر اس کے پاس ان کی شمار ہے

وَعَدَّهُمْ عَدًّا ﴿۹۴﴾ وَكُلُّهُمْ اٰتِيْهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَرْدًا ﴿۹۵﴾ اِنَّ

اور گن رکھی ہے ان کی گنتی اور ہر ایک ان میں آئے گا اس کے سامنے قیامت کے دن اکیلا جو لوگ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ

جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں انھوں نے نیکیاں ان کو دے گا رحمٰن

وُدًّا ﴿۹۶﴾ فَإِنَّمَا يَسَّرْنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الْمُتَّقِينَ وَ

محبت ◆ سو ہم نے آسان کر دیا یہ قرآن تیری زبان میں اسی واسطے کہ خوشخبری سنا دے تو ڈرنے والوں کو اور

تُنْذِرَ بِهِ قَوْمًا لُدًّا ﴿۹۷﴾ وَكَمْ أَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْنٍ

ڈرا دے جھگڑالو لوگوں کو ◆ اور بہت ہلاک کر چکے ہم ان سے پہلے جماعتیں

هَلْ تُحِسُّ مِنْهُمْ مِنْ أَحَدٍ أَوْ تَسْمَعُ لَهُمْ رِكْزًا ﴿۹۸﴾ ع

آہٹ پاتا ہے تو ان میں کسی کی یا سنتا ہے ان کی بھنک ◆

آیاتہا ۱۳۵ (۲۰) سُورَةُ طٰهٰ مَكِّيَّةٌ (۴۵) رکوعاتہا ۸

سورۂ طٰہٰ مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ایک سو پینتیس آیتیں ہیں اور آٹھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰهٰ ﴿۱﴾ مَا أَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لِتَشْقٰى ﴿۲﴾ إِلَّا تَذْكِرَةً

طٰہٰ اس واسطے نہیں اتارا ہم نے تجھ پر قرآن کہ تو محنت میں پڑے مگر نصیحت کے واسطے

لِمَنْ يَخْشٰى ﴿۳﴾ تَنْزِيلًا مِمَّنْ خَلَقَ الْأَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ

اس کی جو ڈرتا ہے ◆ اتارا ہوا ہے اس کا (کلام) جس نے بنائی زمین اور آسمان

الْعُلٰى ﴿۴﴾ الرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ﴿۵﴾ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ

اونچے ◆ وہ بڑا مہربان عرش پر قائم ہوا ◆ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں

وَمَا فِي الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرَىٰ ﴿٦﴾ وَإِن

اور جو کچھ زمین میں — اور ان دونوں کے درمیان — اور جو کچھ گیلی زمین کے ◆ — اور اگر

تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَإِنَّهُ يَعْلَمُ السِّرَّ وَأَخْفَى ﴿٧﴾ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ

تو بات کہے پکار کر — تو اس کو تو خبر ہے چھپی ہوئی بات کی اور اس سے بھی چھپی ہوئی کی ◆ — اللہ ہے جس کے سوا

إِلَّا هُوَ ۖ لَهُ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ ﴿٨﴾ وَهَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ مُوسَىٰ ﴿٩﴾

بندگی نہیں کسی کی — اسی کے ہیں سب نام خاصے ◆ — اور پہنچی ہے تجھ کو — بات موسیٰ کی ◆

إِذْ رَأَىٰ نَارًا فَقَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوا إِنِّي آنَسْتُ نَارًا

جب اس نے دیکھی ایک آگ — تو کہا اپنے گھر والوں کو — ٹھہرو — میں نے دیکھی ہے ایک آگ

لَّعَلِّي آتِيكُم مِّنْهَا بِقَبَسٍ أَوْ أَجِدُ عَلَى النَّارِ هُدًى ﴿١٠﴾

شاید لے آؤں تمہارے پاس اس میں سے سلگا کر — یا پاؤں آگ پر پہنچ کر رستہ کا پتہ

فَلَمَّا أَتَاهَا نُودِيَ يَا مُوسَىٰ ﴿١١﴾ إِنِّي أَنَا رَبُّكَ فَاخْلَعْ

پھر جب پہنچا آگ کے پاس — آواز آئی اے موسیٰ ◆ — میں ہوں تیرا رب — سو اتار ڈال

◆ **اللہ کی حکومت** | یعنی وہی ایک شاہانہ ترکیب لیے رہے آسمانوں سے زمین تک اور زمین سے تحت الثریٰ تک تمام کائنات کا مالک و خالق ہے۔ اسی کی تدبیر و انتظام سے کل سلسلے قائم ہیں۔ (تنبیہ) آسمان و زمین کی درمیانی مخلوق سے یہ تو کائنات مراد ہیں جو ہمیشہ دونوں کے درمیان ہی رہتی ہیں۔ مثلاً ہوا، بادل وغیرہ اور یا وہ چیزیں بھی اس میں شامل ہوں جو کبھی ہوا میں پرواز کرتی ہیں جیسے پرندہ جانور اور "ثریٰ" (گیلی زمین) سے زمین کے نیچے کا طبقہ مراد ہے جو پانی کے قرب و اتصال کی وجہ سے تر رہتا ہے۔

◆ **علم الٰہی کی وسعت** | پہلے قدرت و تصرف کا بیان تھا، اس آیت میں علم الٰہی کی وسعت کا تذکرہ ہے۔ یعنی جو بات زور سے پکار کر کی جائے وہ اس علام الغیوب سے کیونکر پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ جس کو ہر کھلی چھپی بلکہ چھپی سے زیادہ چھپی ہوئی باتوں کی خبر ہے۔ جو بات تنہائی میں آہستہ کہی جائے اور جو دل میں گذرے مگر ابھی زبان تک نہ آئی ہو اور جو ابھی دل میں بھی نہیں گذری آئندہ گذرنے والی ہو، حق تعالیٰ کا علم ان سب کو محیط ہے۔ اسی لئے بلاضرورت بہت زور سے چلا کر ذکر کرنے کو بھی علمائے شریعت نے منع کیا ہے۔ جن مواقع میں ذکر بآواز بلند منقول ہے یا بعض مصالح صحیحہ کی بناء پر جہر کیا جاتا ہے ان کے لئے یہ حکم نہیں سمجھا گیا ہے وہ عموم نہی سے مستثنیٰ ہوں گے۔

◆ **اللہ کے اسمائے حسنیٰ** آیات بالا میں جو صفات حق تعالیٰ کی بیان ہوئی ہیں۔ (یعنی اس کا خالق الکل، مالک علی الاطلاق رحمان، قاہر مطلق اور صاحب علم محیط ہونا) ان کا اقتضاء یہ ہے کہ الوہیت بھی تنہا اسی کا خاصہ ہو بجز اس کے کسی دوسرے کے آگے سر عبودیت نہ جھکایا جائے۔ کیونکہ نہ صرف صفات مذکورہ بالا بلکہ کل عمدہ صفات اور اچھے نام اسی کی ذات منبع الکمالات کے لئے مخصوص ہیں کوئی دوسری ہستی اس شان وصفت کی موجود نہیں جو معبود بن سکے۔ نیز ان صفتوں اور ناموں کے تعدد سے اس کی ذات میں تعدد آتا ہے۔ جیسا کہ بعض جہال عرب کا خیال تھا کہ مختلف ناموں سے خدا کو پکارنا دعوائے توحید کے خلاف ہے۔

◆ **حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تفصیلی واقعہ اور اس کا ربط** یہاں سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ بہت بسط و تفصیل کے ساتھ بیان فرمایا ہے تا کہ سامعین سمجھ جائیں کہ نبی کریم ﷺ کی طرف قرآن کی وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں۔ جس طرح پیشتر موسیٰ علیہ السلام کو وحی مل چکی ہے آپ کو بھی ملی، جیسے موسیٰ علیہ السلام کی وحی توحید وغیرہ کی تعلیم پر مشتمل تھی، آپ کی وحی میں بھی ان ہی اصول پر زور دیا گیا ہے۔ حضرت موسیٰ نے تبلیغ حق میں جو مصائب و شدائد برداشت کیں آپ کو بھی برداشت کرنی پڑیں گی اور جس طرح ان کو آخر کار کامیابی اور غلبہ نصیب ہوا اور دشمن مقہور و مخذول ہوئے آپ بھی یقیناً غالب و منصور ہوں گے اور آپ کے دشمن جلد ونکل کئے جائیں گے چونکہ سورت کا آغاز نزول قرآن کے ذکر سے کیا گیا تھا اس کے مناسب نبوت موسوی کے آغاز کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔

◆ **طور پر حضرت موسیٰ کو آگ کا نظر آنا** اس قصہ کے مختلف اجزاء سورۃ قصص، سورۃ نمل اور سورۃ اعراف میں سے جمع کئے جا سکتے ہیں۔ یہاں مدین سے مصر کی طرف واپسی کا واقعہ مذکور ہے۔ مدین میں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نکاح ہو گیا تھا۔ کئی سال وہاں مقیم رہنے کے بعد حضرت موسیٰ نے مصر جانے کا ارادہ کیا۔ حاملہ بیوی ہمراہ تھی رات اندھیری تھی، سردی کا شباب تھا، بکریوں کو بھی ساتھ لے کر چلے تھے۔ اس حالت میں راستہ بھول گئے۔ بکریاں متفرق ہو گئیں اور بیوی کو درد زہ شروع ہو گیا۔ اندھیرے میں سخت پریشان تھے سردی میں تاپنے کے لئے آگ موجود نہ تھی۔ چقماق مارنے سے بھی آگ نہ نکلی۔ ان مصائب کی تاریکیوں میں دفعۃً دور سے ایک آگ نظر پڑی۔ وہ حقیقت میں دنیوی آگ نہ تھی۔ اللہ کا نور جلال تھا یا حجاب ناری تھا (جس کا ذکر مسلم کی حدیث میں آیا ہے) موسیٰ علیہ السلام نے ظاہری آگ سمجھ کر گھر والوں سے کہا کہ تم یہیں ٹھہرو میں جاتا ہوں شاید اس آگ کا ایک شعلہ لا سکوں، یا وہاں پہنچ کر کوئی رستہ کا پتا دینے والا مل جائے۔ کہتے ہیں کہ اس پاک میدان میں پہنچ کر عجیب نظارہ دیکھا، ایک درخت میں زور و شور سے آگ لگ رہی ہے۔ اور آگ جس قدر زور سے بھڑکتی ہے درخت اسی قدر زیادہ سرسبز ہو کر لہلہاتا ہے۔ اور جوں جوں درخت کی سرسبزی و شادابی بڑھتی ہے آگ کا اشتعال تیز ہوتا جاتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے آگ کے قریب جانے کا قصد کیا کہ درخت کی کوئی شاخ جل کر گرے تو اٹھا لائیں لیکن جتنا وہ آگ سے نزدیک ہونا چاہتے آگ دور ہٹتی جاتی اور جب گھبرا کر ہٹنا چاہتے تو آگ تعاقب کرتی۔

حق تعالیٰ کا خطاب اسی حیرت و دہشت کی حالت میں آواز آئی " اِنِّیۡۤ اَنَا رَبُّکَ " گویا درخت یا تجلی اس وقت بھی تلقین کا کام دے رہا تھا۔ امام احمد نے وہب سے نقل کیا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب "یا موسیٰ" سنا تو کئی بار "لبیک" کہا اور عرض کیا کہ میں تیری آواز سنتا ہوں اور آہٹ پاتا ہوں مگر یہ نہیں دیکھتا کہ تو کہاں ہے۔ آواز آئی "میں تیرے اوپر ہوں، تیرے ساتھ ہوں، تیرے سامنے ہوں، تیرے پیچھے ہوں اور تیری جان سے زیادہ تجھ سے نزدیک ہوں۔" کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام ہر جہت سے اور اپنے ایک ایک بال سے اللہ کا کلام سنتے تھے۔

نَعْلَيْكَ ۚ إِنَّكَ بِالْوَادِ الْمُقَدَّسِ طُوًى ⑫ وَأَنَا اخْتَرْتُكَ

اپنی جوتیاں ◆ تو ہے پاک میدان طویٰ میں ◆ اور میں نے تجھ کو پسند کیا ہے

فَاسْتَمِعْ لِمَا يُوحَىٰ ⑬ إِنَّنِي أَنَا اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا

سو تو سنتا رہ ◆ جو حکم ہو ◆ میں جو ہوں اللہ ہوں ◆ کسی کی بندگی نہیں سوا میرے

فَاعْبُدْنِي ۙ وَأَقِمِ الصَّلَاةَ لِذِكْرِي ⑭ إِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ

سو میری بندگی کر ◆ اور نماز قائم رکھ میری یادگاری کو ◆ قیامت بے شک آنے والی ہے

أَكَادُ أُخْفِيهَا لِتُجْزَىٰ كُلُّ نَفْسٍ بِمَا تَسْعَىٰ ⑮ فَلَا

میں چھپا رکھنا چاہتا ہوں اس کو ◆ تاکہ بدلہ ملے ہر شخص کو ◆ جو اس نے کمایا ہے ◆ سو کہیں

يَصُدَّنَّكَ عَنْهَا مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ فَتَرْدَىٰ ⑯

تجھ کو نہ روک دے اس سے ◆ وہ شخص جو یقین نہیں رکھتا اس کا ◆ اور پیچھے ہو رہا ہے اپنی خواہش کے ◆ پھر تو بھی پڑ جائے ◆

وَمَا تِلْكَ بِيَمِينِكَ يَا مُوسَىٰ ⑰ قَالَ هِيَ عَصَايَ ۚ أَتَوَكَّأُ

اور یہ کیا ہے تیرے داہنے ہاتھ میں ◆ اے موسیٰ ◆ بولا ◆ یہ میری لاٹھی ہے ◆ اس پر ٹیک لگاتا ہوں

عَلَيْهَا وَأَهُشُّ بِهَا عَلَىٰ غَنَمِي وَلِيَ فِيهَا مَآرِبُ

اور پتے جھاڑتا ہوں اس سے ◆ اپنی بکریوں پر ◆ اور میرے اس میں چند کام ہیں

أُخْرَىٰ ⑱ قَالَ أَلْقِهَا يَا مُوسَىٰ ⑲ فَأَلْقَاهَا فَإِذَا هِيَ حَيَّةٌ

اور بھی ◆ فرمایا ◆ ڈال دے اس کو اے موسیٰ ◆ تو اس کو ڈال دیا ◆ پھر اسی وقت وہ سانپ ہو گیا

تَسْعَىٰ ⑳ قَالَ خُذْهَا وَلَا تَخَفْ ۖ سَنُعِيدُهَا سِيرَتَهَا

دوڑتا ◆ فرمایا پکڑ لے اس کو ◆ اور مت ڈر ◆ ہم ابھی پھیر دیں گے اس کو پہلی

الْأُولَىٰ ﴿٢١﴾ وَاضْمُمْ يَدَكَ إِلَىٰ جَنَاحِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ مِنْ

حالت پر ◆ اور ملا لے اپنا ہاتھ اپنی بغل سے کہ نکلے سفید ہو کر

غَيْرِ سُوءٍ آيَةً أُخْرَىٰ ﴿٢٢﴾ لِنُرِيَكَ مِنْ آيَاتِنَا الْكُبْرَى ﴿٢٣﴾

بلا عیب ◆ یہ نشانی دوسری ◆ تاکہ دکھاتے جائیں ہم تجھ کو اپنی نشانیاں بڑی ◆

اذْهَبْ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ إِنَّهُ طَغَىٰ ﴿٢٤﴾ قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِي

جا طرف فرعون کی کہ اس نے بہت سر اٹھایا ◆ بولا اے رب میرے کشادہ کر

صَدْرِي ﴿٢٥﴾ وَيَسِّرْ لِي أَمْرِي ﴿٢٦﴾ وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِي ﴿٢٧﴾

میرا سینہ ◆ اور آسان کر میرا کام ◆ اور کھول دے گرہ میری زبان سے

يَفْقَهُوا قَوْلِي ﴿٢٨﴾ وَاجْعَلْ لِي وَزِيرًا مِنْ أَهْلِي ﴿٢٩﴾

کہ سمجھیں میری بات ◆ اور دے مجھ کو ایک کام بٹانے والا میرے گھر کا

هَارُونَ أَخِي ﴿٣٠﴾ اشْدُدْ بِهِ أَزْرِي ﴿٣١﴾ وَأَشْرِكْهُ فِي

ہارون میرا بھائی ◆ اس سے مضبوط کر میری کمر ◆ اور شریک کر اس کو

أَمْرِي ﴿٣٢﴾ كَيْ نُسَبِّحَكَ كَثِيرًا ﴿٣٣﴾ وَنَذْكُرَكَ كَثِيرًا ﴿٣٤﴾ إِنَّكَ

میرے کام میں ◆ کہ تیری پاک ذات کا بیان کریں ہم بہت سا ◆ اور یاد کریں ہم تجھ کو بہت سا ◆ تو تو ہے

كُنْتَ بِنَا بَصِيرًا ﴿٣٥﴾ قَالَ قَدْ أُوتِيتَ سُؤْلَكَ يَا مُوسَىٰ ﴿٣٦﴾

ہم کو خوب دیکھتا ◆ فرمایا ملا تجھ کو تیرا سوال اے موسیٰ ◆

وَلَقَدْ مَنَنَّا عَلَيْكَ مَرَّةً أُخْرَىٰ ﴿٣٧﴾ إِذْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّكَ

اور احسان کیا تھا ہم نے تجھ پر ایک بار اور بھی ◆ جب حکم بھیجا ہم نے تیری ماں کو

◆ **حضرت موسیٰ کا طبعی خوف** یعنی ہاتھ میں آ کر پھر لاٹھی ہو جائے گی۔ کہتے ہیں ابتداء میں موسیٰ علیہ السلام کو پکڑنے کی ہمت نہ ہوتی تھی آخر کپڑا ہاتھ میں لپیٹ کر پکڑنے لگے۔ فرشتہ نے کہا "موسیٰ کیا خدا اگر بچانا نہ چاہے تو یہ چیتھڑا تجھے بچا سکتا ہے؟ موسیٰ نے کہا "نہیں، لیکن میں کمزور مخلوق ہوں اور ضعف سے پیدا کیا گیا ہوں۔" پھر حضرت موسیٰ نے ہاتھ سے کپڑا ہٹا کر اژدہے کے منہ میں دیدیا۔ ہاتھ ڈالنا تھا کہ وہی لاٹھی ہاتھ میں رہ گئی۔

◆ **ید بیضاء** یعنی ہاتھ گریبان میں ڈال کر اور بغل سے ملا کر نکالو گے تو نہایت روشن سفید چمکتا ہوا نکلے گا۔ اور یہ سفیدی برص وغیرہ کی نہ ہوگی جو عیب گنی جائے۔

◆ یعنی عصا اور ید بیضا کے معجزے ان بڑی نشانیوں میں سے دو ہیں جن کا دکھلانا تم کو منظور ہے۔

◆ **حضرت موسیٰ کی دعا** یعنی علیم و بردبار اور حوصلہ مند بنا دے کہ خلاف طبع دیکھ کر جلد خفا نہ ہوں اور ادائے رسالت میں جو سختیاں پیش آئیں ان سے نہ گھبراؤں بلکہ کشادہ دلی اور خندہ پیشانی سے برداشت کروں۔

◆ یعنی ایسے سامان فراہم کر دے کہ یہ عظیم الشان کام آسان ہو جائے۔

◆ زبان لڑکپن میں جل گئی تھی (جس کا قصہ تفسیر میں ہے) صاف نہ بول سکتے تھے۔ اس لئے یہ دعا کی۔

◆ یہ عمر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بڑے تھے۔

◆ یعنی دعوت و تبلیغ کے کام میں ایک دوسرے کا معین و مددگار ہو۔

◆ یعنی دونوں مل کر دعوت و تبلیغ کے موقع پر بہت زور شور سے تیری پاکی اور کمالات بیان کریں اور مواضع دعوت سے قطع نظر جب ہر ایک کو دوسرے کی معیت سے تقویت قلب حاصل ہوگی تو اپنی خلوتوں میں نشاط و اطمینان کے ساتھ تیرا ذکر بکثرت کر سکیں گے۔

◆ یعنی ہمارے تمام احوال کو خوب دیکھ رہا ہے اور جو دعا میں کر رہا ہوں یہ بھی تجھے خوب معلوم ہے کہ اس کا قبول فرمانا ہمارے لئے کہاں تک مفید ہوگا۔ اگر تجھے ہمارے حالات و استعداد کی پوری خبر نہ ہوتی تو نبوت و رسالت کے لئے ہم کو منتخب ہی کیوں کرتا اور ایسے سخت دشمن (فرعون) کی طرف کیوں بھیجتا۔ یقیناً جو کچھ آپ نے کیا خوب دیکھ بھال کر کیا ہے۔

◆ **دعا کی قبولیت** یعنی جو کچھ تم نے مانگا منجانب اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو دیا گیا۔

◆ یعنی ہم تو پہلے ایک مرتبہ بے مانگے تجھ پر بڑا بھاری احسان کر چکے ہیں، پھر اب ایک مناسب چیز مانگنے پر کیوں نہ دیں گے۔

مَا يُوحَىٰ ﴿٣٨﴾ أَنِ اقْذِفِيهِ فِي التَّابُوتِ فَاقْذِفِيهِ فِي

جو آگے سناتے ہیں ◆ کہ ڈال اس کو صندوق میں پھر اس کو ڈال دے

الْيَمِّ فَلْيُلْقِهِ الْيَمُّ بِالسَّاحِلِ يَأْخُذْهُ عَدُوٌّ لِّي وَ

دریا میں پھر دریا اس کو لا ڈالے کنارہ پر اٹھا لے اس کو ایک دشمن میرا اور

عَدُوٌّ لَّهُ ۚ وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ مَحَبَّةً مِّنِّي ۚ وَلِتُصْنَعَ عَلَىٰ

اس کا ◆ اور ڈال دی میں نے تجھ پر محبت اپنی طرف سے ◆ اور تاکہ پرورش پائے تو

عَيْنِي ﴿٣٩﴾ إِذْ تَمْشِي أُخْتُكَ فَتَقُولُ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ مَن

میری آنکھ کے سامنے ◆ جب چلنے لگی تیری بہن اور کہنے لگی میں بتاؤں تم کو ایک شخص جو

يَكْفُلُهُ ۖ فَرَجَعْنَاكَ إِلَىٰ أُمِّكَ كَيْ تَقَرَّ عَيْنُهَا وَلَا

اس کو پالے پھر پہنچا دیا ہم نے تجھ کو تیری ماں کے پاس کہ ٹھنڈی رہے اس کی آنکھ اور

تَحْزَنَ ۚ وَقَتَلْتَ نَفْسًا فَنَجَّيْنَاكَ مِنَ الْغَمِّ وَفَتَنَّاكَ

غم نہ کھائے ◆ اور تو نے مار ڈالا ایک شخص کو پھر بچا دیا ہم نے تجھ کو اس غم سے ◆ اور جانچا ہم نے تجھ کو

فُتُونًا ۚ فَلَبِثْتَ سِنِينَ فِي أَهْلِ مَدْيَنَ ۚ ثُمَّ جِئْتَ

ایک ذرا جانچنا ◆ پھر ٹھہرا رہا تو کئی برس مدین والوں میں پھر آیا تو

◆ **حضرت موسیٰ کی والدہ کا قصہ** | یعنی خواب میں یا بیداری میں بطور الہام کے یا اس زمانہ کے کسی نامعلوم الاسم نبی کی زبانی تیری ماں کو وہ حکم بھیجا جس کا بھیجنا مناسب تھا۔ اس کی تفصیل آگے مذکور ہے "ان اقذفیہ" [illegible] سے حضرت موسیٰ کی والدہ کا نبیہ ہونا ثابت نہیں ہوتا جیسا کہ تقریر بالا سے ظاہر ہے۔ نبی وہ ہے جس کی طرف احکام کی وحی آئے اور ان کی تبلیغ کا مامور ہو۔ یہاں یہ تعریف صادق نہیں آتی۔

◆ **بچہ کو دریا میں ڈالنے کا حکم** | یعنی موسیٰ کو جو اس وقت شیر خوار بچے تھے صندوق میں رکھ کر صندوق کو دریا میں چھوڑ دے اور دریا کو ہمارا حکم ہے کہ اسے بحفاظت تمام ایک خاص کنارہ پر لگا دے گا جہاں سے اس کو وہ شخص اٹھا لے گا جو میرا بھی دشمن ہے اور اس بچہ کا بھی۔ واقعہ یہ ہے کہ فرعون ان سال نجومیوں کے کہنے سے بنی اسرائیل کے بیٹوں کو چن چن کر قتل کر رہا تھا۔ جب موسیٰ پیدا ہوئے تو ان کی

والدہ کو خوف ہوا کہ فرعون کے سپاہی خبر پائیں گے تو بچہ کو مار ڈالیں گے اور والدین کو بھی ستائیں گے کہ کیوں ظاہر نہیں کیا۔ اس وقت حق تعالیٰ کی طرف سے یہ تدبیر الہام ہوئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ نے صندوق نہر میں ڈال دیا۔ دریا کی ایک شاخ فرعون کے باغ میں گذرتی تھی اس میں سے ہو کر صندوق کنارے جا لگا۔ فرعون کی بیوی حضرت آسیہ نے (جو نہایت پاکباز اسرائیلی خاتون تھیں) بچہ کو اٹھا کر فرعون کے سامنے پیش کیا کہ آؤ ہم تم اسے بیٹا بنالیں۔ فرعون کو بھی دیکھ کر محبت آئی۔ گو اس نے بیٹا بنانے سے انکار کیا (جیسا کہ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے) مگر آسیہ کی خاطر سے بیٹوں کی طرح پرورش کیا اور اس طرح حق تعالیٰ کی عجیب و غریب قدرت کا ظہور ہوا۔ (تنبیہ) فرعون کو خدا کا دشمن اس لئے کہا کہ وہ حق کا دشمن تھا اور خدا کے بالمقابل خدائی کا دعویٰ کرتا تھا اور موسیٰ کا دشمن اس لئے فرمایا کہ فی الحال تمام اسرائیلی بچوں کے ساتھ سخت دشمنی کر رہا تھا۔ اور آئندہ چل کر تو اس موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ علانیہ دشمنی کا اظہار کرنے والا تھا۔

◆ **حضرت موسیٰ پر القائے محبت** | یعنی ہم نے اپنی طرف سے اس وقت مخلوق کے دلوں میں تیری محبت ڈال دی کہ جو دیکھے محبت اور پیار کرے یا اپنی ایک خاص محبت تجھ پر ڈال دی کہ تو محبوب خدا بن گیا۔ پھر جس سے خدا محبت کرے بندے بھی محبت کرنے لگتے ہیں۔

◆ یعنی لوگوں کے دلوں میں تیری محبت ڈال دینا اس غرض سے تھا کہ ہماری نگرانی و حفاظت میں تیری پرورش کی جائے ایسے سخت دشمن کے گھر میں تربیت پاتے ہوئے بھی کوئی تیرا بال بیکا نہ کر سکے۔

◆ **ماں اور بچے کا یکجا ہونا** | پورا قصہ دوسری جگہ آئے گا۔ حضرت موسیٰ کی والدہ صندوق نہر میں چھوڑنے کے بعد بتقاضائے بشریت بہت فکرمند اور پریشان تھیں کہ بچہ کا کیا حشر ہوا ہو گا معلوم نہیں زندہ ہے یا جانوروں نے کھا لیا۔ حضرت موسیٰ کی بہن کو کہا کہ تو خفیہ طور پر پتہ لگا۔ ادھر مشیت ایزدی سے یہ سامان ہوا کہ حضرت موسیٰ کسی عورت کا دودھ نہیں پیتے تھے۔ بہت سی انائیں بلائی گئیں، کامیابی نہ ہوئی۔ موسیٰ کی بہن جو تاک میں لگی ہوئی تھی بول اٹھی کہ میں ایک عورت کو لا سکتی ہوں، امید ہے کہ کسی طرح دودھ پلا کر بچہ کو پال سکے گی۔ حکم ہوا بلاؤ۔ وہ موسیٰ کی والدہ کو لے کر پہنچیں۔ چھاتی سے لگاتے ہی بچے نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کے گھر بڑی خوشیاں منائی جانے لگیں۔ موسیٰ کی والدہ نے کہا کہ میں یہاں نہیں رہ سکتی اجازت ہو کہ اپنے گھر لے جاؤں اور پوری حفاظت و اہتمام سے بچہ کی پرورش کروں۔ آخر فرعون کی طرف سے بطور دایہ کے بچہ کی تربیت پر مامور ہو کر اپنے گھر لے آئیں اور شاہانہ اعزاز و اکرام کے ساتھ موسیٰ کی تربیت میں لگی رہیں۔

◆ **قبطی کا مارا جانا** | یہ پورا قصہ سورۂ قصص میں آئے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ جوان ہونے کے بعد موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ سے ایک قبطی مارا گیا تھا، موسیٰ علیہ السلام ڈرے کہ دنیا میں پکڑا جاؤں گا اور آخرت میں بھی ماخوذ ہوں گا۔ دونوں قسم کی پریشانی سے خدا تعالیٰ نے نجات دی۔ اخروی پریشانی سے اس طرح کہ توبہ کی توفیق بخشی جو قبول ہوئی اور دنیوی غم سے اس طرح کہ موسیٰ علیہ السلام کو مصر سے نکال کر مدین پہنچا دیا جہاں حضرت شعیب علیہ السلام کی صاحبزادی سے ان کا نکاح ہو گیا۔ پورا قصہ دوسری جگہ آئے گا۔

◆ یعنی اللہ تعالیٰ نے تجھ کو کئی طرح جانچا۔ جس میں تم کھرے ثابت ہوئے۔ **تنبیہ** | اس موقع پر مفسرین نے حدیث الفتون کے عنوان سے ایک نہایت طویل روایت ابن عباس کی نقل کی ہے جس کے متعلق حافظ ابن کثیر کے الفاظ یہ ہیں "وھو موقوف من کلام ابن عباس ولیس فیہ مرفوع الا قلیل منہ وکانہ تلقاہ ابن عباس رضی اللہ عنہ مما ابیح لہ نقلہ من الاسرائیلیات عن کعب الاحبار وغیرہ واللہ اعلم وسمعت شیخنا الحافظ ابا الحجاج المزی یقول ذلک ایضاً۔"

عَلٰى قَدَرٍ يّٰمُوْسٰى ﴿٤٠﴾ وَاصْطَنَعْتُكَ لِنَفْسِيْ ﴿٤١﴾ اِذْهَبْ

تقدیر سے ◆ اے موسیٰ ◆ اور بنایا میں نے تجھ کو خاص اپنے واسطے ◆ جا تو

اَنْتَ وَاَخُوْكَ بِاٰيٰتِيْ وَلَا تَنِيَا فِيْ ذِكْرِيْ ﴿٤٢﴾ اِذْهَبَآ

تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لے کر اور سستی نہ کرو میری یاد میں ◆ جاؤ

اِلٰى فِرْعَوْنَ اِنَّهٗ طَغٰى ﴿٤٣﴾ فَقُوْلَا لَهٗ قَوْلًا لَّيِّنًا لَّعَلَّهٗ

طرف فرعون کی اس نے بہت سر اٹھایا ◆ سو کہو اس سے بات نرم شاید وہ

يَتَذَكَّرُ اَوْ يَخْشٰى ﴿٤٤﴾ قَالَا رَبَّنَآ اِنَّنَا نَخَافُ اَنْ يَّفْرُطَ

سوچے یا ڈرے ◆ بولے اے رب ہمارے ہم ڈرتے ہیں کہ بھبک پڑے

عَلَيْنَآ اَوْ اَنْ يَّطْغٰى ﴿٤٥﴾ قَالَ لَا تَخَافَآ اِنَّنِيْ مَعَكُمَآ

ہم پر یا جوش میں آجائے ◆ فرمایا مت ڈرو میں ساتھ ہوں تمہارے

اَسْمَعُ وَاَرٰى ﴿٤٦﴾ فَاْتِيٰهُ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ

سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں ◆ سو جاؤ اس کے پاس اور کہو ہم دونوں بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے سو بھیج دے

مَعَنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۥ وَلَا تُعَذِّبْهُمْ ۭ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ

ہمارے ساتھ بنی اسرائیل کو اور مت ستا ان کو ◆ ہم آئے ہیں تیرے پاس نشانی لے کر

مِّنْ رَّبِّكَ ۭ وَالسَّلٰمُ عَلٰي مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى ﴿٤٧﴾ اِنَّا قَدْ

تیرے رب کی ◆ اور سلامتی ہو اس کی جو مانے سیدھی راہ ہم کو

اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰي مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى ﴿٤٨﴾ قَالَ

حکم ملا ہے کہ عذاب اس پر ہے جو جھٹلائے اور منہ پھیرے ◆ بولا

◆ **تقدیر کا غالب آنا** یعنی اب مدین سے نکل کر راستہ بھولا اور تقدیر سے یہاں پہنچ گیا جس کا تجھے وہم و گمان بھی نہ تھا۔ یہی بات ہے

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھیے احوال کہ آگ لینے کو جائیں پیمبری مل جائے

◆ یعنی نبوت و رسالت کے لئے تیار کر کے اپنے خواص و مقربین میں داخل کیا اور جس طرح خود چاہا تیری پرورش فرمائی۔

◆ **ذکر اللہ کی تاکید** یعنی جس کام کے لئے بھیجے جانے کے ہو وقت آگیا ہے اپنے بھائی ہارون سمیت تو اس کے لئے نکل کھڑے ہو اور جو دلائل و معجزات تم کو دیئے گئے ہیں ضرورت کے وقت ظاہر کرو۔ چونکہ موسیٰ علیہ السلام پہلے درخواست کرتے وقت کہہ چکے تھے "کی نسبحک کثیرا ونذکرک کثیرا" یہاں "ولا تنیا فی ذکری" کہہ کر وہ بات یاد دلا دی۔ یعنی اللہ کے نام کی تبلیغ میں پوری مستعدی دکھلاؤ اور تمام احوال و اوقات میں عموماً اور دعوت و تبلیغ کے وقت خصوصاً اللہ کو کثرت سے یاد کرو کہ اہل اللہ کے لئے کامیابی کا یہ ذریعہ اور حق کے مقابلہ میں بڑا ہتھیار یہی ہے۔ حدیث میں ہے۔ وانّ عبدی کل عبدی الذی یذکرنی وھو ملاقٍ قرنہ۔

◆ **فرعون کی طرف بھیجا جانا** پہلے جانے کا حکم دیا تھا۔ اب مقام بتلا دیا کہ کہاں کس کے پاس جانا ہے اور یہ جملہ آگے آنے والے کلام کی تمہید ہے۔

◆ **فرعون سے نرم گفتگو کی تعلیم** یعنی دعوت و تبلیغ اور وعظ و نصیحت کے وقت نرم آسان، رقت انگیز اور دلنشین باتیں کہو کہ اس کے تمرد و طغیان کو دیکھتے ہوئے قبول کی امید نہیں۔ تاہم یہ خیال کر کے کہ ممکن ہے کہ وہ سوچ سمجھ کر نصیحت حاصل کرے یا غضب کے جلال و جبروت کو دیکھ کر ڈرتے ہوئے فرمانبرداری کی طرف جھک پڑے نرم گفتگو سے کرو۔ اس سے ظاہر ہوا کہ مبلغین کے لئے بہت بڑا دستور العمل معلوم ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی کی طرف ارشاد ہے۔ "ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن۔" (نحل رکوع ۱۶)

◆ **حضرت موسیٰ و ہارون کا اندیشہ** یعنی اس کے ڈرنے کی امید تو بعد کو ہوگی فی الحال اپنی بے سروسامانی اور اس کے جاہ و جلال پر نظر کرتے ہوئے ڈرتے ہیں کہ وہ ہماری بات سننے کے لئے بھی آمادہ ہو یا نہیں۔ ممکن ہے ہماری پوری بات سننے سے پہلے ہی وہ جھنجھلا پڑے یا سننے کے بعد غصہ میں بھر جائے اور تیری شان میں زیادہ گستاخی کرنے لگے۔ یا ہم پر دست درازی کرے جس سے اصل مقصود فوت ہو جائے۔ **تنبیہ** موسیٰ علیہ السلام کے اس خوف اور شرح صدر میں کچھ منافات نہیں۔ کاملین بلا کے نزول سے پہلے ڈرتے ہیں اور استعاذہ کرتے ہیں لیکن جب آ پڑتی ہے اس وقت پورے حوصلہ اور کشادہ دلی سے اس کا مقابلہ کرتے ہیں۔

◆ **حق تعالیٰ کی معیت** یعنی جو باتیں تمہارے اور اس کے درمیان ہوں گی یا جو معاملات پیش آئیں گے وہ سب میں سنتا ہوں اور دیکھتا ہوں کسی وقت تم سے جدا نہیں۔ میری حمایت و نصرت تمہارے ساتھ ہے۔ گھبرانے اور ڈرنے کی ضرورت نہیں۔

◆ **فرعون کو پیغام دعوت** اس میں تین چیزوں کی طرف دعوت دی گئی۔ (۱) فرعون کا اور سب مخلوقات کا کوئی رب ہے جو رسول بھیجتا ہے (۲) ہم دونوں اس کے رسول ہیں لہٰذا ہماری اطاعت اور رب کی عبادت کرنی چاہئے۔ گویا اس جملہ میں اصل ایمان کی دعوت دی گئی جو "نازعات" میں اس طرح ادا ہوا ہے۔ "فقل ھل لک الی ان تزکی واھدیک الی ربک فتخشی" آگے (۳) تیسری چیز وہ ہے جس کی اس وقت خاص ضرورت تھی۔ یعنی بنی اسرائیل کو فرعونیوں کی ذلت آمیز اور درد انگیز غلامی سے نجات دلانا۔ مطلب یہ ہے کہ اس شریف و نجیب الاصل خاندان پر ظلم و ستم مت توڑ اور ذلیل ترین غلامی سے آزاد کر کے ہمارے ساتھ کر دے۔ جہاں چاہیں آزادانہ زندگی بسر کریں۔

◆ یعنی ہمارا دعوائے رسالت بے دلیل نہیں بلکہ اپنی صداقت پر خدائی نشان لے کر آئے ہیں۔

◆ یعنی جو ہماری بات مان کر سیدھی راہ چلے گا اسکے لئے دونوں جہان میں سلامتی ہے۔ اور جو تکذیب یا اعراض کرے گا اس کے لئے عذاب الٰہی ہے۔ خواہ صرف آخرت میں یا دنیا میں بھی۔ اب تم اپنا انجام سوچ کر جو راستہ چاہو اختیار کر لو۔

فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ﴿۴۹﴾ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ

خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ﴿۵۰﴾ قَالَ فَمَا بَالُ الْقُرُوْنِ الْاُوْلٰى ﴿۵۱﴾

قَالَ عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ فِيْ كِتٰبٍ ۚ لَا يَضِلُّ رَبِّيْ وَلَا يَنْسَى ﴿۵۲﴾

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّسَلَكَ لَكُمْ فِيْهَا

سُبُلًا وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۭ فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا

مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى ﴿۵۳﴾ كُلُوْا وَارْعَوْا اَنْعَامَكُمْ ۭ اِنَّ فِيْ

ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۵۴﴾ مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَ

فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى ﴿۵۵﴾

وَلَقَدْ اَرَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا كُلَّهَا فَكَذَّبَ وَاَبٰى ﴿۵۶﴾ قَالَ

أَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ أَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يَٰمُوسَىٰ ﴿٥٧﴾

کیا تو آیا ہے | ہم کو نکالنے ہمارے ملک سے | اپنے جادو کے زور سے | اے موسیٰ

فَلَنَأْتِيَنَّكَ بِسِحْرٍ مِّثْلِهِۦ فَٱجْعَلْ بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ

سو ہم بھی لاویں گے تیرے مقابل میں | ایک ایسا ہی جادو | سو ٹھہرا لے ہمارے اور اپنے بیچ میں

مَوْعِدًا لَّا نُخْلِفُهُۥ نَحْنُ وَلَآ أَنتَ مَكَانًا سُوًى ﴿٥٨﴾

ایک وعدہ | نہ ہم خلاف کریں اس کا اور نہ تو | ایک میدان صاف میں

قَالَ مَوْعِدُكُمْ يَوْمُ ٱلزِّينَةِ وَأَن يُحْشَرَ ٱلنَّاسُ

کہا | وعدہ تمہارا ہے | جشن کا دن | اور یہ کہ جمع ہوویں لوگ دن چڑھے

ضُحًى ﴿٥٩﴾ فَتَوَلَّىٰ فِرْعَوْنُ فَجَمَعَ كَيْدَهُۥ ثُمَّ أَتَىٰ ﴿٦٠﴾

دن چڑھے | پھر الٹا پھرا فرعون | پھر اکٹھے کیے اپنے سارے داؤ | پھر آیا

قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ وَيْلَكُمْ لَا تَفْتَرُوا۟ عَلَى ٱللَّهِ كَذِبًا

کہا ان کو موسیٰ نے | کم بختی تمہاری | جھوٹ نہ بولو اللہ پر

فَيُسْحِتَكُم بِعَذَابٍ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنِ ٱفْتَرَىٰ ﴿٦١﴾

پھر غارت کر دے تم کو کسی آفت سے | اور مراد کو نہیں پہنچا جس نے جھوٹ باندھا

فَتَنَٰزَعُوٓا۟ أَمْرَهُم بَيْنَهُمْ وَأَسَرُّوا۟ ٱلنَّجْوَىٰ ﴿٦٢﴾

پھر جھگڑے اپنے کام پر | آپس میں | اور چھپ کر کیا مشورہ

قَالُوٓا۟ إِنْ هَٰذَٰنِ لَسَٰحِرَٰنِ يُرِيدَانِ أَن يُخْرِجَاكُم

بولے | مقرر یہ دونوں جادوگر ہیں | چاہتے ہیں | کہ نکال دیں تم کو

◆ **حضرت موسیٰ سے فرعون کا مناظرہ** | فرعون نے یہ بات اپنی قوم "قبط" کو موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے نفرت اور اشتعال دلانے کے لئے کہی۔ یعنی موسیٰ کی غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ جادو کے زور سے ہم کو نکال باہر کرے اور ساحرانہ شعبدے دکھلا کر عوام کی جمعیت اپنے ساتھ کر لے اور اس طرح قبطیوں کے تمام املاک و اموال پر قابض ہو جائے۔

◆ **حضرت موسیٰ کو مقابلے کی دعوت** | یعنی تو اس ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتا ہمارے یہاں بھی بڑے بڑے ماہر جادوگر موجود ہیں۔ بہتر ہوگا کہ ان سے مقابلہ ہو جائے۔ پس جس دن اور جس جگہ مقابلہ کرنا چاہے مجھے اس کی تعیین کا اختیار دیا جاتا ہے۔ ضرورت اس کی ہے کہ جو وقت معین ہو جائے اس سے کوئی فریق گریز نہ کرے اور جگہ ایسی ہو جہاں فریقین کو آنے اور بیٹھنے میں یکساں سہولت حاصل ہو۔ نشست وغیرہ میں رعایا یا حاکم، مظلوم اور بڑے چھوٹے کا کوئی سوال نہ ہو۔ ہر ایک فریق آزادی سے اپنی قوت کا مظاہرہ کر سکے اور میدان بھی کھلا ہموار اور صاف ہو کہ تماشا دیکھنے والے سب بے تکلف مشاہدہ کر سکیں۔

◆ **مقابلے کی تاریخ** | فرعونیوں کے کلام میں کوئی تعیین و تخصیص نہیں ہوتی جس کا مطلب کھلا صاف صاف ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بہتر ہے جو بڑا میلہ اور جشن تمہارے یہاں ہوتا ہے اسی روز جب دن چڑھ جائے اس وقت میدان مقابلہ قائم ہو۔ جشن میلہ میں جہاں زیادہ سے زیادہ مخلوق جمع ہوگی اور دن کے اجالے میں یہ کام کیا جائے تا دیکھنے والے بکثرت ہوں اور روز روشن میں کسی کو اشتباہ والتباس نہ ہو۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "دنگل میں مقابلہ کرنے سے دونوں کی غرض تھی۔ وہ چاہے کہ ان کو ہرا دے سب کے روبرو یہ چاہیں کہ وہ ہارے۔ جشن کا دن مدت سے مصر کے شہروں میں مقرر تھا فرعون کی سالگرہ کا۔"

◆ **فرعون کی تیاریاں** | یعنی یہ طے کر کے فرعون مجلس سے اٹھ گیا اور ساحروں کو جمع کرنے اور موسیٰ کو ناکام بنانے کے لئے ہر قسم کی تدبیریں اور داؤ گھات کرنے لگا اور آخر کار مکمل تیاری کے بعد پوری طاقت کے ساتھ وقت معین پر میدان مقابلہ میں حاضر ہو گیا۔ ساحروں کی بڑی فوج اس کے ہمراہ تھی۔ انعام و اکرام کے وعدے ہو رہے تھے اور ہر طرح موسیٰ کو شکست دینے اور حق کو مغلوب کر لینے کی فکر تھی۔

◆ **مقابلے کے دن حضرت موسیٰ کی نصیحت** | معلوم ہوتا ہے کہ اس مجمع میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہر شخص کو اس کے حسب حال نصیحت فرمائی۔ چونکہ جادوگر حق کا مقابلہ جادو سے کرنے والے تھے ان کو تنبیہ کر دی کہ دیکھو اپنے ہاتھوں ہلاکت میں نہ پڑو۔ خدا کے نشانوں اور انبیاء کے معجزات کو سحر بتلانا اور بے حقیقت چیزوں کو ثابت شدہ حقائق کے مقابلہ میں پیش کرنا گویا اللہ پر جھوٹ باندھنا ہے۔ جھوٹ باندھنے والوں کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ ایسے لوگوں پر کوئی آسمانی آفت آ پڑے۔ جو ان کی بیخ و بنیاد تک نہ چھوڑے۔

◆ **ساحروں کے باہمی مشورے** | موسیٰ علیہ السلام کی تقریر نے ساحروں کی جماعت میں کھلبلی ڈال دی۔ آپس میں جھگڑنے لگے کہ اس شخص کو کیا سمجھا جائے۔ اس کی باتیں ساحروں جیسی معلوم نہیں ہوتیں۔ غرض باہم بحث و مناظرہ کرتے رہے اور سب سے الگ ہو کر انہوں نے مشورہ کیا۔ آخر اختلاف و نزاع کے بعد فرعون کے اثر سے متاثر ہو کر جو کیا وہ آگے مذکور ہے۔

مِّنْ اَرْضِكُمْ بِسِحْرِهِمَا وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ

تمہارے ملک سے | اپنے جادو کے زور سے | اور موقوف کرا دیں تمہارے اچھے خاصے

الْمُثْلٰى ﴿٦٣﴾ فَاَجْمِعُوْا كَيْدَكُمْ ثُمَّ ائْتُوْا صَفًّا ۚ وَقَدْ

طریقہ ◆ | سو مقرر کر لو اپنی تدبیر | پھر آؤ قطار (صف) باندھ کر | اور

اَفْلَحَ الْيَوْمَ مَنِ اسْتَعْلٰى ﴿٦٤﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ اَنْ

جیت گیا آج | جو غالب رہا ◆ | بولے | اے موسیٰ | یا تو

تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَلْقٰى ﴿٦٥﴾ قَالَ

تو ڈالے | اور یا ہم ہوں | پہلے ڈالنے والے | کہا

بَلْ اَلْقُوْا ۚ فَاِذَا حِبَالُهُمْ وَعِصِيُّهُمْ يُخَيَّلُ اِلَيْهِ

نہیں تم ڈالو ◆ | پھر تب ہی ان کی رسیاں اور لاٹھیاں | اس کے خیال میں آنے لگیں

مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ﴿٦٦﴾ فَاَوْجَسَ فِيْ نَفْسِهٖ

ان کے جادو سے | کہ وہ دوڑ رہی ہیں ◆ | پھر پانے لگا | اپنے جی میں

خِيْفَةً مُّوْسٰى ﴿٦٧﴾ قُلْنَا لَا تَخَفْ اِنَّكَ اَنْتَ

ڈر | موسیٰ ◆ | ہم نے کہا | تو مت ڈر | مقرر تو ہی رہے گا

الْاَعْلٰى ﴿٦٨﴾ وَاَلْقِ مَا فِيْ يَمِيْنِكَ تَلْقَفْ مَا صَنَعُوْا ۖ

غالب ◆ | اور ڈال جو تیرے داہنے ہاتھ میں ہے | کہ نگل جائے جو کچھ انہوں نے بنایا ◆

اِنَّمَا صَنَعُوْا كَيْدُ سٰحِرٍ ۖ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُ حَيْثُ اَتٰى ﴿٦٩﴾

انہوں نے جو بنایا ہے فریب ہے جادوگر کا | اور بھلا نہیں ہوتا جادوگر کا جہاں ہو (آوے) ◆

یعنی تمہارا مذہب اور رسوم پہلے سے چلی آتی ہیں ان کو مٹا کر اپنا دین اور طور طریق رائج کر دیں اور جادو کے فن کو بھی جس سے ملک میں تمہاری عزت اور کمائی ہے، چاہتے ہیں کہ دونوں بھائی تم سے لے اڑیں اور تن تنہا خود اس پر قابض ہو جائیں۔

مقابلے کا عزم | یعنی موقع کی اہمیت کو سمجھو، وقت کو ہاتھ سے نہ دو، پوری ہمت و قوت سے سب مل کر ان کے گرانے کی تدبیر کرو۔ اور صف بستہ منظم حملہ کرو کہ پہلے ہی وار میں ان کے قدم اکھڑ جائیں کہ آج کا معرکہ فیصلہ کن معرکہ ہے۔ آج کی کامیابی، کامیابی ہے۔ جو فریق آج غالب رہے گا وہ ہمیشہ کے لئے منصور و فاتح سمجھا جائے گا۔

مقابلے کا آغاز | موسیٰ علیہ السلام نے نہایت بے پروائی سے جواب دیا کہ نہیں، تم پہلے اپنے حوصلے نکال لو اور اپنے کرتب دکھلاؤ۔ تا باطل کی زور آزمائی کے بعد حق کا غلبہ پوری طرح نمایاں ہو۔ یہ قصہ سورۂ اعراف میں گذر چکا وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

سحر کی حقیقت | یعنی ساحرین کی نظر بندی سے موسیٰ علیہ السلام کو یوں خیال ہونے لگا گویا رسیاں اور لاٹھیاں سانپوں کی طرح دوڑ رہی ہیں۔ اور واقع میں ایسا نہ تھا۔

حضرت موسیٰ کا اندیشہ | کہ جادوگروں کا یہ سوانگ دیکھ کر کہیں بیوقوف لوگ دھوکہ میں نہ پڑ جائیں اور سحر و معجزہ میں فرق نہ کر سکیں۔ ایسی صورت میں حق کا غلبہ واضح نہ ہوگا۔ خوف کا یہ مطلب آگے جواب سے ظاہر ہوتا ہے۔

یعنی ڈر کو دل سے نکال دو۔ اس قسم کے وسوسے مت لاؤ۔ اللہ تعالیٰ حق کو غالب اور سربلند رکھنے والا ہے۔

عصا کو زمین پر ڈالنے کا حکم | یعنی اپنی لاٹھی زمین پر ڈال دو جو ان کے بنائے ہوئے سوانگ کا ایک دم لقمہ کر جائے گی۔

جادوگر فلاح نہیں پاتا | یعنی جادوگر کے داؤ گھات چاہے کیسے ہوں اور کسی حد تک پہنچ جائیں، حق کے مقابل کامیاب نہیں ہو سکتے۔ نہ جادوگر کبھی فلاح پا سکتا ہے۔ اسی لئے حدیث میں ساحر کے قتل کا حکم دیا گیا ہے۔

فَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سُجَّدًا قَالُوٓا اٰمَنَّا بِرَبِّ هٰرُوْنَ

پھر گر پڑے جادوگر سجدہ میں بولے ہم یقین لائے رب پر ہارون

وَمُوْسٰى ۞ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ

اور موسیٰ کے ◆ بولا فرعون تم نے اس کو مان لیا میں نے ابھی حکم نہ دیا تھا وہی

لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ

تمہارا بڑا ہے جس نے سکھایا تم کو جادو ◆ سو اب میں کٹواؤں گا تمہارے ہاتھ

وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّلَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ

اور دوسری طرف کے پاؤں ◆ اور سولی دوں گا تم کو کھجور کے

النَّخْلِ ۫ وَلَتَعْلَمُنَّ اَيُّنَآ اَشَدُّ عَذَابًا وَّاَبْقٰى ۞ قَالُوْا

تنے پر ◆ اور جان لو گے ہم میں کس کا عذاب سخت ہے اور دیر تک رہنے والا ◆ وہ بولے

لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَالَّذِيْ

ہم تجھ کو زیادہ نہ سمجھیں گے اس چیز سے جو پہنچی ہم کو صاف دلیل اور اس سے

فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ۚ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ

جس نے ہم کو پیدا کیا سو تو کر گزر جو تجھ کو کرنا ہے تو یہی کرے گا اس

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۞ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا

دنیا کی زندگی میں ہم یقین لائے ہیں اپنے رب پر تاکہ بخشے ہم کو ہمارے گناہ

وَمَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ۗ وَاللّٰهُ خَيْرٌ وَّ

اور جو تو نے زبردستی کروایا ہم سے جادو ◆ اور اللہ بہتر ہے اور

جادوگروں کا ایمان لانا ساحر چونکہ فن کے جاننے والے تھے۔ اصول فن کے اعتبار سے فوراً سمجھ گئے کہ یہ سحر نہیں ہو سکتا یقیناً سحر سے اوپر کوئی اور حقیقت ہے۔ دل میں ایمان آیا اور سجدہ میں گر پڑے۔ یہ قصہ سورۂ اعراف میں گذر چکا۔

فرعون کی بیچارگی اور غصہ یعنی ہم سے بے پوچھے ہی ایمان لے آئے۔ ہمارے فیصلہ کا بھی انتظار نہ کیا۔ معلوم ہو گیا کہ یہ تمہاری اور موسیٰ کی ملی بھگت ہے، جنگ زرگری کر کے عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہو جیسا کہ سورۂ اعراف میں گذرا۔

یعنی داہنا ہاتھ بایاں پاؤں، یا بایاں ہاتھ داہنا پاؤں۔

تاکہ تمہارا حال دیکھ کر سب عبرت حاصل کریں۔

فرعون کی دھمکیاں یعنی تم ایمان لا کر سمجھتے ہو کہ ہم ہی ناجی ہیں اور دوسرے لوگ (یعنی فرعون اور اس کے ساتھی) سب ابدی عذاب میں مبتلا رہیں گے۔ سو ابھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ کس کا عذاب زیادہ سخت اور زیادہ دیر تک رہنے والا ہے۔

جادوگروں کا ثبات و استقامت یعنی ہم ایسے صاف دلائل کو تیری خاطر سے نہیں چھوڑ سکتے اور اپنے خالق حقیقی کی خوشنودی کے مقابلہ میں تیری کچھ پروا نہیں کر سکتے۔ اب جو تو کر سکتا ہے کر گذر۔ تیرا زور زیادہ سے زیادہ یہی چل سکتا ہے کہ ہماری اس فانی زندگی کو ختم کر دے۔ سو کچھ مضائقہ نہیں، ہم پہلے ہی دارالفناء کے مقابلہ میں دارالقرار کو اختیار کر چکے ہیں۔ ہم کو اب یہاں کے رنج و راحت کی فکر نہیں۔ تمنا صرف یہ ہے کہ ہمارا مالک ہم سے راضی ہو جائے اور ہمارے تمام گناہوں کو خصوصاً اس گناہ کو جو تیری حکومت کے خوف سے زبردستی کرنا پڑا (یعنی حق کا مقابلہ جادو سے) معاف فرما دے۔ کہتے ہیں کہ جادوگر حضرت موسیٰ کے نشان دیکھ کر سمجھ گئے تھے کہ یہ جادو نہیں۔ مقابلہ نہ کیا چاہے، پھر فرعون کے زور سے کیا۔

أَبْقَىٰ ﴿٧٣﴾ إِنَّهُ مَن يَأْتِ رَبَّهُ مُجْرِمًا فَإِنَّ لَهُ

سدا باقی رہنے والا ◆ بات یہی ہے کہ جو کوئی آیا اپنے رب کے پاس گناہ لے کر سو اس کے واسطے

جَهَنَّمَ لَا يَمُوتُ فِيهَا وَلَا يَحْيَىٰ ﴿٧٤﴾ وَمَن يَأْتِهِ

دوزخ ہے نہ مرے اس میں نہ جیے ◆ اور جو آیا اس کے پاس

مُؤْمِنًا قَدْ عَمِلَ الصَّالِحَاتِ فَأُولَٰئِكَ لَهُمُ الدَّرَجَاتُ

ایمان لے کر نیکیاں کر کر سو ان لوگوں کے لئے ہیں درجے

الْعُلَىٰ ﴿٧٥﴾ جَنَّاتُ عَدْنٍ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ

بلند باغ ہیں بسنے کے بہتی ہیں ان کے نیچے سے نہریں

خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ جَزَاءُ مَن تَزَكَّىٰ ﴿٧٦﴾

ہمیشہ رہا کریں گے ان میں ◆ اور یہ بدلا ہے اس کا جو پاک ہوا ◆

وَلَقَدْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَسْرِ بِعِبَادِي

اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کو کہ لے نکل میرے بندوں کو رات سے

فَاضْرِبْ لَهُمْ طَرِيقًا فِي الْبَحْرِ يَبَسًا لَّا تَخَافُ

پھر ڈال دے ان کے لئے سمندر میں رستہ سوکھا نہ خطرہ کر

دَرَكًا وَلَا تَخْشَىٰ ﴿٧٧﴾ فَأَتْبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ بِجُنُودِهِ

آ پکڑنے کا اور نہ ڈر ہوگا ◆ پھر پیچھا کیا ان کا فرعون نے اپنے لشکر لے کر

فَغَشِيَهُم مِّنَ الْيَمِّ مَا غَشِيَهُمْ ﴿٧٨﴾ وَأَضَلَّ فِرْعَوْنُ

پھر ڈھانپ لیا ان کو پانی نے جیسا کہ ڈھانپ لیا ◆ اور بہکایا فرعون نے

◆ یعنی جو انعام و اکرام تم کو دیتا ہے اس سے کہیں بڑھ کر اور پائدار اجر مومنین کو خدا کے ہاں ملتا ہے۔

◆ **اللہ کی نافرمانی کا انجام** | یعنی انسان کو چاہئے کہ اول آخرت کی فکر کرے۔ لوگوں کا مطیع بن کر خدا کا مجرم نہ بنے۔ اُس کے مجرم کا ٹھکانہ بہت بُرا ہے جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں۔ دنیا کی تکلیفیں کتنی ہی شاق ہوں موت آ کر سب کو ختم کر دیتی ہے۔ لیکن کافر کو دوزخ میں موت بھی نہیں آئے گی جو تکالیف کا خاتمہ کر دے۔ اور جینا بھی جینے کی طرح کا نہ ہوگا۔ زندگی ایسی ہوگی کہ موت کو ہزاروں درجہ اس پر ترجیح دے گا۔ العیاذ باللہ۔

◆ **مومنین کے انعامات** | مجرمین کے بالمقابل یہ مطیعین کا انجام بیان فرما دیا۔

◆ یعنی پاک ہوا گندے خیالات، فاسد عقائد، رذیل اخلاق اور برے اعمال سے۔

◆ **حضرت موسیٰ کو ہجرت کا حکم** | جب فرعونیوں نے میدان مقابلہ میں شکست کھائی، ساحرین مشرف بایمان ہو گئے۔ بنی اسرائیل کا پلہ بھاری ہونے لگا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے سالہا سال تک اللہ تعالیٰ کی آیات باہرہ دکھلا کر ہر طرح حجت تمام کر دی۔ اس پر بھی فرعون حق کو قبول کرنے اور بنی اسرائیل کو آزادی دینے پر آمادہ نہ ہوا۔ تب حق تعالیٰ نے حکم دیا کہ سب بنی اسرائیل کو ہمراہ لے کر رات کے وقت مصر سے ہجرت کر جاؤ تا اس طرح بنی اسرائیل کی مظلومیت اور غلامی کا خاتمہ ہو۔ راستہ میں سمندر (بحر قلزم) حائل ہوگا لیکن تم بے دھڑک عصا مار کر بغیر کے راستہ میں سمندر کی موجیں حائل نہیں ہونی چاہئیں۔ پانی کے اندر سے اپنے لئے خشک راستہ نکال لو۔ جس سے گزرتے ہوئے نہ غرق ہونے کا اندیشہ کرو نہ اس بات کا کہ دشمن پیچھے سے تعاقب کرتا ہوا آ پکڑے۔

سمندر کے درمیان خشک راستہ | چنانچہ موسیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق سمندر میں لاٹھی ماری جس سے پانی پھٹ کر راستے نکل آئے اور ہوا کو حکم دیا کہ زمین کو فوراً خشک کر دے۔ چنانچہ آناً فاناً سمندر کے بیچ میں خشک راستہ تیار ہو گیا جس کے دونوں طرف پانی کے پہاڑ کھڑے ہوتے تھے "فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ" بنی اسرائیل اس پر سے بے تکلف گذر گئے۔

فرعون کا تعاقب اور ہلاکت | پیچھے سے فرعون اپنے عظیم الشان لشکر کو لئے تعاقب کرتا آ رہا تھا۔ خشک راستہ دیکھ کر ادھر ہی گھس پڑا۔ جس وقت بنی اسرائیل عبور کر گئے اور فرعونی لشکر راستے کے بیچوں بیچ پہنچا خدا تعالیٰ نے سمندر کو ہر طرف سے حکم دیا کہ ان سب کو اپنی آغوش میں لے لے۔ پھر کچھ نہ پوچھو کہ سمندر کی موجوں نے کس طرح ان سب کو ہمیشہ کے لئے ڈھانپ لیا۔

قَوْمَهٗ وَمَا هَدٰى ۝٧٩ يٰبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ قَدْ اَنْجَيْنٰكُمْ

اپنی قوم کو ۔ اور نہ سمجھایا ۔ اے اولاد اسرائیل ۔ تحقیق ہم نے تم کو

مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوٰعَدْنٰكُمْ جَانِبَ الطُّوْرِ الْاَيْمَنَ

تمہارے دشمن سے ۔ اور وعدہ ٹھہرایا ہم نے ۔ داہنی طرف پہاڑ کی

وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ۝٨٠ كُلُوْا مِنْ

اور اتارا تم پر ۔ من اور سلویٰ ۔ کھاؤ

طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ

ستھری چیزیں ۔ جو روزی دی ہم نے تم کو ۔ اور مت کرو اس میں زیادتی ۔ پھر اترے

عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ

تم پر میرا غصہ ۔ اور جس پر اترا میرا غصہ ۔ سو وہ

هَوٰى ۝٨١ وَاِنِّيْ لَغَفَّارٌ لِّمَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ

گر گیا ۔ اور میری بڑی بخشش ہے ۔ اس پر جو توبہ کرے ۔ اور یقین لائے ۔ اور کرے

صَالِحًا ثُمَّ اهْتَدٰى ۝٨٢ وَمَآ اَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ

بھلا کام ۔ پھر راہ پر رہے ۔ اور کیوں جلدی کی تو نے ۔ اپنی قوم سے

يٰمُوْسٰى ۝٨٣ قَالَ هُمْ اُولَاۗءِ عَلٰٓي اَثَرِيْ وَعَجِلْتُ

اے موسیٰ ۔ بولا ۔ وہ یہ آرہے ہیں میرے پیچھے ۔ اور میں جلدی آیا

اِلَيْكَ رَبِّ لِتَرْضٰى ۝٨٤ قَالَ فَاِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ

تیری طرف ۔ اے میرے رب تاکہ تو راضی ہو ۔ فرمایا ۔ ہم نے تو جانچا تیری قوم کو

◆ یعنی دعوے تو زبان سے بہت کیا کرتا تھا۔ "وَمَآ اَهْدِيْكُمْ اِلَّا سَبِيْلَ الرَّشَادِ" لیکن اس نے اپنی قوم کو کیسا اچھا راستہ بتلایا۔ وہی مثال پوری کر دی کہ "ہم تو ڈوبے ہیں صنم تم کو بھی لے ڈوبیں گے۔" جو حال دنیا میں ہوا تھا وہی آخرت میں ہوگا۔ یہاں سب کو لے کر سمندر میں ڈوبا تھا وہاں سب کو ساتھ لے کر جہنم میں گرے گا۔ "يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ" (ہود رکوع ۹)

◆ **بنی اسرائیل کو نصیحت** یعنی حق تعالیٰ بنی اسرائیل کو نصیحت فرماتے ہیں کہ دیکھو ہم نے تم پر کیسے کیسے احسان و انعام کئے، چاہئے کہ ان کا حق ادا کرو۔ کیا یہ تھوڑی بات ہے کہ ایسے سخت جابر دشمن کے ہاتھوں سے تم کو نجات دی اور اس کو کیسے عبرتناک طریقہ سے تمہاری آنکھوں کے سامنے ہلاک کیا۔ پھر تمہارے سردار حضرت موسیٰ علیہ السلام کے توسط سے وعدہ ٹھہرا کہ مصر سے شام کو جاتے ہوئے کوہ "طور" کا جو مبارک و میمون حصہ داہنے ہاتھ پڑتا ہے وہاں آؤ تم کو "تورات" عطا کی جائے گی۔ "تیہ" کے لق و دق میدان میں تمہارے کھانے کے لئے من و سلویٰ اتارا گیا (جس کا ذکر سورۂ بقرہ میں گذر چکا ہے) ان احسانات کا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو حلال طیب لذیذ اور ستھری چیزیں عنایت فرمائی ہیں انہیں شوق سے استعمال کرو۔ لیکن اس معاملہ میں حد سے نہ گزرو مثلاً ناشکری یا فضول خرچی کرنے لگو۔ یا اس فانی عیش پر اترانے لگو۔ یا اس میں سے حقوق واجبہ ادا نہ کرو۔ یا اللہ کی دی ہوئی دولت معاصی میں خرچ کرنے لگو۔ یا جہاں اور جس وقت جوڑ کر رکھنے کی ممانعت ہے وہاں جوڑنے کے پیچھے پڑ جاؤ۔ غرض خدا کی نعمتوں کو طغیان و عصیان کا آلہ نہ بناؤ۔

◆ یعنی زیادتی کرو گے تو اللہ کا غضب تم پر نازل ہوگا اور ذلت و عذاب کے تاریک غاروں میں پھینک دیے جاؤ گے۔

◆ مغضوبین کے بالمقابل یہ مغفورین کا بیان ہوا۔ یعنی کتنا ہی بڑا مجرم ہو اگر سچے دل سے تائب ہو کر ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کر لے اور اسی پر موت تک مستقیم رہے تو اللہ کے یہاں بخشش اور رحمت کی کمی نہیں۔

◆ **کوہ طور پر حضرت موسیٰؑ کی عجلت** حضرت موسیٰ علیہ السلام حسب وعدہ نہایت اشتیاق کے ساتھ کوہ طور پہنچے۔ شاید قوم کے بعض نقبا کو بھی ہمراہ لے جانے کا حکم ہوگا وہ ذرا پیچھے رہ گئے۔ حضرت موسیٰؑ شوق میں آگے بڑھتے چلے گئے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ! ایسی جلدی کیوں کی کہ قوم کو پیچھے چھوڑ دیا۔ عرض کیا کہ اے پروردگار! تیری خوشنودی کے لئے جلد حاضر ہو گیا۔ اور قوم بھی کچھ زیادہ دور نہیں یہ میرے پیچھے چلی آ رہی ہے۔ کذا فی التفاسیر و یحتمل غیر ذالک واللہ اعلم۔

مِنۡۢ بَعۡدِكَ وَاَضَلَّهُمُ السَّامِرِىُّ ﴿۸۵﴾ فَرَجَعَ

تیرے پیچھے | اور بہکا دیا ان کو سامری نے | پھر لوٹا

مُوۡسٰٓى اِلٰى قَوۡمِهٖ غَضۡبَانَ اَسِفًا ۚ قَالَ يٰقَوۡمِ

موسیٰ | اپنی قوم کے پاس | غصہ میں بھرا پچھتاتا ہوا | کہا | اے قوم

اَلَمۡ يَعِدۡكُمۡ رَبُّكُمۡ وَعۡدًا حَسَنًا ؕ اَفَطَالَ

کیا تم سے وعدہ نہ کیا تھا تمہارے رب نے | اچھا وعدہ | کیا طویل ہوئی

عَلَيۡكُمُ الۡعَهۡدُ اَمۡ اَرَدۡتُّمۡ اَنۡ يَّحِلَّ عَلَيۡكُمۡ

تم پر مدت | یا چاہا تم نے | کہ اترے تم پر

غَضَبٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ فَاَخۡلَفۡتُمۡ مَّوۡعِدِىۡ ﴿۸۶﴾ قَالُوۡا مَاۤ

غضب | تمہارے رب کا | اس لیے خلاف کیا تم نے میرا وعدہ | بولے

اَخۡلَفۡنَا مَوۡعِدَكَ بِمَلۡكِنَا وَلٰـكِنَّا حُمِّلۡنَاۤ اَوۡزَارًا

ہم نے خلاف نہیں کیا تیرا وعدہ | اپنے اختیار سے | و لیکن اٹھوایا ہم سے بھاری بوجھ

مِّنۡ زِيۡنَةِ الۡقَوۡمِ فَقَذَفۡنٰهَا فَكَذٰلِكَ اَلۡقَى

قوم فرعون کے زیور کا | سو ہم نے اس کو پھینک دیا | پھر اسی طرح ڈالا

السَّامِرِىُّ ﴿۸۷﴾ فَاَخۡرَجَ لَهُمۡ عِجۡلًا جَسَدًا لَّهٗ خُوَارٌ

سامری نے | پھر بنا نکالا (بنا کر لایا) ان کے واسطے ایک بچھڑا | ایک دھڑ (بدن) جس میں آواز گائے کی

فَقَالُوۡا هٰذَاۤ اِلٰهُكُمۡ وَاِلٰهُ مُوۡسٰى ۙ فَنَسِىَ ﴿۸۸﴾

پھر کہنے لگے | یہ معبود ہے تمہارا | اور معبود ہے موسیٰ کا | سو وہ بھول گیا

قوم کو سامری کا بہکانا | یعنی تم تو ادھر آ گئے اور ہم نے تیری قوم کو ایک سخت آزمائش میں ڈال دیا۔ جس کا سبب عالم اسباب میں سامری بنا ہے کیونکہ اسی کے اغواء و اضلال سے بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کی غیبت میں بچھڑا پوجنا شروع کر دیا تھا۔ جس کا قصہ سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے۔ **تنبیہ** | سامری کا نام بھی بعض کہتے ہیں موسیٰ تھا۔ بعض کے نزدیک یہ اسرائیلی تھا بعض کے نزدیک قبطی۔ بہرحال جمہور کی رائے یہ ہے کہ یہ شخص حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کا منافق تھا اور منافقین کی طرح فریب اور چالبازی سے مسلمانوں کو گمراہ کرنے کی فکر میں رہتا تھا۔ ابن کثیر کی روایت کے موافق کتب اسرائیلیہ میں اس کا نام ہارون ہے۔

قوم پر حضرت موسیٰ کا غصہ | یعنی میرے اتباع میں تم کو دینی و دنیوی ہر طرح کی بھلائی پہنچی۔ چنانچہ بہت سی عظیم الشان بھلائیاں ابھی ابھی تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو اور جو باقی ہیں وہ بھی عنقریب ملنے والی ہیں۔ کیا اس وعدہ کو بہت زیادہ مدت گزر گئی تھی کہ تم پچھلے احسانات کو بھول گئے اور اگلے انعامات کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے ہو؟ یا جان بوجھ کر تم نے مجھ سے وعدہ خلافی کی؟ اور دین توحید پر قائم نہ رہ کر خدا کا غضب مول لیا (کذا فسرہ ابن کثیر رحمہ اللہ) یا یہ مطلب لیا جائے کہ تم سے حق تعالیٰ نے تیس چالیس روز کا وعدہ کیا تھا کہ اتنی مدت موسیٰ علیہ السلام "طور" پر معتکف رہیں گے تب تورات شریف ملے گی۔ تو کیا بہت زیادہ مدت گزر گئی کہ تم انتظار کرتے کرتے تھک گئے؟ اور گوسالہ پرستی اختیار کر لی یا عمداً یہ حرکت کی ہے تا غضب الٰہی کے مستحق بنو۔ اور "فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِیْ" سے مراد وہ وعدہ ہے جو بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کیا تھا کہ آپ ہم کو خدا کی کتاب لا دیجئے ہم اسی پر عمل کیا کریں گے اور آپ کے اتباع پر مستقیم رہیں گے۔

زیورات اور سونے کا بچھڑا | یعنی ہم نے اپنے اختیار سے از خود ایسا نہیں کیا۔ یہ حرکت ہم سے سامری نے کرائی۔ صورت یہ ہوئی کہ قوم فرعون کے زیورات کا جو بوجھ ہم پر لدا ہوا تھا اور سمجھ میں نہ آتا تھا کہ اسے کیا کریں۔ ہم نے باہمی مشورہ کے بعد اپنے سے اتار پھینکا۔ اس کو آگ میں پگھلا کر سامری نے ڈھال لیا اور بچھڑے کی صورت بنا کر کھڑی کر دی۔ یہ قصہ سورۂ اعراف میں گزر چکا ہے۔ وہاں کے فوائد دیکھ لئے جائیں۔ **تنبیہ** | قوم فرعون کے یہ زیورات کس طرح بنی اسرائیل کے ہاتھ آئے تھے؟ یا ان سے مستعار لئے تھے۔ یا مال غنیمت کے طور پر ملے یا اور کوئی صورت ہوئی۔ اس میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ کوئی صورت بھی ہو بنی اسرائیل انکا استعمال اپنے لئے جائز نہیں سمجھتے تھے۔ لیکن غضب ہے کہ اس کا بت بنا کر پوجنا جائز سمجھا۔

یعنی موسیٰ سے بھول ہوئی کہ خدا تعالیٰ سے ہم کلام ہونے کے لئے طور پر گئے۔ خدا تو یہاں موجود ہے۔ یعنی یہی بچھڑا العیاذ باللہ۔ شاید یہ قول ان میں سے سخت غالیوں کا ہوگا۔

أَفَلَا يَرَوْنَ أَلَّا يَرْجِعُ إِلَيْهِمْ قَوْلًا ۙ وَّلَا يَمْلِكُ

بھلا یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ وہ جواب تک نہیں دیتا ان کو کسی بات کا اور اختیار نہیں رکھتا

لَهُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ﴿٨٩﴾ وَلَقَدْ قَالَ لَهُمْ هٰرُوْنُ مِنْ

ان کے برے کا اور بھلے کا ◆ اور کہا تھا ان کو ہارون نے

قَبْلُ يٰقَوْمِ إِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَإِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ

پہلے سے اے قوم بات یہی ہے کہ تم بہک گئے اس بچھڑے سے اور تمہارا رب تو رحمٰن ہے

فَاتَّبِعُوْنِيْ وَأَطِيْعُوْٓا أَمْرِيْ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا لَنْ نَّبْرَحَ عَلَيْهِ

سو میری راہ چلو اور مانو بات میری ◆ بولے ہم برابر اسی پر رہیں گے

عٰكِفِيْنَ حَتّٰى يَرْجِعَ إِلَيْنَا مُوْسٰى ﴿٩١﴾ قَالَ يٰهٰرُوْنُ مَا

جمے بیٹھے جب تک لوٹ کر آئے ہمارے پاس موسیٰ ◆ کہا موسیٰ نے اے ہارون کس چیز نے

مَنَعَكَ إِذْ رَأَيْتَهُمْ ضَلُّوْٓا ﴿٩٢﴾ أَلَّا تَتَّبِعَنِ ۭ أَفَعَصَيْتَ

روکا تجھ کو جب دیکھا تھا تو نے ان کو کہ وہ بہک گئے کہ تو میرے پیچھے نہ آیا کیا تو نے رد کیا

أَمْرِيْ ﴿٩٣﴾ قَالَ يَبْنَؤُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَأْسِيْ ۚ

میرا حکم ◆ وہ بولا اے میری ماں کے جنے مت پکڑ میری ڈاڑھی اور مت سر ◆

إِنِّيْ خَشِيْتُ أَنْ تَقُوْلَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِيْٓ إِسْرَآءِيْلَ

میں ڈرا کہ تو کہے گا پھوٹ ڈال دی تو نے بنی اسرائیل میں

وَلَمْ تَرْقُبْ قَوْلِيْ ﴿٩٤﴾ قَالَ فَمَا خَطْبُكَ يٰسَامِرِيُّ ﴿٩٥﴾

اور یاد نہ رکھی میری بات ◆ کہا موسیٰ نے اب تیری کیا حقیقت ہے اے سامری ◆

یعنی اندھوں کو اتنی موٹی بات بھی نہیں سوجھتی کہ جو مورتی نہ کسی سے بات کر سکے، نہ کسی کو ادنیٰ ترین نفع نقصان پہنچانے کا اختیار رکھے وہ معبود یا خدا کس طرح ہو سکتی ہے۔

قوم کو حضرت ہارون کی تنبیہ | یعنی حضرت ہارون نرمی سے زبانی فہمائش کر چکے تھے کہ اس بچھڑے پر تم مفتون ہو رہے ہو وہ خدا نہیں ہو سکتا۔ تمہارا پروردگار اکیلا رحمان ہے۔ جس نے اب تک خیال کرو کس قدر رحمتوں کی بارش تم پر کی ہے۔ اسے چھوڑ کر کدھر جا رہے ہو۔ میں موسیٰ کا جانشین ہوں اور خود نبی ہوں اگر اپنا بھلا چاہتے ہو تو لازم ہے کہ میری راہ چلو اور میری بات مانو۔ سامری کے اغوا میں مت آؤ۔

قوم کی ضد | یعنی موسیٰ کے واپس آنے تک تو ہم اس سے ہٹتے نہیں ان کے آنے پر دیکھا جائے گا جو کچھ مناسب معلوم ہوگا کریں گے۔

حضرت ہارون سے حضرت موسیٰ کی باز پرس | یعنی میں تم کو اپنا خلیفہ بنا کر اور تاکید کر کے گیا تھا کہ میری غیبت میں ان کی اصلاح کرتے رہنا اور مفسدین کے راستہ پر نہ چلنا۔ پھر تم نے کیا اصلاح کی؟ کیوں اپنے موافقین کو ساتھ لے کر ان گوسالہ پرستوں کا سختی سے مقابلہ نہ کیا؟ اگر یہ نہ ہو سکا تھا تو ان سے منقطع ہو کر میرے پاس کیوں نہیں چلے آئے؟ غرض تم نے ایسی صریح گمراہی کو دیکھ کر میرے طریق کار کی پیروی کیوں نہیں کی؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرط جوش میں ہارون علیہ السلام کی داڑھی اور سر کے بال پکڑ لئے تھے۔ اس کی مفصل بحث سورۂ اعراف کے فوائد میں گزر چکی۔

حضرت ہارون کی معذرت | یعنی میری سمجھ میں یہی آیا کہ تمہارے آنے کا انتظار کروں اس سے پہلے کہ تمہارے پیچھے کوئی ایسا کام کروں جس سے بنی اسرائیل میں پھوٹ پڑ جائے۔ کیونکہ ظاہر ہے اگر مقابلہ یا انقطاع ہوتا تو کچھ لوگ میرے ساتھ ہوتے اور بہت سے مخالف رہتے۔ مجھے ڈر ہوا کہ تم آ کر یہ الزام نہ دو کہ میرا انتظار کیوں نہ کیا؟ اور قوم میں ایسا تفرقہ کیوں ڈال دیا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "چلتے وقت موسیٰ ہارون کو نصیحت کر گئے تھے کہ سب کو متفق رکھیو۔ اس لئے انہوں نے بچھڑا پوجنے والوں کا مقابلہ نہ کیا۔ زبان سے البتہ سمجھایا وہ نہ سمجھے" بلکہ ان کے قتل پر تیار ہونے لگے وَكَادُوا يَقْتُلُونَنِي۔

سامری سے باز پرس | ادھر سے فارغ ہو کر موسیٰ علیہ السلام نے سامری کو ڈانٹ بتلائی اور فرمایا کہ اب تو اپنی حقیقت بیان کر۔ یہ حرکت تو نے کس وجہ سے کی؟ اور کیا اسباب پیش آئے کہ بنی اسرائیل تیری طرف جھک پڑے۔

قَالَ بَصُرْتُ بِمَا لَمْ يَبْصُرُوْا بِهٖ فَقَبَضْتُ قَبْضَةً

مِّنْ اَثَرِ الرَّسُوْلِ فَنَبَذْتُهَا وَكَذٰلِكَ سَوَّلَتْ لِيْ

نَفْسِيْ ﴿٩٦﴾ قَالَ فَاذْهَبْ فَاِنَّ لَكَ فِي الْحَيٰوةِ اَنْ

تَقُوْلَ لَا مِسَاسَ ۠ وَاِنَّ لَكَ مَوْعِدًا لَّنْ تُخْلَفَهٗ ۚ

وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِيْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا ۭ

لَنُحَرِّقَنَّهٗ ثُمَّ لَنَنْسِفَنَّهٗ فِي الْيَمِّ نَسْفًا ﴿٩٧﴾ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ

اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ﴿٩٨﴾

كَذٰلِكَ نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ مَا قَدْ سَبَقَ ۚ وَقَدْ

اٰتَيْنٰكَ مِنْ لَّدُنَّا ذِكْرًا ﴿٩٩﴾ ۚ مَنْ اَعْرَضَ عَنْهُ فَاِنَّهٗ

◆ **حضرت جبرئیل کے پاؤں تلے کی مٹی** | سامری نے کہا کہ مجھ کو ایک ایسی چیز نظر پڑی جو اوروں نے نہیں دیکھی تھی۔ یعنی خدا کے بھیجے ہوئے فرشتہ (جبرئیل) کو گھوڑے پر سوار دیکھا۔ شاید یہ اس وقت ہوا ہو جب بنی اسرائیل دریا میں گھسے اور پیچھے پیچھے فرعون کا لشکر تھا اس حالت میں جبرئیل دونوں جماعتوں کے درمیان میں کھڑے ہو گئے تا ایک کو دوسرے سے ملنے نہ دیں۔ بہر حال سامری نے کسی محسوس علامت سے یا وجدان سے یا کسی قسم کے تعارف سابق کی بناء پر سمجھ لیا کہ یہ جبرئیل ہیں ان کے پاؤں یا ان کے گھوڑے کے پاؤں کے نیچے سے کچھ مٹی اٹھا لی۔ وہی اب سونے کے بچھڑے میں ڈال دی۔ کیونکہ اس کے جی میں یہ بات آئی کہ روح القدس کی خاک پا میں ضرور کوئی خاص تاثیر ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "سونا تھا فرعون کا مال بیگانہ اور حرام۔ اس میں ملی پڑی برکت کی خاک اور باطل اور حق مل کر ایک کرشمہ بن گیا کہ جاندار کی طرح اس میں روح اور آواز اس میں ہو گئی۔" ایسی چیزوں سے بہت بچنا چاہیے۔ اسی سے بت پرستی چلتی ہے۔ **تنبیہ** | آیت کی جو تفسیر اوپر بیان ہوئی صحابہ و تابعین اور علمائے مفسرین سے یہی منقول ہے۔ بعض محققین نے اس پر جو طعن کئے ہیں اور آیت کی دوراز صواب تاویلیں کی ہیں ان کا کافی جواب صاحب روح المعانی نے دیا ہے۔ یہاں اس قدر بسط کا موقع نہیں۔ من شاء فلیراجعہ۔

◆ **سامری کی سزا** | یعنی مجھے ہاتھ مت لگاؤ مجھ سے علیحدہ رہو۔ چونکہ اس نے بچھڑا کا معتکف بنایا تھا قوم کو اس غرض سے کہ لوگ اس کے ساتھ ہوں اور سردار مانیں اس کے مناسب سزا ملی کہ کوئی پاس نہ پھٹکے اور قریب جائے تو وہ خود دور ہٹنے کی ہدایت کر دے۔ اور دیوانہ بنا پھرے۔ بس ایک وحشی، اچھوت اور وحشی جانور کی طرح زندگی گزارے۔

◆ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "دنیا میں اس کو یہی سزا ملی کہ لشکر بنی اسرائیل سے باہر الگ رہتا۔ اگر وہ کسی سے ملتا یا کوئی اس سے تو دونوں کو تپ چڑھتی۔ اسی لئے لوگوں کو دور دور کرتا۔ اور یہ جو فرمایا کہ ایک وعدہ ہے جو خلاف نہ ہوگا۔ شاید مراد عذاب آخرت ہے اور شاید یہاں کا تھا۔ ابھی یہود میں سامری کے فرقہ کی تکمیل کرے گا۔ جیسے حضرت کے وقت میں ایک شخص نے نبی کو کہا انصاف سے بانٹ۔ فرمایا اس کی جنس کے لوگ نکلیں گے۔ وہ خارجی نکلے کہ اپنے پیشواؤں پر لگے اعتراض کرنے۔ جو کوئی دین کے پیشواؤں پر طعن کرے سامری ہے۔"

◆ یعنی تیری سزا تو یہ ہوئی۔ اب تیرے جھوٹے معبود کی قلعی بھی کھولے دیتا ہوں۔ جس بچھڑے کو تو نے خدا بنایا اور دن رات وہاں دل جمائے بیٹھا رہتا تھا، ابھی تیری آنکھوں کے سامنے توڑ پھوڑ کر اور جلا کر راکھ کر دوں گا۔ پھر راکھ کو دریا میں بہا دوں گا۔ تا اس کے پجاریوں کو خوب واضح ہو جائے کہ وہ دوسروں کو تو کیا نفع نقصان پہنچا سکتا خود اپنے وجود کی بھی حفاظت نہیں کر سکتا۔

◆ باطل کو مٹانے کے ساتھ حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو حق کی طرف بلاتے ہیں۔ یعنی بچھڑا تو کیا چیز ہے کوئی بڑی سے بڑی چیز بھی معبود نہیں بن سکتی۔ سچا معبود تو وہی ایک ہے جس کے سوا کسی کی بندگی عقلاً و نقلاً روا نہیں اور جس کا احاطہ علمی ذرہ ذرہ کو محیط ہے۔

◆ **پچھلے واقعات سنانے کی حکمت** | یعنی موسیٰ و فرعون کی طرح اور بہت سی گزشتہ اقوام کے واقعات ہم تجھ کو وحی کے ذریعہ سے تمام دنیا کو سناتے رہتے ہیں جس میں بہت سے فوائد ہیں مثلاً علم کی توفیر، معجزات کی تکثیر، پیغمبر اور مسلمانوں کی تسلی، عقلمندوں کے لئے عبرت و تذکیر اور معاندین کے حق میں تہدید و ترہیب کا سامان ہوتا ہے۔

◆ یعنی قرآن کریم جو ان عبرت آموز واقعات و حقائق پر مشتمل ہے۔

يَحْمِلُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وِزْرًا ﴿۱۰۰﴾ خٰلِدِيْنَ فِيْهِ ۭ وَسَاۗءَ لَهُمْ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ حِمْلًا ﴿۱۰۱﴾ يَّوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ وَنَحْشُرُ

الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ زُرْقًا ﴿۱۰۲﴾ يَّتَخَافَتُوْنَ بَيْنَهُمْ اِنْ

لَّبِثْتُمْ اِلَّا عَشْرًا ﴿۱۰۳﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ اِذْ يَقُوْلُ

اَمْثَلُهُمْ طَرِيْقَةً اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا يَوْمًا ﴿۱۰۴﴾ وَيَسْــَٔـلُوْنَكَ

عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ يَنْسِفُهَا رَبِّيْ نَسْفًا ﴿۱۰۵﴾ فَيَذَرُهَا

قَاعًا صَفْصَفًا ﴿۱۰۶﴾ لَّا تَرٰى فِيْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا ﴿۱۰۷﴾

يَوْمَىِٕذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِيَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ

الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ﴿۱۰۸﴾

یعنی اعراض و تکذیب سے جو گناہوں کا بوجھ قیامت کے دن ان پر لادا جائے گا، کبھی ہلکا نہ ہوگا۔ ہمیشہ اس کے نیچے دبے رہیں گے پھر اس کا اٹھانا کوئی ہنسی کھیل نہیں۔ جب اٹھائیں گے تو پتہ چلے گا کہ کیسے برے اور سخت بوجھ کے نیچے دبائے گئے ہیں۔

محشر میں مجرمین کی حالت | یعنی محشر میں لائے جانے کے وقت اندھے ہوں گے۔ یا شاید یوں ہی آنکھیں نیلی ہوں بدنمائی کے واسطے، بہرحال اگر پہلے معنی لئے جائیں تو یہ ایک خاص وقت کا ذکر ہے۔ پھر آنکھیں کھول دی جائیں گی تاکہ دوزخ وغیرہ کو دیکھ سکیں۔ وَرَاَ الْمُجْرِمُوْنَ النَّارَ الآیہ (الکہف رکوع ۷) اَسْمِعْ بِهِمْ وَاَبْصِرْ يَوْمَ يَاْتُوْنَنَا (مریم رکوع ۲)

دنیا کی زندگی پر ندامت | یعنی آخرت کا طول اور وہاں کے ہولناک احوال کی شدت کو دیکھ کر دنیا میں یا قبر میں رہنا اتنا کم نظر آئے گا گویا چند عشرہ سے زیادہ نہیں رہے۔ بڑی جلدی دنیا ختم ہو گئی۔ یہاں کے مزے اور لمبی چوڑی امیدیں سب بھول جائیں گے۔ بیہودہ عمر ضائع کرنے پر ندامت ہوگی۔ یا شاید معذرت کے طور پر ایسا کہیں گے۔ یعنی دنیا میں بہت ہی کم ٹھہرنا ہوا۔ موقع نہ ملا کہ آخرت کے لئے کچھ سامان کرتے جیسے دوسری جگہ فرمایا۔ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ يُقْسِمُ الْمُجْرِمُوْنَ مَا لَبِثُوْا غَيْرَ سَاعَةٍ الیٰ آخرہ (روم رکوع ۶)

یعنی چپکے کہنا ہم سے مخفی نہیں۔ وہ آپس میں جو سرگوشیاں کریں گے ہم کو خوب معلوم ہیں۔

یعنی جو ان میں زیادہ عقلمند صائب الرائے اور ہوشیار ہوگا وہ کہے گا کہ میاں دس دن بھی کہاں؟ صرف ایک ہی دن سمجھو۔ اس کو زیادہ عقلمند اور اچھی راہ روش والا اس لئے فرمایا کہ دنیا کے زوال و فنا اور آخرت کی بقاء و دوام اور شدت ہول کو اس نے دوسروں سے زیادہ سمجھا۔

قیامت کے دن پہاڑوں کی حالت | یعنی قیامت کے ذکر پر منکرین حشر استہزاءً کہتے ہیں کہ اچھا یہ سخت اور عظیم الشان پہاڑوں کا کیا حشر ہوگا؟ کیا یہ بھی ٹوٹ پھوٹ جائیں گے؟ اس کا جواب دیا کہ حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کے سامنے پہاڑوں کی کیا حقیقت ہے ان سب کو ذرا سی دیر میں کوٹ پیس کر ریت کے ذرات اور دھنی ہوئی روئی کی طرح ہوا میں اڑا دیا جائے گا اور زمین بالکل صاف و ہموار کر دی جائے گی جس میں کہیں نیچ اور اونچ نہ رہے گی، پہاڑوں کی رکاوٹیں ایک دم صاف کر دی جائیں گی۔

یعنی جدھر فرشتہ آواز دے گا یا جہاں بلانے جائیں گے سیدھے تیر کی طرح ادھر دوڑے جائیں گے۔ نہ بلانے والے کی بات ٹیڑھی ہوگی اور نہ دوڑنے والوں میں کچھ ٹیڑھا ترچھا پن رہے گا۔ کاش یہ لوگ دنیا میں اللہ کے داعی کی آواز پر اسی طرح سیدھے پہنچتے تو وہاں کام آتا۔ پر یہاں اپنی بدبختی اور کجروی سے ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتے رہے۔

رحمٰن کے ڈر سے آوازوں کا پست ہونا | یعنی محشر کی طرف چلنے کی کھسکھاہٹ کے سوا اس وقت رحمٰن کے خوف و ہیبت کے مارے کسی کی آواز نہ سنائی دے گی، اگر کوئی کچھ کہے گا بھی تو اس قدر آہستہ جیسے کانا پھوسی کر رہے ہوں۔

يَوْمَئِذٍ لَّا تَنفَعُ الشَّفَاعَةُ إِلَّا مَنْ أَذِنَ لَهُ الرَّحْمَٰنُ

اس دن کام نہ آئے گی سفارش مگر جس کو اجازت دی رحمٰن نے

وَرَضِيَ لَهُ قَوْلًا ﴿١٠٩﴾ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا

اور پسند کی اس کی بات ♦ وہ جانتا ہے جو کچھ ان کے آگے اور

خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا ﴿١١٠﴾ وَعَنَتِ الْوُجُوهُ

پیچھے اور یہ قابو میں نہیں لا سکتے اس کو دریافت کر کر ♦ اور ذلیل ہوتے ہیں منہ آگے اس

لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ۖ وَقَدْ خَابَ مَنْ حَمَلَ ظُلْمًا ﴿١١١﴾ وَمَن

جیتے (زندہ) ہمیشہ رہنے والے کے ♦ اور خراب ہوا جس نے بوجھ اٹھایا ظلم کا ♦ اور جو کوئی

يَعْمَلْ مِنَ الصَّالِحَاتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخَافُ

کرے کچھ بھلائیاں اور وہ ایمان بھی رکھتا ہو سو اس کو ڈر نہیں

ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا ﴿١١٢﴾ وَكَذَٰلِكَ أَنزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا

بے انصافی کا اور نقصان پہنچنے کا ♦ اور اسی طرح اتارا ہم نے قرآن عربی زبان کا

وَصَرَّفْنَا فِيهِ مِنَ الْوَعِيدِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ

اور پھیر پھیر کر سنائی ہم نے اس میں ڈرانے کی باتیں تاکہ وہ بچ کر چلیں (ڈریں)

أَوْ يُحْدِثُ لَهُمْ ذِكْرًا ﴿١١٣﴾ فَتَعَالَى اللَّهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۗ

یا ڈالے ان کے دل میں سوچ ♦ سو بلند درجہ اللہ کا اس سچے بادشاہ کا ♦

وَلَا تَعْجَلْ بِالْقُرْآنِ مِن قَبْلِ أَن يُقْضَىٰ إِلَيْكَ

اور تو جلدی نہ کر قرآن کے لینے میں جب تک پورا نہ ہو چکے اس کا اترنا

◆ **کوئی سفارش کام نہیں آئیگی** یعنی اس کی سفارش چلے گی جس کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سفارش کی اجازت ملے۔ اس کا بولنا خدا کو پسند ہو اور بات ٹھکانے کی کہے اور ایسے شخص کی سفارش کرے جس کی بات (لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه) خدا کو پسند آ چکی ہے کافر کے حق میں کوئی کسی کی سفارش نہیں چلے گی۔

◆ یعنی خدا کا علم سب کو محیط ہے لیکن بندوں کا علم اس کو یا اس کی معلومات کو محیط نہیں۔ اس لئے وہی اپنے علم محیط سے جانتا ہے کہ کس کو کس کے لئے شفاعت کا موقع دینا چاہئے۔

◆ **منکرین کے سر جھک جائیں گے** یعنی اس روز بڑے بڑے سرکش متکبروں کے سر بھی حاضر ناظر قیوم کے سامنے ذلیل قیدیوں کی طرح جھکے ہوں گے۔ جنہوں نے کبھی خدا کے آگے پیشانی نہ ٹیکی تھی اس وقت بڑی عاجزی سے گردن جھکائے چلے آئیں گے۔

◆ یعنی ظالم کا حال کچھ نہ پوچھو کیا خراب ہوگا۔ ظلم کے لفظ میں شرک اور دوسرے معاصی سب داخل ہیں۔ جیسے فرمایا اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمان رکوع ۲) اور وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ الخ (آل عمران رکوع ۱۴) ہر ایک ظالم کی خرابی اس کے درجہ ظلم کے موافق ہوگی۔

◆ بے انصافی یہ کہ کوئی نیکی ضائع کر دی جائے یا ناکردہ گناہ میں پکڑا جائے۔ اور نقصان پہنچانا یہ کہ استحقاق سے کم بدلہ دیا جائے۔

◆ **قرآن کریم کی تعلیم صاف ہے** یعنی جیسے یہاں محشر کے احوال اور نیک و بد کے نتائج صاف صاف سنا دیئے۔ اسی طرح ہم نے پورا قرآن صاف زبان عربی میں نازل کیا تاکہ لوگ اس کے اولین مخاطب ہیں اس کو پڑھ کر خدا سے ڈریں۔ اور تقویٰ کی راہ اختیار کریں اور اگر فی الحال نہ ڈریں تو کم از کم ان کے دلوں میں اپنے انجام کی طرف سے کچھ سوچ تو پیدا ہو جائے۔ ممکن ہے یہی سوچ اور غور آگے بڑھتے بڑھتے ہدایت پر لے آئے اور ان کے ذریعہ سے دوسروں کو ہدایت ہو۔

◆ جس نے ایسا عظیم الشان قرآن اتارا اور اپنی رعایا کو ایسی سچی اور کھری باتیں ان کے فائدہ کے لئے سنائیں۔

وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ﴿۱۱۴﴾ وَلَقَدْ عَهِدْنَآ اِلٰٓى

اٰدَمَ مِنْ قَبْلُ فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا ﴿۱۱۵﴾ ع وَ

اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ

اِبْلِيْسَ ؕ اَبٰى ﴿۱۱۶﴾ فَقُلْنَا يٰٓاٰدَمُ اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ

وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى ﴿۱۱۷﴾

اِنَّ لَكَ اَلَّا تَجُوْعَ فِيْهَا وَلَا تَعْرٰى ﴿۱۱۸﴾ وَاَنَّكَ

لَا تَظْمَؤُا فِيْهَا وَلَا تَضْحٰى ﴿۱۱۹﴾ فَوَسْوَسَ اِلَيْهِ

الشَّيْطٰنُ قَالَ يٰٓاٰدَمُ هَلْ اَدُلُّكَ عَلٰى شَجَرَةِ

الْخُلْدِ وَمُلْكٍ لَّا يَبْلٰى ﴿۱۲۰﴾ فَاَكَلَا مِنْهَا فَبَدَتْ

① **آنحضرت کو ایک دعا کی تعلیم** | یعنی جب قرآن ایسی مفید و عجیب چیز ہے تو جس طرح ہم اس کو بتدریج آہستہ آہستہ اتارتے ہیں تم بھی اس کو جبریل سے لینے میں جلدی نہ کیا کرو۔ جس وقت فرشتہ وحی پڑھ کر سنائے تم عجلت کر کے اس کے ساتھ ساتھ نہ پڑھو۔ ہم ذمہ لے چکے ہیں کہ قرآن تمہارے سینے سے نکلنے نہ پائے گا۔ پھر اس فکر میں کیوں پڑتے ہو کہ کہیں بھول نہ جاؤں اس فکر کے بجائے یوں دعا کیا کرو کہ اللہ تعالیٰ قرآن کی اور زیادہ سمجھ اور بیش از بیش علوم و معارف عطا فرمائے۔ دیکھو آدم نے ایک چیز میں بے موقع عجلت کی تھی اس کا انجام کیا ہوا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "جبریل جب قرآن لاتے حضرت ان کے پڑھنے کے ساتھ آپ بھی پڑھتے تھے کہ بھول نہ جاؤں، اس کو پہلے منع فرمایا تھا سورۃ قیامہ میں "لَا تُحَرِّكْ بِهِ لِسَانَكَ لِتَعْجَلَ بِهِ إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ" اور تسلی کر دی تھی کہ اس کا یاد رکھوانا اور لوگوں تک پہنچوانا ہمارا ذمہ ہے۔ لیکن بندہ بشر ہے، شاید بھول گئے ہوں اس لئے پھر اس آیت سے تقید کیا اور بھولنے پر آگے نقل بیان فرمائی آدم کی۔"

② **حضرت آدم کی بھول** | وہی جو درخت کھا لیا تھا۔ بھول گئے۔ پختگی کا عزم نہ رہا۔ آگے اس قصہ کی قدرے تفصیل ہے۔

③ ظاہر ہے بہشت کا آرام دوسری جگہ کہاں مل سکتا ہے۔ آخر کھانے پینے، رہنے سہنے کی تدبیر کیا کرنی پڑے گی۔

④ انسان کی یہی بڑی ضرورتیں ہیں، کھانا، پینا، پہننا اور رہنے کے لئے مکان جس میں دھوپ بارش کا بچاؤ ہو۔ جنت میں اس طرح کی کوئی تکلیف نہیں۔ ہر طرح راحت ہی راحت ہے۔ ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد

یہاں راحت کا ذکر نہیں کیا۔ صرف تکلیفوں کی نفی کی شاید متنبہ کرنے کے لئے کہ یہاں سے نکلے تو ان سب چیزوں کی تکلیف اٹھاؤ گے۔

⑤ **حضرت آدم کو شیطان کا اغواء** | یعنی ایسا درخت بتاؤں جس کے کھانے سے کبھی موت نہ آئے اور نہ زوال بادشاہت ملے۔

لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۚ وَعَصٰٓى اٰدَمُ رَبَّهٗ فَغَوٰى ﴿١٢١﴾ ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيْهِ وَهَدٰى ﴿١٢٢﴾ قَالَ اهْبِطَا مِنْهَا جَمِيْعًاۢ بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّيْ هُدًى ۙ فَمَنِ اتَّبَعَ هُدَايَ فَلَا يَضِلُّ وَلَا يَشْقٰى ﴿١٢٣﴾ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ﴿١٢٤﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿١٢٥﴾ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿١٢٦﴾

◆ یعنی اسی طرح ہر ایک مجرم کو اس کے مناسب حال سزا دی جائے گی۔

◆ اس سے بڑی حماقت ہوگی کہ یہاں کی تکلیف سے گھبرائیں اور وہاں کے عذاب سے بچنے کی فکر نہ کریں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یعنی بعذاب اندھا ہونے کا حشر میں ہے اور دوزخ میں اور زیادہ"

◆ **تاریخ سے عبرت** | یعنی آخرت میں جو سزا ملے گی اگر اس پر یقین نہیں آتا تو کیا تاریخی واقعات سے بھی سبق حاصل نہیں کرتے۔ ان ہی مکہ والوں کے آس پاس کتنی قومیں اپنے کفر و طغیان کی بدولت تباہ کی جا چکی ہیں جن کے افسانے لوگوں کی زبان پر باقی ہیں اور جن میں سے بعض کے کھنڈرات پر ملک شام وغیرہ کا سفر کرتے ہوئے خود ان کا گزر بھی ہوتا ہے۔ جنہیں دیکھ کر ان غارت شدہ قوموں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے کہ کس طرح اپنی مکانوں میں چلتے پھرتے ہلاک کر دیے گئے۔

◆ **اللہ کے ڈھیل دینے کی مصلحت** | یعنی حق تعالیٰ کی رحمت غضب پر سابق ہے۔ اسی لئے مجرم کو دیر تک اصلاح کا موقع دیتے ہیں اور پوری طرح اتمام حجت کے بدون ہلاک نہیں کرتے۔ بلکہ اس امت کے متعلق تو یہ بھی فرما دیا ہے "وما کان اللہ لیعذبہم وانت فیہم" اپنی اعلیٰ خاص مہربانی سے عذاب عام مستاصل کو اس امت سے اٹھا لیا ہے۔ یہ بات ہے جو تیرے رب کی طرف سے نکل چکی اگر یہ نہ ہوتی اور ہر ایک مجرم قوم کے عذاب کا ایک خاص وقت مقرر نہ ہوتا تو لازمی طور پر ان کو عذاب آگھیرتا۔ کیونکہ ان کا کفر و شرارت اسی کو مقتضی ہے کہ فوراً ہلاک کر دیے جائیں۔ صرف مصالح مذکورہ بالا مانع ہیں جن سے اس قدر توقف ہو رہا ہے۔ آخر قیامت میں عذاب عظیم کا مزہ چکھنا پڑے گا۔ اور جب وقت آئے گا تو دنیا میں بھی اس نقصان کا نمونہ دیکھ لیں گے۔ چنانچہ بدر میں مسلمانوں سے مڈبھیڑ ہوئی تو تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیا۔

◆ **صبر کی تلقین** | یعنی عذاب اپنے وقت پر ہو کر رہے گا۔ تاخیر و امہال کو دیکھ کر یہ لوگ جو کچھ بکتے رہیں آپ ان کی باتوں کو سہتے رہیے اور صبر و سکون سے آخری نتیجہ کا انتظار کیجئے۔ ان کے کلمات کفر پر حد سے زیادہ مضطرب ہونے کی ضرورت نہیں۔

◆ **فجر اور عصر کی نمازیں** | یہ فجر اور عصر کی نمازیں ہوئیں۔ یعنی احمقوں اور شریروں کی باتوں پر دھیان نہ کرو۔ صبر و سکون کے ساتھ اپنے رب کی عبادت میں لگے رہو۔ کیونکہ خدا کی مدد صبر و صلوٰۃ دو چیزوں سے حاصل ہوتی ہے۔ "واستعینوا بالصبر والصلوٰۃ"۔

◆ **مغرب اور عشاء کی نمازیں** | اس میں مغرب و عشاء بلکہ بعض تقادیر کے موافق نماز تہجد بھی داخل ہے۔

◆ **ظہر کی نماز** | یہ ظہر کی نماز ہوئی۔ کیونکہ اس وقت دن کے نصف اول اور نصف آخر کی حدیں ملتی ہیں۔ بلکہ صحاح و قاموس وغیرہ میں تصریح کی ہے کہ "طرف" "طائفۃ من الشیء" یعنی کسی شے کے حصہ کو کہتے ہیں۔ خاص حد اور کنارہ کے معنی نہیں اس صورت میں نہار کو جمع لانے پر ہر دن کا ایک خاص حصہ مراد ہو سکتا ہے جہاں دن کی تنصیف ہوتی ہے۔

◆ یعنی ایسا طرز عمل رکھو گے تو ہمیشہ دنیا و آخرت میں راضی رہو گے۔ اس عمل کا بڑا بھاری اجر ملے گا اور امت کی مدد ہوگی دنیا میں اور بخشش ہوگی آخرت میں آپ کی سفارش سے جسے دیکھ کر آپ خوش ہوں گے۔

أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ۬ لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ ۚ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّأَبْقٰى ﴿۱۳۱﴾ وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ۖ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ۖ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ۗ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى ﴿۱۳۲﴾ وَقَالُوا لَوْلَا يَأْتِينَا بِاٰيَةٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ أَوَلَمْ تَأْتِهِم بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْأُولٰى ﴿۱۳۳﴾ وَلَوْ أَنَّا أَهْلَكْنٰهُم بِعَذَابٍ مِّن قَبْلِهِ لَقَالُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ إِلَيْنَا رَسُولًا

کفار کے اسباب عیش پر نظر نہ کیجئے یعنی دنیا میں قسم قسم کے کافروں مثلاً یہود و نصاریٰ، مشرکین، مجوس وغیرہ کو ہم نے عیش و تنعم کے جو سامان دے رکھے ہیں ان کی طرف آپ کبھی آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھئے (جیسے اب تک نہیں دیکھا) یہ محض چند روزہ بہار ہے جس کے ذریعے ہم ان کا امتحان کرتے ہیں کہ کون احسان مانتا ہے اور کون سرکشی کرتا ہے۔ جو عظیم الشان دولت حق تعالیٰ نے (اے پیغمبر) آپ کے لئے مقدر کی ہے مثلاً قرآن کریم، منصب رسالت، فتوحات عظیمہ، رفع ذکر اور آخرت کے اعلیٰ ترین مراتب اس کے سامنے ان فانی اور حقیر

سامانوں کی کیا حقیقت ہے۔ آپ کے حصہ میں جو دولت آئی وہ ان کی دولتوں سے کہیں بہتر ہے اور بذاتِ خود یا اپنے اثر کے اعتبار سے ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔ بہرحال آپ نہ ان کی تکذیب و اعراض سے مضطرب ہوں نہ ان کے ساز و سامان اور مال و دولت کی طرف نظر التفات اٹھائیں۔

◆ **نماز کی تاکید** | یعنی اپنے متعلقین اور احباب کو بھی نماز کی تاکید فرماتے رہیے۔ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ بچہ جب سات برس کا ہو جائے تو (عادت ڈالنے کے لئے) نماز پڑھواؤ۔ جب دس برس کا ہو تو مار کر پڑھواؤ۔

◆ **کسب معاش اور نماز** | دنیا میں مالک غلاموں سے روزی کمواتے ہیں۔ وہ مالک بندگی چاہتا ہے اور غلاموں کو روزی آپ دیتا ہے (کذا فی الموضح) غرض ہماری نماز سے اس کا کچھ فائدہ نہیں۔ البتہ ہمارا فائدہ ہے کہ نماز کی برکت سے بے گمان روزی ملتی ہے" وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ " (طلاق رکوع ۱) اسی لئے اگر فرض نماز اور کسب معاش میں تعارض ہو تو اللہ تعالیٰ اجازت نہیں دیتا کہ کسب معاش کے مقابلہ میں نماز ترک کر دو۔ نماز بہرحال ادا کرنی ہے۔ روزی پہنچانے والا وہی خدا ہے جس کی نماز پڑھتے ہیں۔ اصل کسب معاش کے ان ذرائع کا خدا تعالیٰ نے حکم نہیں دیا جو ادائے فرائض عبودیت میں مخل و مزاحم ہوں۔ انسان کو چاہیے کہ پرہیزگاری اختیار کرے۔ انجام کار دیکھ لے گا کہ خدا کس طرح اس کی مدد کرتا ہے۔

◆ یعنی کوئی ایسی کھلی نشانی کیوں نہیں دکھلاتے جس کے بعد ہم کو انکار کی گنجائش ہی نہ رہے۔ ورنہ اس روز روز کی تہدید و تخویف سے کیا فائدہ۔

◆ **کفار کا مطالبہ معجزات** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "یعنی اگلی کتابوں میں خبر ہے رسول آخر الزمان کی۔ یا یہ معنی کہ پہلے پیغمبروں کی نشانی کافی ہے۔ یہ پیغمبر بھی اصول وہی ان ہی باتوں کا تقید کرتا ہے کوئی انوکھی بات نہیں کہتا۔ یا یہ نشانی کہ اگلی کتابوں کے موافق واقعات بیان کرتا ہے۔" اور بہترین تفسیر میرے نزدیک وہ ہے جو ابن کثیر وغیرہ نے اختیار کی۔ یعنی یہ لوگ ہٹ دھرمی سے کہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہیں لایا۔ کیا اور بے شمار نشانات کے علاوہ سب سے بڑا عظیم الشان یہ قرآن ان کے پاس نہیں آ چکا جو اگلی کتابوں کے ضروری مضامین کا محافظ اور ان کی صداقت کے لئے بطور حجت اور گواہ کے ہے اور جس کا اعجاز آفتاب سے زیادہ روشن ہے وَقَالُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْهِ اٰیٰتٌ مِّنْ رَّبِّهٖ قُلْ اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاِنَّمَآ اَنَا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ اَوَلَمْ یَكْفِهِمْ اَنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَیْكَ الْكِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَرَحْمَةً وَّذِكْرٰی لِقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ (عنکبوت رکوع ۵)

فَنَتَّبِعَ اٰيٰتِكَ مِنْ قَبْلِ اَنْ نَّذِلَّ وَنَخْزٰى ﴿١٣٤﴾

کہ ہم چلتے تیری کتاب (کلام) پر ذلیل اور رسوا ہونے سے پہلے

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ

کہہ دو ہر کوئی راہ دیکھ رہا ہے سو تم بھی راہ دیکھو آگے کو جان لو گے کون ہیں

اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ﴿١٣٥﴾ ع

سیدھی راہ والے اور کس نے راہ پائی ◆

آنحضرت کی بعثت کفار کیلئے حجت ہے | یعنی ایسا عظیم الشان نشان دیکھنے کے بعد تو کہتے ہیں کہ کوئی نشان کیوں نہ لایا۔ اور فرض کرو ہم یہ نشان نہ دکھاتے یعنی قرآن نازل نہ کرتے، بلکہ انزال کتاب اور ارسال رسول سے پہلے ہی کفر و شرک کی سزا میں ان کو دھر گھسیٹتے تو شور مچاتے کہ صاحب! سزا دینے سے پیشتر ہمارے پاس کوئی کتاب اور سمجھانے والا تو بھیجا تھا کہ ہم کو ذلت و رسوائی اٹھانے سے قبل آگاہ کر دیتا۔ پھر دیکھتے کہ ہم آپ کے کہنے پر کیسا چلتے۔ غرض قرآن نہ آتا تو یوں کہتے، اب آیا تو اسے چھوڑ کر دوسری من گھڑت نشانیوں کا مطالبہ کرنے لگے۔ ان کا مقصود ہدایت حاصل کرنا ہی نہیں۔ فضول حیلے بہانے تراشتے رہتے ہیں۔ سو تم ان سے کہہ دو کہ ہم اور تم دونوں انتظار کرتے ہیں کہ عنقریب پردۂ غیب سے کیا مستقبل سامنے آتا ہے۔ اس وقت سب حقیقت آشکارا ہو جائے گی کہ کس جماعت کا راستہ سیدھا ہے؟ اور کون اس راستہ پر ٹھیک چل رہا ہے؟

تم سورۃ طٰہٰ بتوفیقہ وعونہ فللّٰہ الحمد اولاً و آخراً و علی نبیہ الصلوٰۃ والتسلیم وآلہٖ وامتہٖ کثیراً۔

آیاتہا ١١٢ (٢١) سُوْرَةُ الْاَنْبِيَآءِ مَكِّيَّةٌ (٧٣) رکوعاتہا ٧

سورۂ انبیاء مکہ میں نازل ہوئی اور اس میں ایک سو بارہ آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کا نام لے کر جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ۚ (١)

نزدیک آپہنچا (ان) لوگوں کے — ان کے حساب کا وقت — اور وہ بےخبری میں منہ پھیر رہے ہیں ◆

مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنْ رَّبِّهِمْ مُّحْدَثٍ اِلَّا اسْتَمَعُوْهُ

کوئی نصیحت نہیں آتی ان کو — ان کے رب سے نئی — مگر اس کو سنتے ہیں

وَهُمْ يَلْعَبُوْنَ ۙ (٢) لَاهِيَةً قُلُوْبُهُمْ ۗ وَاَسَرُّوا النَّجْوَى ۖ

کھیل میں لگے ہوئے — غافل ہو رہے ہیں دل ان کے ◆ — اور چھپا کر بات کی

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۖ هَلْ هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۚ اَفَتَاْتُوْنَ

بے انصافوں نے — یہ شخص کچھ نہیں مگر ایک آدمی ہے تم ہی جیسا — پھر کیوں پھنستے ہو

السِّحْرَ وَاَنْتُمْ تُبْصِرُوْنَ (٣) قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ

اس کے جادو میں — آنکھوں دیکھتے ◆ — اس نے (پیغمبر نے) کہا — میرا رب جانتا ہے بات کو

فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ (٤) بَلْ

آسمان میں ہو — یا زمین میں — اور وہ سننے والا جاننے والا ہے ◆

قَالُوْٓا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ بَلِ افْتَرٰىهُ بَلْ هُوَ شَاعِرٌ ۚ

بلکہ کہتے ہیں یہ پریشان خواب ہیں — بلکہ جھوٹ باندھ لیا ہے — بلکہ شاعر ہے

سورۃ الانبیاء

◆ **یومِ حساب سے غفلت** | یعنی حساب و کتاب اور مجازات کی گھڑی سر پر کھڑی ہے لیکن یہ لوگ (مشرکین وغیرہ) انتہائی غفلت و جہالت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ کوئی تیاری قیامت کی جوابدہی کے لئے نہیں کرتے۔ اور جب آیات اللہ سنا کر خواب غفلت سے چونکائے جاتے ہیں تو نصیحت سن کر نہایت لاپروائی سے ٹھکرا دیتے ہیں۔ گویا کبھی ان کو خدا تعالیٰ کے حضور پیش ہونا اور حساب دینا ہی نہیں۔ حق ہے "الناس فی غفلاتہم ورحی المنیۃ تطحن"

◆ یعنی قرآن کی جو نئی نئی آیت نصیحتوں و ہدایت کی آتی ہے اسے محض کھیل تماشا کی حیثیت سے سنتے ہیں۔ جن میں اگر اخلاص کے ساتھ غور کرتے تو سب دین و دنیا درست ہو جاتی۔ لیکن جب دل ہی ادھر سے غافل ہیں اور کھیل تماشہ میں پڑے ہیں تو غور کرنے کی نوبت کہاں سے آئے۔

◆ **آنحضرتؐ کے خلاف کفار کے مشورے** | جب نصیحت سنتے سنتے تھک گئے تو چند بے انصافوں نے خفیہ مشورہ کرکے قرآن اور پیغمبر کے متعلق یہ ٹھہرا دیا کہ یہ پیغمبر تو ہمارے جیسا ایک آدمی ہیں، نہ فرشتہ ہیں نہ ہم سے زیادہ کوئی ظاہری امتیاز رکھتے ہیں۔ البتہ ان کو جادو آتا ہے جو کلام یہ سناتے ہیں وہ درحقیقت جادو کا کلام ہے۔ پھر تم کو کیا مصیبت نے گھیرا کہ آنکھوں دیکھتے ان کے جادو میں پھنستے ہو۔ لازم ہے کہ ان کے قریب نہ جاؤ۔ قرآن کو جادو شاید اس کی قوت تاثیر اور حیرت انگیز تصرف کو دیکھ کر کہا۔ اور خفیہ مشورہ اس لئے کیا کہ آنحضرتؐ کے خلاف جو تدابیر کرنے والے تھے یہ اس کی تمہید تھی۔ اور ظاہر ہے کہ ہوشیار دشمن اپنی منصوبہ بندی کا دشمنوں کو قبل از وقت مطلع کرنا پسند نہیں کرتا اور ان امور میں پردہ ڈالا کرتا ہے۔

◆ **آنحضرتؐ کا کفار مکہ کو جواب** | پیغمبر نے فرمایا کہ تم کتنی ہی چھپا کر مشورے کرو میرے خدا کو سب خبر ہے وہ تو آسمان و زمین کی ہر بات کو جانتا ہے پھر تمہارے راز اور سازشیں اس سے کہاں پوشیدہ رہ سکتی ہیں۔

فَلْيَأْتِنَا بِآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ ۝٥ مَا آمَنَتْ

تو چاہیے کہ لائے ہمارے پاس کوئی نشانی | جیسے پیغام دے کر آئے تھے پہلے ◆ | نہیں مانا

قَبْلَهُمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا ۚ أَفَهُمْ يُؤْمِنُونَ ۝٦

ان سے پہلے کسی بستی نے | جس کو غارت کر دیا ہم نے | کیا اب یہ مان لیں گے ◆

وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ

اور پیغام نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے | مگر یہی مردوں کے ہاتھ | وحی (حکم) بھیجتے تھے ہم ان کو

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ۝٧

سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے | اگر تم نہیں جانتے ◆

وَمَا جَعَلْنَاهُمْ جَسَدًا لَا يَأْكُلُونَ الطَّعَامَ وَمَا

اور نہیں بنائے تھے ہم نے ان کے ایسے بدن | کہ وہ کھانا نہ کھائیں | اور

كَانُوا خَالِدِينَ ۝٨ ثُمَّ صَدَقْنَاهُمُ الْوَعْدَ فَأَنْجَيْنَاهُمْ

نہ تھے وہ ہمیشہ رہ جانے والے ◆ | پھر سچا کر دیا ہم نے ان سے وعدہ | سو بچا دیا ان کو

وَمَنْ نَشَاءُ وَأَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِينَ ۝٩ لَقَدْ أَنْزَلْنَا

اور جس کو ہم نے چاہا | اور غارت کر دیا حد سے نکل جانے والوں کو ◆ | ہم نے اتاری ہے

إِلَيْكُمْ كِتَابًا فِيهِ ذِكْرُكُمْ ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝١٠ وَكَمْ

تمہاری طرف کتاب | کہ اس میں تمہارا ذکر ہے | کیا تم نہیں سمجھتے ◆ | اور کتنی

قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَأَنْشَأْنَا

پیس ڈالیں ہم نے بستیاں | جو تھیں گنہگار | اور اٹھا کھڑے کئے

ع ۱

بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ﴿۱۱﴾ فَلَمَّآ اَحَسُّوْا بَاْسَنَآ اِذَا

هُمْ مِّنْهَا يَرْكُضُوْنَ ﴿۱۲﴾ لَا تَرْكُضُوْا وَارْجِعُوْٓا اِلٰى مَآ

اُتْرِفْتُمْ فِيْهِ وَمَسٰكِنِكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْـَٔلُوْنَ ﴿۱۳﴾ قَالُوْا

يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴﴾ فَمَا زَالَتْ تِّلْكَ

دَعْوٰىهُمْ حَتّٰى جَعَلْنٰهُمْ حَصِيْدًا خٰمِدِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَمَا

خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ﴿۱۶﴾ لَوْ

اَرَدْنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ ۖ

اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۷﴾ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى

الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ۭ وَلَكُمُ الْوَيْلُ

◆ یعنی یہ نہیں کہ ان کے نیست و نابود کر دینے سے خدا کی زمین اجڑ گئی وہ گئے دوسروں کو ان کی جگہ بسا دیا گیا۔

◆ **عذاب کے وقت کا پچھتانا** | یعنی جب عذاب الٰہی سامنے آگیا تو چاہا کہ وہاں سے نکل بھاگیں اور بھاگ کر جان بچائیں۔ اس وقت تمسخر کے طور پر کہا گیا کہ بھاگتے کہاں ہو ٹھہرو اور ادھر ہی واپس چلو جہاں عیش کئے تھے اور جہاں بہت سے سامان تنعم جمع کر رکھے تھے شاید وہاں کوئی تم سے پوچھے کہ حضرت! وہ مال و دولت اور زر و بیضت کا نشہ کیا ہوا؟ وہ سامان کدھر گئے؟ اور جو نعمتیں خدا نے دے رکھی تھیں ان کا شکر کہاں تک ادا کیا تھا؟ یا یہ کہ آپ بڑے آدمی تھے جن کی ہر موقع پر پوچھ ہوتی تھی اب بھی وہیں چلیے۔ بھاگنے کی ضرورت نہیں تاکہ لوگ اپنے معاملات میں آپ سے مشورے کر سکیں اور آپ کی رائیں دریافت کر سکیں۔ (یہ سب باتیں تہکما کہی گئی ہیں)

◆ **عذاب دیکھ کر جرائم کا اعتراف** | یعنی جب عذاب آنکھوں سے دیکھ لیا تب اپنے جرموں کا اعتراف کیا اور برابر یہی چلاتے رہے کہ بیشک ہم ظالم اور مجرم ہیں۔ لیکن "اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت" یہ وقت قبول توبہ کا نہ تھا۔ اعتراف و ندامت اس وقت سب بیکار چیزیں تھیں آخر اس طرح ختم کر دیے گئے جیسے کھیتی ایک دم میں کاٹ کر ڈھیر کر دی جاتی ہے یا آگ میں جلتی ہوئی لکڑی بجھ کر راکھ ہوتی ہے۔ العیاذ باللہ۔

◆ **زمین و آسمان کی تخلیق کو کھیل نہ سمجھو** | یعنی جس میں کوئی معتد بہ حکمت اور غرض صحیح نہ ہو اس لئے عقلمند کو چاہئے کہ آفرینش عالم کی غرض کو سمجھے اور دنیا کو محض کھیل تماشا سمجھ کر انجام سے غافل نہ ہو بلکہ خوب سمجھ لے کہ دنیا آخرت کے لئے پیدا کی گئی ہے۔ ہر نیک و بد کی جزا اور ذرہ ذرہ کا حساب ہونا ہے۔

مِمَّا تَصِفُوْنَ ﴿١٨﴾ وَلَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

ان باتوں سے جو تم بناتے ہو ◆ اور اسی کا ہے جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں ◆

وَمَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ

اور جو اس کے نزدیک رہتے ہیں سرکشی نہیں کرتے اس کی عبادت سے

وَلَا يَسْتَحْسِرُوْنَ ﴿١٩﴾ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ

اور نہیں کرتے کاہلی یاد کرتے ہیں رات اور دن

لَا يَفْتُرُوْنَ ﴿٢٠﴾ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ

نہیں تھکتے ◆ کیا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اور معبود زمین میں کے ایسے

هُمْ يُنْشِرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ

کہ وہ جلا اٹھائیں گے ان کو ◆ اگر ہوتے ان دونوں میں اور معبود (حاکم) سوائے اللہ کے

لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا

تو دونوں خراب ہو جائیں ◆ سو پاک ہے اللہ عرش کا مالک ان

يَصِفُوْنَ ﴿٢٢﴾ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ﴿٢٣﴾

باتوں سے جو بتلاتے ہیں ◆ اس سے پوچھا نہ جائے جو وہ کرے اور ان سے پوچھا جائے ◆

◆ **حق باطل پر غالب آتا ہے** [1] یعنی اگر ایسے لہو و لعب کے کام بالفرض ہماری شان کے لائق ہوتے اور ہم ارادہ بھی کرتے کہ یوں ہی کوئی مشغلہ اور کھیل تماشا بنا کر کھڑا کر دیں تو بیشک ہم بذات خود اپنی قدرت سے کر گزرتے۔ تمہارے یہاں کے اور بکھیڑوں سے اس کو کچھ سروکار نہ ہوتا۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ محض کھیل تماشا نہیں بلکہ میدان کارزار ہے۔ جہاں حق و باطل کی جنگ ہوتی ہے۔ حق حملہ آور ہو کر باطل کا سر کچل ڈالتا ہے۔ اسی سے تم اپنی مشرکانہ اور سفیہانہ باتوں کا انجام سمجھ لو کہ حق و صداقت کا گولا جب پوری قوت سے تم پر گرے گا اس وقت کیسی خرابی اور بربادی تمہارے لئے ہوگی۔ اور کوئی طاقت بچانے نہ آئے گی۔ تنبیہ: قذف و دمغ "فیدمغہ" کی تقریر اس طرح کی گئی ہے۔ ہمارے نزدیک سباق و لحاق کے اعتبار سے یہ تقریر زیادہ قریب اور صاف ہے۔

أَمِ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِهِ آلِهَةً ۖ قُلْ هَاتُوا بُرْهَانَكُمْ ۖ

هَٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِي ۗ بَلْ أَكْثَرُهُمْ

لَا يَعْلَمُونَ الْحَقَّ ۖ فَهُمْ مُعْرِضُونَ ﴿٢٤﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا

مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا

إِلَٰهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ ﴿٢٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمَٰنُ

وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۚ بَلْ عِبَادٌ مُكْرَمُونَ ﴿٢٦﴾ لَا يَسْبِقُونَهُ

بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِأَمْرِهِ يَعْمَلُونَ ﴿٢٧﴾ يَعْلَمُ مَا

بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُونَ إِلَّا لِمَنِ

ارْتَضَىٰ وَهُمْ مِنْ خَشْيَتِهِ مُشْفِقُونَ ﴿٢٨﴾ وَمَنْ

يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ

جو کوئی کہے ان میں سے — کہ میں ہی معبود ہوں — اس کے سوا — سو اس کو ہم بدلہ دیں گے

جَهَنَّمَ ۭ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ۝۲۹ اَوَلَمْ يَرَ

دوزخ — یوں ہی ہم بدلہ دیتے ہیں بے انصافوں کو ◆ — اور کیا نہیں دیکھا

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا

ان منکروں نے — کہ آسمان اور زمین — منہ بند

رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ۭ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاۗءِ كُلَّ شَيْءٍ

تھے — پھر ہم نے ان کو کھول دیا ◆ — اور بنائی ہم نے پانی سے — ہر ایک چیز

حَيٍّ ۭ اَفَلَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۳۰ وَجَعَلْنَا فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ

جس میں جان ہے ◆ — پھر کیا یقین نہیں کرتے ◆ — اور رکھ دیئے ہم نے زمین میں — بھاری بوجھ

اَنْ تَمِيْدَ بِهِمْ ۠ وَجَعَلْنَا فِيْهَا فِجَاجًا سُبُلًا

کبھی ان کو لے کر جھک پڑے ◆ — اور رکھیں (چوڑی) اس میں راہیں — کشادہ راہیں

لَّعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝۳۱ وَجَعَلْنَا السَّمَاۗءَ سَقْفًا

تاکہ وہ راہ پائیں ◆ — اور بنایا ہم نے آسمان کو — چھت

مَّحْفُوْظًا ښ وَّهُمْ عَنْ اٰيٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ۝۳۲ وَهُوَ

محفوظ ◆ — اور وہ آسمان کی نشانیوں کو — دھیان میں نہیں لاتے ◆ — اور وہی ہے

الَّذِيْ خَلَقَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ۭ

جس نے بنائے رات اور دن — اور سورج اور چاند ◆

كُلٌّ فِي فَلَكٍ يَسْبَحُونَ ﴿٣٣﴾ وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ

سب اپنے اپنے گھیرے (مدار) میں تیرتے ہیں ◆ اور نہیں دیا ہم نے ◆ تجھ سے پہلے

قَبْلِكَ الْخُلْدَ ۖ أَفَإِن مِّتَّ فَهُمُ الْخَالِدُونَ ﴿٣٤﴾

کسی آدمی کو ہمیشہ کے لیے زندہ رہنا (جینا) ◆ پھر کیا اگر تو مر گیا ◆ تو وہ رہ جائیں گے

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ۗ وَنَبْلُوكُم بِالشَّرِّ

ہر جی کو ◆ چکھنی ہے موت ◆ اور ہم تم کو جانچتے ہیں ◆ برائی سے

وَالْخَيْرِ فِتْنَةً ۖ وَإِلَيْنَا تُرْجَعُونَ ﴿٣٥﴾ وَإِذَا

اور بھلائی سے ◆ آزمانے کو ◆ اور ہماری طرف پھر کر آ جاؤ گے ◆ اور جب

رَآكَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِن يَتَّخِذُونَكَ إِلَّا هُزُوًا

تجھ کو دیکھیں ◆ منکر ہیں وہ ◆ تو کوئی کام نہیں ان کو تجھ سے ◆ مگر ٹھٹھا کرنا

أَهَٰذَا الَّذِي يَذْكُرُ آلِهَتَكُمْ وَهُم بِذِكْرِ الرَّحْمَٰنِ

کیا یہی شخص ہے ◆ جو نام لیتا ہے تمہارے معبودوں کا ◆ اور وہ رحمٰن کے نام سے

هُمْ كَافِرُونَ ﴿٣٦﴾ خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ ۚ سَأُرِيكُمْ

منکر ہیں ◆ بنا ہے آدمی ◆ جلدی کا ◆ اب دکھلاتا ہوں تم کو

آيَاتِي فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ ﴿٣٧﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا

اپنی نشانیاں ◆ سو مجھ سے جلدی مت کرو ◆ اور کہتے ہیں ◆ کب ہوگا یہ

الْوَعْدُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٣٨﴾ لَوْ يَعْلَمُ الَّذِينَ

وعدہ ◆ اگر تم سچے ہو ◆ اگر جان لیں یہ

◆ **فلکی سیاروں کا خلا میں تیرنا** | یعنی سورج چاند بلکہ ہر سیارہ اپنے مدار پر چکر کھا رہا ہے۔ "یَسْبَحُوْنَ" کے لفظ سے ظاہراً یہ معلوم ہوتا ہے کہ سیارات اللہ کے حکم سے بذات خود چلتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ **ہر نفس کیلئے موت یقینی ہے** | یعنی جس طرح مذکورہ بالا مخلوقات کا وجود حق تعالیٰ کی ابقاء سے ہے، تمام انسانوں کی زندگی بھی اسی کی عطا کردہ ہے۔ جس وقت چاہے گا چھین لے گا۔ موت ہر ایک پر ثابت کر دے گی کہ تمہاری ہستی تمہارے قبضہ میں نہیں۔ چند روز کی چہل پہل تھی جو ختم ہوئی۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "کافر حضورؐ کی باتیں سن کر کہتے تھے کہ یہ ساری دھوم اس شخص کے دم تک ہے یہ دنیا سے رخصت ہوئے پھر کچھ نہیں" اس سے اگر ان کی غرض یہ تھی کہ موت آنا نبوت کے منافی ہے تو اس کا جواب دیا۔ "وَمَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّنْ قَبْلِكَ الْخُلْدَ" یعنی انبیاء و مرسلین میں سے کون ایسا ہے جس پر کبھی موت طاری نہ ہو ہمیشہ زندہ رہے۔ اور اگر محض آپ کی موت کے تصور سے اپنا دل ٹھنڈا کرنا ہی مقصود تھا تو اس کا جواب "اَفَاۡئِنْ مِّتَّ فَهُمُ الْخٰلِدُوْنَ" میں دے دیا۔ یعنی خوشی کاہے کی؟ کیا آپ کا انتقال ہو جائے تو تم کبھی نہیں مرو گے قیامت تک بیٹھے رہو گے؟ جب تم کو بھی آگے پیچھے مرنا ہے تو پیغمبر کی وفات پر خوش ہونے کا کیا موقع ہے۔ اس راستے سے تو سب کو گزرنا ہے کون ہے جس کو کبھی موت کا مزہ چکھنا نہیں پڑے گا۔ گویا توحید اور دلائل قدرت بیان کرنے کے بعد اس آیت میں مسئلہ نبوت کی طرف روئے سخن پھیر دیا گیا۔

◆ **خیر و شر کے ذریعے آزمائش** | یعنی دنیا میں سختی نرمی، تندرستی، بیماری، تنگی فراخی اور مصیبت و عیش وغیرہ مختلف احوال بھیج کر تم کو جانچا جاتا ہے تاکہ کھرا کھوٹا الگ ہو جائے اور علانیہ ظاہر ہو جائے کہ کون سختی پر صبر اور نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہے اور کتنے لوگ ہیں جو بے صبری یا شکوہ و شکایت اور ناشکری کے مرض میں مبتلا ہیں۔

◆ جہاں تمہارے صبر و شکر اور ہر نیک و بد عمل کا پھل دیا جائے گا۔

◆ **کفار کا آنحضرتؐ سے استہزاء اور اسکا جواب** | جہاں انجام سے بالکل بے فکر ہو کر یہ لوگ پیغمبر علیہ السلام کی ہنسی اڑاتے ہیں اور ان سے ٹھٹھا کرتے ہیں۔ چنانچہ استہزاء و تحقیر سے کہتے ہیں "اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ" "کیا یہی شخص ہے جو تمہارے معبودوں کا برائی سے ذکر کرتا ہے" انہیں شرم نہیں آتی کہ خود خدائے حقیقی معبود کے ذکر اور "رحمٰن" کے نام تک سے چڑتے ہیں اس کی بھیجی کتاب کے منکر ہیں، اور جھوٹے معبودوں کی برائی سن کر خفا ہوتے ہیں۔ اندریں صورت ہنسی کے قابل ان کی حالت ہوئی یا فریق مقابل کی؟

◆ **انسان کی فطرت میں جلد بازی** | شاید کفار کے مطالبات استہزاء و تمسخر کو سن کر بعض مسلمانوں کا بھی جی چاہتا ہو گا کہ ان بے حیاؤں پر فوراً عذاب آ جائے تو اچھا ہو، اور خود کفار بھی بطور استہزاء جلدی مچایا کرتے تھے کہ اگر واقعی ہم تمہارے نزدیک مستحق عذاب ہیں تو وہ عذاب فوراً کیوں نہیں لے آتے۔ دونوں کو بتلایا کہ انسان بڑا جلد باز ہے گویا اس کے خمیر میں جلدی پڑی ہے۔ چاہیے کہ تھوڑا سا صبر کرو عنقریب میں اپنے قہر و انتقام کی نشانیاں تم کو دکھلا دوں گا۔

◆ یعنی کہتے رہتے ہو کہ قیامت آئے گی اور سب کافر ہمیشہ کے لئے دوزخ میں جلیں گے۔ آخر یہ وعدہ کب پورا ہو گا؟ اگر سچے ہو تو قیامت اور جہنم کو ابھی کیوں نہیں بلا لیتے۔

كَفَرُوا حِينَ لَا يَكُفُّونَ عَن وُجُوهِهِمُ النَّارَ وَلَا

مگر اس وقت کو | کہ نہ روک سکیں گے | اپنے منہ سے آگ | اور نہ

عَن ظُهُورِهِمْ وَلَا هُمْ يُنصَرُونَ ﴿٣٩﴾ بَلْ تَأْتِيهِم

اپنی پیٹھ سے | اور نہ ان کو مدد پہنچے گی | بلکہ آ پہنچے گی ان پر

بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا يَسْتَطِيعُونَ رَدَّهَا وَلَا هُمْ

ناگہاں | پھر ان کے ہوش کھو دے گی | پھر نہ پھیر سکیں گے اس کو | اور نہ ان کو

يُنظَرُونَ ﴿٤٠﴾ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّن

مہلت ملے گی ◆ | اور ٹھٹھے ہو چکے ہیں | رسولوں سے

قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُم مَّا كَانُوا

تجھ سے پہلے | پھر الٹ پڑی | ٹھٹھا کرنے والوں پر ان میں سے | وہ چیز جس کا

بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ﴿٤١﴾ قُلْ مَن يَكْلَؤُكُم بِاللَّيْلِ وَ

ٹھٹھا کرتے تھے ◆ | تو کہہ | کون نگہبانی کرتا ہے تمہاری | رات میں | اور

النَّهَارِ مِنَ الرَّحْمَٰنِ ۗ بَلْ هُمْ عَن ذِكْرِ رَبِّهِم

دن میں | رحمٰن سے ◆ | کوئی نہیں | وہ اپنے رب کے ذکر

مُّعْرِضُونَ ﴿٤٢﴾ أَمْ لَهُمْ آلِهَةٌ تَمْنَعُهُم مِّن دُونِنَا ۚ

سے منہ پھیرتے ہیں ◆ | یا ان کے واسطے کوئی معبود ہیں | کہ ان کو بچاتے ہیں | ہمارے سوا

لَا يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَ أَنفُسِهِمْ وَلَا هُم مِّنَّا يُصْحَبُونَ ﴿٤٣﴾

وہ اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے | اور نہ ان کی ہماری طرف سے رفاقت ہو (ہم سے ان کی حفاظت کرے) ◆

◆ **کفار آگ کی حقیقت سے بے خبر ہیں** | یعنی اگر ان پر حقیقت منکشف ہو جائے اور اس ہولناک گھڑی کو ٹھیک ٹھیک سمجھ لیں تو کبھی اس کی درخواست نہ کریں۔ یہ باتیں اس وقت بے فکری میں سوجھ رہی ہیں، جب وہ وقت سامنے آ جائے گا کہ آگے پیچھے ہر طرف سے آگ گھیرے ہوگی تو نہ کسی طرف سے اس کو دفع کر سکیں گے نہ کہیں سے مدد پہنچے گی، نہ مہلت ملے گی، نہ پہلے سے اس کا کامل اندازہ ہوگا۔ اس کے اچانک سامنے آ جانے سے ہوش باختہ ہو جائیں گے تب پتہ چلے گا کہ جس چیز کی ہنسی کرتے تھے وہ حقیقت ثابتہ تھی۔

◆ **پچھلے انبیاء سے استہزاء اور اس کا انجام** | یعنی جس چیز سے ٹھٹھا کرتے تھے اس کی سزا نے گھیر لیا اور ان کی ہنسی ان ہی پر الٹ دی گئی۔

◆ **رحمٰن سے کفار کی غفلت** | یعنی رحمان کے قہر اور عذاب سے تمہاری حفاظت کرنے والا دوسرا کون ہے۔ محض اس کی رحمت واسعہ ہے جو فوراً عذاب نازل نہیں کرتا لیکن ایسے رحمت والے حلیم و بردبار کے غصہ سے ڈرنا بھی بہت چاہیے نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ غَضَبِ الْحَلِیْمِ۔

◆ یعنی رحمان کی حفاظت کا ان کو احساس و اعتراف نہیں۔ عیش و تنعم اور چین کی زندگی نے پروردگار حقیقی کی یاد سے غافل کر رکھا ہے اسی لئے جب اس کی طرف سے کوئی نصیحت کی جاتی ہے تو منہ پھیر لیتے ہیں کہ یہ کہاں کی باتیں شروع کر دیں۔

◆ **فرضی معبودوں کی حقیقت** | یعنی کیا اپنے فرضی معبودوں کی نسبت خیال ہے کہ وہ ان کی حفاظت کرتے ہیں؟ اور موقع آنے پر خدا تعالیٰ کے غضب سے بچا لیں گے؟ سو وہ مسکین دوسروں کی مدد اور حفاظت تو درکنار خود اپنے وجود کی حفاظت بھی نہیں کر سکتے، اگر ان کو کوئی توڑنے پھوڑنے لگے یا کچھ چیز ان کے پاس سے چھین کر لے جائے تو اتنی قدرت نہیں کہ مدافعت تحفظ کے لئے خود ہاتھ پاؤں ہلا سکیں یا اپنے بچاؤ کی خاطر ہماری مدد اور رفاقت حاصل کر لیں۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ

کوئی نہیں بلکہ ہم نے عیش دیا | ان کو | اور ان کے باپ دادوں کو | یہاں تک کہ دراز ہوگئی ان پر زندگی

اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِى الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ؕ

پھر کیا نہیں دیکھتے | کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹاتے | اس کے کناروں سے

اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْىِ ۖ

اب کیا وہ جیتنے والے ہیں | تو کہہ | میں تم کو ڈراتا ہوں | حکم کے موافق

وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَآءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾

اور سنتے نہیں بہرے | پکارنے کو | جب کوئی ان کو ڈر کی بات سنائے

وَلَئِنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ

اور کبھی پہنچ جائے ان تک ایک بھاپ | تیرے رب کے عذاب کی | تو ضرور کہنے لگیں

يٰوَيْلَنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ

ہائے کم بختی ہماری | بے شک ہم تھے گنہگار | اور رکھیں گے ہم ترازوئیں

الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـًٔا ؕ وَاِنْ

انصاف کی | قیامت کے دن | پھر ظلم نہ ہوگا کسی جی پر ایک ذرہ | اور اگر

كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى

ہوگی | برابر رائی کے دانہ کی | تو ہم لے آئیں گے اس کو | اور ہم بس ہیں

بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ

حساب کرنے کو | اور ہم نے دی تھی | موسیٰ اور ہارون کو

کفار کی غفلت اور غرور کی وجہ | یعنی رحمان کی کلاءت وحفاظت اور بجز و بچاؤ کی ایسی چیز نہیں جس کو یہ لوگ سمجھ سکیں۔ بات یہ ہے کہ پشت ہا پشت سے یہ لوگ بے فکری کی زندگی گذار رہے ہیں۔ کوئی جھٹکا عذاب الٰہی کا نہیں لگا۔ اس پر مغرور ہو گئے اور غفلت کے نشہ میں چور ہو کر حق تعالیٰ کا پیغام اور پیغمبروں کی نصیحت قبول کرنے سے منہ موڑ لیا۔

کفار کے مغلوب ہونے کے قرائن | یعنی عرب کے ملک میں اسلام پھیلنے لگا ہے اور کفر گھٹنے لگا۔ آہستہ آہستہ وہاں کی زمین کافروں پر تنگ ہوتی جا رہی ہے۔ ان کی حکومتیں اور سرداریاں ٹوٹتی جا رہی ہیں۔ کیا ایسے کھلے ہوئے آثار و قرائن دیکھ کر بھی انہیں اپنا انجام نظر نہیں آتا۔ اور کیا ان مشاہدات کے باوجود وہ اس کے امیدوار ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں پر ہم غالب ہوں گے۔ اگر چشم عبرت ہے تو چاہئے کہ عقل سے کام لیں اور قرائن و احوال سے مستقبل کا اندازہ کریں۔ کیا ان کو معلوم نہیں کہ ان کے گرد و پیش کی بستیاں انبیاء کی تکذیب و عداوت کی سزا میں تباہ کی جا چکی ہیں اور ہمیشہ آخر کار خدا کے وفاداروں کا مشن کامیاب رہا ہے۔ پھر سید المرسلین اور مومنین کاملین کے مقابلہ میں غالب آنے کی ان کو کیا توقع ہو سکتی ہے۔ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَا حَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ (احقاف رکوع ۴) **تنبیہ** | اس مضمون کی آیت سورۂ رعد کے آخر میں گذر چکی وہاں کے فوائد ملاحظہ کئے جائیں۔

کفار بہرے ہیں کہ دعوت حق نہیں سنتے | یعنی ہمارا کام وحی الٰہی کے موافق نصیحت سے دیکھا ہوا انجام سے آگاہ کر دینا ہے۔ دل کے بہرے اگر اس پکار کو نہ سنیں تو ہمارا قصور نہیں۔ وہ خود اپنے بہرے پن کا خمیازہ بھگتیں گے۔

یعنی یہ لوگ جو بہرے بنے ہوئے ہیں صرف اس وقت تک ہے کہ زیادہ زور سے کھٹکھٹائے نہ جائیں۔ اگر عذاب الٰہی کی ذرا سی بھنک کان میں پڑ گئی یا خدا کے قہر و انتقام کی ادنیٰ بھاپ بھی ان کو چھو گئی تو آنکھ کان سب کھل جائیں گے۔ اس وقت بدحواس ہو کر چلائیں گے کہ بیشک ہم بڑے بھاری مجرم تھے جو ایسی کم بختی آئی۔

انصاف کی میزان اور وزن اعمال | یعنی رائی کے دانہ کے برابر کسی کا عمل ہو گا وہ بھی میزان میں تلے گا۔ ادھر ادھر ضائع نہ ہو گا نہ کسی پر ظلم و زیادتی کی جائے گی۔ رتی رتی کا حساب برابر کر دیا جائے گا **تنبیہ** | "موازین" "میزان" کی جمع ہے شاید بہت سی ترازوئیں ہوں یا ایک ہی ہو مگر مختلف اعمال و عمال کے اعتبار سے کئی قرار دے دی گئیں۔ واللہ اعلم۔ وزن اعمال اور میزان کے متعلق پہلے سورۂ "اعراف" میں کلام کیا جا چکا ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔

یعنی ہمارا حساب آخری اور فیصلہ کن ہو گا جس کے بعد کوئی دوسرا حساب نہیں۔ نہ ہم کو ساری مخلوق کا حساب لینے میں کسی مددگار کی ضرورت ہے۔ آگے بتلایا کہ انذار و تخویف کا سلسلہ پہلے سے چلا آتا ہے۔ آج جن باتوں سے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ڈراتے ہیں انبیائے سابقین بھی ان سے ڈراتے چلے آئے ہیں۔

الْفُرْقَانَ وَضِيَاءً وَذِكْرًا لِّلْمُتَّقِينَ ﴿٤٨﴾ الَّذِينَ

فیصلے چکانے والی کتاب — اور روشنی — اور نصیحت ڈرنے والوں کو ◆ — جو

يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ وَهُم مِّنَ السَّاعَةِ مُشْفِقُونَ ﴿٤٩﴾

ڈرتے ہیں اپنے رب سے — بن دیکھے — اور وہ قیامت کا خطرہ رکھتے ہیں ◆

وَهَٰذَا ذِكْرٌ مُّبَارَكٌ أَنزَلْنَاهُ ۚ أَفَأَنتُمْ لَهُ مُنكِرُونَ ﴿٥٠﴾ ع

اور یہ ایک نصیحت ہے برکت کی — جو ہم نے اتاری — سو کیا تم اس کو نہیں مانتے ◆

وَلَقَدْ آتَيْنَا إِبْرَاهِيمَ رُشْدَهُ مِن قَبْلُ وَكُنَّا بِهِ

اور آگے دی تھی ہم نے ابراہیم کو — اس کی نیک راہ ◆ — اور ہم رکھتے ہیں (تھے)

عَالِمِينَ ﴿٥١﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا هَٰذِهِ التَّمَاثِيلُ

اس کی خبر ◆ — جب کہا اس نے اپنے باپ کو — اور اپنی قوم کو — یہ کیسی مورتیں ہیں

الَّتِي أَنتُمْ لَهَا عَاكِفُونَ ﴿٥٢﴾ قَالُوا وَجَدْنَا آبَاءَنَا

جن پر تم مجاور بنے بیٹھے ہو ◆ — بولے — ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو

لَهَا عَابِدِينَ ﴿٥٣﴾ قَالَ لَقَدْ كُنتُمْ أَنتُمْ وَآبَاؤُكُمْ

انہی کو پوجا کرتے ◆ — بولا — مقرر رہے — تم — اور تمہارے باپ دادے

فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ﴿٥٤﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا بِالْحَقِّ أَمْ

صریح گمراہی (غلطی) میں ◆ — بولے — تو ہمارے پاس لایا ہے سچی بات — یا

أَنتَ مِنَ اللَّاعِبِينَ ﴿٥٥﴾ قَالَ بَل رَّبُّكُمْ رَبُّ

تو کھلاڑیاں کرتا ہے ◆ — بولا نہیں — رب تمہارا وہی ہے جو رب

حضرت موسیٰ و ہارون کو توراۃ دی گئی | یعنی توراۃ شریف جو حق و باطل، ہدایت و ضلالت اور حلال و حرام کے فیصلے چکانے والی اور جہل و غفلت کی اندھیریوں میں روشنی پہنچانے والی اور خدا سے ڈرنے والوں کو نصیحت سنانے والی کتاب تھی۔

مومنین کی خشیت | قیامت کو بدون دیکھے اسی لئے رکھتے ہیں کہ ان کے دل میں خدا کا ڈر ہے۔ ہر وقت دل میں کھٹکا لگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں کیا صورت پیش آئے گی۔ کہیں العیاذ باللہ حق تعالیٰ کی ناراضی اور عذاب کے مورد نہ بن جائیں۔ ظاہر ہے ایسے ہی لوگ نصیحت سے منتفع ہوتے ہیں۔

قرآن مبارک ذکر ہے | یعنی ایک نصیحت کی کتاب یہ قرآن تمہارے سامنے موجود ہے جس کا جلیل القدر عظیم النفع اور کثیر الخیر ہونا توراۃ سے بھی زیادہ روشن ہے۔ کیا ایسی واضح اور روشن کتاب کے تم منکر ہوتے ہو جہاں انکار کی گنجائش ہی نہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کو رشد و ہدایت | یعنی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور حضرت موسیٰ و ہارون علیہما الصلوٰۃ والسلام سے پیشتر ہم نے ابراہیمؑ کو اس کی اعلیٰ قابلیت و شان کے مناسب رشد و ہدایت دی تھی، بلکہ بڑائی سے پہلے ہی بچپن میں اس نیک راہ پر ڈال دیا تھا جو ایسے اولوالعزم انبیاء کے شایانِ شان ہو۔

یعنی اس کی استعداد و اہلیت اور کمالات علمیہ و عملیہ کی پوری خبر ہم ہی رکھتے ہیں۔ اسی لئے جو رشد و ہدایت اس کے حسب حال تھی ہم نے عطا کر دی۔

حضرت ابراہیمؑ کی دعوت | یعنی ذرا ان کی اصلیت اور حقیقت تو بیان کرو۔ آخر پتھر کی خود تراشیدہ مورتیاں خدا کس طرح بن گئیں۔

آباؤ اجداد کی اندھی تقلید | یعنی عقل و فطرت اور نقل معتبر کی کوئی شہادت ہماری تائید میں نہیں نہ سہی لیکن بڑی بھاری دلیل ان کے حق و صواب ہونے کی یہ ہے کہ اوپر سے ہمارے باپ دادا ان ہی کی پوجا کرتے چلے آئے ہیں۔ پھر ہم اپنے بڑوں کا طریقہ کیسے چھوڑ دیں۔

یعنی اس دلیل سے تمہاری حقانیت اور عقلمندی ثابت نہ ہوئی۔ ہاں یہ ثابت ہوا کہ تمہارے باپ دادا بھی تمہاری طرح گمراہ اور بیوقوف تھے جن کی کورانہ تقلید میں تم مبتلا ہو رہے ہو۔

تمام قوم کے عقیدہ کے خلاف ابراہیمؑ کی ایسی سخت گفتگو سن کر ان میں اضطراب پیدا ہوا، کہنے لگے کیا سچ مچ تیرا خیال اور عقیدہ یہی ہے یا محض ہنسی اور دل لگی کرتا ہے۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۖ وَاَنَا عَلٰي

آسمانوں اور زمین کا جس نے ان کو بنایا اور میں

ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ

اسی بات کا قائل ہوں ◆ اور قسم اللہ کی میں علاج کروں گا

اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ ﴿۵۷﴾ فَجَعَلَهُمْ

تمہارے بتوں کا جب تم جا چکو گے پیٹھ پھیر کر ◆ پھر کر ڈالا ان کو

جُذٰذًا اِلَّا كَبِيْرًا لَّهُمْ لَعَلَّهُمْ اِلَيْهِ يَرْجِعُوْنَ ﴿۵۸﴾

ٹکڑے ٹکڑے مگر ایک بڑا ان کا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں ◆

قَالُوْا مَنْ فَعَلَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَآ اِنَّهٗ لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۹﴾

کہنے لگے کس نے کیا یہ کام ہمارے معبودوں کے ساتھ وہ تو کوئی بے انصاف ہے ◆

قَالُوْا سَمِعْنَا فَتًى يَّذْكُرُهُمْ يُقَالُ لَهٗٓ اِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۰﴾ قَالُوْا

وہ بولے ہم نے سنا ہے ایک جوان بتوں کو کچھ کہا کرتا ہے اس کو کہتے ہیں ابراہیم ◆ وہ بولے

فَاْتُوْا بِهٖ عَلٰٓي اَعْيُنِ النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَشْهَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

اس کو لے آؤ لوگوں کے سامنے شاید وہ (اس کی) گواہی دیں ◆

قَالُوْٓا ءَاَنْتَ فَعَلْتَ هٰذَا بِاٰلِهَتِنَا يٰٓاِبْرٰهِيْمُ ﴿۶۲﴾

بولے کیا تو نے کیا ہے یہ ہمارے معبودوں کے ساتھ اے ابراہیم

قَالَ بَلْ فَعَلَهٗ ۖ كَبِيْرُهُمْ هٰذَا فَسْـَٔلُوْهُمْ اِنْ كَانُوْا

بولا نہیں پر یہ کیا ہے ان کے اس بڑے نے سو ان سے پوچھ لو اگر وہ

دعوت توحید | یعنی میرا عقیدہ وہی ہے اور پورے یقین و بصیرت سے اس کی شہادت دیتا ہوں کہ تمہارا سب کا رب وہی ایک خدا ہے جس نے آسمان زمین پیدا کئے اور ان کی دیکھ بھال رکھی۔ کوئی دوسری چیز اس کی خدائی میں شریک نہیں ہو سکتی۔

کفار کا اضطراب | یہ بات ذرا آہستہ کہی کہ بعض نے سنی بعضوں نے نہ سنی، جنہوں نے سنی ان کی کچھ پرواہ نہ کی، کیونکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ تنہا ایک نوجوان ساری قوم کے معبودوں کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

حضرت ابراہیم کا بتوں کو توڑنا | جب وہ لوگ شہر سے باہر ایک میلہ میں گئے تب ابراہیم نے بت خانہ میں جا کر بتوں کو توڑ ڈالا۔ صرف ایک بت کو باقی رہنے دیا جو باعتبار جثہ کے یا تعظیم و تکریم کے ان کے نزدیک سب سے بڑا تھا اور جس کلہاڑی سے توڑا تھا وہ اسی بڑے کے گلے میں لٹکا دی، تاکہ وہ لوگ جب واپس آ کر یہ صورت حال دیکھیں تو قدرتی طور پر ان کا خیال اس بڑے بت کی طرف ہو یا الزاماً اس کی طرف رجوع کرایا جا سکے۔

کفار کا غصہ | یعنی یہ گستاخی اور بے ادبی کی حرکت ہمارے معبودوں کے ساتھ کس نے کی؟ یقیناً جس نے یہ کام کیا بڑا ظالم اور شریر ہے (استغفر اللہ)۔ یہ شاید ان لوگوں نے کہا ہوگا جن کے کان تک "تَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ" کی آواز پہنچی تھی۔

یہ کہنے والے وہ لوگ ہوں گے جو حضرت ابراہیم کے جملے سن چکے تھے۔ یعنی وہی ایک شخص ہے جو ہمارے معبودوں کا ذکر برائی سے کیا کرتا ہے۔ یقیناً یہ کام اسی نے کیا ہوگا۔

مجمع عام میں حضرت ابراہیم سے باز پرس | یعنی اس کو بلا کر بھرے مجمع عام میں بیان لیا جائے۔ تاکہ معاملہ کو سب لوگ دیکھ کر اور خود اس کی باتیں سن کر گواہ رہیں کہ جو سزا اس کو قوم کی طرف سے دی جائے گی بیشک وہ اسی کا مستحق تھا۔ یہ تو ان کی غرض تھی اور حضرت ابراہیم کا مقصود بھی یہی ہوگا کہ مجمع عام میں ان کو موقع ملے کہ مشرکین کو عاجز و مبہوت کریں اور علی رؤس الاشہاد غلبۂ حق کا اظہار ہو۔

يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٣﴾ فَرَجَعُوْٓا اِلٰٓى اَنْفُسِهِمْ فَقَالُوْٓا اِنَّكُمْ

بولتے ہیں — پھر سوچا اپنے جی میں — پھر بولے — لوگو تم ہی

اَنْتُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٦٤﴾ ثُمَّ نُكِسُوْا عَلٰى رُءُوْسِهِمْ ۚ لَقَدْ

بے انصاف ہو — پھر اوندھے ہو گئے سر جھکا کر

عَلِمْتَ مَا هٰٓؤُلَآءِ يَنْطِقُوْنَ ﴿٦٥﴾ قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ

تو تو جانتا ہے — جیسا یہ بولتے ہیں — بولا — کیا پھر تم پوجتے ہو

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ﴿٦٦﴾ ط

اللہ سے ورے ایسے کو — جو تمہارا کچھ بھلا کرے — نہ برا

اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا

بیزار ہوں میں تم سے — اور جن کو تم پوجتے ہو اللہ کے سوا — کیا

تَعْقِلُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوْا حَرِّقُوْهُ وَانْصُرُوْٓا اٰلِهَتَكُمْ

تم کو سمجھ نہیں — بولے — اس کو جلاؤ — اور مدد کرو اپنے معبودوں کی

اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٦٨﴾ قُلْنَا يٰنَارُ كُوْنِيْ بَرْدًا

اگر کچھ کرتے ہو — ہم نے کہا — اے آگ — ٹھنڈک ہو جا

وَّسَلٰمًا عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ ﴿٦٩﴾ وَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا

اور آرام — ابراہیم پر — اور چاہنے لگے اس کا برا

فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ ﴿٧٠﴾ وَنَجَّيْنٰهُ وَلُوْطًا اِلَى

پھر ڈالا ہم نے انہی کو نقصان میں — اور بچا نکالا ہم نے اس کو — اور لوط کو

◆ **حضرت ابراہیمؑ کا مناظرانہ جواب اور شرک کا ابطال** | یعنی مجھ سے دریافت کرنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ یہ فرض کر لیا جائے کہ اس بڑے گرو گھنٹال نے جو تمام سامان کھڑا ہے اور توڑنے کا آلہ بھی اس کے پاس موجود ہے، یہ کام کیا ہوگا۔ کیونکہ بحث و تحقیق کے وقت بطور الزام و تبکیت میں یہ دعویٰ کئے لیتا ہوں کہ بڑے بت نے سب چھوٹوں کو توڑ ڈالا۔ اب آپ کے پاس کیا دلیل ہے کہ ایسا نہیں ہوا۔ کیا دنیا میں ایسا ہوتا نہیں کہ بڑے سانپ چھوٹے سانپوں کو، بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو نگل جاتی ہے۔ اور بڑے بادشاہ چھوٹی سلطنتوں کو تباہ کر ڈالتے ہیں۔ اس لئے بہترین صورت میرے تمہارے درمیان فیصلہ کی یہ ہے کہ تم خود اپنے ان معبودوں ہی سے دریافت کر لو کہ یہ ماجرا کس طرح ہوا۔ اگر یہ کچھ بول سکتے ہیں تو کیا ایسے اہم معاملہ میں بول کر میرے جھوٹ سچ کا فیصلہ نہ کر دیں گے؟ تنبیہ ہماری تقریر سے ظاہر ہو گیا کہ "بَلْ فَعَلَهُ كَبِيرُهُمْ هٰذَا" کہنا خلاف واقعہ خبر دینے کے طور پر نہ تھا جسے حقیقۃً جھوٹ کہا جائے بلکہ ایک تحقیق و تبکیت کے لئے ایک فرضی احتمال کو بصورت دعویٰ لیکر بطور تعریض و الزام کلام کیا گیا تھا جیسا کہ عموماً بحث و مناظرہ میں ہوتا ہے اس کو جھوٹ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں بظاہر صورت جھوٹ کی معلوم ہوتی ہے اسی لئے بعض احادیث میں اس پر لفظ کذب کا اطلاق صورۃً کیا گیا ہے۔ مفسرین نے اس کی توجیہ میں اور بھی کئی محمل بیان کئے ہیں۔ مگر ہمارے نزدیک یہی تقریر زیادہ صاف بے تکلف اور اقرب الی الروایات ہے۔ واللہ اعلم۔

◆ **کفار کی شرمندگی** | یعنی سمجھے کہ بیکار پتھر پوچھتے سے کیا حاصل۔ یا یہ مطلب ہے کہ تم نے خود بے جا ظلم کیا کہ باوجود ابراہیمؑ کی دھمکی سننے کے یہاں بلا پہرہ کے بت خانہ کھلا چھوڑ کر چلے گئے اپنے معبودوں کی حفاظت کا کوئی سامان کر کے نہ گئے کذا قال ابن کثیر۔

◆ یعنی شرمندگی سے آنکھ نہیں ملا سکتے تھے۔

◆ **کفار کا جواب** | یعنی جان بوجھ کر ہم سے ایسی ناممکن بات کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں۔ کہیں پتھر بھی بولے ہیں؟

◆ **حضرت ابراہیمؑ کی ملامت** | یعنی پھر تم کو ڈوب مرنا چاہئے کہ جو مورتی ایک لفظ نہ بول سکے، کسی آڑے وقت کام نہ آ سکے، ذرہ برابر نفع و نقصان اس کے اختیار میں نہ ہو اسے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے۔ کیا اتنی موٹی بات بھی تم نہیں سمجھ سکتے۔

◆ **حضرت ابراہیمؑ کو زندہ جلانے کا فیصلہ** | یعنی بحث و مناظرہ میں تو اس سے جیت نہیں سکتے۔ اب صرف ایک ہی صورت ہے کہ (جو معبود ہماری بلکہ خود اپنی مدد نہیں کر سکتے) ہم ان کی مدد کریں اور اپنے دشمن کو سخت ترین سزا دیں۔ اگر ایسا کر سکے تو ہم نے کچھ کام کیا۔ چنانچہ اس مشورہ کے موافق حضرت ابراہیمؑ کو آگ میں جلانے کی سزا تجویز ہوئی۔ گویا جس طرح ابراہیمؑ نے بت توڑ کر ان کے دل جلائے تھے، یہ ان کو آگ میں جلا ڈالیں۔ آخر ظالموں نے جمع ہو کر نہایت اہتمام اور بے دردی کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کو سخت بھڑکتی ہوئی آگ کی نذر کر دیا۔

◆ **آگ کو ٹھنڈا ہونے اور سلامتی کا حکم** | یعنی تکوینی طور پر آگ کو حکم ہوا کہ ابراہیمؑ پر ٹھنڈی ہو جا۔ لیکن اس قدر ٹھنڈی نہیں کہ برودت سے تکلیف پہنچنے لگے۔ ایسی معتدل ٹھنڈی ہو جو جسم و جان کو خوشگوار معلوم ہونے لگے۔ تنبیہ آگ کا ابراہیمؑ پر ٹھنڈا ہو جانا ان کا معجزہ تھا۔ معجزہ کی حقیقت یہی ہے کہ حق تعالیٰ اپنی عام عادت کے خلاف سبب عادی کو مسبب سے یا مسبب کو سبب سے جدا کر دے، یہاں احراق کا سبب آگ موجود تھی، مگر مسبب اس پر مرتب نہ ہوا۔ معجزہ وغیرہ کے متعلق مفصل کلام ہم نے ایک مستقل تحریر میں کیا ہے جو رسالہ "الحمود" کے کئی نمبروں میں چھپ چکی ہے فلیراجع۔

◆ **حق کی صداقت کا اظہار** | یعنی ابراہیمؑ کا برا چاہتے تھے، لیکن خود وہ ہی ذلت اور خسارہ میں پڑ گئے، حق کی صداقت برملا ظاہر ہوئی اور اللہ کا کلمہ بلند ہوا۔ قال فی البحر المحیط: اکثر الناس فی حکایۃ ما جری لابراھیم علیہ السلام والذی صح ھو ما ذکرہ اللہ تعالیٰ من انہ علیہ السلام القی فی النار فجعلھا اللہ علیہ بردًا وسلامًا۔

الْأَرْضِ الَّتِي بٰرَكْنَا فِيهَا لِلْعٰلَمِينَ ﴿٧١﴾ وَوَهَبْنَا

اس زمین کی طرف جس میں برکت رکھی ہے ہم نے جہان کے واسطے اور بخشا ہم نے

لَهٗٓ إِسْحٰقَ ۖ وَيَعْقُوبَ نَافِلَةً ۖ وَكُلًّا جَعَلْنَا

اس کو اسحق اور یعقوب دیا انعام میں اور سب کو

صٰلِحِينَ ﴿٧٢﴾ وَجَعَلْنٰهُمْ أَئِمَّةً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا

نیک بخت کیا اور ان کو کیا ہم نے پیشوا جو راہ چلاتے تھے ہمارے حکم سے

وَأَوْحَيْنَآ إِلَيْهِمْ فِعْلَ الْخَيْرٰتِ وَإِقَامَ الصَّلٰوةِ وَ

اور کہلا بھیجا ہم نے ان کو کرنا نیکیوں کا اور قائم رکھنی نماز اور

إِيتَآءَ الزَّكٰوةِ ۚ وَكَانُوا لَنَا عٰبِدِينَ ﴿٧٣﴾ وَلُوطًا

دینی زکوٰۃ اور وہ تھے ہماری بندگی میں لگے ہوئے اور لوط کو

آتَيْنٰهُ حُكْمًا وَعِلْمًا وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْقَرْيَةِ الَّتِي

دیا ہم نے حکم اور سمجھ اور بچا دیا اس کو اس بستی سے

كَانَتْ تَعْمَلُ الْخَبٰٓئِثَ ۗ إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمَ سَوْءٍ

جو کر رہے تھے گندے کام وہ تھے لوگ برے

فٰسِقِينَ ﴿٧٤﴾ وَأَدْخَلْنٰهُ فِي رَحْمَتِنَا ۖ إِنَّهٗ مِنَ الصّٰلِحِينَ ﴿٧٥﴾

نافرمان اور اس کو لے لیا ہم نے اپنی رحمت میں وہ ہے نیک بختوں میں

وَنُوحًا إِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنٰهُ

اور نوح کو جب اس نے پکارا اس سے پہلے پھر قبول کری ہم نے اس کی دعا پھر بچا دیا اس کو

حضرت ابراہیم اور حضرت لوط کی شام کی طرف ہجرت | یعنی حضرت ابراہیم کو مع حضرت لوط کے صحیح سالم ملک شام میں لے گئے جہاں بہت سی ظاہری و باطنی برکات ودیعت کی گئی ہیں۔

یعنی دعاء میں بیٹا مانگا تھا ہم نے پوتا بھی دے دیا۔ یعنی یعقوب علیہ السلام۔

یعنی ابراہیم، لوط، اسحاق، یعقوب اعلیٰ درجہ کے نیک بندوں میں ہیں۔ کیونکہ سب نبی ہوئے اور انبیاء سے بڑھ کر نیکی کس میں ہو سکتی ہے۔

یعنی ایسے کامل تھے کہ دوسروں کی تکمیل بھی کرتے تھے۔

یعنی ان کی طرف وحی بھیجی جس میں ان امور کی تاکید تھی۔ یہاں کمال علمی ہوا۔

آل ابراہیم کے مناقب | یعنی شب و روز ہماری بندگی میں لگے رہتے تھے کسی دوسری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے۔ یہی انبیاء کی شان ہوتی ہے کہ ان کا ہر کام خدا کی بندگی کا پہلو لئے ہوتا ہے۔ یہ عملی کمال ہوا۔

یعنی حکمت و حکومت اور علم و فہم جو انبیاء کی شان کے لائق ہو

قوم لوط کی بستی | بستی سے مراد "سدوم" وغیرہ اس کے ملحقات ہیں۔ وہاں کے لوگ خلاف فطرت افعال کے مرتکب اور بہت سے گندے کاموں میں مبتلا تھے۔ ان کا قصہ پہلے کئی جگہ گذر چکا۔

حضرت لوط پر رحمت | یعنی جب لوط کی قوم پر عذاب بھیجا تو لوط اور اس کے ساتھیوں کو ہم نے اپنی مہربانی اور رحمت کی چادر میں ڈھانپ لیا۔ تا نیکوں کا اور بدوں کا انجام الگ الگ ظاہر ہو جائے۔

یعنی ابراہیم اور لوط سے پہلے۔

وَاَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ﴿۷۶﴾ وَنَصَرْنٰهُ

مِنَ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا

قَوْمَ سَوْءٍ فَاَغْرَقْنٰهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۷۷﴾ وَدَاوٗدَ وَ

سُلَيْمٰنَ اِذْ يَحْكُمٰنِ فِي الْحَرْثِ اِذْ نَفَشَتْ فِيْهِ

غَنَمُ الْقَوْمِ ۚ وَكُنَّا لِحُكْمِهِمْ شٰهِدِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَفَهَّمْنٰهَا

سُلَيْمٰنَ ۚ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا ؗ وَّسَخَّرْنَا

مَعَ دَاوٗدَ الْجِبَالَ يُسَبِّحْنَ وَالطَّيْرَ ؕ وَكُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۷۹﴾

وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْ

بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَلِسُلَيْمٰنَ

حضرت نوح کو کرب عظیم سے نجات | نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو برس تک قوم کو سمجھاتے رہے۔ اس طویل مدت میں سخت بیہودہ سختیاں اٹھائیں۔ آخر دعا کی "انی مغلوب فانتصر" (قمر رکوع ۱) اور "رب لا تذر علی الارض من الکافرین دیارا" (نوح رکوع ۲) حق تعالیٰ نے دعا قبول فرمائی۔ کافروں کو طوفان سے غرق کر دیا اور نوح کو مع ہمراہیوں کے طوفان کی گھبراہٹ اور تکالیف و ایذاؤں سے بچا لیا۔ ان کا مفصل قصہ پہلے گزر چکا۔

دربار داؤد میں مقدمہ اور حضرت سلیمان کا حکیمانہ فیصلہ | حضرت داؤد علیہ السلام اللہ کے پیغمبر تھے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام ان کے صاحبزادے ہیں اور خود بھی نبی ہیں۔ دونوں کو اللہ تعالیٰ نے حکومت، قوت فیصلہ اور علم و حکمت عنایت فرمائے تھے۔ حضرت سلیمان بچپن ہی میں اس قدر غیر معمولی سمجھ کی باتیں کرتے تھے کہ دیکھنے والے حیران رہ جاتے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں ایک مقدمہ پیش ہوا کہ ایک شخص کے کھیت میں رات کے وقت دوسرے لوگوں کی بکریاں آ گھسیں، کھیتی کا نقصان ہوا۔ حضرت داؤد نے یہ دیکھ کر کہ بکریوں کی قیمت اس کھیت کے برابر ہے جس کا کھیت والے نے نقصان اٹھایا تھا، یہ فیصلہ کیا کہ بکریاں کھیتی والے کو دے دی جائیں۔ حضرت سلیمان نے فرمایا کہ میرے نزدیک کھیتی والا بکریاں اپنے پاس رکھے اور دودھ پیئے اور بکریوں والے کھیت کی آبپاشی اور خبر گیری کریں۔ جب کھیتی پہلی حالت پر آ جائے تو بکریاں واپس کر دیں اور کھیتی لے لیں۔ اس میں دونوں کا نقصان نہ ہوگا۔ حضرت داؤد نے بھی یہ فیصلہ سن کر تحسین فرمائی اور اپنے اجتہاد سے رجوع کیا۔ گویا اصول فقہ کی اصطلاح میں سلیمان علیہ السلام کے استحسان کو اپنے قیاس کے مقابلہ میں قبول فرما لیا۔ باپ بیٹے دونوں نے جو فیصلہ اس مقدمہ کے حق میں کیا وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے تھا اور دونوں ہی کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے فیصلہ کرنے کی قوت اور سمجھ عنایت کی تھی۔ لیکن اصل کی بات اس نے سلیمان کو سمجھا دی اور وہ اس نتیجہ پر پہنچے جو اللہ کے نزدیک اصلح و اصوب تھا اور جسے آخرکار داؤد نے بھی قبول کیا۔ اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ انبیاء علیہم السلام بادشاہ ہو کر بھی مخلوق کے چھوٹے چھوٹے معاملات کی طرف اسی قدر توجہ فرماتے ہیں جیسے بڑے بڑے معاملوں کی طرف۔

لحن داؤدی کی معجزانہ تاثیر | حضرت داؤد علیہ السلام بے انتہا خوش آواز تھے۔ اس پر معجزانہ تاثیر یہ حالت ہوتی تھی کہ جب جوش میں آ کر زبور پڑھتے یا خدا کی تسبیح و تحمید کرتے تو پہاڑ اور پرند جانور بھی ان کے ساتھ ہم آواز ہو کر تسبیح پڑھنے لگتے تھے۔

پہاڑوں اور پرندوں کی تسبیح کی دلیل | یعنی تعجب نہ کرو کہ پتھر اور جانور کیسے بولتے اور تسبیح پڑھتے ہوں گے۔ یہ سب کچھ ہمارا کیا ہوا تھا۔ ہماری قدرت کے لحاظ سے یہ باتیں کیا مستبعد سمجھی جاتی ہیں۔

حضرت داؤد کا زرہ بنانا | حق تعالیٰ نے حضرت داؤد کے ہاتھ میں لوہا موم کر دیا تھا۔ اسے موڑ کر نہایت اعلیٰ و مضبوط اور ہلکی قسم کی زرہیں تیار کرتے تھے جو لڑائی میں کام دیں۔

یعنی تمہارے فائدہ کے لئے ہم نے داؤد کے ذریعہ سے ایسی عجیب صنعت سکھلا دی۔ سوچو کہ تم اس قسم کی نعمتوں کا کچھ شکر ادا کرتے ہو۔

الرِّيْحَ عَاصِفَةً تَجْرِيْ بِاَمْرِهٖٓ اِلَى الْاَرْضِ الَّتِيْ

بٰرَكْنَا فِيْهَا ۭ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ﴿٨١﴾ وَمِنَ

الشَّيٰطِيْنِ مَنْ يَّغُوْصُوْنَ لَهٗ وَيَعْمَلُوْنَ عَمَلًا دُوْنَ

ذٰلِكَ ۚ وَكُنَّا لَهُمْ حٰفِظِيْنَ ﴿٨٢﴾ وَاَيُّوْبَ اِذْ

نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ

الرّٰحِمِيْنَ ﴿٨٣﴾ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَكَشَفْنَا مَا بِهٖ مِنْ

ضُرٍّ وَّاٰتَيْنٰهُ اَهْلَهٗ وَمِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنْ

عِنْدِنَا وَذِكْرٰى لِلْعٰبِدِيْنَ ﴿٨٤﴾ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ

اِدْرِيْسَ وَذَا الْكِفْلِ ۭ كُلٌّ مِّنَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿٨٥﴾

◆ **ہوا پر حضرت سلیمانؑ کی حکومت** | حضرت سلیمانؑ نے دعا کی تھی "رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ" (ص رکوع ۳) اللہ تعالیٰ نے ہوا اور جن ان کے لئے مسخر کر دیے۔ حضرت سلیمانؑ نے ایک تخت تیار کرایا تھا جس پر تمام اعیان دولت بیٹھ جاتے اور ضروری سامان بھی بار کر لیا جاتا، پھر ہوا آتی اور زور سے اس کو زمین سے اٹھاتی، پھر اوپر جا کر نرم ہوا آگے ضرورت کے مناسب چلتی جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا "رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ" (ص رکوع ۳) یمن سے شام کو اور شام سے یمن کو مہینہ کی راہ دوپہر میں پہنچا دیتی۔ تعجب ہے کہ آج عجیب و غریب ہوائی جہازوں کے زمانہ میں بھی بہت سے زائغین اس قسم کے واقعات کا انکار کرتے ہیں۔ کیا یورپ جو کام بھاپ اور الیکٹرک سے کر سکتا ہے خدا تعالیٰ ایک پیغمبر کی خاطر اپنی قدرت سے نہیں کر سکتا۔

◆ یعنی کس کو کس قسم کا امتیاز دینا مناسب ہے، اور ہوا وغیرہ عناصر سے کس طرح کام لیا جا سکتا ہے۔

◆ **سرکش جنات پر حضرت سلیمانؑ کی حکومت** | شیاطین سے مراد سرکش جن ہیں جن سے حضرت سلیمانؑ دریا میں غوطے لگواتے تاکہ موتی اور جواہر اس کی تہ میں سے نکالیں اور عمارات میں بھاری کام کرواتے اور حوض کے برابر تانبے کے لگن اور بڑی عظیم الشان دیگیں جو اپنی جگہ سے ہل نہ سکیں بنوا کر اٹھواتے تھے اور سخت سخت کام ان سے لیتے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جس قسم کے حیرت انگیز کام اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مادی قوتوں سے کرائے ہیں اس وقت عقل اور روحی قوتوں سے کرائے جاتے تھے۔

◆ **جنات کی تسخیر اللہ کی طرف سے تھی** | یعنی ہم نے اپنے اقتدار کامل سے ان شیاطین کو سلیمانؑ کی قید میں اس طرح تھام رکھا تھا کہ جو چاہتے ان سے بیگار لیتے تھے اور وہ کوئی ضرر سلیمانؑ کو نہیں پہنچا سکتے تھے۔ ورنہ آدمی کی کیا بساط ہے کہ ایسی مخلوق کو اپنے قبضہ میں کر لے اور زنجیروں میں جکڑ کر ڈال چھوڑے "وَاٰخَرِیْنَ مُقَرَّنِیْنَ فِی الْاَصْفَادِ" (ص رکوع ۳)

◆ **حضرت ایوبؑ کی تکلیف اور دعاء** | حضرت ایوبؑ کو حق تعالیٰ نے دنیا میں سب طرح آسودہ رکھا تھا۔ کھیتی، مواشی، لونڈی، غلام، اولاد صالح اور عورت موافق سب کچھ عطا کی تھی۔ حضرت ایوبؑ بڑے شکر گزار بندے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو آزمائش میں ڈالا۔ کھیت جل گئے، مواشی مر گئے، اولاد دب کر مر گئی، دوست آشنا الگ ہو گئے۔ بدن میں آبلے پڑ کر کیڑے پڑ گئے۔ ایک بیوی رفیق رہی، وہ آخر تک بیچاری بھی اکتا گئی مگر حضرت ایوبؑ جیسے نعمت میں شاکر تھے ویسے ہی بلا میں صابر رہے۔ جب تکلیف و اذیت اور دشمنوں کی شماتت حد سے گزر گئی۔ بلکہ دوست بھی کہنے لگے کہ ضرور ایوبؑ نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے جس کی یہ سزا مل رہی ہے تب دعا کی "رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ" رب کو پکارنا تھا کہ دریائے رحمت امنڈ پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے مری ہوئی اولاد سے دگنی اولاد دی، زمین سے چشمہ نکالا، اس سے پانی پی کر اور نہا کر تندرست ہوئے۔ بدن کا سارا روگ جاتا رہا اور جیسا کہ حدیث میں ہے سونے کی ٹڈیاں برسائیں۔ غرض سب طرح درست کر دیا۔

◆ **ہر ابتلا غضب نہیں ہوتا** | یعنی ایوبؑ پر یہ مہربانی ہوئی اور تمام بندگی کرنے والوں کے لئے ایک نصیحت اور یادگار قائم ہو گئی کہ جب کسی نیک بندے پر دنیا میں برا وقت آئے تو ایوبؑ کی طرح صبر و استقلال دکھلائے اور صرف اپنے پروردگار سے فریاد کرتا رہے۔ حق تعالیٰ اس پر نظر عنایت فرمائے گا۔ اور یہ بھی کہ ایسے ابتلا کو دیکھ کر کسی شخص کی نسبت بدگمانی نہیں کرنی چاہئے کہ وہ اللہ کے یہاں مبغوض ہے۔

◆ **حضرت اسمٰعیلؑ، ادریسؑ اور ذوالکفلؑ** | یعنی ان سب نیک بندوں کو یاد کرو۔ اسمٰعیلؑ اور ادریسؑ کا ذکر پہلے سورہ "مریم" میں گزر چکا۔ ذوالکفل کی نسبت اختلاف ہے کہ نبی تھے جیسا کہ انبیاء کے ذیل میں تذکرہ فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے یا محض ایک مرد صالح تھے۔ کہتے ہیں ایک شخص کے ضامن ہو کر کئی برس قید رہے اور بہ نیت محنت اٹھائی۔ **تنبیہ** مسند امام احمد اور جامع ترمذی میں ایک شخص کِفل کا قصہ آیا ہے جو پہلے سخت بدکار اور فاسق و فاجر تھا، بعدہٗ تائب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی مغفرت کی بشارت اسی دنیا میں لوگوں کو سنا دی۔ اس کا نام حدیث میں "کِفل" آیا ہے۔ بظاہر یہ وہ "ذوالکفل" نہیں جس کا ذکر قرآن کریم نے کیا۔ واللہ اعلم۔ ہمارے زمانہ کے بعض محققین کا خیال ہے کہ "ذوالکفل" وہی ہیں جن کو "گوتم بدھ" کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم

وَاَدْخَلْنٰهُمْ فِيْ رَحْمَتِنَا ۭ اِنَّهُمْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝۸۶

اور داخل کیا ہم نے ان کو — اپنی رحمت میں — وہ ہیں نیک بختوں میں

وَذَا النُّوْنِ اِذْ ذَّهَبَ مُغَاضِبًا فَظَنَّ اَنْ لَّنْ

اور مچھلی والے کو — جب چلا گیا غصہ ہو کر — پھر سمجھا کہ ہم

نَّقْدِرَ عَلَيْهِ فَنَادٰى فِي الظُّلُمٰتِ اَنْ لَّآ اِلٰهَ

نہ پکڑ سکیں گے اس کو — پھر پکارا ان اندھیروں میں — کہ کوئی حاکم نہیں

اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ڰ اِنِّىْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۸۷

سوائے تیرے — تو بے عیب ہے — میں تھا — گنہگاروں سے

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ

پھر سن لی ہم نے اس کی فریاد — اور بچا دیا اس کو اس گھٹن (تنگی) سے — اور یوں ہی

نُـْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۸ وَزَكَرِيَّآ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗ

ہم بچا دیتے ہیں ایمان والوں کو — اور زکریا کو — جب پکارا اس نے اپنے رب کو

رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا وَّاَنْتَ خَيْرُ الْوٰرِثِيْنَ ۝۸۹

اے رب — نہ چھوڑ مجھ کو اکیلا — اور تو ہے — سب سے بہتر وارث

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۡ وَوَهَبْنَا لَهٗ يَحْيٰى وَاَصْلَحْنَا لَهٗ

پھر ہم نے سن لی اس کی دعا — اور بخشا اس کو یحییٰ — اور اچھا کر دیا اس کی عورت کو

زَوْجَهٗ ۭ اِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَ

وہ لوگ دوڑتے تھے — بھلائیوں پر — اور

يَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَّرَهَبًا ؕ وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ ﴿۹۰﴾

پکارتے تھے ہم کو — توقع سے اور ڈر سے — اور تھے ہمارے آگے عاجز ◆

وَالَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا

اور وہ عورت جس نے قابو میں رکھی اپنی شہوت ◆ — پھر پھونک دی ہم نے اس عورت میں — اپنی روح ◆

وَجَعَلْنٰهَا وَابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۱﴾ اِنَّ هٰذِهٖٓ

اور کیا اس کو — اور اس کے بیٹے کو — نشانی (نمونہ) جہان والوں کے واسطے ◆ — یہ لوگ ہیں

اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ﴿۹۲﴾

تمہارے دین کے — سب ایک دین پر — اور میں ہوں رب تمہارا — سو میری بندگی کرو ◆

وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ ؕ كُلٌّ اِلَيْنَا رٰجِعُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

اور ٹکڑے ٹکڑے بانٹ لیا لوگوں نے آپس میں اپنا کام ◆ — سب ہمارے پاس پھر آئیں گے ◆

فَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا كُفْرَانَ

سو جو کوئی کرے — کچھ نیک کام — اور وہ رکھتا ہو ایمان — سو اکارت نہ کریں گے

لِسَعْيِهٖ ۚ وَاِنَّا لَهٗ كٰتِبُوْنَ ﴿۹۴﴾ وَحَرٰمٌ عَلٰى قَرْيَةٍ

اس کی سعی کو — اور ہم اس کو لکھ لیتے ہیں ◆ — اور مقرر ہو چکا ہر بستی پر

اَهْلَكْنٰهَآ اَنَّهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۹۵﴾ حَتّٰٓى اِذَا فُتِحَتْ

جس کو غارت کر دیا ہم نے — کہ وہ پھر کر نہیں آئیں گے ◆ — یہاں تک کہ جب کھول دیے جائیں

يَاْجُوْجُ وَمَاْجُوْجُ وَهُمْ مِّنْ كُلِّ حَدَبٍ يَّنْسِلُوْنَ ﴿۹۶﴾

یاجوج اور ماجوج — اور وہ ہر اونچان سے پھسلتے چلے آئیں ◆

◆ **متصوفین کی ایک غلطی** بعض متصوفین کہا کرتے ہیں کہ جو کوئی اللہ کو پکارے توقع سے یا ڈر سے وہ اصلی محب نہیں۔ یہاں سے ان کی غلطی ظاہر ہوئی۔ انبیاء سے بڑھ کر خدا کا محب کون ہو سکتا ہے۔

◆ یعنی حلال و حرام دونوں طریقوں سے محفوظ تھی۔

◆ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کو جو "روح اللہ" کے لقب سے ملقب ہیں اس کے پیٹ میں پرورش کیا۔

◆ ان کا "نشانی" ہونا سورۂ آل عمران اور سورۂ مریم میں بیان ہو چکا ہے۔

◆ **توحید تمام امتوں میں مشترک ہے** یعنی خدا بھی ایک اور تمہارا اصل دین بھی ایک ہے۔ تمام انبیاء اصول میں متحد ہوتے ہیں جو ایک کی تعلیم ہے وہی دوسروں کی ہے۔ رہا فروع کا اختلاف، وہ زمان و مکان کے اختلاف کی وجہ سے مبنی بر مصلحت و حکمت ہے۔ اختلاف مذموم وہ ہے جو اصول میں ہو۔ پس لازم ہے کہ سب مل کر خدا کی بندگی کریں اور جن اصول میں تمام انبیاء متفق رہے ہیں ان کو اتحاد و طاقت سے پکڑیں۔

◆ **خود ساختہ اختلافات** ہم نے تو اصول کے اعتبار سے ایک دین دیا تھا۔ لوگوں نے خود اختلاف ڈال کر اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر لیے اور آپس میں پھوٹ ڈال دی۔

◆ یعنی ہمارے پاس آ کر تمام اختلافات کا فیصلہ ہو جائے گا جب ہر ایک کو اس کے کیے کی جزاء ملے گی۔ آگے اسی جزاء کی تفصیل ہے۔

◆ **مومن کی کوئی نیکی ضائع نہیں ہوتی** یعنی کسی کی محنت اکارت نہ جائے گی۔ نیکی کا ثمرہ ہر مومن کو مل کر رہے گا۔ کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی بھی ضائع نہ ہو گی۔ ہر چھوٹا بڑا عمل ہم اس کے اعمالنامہ میں ثبت کر دیتے ہیں جو قیامت کے دن کھول دیے جائیں گے۔

◆ **معذب قوموں کی ابدی محرومی** پہلے نجات پانے والے مومنین کا ذکر تھا اس کے بالمقابل اس آیت میں ہلاک ہونے والوں کا ذکر ہے یعنی جن کے لیے ہلاک اور غارت ہونا مقدر ہو چکا وہ کبھی اپنے کفر و عصیان کو چھوڑ کر اور توبہ کر کے خدا کی طرف رجوع ہونے والے نہیں۔ نہ وہ کبھی دنیا میں اس غرض سے واپس کیے جا سکتے ہیں کہ دوبارہ یہاں آ کر گذشتہ زندگی کی تقصیرات کی تلافی کر لیں۔ پھر ان کو نجات و فلاح کی توقع کہاں سے ہو سکتی ہے۔ ان کے لیے تو صرف ایک ہی وقت ہے جب وہ دوبارہ زندہ ہو کر خدا کی طرف رجوع کریں گے اور اپنی زیادتیوں کے معترف ہو کر پشیمان ہوں گے۔ مگر اس وقت پشیمانی کچھ کام نہ آئے گی۔ وہ وقت قیامت کا ہے جس کے مبادی قریبہ میں سے ہے خروج "یاجوج و ماجوج" آگے اسی کو بیان فرماتے ہیں۔

◆ **یاجوج و ماجوج کا خروج** یعنی قیامت کے قریب نزول عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سد ذوالقرنین توڑ کر "یاجوج ماجوج" کا لشکر ٹوٹ پڑے گا۔ یہ لوگ اپنی کثرت و اژدحام کی وجہ سے تمام بلندی و پستی پر چھا جائیں گے۔ جدھر دیکھو ان ہی کا ہجوم نظر آئے گا۔ ان کا بے پناہ سیلاب ایسی شدت اور تیز رفتاری سے آئے گا کہ کوئی انسانی طاقت روک نہ سکے گی۔ یہ معلوم ہو گا کہ ہر ایک ٹیلہ اور پہاڑ سے ان کی فوجیں پھسلتی اور لڑھکتی چلی آ رہی ہیں۔ سورۂ "کہف" کے آخر میں اس قوم کے متعلق ہم جو کچھ لکھ چکے ہیں اس کا ایک مرتبہ مطالعہ کر لیا جائے۔

وَاقْتَرَبَ الْوَعْدُ الْحَقُّ فَإِذَا هِيَ شَاخِصَةٌ

أَبْصَارُ الَّذِينَ كَفَرُوا ۖ يَا وَيْلَنَا قَدْ كُنَّا فِي

غَفْلَةٍ مِّنْ هَٰذَا بَلْ كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٩٧﴾ إِنَّكُمْ وَمَا

تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ۖ أَنتُمْ لَهَا

وَارِدُونَ ﴿٩٨﴾ لَوْ كَانَ هَٰؤُلَاءِ آلِهَةً مَّا وَرَدُوهَا ۖ

وَكُلٌّ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٩٩﴾ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَهُمْ

فِيهَا لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ سَبَقَتْ لَهُم مِّنَّا

الْحُسْنَىٰ ۙ أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ ﴿١٠١﴾ لَا يَسْمَعُونَ

حَسِيسَهَا ۖ وَهُمْ فِي مَا اشْتَهَتْ أَنفُسُهُمْ

◆ **قیامت میں کفار کی وحشت** | یعنی جزاء و سزا کا وعدہ جب نزدیک آ لگے گا اس وقت منکروں کی آنکھیں مارے شدت ہول کے پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی اور اپنی غفلت پر سخت حسرت سے کہیں گے کہ افسوس آج کے دن سے ہم پہلے بے خبر رہے ہماری کم بختی آئی۔ کاش دنیا میں اس آفت سے بچنے کی فکر کرتے۔

◆ یعنی سچ تو یہ ہے کہ پہلے بھی انبیاء علیہم السلام نے خوب کھول کر آگاہ کر دیا تھا۔ لیکن ہم نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا کہ ان کا کہنا نہ مانا اور برابر شرارتوں اور گناہوں پر اصرار کرتے رہے۔

◆ **دوزخ کا ایندھن** | یہ خطاب مشرکین مکہ سے ہے جو بت پوجتے تھے۔ یعنی تم اور تمہارے یہ معبود سب دوزخ کا ایندھن بنیں گے "وقودها الناس والحجارة" (بقرہ رکوع ۳) اس کے معنی یہ نہیں کہ اصنام (بت) معذب ہوں گے۔ بلکہ غرض یہ ہے کہ بت پرستوں پر حجت زیادہ لازم ہو جیسے کہا گیا "لو كان هؤلاء الهة ما وردوها" اور ان کی حسرت بڑھے اور حماقت زیادہ واضح ہو کہ جن سے توقع رکھتے تھے وہ آج خود اپنے کو نہ بچا سکے پھر ہماری حفاظت کیا کرتے۔ تنبیہ: "وما تعبدون من دون الله" سے مراد یہاں صرف اصنام ہیں۔ کیونکہ خطاب ان ہی کے پرستاروں سے ہے۔ یعنی "ما" کو عام رکھا جائے تو "بشرط عدم المانع" کی قید معتبر ہوگی یعنی جن بعض معبودوں میں کوئی مانع دخول نار سے نہ ہو وہ اپنے عابدین کے ساتھ دوزخ کا ایندھن بنائے جائیں گے۔ مثلاً شیاطین و اصنام وغیرہ۔ باقی حضرت مسیح، عزیر اور ملائکۃ اللہ جن کو بہت لوگوں نے معبود ٹھہرا لیا ہے۔ ان حضرات کی مقبولیت و وجاہت مانع ہے کہ (معاذ اللہ) اس عموم میں شامل رکھے جائیں۔ اسی لئے آگے تصریح فرما دی "ان الذين سبقت لهم منا الحسنى اولئك عنها مبعدون"۔

◆ یعنی سب عابد و معبود ہمیشہ دوزخ میں پڑے رہیں گے۔

◆ **دوزخ میں کفار کی حالت** | یعنی شدت ہول اور عذاب کی سخت تکلیف اور آگ جلانے کے شور سے کچھ سنائی نہ دے گا۔ ابن مسعودؓ سے منقول ہے کہ ایک وقت آئے گا جب ہر دوزخی کو ایک لوہے کے صندوق میں بند کر کے اوپر سے میخیں ٹھونک دی جائیں گی۔ اور جہنم کی تہ میں چھوڑ دیے جائیں گے۔ شاید کچھ نہ سن سکنا اس وقت کا حال ہو۔

◆ **اہل جنت کا دوزخ سے بعد** | یعنی ایک بار پل صراط پر سے گذر کر پھر ہمیشہ دور ہی رہیں گے اور اس پر سے گذرتے ہوئے بھی دوزخ کی تکلیف و الم سے قطعاً دور ہی ہوں گے۔

خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ

سدا رہیں گے ◆ نہ غم ہوگا ان کو ان بڑی گھبراہٹ میں ◆ اور لینے آئیں گے ان کو

الْمَلٰٓئِكَةُ ۭ هٰذَا يَوْمُكُمُ الَّذِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾

فرشتے آج دن تمہارا ہے جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا ◆

يَوْمَ نَطْوِي السَّمَاۗءَ كَطَيِّ السِّجِلِّ لِلْكُتُبِ ۭ كَمَا

جس دن ہم لپیٹ لیں آسمان کو جیسے لپیٹتے ہیں طومار میں کاغذ ◆ جیسا

بَدَاْنَآ اَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيْدُهٗ ۭ وَعْدًا عَلَيْنَا ۭ اِنَّا

شروع سے کیا تھا ہم نے پہلی بار پھر اس کو دوہرائیں گے وعدہ ضرور ہو چکا ہے ہم پر ہم کو

كُنَّا فٰعِلِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ

پورا کرنا ہے ◆ اور ہم نے لکھ دیا ہے زبور میں

بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۵﴾

نصیحت کے پیچھے کہ آخر زمین پر مالک ہوں گے میرے نیک بندے ◆

اِنَّ فِيْ هٰذَا لَبَلٰغًا لِّقَوْمٍ عٰبِدِيْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا

اس میں مطلب کو پہنچتے ہیں لوگ بندگی والے ◆ اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو

رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ اِنَّمَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَا

مہربانی کر جہان کے لوگوں پر ◆ تو کہہ مجھ کو تو حکم یہی آیا ہے

◆ جنتیوں کو دوزخ سے اس قدر دور رکھا جائے گا کہ وہ اس کی آہٹ تک محسوس نہ کریں گے اور نہایت عیش و آرام کے ساتھ ہمیشہ جنت کے مزے لوٹیں گے۔

◆ یعنی اس دن جب خلقت کو سخت گھبراہٹ ہوگی اللہ تعالیٰ ان کو رنج و غم سے محفوظ رکھے گا۔

◆ **اہلِ جنت کیلئے فرشتوں کا استقبال** یعنی قبروں سے اٹھتے یا جنت میں داخل ہونے کے وقت فرشتے ان کا استقبال کریں گے اور کہیں گے کہ یہ ہی وہ دن ہے جس میں دائمی مسرت و راحت کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا آج اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا ہے۔

إِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ ۖ فَهَلْ أَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٨﴾

فَإِن تَوَلَّوْا فَقُلْ آذَنتُكُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ ۖ وَإِنْ

أَدْرِي أَقَرِيبٌ أَم بَعِيدٌ مَّا تُوعَدُونَ ﴿١٠٩﴾ إِنَّهُ

يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُونَ ﴿١١٠﴾

وَإِنْ أَدْرِي لَعَلَّهُ فِتْنَةٌ لَّكُمْ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ

حِينٍ ﴿١١١﴾ قُل رَّبِّ احْكُم بِالْحَقِّ ۗ وَرَبُّنَا الرَّحْمَٰنُ

الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١١٢﴾

آیاتها ۷۸ — (۲۲) سُورَةُ الْحَجِّ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۳) — رکوعاتها ۱۰

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَٰنِ الرَّحِيمِ

آنحضرتؐ کی دعوت توحید یہ رسالت کے ساتھ توحید کا بیان ہوا۔ یعنی جو رحمت عظمیٰ لیکر آپ تشریف لائے ہیں اس کا لب لباب توحید کامل ہے اور یہ ایسا صاف و واضح مضمون ہے جس کے قبول کرنے میں آدمی کو کچھ پس و پیش نہ ہونا چاہئے۔ پس کیا تم حکم ماننے اور حق کے سامنے گردن ڈال دینے کے لیے تیار ہو؟ اگر ہو تو فبہا ورنہ میں تبلیغ کر کے بری الذمہ ہو چکا۔ تم اپنا انجام سوچ لو۔

آنحضرتؐ کا اتمام حجت یعنی اس قدر اتمام حجت کے بعد بھی نہ مانو تو میں تم کو خبر کر چکا کہ اب میں تم سے بیزار اور تم مجھ سے علیحدہ۔ تمہارا عمل تمہارے ساتھ اور میرا عمل میرے ساتھ۔ ہر ایک کا جو نتیجہ ہو گا سامنے آ جائے گا حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "دونوں طرف برابر یعنی ابھی تم دونوں بات کر سکتے ہو (قبول کرو یا رد کرو) ایک طرف کا زور نہیں آیا۔"

یعنی تمہارے نہ ماننے پر عذاب کا وعدہ ہے وقوع تو اس کا ضرور بالضرور ہو کر رہے گا۔ لیکن میں یہ نہیں جانتا کہ جلد ہو گا یا بدیر۔

وہی ہر ایک کھلی چھپی بات کو جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ کس بات کی کیا سزا کتنی چاہئے اور کب ملنی چاہئے۔

تاخیر عذاب کی حکمت اللہ کو معلوم ہے یعنی تاخیر عذاب میں ممکن ہے تم کو جانچنا ہو کہ اس مدت میں سمجھ بوجھ لو اور شرارتوں سے باز آ جاؤ۔ یا ڈھیل دینا ہو کہ ایک مدت تک دنیا میں پھنس کر شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز کر لو۔

آنحضرتؐ کی دُعاء یعنی جیسے ہر معاملہ کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کرنا آپ کی شان ہے اسی کے موافق میرے اور میری قوم کے درمیان جلدی فیصلہ فرما دیجئے۔

یعنی اسی سے ہم فیصلہ چاہتے ہیں اور کافروں کی خرافات کے مقابلہ میں اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ اسی طرح کی دعاء انبیاء علیہم السلام کیا کرتے تھے "رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ" (اعراف رکوع ۱۱) کیونکہ انہیں اپنی حقانیت وصداقت اور حق تعالیٰ کے عدل وانصاف پر پورا وثوق واعتماد ہوتا تھا۔ تم سورۃ الانبیاء وللہ الحمد والمنۃ۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمْ ۚ اِنَّ زَلْزَلَةَ السَّاعَةِ

لوگو ڈرو اپنے رب سے بے شک جو بھونچال قیامت کا

شَيْءٌ عَظِيْمٌ ۝۱ يَوْمَ تَرَوْنَهَا تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ

ایک بڑی چیز ہے جس دن اس کو دیکھو گے بھول جائے گی ہر دودھ پلانے والی

عَمَّآ اَرْضَعَتْ وَتَضَعُ كُلُّ ذَاتِ حَمْلٍ حَمْلَهَا

اپنے دودھ پیتے کو اور ڈال دے گی ہر پیٹ والی اپنا پیٹ

وَتَرَى النَّاسَ سُكٰرٰى وَمَا هُمْ بِسُكٰرٰى وَلٰكِنَّ

اور تو دیکھے لوگوں پر نشہ اور ان پر نشہ نہیں پر

عَذَابَ اللّٰهِ شَدِيْدٌ ۝۲ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ

آفت اللہ کی سخت ہے ◆ اور بعضے لوگ وہ ہیں جو جھگڑا کرتے ہیں

فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّيَتَّبِعُ كُلَّ شَيْطٰنٍ مَّرِيْدٍ ۝۳

اللہ کی بات میں بے خبری سے ◆ اور پیروی کرتا ہے ہر شیطان سرکش کی ◆

كُتِبَ عَلَيْهِ اَنَّهٗ مَنْ تَوَلَّاهُ فَاَنَّهٗ يُضِلُّهٗ وَ

جس کے حق میں لکھ دیا ہے کہ جو کوئی اس کا رفیق ہو سو وہ اس کو بہکائے اور

يَهْدِيْهِ اِلٰى عَذَابِ السَّعِيْرِ ۝۴ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ

لیجائے عذاب میں دوزخ کے ◆ لوگو

اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ

اگر تم کو دھوکا ہے جی اٹھنے میں تو ہم نے تم کو بنایا ◆

سورۃ الحج

(۱) **قیامت کے زلزلے اور ان کی شدت** | قیامت کے عظیم الشان زلزلے (بھونچال) دو ہیں۔ ایک یعنی قیام قیامت کے وقت یا نفخہ ثانیہ کے بعد دوسرا قیامت کے کچھ پیشتر جو علامات قیامت میں سے ہے۔ اگر یہاں دوسرا مراد ہو تو آیت اپنے ظاہر معنی پر رہے گی اور پہلا مراد ہو تو دونوں احتمال ہیں۔ حقیقۃً زلزلہ آئے اور دودھ پلانے والی یا حاملہ عورتیں اپنی اسی ہیئت پر محشور ہوں۔ یا زلزلے سے مراد وہاں کے اہوال و شدائد ہوں اور "تَذْهَلُ كُلُّ مُرْضِعَةٍ" الخ کو تمثیل پر حمل کیا جائے یعنی اس قدر گھبراہٹ اور سختی ہوگی کہ اگر دودھ پلانے والی عورتیں موجود ہوں تو مارے گھبراہٹ اور شدت ہول کے اپنے بچوں کو بھول جائیں اور حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں۔ اس وقت لوگ اس قدر مدہوش ہوں گے کہ دیکھنے والا شراب کے نشہ کا گمان کرے حالانکہ وہاں نشہ کا کیا کام۔ خدا کے عذاب کا تصور اور اہوال و شدائد کی سختی ہوش گم کر دے گی۔ تنبیہ: اگر یہ گھبراہٹ سب کو عام ہو تو "لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْأَكْبَرُ" میں نفی باعتبار اکثر احوال کے اور یہاں اثبات باعتبار ساعت قلیلہ کے لیا جائے گا۔ اور اگر آیت حاضرہ کو ان کے حق میں لیں جو سب سے آخر میں زندہ ہوں تو سرے سے اشکال ہی نہیں۔

(۲) **اللہ کی باتوں میں جھگڑنے والے** | یعنی اللہ تعالیٰ جن باتوں کی خبر دیتا ہے ان میں یہ لوگ جھگڑتے اور کج بحثیاں کرتے ہیں اور جہل و بے خبری سے عجیب احمقانہ شبہات پھیلاتے ہیں۔ چنانچہ قیامت، بعث بعد الموت اور جزا و سزا وغیرہ پر ان کا بڑا اعتراض یہی ہے کہ جب آدمی مر کر گل سڑ گیا اور ہڈیاں تک ریزہ ریزہ ہو گئیں تو یہ کیسے سمجھ میں آئے کہ وہ پھر زندہ ہو کر اپنی اصلی حالت پر لوٹ آئے گا۔

(۳) **ہر شیطان کی پیروی کرنے والے** | یعنی جن یا آدمیوں میں کا جو شیطان اس کو اپنی طرف بلائے یہ فوراً اسی کے پیچھے چل پڑتا ہے۔ گویا گمراہ ہونے کی ایسی کامل استعداد رکھتا ہے کہ کوئی شیطان کسی طرف پکارے یہ اس پر لبیک کہنے کے لئے تیار ہوتا ہے۔

(۴) یعنی شیطان مردود کے متعلق یہ طے شدہ امر ہے کہ جو اس کی رفاقت اور پیروی کرے وہ اپنے ساتھ اسے بھی لے ڈوبتا ہے اور گمراہ کر کے دوزخ پہنچائے بدون نہیں چھوڑتا۔

(۵) **دوبارہ زندگی پر شبہ اور جواب** | یعنی اگر یہ شبہ ہے کہ ریزہ ریزہ ہو کر دوبارہ کیسے جی اٹھیں گے تو خود اپنی پیدائش میں غور کرو کس طرح ہوئی ہے۔

مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ

مٹی سے ◆ پھر قطرہ سے ◆ پھر جمے ہوئے خون سے ◆ پھر

مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّغَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ

گوشت کی بوٹی نقشہ بنی ہوئی سے ◆ اور بدون نقشہ بنی ہوئی سے ◆ اس واسطے کہ تم کو کھول کر سنا دیں ◆

وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

اور ٹھہرا رکھتے ہیں ہم پیٹ میں ◆ جو کچھ چاہیں ◆ ایک وقت معین تک ◆

ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ

پھر تم کو نکالتے ہیں لڑکا ◆ پھر جب تک کہ پہنچو ◆ اپنی جوانی کے زور کو ◆

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى

اور کوئی تم میں سے قبضہ کر لیا جاتا ہے ◆ اور کوئی تم میں سے پھر چلا جاتا ہے

اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ

نکمی عمر تک ◆ تاکہ سمجھنے کے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے ◆

وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا

اور تو دیکھتا ہے زمین ◆ خراب (دبی) پڑی ہوئی ◆ پھر جہاں ہم نے اتارا اس پر

الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍۢ

پانی ◆ تازی ہوگئی ◆ اور ابھری ◆ اور اگائیں ◆ ہر قسم کی رونق کی چیزیں

بَهِيْجٍ ﴿۵﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ يُحْيِ

◆ یہ سب کچھ اس واسطے ◆ کہ اللہ وہی ہے تحقیق (تحقیق) ◆ اور وہ جلاتا ہے

الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ﴿۶﴾ وَّاَنَّ السَّاعَةَ

اٰتِیَةٌ لَّا رَیْبَ فِیْهَا ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ یَبْعَثُ مَنْ فِی

الْقُبُوْرِ ﴿۷﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّجَادِلُ فِی اللّٰهِ

بِغَیْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِیْرٍ ۙ﴿۸﴾ ثَانِیَ

عِطْفِهٖ لِیُضِلَّ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ لَهٗ فِی الدُّنْیَا

خِزْیٌ وَّنُذِیْقُهٗ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ عَذَابَ الْحَرِیْقِ ﴿۹﴾

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ یَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ

لِّلْعَبِیْدِ ﴿۱۰﴾ ع وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى

حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَیْرُ ۨ اطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَاِنْ

وجود صانع، آخرت اور بعث بعد الموت کا اثبات | انسان کی پیدائش اور کھیتی کی مثالوں سے جو اوپر مذکور ہوئیں چند باتیں ثابت ہوتی ہیں۔ (۱) یہ کہ یقیناً اور بالتحقیق اللہ موجود ہے ورنہ ایسی منظم متقن اور حکیمانہ صنعتیں کہاں سے ظاہر ہوتیں۔ (۲) یہ کہ خدا تعالیٰ مردہ اور بے جان چیزوں کو زندہ اور جاندار بنا دیتا ہے۔ چنانچہ مشت خاک یا قطرۂ آب سے انسان بنا دیا اور افتادہ زمین میں روح نباتی پھونک دی جو اس پر شاہد ہے، پھر دوبارہ پیدا کر دینا اس کو کیا مشکل ہے۔ (۳) یہ کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اگر ہر چیز اس کی قدرت کے نیچے نہ ہوتی تو یہ تدریجی کام نہیں کر سکتا تھا۔ (۴) یہ کہ قیامت ضرور آنی چاہئے اور اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ضرور ملنی چاہئے کیونکہ اتنے بڑے انتظامات یونہی عبث اور بے کار نہیں ہو سکتے۔ جس علیم مطلق اور قادر علی الاطلاق نے اپنی حکمت بالغہ اور قدرت کاملہ سے انسان جیسی عجیب و غریب صنعت کے ساتھ پیدا کیا، کیا خیال کیا جا سکتا ہے کہ اس نے اس کی زندگی بیکار و رائیگاں چھوڑ دی؟ ہرگز نہیں۔ یقیناً انسان کی یہ محدود زندگی جس میں سعادت و شقاوت، نیکی بدی اور رنج و راحت باہم مخلوط رہتے ہیں اور امتحان و ابتلاء کی صورت میں ایک دوسرے سے کامل اور نمایاں طور پر ممتاز نہیں ہوتیں، اس کو مقتضی ہے کہ کوئی دوسری زندگی ہو، جہاں سعید و شقی، مجرم و وفادار صاف طور پر الگ الگ ہوں اور ہر ایک اس مقام پر پہنچا دیا جائے جہاں پہنچنے کے لئے بنایا گیا ہے اور جس کی استعداد اپنے اندر رکھتا ہے۔ مادی حیثیت سے جس طرح مٹی کے اجزاء میں نطفہ بننے کی استعداد تھی ان سے نطفہ بنا، اسی طرح نطفہ کی پوشیدہ قوتیں علقہ میں، علقہ کی مضغہ میں، مضغہ کی طفل میں آئیں اور جوانی کے وقت ان کا پورا ظہور ہوا۔ یا زمین کی پوشیدہ قوتیں بارش کا چھینٹا پڑنے سے ظہور پذیر ہوئیں۔ اسی طرح ضروری ہے کہ انسان میں سعادت و شقاوت کی جو روحانی قوتیں ودیعت کی گئی ہیں یا نیکی اور بدی میں پھولنے پھلنے کی جو زبردست استعداد رکھی ہے وہ اپنے پورے شباب کو پہنچے اور کامل ترین اشکال و صور میں ظاہر ہوں۔ اسی کا نام بعث بعد الموت ہے جو دنیا کی زندگی کا موجودہ دور ختم کرنے کے بعد وقوع پذیر ہوگا۔

منکرین کے اوہام و ظنون | یعنی ایسے واضح دلائل و شواہد سننے کے بعد بھی بعض مغرور و ضدی لوگ اللہ کی باتوں میں یونہی بے سند جھگڑے کرتے رہتے ہیں۔ ان کے پاس نہ کوئی علم ضروری ہے، نہ دلیل عقلی، نہ نقلی سمعی، محض اوہام و ظنون کے پیچھے چلے جاتے ہیں۔

یعنی اعراض و تکبر کے ساتھ۔

دنیا کی رسوائی اور آخرت کا عذاب | یعنی جو شخص بدون حجت و دلیل محض عناد سے خدا کی باتوں میں جھگڑتا ہے اور غرض یہ ہو کہ دوسرے لوگوں کو ایمان و یقین کی راہ سے ہٹا دے، اس کو دنیا میں خدا تعالیٰ ذلیل کرے گا اور آخرت کا عذاب رہا سو الگ۔

یعنی جب سزا دیں گے تو کہا جائے گا کہ خدا کی طرف سے کسی پر ظلم و زیادتی نہیں۔ تیرے ہاتھوں کی کرتوت ہے جس کا مزہ آج چکھ رہا ہے۔

أَصَابَتْهُ فِتْنَةٌ انْقَلَبَ عَلَىٰ وَجْهِهِ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا

پہنچی اس کو کوئی (مصیبت) | پھر گیا الٹا اپنے منہ پر | نقصان اٹھایا دنیا

وَالْآخِرَةَ ۚ ذَٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِينُ ۞ يَدْعُوا

اور آخرت | یہی ہے نقصان صریح ◆ | پکارتا ہے

مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُ وَمَا لَا يَنْفَعُهُ ۚ ذَٰلِكَ

اللہ کے سوا ایسی چیز کو | کہ جو اس کا نقصان کرے | اور نہ اس کا فائدہ کرے | یہی ہے

هُوَ الضَّلَالُ الْبَعِيدُ ۞ يَدْعُو لَمَنْ ضَرُّهُ أَقْرَبُ

دور جا پڑنا گمراہ ہو کر ◆ | پکارے جاتا ہے اس کو | جس کا ضرر پہلے پہنچے

مِنْ نَفْعِهِ ۚ لَبِئْسَ الْمَوْلَىٰ وَلَبِئْسَ الْعَشِيرُ ۞ إِنَّ

نفع سے ◆ | بے شک برا دوست ہے | اور برا رفیق ◆

اللَّهَ يُدْخِلُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَّاتٍ

اللہ داخل کرے گا ان کو | جو ایمان لائے | اور کیے بھلے کام | باغوں میں

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ۚ إِنَّ اللَّهَ يَفْعَلُ مَا

بہتی ہیں | نیچے ان کے | نہریں ◆ | اللہ کرتا ہے | جو

يُرِيدُ ۞ مَنْ كَانَ يَظُنُّ أَنْ لَنْ يَنْصُرَهُ اللَّهُ فِي

چاہے ◆ | جس کو یہ خیال ہو | کہ ہرگز مدد نہ کرے گا اس کی اللہ

الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ فَلْيَمْدُدْ بِسَبَبٍ إِلَى السَّمَاءِ

دنیا میں | اور آخرت میں | تو تان لے ایک رسی | آسمان کو

مذبذبین کی حالت | یعنی بعض آدمی محض دنیا کی غرض سے دین کو اختیار کرتا ہے اور اس کا دل مذبذب رہتا ہے۔ اگر دین میں داخل ہو کر دنیا کی بھلائی دیکھے بظاہر بندگی پر قائم رہے اور تکلیف پائے تو چھوڑ دے، ادھر دنیا گئی ادھر دین گیا، کنارے پر کھڑا ہے۔ یعنی دل ابھی اس طرف ہے نہ اس طرف جیسا کوئی مکان کے کنارے کھڑا ہو جب چاہے نکل بھاگے۔

غیر اللہ کو پکارنا | یعنی خدا کی بندگی چھوڑی، دنیا کی بھلائی نہ ملنے کی وجہ سے اب پکارتا ہے ان چیزوں کو جن کے اختیار میں نہ ذرہ برابر بھلائی ہے نہ برائی۔ کیا خدا نے جو چیز نہیں دی تھی وہ پتھر سے حاصل کر سکے گا؟ اس سے بڑھ کر کھلی حماقت کیا ہوگی۔

شرک کا ضرر | یعنی بتوں سے نفع کی تو امید موہوم ہے (بت پرستوں کے زعم کے مطابق) لیکن ان کو پوجنے کا جو ضرر ہے وہ قطعی اور یقینی ہے اس لئے فائدہ کا سوال تو بعد کو دیکھا جائے گا نقصان ابھی ہاتھوں ہاتھ پہنچ گیا۔

جب قیامت میں بت پرستی کے نتائج سامنے آئیں گے تو بت پرست بھی یہ کہیں گے "لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ" یعنی جن سے بڑی امداد و رفاقت کی توقع تھی وہ بہت ہی برے رفیق اور مددگار ثابت ہوئے کہ نفع تو کیا پہنچاتے الٹا ان کے سبب سے نقصان پہنچ گیا۔

مہر کی تجھ سے توقع تھی ستمگر نکلا
موم سمجھا تھا ترے دل کو سو پتھر نکلا

مومنین کا انجام | منکرین، معاندین اور مذبذبین کے بعد یہاں مومنین مخلصین کا انجام نیک بیان فرمایا۔

جس کو مناسب جانے سزا دے اور جس پر چاہے انعام فرمائے۔ اس کا کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہیں۔

ثُمَّ لْيَقْطَعْ فَلْيَنْظُرْ هَلْ يُذْهِبَنَّ كَيْدُهٗ مَا يَغِيْظُ ۝۱۵

پھر کاٹ ڈالے اب دیکھے | کچھ جاتا رہا اس کی اس تدبیر سے | اس کا غصہ

وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ

اور یوں اتارا ہم نے یہ قرآن | کھلی باتیں | اور یہ ہے کہ اللہ سمجھاتا ہے

مَنْ يُّرِيْدُ ۝۱۶ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا

جس کو چاہے | جو لوگ مسلمان ہیں | اور جو یہودی ہیں

وَالصّٰبِـِٕيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا ۖ

اور صابئین | اور نصاریٰ | اور مجوس | اور جو شرک کرتے ہیں

اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى

مقرر اللہ فیصلہ کرے گا | ان میں قیامت کے دن | اللہ کے

كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۝۱۷ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ

سامنے ہے ہر چیز | تو نے نہیں دیکھا | کہ اللہ کو سجدہ کرتا ہے

مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَ

جو کوئی آسمان میں ہے | اور جو کوئی زمین میں ہے | اور سورج | اور

الْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ

چاند | اور تارے اور پہاڑ | اور درخت اور جانور

وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ۭ وَكَثِيْرٌ حَقَّ عَلَيْهِ الْعَذَابُ ۭ وَ

اور بہت آدمی | اور بہت ہیں | کہ ان پر ٹھہر چکا عذاب | اور

◆ **حاسدین کا غصہ اللہ کی نصرت کو نہیں روک سکتا** "لَنْ يَّنْصُرَهُ" میں ضمیر مفعول نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے جن کا تصور قرآن پڑھنے والے کے ذہن میں گویا ہر وقت موجود رہتا ہے۔ کیونکہ آپ ہی قرآن کے اولین مخاطب ہیں۔ گویا مومنین کا انجام ذکر کرنے کے بعد یہاں پیغمبر کے مستقبل کا بیان ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ اپنے رسول سے دنیوی اور اخروی فتح ونصرت کے جو وعدے کر چکا ہے وہ ضرور پورے ہو کر رہیں گے، خواہ کفار وحاسدین کتنا ہی غیظ کھائیں اور نصرت ربانی کے روکنے کی کیسی ہی تدبیریں کرلیں۔ لیکن حضور کی نصرت وکامیابی کسی طرح رک نہیں سکتی یقیناً آکر رہے گی۔ اگر ان کفار وحاسدین کو اس پر زیادہ غصہ ہے اور سمجھتے ہیں کہ ہم کسی کوشش سے خدائی مشیت کو روک سکیں گے تو اپنی انتہائی کوشش صرف کر کے دیکھ لیں، حتی کہ ایک رسی اوپر چھت میں لٹکا کر گلے میں ڈال لیں اور خود پھانسی لے کر غیظ سے مر جائیں، یہ ہو سکتا ہو تو آسمان میں رسی تان کر اوپر چڑھیں اور وہاں سے آسمانی امداد کو منقطع کر آئیں، پھر دیکھیں کہ ان تدبیروں سے وہ چیز آنی بند ہو جاتی ہے جس پر انہیں اس قدر غصہ اور پیچ وتاب ہے۔ اکثر مفسرین نے آیت کی تفسیر اسی طرح کی ہے لیکن حضرت شاہ صاحب نے آیت کو "وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ الخ" کے مضمون سے مربوط کر کے نہایت لطیف تقریر فرمائی ہے۔ ان کے نزدیک "مَنْ كَانَ يَظُنُّ اَنْ لَّنْ يَّنْصُرَهُ الخ" میں ضمیر مفعول "مَنْ" کی طرف لوٹتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ دنیا کی تکلیف میں جو کوئی خدا سے ناامید ہو کر اس کی بندگی چھوڑ دے اور جھوٹی چیزیں پوجنے لگے وہ اپنے دل کے غصہ سے کوئی کیا کرے جیسے ایک شخص اونچی لٹکی رسی سے لٹک رہا ہے اگرچہ جھٹکے سکتا تو توقع تھی کہ رسی اوپر کھنچے تو چڑھ جائے۔ جب رسی توڑ دی تو کیا توقع رہی، کیا خدا کی رحمت سے ناامید ہو کر کامیابی حاصل کر سکے گا؟ گویا "رسی" کہا اللہ کی امید کو، اس کا کاٹ دینا ناامید ہو جانا اور آسمان سے مراد بلندی ہے۔ واللہ اعلم

◆ یعنی کیسی صاف صاف خالص اور کھلی باتیں ہیں۔ مگر سمجھتا وہی ہے جسے خدا سمجھائے۔

◆ **مجوس کا عقیدہ** مجوس آگ پوجتے ہیں اور دو خالق مانتے ہیں ایک خیر کا خالق جس کا نام "یزداں" ہے، دوسرا شر کا جس کو "اہرمن" کہتے ہیں اور کسی نبی کا نام بھی لیتے ہیں۔ معلوم نہیں یہ پیچھے بگڑ گئے ہیں یا سرے سے غلط ہیں۔ شہرستانی نے "ملل ونحل" میں ان کے مذہب پر جو کلام کیا ہے اسے دیکھا جائے۔ "صابئین" وغیرہ کا ذکر پہلے گذر چکا۔

◆ **قیامت کے دن فیصلہ ہوگا** یعنی تمام مذاہب وفرق کے نزاعات کا عملی اور دوٹوک فیصلہ حق تعالیٰ کی بارگاہ سے قیامت کے دن ہوگا۔ سب جدا کر کے اپنے اپنے ٹھکانے پر پہنچا دیئے جائیں گے۔ اللہ ہی جانتا ہے کہ کون کس مقام یا کس سزا کا مستحق ہے۔

◆ **مخلوقات کا اللہ کو سجدہ** ایک سجدہ ہے جس میں آسمان وزمین کی ہر ایک مخلوق شامل ہے وہ یہ کہ اللہ کی قدرت کے آگے مجبور سب مطیع ومنقاد اور عاجز وبے بس ہیں خواہی نخواہی سب کو اس کے سامنے گردن ڈالنا اور سر جھکانا پڑتا ہے۔ دوسرا سجدہ ہے ہر چیز کا جدا وہ یہ کہ جس چیز کو جس کام کے لئے بنایا اس کام میں لگے، یہ بہت آدمی کرتے ہیں بہت نہیں کرتے۔ مگر آدمیوں کو چھوڑ کر ساری خلقت کرتی ہے۔ بعض علماء "اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ الخ" میں ہر چیز کا اپنی شان کے لائق سجدہ مراد لیں گے اور "مَنْ فِي الْاَرْضِ" کے بعد دوسرا "يَسْجُدُ" مقدر نکالا جائے گا۔ **تنبیہ** پہلی آیت سے ربط یہ ہوا کہ مختلف مذاہب کے لوگ آپس میں اختلاف رکھتے ہیں حالانکہ دوسری تمام مخلوق خدا کی مطیع ومنقاد ہے۔ انسان جو ساری مخلوق سے زائد عاقل ہے، چاہئے تھا کہ اس کے کل افراد اوروں سے زیادہ متفق ہوتے۔

◆ یعنی سجدہ سے انکار واعراض کرنے کی بدولت عذاب کے مستحق ہوئے۔

مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ

جس کو اللہ ذلیل کرے — اسے کوئی نہیں عزت دینے والا — اللہ کرتا ہے

مَا يَشَآءُ ۩ ﴿١٨﴾ هٰذٰنِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا فِيْ رَبِّهِمْ ز

جو چاہے — یہ دو مدعی ہیں — جھگڑے ہیں — اپنے رب میں

فَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّنْ نَّارٍ ؕ

سو جو منکر ہوئے — ان کے واسطے بیونت ہے (قطع کیے گئے) آگ کے کپڑے — آگ کے

يُصَبُّ مِنْ فَوْقِ رُءُوْسِهِمُ الْحَمِيْمُ ﴿١٩﴾ يُصْهَرُ

ڈالتے ہیں — ان کے سر پر — جلتا پانی — گل کر نکل جاتا ہے

بِهٖ مَا فِيْ بُطُوْنِهِمْ وَالْجُلُوْدُ ﴿٢٠﴾ وَلَهُمْ مَّقَامِعُ

اس سے — جو کچھ ان کے پیٹ میں ہے — اور کھالیں بھی — اور ان کے واسطے ہتھوڑے (موگریاں) ہیں

مِنْ حَدِيْدٍ ﴿٢١﴾ كُلَّمَآ اَرَادُوْٓا اَنْ يَّخْرُجُوْا مِنْهَا مِنْ

لوہے کے — جب چاہیں — کہ نکل پڑیں اس سے

غَمٍّ اُعِيْدُوْا فِيْهَا ۗ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿٢٢﴾

گھٹنے کے مارے — پھر اس میں لوٹا دیے جائیں — اور چکھتے رہو جلنے کا عذاب

اِنَّ اللّٰهَ يُدْخِلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

بیشک اللہ داخل کرے گا ان کو — جو یقین لائے — اور کیں بھلائیاں

جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا

باغوں میں — بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں — گہنا پہنائیں گے ان کو وہاں

یعنی خدا تعالیٰ جس کو اس کی شامت اعمال سے ذلیل کرنا چاہے اسے ذلت کے گڑھے سے نکال کر عزت کے مقام پر کون پہنچا سکتا ہے؟

دو فریق کون ہیں؟ یعنی پہلے "اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِیْنَ" الیٰ آخرہٖ میں جن چھ فرقوں کا ذکر ہوا ان سب کو حق و باطل پر ہونے کی حیثیت سے دو فریق کہہ سکتے ہیں۔ ایک مومنین کا گروہ جو اپنے رب کی سب باتوں کو من و عن تسلیم کرتا اور اس کے احکام کے آگے سر بسجود رہتا ہے۔ دوسرے کفار کا مجمع جس میں یہود، نصاریٰ، مجوس، مشرکین، صابئین وغیرہم سب شامل ہیں۔ جو ربانی ہدایات کو قبول نہیں کرتے اور اس کی اطاعت کے لئے سر نہیں جھکاتے۔ یہ دونوں فریق دعاوی میں، بحث و مناظرہ میں اور جہاد و قتال کے مواقع میں بھی ایک دوسرے کے مقابل رہتے ہیں۔ جیسا کہ "بدر" کے میدان مبارزہ میں حضرت علی، حضرت حمزہ اور عبیدہ بن الحارث رضی اللہ عنہم تین کافروں (عتبہ ابن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ) کے مقابلہ پر نکلے تھے۔ آگے دونوں فریق کا انجام بتلاتے ہیں۔

آگ کے لباس یعنی جس طرح لباس آدمی کے بدن کو ڈھانپ لیتا ہے۔ جہنم کی آگ اسی طرح ان کو محیط ہوگی۔ یا کسی ایسی چیز کے کپڑے پہنائے جائیں گے جو آگ کی گرمی سے بہت سخت اور بہت جلد تپنے والے ہوں۔

دوزخ کی سزائیں۔ لوہے کے ہتھوڑے دوزخیوں کے سر پر ہتھوڑے سے کچل کر کھولتا ہوا پانی اوپر سے ڈالا جائے گا جو دماغ کے راستے سے پیٹ میں پہنچے گا جس سے سب انتڑی اوجھڑی کٹ کٹ کر نکل پڑے گی اور بدن کی بالائی سطح کو جب پانی مس کرے گا تو بدن کا چمڑا گل کر گر پڑے گا۔ پھر اصلی حالت کی طرف لوٹائے جائیں گے اور بار بار یہی عمل ہوتا رہے گا۔ "كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا لِيَذُوْقُوا الْعَذَابَ" (نساء، رکوع ۸) اَللّٰهُمَّ اَعِذْنَا مِنْ غَضَبِكَ وَعَذَابِكَ۔

یعنی دوزخ میں گھٹ گھٹ کر چاہیں گے کہ کہیں کو نکل بھاگیں، آگ کے شعلے ان کو اوپر کی طرف اٹھائیں گے پھر فرشتے آہنی گرز مار کر نیچے دھکیل دیں گے اور کہا جائے گا کہ دائمی عذاب کا مزہ چکھتے رہو جس سے نکلنا کبھی نصیب نہ ہوگا۔ العیاذ باللہ۔

مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ؕ وَلِبَاسُهُمْ فِيهَا

کنگن — سونے کے — اور موتی ◆ — اور اُن کی پوشاک ہے وہاں

حَرِيرٌ ﴿۲۳﴾ وَهُدُوا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚۖ وَهُدُوا

ریشم کی ◆ — اور راہ پائی انہوں نے — ستھری بات کی ◆ — اور راہ پائی

اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيدِ ﴿۲۴﴾ اِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا

اس قابل تعریف (خدا) کی راہ ◆ — جو لوگ منکر ہوئے

وَيَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللّٰهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ

اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے — اور مسجد حرام سے (جو عزت والی مسجد ہے)

الَّذِي جَعَلْنٰهُ لِلنَّاسِ سَوَآءً ۨ الْعَاكِفُ فِيهِ وَ

جو ہم نے بنائی — سب لوگوں کے واسطے — برابر ہے اس میں رہنے والا — اور

الْبَادِ ؕ وَمَنْ يُّرِدْ فِيهِ بِاِلْحَادٍۢ بِظُلْمٍ نُّذِقْهُ

باہر سے آنے والا ◆ — اور جو اس میں چاہے — کج روی شرارت سے — اسے ہم چکھائیں گے

مِنْ عَذَابٍ اَلِيمٍ ﴿۲۵﴾ وَاِذْ بَوَّاْنَا لِاِبْرٰهِيمَ مَكَانَ

ایک عذاب درد ناک ◆ — اور جب ٹھیک کر دی ہم نے — ابراہیم کو — جگہ اس

الْبَيْتِ اَنْ لَّا تُشْرِكْ بِي شَيْـًٔا وَّطَهِّرْ بَيْتِيَ

گھر کی ◆ — کہ شریک نہ کرنا میرے ساتھ — کسی کو ◆ — اور پاک رکھنا میرا گھر

لِلطَّآئِفِينَ وَالْقَآئِمِينَ وَالرُّكَّعِ السُّجُودِ ﴿۲۶﴾

طواف کرنے والوں کے واسطے — اور کھڑے رہنے والوں کے — اور رکوع سجدہ والوں کے ◆

◆ **اہل جنت کے زیور اور کنگن** یعنی بڑی آرائش اور زیب و زینت سے رہیں گے اور ہر ایک عنوان سے تجمل و تنعم کا اظہار ہو گا۔

◆ **اہل جنت کا لباس** پہلے "قُطِّعَتْ لَهُمْ ثِيَابٌ مِّن نَّارٍ" میں دوزخیوں کا لباس مذکور ہوا تھا اس کے بالمقابل یہاں جنتیوں کا پہناوا بیان فرماتے ہیں کہ ان کی پوشاک ریشم کی ہو گی۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "یہ جو فرمایا کہ وہاں گہنا اور وہاں پوشاک، معلوم ہوا یہ دونوں چیزیں مردوں کے لئے یہاں نہیں۔ اور کنگن میں سے کنگن اس واسطے کہ غلام کی خدمت پسند آتی ہے تو کڑے ہاتھ میں ڈالتے ہیں۔" **تنبیہ** احادیث میں ہے کہ جو مرد یہاں ریشم کا لباس پہنے گا آخرت میں نہیں پہنے گا اگر وہ پہننے والا کافر ہے تب تو ظاہر ہے کہ وہ جنت میں داخل ہی نہ ہو گا کہ جنتیوں کا لباس پہنے۔ ہاں اگر مومن ہے تو شاید کچھ مدت تک اس لباس سے محروم رکھا جائے پھر ابدالآباد تک پہنتا رہے اور اس ابدی مدت کے مقابلہ میں یہ قلیل زمانہ غیر معتد بہ سمجھا جائے۔

◆ **اہل جنت کی پاکیزہ گفتگو** دنیا میں بھی لا الٰہ الا اللہ کہا، قرآن پڑھا، خدا کی تسبیح و تحمید کی اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا اور آخرت میں بھی کہ فرشتے ہر طرف سے سلام کریں گے اور جنتی آپس میں ایک دوسرے سے ستھری باتیں کرتے ہوں گے بک بک جھک جھک نہ ہو گی اور عطائے جنت پر شکر خداوندی بجا لائیں گے۔ حتیٰ کہیں گے "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْجَنَّةَ" سورۂ فاطر میں ہے "يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّلُؤْلُؤًا وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ" الآیہ اس سے حاضر کی تفسیر ہوتی ہے۔ نبہ علیہ فی الروح۔

◆ یعنی اللہ کی راہ پائی جس کا نام اسلام ہے یہ راہ خود بھی حمید ہے اور راہ والا بھی حمید ہے۔ یا وہ پائی اس جگہ کی جہاں پہنچ کر آدمی خدا تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر ادا کرتا ہے۔

◆ **اللہ کی راہ سے روکنے والے** پہلے "هٰذَانِ خَصْمٰنِ اخْتَصَمُوْا" میں مومنین اور کفار کے اختصام (جھگڑے) کا ذکر تھا۔ اسی اختصام کی بعض صورتوں کو یہاں بیان فرمایا ہے۔ یعنی ایک وہ لوگ ہیں جو خود گمراہ ہونے کے ساتھ دوسروں سے مزاحم ہوتے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ کوئی شخص اللہ کے راستہ پر نہ چلے۔ حتیٰ کہ جو مسلمان اپنے پیغمبر کی معیت میں عمرہ ادا کرنے کے لئے مکہ معظمہ جا رہے تھے ان کا راستہ روک دیا۔ حالانکہ مسجد حرام (یا حرم شریف کا وہ حصہ جس سے لوگوں کی عبادات و مناسک کا تعلق ہے) سب کے لئے یکساں ہے۔ جہاں مقیم و مسافر اور شہری و بیرونی کو ٹھہرنے اور عبادت کرنے کے مساویانہ حقوق حاصل ہیں۔ ہاں وہاں سے نکالے جانے کے قابل اگر ہیں تو وہ لوگ جو شرک اور شرارتیں کر کے اس مقام مبارک کی بے تقدیسی کرتے ہیں۔ **تنبیہ** بیوت مکہ کی ملکیت اور بیع و شراء وغیرہ کا مسئلہ ایک مستقل مسئلہ ہے جس کی کافی تفصیل روح المعانی وغیرہ میں کی گئی ہے۔ یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں۔

◆ **حرم شریف میں گناہوں کی سزا** یعنی جو شخص حرم شریف میں جان بوجھ کر بلا وجہ بے دینی اور شرارت کی کوئی بات کرے گا اس کو بھی سخت سزا دی جائے گی چہ جائیکہ بڑا کام کرے۔ تب ان کفار کا حال معلوم کر لو جو ظلم و شرارت سے مومنین کو یہاں آنے سے روکتے ہیں۔

◆ **خانہ کعبہ کی جگہ** کہتے ہیں کعبہ شریف کی جگہ پہلے سے متبرک تھی، پھر مدتوں کے بعد نشان نہ رہا تھا۔ حضرت ابراہیم کو حکم ہوا کہ بیت اللہ تعمیر کرو۔ اس مقام مقدس کو نشان دکھلایا گیا۔ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے اسمٰعیل کو ساتھ لیکر خانہ کعبہ تعمیر کیا۔
تنبیہ "مسجد حرام" کا ذکر پہلے آیا تھا اسی کی مناسبت سے کعبہ کی بنا کا حال اور اس کے متعلق بعض احکام یہاں تک بیان کئے گئے ہیں۔

◆ **کعبہ کی بنیاد توحید پر** یعنی اس گھر کی بنیاد خالص توحید پر رکھو، کوئی شخص یہاں آ کر اللہ کی عبادت کے سوا کوئی مشرکانہ رسوم نہ بجا لائے۔ کفار مکہ نے اسی پر ایسا عمل کیا کہ وہاں تین سو ساٹھ بت لا کر کھڑے کر دیے۔ العیاذ باللہ۔ جن کی گندگی سے ہمیشہ کے لئے خاتم الانبیاء ﷺ نے خدا کے گھر کو پاک کیا۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

◆ یعنی خالص انہی لوگوں کے لئے رہے اور سب سے پاک کیا جائے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "پہلی امتوں میں رکوع نہ تھا جیسے اسی امت محمدیہ کی نماز میں ہے۔ تو خبر دی آگے کو لوگ ہوں گے اس گھر کے آباد کرنے والے" وفیہ نظر فلیتأمل۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ

اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے کہ آئیں تیری طرف پیروں چل کر اور

كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِن كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ﴿٢٧﴾

سوار ہو کر دبلے دبلے اونٹوں پر چلے آتے راہوں دور سے

لِّيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ فِي

تاکہ پہنچیں اپنے فائدہ کی جگہوں پر اور پڑھیں اللہ کا نام

أَيَّامٍ مَّعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ

کئی دن جو معلوم ہیں ذبح پر چوپایوں مواشی کے جو اللہ نے دیے ہیں

الْأَنْعَامِ ۖ فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَائِسَ الْفَقِيرَ ﴿٢٨﴾

ان کو سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ برے حال کے محتاج کو

ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا

پھر چاہیے کہ ختم کر دیں اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی منتیں اور طواف کریں

بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٢٩﴾ ذَٰلِكَ ۖ وَمَن يُعَظِّمْ حُرُمَاتِ

اس قدیم گھر کا یہ سن چکے اور جو کوئی بڑائی رکھے ادب کی

اللَّهِ فَهُوَ خَيْرٌ لَّهُ عِندَ رَبِّهِ ۗ وَأُحِلَّتْ لَكُمُ

اللہ کی سو وہ بہتر ہے اس کے لیے اپنے رب کے پاس اور حلال ہیں تم کو

الْأَنْعَامُ إِلَّا مَا يُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ ۖ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ

چوپائے مگر جو تم کو سناتے ہیں سو بچتے رہو بتوں کی

مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّورِ ﴿٣٠﴾ حُنَفَاءَ

کرتے رہو ◆ اور بچتے رہو جھوٹی بات سے ◆ ایک اللہ کی طرف ہو کر

لِلَّهِ غَيْرَ مُشْرِكِينَ بِهِ ۚ وَمَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ

ہو کر نہ کہ اس کے ساتھ شریک بنانے والے ◆ اور جس نے شریک بنایا اللہ کا

فَكَأَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَاءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ أَوْ

سو جیسے گر پڑا آسمان سے پھر اچکتے ہیں اس کو اڑتے جانور یا

تَهْوِي بِهِ الرِّيحُ فِي مَكَانٍ سَحِيقٍ ﴿٣١﴾ ذَٰلِكَ ۖ

جا ڈالا اس کو ہوا نے کسی دور مکان میں ◆ یہ سن چکے

وَمَنْ يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوبِ ﴿٣٢﴾

اور جو کوئی ادب رکھے اللہ کے نام لگی چیزوں کا سو وہ دل کی پرہیزگاری کی بات ہے ◆

لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا

تمہارے واسطے چوپایوں میں فائدے ہیں ایک مقررہ وعدہ تک پھر ان کو پہنچنا

إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ ﴿٣٣﴾ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا

اس قدیم گھر تک ◆ اور ہر امت کے واسطے ہم نے مقرر کر دی ہے قربانی

لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ

تو یاد کریں اللہ کا نام اس پر جو چوپائے جانور کو

الْأَنْعَامِ ۗ فَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ فَلَهُ أَسْلِمُوا ۗ

(ذبح کرتے وقت) سو اللہ تمہارا ایک اللہ ہے سو اسی کے حکم میں رہو ◆

وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِيْنَ ﴿٣٤﴾ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ

وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَالصّٰبِرِيْنَ عَلٰى مَآ اَصَابَهُمْ

وَالْمُقِيْمِي الصَّلٰوةِ ۙ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٥﴾

وَالْبُدْنَ جَعَلْنٰهَا لَكُمْ مِّنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ لَكُمْ

فِيْهَا خَيْرٌ ۖ فَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهَا صَوَآفَّ ۚ

فَاِذَا وَجَبَتْ جُنُوْبُهَا فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا

الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ ۚ كَذٰلِكَ سَخَّرْنٰهَا لَكُمْ

لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿٣٦﴾ لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا

وَلَا دِمَآؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ ۚ

مومنین کیلئے خوشخبری یعنی ان لوگوں کو رضائے الٰہی کی بشارت سنا دیجئے جو صرف اسی ایک خدا کا حکم مانتے ہیں اسی کے سامنے جھکتے ہیں اسی پر ان کا دل جمتا ہے اور اسی کے جلال و جبروت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

متقین کے اوصاف یعنی مصائب و شدائد کو صبر و استقلال سے برداشت کریں، کوئی سختی اٹھا کر راہ حق سے قدم نہ ڈگمگائے۔

بیت اللہ تک پہنچنے میں بہت مصائب و شدائد پیش آتے ہیں، سفر میں اکثر نمازوں کے فوت ہونے یا قضا ہو جانے کا اندیشہ ہوتا ہے، مال بھی خرچ کرنا پڑتا ہے۔ شاید اسی مناسبت سے ان اوصاف و خصال کا یہاں ذکر فرمایا۔

قربانی کے اونٹوں کی تعظیم۔ اور نحر کا طریقہ پہلے مطلق شعائر اللہ کی تعظیم کا حکم تھا۔ اب تصریح فرما دیا کہ اونٹ وغیرہ قربانی کے جانور بھی شعائر اللہ میں سے ہیں۔ جن کی ذوات میں اور جن کو ادب کے ساتھ قربان کرنے میں تمہارے لئے بہت سی دنیوی و اخروی بھلائیاں ہیں تو ضابطہ کے موافق چاہئے کہ اللہ کا نام پاک لیکر ان کو ذبح کرو۔ بالخصوص اونٹ کے ذبح کا بہترین طریقہ نحر ہے کہ اس کو قبلہ رخ کھڑا کر کے اور ایک ہاتھ دایاں یا بایاں باندھ کر سینہ پر زخم لگائیں جب سارا خون نکل چکا وہ گر پڑا تب ٹکڑے کر کے استعمال کریں اور بہت اونٹ ہوں تو قطار باندھ کر کھڑا کر لیں۔

محتاج کی دو قسمیں بتلائیں۔ ایک جو صبر سے بیٹھا ہے سوال نہیں کرتا۔ تھوڑا مل جائے تو اسی پر قناعت کرتا ہے دوسرا جو بے قرار ہو کر سوال کرتا پھرتا ہے بکثرت مل جائے تب بھی قرار نہیں۔

انسان کیلئے جانوروں کی تسخیر یعنی ایسے بڑے بڑے جانور جو تم سے جثہ میں اور قوت میں کہیں زیادہ ہیں تمہارے قبضہ میں کر دیئے کہ تم ان سے طرح طرح کی خدمات لیتے ہو اور کیسی آسانی سے ذبح بھی کر لیتے ہو۔ یہ خدا تعالیٰ کا بڑا احسان ہے جس کا شکر ادا کرنا چاہئے نہ یہ کہ شرک کر کے الٹی ناشکری کرو۔

قربانی کی روح اور فلسفہ اس میں قربانی کا اصل فلسفہ بیان فرمایا۔ یعنی جانور کو ذبح کر کے محض گوشت کھانے کھلانے یا اس کا خون گرانے سے تم اللہ کی رضا کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ نہ گوشت اور خون اٹھ کر اس کی بارگاہ تک پہنچتا ہے اس کے یہاں تو تمہارے دل کا تقویٰ اور ادب پہنچتا ہے کہ کیسی خوش دلی اور جوش محبت کے ساتھ ایک قیمتی اور نفیس چیز اس کی اجازت سے اس کے نام پر اس کے بیت کے پاس لے جا کر قربان کی۔ گویا اس قربانی کے ذریعہ سے ظاہر کر دیا کہ ہم خود بھی تیری راہ میں اسی طرح قربان ہونے کے لئے تیار ہیں۔ بس یہی وہ تقویٰ ہے جس کا ذکر "وَمَنْ يُّعَظِّمْ شَعَآئِرَ اللّٰهِ فَاِنَّهَا مِنْ تَقْوَى الْقُلُوْبِ" میں کیا گیا تھا۔ اور جس کی بدولت خدا کا عاشق اپنے محبوب حقیقی کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔

كَذٰلِكَ سَخَّرَهَا لَكُمْ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا

هَدٰىكُمْ ۗ وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ ۝٣٧ اِنَّ اللّٰهَ يُدٰفِعُ

عَنِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ خَوَّانٍ

كَفُوْرٍ ۝٣٨ اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۗ

وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۝٣٩ الَّذِيْنَ

اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا

رَبُّنَا اللّٰهُ ۗ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ

بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّ

مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۗ

◆ **ذبح کرنے کے وقت کی تکبیر** | یعنی "بسم اللہ اللہ اکبر اللّٰھم لک ومنک" کہہ کر ذبح کرو، اور حق تعالیٰ کا شکر ادا کرو کہ اس نے اپنی محبت و معبودیت کے اظہار کی کیسی اچھی راہ سمجھائی اور ایک جانور کی قربانی کو گویا خود صاحب قربانی کی جان قربان کرنے کے قائم مقام بنا دیا۔

◆ **حج و عمرہ کی رکاوٹیں دور ہو جائیں گی** | "ان الذین کفروا ویصدون عن سبیل اللہ والمسجد الحرام" الخ میں ان کفار کا ذکر تھا جو مسلمانوں کو حرم شریف کی زیارت اور حج و عمرہ وغیرہ سے روکتے تھے۔ درمیان میں مسجد حرام اور اس کے متعلقات کی تعظیم و ادب کے احکام بیان فرمائے۔ اب پھر مضمون سابق کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی مسلمان مطمئن رہیں اللہ تعالیٰ عنقریب دشمنوں سے ان کا راستہ صاف کر دے گا۔ مسجد حرام تک پہنچنے اور اس کے متعلق احکام کی تکمیل کرنے میں کوئی مخالفانہ رکاوٹ باقی نہ رہے گی۔ بے خوف و خطر حج و عمرہ ادا کریں گے۔ گویا "وبشر المحسنین" میں جو بشارت دی تھی اس کا ایک فرد یہ خوشخبری ہوئی۔

◆ یعنی دغاباز ناشکر گزاروں کو اگر ایک خاص میعاد تک مہلت دی جائے تو یہ مت خیال کرو کہ وہ اللہ تعالیٰ کو خوش آتے ہیں۔ یہ مہلت بعض مصالح اور حکمتوں کی بنا پر ہے۔ آخری انجام یہی ہوتا ہے کہ اہل حق غالب ہوں اور باطل پرستوں کو راستہ سے چھانٹ دیا جائے۔

◆ **کفار سے قتال کا حکم** | جب تک آنحضرت ﷺ مکہ میں تھے، حکم تھا کہ کفار کی سختیوں پر مسلمان صبر کریں اور ہاتھ روکے رکھیں۔ چنانچہ انہوں نے کامل تیرہ سال تک سخت زہرہ گداز مظالم کے مقابلہ میں بے مثال صبر و استقامت کا مظاہرہ کیا۔ جب مدینہ "دارالاسلام" بن گیا اور مسلمانوں کی قلیل سی جمعیت ایک مستقل مرکز پر جمع ہو گئی تو مظلوم مسلمانوں کو جن سے کفار برابر لڑتے رہتے تھے اجازت ہوئی بلکہ حکم ہوا کہ ظالموں کے مقابلہ پر تلوار اٹھائیں۔ اور اپنی جماعت اور مذہب کی حفاظت کریں۔ اس قسم کی آیتیں اسی زمانہ میں نازل ہوئی ہیں۔

◆ **مسلمانوں کی امداد کا وعدہ** | یعنی اپنی قلت اور بے سروسامانی سے نہ گھبرائیں۔ اللہ تعالیٰ مٹھی بھر فاقہ مستوں کو دنیا کی فوجوں اور سلطنتوں پر غالب کر سکتا ہے۔ فی الحقیقت یہ ایک شہنشاہانہ طرز میں مسلمانوں کی نصرت و امداد کا وعدہ ہوتا ہے۔ جیسے دنیا میں بادشاہ اور بڑے لوگ وعدہ کے موقع پر اپنی شان وقار و استغنا دکھلانے کے لئے کہہ دیا کرتے ہیں کہ ہاں تمہارا فلاں کام ہم کر سکتے ہیں۔ شاہی عنوان اس لئے اختیار کیا جاتا ہے کہ مخاطب سمجھ لے کہ ہم ایسا کرنے میں کسی سے مجبور نہیں ہیں جو کچھ کریں گے اپنی قدرت و اختیار سے کریں گے۔

◆ **مہاجرین کی مدح** | یعنی مسلمان مہاجرین جو اپنے گھروں سے نکالے گئے ان کا کوئی جرم نہ تھا نہ کسی کا کوئی بگاڑا تھا، بجز اس کے کہ وہ اکیلے ایک خدا کو اپنا رب کیوں کہتے ہیں اور پتھروں کو کیوں نہیں پوجتے۔ گویا ان پر سب سے بڑا اور سنگین الزام لگایا جا سکتا ہے تو یہی کہ ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کے کیوں ہو رہے۔

وَلَيَنصُرَنَّ اللّٰهُ مَن يَنصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِىٌّ

اور اللہ ضرور مدد کرے گا اس کی | جو مدد کرتا ہے اس کی | بےشک اللہ زبردست ہے

عَزِيزٌ ﴿۴۰﴾ اَلَّذِينَ اِن مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ

زبردست ◆ | وہ لوگ | کہ اگر ہم ان کو قدرت دیں | ملک میں

اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا

تو وہ قائم رکھیں نماز | اور دیں زکوٰۃ | اور حکم دیں

بِالْمَعْرُوفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنكَرِ ؕ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ

نیک کام کا | اور منع کریں برائی سے ◆ | اور اللہ کے اختیار میں ہے آخر

الْاُمُوْرِ ﴿۴۱﴾ وَاِن يُّكَذِّبُوكَ فَقَدْ كَذَّبَتْ

سب کاموں کا ◆ | اور اگر تجھ کو جھٹلائیں | تو ان سے پہلے

قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَّعَادٌ وَّثَمُوْدُ ﴿۴۲﴾ وَقَوْمُ

جھٹلا چکی ہے | نوح کی قوم | اور عاد | اور ثمود | اور ابراہیم کی

اِبْرٰهِيْمَ وَقَوْمُ لُوطٍ ﴿۴۳﴾ وَّاَصْحٰبُ مَدْيَنَ ۚ وَكُذِّبَ

قوم | اور لوط کی قوم | اور مدین کے لوگ ◆ | اور موسیٰ کو

مُوْسٰى فَاَمْلَيْتُ لِلْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ اَخَذْتُهُمْ ۚ

جھٹلایا ◆ | پھر میں نے ڈھیل دی منکروں کو | پھر پکڑ لیا ان کو

فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿۴۴﴾ فَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ

تو کیسا ہوا میرا انکار ◆ | سو کتنی بستیاں

◆ **جہاد کی حکمت** یعنی اگر کسی وقت اور کسی حالت میں بھی ایک جماعت کو دوسری سے لڑنے بھڑنے کی اجازت نہ ہوتی یا اللہ تعالیٰ کے قانونِ فطرت کی تحت خلاف ورزی ہوتی۔ اس نے دنیا کا نظام ہی ایسا رکھا ہے کہ ہر چیز یا ہر شخص یا ہر جماعت دوسری چیز یا شخص یا ہر جماعت کے مقابلہ میں اپنی ہستی برقرار رکھنے کے لئے جنگ کرتی رہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا اور نیکی کو اللہ تعالیٰ اپنی حمایت میں لیکر بدی کے مقابلہ میں کھڑا نہ کرتا تو نیکی کا نشان زمین پر باقی نہ رہتا۔ بددین اور شریر لوگ جن کی ہر زمانہ میں کثرت رہی ہے تمام مقدس مقامات اور یادگاریں ہمیشہ کے لئے صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے۔ کوئی عبادت گاہ، تکیہ، خانقاہ، مسجد، مدرسہ محفوظ نہ رہ سکتا۔

قانونِ حفاظت و مدافعت بناءً علیہ ضروری ہوا کہ بدی کی طاقتیں خواہ کتنی ہی مجتمع ہو جائیں قدرت کی طرف سے ایک وقت آئے جب نیکی کے مقدس ہاتھوں سے بدی کے حملوں کی مدافعت کرائی جائے۔ اور حق تعالیٰ اپنے دین کی مدد کرنے والوں کی خود مدد فرما کر ان کو دشمنانِ حق و صداقت پر غالب کرے بلاشبہ وہ ایسا قوی اور زبردست ہے کہ اس کی اعانت و امداد کے بعد ضعیف سے ضعیف چیز بڑی بڑی طاقتور ہستیوں کو شکست دے سکتی ہے۔ بہرحال اس وقت مسلمانوں کو ظالم کافروں کے مقابلہ میں جہاد و قتال کی اجازت دینا اسی قانونِ قدرت کے ماتحت تھا اور یہ وہ عام قانون ہے جس کا انکار کوئی عقلمند نہیں کر سکتا۔ اگر مدافعت و حفاظت کا یہ قانون نہ ہوتا تو اپنے اپنے زمانہ میں نہ عیسائی راہبوں کے صومعے (کوٹھرے) قائم رہتے نہ نصاریٰ کے گرجے نہ یہود کے عبادت خانے نہ مسلمانوں کی وہ مسجدیں جن میں اللہ کا ذکر بڑی کثرت سے ہوتا ہے۔ یہ سب عبادت گاہیں گرا کر اور ڈھا کر برابر کر دی جاتیں۔ پس اسی عام قانون کے ماتحت کوئی وجہ نہیں کہ مسلمانوں کو ایک وقت مناسب پر اپنے دشمنوں سے لڑنے کی اجازت نہ دی جائے۔

◆ **مہاجرین کی فضیلت اور ان کے اقتدار کی پیشینگوئی** یہ ان ہی مسلمانوں کا بیان ہے جن پر ظلم ہوئے اور جن کو گھروں سے نکالا گیا۔ یعنی خدا ان کی مدد کیوں نہ کرے گا جب کہ وہ ایسی قوم ہے کہ اگر ہم اسے زمین کی حکومت دے دیں تب بھی خدا سے غافل نہ ہوں۔ بذاتِ خود بدنی و مالی نیکیوں میں لگے رہیں اور دوسروں کو بھی اسی راہ پر ڈالنے کی کوشش کریں۔ چنانچہ حق تعالیٰ نے ان کو زمین کی حکومت عطا کی اور جو پیشین گوئی کی تھی حرف بحرف سچی ہوئی۔ فللّٰہ الحمد علٰی ذٰلک۔ اس آیت سے صحابہ رضی اللہ عنہم خصوصاً مہاجرین اولین میں بالخصوص خصوص کے طور پر حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی حقانیت اور مقبولیت و منقبت ثابت ہوئی۔

◆ یعنی گو آج مسلمان کمزور اور کافر غالب و قوی نظر آتے ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے کہ آخر کار انہیں منصور و غالب کر دے۔ یا یہ مطلب کہ بہت خدا کا دین قائم کریں گی ایک مدت تک آخر اللہ ہی جانے کیا ہو گا۔

◆ جن کی طرف حضرت شعیب علیہ السلام مبعوث ہوئے تھے۔

◆ یعنی مصر کے قبطیوں نے۔

◆ **سابقہ حالات سے کفار کو تنبیہ** یعنی مسلمانوں کے غلبہ و نصرت کے جو وعدے کئے جا رہے ہیں، کفار اپنی موجودہ کثرت و قوت کو دیکھتے ہوئے ان کی تکذیب نہ کریں، یہ خدا کی ڈھیل ہے۔ پہلی قوموں نے بھی خدا کی چند روزہ ڈھیل سے دھوکہ کھا کر اپنے پیغمبروں کو جھٹلایا تھا۔ آخر جب پکڑے گئے تو دیکھ لو ان کا حشر کیا ہوا۔ اور خدا نے اپنے عذاب سے تباہ کر کے ان کی شرارتوں پر جو انکار فرمایا تھا وہ کس طرح سامنے آ گیا۔ اگلی آیت میں اسی کی تفصیل ہے۔

أَهْلَكْنٰهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ فَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى

ہم نے غارت کر ڈالیں اور وہ ظالم تھیں اب وہ گری پڑی ہیں اپنی

عُرُوشِهَا وَبِئْرٍ مُّعَطَّلَةٍ وَّقَصْرٍ مَّشِيدٍ ﴿۴۵﴾ أَفَلَمْ

چھتوں پر ◆ اور کتنے کنوئیں نکمے پڑے اور کتنے محل گچ کاری کے ◆ کیا

يَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَّعْقِلُونَ

سیر نہیں کی ملک کی جو ان کے دل ہوتے جن سے سمجھتے

بِهَا أَوْ آذَانٌ يَّسْمَعُونَ بِهَا ۚ فَإِنَّهَا لَا تَعْمَى الْأَبْصَارُ

یا کان ہوتے جن سے سنتے ◆ سو کچھ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں

وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ﴿۴۶﴾ وَ

پر اندھے ہو جاتے ہیں دل جو سینوں میں ہیں ◆ اور

يَسْتَعْجِلُونَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ۭ

تجھ سے جلدی مانگتے ہیں عذاب اور اللہ ہرگز نہ ٹالے گا اپنا وعدہ ◆

وَإِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَأَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّونَ ﴿۴۷﴾

اور ایک دن تیرے رب کے یہاں ہزار برس کے برابر ہوتا ہے جو تم گنتے ہو ◆

وَكَأَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ أَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ

اور کتنی بستیاں ہیں کہ میں نے ان کو ڈھیل دی اور وہ گنہگار تھیں پھر

أَخَذْتُهَا ۚ وَإِلَيَّ الْمَصِيرُ ﴿۴۸﴾ قُلْ يَا أَيُّهَا

میں نے ان کو پکڑا اور میری طرف پھر کر آنا ہے ◆ تو کہہ اے

◆ یعنی بنیادیں نیچے سے اول چھتیں گر پڑیں پھر دیواریں اور سارا مکان گر کر چھت کے ڈھیر پر آ رہا۔ یہ ان کے تہ و بالا ہونے کا نقشہ کھینچا ہے۔

◆ **عبرت کے کیا سباق** | یعنی کتنے کنوئیں جن پر پانی کھینچنے والوں کی بھیڑ رہتی تھی آج ان میں کوئی ڈول بھرنے والا نہ رہا۔ اور بڑے بڑے پختہ، بلند، عالیشان، قلعی چونے کے محل ویران کھنڈر بن کر رہ گئے۔ جن میں کوئی بسنے والا نہیں۔

◆ یعنی ان تباہ شدہ مقامات کے کھنڈر دیکھ کر کبھی غور و فکر نہ کیا ورنہ ان کو بھی بات کی سمجھ آ جاتی اور کان کھل جاتے۔

◆ یعنی آنکھوں سے دیکھ کر اگر دل سے غور نہ کیا تو وہ نہ دیکھنے کے برابر ہے۔ گو اس کی ظاہری آنکھیں کھلی ہوں پر دل کی آنکھیں اندھی ہیں۔ اور حقیقت میں زیادہ خطرناک اندھاپن وہی ہے جس میں دل اندھے ہو جائیں (العیاذ باللہ)

◆ یعنی عذاب اپنے وقت پر یقیناً آ کر رہے گا۔ استہزاء و تکذیب کی راہ سے جلدی مچانا فضول ہے۔

◆ **آخرت کا ایک دن ہزار سال کے برابر ہے** | یعنی تمہارے ہزار برس اس کے یہاں ایک دن کے برابر ہیں۔ جیسے مجرم آج اس کے قبضہ میں ہے ہزار برس گذرنے کے بعد بھی اسی طرح اس کے قبضہ و اقتدار کے نیچے ہے۔ کہیں بھاگ کر نہیں جا سکتا۔ یا یہ مطلب کہ ہزار برس کا کام وہ ایک دن میں کر سکتا ہے۔ مگر کرتا وہی ہے جو اس کی حکمت و مصلحت کے موافق ہو۔ کسی کے جلدی مچانے سے وہاں کچھ اثر نہیں ہو سکتا۔ یا یوں کہا جائے کہ اخروی عذاب کا وعدہ ضرور آ کر رہے گا۔ یعنی قیامت آئے گی اور تم کو پوری سزا ملے گی۔ آگے قیامت کے دن کا بیان ہوا کہ وہ ایک دن اپنی شدت و ہول کے لحاظ سے ہزار سال کے برابر ہوگا پھر ایسی مصیبت کو بلانے کے لئے کیوں جلدی مچاتے ہو۔

◆ **اللہ کی ڈھیل پر بے فکر نہ ہوں** | یعنی کیا ڈھیل دینے سے وہ کہیں نکل کر بھاگ گئیں۔ آخر سب کو لوٹ کر ہماری ہی طرف آنا پڑا اور ہم نے ان کو پکڑ کر تباہ کر دیا۔

النَّاسُ إِنَّمَا أَنَا لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٤٩﴾ فَالَّذِينَ آمَنُوا

لوگو میں تو ڈر سنانے والا ہوں تم کو کھول کر ◆ سو جو لوگ یقین لائے

وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ﴿٥٠﴾ وَ

اور کیں بھلائیاں ان کے گناہ بخش دیتے ہیں اور روزی ہے عزت کی ◆ اور

الَّذِينَ سَعَوْا فِي آيَاتِنَا مُعَاجِزِينَ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ

جو دوڑے ہماری آیتوں کے ہرانے کو وہی ہیں

الْجَحِيمِ ﴿٥١﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن قَبْلِكَ مِن رَّسُولٍ وَلَا نَبِيٍّ

دوزخ کے رہنے والے اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے یا نبی

إِلَّا إِذَا تَمَنَّىٰ أَلْقَى الشَّيْطَانُ فِي أُمْنِيَّتِهِ فَيَنسَخُ

سو جب لگا خیال باندھنے شیطان نے ملا دیا اس کے خیال میں پھر اللہ مٹا دیتا ہے

اللَّهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ ثُمَّ يُحْكِمُ اللَّهُ آيَاتِهِ وَاللَّهُ

شیطان کا ملایا ہوا پھر پکی کر دیتا ہے اپنی باتیں اور اللہ

عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥٢﴾ لِّيَجْعَلَ مَا يُلْقِي الشَّيْطَانُ فِتْنَةً

سب خبر رکھتا ہے حکمتوں والا ◆ اس واسطے کہ جو کچھ شیطان نے ملایا اس سے جانچے

◆ **رسول اللہ کا فرض منصبی** یعنی میرا کام تو آگاہ و ہشیار کر دینا ہے۔ عذاب کا لے آنا میرے قبضہ میں نہیں خدا ہی کے قبضہ میں ہے کہ سب مطیع و عاصی کا فیصلہ کرے اور ہر ایک کو ان کے مناسب حال جگہ پر پہنچائے۔

◆ یعنی جنت میں میوے، پھل اور حور و قصور اور اعلیٰ نعمت یعنی حق تعالیٰ کا دیدار نصیب ہوگا۔

◆ **آیات وحی میں شیطانی شبہات** آیت کی تفسیر میں اختلاف ہے۔ مترجم محقق قدس اللہ روحہ نے اپنے شیخ و حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کی روش اختیار فرمائی ہے جس کی طرف حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے بھی "حجۃ اللہ البالغہ" کے آخر میں اشارہ کیا ہے۔ حضرت شاہ صاحب "موضح القرآن" میں لکھتے ہیں "یعنی کوئی ایک حکم (یا ایک خبر) اللہ کی طرف سے آئی جب اس میں ہرگز دو ...

لِلَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ وَّالْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ ؕ

وَاِنَّ الظّٰلِمِيْنَ لَفِيْ شِقَاقٍ بَعِيْدٍ ﴿۵۳﴾ وَّلِيَعْلَمَ

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ

فَيُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ

لَهَادِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۴﴾

وَلَا يَزَالُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ

حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً اَوْ يَاْتِيَهُمْ عَذَابُ

يَوْمٍ عَقِيْمٍ ﴿۵۵﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ

بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ

جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿۵۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

فَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۵۷﴾ ع وَالَّذِيْنَ

هَاجَرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ قُتِلُوْٓا اَوْ مَاتُوْا

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ

خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿۵۸﴾ لَيُدْخِلَنَّهُمْ مُّدْخَلًا يَّرْضَوْنَهٗ ۭ

وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَلِيْمٌ حَلِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ذٰلِكَ ۚ وَمَنْ

عَاقَبَ بِمِثْلِ مَا عُوْقِبَ بِهٖ ثُمَّ بُغِيَ عَلَيْهِ

لَيَنْصُرَنَّهُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ ﴿۶۰﴾ ذٰلِكَ

بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ

فِي الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ﴿۶۱﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ

رات میں ◆ اور اللہ سنتا دیکھتا ہے ◆ یہ اس واسطے کہ

اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ

اللہ وہی ہے صحیح اور جس کو پکارتے ہیں اس کے سوا وہی ہے

الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ﴿۶۲﴾ اَلَمْ

غلط اور اللہ وہی ہے سب سے اوپر بڑا ◆ تو نے

تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۡ فَتُصْبِحُ

نہیں دیکھا کہ اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر

الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ﴿۶۳﴾ لَهٗ مَا

زمین ہو جاتی ہے سرسبز ◆ بے شک اللہ جانتا ہے چھپی تدبیریں خبردار ہے ◆ اسی کا ہے جو کچھ ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ

آسمانوں اور زمین میں اور اللہ وہی ہے

الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ﴿۶۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا

بے پرواہ تعریفوں والا (سب خوبیوں والا) ◆ تو نے نہ دیکھا کہ اللہ نے بس میں کر دیا تمہارے جو کچھ ہے

فِي الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۭ

زمین میں اور کشتی کو جو چلتی ہے دریا میں اس کے حکم سے

وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا

اور تھام رکھتا ہے آسمان کو (اس سے کہ) آ پڑے اس سے کہ گر پڑے زمین پر مگر

ع ۱۵

◆ **اللہ کی قدرت کاملہ** یعنی وہ ایسی بڑی قدرت والا ہے کہ رات دن کا الٹ پلٹ کرنا اور گھٹانا بڑھانا اسی کے ہاتھ میں ہے اسی کے تصرف سے کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں بڑی ہوتی ہیں۔ پھر کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ایک مظلوم قوم یا شخص کو امداد دے کر ظالموں کے پنجے سے نکال دے بلکہ ان پر غالب و مسلط کر دے۔ پہلے مسلمان مہاجرین کا ذکر تھا اس آیت میں اشارہ فرما دیا کہ عنقریب حالات رات دن کی طرح پلٹا کھانے والے ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ رات کو دن میں لے لیتا ہے اسی طرح کفر کی سرزمین کو اسلام کی آغوش میں داخل کر دے گا۔

◆ یعنی مظلوم کی فریاد سنتا اور ظالم کے کرتوت دیکھتا ہے۔

◆ یعنی اللہ کے سوا ایسے عظیم الشان انقلابات اور کس سے ہو سکتے ہیں۔ واقع میں سچا اور پکا خدا تو وہی ہے باقی اسی کو چھوڑ کر خدائی کے جو دوسرے پاکھنڈ پھیلائے گئے ہیں سب غلط جھوٹ اور باطل ہیں۔ اسی کو خدا کہنا اور معبود بنانا چاہیے جو سب سے اوپر اور سب سے بڑا ہے اور یہ شان بالا تفاق اسی ایک اللہ کی ہے۔

◆ اسی طرح کفر کی خشک و ویران زمین کو اسلام کی بارش سے سرسبز و شاداب کر دے گا۔

◆ **اللہ کی تدبیر اور تصرف** وہی جانتا ہے کہ کس طرح بارش کے پانی سے سبزہ اگ آتا ہے۔ قدرت الہٰیہ اندر اندر کیا تدبیر و تصرف کرتی ہے کہ خشک زمین پانی وغیرہ کے اجزاء کو اپنے اندر جذب کر کے سرسبز و شاداب ہو جاتی ہے۔ اسی طرح وہ اپنی مہربانی، لطیف تدبیر و تربیت، اور کمال خبر داری و آگاہی سے قلوب بنی آدم کو لطف اسلام کا مینہ برسا کر سرسبز و شاداب بنا دے گا۔

◆ یعنی آسمان و زمین کی تمام چیزیں جب اسی کی مملوک و مخلوق ہیں اور سب کو اس کی احتیاج ہے وہ کسی کا محتاج نہیں تو ان میں جس طرح چاہے تصرف اور ادل بدل کرے کوئی مانع و مزاحم نہیں ہو سکتا۔ البتہ باوجود غنائے تام اور اقتدار کامل کے کرتا وہی ہے جو سراپا حکمت و مصلحت ہو۔ اس کے تمام افعال محمود ہیں اور اس کی ذات تمام خوبیوں اور صفات حمیدہ کی جامع ہے۔

بِإِذْنِهٖ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٦٥﴾ وَ

هُوَ الَّذِيْٓ أَحْيَاكُمْ ۫ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۗ

إِنَّ الْإِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا

مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ

وَادْعُ إِلٰى رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلٰى هُدًى مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٦٧﴾

وَإِنْ جٰدَلُوْكَ فَقُلِ اللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿٦٨﴾

اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ

تَخْتَلِفُوْنَ ﴿٦٩﴾ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي

السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ ۗ إِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۚ إِنَّ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ﴿٧٠﴾ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ
اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ
بِهٖ عِلْمٌ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ﴿٧١﴾ وَاِذَا تُتْلٰى
عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا بَيِّنٰتٍ تَعْرِفُ فِيْ وُجُوْهِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا الْمُنْكَرَ ۭ يَكَادُوْنَ يَسْطُوْنَ بِالَّذِيْنَ
يَتْلُوْنَ عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۭ قُلْ اَفَاُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ
مِّنْ ذٰلِكُمْ ۭ اَلنَّارُ ۭ وَعَدَهَا اللّٰهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ
وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿٧٢﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ
فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ۭ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَ

اِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْـًٔا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ

مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝٧٣ مَا قَدَرُوا

اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۝٧٤ اَللّٰهُ

يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ ؕ

اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝٧٥ۚ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ

وَمَا خَلْفَهُمْ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝٧٦

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا

رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝٧٧ۚ وَجَاهِدُوْا

فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ ؕ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ

عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ؕ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ

اِبْرٰهِيْمَ ؕ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ ۙ مِنْ قَبْلُ

وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ

وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ۚۖ فَاَقِيْمُوا

الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ ؕ هُوَ

مَوْلٰىكُمْ ۚ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۷۸﴾

مومنین کو جہاد کا حکم اپنے نفس کو درست رکھنے اور دنیا کو دین حق پر لانے کے لئے پوری محنت کرو جو اتنے بڑے اہم مقصد کے شایان شان ہو۔ آخر دنیوی مقاصد میں کامیابی کے لئے تم کتنی محنتیں اٹھاتے ہو۔ پھر دین کا جو دائمی کامیابی کا راستہ ہے جس میں جس قدر محنت برداشت کی جائے تھوڑی ہے۔ **تشریح** لفظ "جہاد" میں ہر قسم کی زبانی، قلمی، مالی، بدنی کوشش شامل ہے۔ اور "جہاد" کی تمام قسمیں (جہاد مع النفس، جہاد مع الشیطان، جہاد مع الکفار، جہاد مع البغاۃ، جہاد مع المبطلین) اس کے تحت مندرج ہیں۔

آنحضرت کی فضیلت کہ سب سے اعلیٰ و افضل پیغمبر دیا اور تمام شرائع سے اکمل شریعت

آیاتہا ۱۱۸ — (۲۳) سُورَةُ الْمُؤْمِنُونَ مَكِّيَّةٌ (۷۴) — رکوعاتہا ۶

سورۂ مومنون مکہ میں اتری اور اس کی ایک سو اٹھارہ آیتیں ہیں اور چھ رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ

کام نکال لے گئے (یعنی ایمان والوں نے) ایمان والے — جو — اپنی نماز میں

خٰشِعُوْنَ ۝۲ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ۝۳ وَ

جھکنے والے ہیں ۞ — اور جو نکمی بات پر — دھیان نہیں کرتے ۞ — اور

الَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فٰعِلُوْنَ ۝۴ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ

جو — زکوٰۃ دیا کرتے ہیں ۞ — اور جو — اپنی شہوت کی جگہ کو

حٰفِظُوْنَ ۝۵ اِلَّا عَلٰٓى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

تھامتے ہیں — مگر — اپنی عورتوں پر — یا اپنے ہاتھ کے مال باندیوں پر

فَاِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُوْمِيْنَ ۝۶ فَمَنِ ابْتَغٰى وَرَآءَ ذٰلِكَ

سو ان پر نہیں کچھ الزام — پھر جو کوئی ڈھونڈے — اس کے سوا

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْعٰدُوْنَ ۝۷ وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ

سو وہی ہیں حد سے بڑھنے والے ۞ — اور جو اپنی امانتوں سے — اور اپنے قرار سے

سورۃ المومنون

۞ **خشوع کی تعریف** ”خشوع“ کے معنی ہیں کسی کے سامنے خوف و ہیبت کے ساتھ ساکن اور پست ہونا، چنانچہ ابن عباس نے ”خاشعون“ کی تفسیر ”خائفون ساکنون“ سے کی ہے۔ اور آیت ”تری الارض خاشعة فاذا انزلنا علیها الماء اهتزت“

رٰعُوْنَ ۝٨ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ ۝٩

أُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ ۝١٠ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝١١ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنْ

سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ۝١٢ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ

مَّكِيْنٍ ۝١٣ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا

الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ

لَحْمًا ثُمَّ أَنْشَأْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ أَحْسَنُ

الْخٰلِقِيْنَ ۝١٤ ثُمَّ إِنَّكُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ لَمَيِّتُوْنَ ۝١٥ ثُمَّ إِنَّكُمْ

يَوْمَ الْقِيٰمَةِ تُبْعَثُوْنَ ۝١٦ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ

◆ **عہد و امانت کے محافظ** | یعنی امانت اور قول و قرار کی حفاظت کرتے ہیں، خیانت اور بدعہدی نہیں کرتے نہ اللہ کے معاملہ میں نہ بندوں کے۔

◆ **نمازوں کی حفاظت** | نمازیں اپنے اوقات پر آداب و حقوق کی رعایت کے ساتھ ادا کرتے ہیں۔ بندوں کے معاملات میں پڑ کر عبادت الٰہی سے غافل نہیں ہوتے۔ یہاں تک مومنین مفلحین کی چھ صفات و خصال بیان کیں۔ (۱) خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھنا یعنی بدن اور دل سے اللہ کی طرف جھکنا۔ (۲) باطل بیہودہ اور لغو باتوں سے علیحدہ رہنا (۳) زکوٰۃ یعنی مالی حقوق ادا کرنا یا اپنے بدن، نفس اور مال کو پاک رکھنا (۴) شہوات نفسانی کو قابو میں رکھنا (۵) امانت و عہد کی حفاظت کرنا گویا معاملات کو درست رکھنا (۶) پھر آخر میں پھر نمازوں کی پوری طرح حفاظت کرنا کہ اپنے وقت پر آداب و شروط کی رعایت کے ساتھ ادا ہوں، اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نماز کا حق تعالیٰ کے یہاں کیا درجہ ہے اور کس قدر مہتم بالشان چیز ہے کہ اسی سے شروع کر کے اسی پر ختم فرمایا۔

◆ جنت کے میراث ہونے پر پہلے کسی جگہ ہم لکھ چکے ہیں۔

◆ **مٹی سے پیدا ہونے کا مطلب** | کیونکہ سب کے باپ حضرت آدم علیہ السلام تو مٹی سے پیدا ہوئے اور بیٹے بھی تمام بنی آدم نطفہ سے پیدا ہوتے ہیں اور نطفہ بھی مٹی سے نکلی ہوئی غذاؤں کا خلاصہ ہے۔

◆ یعنی رحم مادر میں جہاں سے نکل بھی نہ سکے۔

◆ **انسانی تخلیق کے مراحل** | یعنی کچھ حصہ گوشت کا سخت کر کے ہڈیاں بنا دیں۔ اور ہڈیوں کے ڈھانچے پر پھر گوشت پوست منڈھ دیا۔ سورۃ "حج" میں بھی اس کے قریب کیفیت تخلیق انسان کی بیان ہو چکی ہے۔

◆ یعنی روح حیات پھونک کر ایک جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ جس پر آگے چل کر بچپن، جوانی، کہولت اور بڑھاپے کے بہت سے احوال وادوار گزرتے ہیں۔

◆ جس نے نہایت خوبصورتی سے تمام اعضاء و قویٰ کو بہترین سانچے میں ڈھالا اور اس کی ساخت میں حکمت کے موافق نہایت موزوں و متناسب بنائی۔

◆ **وجود انسانی کا فنا ہونا** | یعنی تمہارا وجود ذاتی اور خانہ زاد نہیں، مستعار اور دوسرے کا عطیہ ہے۔ چنانچہ موت آ کر سب نقش بگاڑ دیتی ہے۔ تم اس وقت اس کے زبردست پنجے سے اپنی ہستی کو نہیں بچا سکتے۔ یقینًا کوئی اور قاہر طاقت تمہارے اوپر ہے جس نے وجود کی باگ اپنے ہاتھ میں تھام رکھی ہے جب چاہے ڈھیلی چھوڑ دے، جب چاہے کھینچ لے۔

◆ جس نے پہلی مرتبہ پیدا کیا تھا وہی دوبارہ بنا کر کھڑا کر دے گا۔ تا پہلے وجود کی مستور قوتیں اور اعمال کے نتائج وہاں کامل ترین صورتوں میں ظاہر ہو کر ثابت کر دیں کہ یہ تانا بانا اور کارخانہ کوئی بیکار اور بے نتیجہ ڈھونگ نہیں بنایا گیا تھا۔

◆ **سات راستوں کی تخلیق** | "طرائق" کے معنی بعض مفسرین رحمہم اللہ کے نزدیک طبقات کے ہیں۔ یعنی آسمان کے سات طبقے اوپر نیچے بنائے۔ فهذا كما قال "كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا" (نوح رکوع ۱) اور بعض نے طرائق کو راستوں کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی سات آسمان بنائے جو فرشتوں کی گزرگاہیں ہیں۔ بعض معاصر مصنفین نے "سبع طرائق" سے سات سیاروں کے مدارات مراد لئے ہیں۔ واللہ اعلم۔

وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ﴿١٧﴾ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

اور ہم نہیں ہیں خلق سے بے خبر ◆ اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی

بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِي الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍ بِهٖ

ماپ کر ◆ پھر اس کو ٹھہرا دیا زمین میں ◆ اور ہم اس کو لے جائیں

لَقٰدِرُوْنَ ﴿١٨﴾ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّ

تو لے جا سکتے ہیں ◆ پھر اگا دیے تمہارے واسطے اس سے باغ کھجور اور

اَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ﴿١٩﴾ وَ

انگور کے تمہارے واسطے ان میں میوے ہیں بہت اور انہی میں سے کھاتے ہو ◆ اور

شَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ

اور وہ درخت جو نکلتا ہے سینا پہاڑ سے لے اگتا ہے تیل اور روٹی ڈبونا (سالن)

لِّلْاٰكِلِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا

کھانے والوں کے واسطے ◆ اور تمہارے لیے چوپایوں میں دھیان کرنے کی بات ہے پلاتے ہیں ہم تم کو ان کے

فِيْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا

پیٹ کی چیز سے اور تمہارے لیے ان میں بہت فائدے ہیں اور بعضوں کو

تَاْكُلُوْنَ ﴿٢١﴾ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ﴿٢٢﴾ وَلَقَدْ

کھاتے ہو ◆ اور ان پر اور کشتیوں پر لدے پھرتے ہو ◆ اور

اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا

ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کے پاس تو اس نے کہا اے قوم بندگی کرو اللہ کی

لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿٢٣﴾ فَقَالَ الْمَلَؤُا الَّذِيْنَ

تمہارا کوئی حاکم نہیں اس کے سوا — کیا تم ڈرتے نہیں — تب بولے سردار جو

كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ ۙ يُرِيْدُ

کافر تھے — اس کی قوم میں — یہ کیا ہے ایک آدمی ہے جیسے تم — چاہتا ہے کہ

اَنْ يَّتَفَضَّلَ عَلَيْكُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَنْزَلَ مَلٰٓئِكَةً ۚۖ مَّا

بڑائی کرے تم پر — اور اگر اللہ چاہتا — تو اتارتا فرشتے — ہم

سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ ﴿٢٤﴾ اِنْ هُوَ اِلَّا رَجُلٌ

نے نہیں سنا — اپنے اگلے باپ دادوں میں — اور کچھ نہیں یہ ایک مرد ہے

بِهٖ جِنَّةٌ فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿٢٥﴾ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِيْ

کہ اس کو سودا ہے — سو راہ دیکھو اس کی ایک وقت تک — بولا اے رب — تو مدد کر میری

بِمَا كَذَّبُوْنِ ﴿٢٦﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ اَنِ اصْنَعِ الْفُلْكَ

کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا — پھر ہم نے حکم بھیجا اس کو — کہ بنا کشتی

بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا فَاِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ فَاسْلُكْ

ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہمارے حکم سے — پھر جب پہنچے ہمارا حکم — اور ابلے تنور — تو تو ڈال لے

فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ

کشتی میں — ہر چیز کا جوڑا دو دو (نر و مادہ) — اور اپنے گھر کے لوگ — مگر جس کی قسمت میں

عَلَيْهِ الْقَوْلُ مِنْهُمْ ۚ وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ

پہلے سے ٹھہر چکی ہے بات — اور مجھ سے بات نہ کر (ذکر مجھ سے) — ان ظالموں کے واسطے

◆ **آنحضرتؐ پر کفار کے اعتراضات** | یعنی اس میں اور تم میں فرق کیا ہے جو یہ رسول بن جائے تم نہ ہو۔

◆ یعنی بڑا بن کر رہنا چاہتا ہے اس لئے یہ سب ڈھونگ بنایا ہے ورنہ خدا کسی کو رسول بنا کر بھیجتا تو کیا یہ ہی اس کام کے لئے رہ گیا تھا۔ کوئی فرشتہ نہ بھیج سکتا تھا۔

◆ یعنی ہم نے ایسی عجیب بات کبھی نہیں سنی کہ ایک ہماری طرح کا معمولی آدمی خدا کا رسول بن جائے اور تمام دیوتاؤں کو ہٹا کر تنہا ایک خدا کی حکومت منوانے لگے۔

◆ **آنحضرتؐ پر جنون کا الزام** | معلوم ہوتا ہے کہ اس غریب کا دماغ چل گیا۔ بھلا ساری قوم کے خلاف اور اپنے باپ دادوں کے خلاف ایسی بات زبان سے نکالنا جو کوئی شخص باور نہ کر سکے کھلا جنون نہیں تو اور کیا ہوگا بہتر ہے چند روز صبر کرو اور انتظار کرو، شاید کچھ دنوں کے بعد اسے ہوش آ جائے اور جنون کے دورہ سے افاقہ ہو یوں ہی مر مرا کر قصہ ختم ہو جائے۔ (العیاذ باللہ)

◆ **حضرت نوحؑ کی فریاد** | یعنی جب نوحؑ کی ساری کوششیں بیکار ثابت ہوئیں اور ساڑھے نو سو برس سختیاں جھیل کر بھی ان کو راہ راست پر لانے میں کامیاب نہ ہوئے تو خدا سے فریاد کی کہ اب ان اشقیاء کے مقابلہ میں میری مدد فرمایئے۔ کیونکہ بظاہر یہ لوگ میری تکذیب سے باز آنے والے نہیں۔ اوروں کو بھی خراب کریں گے۔

◆ **طوفان نوحؑ** | یہ قصہ پہلے سورۃ "ہود" وغیرہ میں گذر چکا ہے۔ وہاں ان الفاظ کی تفسیر ملاحظہ ہو۔

◆ یعنی کافروں کی خواہ تجھ سے کیسے ہوں سفارش مت کر۔

إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِذَا اسْتَوَيْتَ أَنتَ وَمَن مَّعَكَ

عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ

الظَّالِمِينَ ﴿٢٨﴾ وَقُل رَّبِّ أَنزِلْنِي مُنزَلًا مُّبَارَكًا وَأَنتَ

خَيْرُ الْمُنزِلِينَ ﴿٢٩﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ وَإِن كُنَّا

لَمُبْتَلِينَ ﴿٣٠﴾ ثُمَّ أَنشَأْنَا مِن بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ﴿٣١﴾

فَأَرْسَلْنَا فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم

مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣٢﴾ وَقَالَ الْمَلَأُ مِن

قَوْمِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا بِلِقَاءِ الْآخِرَةِ وَأَتْرَفْنَاهُمْ

فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا مَا هَٰذَا إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَأْكُلُ

◆ ظالموں کی سفارش نہ کرو | یعنی حکم قطعی عذاب کا ہو چکا۔ یہ فیصلہ اٹل ہے، ضرور ہو کر رہے گا۔ اب ظالموں میں سے کسی کو بچانے کے لئے ہم سے کوئی سفارش نہ کرنا۔

◆ یعنی ہم کو ان سے علیحدہ کر کے عذاب سے مامون رکھ۔

◆ سواری سے اُترنے کی دُعا | یعنی کشتی میں اچھی آرام کی جگہ سے اور کشتی سے جہاں اتارے جائیں وہاں بھی کوئی تکلیف نہ ہو۔ ہر طرح اور ہر جگہ تیری رحمت و برکت شامل حال رہے۔

◆ کہ کون ان نشانوں کو سن کر عبرت و نصیحت حاصل کرتا ہے کون نہیں کرتا۔ کما قال تعالیٰ "وَلَقَدْ تَّرَكْنٰهَآ اٰيَةً فَهَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ" (قمر رکوع ۱)

◆ یہ ذکر "عاد" کا ہے یا "ثمود" کا۔

◆ یعنی حضرت ہود یا حضرت صالح علیہما السلام۔

◆ یعنی اس کے معتقد نہ تھے کہ مرنے کے بعد ایک دن خدا سے ملنا ہے۔ بس دنیا کی زندگی اور اس کا عیش و آرام ہی ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔

مِمَّا تَأْكُلُونَ مِنْهُ وَيَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَئِنْ

جس میں سے تم کھاتے ہو اور پیتا ہے جس میں سے تم پیتے ہو ◆ اور اگر

أَطَعْتُمْ بَشَرًا مِثْلَكُمْ إِنَّكُمْ إِذًا لَخَاسِرُونَ ﴿٣٤﴾ أَيَعِدُكُمْ

تم چلنے لگے کہنے پر ایک آدمی کے اپنے برابر کے تو تم بے شک خراب ہوئے ◆ کیا تم کو وعدہ دیتا ہے

أَنَّكُمْ إِذَا مِتُّمْ وَكُنْتُمْ تُرَابًا وَعِظَامًا أَنَّكُمْ مُخْرَجُونَ ﴿٣٥﴾

کہ جب تم مر جاؤ اور ہو جاؤ مٹی اور ہڈیاں تو تم کو نکلنا ہے

هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوعَدُونَ ﴿٣٦﴾ إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا

کہاں ہو سکتا ہے کہاں ہو سکتا ہے جو تم سے وعدہ ہوتا ہے ◆ اور کچھ نہیں یہی جینا ہے ہمارا

الدُّنْيَا نَمُوتُ وَنَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿٣٧﴾ إِنْ هُوَ إِلَّا

دنیا کا مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہم کو پھر اٹھنا نہیں ◆ اور کچھ نہیں یہ

رَجُلٌ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا وَمَا نَحْنُ لَهُ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٣٨﴾

ایک مرد ہے باندھ لایا ہے اللہ پر جھوٹ ◆ اور اس کو ہم نہیں ماننے والے

قَالَ رَبِّ انْصُرْنِي بِمَا كَذَّبُونِ ﴿٣٩﴾ قَالَ عَمَّا قَلِيلٍ

بولا اے رب میری مدد کر کہ انہوں نے مجھ کو جھٹلایا ◆ فرمایا اب تھوڑے سے دنوں میں

لَيُصْبِحُنَّ نَادِمِينَ ﴿٤٠﴾ فَأَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ بِالْحَقِّ فَجَعَلْنَاهُمْ

صبح کو رہ جائیں گے پچھتاتے ◆ پھر پکڑا ان کو چنگھاڑ (سخت آواز) نے تحقیق ◆ پھر کر دیا ہم نے ان کو

غُثَاءً ۚ فَبُعْدًا لِلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٤١﴾ ثُمَّ أَنْشَأْنَا مِنْ

کوڑا (خاشاک) ◆ سو دور ہو جائیں گنہگار لوگ ◆ پھر پیدا کیں ہم نے

◆ یعنی بظاہر کوئی بات اس میں تم سے سوا نہیں۔

◆ یعنی اس سے بڑی خرابی اور ذلت کیا ہوگی کہ ایسے ایک معمولی آدمی کو خواہ مخواہ مخدوم و مطاع ٹھہرا لیا جائے۔

◆ مرنے کے بعد زندہ ہونا | یعنی کس قدر بعید از عقل بات کہتا ہے کہ ہڈیوں کے ریزے مٹی کے ذرات میں مل جانے کے بعد پھر قبروں سے آدمی بن کر اٹھیں گے ایسی مہمل بات ماننے کو کون تیار ہوگا۔

◆ کفار کا عقیدہ | یعنی کہاں کی آخرت اور کہاں کا حساب کتاب۔ ہم تو یہی جانتے ہیں یہی ایک دنیا کا سلسلہ اور یہی ایک مرنا اور جینا ہے جو سب کی آنکھوں کے سامنے ہوتا رہتا ہے کوئی پیدا ہوا کوئی فنا ہو گیا آگے کچھ نہیں۔

◆ رسول کے دعوے کی تکذیب | کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور وہ مردوں کو دوبارہ زندہ کر کے عذاب و ثواب دے گا۔ یہ دونوں دعوے ایسے ہیں جن کو ہم کبھی تسلیم نہیں کر سکتے۔ خواہ مخواہ جھگڑنے اور دردسری کرنے سے کیا فائدہ؟

◆ یعنی آخر پیغمبر نے کفار کی طرف سے ناامید ہو کر دعا کی۔

◆ یعنی عذاب آیا چاہتا ہے جس کے بعد پچھتائیں گے اور وہ پچھتانا نفع نہ دے گا۔

◆ اس سے بظاہر ترجیح ہوتا ہے کہ یہ قصہ "ثمود" کا ہے کہ وہ چنگھاڑ سے مرے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ جیسے سیلاب خس و خاشاک کو بہا لے جاتا ہے اسی طرح عذاب الٰہی کے ریلے میں بہہ چلے گئے۔

◆ یعنی خدا کی رحمت سے۔

بَعۡدِهِمۡ قُرُوۡنًا اٰخَرِيۡنَ ۝٤٢ مَا تَسۡبِقُ مِنۡ اُمَّةٍ اَجَلَهَا

ان سے پیچھے جماعتیں اور نہ آگے جائے کوئی قوم اپنے وعدہ سے

وَمَا يَسۡتَاۡخِرُوۡنَ ۝٤٣ ثُمَّ اَرۡسَلۡنَا رُسُلَنَا تَتۡرَا ؕ كُلَّمَا

اور نہ پیچھے رہے ◆ پھر بھیجتے رہے ہم اپنے رسول لگاتار جہاں

جَآءَ اُمَّةً رَّسُوۡلُهَا كَذَّبُوۡهُ فَاَتۡبَعۡنَا بَعۡضَهُمۡ بَعۡضًا

پہنچا کسی امت کے پاس ان کا رسول اس کو جھٹلا دیا پھر چلاتے گئے ہم ایک کے پیچھے دوسرے

وَّجَعَلۡنٰهُمۡ اَحَادِيۡثَ ۚ فَبُعۡدًا لِّقَوۡمٍ لَّا يُؤۡمِنُوۡنَ ۝٤٤ ثُمَّ

اور کر ڈالا ان کو کہانیاں ◆ سو دور ہو جائیں جو لوگ نہیں مانتے ◆ پھر

اَرۡسَلۡنَا مُوۡسٰى وَاَخَاهُ هٰرُوۡنَ ۙ بِاٰيٰتِنَا وَسُلۡطٰنٍ

بھیجا ہم نے موسیٰ اور اس کے بھائی ہارون کو اپنی نشانیاں دے کر اور کھلی

مُّبِيۡنٍ ۝٤٥ اِلٰى فِرۡعَوۡنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاسۡتَكۡبَرُوۡا وَكَانُوۡا قَوۡمًا

سند فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پھر لگے بڑائی کرنے اور وہ لوگ

عَالِيۡنَ ۝٤٦ فَقَالُوۡۤا اَنُؤۡمِنُ لِبَشَرَيۡنِ مِثۡلِنَا وَقَوۡمُهُمَا لَنَا

زور پر چڑھ رہے تھے (مغرور تھے) ◆ سو بولے کیا ہم مانیں گے اپنے برابر کے دو آدمیوں کو اور ان کی قوم ہمارے

عٰبِدُوۡنَ ۚ ۝٤٧ فَكَذَّبُوۡهُمَا فَكَانُوۡا مِنَ الۡمُهۡلَكِيۡنَ ۝٤٨

تابعدار (خدمتگار) ہیں ◆ پھر جھٹلایا ان دونوں کو پھر ہو گئے غارت ہونے والوں میں

وَلَقَدۡ اٰتَيۡنَا مُوۡسَى الۡكِتٰبَ لَعَلَّهُمۡ يَهۡتَدُوۡنَ ۝٤٩ وَ

اور ہم نے دی موسیٰ کو کتاب تاکہ وہ راہ پائیں ◆ اور

◈ یعنی ہر ایک قوم جس نے پیغمبروں کی تکذیب کی ٹھیک اپنے اپنے وعدہ پر ہلاک کی جاتی رہی، جو میعاد کسی قوم کی تھی ایک منٹ اس سے آگے پیچھے نہ ہوئی۔

◈ **رسولوں کی آمد کا پیہم سلسلہ** یعنی رسولوں کا تانتا باندھ دیا کے بعد دیگرے پیغمبر بھیجتے رہے اور مکذبین میں بھی ایک کو دوسرے کے پیچھے چلتا کرتے رہے۔ ادھر پیغمبروں کی بعثت کا اور ادھر ہلاک ہونے والوں کا نمبر لگا دیا۔ چنانچہ بہت قومیں ایسی تباہ و برباد کر دی گئیں جن کے قصے کہانیوں کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہی۔ آج ان کی داستانیں محض عبرت کے لئے پڑھی اور سنی جاتی ہیں۔

◈ یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے۔

◈ اس لئے خدائی پیغام کو خاطر میں نہ لاتے۔ کبر و غرور کے نشہ نے ان کے دماغوں کو بالکل مختل کر رکھا تھا۔

◈ **فرعون کا کبر و غرور** یعنی موسیٰ و ہارون کی قوم (بنی اسرائیل) تو ہماری غلامی کر رہی ہے ان میں کے دو آدمیوں کو ہم اپنا سردار کس طرح بنا سکتے ہیں۔

◈ یعنی فرعونیوں کی ہلاکت کے بعد ہم نے ان کو تورات شریف مرحمت کی تا لوگ اس پر چل کر جنت اور رضائے الٰہی کی منزل تک پہنچ سکیں۔

وَجَعَلْنَا ابْنَ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ آيَةً وَآوَيْنَاهُمَا إِلَىٰ رَبْوَةٍ

اور بنایا ہم نے مریم کے بیٹے اور اس کی ماں کو ایک نشانی ◆ اور ان کو ٹھکانا دیا ایک ٹیلے (اونچی زمین) پر

ذَاتِ قَرَارٍ وَمَعِينٍ ﴿٥٠﴾ يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ

جہاں ٹھہرنے کا موقع تھا اور پانی نتھرا (جاری) ◆ اے رسولو کھاؤ

الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا ۖ إِنِّي بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٥١﴾

ستھری چیزیں اور کام کرو بھلا ◆ جو تم کرتے ہو میں جانتا ہوں ◆

وَإِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُونِ ﴿٥٢﴾

اور یہ لوگ ہیں تمہارے دین کے سب ایک دین پر اور میں ہوں تمہارا رب سو مجھ سے ڈرتے رہو

فَتَقَطَّعُوا أَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ۖ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ

پھر پھوٹ ڈال کر کر لیا اپنا کام آپس میں ٹکڑے ٹکڑے ◆ ہر فرقہ جو ان کے پاس ہے اس پر

فَرِحُونَ ﴿٥٣﴾ فَذَرْهُمْ فِي غَمْرَتِهِمْ حَتَّىٰ حِينٍ ﴿٥٤﴾ أَيَحْسَبُونَ

ریجھ رہے ہیں ◆ سو چھوڑ دے ان کو ان کی بےہوشی میں غرق ایک وقت تک ◆ کیا وہ خیال کرتے ہیں

◆ یعنی قدرت الٰہیہ کی نشانی ہے کہ تنہا ماں سے بن باپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا کر دیا جیسا کہ "آل عمران" اور سورۃ "مریم" میں اس کی تقریر ہو چکی۔

◆ **حضرت عیسیٰ کی جائے پیدائش** شاید یہ وہی ٹیلہ یا اونچی زمین ہو جہاں وضع حمل کے وقت حضرت مریم تشریف رکھتی تھیں۔ چنانچہ سورۂ مریم کی آیہ "فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا أَلَّا تَحْزَنِي قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا وَهُزِّي إِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسَاقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا" دلالت کرتی ہیں کہ وہ جگہ اونچی تھی۔ نیچے چشمہ یا نہر بہہ رہی تھی اور کھجور کا درخت قریب تھا۔ (کذا فسرہ ابن کثیر رحمہ اللہ) لیکن عموماً مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ حضرت مسیح کے بچپن کا واقعہ ہے۔ ایک ظالم بادشاہ ہیرودیس نامی نجومیوں سے سن کر کہ حضرت مسیح کو سرداری ملے گی، بچپن ہی میں ان کا دشمن ہو گیا تھا اور قتل کے درپے تھا۔ حضرت مریم الہام ربانی سے ان کو لے کر مصر چلی گئیں اور اس ظالم کے مرنے کے بعد پھر شام واپس چلی آئیں۔ چنانچہ "انجیل متی" میں بھی یہ قصہ مذکور ہے۔ اور مصر کا اونچا ہونا باعتبار رود نیل کے ہے ورنہ غرق ہو جاتا اور "ماء معین" سے رود نیل ہے۔ بعض نے "ربوہ" (اونچی جگہ) سے مراد شام یا فلسطین لیا ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ جس ٹیلہ پر ولادت کے وقت موجود تھیں وہی یہاں مذکور

کے وقت بھی پناہ دی گئی ہو۔ واللہ اعلم۔

ربوہ سے مراد کشمیر نہیں | بہرحال اہل اسلام میں کسی نے "ربوہ" سے مراد کشمیر نہیں لیا۔ نہ حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر کشمیر میں بتلائی۔ البتہ ہمارے زمانہ کے بعض ملحدین نے "ربوہ" سے کشمیر مراد لیا ہے اور وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بتلائی ہے۔ جس کا کوئی ثبوت تاریخی حیثیت سے نہیں۔ محض کذب و دروغ بافی ہے۔ محلہ "خان یار" شہر سری نگر میں جو قبر "یوز آسف" کے نام سے مشہور ہے اور جس کی بابت "تاریخ اعظمی" کے مصنف نے محض عوام افواہ نقل کی ہے کہ "لوگ اس کو کسی نبی کی قبر بتاتے ہیں وہ کوئی شہزادہ تھا دوسرے ملک سے یہاں آیا" اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی قبر بنا ڈالنا پرلے درجہ کی بے حیائی اور سفاہت ہے۔ ایسی اٹکل پچو قیاس آرائیوں سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات کو باطل ٹھہرانا بجز خبط اور جنون کے کچھ نہیں۔ اگر اس قبر کی تحقیق مطلوب ہو اور یہ کہ "یوز آسف" کون تھا تو جناب مفتی محمد حبیب اللہ صاحب امرتسری کا رسالہ دیکھو جو خاص اسی موضوع پر نہایت تحقیق و تدقیق سے لکھا گیا ہے اور جس میں اس مہمل خیال کی دھجیاں بکھیر دی گئی ہیں۔ فجزاہ اللہ تعالیٰ عنا و عن سائر المسلمین احسن الجزاء۔

◆ **انبیاء کو اکل حلال اور عمل صالح کا حکم** | یعنی سب پیغمبروں کو اپنے اپنے وقت میں یہی ایک حکم رہا کہ حلال کھاؤ، حلال راہ سے کما کر، اور نیک کام کرو۔ نیک کام سب خلق جانتی ہے۔ چنانچہ تمام پیغمبر نہایت مضبوطی اور استقامت کے ساتھ اکل حلال، صدق مقال اور نیک اعمال پر مواظبت اور اپنی امتوں کو اسی کی تاکید کرتے رہے۔ قرآن کریم میں دوسری جگہ اسی طرح کا حکم جو یہاں رسولوں کو ہوا، عامہ مومنین کو دیا گیا ہے۔ اس میں نصاریٰ کی رہبانیت کا بھی رد ہو گیا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جس کا کھانا پینا پہننا حرام کا ہو اس کی دعاء کے قبول ہونے کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ اور بعض احادیث میں ہے کہ جو گوشت حرام سے نما ہو دوزخ کی آگ اس کی زیادہ مستحق ہے۔ العیاذ باللہ۔

◆ یعنی حلال کھانے اور نیک کام کرنے والوں کو یہ خیال رکھنا چاہئے کہ اللہ ان کے تمام کھلے چھپے احوال و افعال سے باخبر ہے۔ اسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔ یہ رسولوں کو خطاب کر کے امتوں کو سنایا۔

◆ **تمام انبیاء کا دین و ملت ایک ہے** | یعنی اصول کے اعتبار سے تمام انبیاء کا دین و ملت ایک اور سب کا خدا بھی ایک ہے جس کی نافرمانی سے ہمیشہ ڈرتے رہنا چاہئے۔ لیکن لوگوں نے پھوٹ ڈال کر اصل دین کو پارہ پارہ کر دیا اور جدی جدی راہیں نکال لیں۔ اسی طرح آراء و اہواء کا اتباع کر کے سینکڑوں فرقے اور مذہب بن گئے۔ یہ تفریق انبیاء نے نہیں سکھلائی۔ ان کے یہاں ازمنہ و امکنہ وغیرہ کے اختلاف سے صرف فروعی اختلاف تھا۔ اصول دین میں سب بالکلیہ متفق رہے ہیں۔ عموماً مفسرین نے آیت کی تقریر اسی طرح کی ہے۔ لیکن حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ہر پیغمبر کے ہاتھ اللہ تعالیٰ نے جو اس وقت کے لوگوں میں بگاڑ تھا اس کا سنوار فرمایا۔ پیچھے لوگوں نے جانا کہ حکم جدا جدا ہے۔ آخر ہمارے پیغمبر کی معرفت سب بگاڑ کا سنوار (اور سب خرابیوں کا علاج) اکٹھا ہو گیا۔ اب سب دینوں کے بدلے ایک دین ہو گیا۔" اور سب قومیں ایک جھنڈے کے نیچے جمع کر دی گئیں۔

◆ **فرقوں کی غلط فہمی** | یعنی سمجھتے ہیں کہ ہم ہی حق پر ہیں اور ہماری ہی راہ سیدھی ہے۔

◆ **کفار کو ڈھیل دی گئی** | یعنی جن لوگوں نے انبیاء کی متفقہ ہدایات میں رخنے ڈال کر الگ الگ فرقے اور ملتیں قائم کر دیں ہر فرقہ اپنے ہی عقائد و خیالات پر دل جمائے بیٹھا ہے۔ کسی طرح اس سے ہٹنا نہیں چاہتا۔ خواہ آپ کتنی ہی نصیحت فرمائیں تو آپ بھی ان کے غم میں زیادہ نہ پڑیے بلکہ تھوڑی سی مہلت دیجئے کہ یہ اپنی غفلت و جہالت کے نشہ میں ڈوبے رہیں۔ یہاں تک کہ وہ گھڑی آ پہنچے جب ان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جائیں۔ یعنی موت یا عذاب الٰہی ان کے سروں پر منڈلانے لگے۔

أَيَحْسَبُونَ ... أَنَّمَا نُمِدُّهُم بِهِ مِن مَّالٍ وَبَنِينَ ﴿٥٥﴾ نُسَارِعُ لَهُمْ فِي

کہ یہ جو ہم ان کو دیے جاتے ہیں مال اور اولاد سو دوڑ دوڑ کر پہنچا رہے ہیں ان کو

الْخَيْرَاتِ ۚ بَل لَّا يَشْعُرُونَ ﴿٥٦﴾ إِنَّ الَّذِينَ هُم مِّنْ خَشْيَةِ

بھلائیاں ◆ یہ بات نہیں وہ سمجھتے نہیں ◆ البتہ جو لوگ اپنے رب کے خوف سے

رَبِّهِم مُّشْفِقُونَ ﴿٥٧﴾ وَالَّذِينَ هُم بِآيَاتِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٨﴾

اندیشہ رکھتے ہیں ◆ اور جو لوگ اپنے رب کی باتوں پر یقین کرتے ہیں ◆

وَالَّذِينَ هُم بِرَبِّهِمْ لَا يُشْرِكُونَ ﴿٥٩﴾ وَالَّذِينَ يُؤْتُونَ مَا

اور جو لوگ اپنے رب کے ساتھ کسی کو شریک نہیں مانتے ◆ اور جو لوگ کہ دیتے ہیں جو کچھ

آتَوا وَّقُلُوبُهُمْ وَجِلَةٌ أَنَّهُمْ إِلَىٰ رَبِّهِمْ رَاجِعُونَ ﴿٦٠﴾

دیتے ہیں اور ان کے دل ڈر رہے ہیں اس لیے کہ ان کو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے ◆

أُولَٰئِكَ يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَهُمْ لَهَا سَابِقُونَ ﴿٦١﴾ وَلَا

وہ لوگ دوڑ دوڑ کر لیتے ہیں بھلائیاں اور وہ ان پر پہنچے سب سے آگے ◆ اور

نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۖ وَلَدَيْنَا كِتَابٌ يَنطِقُ

ہم کسی پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اس کی گنجائش کے موافق اور ہمارے پاس لکھا ہوا (کتاب) ہے جو بولتا (بولتی) ہے

بِالْحَقِّ ۚ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿٦٢﴾ بَلْ قُلُوبُهُمْ فِي غَمْرَةٍ مِّنْ

سچ اور ان پر ظلم نہ ہوگا ◆ کوئی نہیں ان کے دل بے ہوشی میں ہیں اس

هَٰذَا وَلَهُمْ أَعْمَالٌ مِّن دُونِ ذَٰلِكَ هُمْ لَهَا عَامِلُونَ ﴿٦٣﴾

طرف سے اور ان کو اور کام لگ رہے ہیں اس کے سوا کہ وہ ان کو کر رہے ہیں ◆

◆ **کفار کے مال و اولاد کی حقیقت** | یہی خیال ان کا تھا۔ چنانچہ کہتے تھے۔ "نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّ اَوْلَادًا وَّ مَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ" (سبا، رکوع ۴) یعنی ہم اگر خدا کے ہاں مردود و مبغوض ہوتے تو یہ مال و دولت اور اولاد وغیرہ کی بہتات کیوں ہوتی۔

◆ یعنی سمجھتے نہیں کہ مال و اولاد کی یہ افراط ان کی فضیلت و کرامت کی وجہ سے نہیں امہال و استدراج کی بنا پر ہے۔ جتنی ڈھیل دی جا رہی ہے اسی قدر ان کی شقاوت کا پیمانہ لبریز ہو رہا ہے۔ "سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ وَاُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ" (اعراف، رکوع ۲۳)

◆ **مومنین کی خشیت** | یعنی باوجود ایمان و احسان کے کفار و مغرورین کی طرح "مکر اللہ" سے مامون نہیں، ہر وقت خوف خدا سے لرزاں و ترساں رہتے ہیں کہ مبادا دنیا میں جو انعامات ہو رہے ہیں استدراج تو نہیں۔ حسن بصری کا مقولہ ہے۔ "اِنَّ الْمُؤْمِنَ جَمَعَ اِحْسَانًا وَّ شَفَقَةً وَّ اِنَّ الْمُنَافِقَ جَمَعَ اِسَاءَةً وَّ اَمْنًا" (مومن نیکی کرتا اور ڈرتا رہتا ہے اور منافق بدی کر کے بے فکر ہوتا ہے)

◆ یعنی آیات کونیہ و شرعیہ دونوں پر یقین رکھتے ہیں کہ جو کچھ ادھر سے پیش آئے مبنی حکمت اور جو خبر دی جائے بالکل حق اور جو حکم ملے وہ بہر وجوہ صواب و معقول ہے۔

◆ یعنی خالص ایمان و توحید پر قائم ہیں۔ ہر ایک عمل صدق و اخلاص سے ادا کرتے ہیں۔ شرک جلی یا خفی کا شائبہ بھی نہیں آنے دیتے۔

◆ یعنی کیا جانے وہاں قبول ہوا یا نہ ہوا اور آگے کام آئے یا نہ آئے۔ اللہ کی راہ میں خرچ کر کے یہ کھٹکا لگا رہتا ہے۔ اپنے عمل پر مغرور نہیں ہوتے، نیکی کرنے کے باوجود ڈرتے ہیں۔

◆ **خیرات کا اصل مفہوم** | دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ کما قال تعالیٰ "فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ" (آل عمران، رکوع ۱۵) تو در حقیقت اصلی بھلائی اعمال صالحہ، اخلاق حمیدہ اور ملکات فاضلہ میں ہوئی نہ کہ اموال و اولاد میں جیسے کفار کا گمان تھا۔

◆ **شریعت کا کوئی حکم انسانی طاقت سے باہر نہیں** | یعنی اوپر جو اعمال و خصال بیان کئے گئے، کوئی ایسے مشکل کام نہیں جن کا اٹھانا انسانی طاقت سے باہر ہو۔ ہماری یہ عادت نہیں کہ لوگوں کو تکلیف مالایطاق دی جائے۔ یہ سب باتیں وہ ہیں جن کو اگر توجہ کرو تو بخوبی حاصل کر سکتے ہو۔ اور جو لوگ سابقین کاملین کے درجہ کو نہیں پہنچ سکتے انہیں بھی اپنی وسعت و ہمت کے موافق پوری کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اسی کے مکلف ہیں۔ ہمارے یہاں صحائف اعمال میں درجہ بدرجہ ہر ایک کے اعمال لکھے ہوئے موجود ہیں جو قیامت کے دن سب کے سامنے کھول کر رکھ دیئے جائیں گے اور ان ہی کے موافق جزا دی جائے گی جس میں رتی برابر ظلم نہ ہوگا۔ نہ کسی کی نیکی ضائع ہوگی، نہ جرم کم کیا جائے گا نہ بے وجہ بے قصور دوسرے کا بوجھ اس پر ڈالا جائے گا۔

◆ **آخرت سے غفلت** | یعنی آخرت کے حساب کتاب سے یہ لوگ غافل ہیں اور دنیا کے دوسرے دھندوں میں پڑے ہیں جن سے نکلنے کی فرصت ہی نہیں ہوتی جو آخرت کی طرف توجہ کریں۔ یا یہ مطلب ہے کہ ان کے دل شک و تردد اور غفلت و جہالت کی تہ بہ تہ موجوں میں غرقاب ہیں۔ بڑا گناہ تو یہ ہوا باقی اس سے ورے اور بہت سے گناہ ہیں جن کو وہ سمیٹ رہے ہیں۔ ایک دم کو ان سے جدا نہیں ہوتے اور جدا بھی کیونکر ہوں، جو کام ان کی سوء استعداد کی بدولت مقدر ہو چکے ہیں وہ کر کے رہیں گے اور ان کا خمیازہ بھی اٹھانا پڑے گا۔

حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذْنَا مُتْرَفِيْهِمْ بِالْعَذَابِ اِذَا هُمْ يَجْـَٔرُوْنَ ﴿۶۴﴾

یہاں تک کہ جب پکڑیں گے ہم ان کے آسودہ لوگوں کو آفت میں تبھی وہ لگیں گے چلانے

لَا تَجْـَٔرُوا الْيَوْمَ ۣ اِنَّكُمْ مِّنَّا لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَدْ كَانَتْ

مت چلاؤ آج کے دن تم ہم سے چھوٹ نہ سکو گے (چھڑائے نہ جاؤ گے) ◆ تم کو

اٰيٰتِيْ تُتْلٰى عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ تَنْكِصُوْنَ ﴿۶۶﴾

سنائی جاتی تھیں میری آیتیں تو تم الٹے پاؤں بھاگتے تھے

مُسْتَكْبِرِيْنَ ڰ بِهٖ سٰمِرًا تَهْجُرُوْنَ ﴿۶۷﴾ اَفَلَمْ يَدَّبَّرُوا

اس سے تکبر کر کے ◆ ایک قصہ گو کو چھوڑ کر چلے گئے (قصہ گو کو بک بک کر چھوڑ جاتے) ◆ سو کیا انہوں نے دھیان نہیں کیا

الْقَوْلَ اَمْ جَاۗءَهُمْ مَّا لَمْ يَاْتِ اٰبَاۗءَهُمُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۶۸﴾

اس کلام میں ◆ یا آئی ہے ان کے پاس ایسی چیز جو نہ آئی تھی ان کے پہلے باپ دادوں کے پاس ◆

اَمْ لَمْ يَعْرِفُوْا رَسُوْلَهُمْ فَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۶۹﴾ اَمْ

یا پہچانا نہیں انہوں نے اپنے پیغام لانے والے کو سو وہ اس کو اوپرا سمجھتے (نہیں مانتے) ہیں ◆ یا

يَقُوْلُوْنَ بِهٖ جِنَّةٌ ۭ بَلْ جَاۗءَهُمْ بِالْحَقِّ وَاَكْثَرُهُمْ

کہتے ہیں اس کو سودا ہے کوئی نہیں وہ تو لایا ہے ان کے پاس سچی بات اور ان بہتوں کو سچی

لِلْحَقِّ كٰرِهُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَاۗءَهُمْ لَفَسَدَتِ

بات بری لگتی ہے ◆ اور اگر سچا رب چلے ان کی خوشی پر تو خراب ہو جائیں

◆ **اللہ کی پکڑ کے وقت کفار کی چیخ پکار** | یعنی جب دنیوی یا اخروی عذاب میں پکڑے جائیں گے تو چلائیں گے اور شور مچائیں گے کہ ہمیں اس آفت سے بچاؤ۔ بھلا وہاں بچانے والا کون؟ حکم ہوگا کہ چلاؤ نہیں، یہ سب چیخ پکار بیکار ہے۔ آج کوئی تمہاری مدد کو نہیں پہنچ سکتا نہ ہمارے عذاب سے چھڑا سکتا ہے۔ چنانچہ اس عذاب کا ایک نمونہ کفار مکہ کو بدر میں دکھلا دیا گیا جہاں ان

السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِذِكْرِهِمْ

آسمان اور زمین — اور جو کوئی ان میں ہے — کوئی نہیں ہم نے پہنچائی ہے ان کو ان کی نصیحت

فَهُمْ عَنْ ذِكْرِهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧١﴾ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا

سو وہ اپنی نصیحت کو — دھیان نہیں کرتے — یا تو ان سے مانگتا ہے محصول

فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَيْرٌ ۖۗ وَّهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ﴿٧٢﴾ وَاِنَّكَ

سو محصول تیرے رب کا بہتر ہے — اور وہ ہے بہتر روزی دینے والا — اور تو تو

لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٧٣﴾ وَاِنَّ الَّذِيْنَ

بلاتا ہے ان کو — سیدھی راہ پر — اور جو لوگ

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ عَنِ الصِّرَاطِ لَنٰكِبُوْنَ ﴿٧٤﴾ وَلَوْ

نہیں مانتے آخرت کو — راہ سے ٹلے ہوئے ہیں — اور اگر

رَحِمْنٰهُمْ وَكَشَفْنَا مَا بِهِمْ مِّنْ ضُرٍّ لَّلَجُّوْا فِيْ طُغْيَانِهِمْ

ہم ان پر رحم کریں — اور کھول دیں جو تکلیف پہنچی ان کو — تو بھی برابر لگے رہیں اپنی شرارت میں

يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٥﴾ وَلَقَدْ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ فَمَا اسْتَكَانُوْا

بہکے ہوئے — اور ہم نے پکڑا تھا ان کو — آفت میں — پھر نہ عاجزی کی

لِرَبِّهِمْ وَمَا يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿٧٦﴾ حَتّٰۤى اِذَا فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَابًا ذَا

اپنے رب کے — آگے اور نہ گڑگڑاتے — یہاں تک کہ جب کھول دیں ہم ان پر دروازہ — ایک

عَذَابٍ شَدِيْدٍ اِذَا هُمْ فِيْهِ مُبْلِسُوْنَ ﴿٧٧﴾ وَهُوَ

سخت آفت کا — تب اس میں ان کی آس ٹوٹ گئی — اور

الَّذِیْٓ اَنْشَاَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِیْلًا

اسی نے بنا دیئے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل تم بہت تھوڑا

مَّا تَشْکُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ وَھُوَ الَّذِیْ ذَرَاَکُمْ فِی الْاَرْضِ وَ

حق مانتے ہو ◆ اور اسی نے تم کو پھیلا رکھا ہے زمین میں اور

اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَھُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَلَهُ

اسی کی طرف جمع ہو کر جاؤ گے ◆ اور وہی ہے جلاتا اور مارتا اور اسی کا

اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّھَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلْ قَالُوْا

کام ہے بدلنا رات اور دن کا سو کیا تم کو سمجھ نہیں ◆ کوئی بات نہیں یہ تو وہی کہہ دیتے ہیں

مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ ﴿۸۱﴾ قَالُوْٓا ءَاِذَا مِتْنَا وَکُنَّا تُرَابًا

جیسا کہا کرتے تھے پہلے لوگ کہتے ہیں کیا جب ہم مر گئے اور ہو گئے مٹی

وَّعِظَامًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ ﴿۸۲﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَاٰبَاۗؤُنَا

اور ہڈیاں کیا ہم کو زندہ ہو کر اٹھنا ہے (جلا اٹھائیں گے) وعدہ دیا جاتا (چکا) ہے ہم کو اور ہمارے باپ دادوں کو

ھٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ

یہی پہلے سے اور کچھ بھی نہیں نقلیں ہیں پہلوں کی ◆ تو کہہ

لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْھَآ اِنْ کُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۴﴾ سَیَقُوْلُوْنَ

کس کی ہے زمین اور جو کوئی اس میں ہے بتاؤ اگر تم جانتے ہو اب کہیں گے

لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ ﴿۸۵﴾ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ

سب کچھ اللہ کا ہے تو کہہ پھر تم سوچتے نہیں ◆ تو کہہ کون ہے مالک ساتوں آسمانوں کا

◆ **انسانوں کی ناشکری** | کانوں سے اس کی آیاتِ تنزیلیہ کو سنو اور آنکھوں سے آیاتِ تکوینیہ کو دیکھو اور دلوں سے دونوں کو سمجھنے کی کوشش کرو۔ ان نعمتوں کا شکریہ تھا کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں کو ان کے کام میں لاتے لیکن یہ بات کم ہوئی۔ اکثر آدمیوں نے اکثر اوقات میں ان قوتوں کو بے جا خرچ کیا۔

◆ وہاں ہر ایک کو شکر گزاری اور ناشکری کا بدلہ مل جائے گا۔ اس وقت کوئی شخص یا کوئی عمل غیر حاضر نہ ہو سکے گا۔ جس نے پھیلایا اس کو سمیٹنا کیا مشکل ہے۔

◆ **اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ** | زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ، نیز اندھیرے سے اجالا اور اجالے سے اندھیرا کر دینا جس کے قبضہ میں ہے اس کی قدرتِ عظیمہ کے سامنے کیا مشکل ہے کہ تم کو دوبارہ زندہ کر دے اور آنکھوں کے آگے سے غفلت و جہل کے پردے اٹھا دے۔ جس کے بعد حقائق اشیاء ٹھیک ٹھیک منکشف ہو جائیں جیسا کہ قیامت میں ہوگا۔ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ۔

◆ **مر کر دوبارہ زندہ ہونے پر کفار کے احمقانہ شکوک** | یعنی عقل و فہم کی بات کچھ نہیں محض پرانے لوگوں کی اندھی تقلید کے پیچھے چلے جا رہے ہیں۔ وہی دقیانوسی شکوک پیش کرتے ہیں جو ان کے پیشرو کیا کرتے تھے۔ یعنی مٹی میں مل کر اور ریزہ ریزہ ہو کر ہم کیسے زندہ کئے جائیں گے؟ ایسی دور از عقل باتیں جو ہم کو سنائی جا رہی ہیں پہلے ہمارے باپ دادوں سے بھی کہی گئی تھیں۔ لیکن ہم نے تو آج تک خاک کے ذرّوں اور ہڈیوں کے ریزوں کو آدمی بنتے نہ دیکھا۔ ہو نہ ہو یہ سب قصے کہانیاں ہیں جو پہلے لوگ گھڑ گئے تھے۔ اور اب ان ہی کی نقل کی جا رہی ہے۔

◆ **اللہ کی حاکمیت کا بیان** | کہ جس کا قبضہ ساری زمین اور جتنی چیزیں وہاں ہیں پر ہے۔ کیا تمہاری مٹی خاک اس کے قبضہ سے باہر ہو گی؟

وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿۸۶﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا

تَتَّقُوْنَ ﴿۸۷﴾ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ

وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۸﴾ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ

قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ﴿۸۹﴾ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ

لَكٰذِبُوْنَ ﴿۹۰﴾ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ

مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ

عَلٰي بَعْضٍ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ﴿۹۱﴾ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ

الشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۹۲﴾ ع قُلْ رَّبِّ اِمَّا تُرِيَنِّيْ

مَا يُوْعَدُوْنَ ﴿۹۳﴾ رَبِّ فَلَا تَجْعَلْنِيْ فِي الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۹۴﴾

◆ کہ اتنا بڑا شہنشاہ مطلق تمہاری ان گستاخیوں اور نافرمانیوں پر تم کو دھر گھسیٹے۔ کیا یہ انتہائی گستاخی نہیں کہ اس شہنشاہ مطلق کو ایک ذرہ بے مقدار سے عاجز قرار دینے لگے۔

◆ یعنی ہر چیز پر اسی کا اختیار چلتا ہے جس کو چاہے وہ پناہ دے سکتا ہے۔ لیکن کوئی دوسرا اس کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتا۔

◆ جس سے مسحور ہو کر تم ہوش و حواس کھو بیٹھے ہو کہ ایسی موٹی باتیں بھی نہیں سمجھ سکتے جب تمام زمین و آسمان کا مالک وہی ہوا اور ہر چیز اسی کے زیر تصرف و اقتدار ہوئی تو آخر تمہارے بدن کی ہڈیاں اور ریزے اس کے قبضہ اقتدار سے نکل کر کہاں چلے جائیں گے کہ ان پر وہ قادر مطلق اپنی مشیت نافذ نہ کر سکے گا۔

◆ یعنی دلائل و شواہد سے ظاہر کر دیا گیا کہ جو کچھ ان سے کہا جا رہا ہے سو سچ اور حق ہے اور وہ لوگ محض جھوٹے خیالات کی پیروی کر رہے ہیں۔

◆ **توحید کے مشاہداتی دلائل** | یعنی زمین و آسمان اور ذرہ ذرہ کا تنہا مالک و مختار وہی ہے نہ اسے بیٹے کی ضرورت نہ مددگار کی، نہ اس کی حکومت و فرمانروائی میں کوئی شریک جسے ایک ذرہ کا مستقل اختیار ہو۔ ایسا ہوتا تو ہر ایک بااختیار حاکم اپنی رعایا کو لے کر علیحدہ ہو جاتا اور اپنی جمعیت فراہم کر کے دوسرے پر چڑھائی کرتا اور عالم کا یہ منضبط و محکم نظام چند روز بھی قائم نہ رہ سکتا۔ سورۃ انبیاء کی آیت "لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا" کے فوائد میں اس کی تقریر کی جا چکی ہے ملاحظہ کر لی جائے۔

◆ کیا خدا کی شان یہ ہو سکتی ہے کہ اس کے آگے کوئی دم مار سکے یا ایک ذرہ اس کے حکم سے باہر ہو سکے۔

◆ یعنی جس کی قدرت عامہ و تامہ کا حال پہلے بیان ہو چکا اور علم محیط ایسا کہ کوئی ظاہر و باطن اور غیب و شہادت اس سے پوشیدہ نہیں۔ اس کی حکومت میں کیا وہ چیزیں شریک ہوں گی جن کی قدرت اور علم وغیرہ سب صفات محدود و مستعار ہیں؟ استغفر اللہ۔

◆ **مومنین کو ایک دعا کی ہدایت** | یعنی حق تعالیٰ کی جناب میں ایسی گستاخی کی جاتی ہے تو یقیناً کوئی سخت آفت آ کر رہے گی۔ اس لئے ہر مومن کو ہدایت ہوئی کہ اللہ کے عذاب سے ڈر کر یہ دعا مانگے کہ جب ظالموں پر عذاب آئے تو الٰہی مجھ کو ان کے ذیل میں شامل نہ کرنا۔ جیسا کہ حدیث میں آیا "وَإِذَا أَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِي غَيْرَ مَفْتُونٍ" مطلب یہ ہے کہ خداوند! ہم کو ایمان و احسان کی راہ پر مستقیم رکھ۔ کوئی ایسی تقصیر نہ ہو کہ العیاذ باللہ تیرے عذاب کی لپیٹ میں آ جائیں۔ جیسے دوسری جگہ ارشاد ہوا "وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً" (انفال رکوع ۳) یہاں حضور کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا ہے اور یہ قرآن کریم کی عام عادت ہے۔

وَإِنَّا عَلَىٰٓ أَن نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقَٰدِرُونَ ﴿٩٥﴾ ٱدْفَعْ بِٱلَّتِى

اور ہم کو قدرت ہے کہ تجھ کو دکھا دیں جو ان سے وعدہ کر رہے ہیں ‏ بری بات کے جواب میں

هِىَ أَحْسَنُ ٱلسَّيِّئَةَ ۚ نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَا يَصِفُونَ ﴿٩٦﴾ وَ

وہ کہہ جو بہتر ہے ‏ ہم خوب جانتے ہیں ‏ جو یہ بتاتے ہیں ◆ ‏ اور

قُل رَّبِّ أَعُوذُ بِكَ مِنْ هَمَزَٰتِ ٱلشَّيَٰطِينِ ﴿٩٧﴾ وَأَعُوذُ

کہہ ‏ اے رب میں تیری پناہ چاہتا ہوں ‏ شیطان کی چھیڑ سے ◆ ‏ اور پناہ

بِكَ رَبِّ أَن يَحْضُرُونِ ﴿٩٨﴾ حَتَّىٰٓ إِذَا جَآءَ أَحَدَهُمُ ٱلْمَوْتُ

تیری چاہتا ہوں اے رب اس سے کہ میرے پاس آئیں ◆ ‏ یہاں تک کہ جب پہنچے ‏ ان میں کسی کو موت

قَالَ رَبِّ ٱرْجِعُونِ ﴿٩٩﴾ لَعَلِّىٓ أَعْمَلُ صَٰلِحًا فِيمَا تَرَكْتُ

کہے گا ‏ اے رب مجھ کو پھر بھیج دو ‏ شاید کچھ میں بھلا کام کر لوں ‏ اس میں جو پیچھے چھوڑ آیا ◆

كَلَّآ ۚ إِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا ۖ وَمِن وَرَآئِهِم

ہرگز نہیں ‏ یہ ایک بات ہے کہ وہی کہتا ہے ◆ ‏ اور ان کے پیچھے

بَرْزَخٌ إِلَىٰ يَوْمِ يُبْعَثُونَ ﴿١٠٠﴾ فَإِذَا نُفِخَ فِى ٱلصُّورِ

پردہ ہے ‏ اس دن تک ‏ کہ اٹھائے جائیں ◆ ‏ پھر جب پھونک ماریں ‏ صور میں

فَلَآ أَنسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَلَا يَتَسَآءَلُونَ ﴿١٠١﴾ فَمَن

تو نہ قرابتیں ہیں ان میں ‏ اس دن ‏ اور نہ ایک دوسرے کو پوچھے ◆ ‏ سو جس کی

ثَقُلَتْ مَوَٰزِينُهُۥ فَأُو۟لَٰٓئِكَ هُمُ ٱلْمُفْلِحُونَ ﴿١٠٢﴾ وَمَنْ

بھاری ہوئیں تولیں ‏ تو وہی لوگ کام کے نکلے ‏ اور جس کی

◆ **برائی کا جواب بھلائی سے** یعنی ہم کو قدرت ہے کہ تمہاری آنکھوں کے سامنے دنیا ہی میں ان کو سزا دے دیں۔ لیکن آپ کے مقام بلند اور اعلیٰ اخلاق کا مقتضٰی یہ ہے کہ ان کی برائی کو بھلائی سے دفع کریں۔ جہاں تک اس طرح دفع ہو سکتی ہو۔ اور ان کی بیہودہ بکواس سے مشتعل نہ ہوں۔ ان کو ہم خوب جانتے ہیں۔ وقت پر کافی سزا دی جائے گی۔ آپ کے اغماض اور نرم برتاؤ کا اثر یہ ہوگا کہ بہت سے لوگ گرویدہ ہو کر آپ کی طرف جھکیں گے اور دعوت و اصلاح کا مقصود حاصل ہوگا۔

◆ **شیطان سے استعاذہ** پہلے شیاطین الانس کے ساتھ برتاؤ کرنے کا طریقہ بتلایا تھا۔ لیکن شیاطین الجن اس طریقہ سے متاثر نہیں ہو سکتے۔ کوئی تدبیر یا نرمی ان کو رام نہیں کر سکتی۔ اس کا علاج صرف استعاذہ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ جانا۔ تا وہ قادر مطلق ان کی چھیڑ خانی اور شر سے محفوظ رکھے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ شیطان کی چھیڑ یہ ہے کہ دین کے سوال و جواب میں بے موقع غصہ چڑھے اور لڑائی ہو پڑے۔ اسی پر فرمایا کہ برے کا جواب دے اس سے بہتر۔

◆ یعنی کسی حال میں بھی شیطان کو میرے پاس نہ آنے دیجئے کہ مجھ پر دو وار کر سکے۔

◆ **نزع کے وقت کفار کا پچھتاوا** یعنی آپ ان کفار کی برائیوں کو بھلے طریقہ سے دفع کرتے رہیے۔ اور جو باتیں یہ بناتے ہیں ان کو ہمارے حوالہ کیجئے۔ یہاں تک کہ ان میں سے جس کی موت کا وقت آ پہنچے اور نزع کی حالت میں مبادی عذاب کا معاینہ کر کے پچھتاوا شروع ہو، اس وقت تمنا کریں گے کہ اے پروردگار! قبر کی طرف لے جانے کے بجائے ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس کر دو۔ تا گزشتہ زندگی میں جو تقصیرات ہم نے کی ہیں اب نیک عمل سے ان کی تلافی کر سکیں۔ آئندہ ہم ایسی خطائیں ہرگز نہیں کریں گے۔ کما قال تعالیٰ۔ وَاَنۡفِقُوۡا مِنۡ مَّا رَزَقۡنٰكُمۡ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِىَ اَحَدَكُمُ الۡمَوۡتُ فَيَقُوۡلَ رَبِّ لَوۡلَاۤ اَخَّرۡتَنِىۡۤ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيۡبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنۡ مِّنَ الصّٰلِحِيۡنَ (منافقون رکوع ۲)

◆ یعنی اجل آ جانے کے بعد اس کام کے لئے ہرگز واپس نہیں کیا جا سکتا۔ اور بالفرض واپس کر دیا جائے تو ہرگز نیک کام نہ کرے گا۔ وہی شرارتیں پھر ہونے لگیں گی۔ "وَلَوۡ رُدُّوۡا لَعَادُوۡا لِمَا نُهُوۡا عَنۡهُ وَاِنَّهُمۡ لَكٰذِبُوۡنَ" (انعام رکوع ۳) یہ محض اس کی بات ہے جو زبان سے بنا رہا ہے اور غلبہ حسرت و ندامت کی وجہ سے خاموش نہیں رہ سکتا وہی اپنی طرف سے یہ بات کہتا ہے۔ کہتا رہے ہمارے یہاں شنوائی نہیں ہوگی۔

◆ **عالم برزخ** یعنی ابھی کیا دیکھا ہے۔ موت ہی سے اس قدر گھبرا گیا۔ آگے اس کے بعد ایک اور عالم برزخ آتا ہے۔ جہاں پہنچ کر دنیا والوں سے پردہ میں ہو جاتا ہے اور آخرت بھی سامنے نہیں آتی۔ ہاں عذاب آخرت کا تھوڑا سا نمونہ سامنے آتا ہے جس کا مزہ قیامت تک چکھتا رہے گا۔

◆ **قیامت میں ایک دوسرے سے بیزاری** یعنی عالم برزخ کے بعد قیامت کی گھڑی ہے۔ دوسری مرتبہ صور پھونکنے کے بعد تمام خلائق کو ایک میدان میں اکٹھا کریں گے۔ اس وقت ہر ایک شخص اپنی فکر میں مشغول ہوگا۔ اولاد ماں باپ سے، بھائی بھائی سے اور میاں بیوی سے سروکار نہ رکھے گا۔ ایک دوسرے سے بیزار ہوں گے کوئی کسی کی بات نہ پوچھے گا۔ "يَوۡمَ يَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِيۡهِۙ وَاُمِّهٖ وَاَبِيۡهِۙ وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيۡهِؕ لِكُلِّ امۡرِیءٍ مِّنۡهُمۡ يَوۡمَئِذٍ شَاۡنٌ يُّغۡنِيۡهِؕ" (عبس رکوع ۱) اس کے بعد دوسرے وقت ممکن ہے بعض قرابتوں سے کچھ نفع پہنچ جائے کما قال تعالیٰ "وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَاتَّبَعَتۡهُمۡ ذُرِّيَّتُهُمۡ بِاِيۡمَانٍ اَلۡحَقۡنَا بِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ وَمَاۤ اَلَتۡنٰهُمۡ مِّنۡ عَمَلِهِمۡ مِّنۡ شَىۡءٍ" (طور رکوع ۱) تنبیہ

قیامت میں حضورؐ کے نسبی و صہری تعلق کا فائدہ بعض احادیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن سارے نسب اور دامادی کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے (یعنی کام نہ دیں گے) "اِلَّا نَسَبِیۡ وَصِهۡرِیۡ" (بجز میرے نسب اور صہر کے) معلوم ہوا کہ حضورؐ کے تعلقات عموم سے مستثنیٰ ہیں۔ اسی حدیث کو سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سے نکاح کیا اور چالیس ہزار درہم مہر باندھا۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "وہاں باپ بیٹا ایک دوسرے کے شامل نہیں ہر ایک سے اس کے عمل کا حساب ہے۔"

خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

ہلکی نکلی تول — سو وہی لوگ ہیں — جو ہار بیٹھے

اَنْفُسَهُمْ فِيْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ تَلْفَحُ وُجُوْهَهُمُ

اپنی جان — دوزخ ہی میں رہا کریں گے — جھلس دے گی ان کے منہ کو

النَّارُ وَهُمْ فِيْهَا كٰلِحُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ اَلَمْ تَكُنْ اٰيٰتِيْ تُتْلٰى

آگ — اور وہ اس میں بد شکل ہو رہے ہوں گے (ہیں) ◆ کیا تم کو سنائی نہ جاتی تھیں ہماری

عَلَيْكُمْ فَكُنْتُمْ بِهَا تُكَذِّبُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ

آیتیں — پھر تم ان کو جھٹلاتے تھے ◆ بولے — اے رب زور کیا

عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ﴿۱۰۶﴾ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا

ہم پر ہماری کم بختی نے — اور رہے ہم لوگ بہکے ہوئے — اے ہمارے رب نکال لے ہم کو

مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قَالَ اخْسَئُوْا فِيْهَا

اس میں سے — اگر ہم پھر کریں — (تو ہم) گنہگار ◆ فرمایا پڑے رہو پھٹکارے ہوئے اس میں

وَلَا تُكَلِّمُوْنِ ﴿۱۰۸﴾ اِنَّهٗ كَانَ فَرِيْقٌ مِّنْ عِبَادِيْ

اور مجھ سے نہ بولو — ایک فرقہ تھا — میرے بندوں میں

يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ

جو کہتے تھے — اے رب ہمارے ہم یقین لائے — سو معاف کر ہم کو — اور رحم کر ہم پر — اور تو سب رحم والوں سے

الرّٰحِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ فَاتَّخَذْتُمُوْهُمْ سِخْرِيًّا حَتّٰٓى اَنْسَوْكُمْ

بہتر ہے ◆ پھر تم نے ان کو ٹھٹھوں میں پکڑا — یہاں تک کہ بھول گئے ان کے پیچھے

دوزخ کی ہولناک سزا | جلتے جلتے بدن سوج جائے گا، نیچے کا ہونٹ لٹک کر ناف تک اور اوپر کا اچھل کر کھوپڑی تک پہنچ جائے گا، اور زبان باہر نکل کر زمین میں لٹکتی ہوگی جسے روندتے پاؤں سے روندیں گے (اللّٰھُمّ احفظنا منہ ومن سائر انواع العذاب)

کفار کو ان کی تکذیب پر تنبیہ | یعنی اس وقت ان سے یوں کہیں گے۔ کہو! جن باتوں کو دنیا میں جھٹلایا کرتے تھے اب آنکھوں سے دیکھو سچی تھیں یا جھوٹی؟

کفار کا اعتراف گناہ اور پچھتاوا | یعنی اعتراف کریں گے کہ بیشک ہماری بدبختی نے دھکا دیا جو سیدھے راستے سے بہک کر اس ابدی ہلاکت کے گڑھے میں آپڑے۔ اب ہم نے سب کچھ دیکھ لیا۔ ازراہ کرم ایک دفعہ ہم کو یہاں سے نکال دیجئے۔ پھر بھی ایسا کریں تو گنہگار، جو سزا چاہے دیجئے گا۔

کفار کو حق تعالیٰ کا جواب | یعنی بک بک مت کرو، جو کیا تھا اب اس کی سزا بھگتو۔ آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ اس جواب کے بعد پھر فریاد منقطع ہو جائے گی۔ بجز زفیر و شہیق کے کچھ کلام نہ کر سکیں گے۔ العیاذ باللہ۔

ذِكْرِيْ وَكُنْتُمْ مِّنْهُمْ تَضْحَكُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ اِنِّيْ جَزَيْتُهُمُ

میری یاد — اور تم ان سے ہنستے رہے — میں نے آج دیا ان کو

الْيَوْمَ بِمَا صَبَرُوْٓا اَنَّهُمْ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ قٰلَ كَمْ

بدلہ ان کے صبر کرنے کا (آج کی) — کہ وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے — فرمایا

لَبِثْتُمْ فِي الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ

تم کتنی دیر رہے — زمین میں — برسوں کی گنتی سے — بولے — ہم رہے ایک دن — یا

بَعْضَ يَوْمٍ فَسْـَٔلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قٰلَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا

ایک دن سے کم — تو پوچھ لے گنتی والوں سے — فرمایا — تم اس میں بہت نہیں تھوڑا ہی رہے ہو

لَّوْ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۱۴﴾ اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ

اگر — تم جانتے ہوتے — سو کیا تم خیال رکھتے ہو — کہ ہم نے تم کو بنایا

عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ﴿۱۱۵﴾ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ

کھیلنے کو — اور تم ہمارے پاس — پھر کر نہ آؤ گے — سو بہت اوپر ہے اللہ وہ بادشاہ

الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ﴿۱۱۶﴾ وَمَنْ

سچا — کوئی حاکم نہیں اس کے سوا — مالک اس عزت کے تخت کا — اور جو کوئی

يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا

پکارے اللہ کے ساتھ — دوسرا حاکم — جس کی سند نہیں اس کے پاس — سو

حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَقُلْ

اس کا حساب ہے اس کے رب کے نزدیک — بے شک بھلا نہ ہوگا منکروں کا — اور تو کہہ

یعنی دنیا میں مسلمان جب اپنے رب کے آگے دعاء و استغفار کرتے تو تم کو ہنسی سوجھتی تھی۔ اس قدر ٹھٹھا کرتے اور ان کی نیک خصلتوں کا اتنا مذاق اڑاتے تھے کہ ان کے پیچھے پڑ کر تم نے مجھے بھی یاد نہ رکھا۔ گویا تمہارے سر پر کوئی حاکم ہی نہ تھا جو کسی وقت ان حرکتوں پر نوٹس لے اور ایسی سخت شرارتوں کی سزا دے سکے۔

صبر کرنے والوں کا اجر | ہمارے مسلمانوں نے تمہاری زبانی اور عملی ایذاؤں پر صبر کیا تو آج دیکھتے ہو تمہارے بالمقابل ان کو کیا پھل ملا۔ ان کو ایسے مقام پر پہنچا دیا گیا جہاں وہ ہر طرح کامیاب اور ہر قسم کی لذتوں اور مسرتوں سے ہمکنار ہیں۔

دنیا کی زندگی کی حقیقت | یعنی فرشتوں سے، جنہوں نے ہر نیکی بدی گن رکھی ہے یہ بھی گنا ہوگا۔ "زمین میں رہنا" یعنی قبر میں رہنا یا دنیا کی عمر، یہ بھی وہاں تھوڑی نظر آئے گی۔ یہ پوچھنا اس واسطے کہ دنیا میں عذاب کی شتابی کیا کرتے تھے، اب جانا کہ شتاب ہی آیا۔ کذا فی موضح القرآن۔

یعنی واقعی دنیا کی عمر تھوڑی ہی تھی۔ لیکن اگر اس بات کو پیغمبروں کے کہنے سے دنیا میں سمجھ لیتے تو کبھی اس متاعِ فانی پر مغرور ہو کر انجام سے غافل نہ ہوتے اور وہ گستاخیاں اور شرارتیں نہ کرتے جن کا دنیا کی زائل و فانی لذتوں میں پڑ کر ارتکاب کیا۔

دوسری زندگی کے بغیر حیاتِ دنیا بے مقصد ہے | یعنی دنیا میں تو نیکی بدی کا پورا نتیجہ نہیں ملتا۔ اگر اس زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہو تو گویا یہ سب کارخانہ محض کھیل تماشا اور بے نتیجہ تھا۔ سو حق تعالیٰ کی جناب اس سے بہت بلند ہے کہ اس کی نسبت ایسا رکیک خیال کیا جائے۔

جب وہ بالا و برتر شہنشاہ، مالکِ حق علی الاطلاق ہے تو ہو نہیں سکتا کہ وفاداروں اور مجرموں کو یوں کسمپرسی کی حالت میں چھوڑ دے۔

یعنی وہاں حساب ہو کر مقدارِ جرم کے موافق سزا دی جائے گی۔

رَبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰحِمِيْنَ (۱۱۸)

اے رب معاف کر ۔ اور رحم کر ۔ اور تو ہے بہتر سب رحم والوں سے

آیاتہا ۶۴ ۔ (۲۴) سُوْرَةُ النُّوْرِ مَدَنِيَّةٌ (۱۰۲) ۔ رکوعاتہا ۹

سورۂ نور مدینہ میں نازل ہوئی اور اس کی چونسٹھ آیتیں اور نو رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

سُوْرَةٌ اَنْزَلْنٰهَا وَفَرَضْنٰهَا وَاَنْزَلْنَا فِيْهَآ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ

یہ ایک سورت ہے کہ ہم نے اتاری ۔ اور ذمہ پر لازم کی ۔ اور اتاریں اس میں ۔ باتیں صاف

لَّعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۞ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ

تاکہ تم یاد رکھو ۔ بدکاری کرنے والی عورت ۔ اور مرد ۔ سو مارو

وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ ۪ وَّلَا تَاْخُذْكُمْ بِهِمَا رَاْفَةٌ

ہر ایک کو دونوں میں سے ۔ سو درے ۔ اور نہ آوے تم کو ۔ ان پر ترس

ایک استغفار کی تعلیم: یعنی ہماری تقصیرات سے درگذر فرما اور اپنی رحمت سے دنیا و آخرت میں سرفراز کر۔ تیری رحمت کے سامنے کوئی چیز مشکل نہیں۔

ان آیات کی فضیلت: "افحسبتم" سے ختم سورت تک کی آیتیں بہت بڑی فضیلت اور تاثیر رکھتی ہیں جس کا ثبوت بعض احادیث سے ہوتا ہے اور مشائخ نے تجربہ کیا ہے۔ چاہیے کہ ان آیات کا ورد رکھا جائے خاص کر دو دعائیں جو "وظائف" میں ہیں جو رسول کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو تعلیم فرمائی تھی وہ بھی ان آیات کے مناسب ہیں "اللھم انی ظلمت نفسی ظلما کثیرا وانه لا یغفر الذنوب الا انت فاغفر لی مغفرة من عندک وارحمنی انک انت الغفور الرحیم" تم سورة المؤمنون بفضله ومنه وحسن توفیقه وبرحمته اکمال بقیة القرآن۔

سورة النور

سورۂ نور کی فضیلت کا بیان: یہ سورت بہت نہایت ضروری احکام، حدود، امثال، مواعظ، حقائق، توحید اور بہت ہی اہم تنبیہات و اصلاحات پر مشتمل ہے اس کا سب سے زیادہ ممتاز اور اہم حصہ وہ ہے جس کا تعلق قصہ "افک" سے ہے۔

فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ

اللہ کے حکم چلانے میں | اگر تم یقین رکھتے ہو اللہ پر | اور پچھلے دن پر ۞

وَلْيَشْهَدْ عَذَابَهُمَا طَآئِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ اَلزَّانِيْ

اور چاہیے دیکھیں ان کا مارنا (ان کی سزا) | کچھ لوگ مسلمان ۞ | بدکار مرد

لَا يَنْكِحُ اِلَّا زَانِيَةً اَوْ مُشْرِكَةً ۫ وَّالزَّانِيَةُ لَا يَنْكِحُهَآ

نہیں نکاح کرتا | مگر عورت بدکار سے یا شرک والی سے | اور بدکار عورت سے نکاح نہیں کرتا

اِلَّا زَانٍ اَوْ مُشْرِكٌ ۚ وَحُرِّمَ ذٰلِكَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

مگر بدکار مرد | یا مشرک ۞ | اور یہ حرام ہوا ہے | ایمان والوں پر ۞

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ

اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں قید والیوں کو (پاکدامنوں کو) | پھر نہ لائے | چار مرد

شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ

شاہد ۞ | تو مارو ان کو | اسی درّے | اور نہ مانو ان کی کوئی

شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ

گواہی کبھی ۞ | اور وہی لوگ ہیں نافرمان ۞ | مگر جنہوں نے

تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

توبہ کی | اس کے پیچھے | اور سنوار کئے | تو اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ۝ وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ

مہربان ہے ۞ | اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں اپنی جوروؤں کو | اور شاہد نہ ہوں

شُهَدَآءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ

ان کے پاس سوائے ان کی جان کے تو ایسے شخص کی گواہی کی یہ صورت ہے کہ چار بار گواہی

بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۶﴾ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ

دے اللہ کی قسم کھا کر کہ مقرر وہ (یہ) شخص سچا ہے اور پانچویں بار یہ کہ اللہ کی پھٹکار ہو

اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا

اس شخص پر اگر ہو وہ جھوٹا اور عورت سے ٹل جائے گی

الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ ۙ اِنَّهٗ لَمِنَ

مار یوں کہ وہ گواہی دے چار بار گواہی اللہ کی قسم کھا کر کہ مقرر وہ

الْكٰذِبِيْنَ ﴿۸﴾ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ

شخص جھوٹا ہے اور پانچویں یہ کہ اللہ کا غضب آئے اس عورت پر اگر

كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۹﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ

وہ شخص سچا ہے ◆ اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تمہارے اوپر اور

رَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ جَآءُوْ

اس کی رحمت اور یہ کہ اللہ معاف کرنے والا ہے حکمتیں جاننے والا تو کیا کچھ نہ ہوتا ◆ جو لوگ لائے ہیں

ع ۹

◆ **لعان کا قانون** | یعنی جو اپنی بیوی پر زنا کی تہمت لگائے اول تو اس سے چار گواہ طلب کئے جائیں گے اگر پیش کردے تو عورت پر حد زنا جاری کر دی جائے گی۔ اگر گواہ نہ لا سکا تو اس کو کہا جائے گا کہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ وہ اپنے دعوے میں سچا ہے (یعنی جو تہمت اپنی بیوی پر لگائی ہے اس میں جھوٹ نہیں بولا) گویا چار گواہوں کی جگہ خود اس کی یہ چار حلفیہ شہادتیں ہوئیں اور آخر میں پانچویں مرتبہ یہ الفاظ کہنے ہوں گے کہ "اگر وہ اپنے دعوے میں جھوٹا ہو تو اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار" اگر خاوند مذکورہ بالا کہنے سے انکار کرے تو حبس کیا جائے گا اور حاکم اس کو مجبور کرے گا کہ یا اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کرے تو حد قذف لگے گی جو اوپر گذر چکی۔ اور یا پانچ مرتبہ وہی الفاظ کہے جو اوپر مذکور

ہوئے۔ اگر کہہ لے تو پھر عورت سے کہا جائے گا کہ وہ چار مرتبہ قسم کھا کر بیان کرے کہ "یہ مرد تہمت لگانے میں جھوٹا ہے" اور پانچویں دفعہ یہ الفاظ کہے کہ "اللہ کا غضب آوے اس عورت پر اگر یہ مرد اپنے دعوے میں سچا ہو" تاوقتیکہ عورت یہ الفاظ نہ کہے گی اس کو قید میں رکھیں گے اور مجبور کریں گے کہ یا صاف طور پر مرد کے دعوے کی تصدیق کرے تب تو حد زنا اس پر جاری ہوگی، اور یا الفاظ مذکورہ بالا کہہ کر اس کی تکذیب کرے۔ اگر اس نے بھی مرد کی طرح یہ الفاظ کہہ دیے اور "لعان" سے فراغت ہوئی تو اس عورت سے صحبت اور دواعی صحبت سب حرام ہو گئے۔ پھر اگر مرد نے اس کو طلاق دے دی فبہا ورنہ قاضی ان میں تفریق کر دے۔ گو دونوں رضامند نہ ہوں یعنی زبان سے کہہ دے کہ میں نے ان میں تفریق کی۔ اور یہ تفریق طلاق بائن کے حکم میں ہوگی۔ تنبیہ: زوجین سے اس طرح الفاظ کہلوانے کو شریعت میں "لعان" کہتے ہیں اور لعان صرف قذف ازواج کے ساتھ مخصوص ہے عام محصنات کے قذف کا وہی حکم ہے جو اوپر کی آیات میں مذکور ہو چکا۔

لعان کا حکم اللہ کا بڑا فضل ہے یعنی اگر یہ حکم لعان مشروع نہ ہوتا تو قذف کے عام قاعدہ کے موافق زوج پر حد قذف آتی اور یا ساری عمر خون کے گھونٹ پیتا۔ کیونکہ ممکن ہے وہ سچا ہو۔ بخلاف غیر شوہر کے کہ وہ اظہار میں مضطر نہیں، اس لئے اس کے قانون میں ان امور کی رعایت ضروری نہیں۔ دوسری طرف اگر محض خاوند کے قسمیں کھانے پر زنا کا ثبوت ہو جایا کرتا تو عورت کی سخت مصیبت تھی، حالانکہ ممکن ہے وہی سچی ہو۔ اسی طرح اگر عورت کو قسمیں کھانے پر چھٹکارا سمجھ لیا جاتا تو مرد پر حد قذف واجب ہو جاتی باوجودیکہ اس کے صادق ہونے کا بھی مساوی احتمال موجود ہے۔ پس ایسے طور پر لعان کا مشروع کرنا کہ سب کی رعایت رہے، یہ اثر ہے حق تعالیٰ کے فضل و رحمت اور حکمت کا کیونکہ فریقین میں سے جو سچا ہو وہ بے تکلف سزا سے بچ گیا، اور جھوٹے کی دنیا میں پردہ پوشی کر کے مہلت دی گئی کہ شاید توبہ کرے۔ پھر اگر کی تو بڑا قبول کر لینا یہ اثر صفت توابیت کا ہوا۔

بِالْاِفْكِ عُصْبَةٌ مِّنْكُمْ ؕ لَا تَحْسَبُوْهُ شَرًّا لَّكُمْ ؕ بَلْ هُوَ

یہ طوفان ◆ تمہیں میں ایک جماعت ہیں ◆ تم اس کو نہ سمجھو برا اپنے حق میں ◆ بلکہ یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ مَّا اكْتَسَبَ مِنَ الْاِثْمِ ۚ

بہتر ہے تمہارے حق میں ◆ ہر آدمی کے لیے ان میں سے ◆ وہ ہے جتنا اس نے گناہ کیا

وَالَّذِيْ تَوَلّٰى كِبْرَهٗ مِنْهُمْ لَهٗ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۱۱

اور جس نے اٹھایا ہے ◆ اس کا بڑا بوجھ ◆ اس کے واسطے بڑا عذاب ہے ◆

لَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ ظَنَّ الْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بِاَنْفُسِهِمْ

کیوں نہ جب تم نے اس کو سنا تھا ◆ خیال کیا ہوتا ◆ ایمان والے مردوں ◆ اور ایمان والی عورتوں نے ◆ اپنے لوگوں پر

◆ **واقعۂ افک** یہاں سے اس طوفان کا ذکر ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ پر اٹھایا گیا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ غزوۂ بنی المصطلق سے واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ بھی ہمراہ تھیں۔ ان کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا۔ وہ ہودج میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتیں۔ جمال ہودے کو اونٹ پر باندھ دیتے۔ ایک منزل پر قافلہ ٹھہرا ہوا تھا۔ کوچ سے ذرا پہلے حضرت عائشہؓ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی جس کے لئے قافلہ سے علیحدہ ہو کر جنگل کی طرف تشریف لے گئیں۔ وہاں اتفاق سے ان کا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ اس کی تلاش میں دیر لگ گئی۔ یہاں پیچھے کوچ ہو گیا۔ جمال حسب عادت اونٹ پر ہودہ باندھنے آئے اور اس کے پردے پڑے رہنے سے گمان کیا کہ حضرت عائشہؓ اس میں تشریف رکھتی ہیں۔ اٹھاتے وقت بھی شبہ نہ ہوا کیونکہ ان کی عمر تھوڑی تھی اور بدن بہت ہلکا پھلکا تھا۔ غرض جمالوں نے ہودہ باندھ کر اونٹ کو چلتا کر دیا۔ حضرت عائشہؓ واپس آئیں تو وہاں کوئی نہ تھا۔ نہایت استقلال سے انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہاں سے اب جانا خلاف مصلحت ہے۔ جب آگے جا کر میری تلاش ہوگی تو یہیں ڈھونڈنے آئیں گے۔ آخر وہیں قیام کیا۔ رات کا وقت تھا نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ گئیں۔

حضرت صفوان بن معطلؓ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ عنہ گرے پڑے کی خبر گیری کی غرض سے قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلہ سے رہا کرتے تھے۔ وہ اس موقع پر صبح کے وقت پہنچے۔ دیکھا کوئی آدمی پڑا سوتا ہے۔ قریب آ کر پہچانا کہ حضرت عائشہؓ ہیں (کیونکہ پردہ کا حکم اترنے سے پہلے انہوں نے ان کو دیکھا تھا) دیکھ کر گھبرا گئے اور "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا۔ جس سے ان کی آنکھ کھل گئی۔ فوراً چہرہ چادر سے ڈھانک لیا۔ حضرت صفوانؓ نے اونٹ ان کے قریب لا کر بٹھا دیا۔ یہ اس پر سوار ہو گئیں۔ انہوں نے اونٹ کی نکیل پکڑ کر دوپہر کے وقت قافلہ سے جا ملایا۔

عبداللہ بن ابی کی شرارت عبداللہ بن ابی بڑا خبیث باطن اور دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا، اسے ایک بات ہاتھ لگ گئی اور بدبخت نے واہی تباہی بکنا شروع کیا۔ اور بعض بھولے بھالے مسلمان بھی (مثلاً مردوں میں سے حضرت حسانؓ،

حضرت مسطح، اور عورتوں میں سے حضرت حمنہ بنت جحش ام المومنین کے مغالطہ دینے سے متاثر ہو کر اس قسم کے افسوس ناک تذکرے کرنے لگے۔ عموماً مسلمانوں کو اور خود جناب رسول کریم ﷺ کو اس قسم کے واہیات تذکروں اور شہرتوں سے سخت صدمہ تھا۔ ایک مہینہ تک یہی چرچا رہا۔ حضور سنتے اور بدون تحقیق کچھ نہ کہتے مگر دل میں خفا تھے۔ ایک روز ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو اس شہرت کی اطلاع ہوئی شدت غم سے بیتاب ہو گئیں اور بیمار پڑ گئیں۔ شب و روز روتی تھیں۔ ایک منٹ کے لئے آنسو نہ تھمتے تھے۔ اسی دوران میں بہت سے واقعات پیش آئے اور گفتگوئیں ہوئیں، جو صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہیں اور پڑھنے کے قابل ہیں۔ آخر حضرت صدیقہ کی براءت میں خود حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورۂ "نور" کی یہ آیتیں "اِنَّ الَّذِیۡنَ جَآءُوۡ بِالۡاِفۡکِ" سے دور تک نازل فرمائیں جس پر عائشہ صدیقہ فخر کیا کرتی تھیں اور بلاشبہ جتنا فخر کریں تھوڑا تھا۔

◆ **سازش کرنے والے تمہاری ہی جماعت کے لوگ ہیں** | یعنی طوفان اٹھانے والے غیر سے وہ لوگ ہیں جو جھوٹا یا سچا اسلام کا نام لیتے اور اپنے کو مسلمان بتلاتے ہیں۔ ان میں سے چند آدمیوں نے مل کر یہ سازش کی اور کچھ لوگ نادانستہ ان کی عیارانہ سازش کا شکار ہو گئے۔ تاہم خدا کا احسان ہے کہ جمہور مسلمان ان کے جال میں نہیں پھنسے۔

◆ **مسلمانوں کی تسلی** | یہ خطاب ان مسلمانوں کی تسلی کے لئے ہے جنہیں اس واقعہ سے صدمہ پہنچا تھا بالخصوص عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور ان کا گھرانا کہ ظاہر ہے وہ سخت مغموم اور پریشان تھے۔ یعنی گو بظاہر یہ چرچا بہت مکروہ، رنجیدہ اور ناخوشگوار تھا، لیکن فی الحقیقت تمہارے لئے اس کی تہ میں بڑی بہتری چھپی ہوئی تھی۔ آخر اتنی مدت تک ایسے جگر خراش طعنوں اور ایذاؤں پر صبر کرنا کیا خالی جا سکتا ہے۔ کیا یہ شرف تھوڑا ہے کہ خود حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں تمہاری نزاہت و براءت اتاری۔ اور دشمنوں کو رسوا کیا اور قیامت تک کے لئے تمہارا ذکر خیر قرآن پڑھنے والوں کی زبان پر جاری کر دیا۔ اور مسلمانوں کو پیغمبر علیہ السلام کی ازواج و اہل بیت کا حق پہچاننے کے لئے ایسا سبق دیا جو کبھی فراموش نہ ہو سکے۔ فللہ الحمد علٰی ذٰلک۔

◆ **عبداللہ بن ابی کیلئے عذاب عظیم** | یعنی جس شخص نے اس فتنہ میں جس قدر حصہ لیا اسی قدر گناہ سمیٹا اور سزا کا مستحق ہوا۔ مثلاً بعض خوش ہو کر اور خوب مزے لے کر ان واہیات باتوں کا تذکرہ کرتے تھے۔ بعض اظہار افسوس کے طرز میں بعض چھیڑ کر مجلس میں چرچا اٹھا دیتے۔ اور آپ خود چپکے سنا کرتے۔ بعض سن کر تردد میں پڑ جاتے، بہت سے خاموش رہتے اور بہت سے سن کر جھٹلا دیتے۔ ان پچھلوں کو پسند فرمایا اور سب کو درجہ بدرجہ گوشمالی فرمائی۔ اور بڑا بوجھ اٹھانے والا منافقوں کا سردار عبداللہ بن ابی تھا جیسا کہ روایات کثیرہ میں تصریح ہے۔ یہی خبیث لوگوں کو جمع کرتا اور ابھارتا اور نہایت چالاکی سے خود اپنی بچا کر دوسروں سے اس کی اشاعت کرایا کرتا تھا۔ اس کے لئے آخرت میں بڑا عذاب تو ہے ہی دنیا میں بھی ملعون خوب ذلیل و رسوا ہوا اور قیامت تک اسی ذلت و خواری سے یاد کیا جائے گا۔

خَيْرًا ۙ وَّقَالُوْا هٰذَآ اِفْكٌ مُّبِيْنٌ ۝ لَوْلَا جَآءُوْ

بھلا خیال — اور کہہ دیا — یہ صریح طوفان ہے — کیوں نہ لائے وہ

عَلَيْهِ بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ ۚ فَاِذْ لَمْ يَاْتُوْا بِالشُّهَدَآءِ

اس بات پر چار شاہد — پھر جب نہ لائے — شاہد

فَاُولٰٓئِكَ عِنْدَ اللّٰهِ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

تو وہ لوگ — اللہ کے یہاں — وہی ہیں جھوٹے — اور اگر نہ ہوتا — اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ لَمَسَّكُمْ فِىْ مَآ

تم پر — اور اس کی رحمت — دنیا اور آخرت میں — تو تم پر پڑتی اس

اَفَضْتُمْ فِيْهِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝ اِذْ تَلَقَّوْنَهٗ بِاَلْسِنَتِكُمْ وَ

چرچا کرنے میں — کوئی آفت بڑی — جب لینے لگے تم اس کو اپنی زبانوں پر — اور

تَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِكُمْ مَّا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ وَّتَحْسَبُوْنَهٗ

بولنے لگے — اپنے منہ سے — جس چیز کی تم کو خبر نہیں — اور تم سمجھتے ہو اس کو

هَيِّنًا ۖ وَّهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ عَظِيْمٌ ۝ وَلَوْلَآ اِذْ سَمِعْتُمُوْهُ

ہلکی بات — اور یہ اللہ کے یہاں بہت بڑی ہے — اور کیوں نہ جب تم نے اس کو سنا تھا

قُلْتُمْ مَّا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّتَكَلَّمَ بِهٰذَا ۖ سُبْحٰنَكَ هٰذَا

کہا ہوتا — ہم کو نہیں لائق — کہ منہ پر لائیں یہ بات — اللہ تو پاک ہے یہ تو

بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ ۝ يَعِظُكُمُ اللّٰهُ اَنْ تَعُوْدُوْا لِمِثْلِهٖٓ اَبَدًا

بڑا بہتان ہے — اللہ تم کو سمجھاتا ہے — کہ پھر نہ کرو ایسا کام کبھی

◆ **بے ثبوت بہتان کی تصدیق** | مسلمان کو چاہئے کہ اپنے مسلمان بھائی بہنوں کے ساتھ حسن ظن رکھے۔ اور جب سنے کہ لوگ ایک نیک شخص پر یوں ہی رجماً بالغیب بری تہمتیں لگاتے ہیں تو اپنے دل میں ایسے خیالات کو راہ نہ دے بلکہ ان کو جھٹلا دے۔ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ جو کوئی پیٹھ پیچھے بھائی مسلمان کی مدد کرے۔ اللہ پیٹھ پیچھے اس کی مدد کرے گا۔ بے تحقیق تہمتیں تراشنا ایمان سے بعید ہے۔ چاہئے کہ آدمی خود اپنی آبرو پر دوسروں کی آبرو کو قیاس کر لے۔ جیسا کہ حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ وغیرہ نے قصہ "افک" میں کیا۔ ایک روز ان کی بیوی نے کہا کہ لوگ عائشہ صدیقہ کی نسبت کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ جھوٹ کہتے ہیں۔ کیا تو ایسا کام کر سکتی ہے؟ بولی ہرگز نہیں۔ فرمایا پھر (صدیق کی بیٹی اور نبی کی بیوی) عائشہ صدیقہ تجھ سے کہیں بڑھ کر پاک و صاف اور طاہر و مطہر ہیں۔ ان کی نسبت یہ بیہودہ گمان کیوں کیا جائے۔

◆ **بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کرنا** | یعنی اللہ کے حکم اور اس کی شریعت کے موافق وہ لوگ جھوٹے قرار دیئے گئے ہیں۔ جو کسی پر بدکاری کی تہمت لگا کر چار گواہ پیش نہ کر سکیں۔ اور بدون کافی ثبوت کے ایسی سنگین بات زبان سے نکالتے پھریں۔

◆ یعنی اللہ تعالیٰ نے اس امت کو پیغمبر کے طفیل دنیا کے عذابوں سے بچا دیا ہے۔ نہیں تو یہ بات قابل تھی کہ عذاب آ ملے۔ (موضح القرآن) اور تم میں سے مخلصین کو توبہ کی توفیق دے کر خطا معاف کر دی ورنہ منافقین کی طرح وہ بھی قیامت کے دن عذاب عظیم میں گرفتار ہوتے۔ (العیاذ باللہ)

◆ **بلا تحقیق بہتان کا چرچا جرم عظیم ہے** | یعنی عذاب عظیم کے مستحق کیوں نہ ہوتے جبکہ تم ایسی بے تحقیق اور نامعقول بات کو ایک دوسرے کی طرف چلتا کر رہے تھے اور زبان سے وہ اٹکل پچو باتیں نکالتے تھے جن کی واقعیت کی تمہیں کچھ بھی خبر نہ تھی۔ پھر طرہ یہ ہے کہ ایسی سخت بات کو (یعنی کسی محصنہ خصوصاً پیغمبر علیہ السلام کی زوجہ مطہرہ اور مومنین کی روحانی والدہ کو متہم کرنا) جو اللہ کے نزدیک بہت بڑا سنگین جرم ہے محض ایک ہلکی اور معمولی بات سمجھنا یہ اصل جرم سے بھی بڑھ کر جرم تھا۔

◆ **مسلمانوں کو کہنا چاہئے تھا کہ یہ بہتان عظیم ہے** | یعنی اول تو حسن ظن کا اقتضاء یہ تھا کہ دل میں بھی یہ خیال نہ گذرنے پائے۔ جیسا کہ اوپر ارشاد ہوا۔ لیکن اگر شیطانی اغواء سے فرض کیجئے کسی کے دل میں کوئی برا وسوسہ گذرے تو پھر یہ جائز نہیں کہ ایسی ناپاک بات زبان پر لائی جائے۔ چاہئے کہ اس وقت مومن اپنی حیثیت اور ذمہ داری کو ملحوظ رکھے اور صاف کہہ دے کہ ایسی بے سر و پا بات کا زبان سے نکالنا ہم کو زیب نہیں دیتا۔ اے اللہ تو پاک ہے۔ کس طرح لوگ ایسی نامعقول بات منہ سے نکالتے ہیں۔ بھلا جس پاکباز خاتون کو تو نے سید الانبیاء اور رئیس المتقین کی زوجیت کے لئے چن لیا ہو (معاذ اللہ) خود بے آبرو ہو کر پیغمبر کی آبرو کو بٹہ لگائے گی؟ (حاشا ثم حاشا) یقیناً جس شخص نے ایک بے قصور پر بہتان باندھا ہے۔

اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧﴾ وَيُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ۭ وَاللّٰهُ

اگر تم ایمان رکھتے ہو ◆ اور کھول کر بتاتا ہے اللہ تمہارے واسطے پتے کی باتیں اور اللہ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿١٨﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِيْعَ الْفَاحِشَةُ

سب جانتا ہے حکمت والا ہے ◆ جو لوگ چاہتے ہیں کہ چرچا ہو بدکاری کا

فِي الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۭ

ایمان والوں میں ◆ ان کے لیے عذاب ہے دردناک دنیا اور آخرت میں ◆

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٩﴾ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ◆ اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿٢٠﴾ ع يٰٓاَيُّهَا

تم پر اور اس کی رحمت اور یہ کہ اللہ نرمی کرنے والا ہے مہربان تو کیا کچھ نہ ہوتا ◆ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ وَمَنْ يَّتَّبِعْ

ایمان والو نہ چلو قدموں پر شیطان کے اور جو کوئی چلے گا

خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ فَاِنَّهٗ يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاۗءِ وَالْمُنْكَرِ ۭ

قدموں پر شیطان کے سو وہ تو یہی بتلائے گا بے حیائی اور بری بات ◆

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰي مِنْكُمْ مِّنْ

اور اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر اور اس کی رحمت تو نہ سنورتا تم میں ایک

اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ

شخص بھی کبھی لیکن اللہ سنوارتا ہے جس کو چاہے اور اللہ سب کچھ سنتا

- **آئندہ ایسا نہ کرنے کی نصیحت** یعنی مومنین کو پوری طرح چوکس اور ہوشیار رہنا چاہئے۔ مبادا دشمن منافقین کے چکموں میں پھر بھی نہ آ جائیں۔ ہمیشہ پیغمبر علیہ السلام اور آپ کے اہل بیت کی عظمت شان کو ملحوظ رکھیں۔

- یعنی پہلے اس کا کہ یہ طوفان اٹھایا گیا ہے معلوم ہوا کہ منافقین نے جو بیٹھے چھپے دشمن تھے۔ اگلی آیت میں پتہ نکال دیا۔ (کذا فی الروح) گویا مطلب یہ ہے کہ آیات سے مراد احکام نصائح حدود اور قبول توبہ وغیرہ کے مضامین لئے ہیں۔ اس وقت صفات علم و حکمت کے ذکر سے یہ غرض ہوئی کہ اللہ تعالیٰ تم میں سے مخلصین کی صدق دلی کا حال خوب جانتا ہے۔ اس لئے توبہ قبول کی اور چونکہ حکیم مطلق ہے اس لئے نہایت حکمت و دانائی کے ساتھ تمہاری سیاست کی گئی۔

- **بے حیائی پھیلانے والوں کی سزا** یعنی بدکاری پھیلے یا بدکاری کی خبریں پھیلیں۔ یہ چاہنے والے منافقین تھے۔ لیکن ان کا تذکرہ کر کے مومنین کو بھی متنبہ فرما دیا کہ بفرض کسی کے دل میں ایک بری بات کا خطرہ گذرا اور بے پروائی سے کوئی لفظ زبان سے بھی نکل گیا تو چاہئے کہ اب اس کمبخت بات کا چرچا کرتے نہ پھریں۔ اگر خواہی نخواہی کسی مومن کی آبرو ریزی کرے گا تو خوب سمجھ لے کہ اس کی آبرو بھی محفوظ نہ رہے گی۔ حق تعالیٰ اسے ذلیل و خوار کر کے چھوڑے گا۔ کما فی حدیث احمد رحمہ اللہ۔

- دنیا میں حد قذف، رسوائی اور قسم قسم کی سزائیں اور آخرت میں دوزخ کی سزا۔

- یعنی ایسے مخفی رازوں کو خدا خوب جانتا ہے تم نہیں جانتے ہو۔ اور یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ کس کا جرم کتنا ہے اور کس کی کیا غرض ہے۔ **تنبیہ** حب شیوع فاحشہ، حسد و کینہ وغیرہ کی طرح اعمال قلبیہ میں سے ہے مراتب قصد میں سے نہیں۔ اس لئے اس پر ماخوذ ہونے میں اختلاف نہ ہونا چاہئے۔ فتنبہ لہ۔

- **مسلمانوں پر اللہ کی رحمت اور فضل** یعنی یہ طوفان تو ایسا اٹھا تھا کہ نہ معلوم کون کون اس کی نذر ہوتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و رحمت اور شفقت و مہربانی سے تم میں سے تائبین کی توبہ کو قبول فرمایا اور بعض کو حد شرعی جاری کر کے پاک کیا اور جو زیادہ خبیث تھے ان کو ایک گونہ مہلت دی۔

- **شیطان بے حیائی کی تعلیم دیتا ہے** یعنی شیطان کی چالوں سے ہوشیار رہا کرو۔ مسلمان کا یہ کام نہیں ہونا چاہئے کہ شیاطین الجن والانس کے قدم بقدم چلنے لگے۔ ان ملعونوں کا تو مشن ہی یہ ہے کہ لوگوں کو بے حیائی اور برائی کی طرف لے جائیں۔ تم جان بوجھ کر کیوں ان کے بھرے میں آتے ہو۔ دیکھو شیطان نے ذرا سا چرکا لگا کر کتنا بڑا طوفان کھڑا کر دیا اور کئی سیدھے سادے مسلمان کس طرح اس کے قدم پر چل پڑے۔

عَلِيمٌ ۝٢١ وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ أَنْ

جانتا ہے ◆ اور قسم نہ کھائیں جو صاحب فضل ہیں تم میں سے اور کشائش والے اس بات (کی قسم) سے کہ

يُؤْتُوا أُولِي الْقُرْبَىٰ وَالْمَسَاكِينَ وَالْمُهَاجِرِينَ فِي

دیں قرابت والوں کو اور محتاجوں کو اور وطن چھوڑنے والوں کو

سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَلْيَعْفُوا وَلْيَصْفَحُوا ۗ أَلَا تُحِبُّونَ أَنْ يَغْفِرَ

اللہ کی راہ میں اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ

اللَّهُ لَكُمْ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝٢٢ إِنَّ الَّذِينَ يَرْمُونَ

تم کو معاف کرے اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان ◆ جو لوگ عیب لگاتے ہیں

الْمُحْصَنَاتِ الْغَافِلَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ لُعِنُوا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ

حفاظت والیوں (پاکدامنوں) بے خبر ایمان والیوں کو ان کو پھٹکار ہے دنیا اور آخرت میں

وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝٢٣ يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ أَلْسِنَتُهُمْ

اور ان کے لیے ہے بڑا عذاب ◆ جس دن کہ ظاہر کر دیں گی ان کی زبانیں

وَأَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝٢٤ يَوْمَئِذٍ

اور ہاتھ اور پاؤں جو کچھ وہ کرتے تھے ◆ اس دن

يُوَفِّيهِمُ اللَّهُ دِينَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ

پوری دے گا ان کو اللہ ان کی سزا جو چاہیے اور جان لیں گے کہ اللہ وہی ہے

الْحَقُّ الْمُبِينُ ۝٢٥ الْخَبِيثَاتُ لِلْخَبِيثِينَ وَالْخَبِيثُونَ

سچا کھول دینے والا ◆ گندیاں (گندی عورتیں) ہیں گندوں کے واسطے اور گندے

◆ یعنی شیطان تو سب کو بگاڑ کر چھوڑتا ایک کو بھی سیدھے راستہ پر نہ چلنے دیتا۔ یہ تو خدا کا فضل اور اس کی رحمت ہے کہ وہ اپنے مخلص بندوں کی دستگیری فرما کر بعض کو محفوظ رکھتا ہے اور بعض کو مبتلا ہو جانے کے بعد توبہ کی توفیق دے کر درست کر دیتا ہے۔ یہ بات اسی خدائے واحد کے اختیار میں ہے اور وہی اپنے علم محیط اور حکمت کاملہ سے جانتا ہے کہ کون بندہ سنوارے جانے کے قابل ہے اور کس کی توبہ قبول ہونی چاہئے۔ وہ سب کی توبہ وغیرہ کو سنتا اور ان کی قلبی کیفیات سے پوری طرح آگاہ ہے۔

◆ **حضرت ابوبکرؓ کی قسم** حضرت عائشہؓ پر طوفان اٹھانے والوں میں بعض مسلمان بھی نادانی سے شریک ہو گئے۔ ان میں سے ایک حضرت مسطحؓ تھے جو ایک مفلس مہاجر ہونے کے علاوہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بھانجے یا خالہ زاد بھائی ہوتے ہیں۔ قصہ "افک" سے پہلے حضرت صدیقؓ ان کی امداد اور خبر گیری کیا کرتے۔ جب یہ قصہ ختم ہوا اور عائشہ صدیقہؓ کی براءت آسمان سے نازل ہو چکی تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے قسم کھائی کہ آئندہ مسطحؓ کی امداد نہ کروں گا۔ شاید بعض دوسرے صحابہؓ کی بھی ایسی صورت پیش آئی ہو۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی تم میں سے جن کو اللہ تعالیٰ نے دین کی بزرگی اور دنیا کی وسعت دی ہے انہیں لائق نہیں کہ ایسی قسم کھائیں۔ ان کا ظرف بہت بڑا اور ان کے اخلاق بہت بلند ہونے چاہئیں۔ بدی کا بدلہ بدی تو ہر کوئی دے سکتا ہے کہ برائی کا بدلہ بھلائی سے دیا جائے۔ محتاج رشتہ داروں اور خدا کے لئے وطن چھوڑنے والوں کی اعانت سے دستکش ہو جانا بزرگوں اور بہادروں کا کام نہیں۔ اگر قسم کھا لی ہے تو ایسی قسم کو پورا مت کریں۔ اس کا کفارہ ادا کر دو۔

عفو و درگذر کی تعلیم تمہاری شان یہ ہونی چاہئے کہ خطا کاروں کی خطا سے اغماض اور درگذر کرو۔ ایسا کرو گے تو حق تعالیٰ تمہاری کوتاہیوں سے درگذر کرے گا۔ کیا تم حق تعالیٰ سے عفو و درگذر کی امید اور خواہش نہیں رکھتے؟ اگر رکھتے ہو تو تم کو اسکے بندوں کے معاملہ میں یہی خو اختیار کرنی چاہئے۔ گویا اس میں "تخلقوا باخلاق اللہ" کی تعلیم ہوئی۔ احادیث میں ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے جب سنا "اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ" (کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے؟) تو فوراً بول اٹھے "بَلٰى يَا رَبَّنَا اِنَّا نُحِبُّ" (بیشک اے پروردگار! ہم ضرور چاہتے ہیں) یہ کہہ کر مسطحؓ کی جو امداد کرتے تھے بدستور جاری فرما دی، بلکہ بعض روایات میں ہے کہ پہلے سے دگنی کر دی۔ رضی اللہ عنہ۔

◆ **ازواج مطہرات پر تہمت لگانے والے اسلام سے خارج ہیں** صحیحین کی حدیث میں ہے "اِجْتَنِبُوا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ الشِّرْكَ بِاللّٰهِ وَقَتْلَ النَّفْسِ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَكْلَ الرِّبٰوا وَاَكْلَ مَالِ الْيَتِيْمِ وَالتَّوَلِّيْ يَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ الْغٰفِلٰتِ۔" اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قذف محصنات مطلقاً مہلکات میں سے ہے۔ پھر ان میں سے بھی ازواج مطہرات بالخصوص ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قذف تو کس درجہ کا گناہ ہوگا۔ علماء نے تصریح کی ہے کہ ان آیات کے نزول کے بعد جو شخص عائشہ صدیقہؓ یا ازواج مطہرات میں سے کسی کو متہم کرے وہ کافر مکذب قرآن اور دائرہ اسلام سے خارج ہے اور طبرانی کی ایک حدیث میں ہے۔ "قَذْفُ الْمُحْصَنَةِ يَهْدِمُ عَمَلَ مِائَةِ سَنَةٍ۔" محصنہ پر تہمت لگانا سو برس کے عمل کو ڈھا دیتا ہے) العیاذ باللہ۔

◆ **حشر میں ہاتھ پاؤں اور زبان کی گواہی** یعنی مجرم منہ سے بولتا اور ظاہر کرنا نہ چاہے گا۔ مگر خود زبان اور ہاتھ پاؤں بولیں گے اور ان میں سے ہر عضو اس عمل کو ظاہر کرے گا جو اس کے ذریعہ سے کیا گیا تھا (تنبیہ) قاذف نے زبان سے تہمت لگائی تھی اور چار گواہوں کا اس سے مطالبہ تھا جو پیش نہ کر سکا۔ اس کے بالمقابل یہاں بھی پانچ چیزیں ذکر ہوئیں۔ ایک زبان جو قذف کا اصل آلہ ہے اور چار ہاتھ پاؤں جو اس کی شرارت کے گواہ ہوں گے۔

◆ جہاں سب کی عمل کھول کر سامنے رکھ دیتا ہے اور جس کا حساب بالکل صاف ہے جس کے ہاں کسی طرح کا ظلم و تعدی نہیں۔ یہ مضمون تو اسی وقت سب پر منکشف ہو جائے گا۔

لِلْخَبِيثَاتِ ۖ وَالطَّيِّبَاتُ لِلطَّيِّبِينَ وَالطَّيِّبُونَ لِلطَّيِّبَاتِ ۚ

واسطے گندیوں کے اور ستھریاں ہیں ستھروں کے واسطے اور ستھرے واسطے ستھریوں کے ◆

أُولَٰئِكَ مُبَرَّءُونَ مِمَّا يَقُولُونَ ۖ لَهُم مَّغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ

وہ لوگ بے تعلق (الگ) ہیں ان باتوں سے جو یہ کہتے ہیں ◆ ان کے واسطے بخشش ہے اور روزی ہے

كَرِيمٌ ﴿٢٦﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتًا غَيْرَ

عزت کی ◆ اے ایمان والو مت جایا کرو کسی گھر میں اپنے

بُيُوتِكُمْ حَتَّىٰ تَسْتَأْنِسُوا وَتُسَلِّمُوا عَلَىٰ أَهْلِهَا ۚ ذَٰلِكُمْ

گھروں کے سوا جب تک بول چال نہ کرلو (اجازت نہ لے لو) اور سلام کرلو ان گھر والوں پر یہ

خَيْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٢٧﴾ فَإِن لَّمْ تَجِدُوا فِيهَا

بہتر ہے تمہارے حق میں تاکہ تم یاد رکھو ◆ پھر اگر نہ پاؤ اس میں

أَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوهَا حَتَّىٰ يُؤْذَنَ لَكُمْ ۖ وَإِن قِيلَ

کسی کو تو اس میں نہ جاؤ جب تک کہ اجازت نہ ملے تم کو ◆ اور اگر تم کو

لَكُمُ ارْجِعُوا فَارْجِعُوا ۖ هُوَ أَزْكَىٰ لَكُمْ ۚ وَاللَّهُ بِمَا

جواب ملے کہ پھر جاؤ تو پھر جاؤ اس میں خوب ستھرائی ہے تمہارے لیے ◆ اور اللہ

تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ ﴿٢٨﴾ لَّيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَن تَدْخُلُوا

جو تم کرتے ہو اس کو جانتا ہے ◆ نہیں گناہ تم پر اس میں کہ جاؤ

بُيُوتًا غَيْرَ مَسْكُونَةٍ فِيهَا مَتَاعٌ لَّكُمْ ۚ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا

ان گھروں میں جہاں کوئی نہیں بستا اس میں کچھ چیز ہو تمہاری ◆ اور اللہ کو معلوم ہے جو

تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿۲۹﴾ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا

تم ظاہر کرتے ہو — اور جو چھپاتے ہو ◆ — کہہ دے — ایمان والوں کو — نیچی رکھیں ذرا

مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى

اپنی آنکھیں ◆ — اور تھامتے رہیں (تھامے رکھیں) اپنے ستر کو ◆ — اس میں خوب ستھرائی ہے

لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ

ان کے لیے — بے شک اللہ کو خبر ہے — جو کچھ کرتے ہیں ◆ — اور کہہ دے — ایمان والیوں کو

يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ

نیچی رکھیں — ذرا اپنی آنکھیں — اور تھامتی رہیں (تھامے رکھیں) اپنے ستر کو

وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ

اور نہ دکھلائیں اپنا سنگار — مگر جو کھلی چیز ہے اس میں سے ◆ — اور ڈال لیں

بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ ۪ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ

اپنی اوڑھنی — اپنے گریبان پر ◆ — اور نہ کھولیں — اپنا سنگار

◆ اس نے تمہارے تمام کھلے چھپے حالات کی رعایت سے یہ احکام مشروع کئے ہیں جن سے مقصود فتنہ وفساد کے مداخل کو بند کرنا ہے۔ مومن کو چاہیے کہ اپنے دل میں اسی غرض کو پیش نظر رکھ کر عمل کرے۔

◆ **نظریں نیچی رکھنے کا حکم** | بدنظری موافق زنا کی پہلی سیڑھی ہے۔ اسی سے بڑے بڑے فواحش کا دروازہ کھلتا ہے۔ قرآن کریم نے بدکاری اور بے حیائی کا انسداد کرنے کے لئے اول اسی سوراخ کو بند کرنا چاہا۔ یعنی مسلمان مرد وعورت کو حکم دیا کہ بدنظری سے بچیں اور اپنی شہوات کو قابو میں رکھیں۔ اگر ایک مرتبہ بے ساختہ مرد کی کسی اجنبی عورت پر یا عورت کی کسی اجنبی مرد پر نظر پڑ جائے تو دوبارہ ارادہ سے اس طرف نظر نہ کرے۔ کیونکہ یہ دوبارہ دیکھنا اس کے اختیار سے ہوگا جس میں وہ معذور نہیں سمجھا جا سکتا۔ اگر آدمی نگاہ نیچی رکھنے کی عادت ڈال لے اور اختیار وارادہ سے ناجائز امور کی طرف نظر اٹھا کر نہ دیکھا کرے تو بہت جلد اس کے نفس کا تزکیہ ہو سکتا ہے۔ چونکہ پہلی مرتبہ دفعۃً جو بے ساختہ نظر پڑ جائے اس پر شہوت نفسانیت نہیں ہوتی۔ اس لئے حدیث میں اس کو معاف رکھا گیا ہے۔ شاید یہاں بھی مِنْ اَبْصَارِهِمْ میں مِنْ تبعیضیہ لگا کر اسی طرف اشارہ ہو۔

◆ **ستر کی حفاظت** | یعنی حرام کاری سے بچیں اور ستر کسی کے سامنے نہ کھولیں۔ اِلَّا عِنْدَ مَنْ اَبَاحَهُ الشَّارِعُ مِنَ الْاَزْوَاجِ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ

◆ یعنی آنکھ کی چوری اور دلوں کے بھید اور نیتوں کا حال اس کو سب معلوم ہے لہٰذا اس کا خیال کر کے بدنگاہی اور ہر قسم کی بدکاری سے بچو ورنہ وہ اپنے علم کے موافق تم کو سزا دے گا۔ "يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ" (مومن رکوع ۲) حضرت شاہ صاحبؒ نے "بِمَا يَصْنَعُوْنَ" سے مراد شاید جاہلیت کی بے احتیاطیاں لی ہیں۔ یعنی جو بے احتیاطیاں پہلے سے کرتے آ رہے ہو اللہ کو سب معلوم ہیں اسی لئے اب اس نے اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے یہ احکام جاری کیے تا تمہارا تزکیہ ہو سکے۔

◆ **عورتوں کے پردے کے احکام** | سنگار عرف میں ظاہری اور کسبی آرائش کو کہتے ہیں جو خاص لباس یا زیور وغیرہ سے حاصل ہو۔ احقر کے نزدیک یہاں "زینت" کا ترجمہ "سنگار" کے بجائے "زیبائش" کیا جاتا تو زیادہ جامع اور مناسب ہوتا۔ زیبائش کا لفظ ہر قسم کی خلقی اور کسبی زینت کو شامل ہے خواہ وہ جسم کی پیدائشی ساخت سے متعلق ہو یا پوشاک وغیرہ خارجی ٹیپ ٹاپ سے۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ عورت کو کسی قسم کی خلقی یا کسبی زیبائش کا اظہار بجز محارم کے جن کا ذکر آگے آتا ہے کسی کے سامنے جائز نہیں۔ ہاں جس قدر زیبائش کا ظہور ناگزیر ہے اور اس کے ظہور کو بسبب عدم قدرت یا ضرورت کے روک نہیں سکتی، اس کے مجبوری یا ضرورت کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں (بشرطیکہ فتنہ کا خوف نہ ہو) حدیث و آثار سے ثابت ہوتا ہے کہ چہرہ اور کفین (ہتھیلیاں) "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" میں داخل ہیں۔ کیونکہ بہت سی ضروریات دینی و دنیوی ان کے کھلا رکھنے پر مجبور کرتی ہیں۔ اگر ان کے چھپانے کا مطلقاً حکم دیا جائے تو عورتوں کے لئے کاروبار میں سخت تنگی اور دشواری پیش آئے گی۔ آگے فقہاء نے قدمین کو بھی ان ہی اعضاء پر قیاس کیا ہے اور جب یہ اعضاء مستثنیٰ ہوئے تو ان کے متعلقات مثلاً انگوٹھی، چھلا یا مہندی، کاجل وغیرہ کو بھی استثناء میں داخل ماننا پڑے گا۔ لیکن واضح رہے کہ "اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا" سے صرف عورتوں کو بضرورت ان کے کھلا رکھنے کی اجازت ہوئی۔ نامحرم مردوں کو اجازت نہیں دی گئی کہ وہ آنکھیں لڑایا کریں اور ان اعضاء کا نظارہ کیا کریں۔ شاید اسی لئے اس اجازت سے پیشتر حق تعالیٰ نے غض بصر کا حکم مومنین کو سنا دیا ہے۔ معلوم ہوا کہ ایک طرف سے کسی عضو کے کھولنے کی اجازت اس کو مستلزم نہیں کہ دوسری طرف سے اس کو دیکھنا بھی جائز ہو۔ آخر مرد جن کے لئے پردہ کا حکم نہیں اسی آیت بالا میں عورتوں کو ان کی طرف دیکھنے سے منع کیا گیا۔ نیز یاد رکھنا چاہئے کہ ان آیات میں محض ستر کا مسئلہ بیان ہوا ہے یعنی اس سے قطع نظر کرتے ہوئے کہ اپنے گھر کے اندر ہو یا باہر، عورت کو کس حصہ بدن کا کس کے سامنے کن حالات میں کھلا رکھنا جائز ہے۔ باقی مسئلہ "حجاب" یعنی شریعت نے اس کو کن حالات میں گھر سے باہر نکلنے یا سیر و سیاحت کرنے کی اجازت دی، یہاں مذکور نہیں۔ اس کی کچھ تفصیل ان شاء اللہ سورۂ احزاب میں آئے گی۔ اور ہم نے فتنہ کا خوف نہ ہونے کی جو شرط لگائی وہ دوسرے دلائل اور قواعد شرعیہ سے ماخوذ ہے جو ادنیٰ تامل اور مراجعت نصوص سے دریافت ہو سکتی ہیں۔

◆ **اوڑھنی کا حکم اور طریقہ** | بدن کی خلقی زیبائش میں سب سے زیادہ نمایاں چیز سینہ کا ابھار ہے۔ اس کے مزید تستر کی خاص طور پر تاکید فرمائی اور جاہلیت کی رسم کو مٹانے کی صورت بھی بتلا دی۔ جاہلیت میں عورتیں خمار (اوڑھنی) سر پر ڈال کر اس کے دونوں پلے پشت پر لٹکا لیتی تھیں۔ اس طرح سینہ کی ہیئت نمایاں رہتی تھی۔ یہ گویا حسن کا مظاہرہ تھا۔ قرآن کریم نے بتلا دیا کہ اوڑھنی کو سر پر سے لا کر گریبان پر ڈالنا چاہئے تاکہ اس طرح کان، گردن اور سینہ پوری طرح مستور رہے۔

إِلَّا لِبُعُولَتِهِنَّ أَوْ آبَائِهِنَّ أَوْ آبَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ

مگر اپنے خاوندوں کے ◆ یا اپنے باپ کے ◆ یا اپنے خاوند کے باپ کے ◆ یا

أَبْنَائِهِنَّ أَوْ أَبْنَاءِ بُعُولَتِهِنَّ أَوْ إِخْوَانِهِنَّ أَوْ

اپنے بیٹے کے ◆ یا اپنے خاوند کے بیٹے کے ◆ یا اپنے بھائی کے ◆ یا

بَنِي إِخْوَانِهِنَّ أَوْ بَنِي أَخَوَاتِهِنَّ أَوْ نِسَائِهِنَّ أَوْ مَا

اپنے بھتیجوں کے ◆ یا اپنے بھانجوں کے ◆ یا اپنی عورتوں کے ◆ یا

مَلَكَتْ أَيْمَانُهُنَّ أَوِ التَّابِعِينَ غَيْرِ أُولِي الْإِرْبَةِ

اپنے ہاتھ کے مال کے ◆ یا کاروبار کرنے والوں کے ◆ جو مرد کہ

مِنَ الرِّجَالِ أَوِ الطِّفْلِ الَّذِينَ لَمْ يَظْهَرُوا عَلَىٰ عَوْرَاتِ

کچھ غرض نہیں رکھتے ◆ یا لڑکوں کے ◆ جنہوں نے ابھی نہیں پہچانا عورتوں کے

النِّسَاءِ ۖ وَلَا يَضْرِبْنَ بِأَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِينَ مِنْ

بھید کو ◆ اور نہ ماریں زمین پر اپنے پاؤں کو ◆ کہ جانا جائے جو چھپاتی ہیں

زِينَتِهِنَّ ۚ وَتُوبُوا إِلَى اللَّهِ جَمِيعًا أَيُّهَ الْمُؤْمِنُونَ

اپنا سنگار ◆ اور توبہ کرو اللہ کے آگے سب مل کر ◆ اے ایمان والو

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿۳۱﴾ وَأَنْكِحُوا الْأَيَامَىٰ مِنْكُمْ وَالصَّالِحِينَ

تاکہ تم بھلائی پاؤ ◆ اور نکاح کر دو رانڈوں کا اپنے اندر ◆ اور جو نیک ہوں

مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِمَائِكُمْ ۚ إِنْ يَكُونُوا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ

تمہارے غلام ◆ اور لونڈیاں ◆ اگر وہ ہوں گے مفلس ◆ اللہ ان کو

محرم لوگوں کی تفصیل | چچا اور ماموں کا بھی یہی حکم ہے اور ان محارم میں بھی فرق مراتب ہے۔ مثلاً جو زینت خاوند کے آگے ظاہر کر سکتی ہے دوسرے محارم کے سامنے نہیں کر سکتی۔ اجزائے زینت کے درجات ہیں جن کی تفصیل فتاویٰ اور کتب فقہ میں دیکھنی چاہئے۔ یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ جس قدر تستر کا اہتمام اجنبیوں سے ہے، وہ ان محارم سے نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک عضو کو ان میں سے ہر ایک کے آگے کھول سکتی ہے۔

یعنی جو عورتیں ان کے پاس اٹھنے بیٹھنے والی ہیں بشرطیکہ نیک چلن ہوں۔ بدراہ عورتوں کے سامنے نہیں۔ اور بہت سے سلف کے نزدیک اس سے مسلمان عورتیں مراد ہیں۔ کافر عورت اجنبی مرد کے حکم میں ہے۔

یعنی اپنی لونڈیاں (باندیاں)۔ اور بعض سلف کے نزدیک مملوک غلام بھی اس میں داخل ہے اور ظاہر قرآن سے اسی کی تائید ہوتی ہے۔ لیکن جمہور ائمہ اور سلف کا یہ مذہب نہیں۔

یعنی کمیرے خدمتگار جو محض اپنے کام سے کام رکھیں اور کھانے سونے میں غرق ہوں، شہوت نہ رکھتے ہوں یا از راہ عقل پاگل جن کے حواس وغیرہ بھی ٹھکانے نہ ہوں، محض کھانے پینے میں گھر والوں کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔

یا جن لڑکوں کو ابھی تک نسوانی اسرار کی کوئی تمیز نہیں، نہ نفسانی جذبات رکھتے ہیں۔

عورتوں کے چلنے پھرنے کے آداب | یعنی چال ڈھال ایسی نہ ہونی چاہئے کہ زیور وغیرہ کی آواز سے اجانب کو ادھر میلان اور توجہ ہو۔ بسا اوقات اس قسم کی آواز صورت دیکھنے سے بھی زیادہ نفسانی جذبات کے لئے محرک ہو جاتی ہے۔

توبہ کا حکم | یعنی پہلے جو کچھ حرکات ہو چکیں ان سے توبہ کرو اور آئندہ کے لئے ہر مرد و عورت کو خدا سے ڈر کر اپنی تمام حرکات و سکنات اور چال چلن میں ادب اور تقویٰ کی راہ اختیار کرنی چاہئے۔ اسی میں دارین کی بھلائی اور کامیابی ہے۔

دوسرے نکاح کا حکم | اوپر سے حد، لعان، غض بصر اور تستر وغیرہ کے احکام بیان ہوئے تھے تا بے حیائی اور بدکاری کی روک تھام کی جائے۔ اس آیت میں یہ حکم دیا کہ جن کا نکاح نہیں ہوا یا ہو کر بیوہ اور رنڈوے ہو گئے تو موقع مناسب ملنے پر ان کا نکاح کر دیا کرو۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا "اے علی! تین کاموں میں دیر نہ کر۔ نماز فرض کا جب وقت آ جائے، جنازہ جب موجود ہو، اور رانڈ عورت جب اس کا کفو مل جائے۔" جو قومیں رانڈوں کے نکاح پر ناک بھوں چڑھاتی ہیں سمجھ لیں کہ ان کا ایمان سلامت نہیں۔

یعنی لونڈی غلام کو اگر اس لائق سمجھو کہ حقوق زوجیت ادا کر سکیں گے اور نکاح ہو جانے پر مغرور ہو کر تمہاری خدمت نہ چھوڑ بیٹھیں گے تو ان کا بھی نکاح کر دو۔

اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۲﴾ وَلْيَسْتَعْفِفِ

غنی کر دے گا اپنے فضل سے ◆ اور اللہ کشائش والا سب کچھ جانتا ہے ◆ اور اپنے آپ کو تھامے رہیں

الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ نِكَاحًا حَتّٰى يُغْنِيَهُمُ اللّٰهُ مِنْ

جن کو نہیں ملتا سامان نکاح کا جب تک مقدور دے ان کو اللہ اپنے

فَضْلِهٖ ؕ وَالَّذِيْنَ يَبْتَغُوْنَ الْكِتٰبَ مِمَّا مَلَكَتْ

فضل سے ◆ اور جو لوگ چاہیں لکھت آزادی کی مال دے کر ان میں سے کہ جو

اَيْمَانُكُمْ فَكَاتِبُوْهُمْ اِنْ عَلِمْتُمْ فِيْهِمْ خَيْرًا ۖ وَّاٰتُوْهُمْ

تمہارے ہاتھ کے مال ہیں تو ان کو لکھ کر دے دو اگر سمجھو ان میں کچھ نیکی (بھلائی) ◆ اور دو ان کو

مِّنْ مَّالِ اللّٰهِ الَّذِيْۤ اٰتٰىكُمْ ؕ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ

اللہ کے مال سے جو اس نے تم کو دیا ہے ◆ اور مت زبردستی کرو اپنی چھوکریوں پر

عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ

بدکاری کے واسطے اگر وہ چاہیں قید سے بچی رہنا کہ تم کمانا چاہو اسباب دنیا کی

الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ

زندگانی کا ◆ اور جو کوئی ان پر زبردستی کرے گا تو اللہ ان کی بے بسی کے پیچھے

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اِلَيْكُمْ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ

بخشنے والا مہربان ہے ◆ اور ہم نے اتاریں تمہاری طرف آیتیں کھلی ہوئی

وَّمَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ وَمَوْعِظَةً

اور کچھ حال ان کا جو ہو چکے تم سے پہلے اور نصیحت

◆ **افلاس کی وجہ سے نکاح کو مت چھوڑو** | بعض لوگ نکاح میں اس لیے بھی پس و پیش کیا کرتے ہیں کہ نکاح ہو جانے کے بعد بیوی بچوں کا بار کیسے اٹھے گا۔ انہیں سمجھا دیا کہ ایسے موہوم خطرات پر نکاح سے مت رکو۔ روزی تمہاری اور بیوی بچوں کی اللہ کے ہاتھ میں ہے کیا معلوم ہے کہ خدا چاہے تو ان ہی کی قسمت سے تمہارے رزق میں کشائش کر دے۔ مجرد رہنا غنا کا موجب ہے اور نکاح کرنا فقر و افلاس کو مستلزم ہے۔ یہ باتیں حق تعالیٰ کی مشیت پر ہیں۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا۔ "وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖٓ اِنْ شَاۗءَ" (توبہ رکوع ۴) اور ظاہری اسباب کے اعتبار سے بھی یہ چیز معقول ہے کہ نکاح کر لینے یا ایسا ارادہ کرنے سے آدمی پر بوجھ پڑتا ہے اور وہ پہلے سے بڑھ کر کمائی کے لئے جد و جہد کرتا ہے۔ ادھر بیوی اور اولاد ہو جاتے تو وہ بھی بعض اوقات بیوی کے کنبہ والے بھی کسب معاش میں ان کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ بہرحال روزی کی تنگی یا وسعت نکاح یا تجرد پر موقوف نہیں۔ پھر یہ خیال نکاح سے مانع کیوں ہو۔

◆ جس کے حق میں مناسب جانتا ہے کشائش کر دیتا ہے۔

◆ **نکاح ہونے تک پاکدامن رہیں** | یعنی جن کو فی الحال اتنا بھی مقدور نہیں کہ کسی عورت کو نکاح میں لاسکیں تو جب تک خدا تعالیٰ مقدور دے، چاہئے کہ اپنے نفس کو قابو میں رکھیں، اور عفیف رہنے کی کوشش کریں۔ کچھ بعید نہیں کہ اسکی ضبط نفس اور عفت کی برکت سے حق تعالیٰ ان کو غنی کر دے اور نکاح کے بہترین سامان مہیا فرما دے۔

◆ **مکاتبت کا حکم** | یعنی کسی کا غلام یا لونڈی کہے بذریعہ تحریر کے تصفیہ کرنا چاہے کہ میں اتنی مدت میں اس قدر مال کما کر ادا کروں تو مجھے آزاد کر دو تو مالک کو چاہئے کہ قبول کر لے اور لکھوا لے (اس معاملہ کو "مکاتبت" کہتے ہیں اور یہ غلاموں کے آزاد کرانے کی ایک خاص صورت ہے) لیکن یہ مالک کو اس وقت قبول کرنا چاہئے جب وہ سمجھے کہ واقعی اس غلام یا لونڈی کے حق میں آزادی بہتر ہو گی۔ قید غلامی سے چھوٹ کر چوری یا بدکاری یا اور طرح کی بدمعاشیاں کرتا نہ پھرے گا۔ اگر یہ اطمینان ہو تو بیشک اس کو آزادی کا موقع دینا چاہئے۔ تا وہ آزاد ہو کر اپنی فلاح کے میدانوں میں خوب ترقی کر سکے اور جس سے نکاح کرنا چاہے تو باختیار خود نکاح کر لے۔ غلامی کی وجہ سے میدان تنگ نہ ہو۔

◆ **غلاموں کی مالی امداد** | یہ دوسرے مسلمانوں کو فرمایا کہ ایسی لونڈی غلام کی مالی امداد خواہ زکوٰۃ سے یا عام صدقات و خیرات وغیرہ سے تا وہ جلد آزادی حاصل کر سکیں، اور اگر مالک بدل کتابت کا کوئی حصہ معاف کر دے، یہ بھی بڑی امداد ہے **تنبیہ** | مصارف زکوٰۃ میں جو "وَفِي الرِّقَابِ" کا ایک مد رکھا ہے وہ ان ہی غلاموں کے آزاد کرانے کے لئے ہے۔ خلفائے راشدین کے عہد میں بیت المال سے ایسے غلاموں کی امداد ہوتی تھی۔

◆ **لونڈیوں سے بدکاری کرانا** | جاہلیت میں بعض لوگ اپنی لونڈیوں سے کسب کراتے تھے۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین کے پاس کئی لونڈیاں تھیں جن سے بدکاری کرا کر روپیہ حاصل کرتا تھا۔ ان میں بعض مسلمان ہو گئیں تو اس فعل شنیع سے انکار کیا۔ اس پر وہ ملعون زد و کوب کرتا تھا، یہ آیت اسی قصہ میں نازل ہوئی۔ اور اسی شان نزول کی رعایت سے حرف یہ کہے گئے "اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا" "لِتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا" کی قیود بڑھائی ہیں ورنہ لونڈیوں سے بدکاری کرانا ہر حال میں حرام ہے اور اس طرح جو کمائی کریں سب ناپاک ہے۔ خواہ لونڈیاں یہ کام رضا و رغبت سے کریں یا زبردستی اور ناخوشی سے۔ ہاں اگر لونڈیاں نہ چاہیں اور یہ محض دنیا کے حقیر فائدے کے لئے زبردستی مجبور کرے تو اور بھی زیادہ وبال اور انتہائی قباحت اور بے شرمی کی دلیل ہے۔

◆ یعنی زندگی بڑی چیز ہے جو جبر و اکراہ کے بعد بھی بدی رکتی ہے۔ یقیناً حق تعالیٰ محض اپنی رحمت سے "مکرہ" کی بے بسی اور بیچارگی کو دیکھ کر درگذر فرماتا ہے۔ اس صورت میں مکرہ (زبردستی کرنے والے) پر سخت عذاب ہوگا اور مظلوم (جس پر زبردستی کی گئی) کا جرم کیا ہوئے گا۔

لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۴﴾ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ مَثَلُ

ڈرنے والوں کو ◆ اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی ◆ مثال

نُوْرِهٖ كَمِشْكٰوةٍ فِيْهَا مِصْبَاحٌ ؕ اَلْمِصْبَاحُ فِيْ زُجَاجَةٍ ؕ

اس کی روشنی کی جیسے ایک طاق اس میں ہو ایک چراغ وہ چراغ دھرا ہو ایک شیشہ میں

اَلزُّجَاجَةُ كَاَنَّهَا كَوْكَبٌ دُرِّيٌّ يُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ

وہ شیشہ ہے جیسے ایک تارہ چمکتا ہوا تیل جلتا ہے اس میں ایک برکت کے درخت کا

زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ ۙ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ

وہ زیتون ہے نہ مشرق کی طرف ہے اور نہ مغرب کی طرف قریب ہے کہ اس کا تیل کہ روشن ہو جائے اگرچہ

لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ ؕ نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ ؕ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ

نہ لگی ہو اس میں آگ روشنی پر روشنی اللہ راہ دکھا دیتا ہے اپنی روشنی کی جس کو

يَّشَآءُ ؕ وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ

چاہے اور بیان کرتا ہے اللہ مثالیں لوگوں کے واسطے اور اللہ سب

◆ **قرآن کریم میں گزشتہ اقوام کے حالات** | یعنی قرآن میں سب سمجھ، نصیحتیں، احکام اور گزشتہ اقوام کے عبرتناک واقعات بیان کر دیئے گئے ہیں تا خدا کا ڈر رکھنے والے ان کو نصیحت و عبرت حاصل کریں اور اپنے انجام کو سوچیں۔ یا "مَثَلًا مِّنَ الَّذِيْنَ خَلَوْا" سے مراد یہ ہو کہ پہلی امتوں پر بھی اسی طرح کی حدود اور احکام جاری کیے گئے تھے جو اس سورت میں مذکور ہوئے۔ اور بعض قصے بھی اس قصہ "افک" کے مشابہ پیش آئے جو سورۂ ہٰذا میں بیان کیا گیا ہے۔ یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم صدیقہ اور حضرت یوسف صدیق کی دشمنوں کے بہتان سے براءت ظاہر فرمائی، عائشہ صدیقہ بنت الصدیق کی براءت اور بزرگی بھی تا قیام قیامت صادقین کے قلوب میں نقش فی الحجر کر دی۔ اور دشمنوں کا منہ کالا کیا۔

اللہ زمین و آسمان کا نور ہے یعنی اللہ سے رونق اور ہستی ہے زمین اور آسمان کی۔ اس کی مدد نہ ہو تو سب ویران ہو جائیں (موضح القرآن) سب مخلوق کو نور وجود اسی سے ملا ہے۔ چاند، سورج، ستارے، فرشتے اور انبیاء و اولیاء میں جو ظاہری یا باطنی روشنی ہے اسی منبع النور سے مستفاد ہے۔ ہدایت و معرفت کا جو چمکارا کسی کو پہنچتا ہے اسی بارگاہ رفیع سے پہنچتا ہے۔ تمام علویات و سفلیات اس کی آیات تکوینیہ و تنزیلیہ سے منور ہیں۔ حسن و جمال، خوبی و کمال کی کوئی چمک اگر کہیں نظر پڑتی ہے وہ اسی کے جیب منور اور ذات مبارک کے جمال و کمال کا ایک پرتو ہے۔ سیرت ابن اسحٰق میں ہے کہ طائف میں جب لوگوں نے حضور کو ستایا تو یہ دعا زبان پر تھی "اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ الَّذِیْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمَاتُ وَصَلُحَ عَلَیْهِ اَمْرُ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ اَنْ یَّحِلَّ بِیْ غَضَبُكَ اَوْ یَنْزِلَ بِیْ سَخَطُكَ لَكَ الْعُتْبٰی حَتّٰی تَرْضٰی وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ" رات کی تاریکی میں آپ اپنے رب کو "اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ" کہہ کر پکارا کرتے اور اپنے کان، آنکھ، دل، ہر ہر عضو بلکہ بال بال میں اس سے نور طلب فرماتے تھے اور آخر میں بطور خلاصہ فرماتے۔ "وَاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا" یا "وَاَعْظِمْ لِیْ نُوْرًا" یا "وَاجْعَلْنِیْ نُوْرًا" یعنی میرے نور کو بڑھا بلکہ مجھ کو سراپا نور بنا دے۔ اور ایک حدیث میں ہے اِنَّ اللهَ خَلَقَ خَلْقَهٗ فِیْ ظُلْمَةٍ ثُمَّ اَلْقٰی عَلَیْهِمْ مِّنْ نُّوْرِهٖ فَمَنْ اَصَابَهٗ مِنْ نُّوْرِهٖ یَوْمَئِذٍ اهْتَدٰی وَمَنْ اَخْطَاَهٗ ضَلَّ (فتح الباری ۱/۲۲۳) یعنی جس کو اس وقت اللہ کے نور (توفیق) سے حصہ ملا وہ ہدایت پر آیا اور جو اس سے چوکا گمراہ ہوا۔ واضح رہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی دوسری صفات مثلاً سمع بصر وغیرہ کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جا سکتی۔ ایسے ہی صفت نور بھی ہے مخلوقات کے نور پر قیاس نہ کیا جائے تفصیل کے لئے امام غزالی کا رسالہ "مشکوٰۃ الانوار" دیکھو۔

شَيْءٍ عَلِيمٌ ﴿٣٥﴾ فِي بُيُوتٍ أَذِنَ اللَّهُ أَنْ تُرْفَعَ وَيُذْكَرَ

چیز کو جانتا ہے ◆ ان گھروں میں کہ اللہ نے حکم دیا ان کو بلند کرنے کا ◆ اور وہاں

فِيهَا اسْمُهُ يُسَبِّحُ لَهُ فِيهَا بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ ﴿٣٦﴾

اس کا نام پڑھنے کا ◆ یاد کرتے ہیں اس کی وہاں صبح اور شام ◆

رِجَالٌ لَا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَ

وہ مرد کہ نہیں غافل ہوتے سودا کرنے میں اور نہ بیچنے میں اللہ کی یاد سے اور

إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيتَاءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُونَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ

نماز قائم رکھنے سے اور زکوٰۃ دینے سے ◆ ڈرتے رہتے ہیں اس دن سے جس میں

فِيهِ الْقُلُوبُ وَالْأَبْصَارُ ﴿٣٧﴾ لِيَجْزِيَهُمُ اللَّهُ أَحْسَنَ مَا

الٹ جائیں گے دل اور آنکھیں ◆ تاکہ بدلہ دے ان کو اللہ ان کے بہتر سے بہتر

عَمِلُوا وَيَزِيدَهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَنْ

کاموں کا ◆ اور زیادہ دے ان کو اپنے فضل سے ◆ اور اللہ روزی دیتا ہے جس کو

يَشَاءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَعْمَالُهُمْ

چاہے بے شمار ◆ اور جو لوگ منکر ہیں ان کے کام

◆ یعنی یوں تو اللہ تعالیٰ کے نور سے تمام موجودات کی نمود ہے۔ لیکن مومنین مہتدین کو نور الٰہی سے ہدایت و عرفان کا جو خصوصی حصہ ملتا ہے اس کی مثال ایسی سمجھو گویا مومن قانت کا جسم ایک طاق کی طرح ہے جس کے اندر ایک ستارہ کی طرح چمکدار شیشہ (قندیل) رکھا ہے یہ شیشہ اس کا قلب ہوا جس کا تعلق عالم بالا سے ہے۔ اس شیشہ (قندیل) میں معرفت و ہدایت کا بجلی روشن ہے۔ یہ روشنی ایسے صاف و شفاف اور لطیف تیل سے حاصل ہو رہی ہے جو ایک نہایت ہی مبارک درخت (زیتون) سے نکل کر آیا ہے اور زیتون بھی وہ جو کسی حجاب سے نہ مشرق میں ہو نہ مغرب میں یعنی کسی طرف دھوپ کی روک نہیں کھلے میدان میں کھڑا ہے جس پر صبح و شام دونوں وقت کی دھوپ پڑتی ہے۔ تجربہ سے معلوم ہوا کہ ایسے زیتون کا تیل اور بھی

اس مثال کی ایک عمدہ توجیہ

زیادہ لطیف و صاف ہوتا ہے۔ غرض اس کا تیل اس قدر صاف اور چمکدار ہے کہ بدون آگ دکھلائے ہی معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود روشن ہو جائے گا۔ یہ تمثیل میرے نزدیک اسی حسن استعداد اور نور توفیق کا ہوا جو نور مبارک کے القاء سے بدو فطرت میں مومن کو حاصل ہوا تھا۔ جیسا کہ اوپر کے فائدہ میں گذر چکا اور جس طرح شجرۂ مبارکہ کو "لَا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ" فرمایا تھا وہ نور ربانی بھی جہت کی قید سے پاک ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مومن کا شیشۂ دل نہایت صاف ہوتا ہے اور خدا کی توفیق سے اس میں قبول حق کی ایسی زبردست استعداد پائی جاتی ہے کہ بدون دیا سلائی دکھائے ہی جل اٹھنے کو تیار ہوتا ہے۔ اب جہاں ذرا آگ دکھائی یعنی وحی قرآن کی تیز روشنی نے اس کو مس کیا فوراً اس کی فطری روشنی بھڑک اٹھی۔ اسی کو "نُوْرٌ عَلٰى نُوْرٍ" فرمایا۔ باقی یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہے جس کو چاہے اپنی روشنی عنایت فرمائے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کس کو یہ روشنی ملنی چاہیے کس کو نہیں۔ ان عجیب و غریب مثالوں کا بیان فرمانا بھی اسی غرض سے ہے کہ استعداد رکھنے والوں کو بصیرت کی ایک روشنی حاصل ہو۔ حق تعالیٰ ہی تمثیل کے مناسب موقع و محل کو پوری طرح جانتا ہے۔ کسی دوسرے کو قدرت کہاں کہ ایسی موزوں و جامع مثال پیش کر سکے۔ آگے فرمایا کہ وہ روشنی ملتی ہے ان سے کہ جن مسجدوں میں کامل لوگ صبح و شام بندگی کرتے ہیں وہاں دھیان لگا رہے۔ بعض مفسرین نے تشبیہ کی تقریر بہت طرح کی ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ نے بھی موضح القرآن میں نہایت لطیف و محقق تقریر فرمائی ہے مگر بندہ کے خیال میں جو توجیہ آئی وہ درج کر دی۔ وللناس فيما يعشقون مذاهب۔ واضح رہے کہ "يُوْقَدُ" اور "وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ" میں جس نار کی طرف اشارہ ہے میں نے علیحدہ اس کی جگہ وحی قرآن کو لکھا ہے۔ اس کا ماخذ وہ تقریر ہے جو حضرت شاہ صاحبؒ نے "مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِي اسْتَوْقَدَ نَارًا" پر لکھا ہے اور جس کی تائید بغوی کی ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں آپ نے یہ الفاظ فرمائے ہیں۔ "إِنَّمَا مَثَلِيْ وَمَثَلُ النَّاسِ كَمَثَلِ رَجُلٍ اسْتَوْقَدَ نَارًا فَلَمَّا أَضَاءَتْ مَا حَوْلَهُ جَعَلَ الْفَرَاشُ وَهٰذِهِ الدَّوَابُّ الَّتِيْ يَقَعْنَ فِيْهَا" الخ

◆ **مسجدوں کی تعظیم و تطہیر** | ان کی تعظیم و تطہیر کا حکم دیا یعنی ان کی تعمیر کی جائے اور ہر قسم کی گندگی اور لغو افعال و اقوال سے پاک رکھا جائے۔ مساجد کی تعظیم میں یہ بھی داخل ہے کہ وہاں جا کر دو رکعت تحیۃ المسجد پڑھے۔

◆ تسبیح و تہلیل اور تلاوت قرآن وغیرہ سب ذکر اس میں شامل ہیں۔

◆ یعنی تمام مناسب اوقات میں خدا کو یاد کرتے ہیں۔ بعض مفسرین نے کہا کہ "غدو" سے صبح کی نماز مراد ہے اور "آصال" میں باقی چاروں نمازیں داخل ہیں۔ کیونکہ اصیل زوال شمس سے صبح تک کے اوقات پر بولا جاتا ہے۔

◆ **رجال اللہ کبھی غافل نہیں ہوتے** | یعنی معاش کے دھندے ان کو اللہ کی یاد اور احکام الٰہیہ کی بجا آوری سے غافل نہیں کرتے۔ بڑے سے بڑا بیوپار یا معمولی خرید و فروخت کوئی چیز خدا کے ذکر سے نہیں روکتی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہی شان تھی۔

◆ یعنی اس روز دل وہ باتیں سمجھیں گے جو ابھی تک نہ سمجھے تھے اور آنکھیں وہ ہولناک واقعات دیکھیں گی جو کبھی نہ دیکھے تھے۔ قلوب میں کبھی نجات کی توقع پیدا ہوگی، کبھی ہلاکت کا خوف۔ اور آنکھیں کبھی داہنے کبھی بائیں دیکھیں گی کہ دیکھیے کس طرف سے پکڑے جائیں یا کس جانب سے اعمالنامہ ہاتھ میں دیا جائے۔

◆ یعنی اچھے کاموں کا جو صلہ مقرر ہے وہ ملے گا۔ اور حق تعالیٰ کے فضل سے اور زیادہ دیا جائے گا جس کی تفصیل و تعیین ابھی نہیں کی جا سکتی۔

◆ یعنی اس کے ہاں کیا کمی ہے، اگر چاہیں بے حد و حساب عنایت فرمائے تو کچھ مشکل نہیں۔

كَسَرَابٍۭ بِقِيْعَةٍ يَّحْسَبُهُ الظَّمْاٰنُ مَآءً ۗ حَتّٰٓى اِذَا جَآءَهٗ

جیسے ریت جنگل میں پیاسا جانے اس کو پانی یہاں تک کہ جب پہنچا اس پر

لَمْ يَجِدْهُ شَيْـًٔا وَّوَجَدَ اللّٰهَ عِنْدَهٗ فَوَفّٰىهُ حِسَابَهٗ ۗ

اس کو کچھ نہ پایا اور اللہ کو پایا اپنے پاس پھر اس کو پورا پہنچا دیا اس کا لکھا

وَاللّٰهُ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۳۹﴾ اَوْ كَظُلُمٰتٍ فِيْ بَحْرٍ لُّجِّيٍّ

اور اللہ جلد لینے والا ہے حساب ◆ یا جیسے اندھیرے گہرے دریا میں

يَّغْشٰىهُ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ مَوْجٌ مِّنْ فَوْقِهٖ سَحَابٌ ۭ

چڑھی آتی ہے اس پر ایک لہر اس پر ایک اور لہر اس کے اوپر بادل

ظُلُمٰتٌۢ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ ۭ اِذَآ اَخْرَجَ يَدَهٗ لَمْ

اندھیرے ہیں ایک پر ایک ◆ جب نکالے اپنا ہاتھ

يَكَدْ يَرٰىهَا ۭ وَمَنْ لَّمْ يَجْعَلِ اللّٰهُ لَهٗ نُوْرًا فَمَا لَهٗ

لگتا نہیں کہ اس کو وہ سوجھے ◆ اور جس کو اللہ نے نہ دی روشنی اس کے واسطے

مِنْ نُّوْرٍ ﴿۴۰﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ

کہیں نہیں روشنی ◆ کیا تو نے نہ دیکھا کہ اللہ کی یاد کرتے ہیں جو کوئی ہیں آسمان

وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰۗفّٰتٍ ۭ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَ

اور زمین میں اور اڑتے جانور پر کھولے ہوئے ◆ ہر ایک نے جان رکھی ہے اپنی طرح کی بندگی اور

تَسْبِيْحَهٗ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلِلّٰهِ مُلْكُ

[illegible] ◆ اور اللہ کو معلوم ہے جو کچھ کرتے ہیں ◆ اور اللہ کی حکومت ہے

◆ **کفار کے اعمال کی مثال** کافر دو قسم کے ہیں ایک وہ جو اپنے زعم اور عقیدہ کے موافق کچھ اچھے کام کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ مرنے کے بعد کام آئیں گے۔ حالانکہ اگر کوئی کام بھلا بھی ہو تو کفر کی شامت سے وہ عند اللہ مقبول و معتبر نہیں۔ ان فریب خوردہ کافروں کی مثال ایسی سمجھو کہ دوپہر کے وقت جنگل میں ایک پیاسے کو دور سے پانی دکھائی دیا اور وہ حقیقت میں چمکتی ہوئی ریت تھی۔ پیاسا شدت تشنگی سے بیتاب ہو کر وہاں پہنچا، دیکھا تو پانی وانی کچھ نہ تھا۔ ہاں ہلاکت کی گھڑی سامنے کھڑی تھی اور اللہ تعالیٰ عمر بھر کا حساب لینے کے لئے موجود تھا۔ چنانچہ اسی اضطراب و حسرت کے وقت خدا نے اس کا سب حساب ایک دم میں چکا دیا۔ کیونکہ وہاں حساب کرتے کیا دیر لگتی ہے۔ بس آنکھیں بند ہوتے ہی عمر بھر کی محنتوں اور مشقتوں کا بھگتان کر دیا گیا۔ دوسرے وہ ہیں جو سر سے پاؤں تک دنیا کے مزوں میں غرق اور جہل و کفر و ظلم و عصیان کی اندھیریوں میں پڑے غوطے کھا رہے ہیں۔ ان کی مثال آگے بیان فرمائی۔ ان کے پاس روشنی کی اتنی بھی چمک نہیں جتنی سراب پر دھوکہ کھانے والے کو نظر آئی تھی۔ یہ لوگ خالص اندھیریوں اور تہ بہ تہ ظلمات میں بند ہیں کسی طرف سے روشنی کی شعاع ان تک نہیں پہنچ رہی۔ نعوذ باللہ منہا۔

◆ یعنی سمندر کی تہ میں خود دریا کا اندھیرا، اس پر طوفانی لہریں جو ایک پر ایک چڑھی آتی ہیں۔ پھر سب کے اوپر گھٹا بادل کا اندھیرا اور رات کا وقت فرض کیا جائے تو ان اندھیریوں میں اور اضافہ ہو جائے گا۔

◆ یعنی اپنا ہاتھ اٹھا کر آنکھوں سے قریب کر کے دیکھے تو اندھیرے کی وجہ سے نظر نہ آئے جس کو محاورے میں یہاں کہتے ہیں کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں پہچانتا۔

◆ اوپر مومنین کے ذکر میں جو "یَهْدِی اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ یَّشَآءُ" فرمایا تھا، یہ جملہ اس کے مقابل ہوا۔ یعنی جس کو خدا تعالیٰ نور توفیق نہ دے اسے اور کون روشنی پہنچا سکتا ہے۔ ان کی استعداد خراب تھی تو توفیق نہ ملی۔ اور دریا کی تہ میں گر کر انہوں نے سب دروازے روشنی کے اپنے اوپر بند کر لئے۔ پھر نور آئے تو کدھر سے آئے۔

◆ **مخلوقات اور پرندوں کی تسبیح** شاید اڑتے جانوروں کا علیحدہ ذکر اس لئے کیا کہ وہ اس وقت آسمان اور زمین کے بیچ میں معلق ہوتے ہیں اور ان کا اس طرح ہوا میں اڑتے رہنا قدرت کی بڑی نشانی ہے۔

◆ یعنی حق تعالیٰ نے ہر ایک چیز کو اس کے حال کے مناسب جو طریقہ اطاعت و بندگی اور تسبیح و تحمید کا الہام فرمایا، اسی کو بجا کر وہ اپنا وظیفہ ادا کرتی رہتی ہے۔ لیکن افسوس و تعجب کا مقام ہے کہ بہت سے انسان کہلانے والے غرور و غفلت اور تعصب و جہالت میں پھنس کر مالک حقیقی کی یاد اور ادائے وظیفہ عبودیت سے بے بہرہ ہیں۔ تنبیہ: مخلوقات کی تسبیح کے متعلق پندرھویں پارہ کے ربع کے قریب کچھ مضمون گذر چکا۔ وہیں دیکھ لیا جائے۔ ایک حدیث میں ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو تسبیح کی وصیت کی اور فرمایا۔ "وَاِنَّهَا لَصَلٰوةُ الْخَلْقِ" (یہ ہی باقی مخلوق کی نماز ہے)۔

◆ یعنی ان کی بندگی اور تسبیح کو تم نہ سمجھو لیکن حق تعالیٰ کو سب معلوم ہے کہ کون کیا کرتا ہے۔

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ

آسمان اور زمین میں ◆ اور اللہ ہی تک پھر جانا ہے ◆ تو نے نہ دیکھا

اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِيْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ

کہ اللہ ہانک لاتا ہے بادلوں کو (بادلوں کو) پھر ان کو ملا دیتا ہے پھر ان کو رکھتا ہے

رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ

تہ بہ تہ پھر تو دیکھے مینہ نکلتا ہے اس کے بیچ سے ◆ اور اتارتا ہے

السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ

آسمان سے اس میں جو پہاڑ ہیں اولوں کے پھر وہ ڈالتا ہے

مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ۗ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ

جس پر چاہے اور بچا دیتا ہے جس سے چاہے ◆ ابھی اس کی بجلی کی کوند (چمک)

يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ﴿۴۳﴾ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۗ

لے جائے آنکھوں کو ◆ اللہ بدلتا ہے رات اور دن کو ◆

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ﴿۴۴﴾ وَاللّٰهُ

اس میں دھیان کرنے کی جگہ ہے آنکھ والوں کو ◆ اور اللہ نے

خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى

بنایا ہر پھرنے والے کو ایک پانی سے ◆ پھر کوئی ہے کہ چلتا ہے اپنے

بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ

پیٹ پر ◆ اور کوئی ہے کہ چلتا ہے دو پاؤں پر ◆ اور کوئی ہے

◆ **اللہ کی حکومت ہر شے پر حاوی ہے** | یعنی جیسے اس کا علم سب کو محیط ہے، اس کی حکومت بھی تمام علویات و سفلیات پر حاوی ہے اور سب کو آخر کار اسی کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ آگے اپنے حاکمانہ اور قادرانہ تصرفات کو بیان فرماتے ہیں۔

◆ **بادلوں کے نظام میں اللہ کی نشانیاں** | یعنی ابتداء میں بادل کے چھوٹے ٹکڑے اٹھتے ہیں پھر مل کر بڑا بادل بن جاتا ہے۔ پھر بادلوں کی تہ پر تہ جمادی جاتی ہے۔

◆ **پہاڑ اور اولے** | یعنی جیسے زمین میں پتھروں کے پہاڑ ہیں، بعض سلف نے کہا کہ اسی طرح آسمان میں اولوں کے پہاڑ ہیں۔ مترجم رحمہ اللہ نے اسی کے موافق ترجمہ کیا ہے۔ لیکن زیادہ راجح اور قوی یہ ہے کہ "سماء" سے بادل مراد ہو۔ مطلب یہ ہے کہ بادلوں سے جو کثیف اور بھاری ہونے میں پہاڑوں کی طرح ہیں، اولے برساتا ہے جس سے جن کو چاہتا ہے مالی یا جانی نقصان پہنچ جاتا ہے اور بہت سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ مشہور ہے کہ اولے کی جھال بیل کے ایک سینگ پر پڑتی ہے اور دوسرا سینگ خشک رہتا ہے۔

◆ **برق کی چمک** | یعنی بجلی کی چمک اس قدر تیز ہوتی ہے کہ آنکھیں خیرہ ہو جاتی ہیں، قریب ہے کہ بینائی جاتی رہے۔

◆ **دن اور رات کی تبدیلی** | یعنی دن کے بعد رات اور رات کے بعد دن اسی کی قدرت سے آتا ہے۔ وہی کبھی رات کو کبھی دن کو گھٹاتا بڑھاتا رہتا ہے اور دن کی گرمی کو سردی سے، سردی کو گرمی سے تبدیل کرتا ہے۔

◆ **قدرت کے ان مظاہر کا مطالبہ** | یعنی چاہیے کہ قدرت کے ایسے عظیم الشان نشانات دیکھ کر آدمی بصیرت و عبرت حاصل کرے اور اس شہنشاہ مطلق کی طرف سچے دل سے رجوع ہو جس کے قبضہ میں ان تمام تصرفات و انقلابات کی باگ ہے۔

◆ اس کے لئے سترھویں پارہ کے تیسرے رکوع میں آیت "وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ" کا فائدہ دیکھنا چاہیے۔

◆ جیسے سانپ اور مچھلی۔

◆ جیسے آدمی اور طیور۔

مَنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ۭ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي

کوئی چلتا ہے چار پر ◆ بناتا ہے اللہ جو چاہتا ہے بیشک اللہ

كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اٰيٰتٍ مُّبَيِّنٰتٍ ۭ وَاللّٰهُ

ہر چیز کر سکتا ہے ◆ ہم نے اتاریں آیتیں کھول کھول کر بتلانے والی اور اللہ

يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ وَيَقُوْلُوْنَ

چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ پر ◆ اور لوگ کہتے ہیں

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ يَتَوَلّٰى فَرِيْقٌ

ہم نے مانا اللہ کو اور رسول کو اور حکم میں آ گئے پھر پھر جاتا ہے ایک فرقہ

مِّنْهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَ

ان میں سے اس کے پیچھے اور وہ لوگ نہیں ماننے والے ◆ اور

اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اِذَا

جب ان کو بلائیے اللہ اور رسول کی طرف کہ ان میں فیصلہ کرائے تبھی

فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ وَاِنْ يَّكُنْ لَّهُمُ الْحَقُّ

ایک فرقہ کے لوگ ان میں منہ موڑتے ہیں اور اگر ان کو کچھ پہنچتا ہو (حق ملتا ہو)

يَاْتُوْٓا اِلَيْهِ مُذْعِنِيْنَ ۝ اَفِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ اَمِ

تو چلے آئیں اس کی طرف قبول کر کر ◆ کیا ان کے دلوں میں روگ ہے ◆ یا

ارْتَابُوْٓا اَمْ يَخَافُوْنَ اَنْ يَّحِيْفَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَرَسُوْلُهٗ

دھوکے میں پڑے ہوئے ہیں یا ڈرتے ہیں کہ بے انصافی کرے گا ان پر اللہ اور اس کا رسول

◆ جیسے سانپ مچھلی وغیرہ۔

◆ یعنی کسی جانور کو چار سے زائد پاؤں دیئے ہوں تو بعید نہیں۔ اس کی لامحدود قدرت و مشیت کو کوئی محصور نہیں کر سکتا۔

◆ **ہدایت اللہ کے ہاتھ میں ہے** | یعنی آیات تکوینیہ و تنزیلیہ تو اس قدر واضح ہیں کہ انہیں دیکھ کر اور سن کر چاہیے کوئی آدمی نہ بہکے لیکن سیدھی راہ پر چلانا وہی ہے جسے خدا تعالیٰ نے ہدایت کی توفیق دی ہو۔ بہتیرے آدمی یہ کھلی کھلی نشانیاں دیکھتے ہیں پر توجہ کے اعتبار سے ان کا دیکھنا نہ دیکھنا برابر ہے۔

◆ **منافقین کا بیان** | یہ منافقین کا ذکر ہے۔ وہ زبان سے دعوے ایمان و اطاعت کا کیا کرتے تھے اور جب عمل کا وقت آتا تو پھر جاتے۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کے دلوں میں شروع سے ایمان و انقیاد موجود ہی نہ تھا۔ جو کچھ زبانی جمع خرچ تھا امتحان و ابتلاء کے وقت اس کی بھی قلعی کھل جاتی تھی۔

◆ **منافقین کی ہوا پرستی** | یعنی اگر ان کا جھگڑا کسی سے ہو گیا اور سمجھتے ہوں کہ ہم ناحق پر ہیں اس وقت اگر دوسرا فریق کہتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چل کر اس معاملہ کو طے کرا لو تو یہ منافق رضامند نہیں ہوتے، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ حضور ﷺ بلا رو رعایت حق کے موافق فیصلہ کریں گے جو ان کے مطلب کے خلاف پڑے گا۔ حالانکہ پہلے سے یہ دعویٰ کر رہے تھے کہ ہم اللہ و رسول پر ایمان لائے اور ان کا حکم ماننے کو تیار ہیں۔ اب وہ دعویٰ کہاں گیا۔ ہاں فرض کیجئے اگر کسی معاملہ میں حق ان کی جانب ہو تو اس وقت بہت جلدی سے گردن جھکا کر بارگاہ نبوت میں حاضر ہو جائیں اور فیصلہ کا انحصار حضور ﷺ کی ذات مبارک پر کر دیں گے۔ کیونکہ سمجھتے ہیں عدالت سے ہمارے موافق فیصلہ ہو گا۔ تو یہ ایمان و اسلام کیا ہوا محض ہوا پرستی ہوئی۔

◆ روگ یہ کہ خدا اور رسول کو سچا مانا لیکن حرص نہیں چھوڑتی کہ بے پر چلیں جیسے بیمار چاہتا ہے چلے اور پاؤں نہیں اٹھتا۔

بَلْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۵۰﴾ اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ

بلکہ وہی لوگ بے انصاف ہیں ◆ ایمان والوں کی

الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ

بات یہی تھی (ہے) کہ جب بلائیے ان کو اللہ اور رسول کی طرف فیصلہ کرنے کو ان میں تو

يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۵۱﴾

کہیں ہم نے سن لیا اور حکم مان لیا اور وہ لوگ کہ انہی کا بھلا ہے ◆

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ

اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور ڈرتا رہے اللہ سے اور بچ کر چلے اس سے سو وہی

هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ

لوگ ہیں مراد کو پہنچنے والے ◆ اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی اپنی تاکید کی (سخت) قسمیں

لَئِنْ اَمَرْتَهُمْ لَيَخْرُجُنَّ ؕ قُلْ لَّا تُقْسِمُوْا ۚ طَاعَةٌ

کہ اگر تو حکم کرے تو سب کچھ چھوڑ کر نکل جائیں تو کہہ قسمیں نہ کھاؤ حکم برداری چاہیے

مَّعْرُوْفَةٌ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۵۳﴾ قُلْ

جو دستور ہے (دستور کے موافق) البتہ اللہ کو خبر ہے جو تم کرتے ہو ◆ تو کہہ

اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو اس کا (رسول کا)

عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُمْ مَّا حُمِّلْتُمْ ؕ وَاِنْ تُطِيْعُوْهُ

ذمہ ہے جو بوجھ اس پر رکھا اور تمہارا ذمہ ہے جو بوجھ تم پر رکھا اور اگر اس کا کہا مانو تو

◆ یعنی خدا اور رسول کی بابت کوئی دھوکہ لگا ہوا ہے اور حضور کی صداقت یا اللہ کے وعدہ وعید میں کوئی شک وشبہ ہے؟ یا یہ گمان ہے کہ اللہ اور اس کا رسول ان کے معاملات کا خلاف انصاف فیصلہ کریں گے اس لئے ان کی عدالت میں مقدمہ لے جانے سے کتراتے ہیں۔ سو یاد رکھو وہاں تو ظلم و بے انصافی کا احتمال ہی نہیں۔ ہاں خود ان ہی لوگوں نے ظلم پر کمر باندھ رکھی ہے۔ چاہتے ہیں کہ اپنا حق پورا وصول کرلیں اور دوسروں کا ایک پیسہ نہ دیں۔ اسی لئے ان معاملات کو خدائی عدالت میں لانے سے گھبراتے ہیں جن میں سمجھتے ہیں کہ رسول کا منصفانہ فیصلہ ہمارے مطلب کے خلاف ہوگا۔ یہ تو منافقین کا ذکر تھا آگے ان کے بالمقابل مخلصین کی اطاعت و فرمانبرداری کو بیان فرماتے ہیں۔

◆ **مومنین کا طریقہ** | یعنی سچے مسلمان کا کام یہ ہوتا ہے اور یہ ہونا چاہئے کہ جب کسی معاملہ میں انکو خدا اور رسول کی طرف بلایا جائے خواہ اس میں بظاہر ان کا نفع ہو یا نقصان ایک منٹ کا توقف نہ کریں۔ فی الفور "سمعًا وطاعةً" کہہ کر حکم ماننے کے لئے تیار ہو جائیں۔ اسی میں ان کی اصلی بھلائی اور حقیقی فلاح کا راز مضمر ہے۔

◆ یعنی جو فی الحال فرمانبردار ہو، گذشتہ تقصیرات پر نادم ہو کر خدا سے ڈر کر توبہ کرے اور آئندہ برے راستے سے بچ کر چلے اسی کے لئے دنیا وآخرت کی کامیابی ہے۔

◆ **منافقوں کی جھوٹی قسمیں** | یعنی منافقین بڑی سخت تاکیدی قسمیں کھا کر آپ کو یقین دلانا چاہتے ہیں کہ ہم کو آپ حکم دیں تو سب گھر بار چھوڑ کر خدا کے راستہ میں نکل جانے کے لئے تیار ہیں ذرا حضور اشارہ فرمائیں تو سب مال و دولت اللہ کے راستہ میں لٹا کر الگ ہو جائیں۔ اس پر فرمایا کہ اس قدر ست بھر کر لمبی چوڑی قسمیں کھانے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری فرمانبرداری کی حقیقت سب معلوم ہو چکی کہ زبان سے دعوے بہت کیا کرتے ہو اور عمل کا وقت آئے تو آہستہ سے کھسک جاتے ہو۔ چاہئے کہ سچے مسلمانوں کے دستور کے موافق عملی وفاداری کر کے دکھلاؤ زبانی قسمیں کھانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ فرض کرو تم قسمیں کھا کر بندوں کو اپنی بات کا یقین دلا دو۔ لیکن اللہ کے آگے کسی کی چالاکی اور فریب نہیں چل سکتا۔ وہ تو تمام ظاہر اور پوشیدہ باتوں کی خبر رکھتا ہے۔ آگے چل کر تمہاری مکاری اور نفاق کا پردہ فاش کر دے گا۔

تَهْتَدُوْا ۭ وَمَا عَلَي الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ۝۵۴

تو راہ پاؤ اور پیغام لانے والے کا ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا کھول کر ◆

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے ہیں اور کیے ہیں انہوں نے نیک کام

لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ

البتہ پیچھے (بعد کو) حاکم کر دے گا ان کو ملک میں جیسا حاکم کیا تھا ان سے

قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ

اگلوں کو اور جما دے گا ان کے لیے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے

وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا ۭ يَعْبُدُوْنَنِيْ لَا

اور دے گا ان کو ان کے ڈر کے بدلے میں امن میری بندگی کریں گے

يُشْرِكُوْنَ بِيْ شَـيْـــًٔـا ۭ وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰۗىِٕكَ

شریک نہ کریں گے میرا کسی کو ◆ اور جو کوئی ناشکری کرے گا اس کے پیچھے سو وہی لوگ ہیں

هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۵۵ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ

نافرمان ◆ اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝۵۶ لَا تَحْسَبَنَّ

اور حکم پر چلو رسول کے تاکہ تم پر رحم ہو ◆ نہ خیال کر

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ۭ

کہ یہ جو کافر ہیں تھکا دیں گے بھاگ کر ملک میں اور ان کا ٹھکانا آگ ہے

وَلَبِئْسَ الْمَصِيرُ ﴿۵۷﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ

اور وہ بری جگہ ہے پھر جانے کی ◆ اے ایمان والو اجازت لے کر آئیں تم سے

الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ

جو تمہارے ہاتھ کے مال ہیں ◆ اور جو لڑکے نہیں پہنچے تم میں عقل (بلوغ) کی حد کو

ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ

تین بار فجر کی نماز سے پہلے اور جب اتار رکھتے ہو

ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ۫ ثَلٰثُ

اپنے کپڑے دوپہر میں اور عشاء کی نماز سے پیچھے تین وقت

عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ

بدن کھلنے کے ہیں تمہارے ◆ کچھ تنگی نہیں تم پر اور نہ ان پر ان وقتوں کے پیچھے

طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ

پھرا ہی کرتے ہو ایک دوسرے کے پاس ◆ یوں

يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾

کھولتا ہے اللہ تمہارے آگے باتیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے

وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا

اور جب پہنچیں لڑکے تم میں سے عقل (بلوغ) کی حد کو تو ان کو ویسی ہی اجازت لینی چاہیے

كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ

جیسے پوچھتے رہے ہیں ان سے اگلے ◆ یوں کھول کر سناتا ہے

◆ **کفار کا ٹھکانا** یہ نیک بندوں کے بالمقابل مردود و مغضوب لوگوں کا انجام بتلایا۔ یعنی جب نیکوں کو ملک کی حکومت اور زمین کی خلافت عطا کی جاتی ہے کافروں اور بدکاروں کی ساری مکاریاں اور تدبیریں شکست ہو جاتی ہیں۔ خدا کے ارادہ کو کوئی روک نہیں سکتا۔ اگر تمام دنیا میں ادھر ادھر بھاگے پھریں تب بھی وہ خدائی سزا سے اپنے کو نہیں بچا سکتے۔ یقیناً ان کو جہنم کے ٹھکانہ میں جا پہنچے گا۔

◆ **اجازت لینے کا مسئلہ** یعنی لونڈی غلام۔ چار رکوع پہلے مسئلہ استیذان (اجازت لینے) کا ذکر ہوا تھا یہ اسی کا تتمہ ہے۔ درمیان میں خاص خاص مناسبتوں سے دوسرے مضامین آ گئے۔

◆ ان تین وقتوں میں عموماً زائد کپڑے اتار دیئے جاتے ہیں یا سونے جاگنے کا لباس تبدیل کیا جاتا ہے اور بیوی کے ساتھ مخالطت بھی بیشتر ان ہی اوقات میں ہوتی ہے کبھی فجر سے قبل یا دوپہر کے وقت آدمی غسل کرنے کا ارادہ کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ کوئی مطلع نہ ہو۔ اس لئے حکم دیا کہ ان تین وقتوں میں نابالغ لڑکوں اور لونڈی غلام کو بھی اجازت لے کر آنا چاہیے۔ باقی وقتوں میں ان کو اجانب کی طرح اجازت طلب کرنے کی حاجت نہیں۔ الا یہ کہ کوئی شخص اپنی مصلحت سے دوسرے اوقات میں بھی استیذان کی پابندی عائد کر دے۔

◆ **استیذان سے مستثنیٰ اوقات** یعنی اوقات مذکورہ بالا کو چھوڑ کر باقی جن اوقات میں عادۃً ایک دوسرے کے پاس بے روک ٹوک آتے جاتے ہیں ان میں نابالغ لڑکوں یا لونڈی غلام کو ہر مرتبہ اجازت لینے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ایسا پابند کرنے میں بہت تنگی اور کاروبار کا تعطل ہے جو حق تعالیٰ کی حکمت کے خلاف ہے۔

◆ **نابالغ لڑکوں کا حکم** یعنی لڑکا جب تک نابالغ ہے تین وقتوں کے سوا باقی اوقات میں بلا اجازت لئے آ جا سکتا ہے۔ جس وقت حد بلوغ کو پہنچا پھر اس کا حکم ان ہی مردوں جیسا ہو گیا جو اس سے پہلے بالغ ہو چکے ہیں اور جن کا حکم پیشتر آیت "یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَا" میں گزر چکا ہے۔

اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ۗ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٥٩﴾ وَالْقَوَاعِدُ

اللہ تم کو اپنی باتیں — اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے — اور جو بیٹھ رہی ہیں

مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ

گھروں میں تمہاری عورتوں میں سے — جن کو توقع نہیں رہی نکاح کی — ان پر گناہ نہیں

جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۢ بِزِيْنَةٍ ۗ

کہ اتار رکھیں — اپنے کپڑے — یہ نہیں کہ دکھاتی پھریں — اپنا سنگار

وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿٦٠﴾

اور اس سے بھی بچیں — تو بہتر ہے ان کے لئے — اور اللہ سب باتیں سنتا جانتا ہے

لَيْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّلَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ

نہیں ہے اندھے پر — کچھ تکلیف — اور نہ لنگڑے پر — تکلیف

وَّلَا عَلَى الْمَرِيْضِ حَرَجٌ وَّلَا عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَنْ

اور نہ بیمار پر — تکلیف — اور نہیں تکلیف تم لوگوں پر — کہ

تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُيُوْتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اٰبَآئِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

کھاؤ اپنے گھروں سے — یا اپنے باپ کے گھر سے — یا اپنی ماں کے

اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ

گھر سے — یا اپنے بھائی کے گھر سے — یا اپنی بہن کے گھر سے

اَوْ بُيُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُيُوْتِ

یا اپنے چچا کے گھر سے — یا اپنی پھوپھی کے گھر سے — یا اپنے

بوڑھی عورتوں کا پردہ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی بوڑھی عورتیں گھر میں تھوڑے کپڑوں میں رہیں تو درست ہے اور پورا پردہ رکھیں تو بہتر" اور گھر سے باہر نکلتے وقت بھی زائد کپڑے مثلاً برقع وغیرہ اتار دیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔ بشرطیکہ اُس زینت کا اظہار نہ ہو جس کے چھپانے کا حکم آیت "وَلَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ الخ" میں دیا جا چکا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ جوان عورتوں کے تستر کے متعلق قرآن کریم کا منشا کیا ہے۔

اللہ پردے کی باتیں بھی جانتا ہے یعنی یہ تو تستر کی روک تھام کے ظاہری انتظامات ہیں باقی پردے کے اندر جو باتیں کی جاتی ہیں اور قصے اٹھائے جاتے ہیں، یاد رہے کہ خدا تعالیٰ اُن سب کو سنتا اور جانتا ہے۔ اُسی کے موافق ہر ایک سے معاملہ کرے گا۔

معذوروں کیلئے احکام میں رعایت یعنی جو کام تکلیف کے ہیں وہ ان کو معاف ہیں مثلاً جہاد، حج، جمعہ اور جماعت اور ایسی چیزیں۔ (کذا فی الموضح) یا یہ مطلب ہے کہ ان معذور محتاج لوگوں کو تندرستوں کے ساتھ کھانے میں کچھ حرج نہیں۔ جاہلیت میں اس قسم کے محتاج و معذور آدمی اغنیاء اور تندرستوں کے ساتھ کھانے سے رُکتے تھے انہیں خیال گزرتا تھا کہ شاید لوگوں کو ہمارے ساتھ کھانے سے نفرت ہو اور ہماری بعض حرکات و اوضاع سے ایذا پہنچتی ہو اور واقعی بعضوں کو نفرت و وحشت ہوتی بھی تھی۔

معذوروں کے ساتھ صحابہ کرام کا محتاطانہ طریقہ نیز بعض مومنین کو غایت اتقاء سے یہ خیال پیدا ہوا کہ ایسے معذوروں اور مریضوں کے ساتھ کھانے میں شاید اصول عدل و مساوات قائم نہ رہ سکے۔ اندھے کو سب کھانے نظر نہیں آتے لنگڑا ممکن ہے دیر میں پہنچے اور مناسب نشست سے نہ بیٹھ سکے۔ بیمار کو تو پرہیز ہی کیا ہے اس بناء پر ساتھ کھلانے میں احتیاط کرتے تھے کہ ان کی حق تلفی نہ ہو۔ دوسری ایک اور صورت پیش آتی تھی۔ کہ یہ معذور و محتاج لوگ کسی کے پاس گئے، وہ شخص استطاعت نہ رکھتا تھا اور وہ بے تکلفی ان کو اپنے باپ، بھائی، بہن، چچا، ماموں وغیرہ کسی عزیز و قریب کے گھر لے گیا۔ اس پر ان حاجتمندوں کو خیال ہوتا تھا کہ ہم تو آئے تھے اس کے پاس، یہ دوسرے کے ہاں لے گیا۔ کیا معلوم وہ ہمارے کھانے سے کبیدہ ہو اور ناخوش ہو۔ ان تمام خیالات کی اصلاح آیت حاضرہ میں کر دی گئی کہ خواہ مخواہ اس طرح کے اوہام و وساوس میں مت پڑو۔ اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں وسعت رکھی ہے پھر تم خود اپنے اوپر تنگی کیوں کرتے ہو۔

أَخْوَالِكُمْ أَوْ بُيُوتِ خٰلٰتِكُمْ أَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗٓ

ماموں کے گھر سے — یا اپنی خالہ کے گھر سے — یا جس گھر کی کنجیوں کے تم مالک ہو

أَوْ صَدِيقِكُمْ ۚ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَأْكُلُوا

یا اپنے دوست کے گھر سے ◆ نہیں تم کو گناہ — کہ کھاؤ

جَمِيعًا أَوْ أَشْتَاتًا ۚ فَإِذَا دَخَلْتُمْ بُيُوتًا فَسَلِّمُوا

آپس میں مل کر — یا جدا ہو کر — پھر جب کبھی جانے لگو گھروں میں — تو سلام کہو

عَلٰٓى أَنْفُسِكُمْ تَحِيَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً

اپنے لوگوں پر — نیک دعا ہے — اللہ کے یہاں سے — برکت والی

طَيِّبَةً ۚ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ

ستھری — یوں کھولتا ہے اللہ — تمہارے آگے اپنی باتیں — تاکہ تم

تَعْقِلُونَ ۝ إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ اٰمَنُوا بِاللّٰهِ

سمجھ لو ◆ — ایمان والے وہ ہیں — جو یقین لائے ہیں اللہ پر

وَرَسُولِهٖ وَإِذَا كَانُوا مَعَهٗ عَلٰٓى أَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ

اور اس کے رسول پر — اور جب ہوتے ہیں اس کے ساتھ — کسی جمع ہونے کے کام میں — تو

يَذْهَبُوا حَتّٰى يَسْتَأْذِنُوهُ ۚ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ

چلے نہیں جاتے — جب تک اس سے اجازت نہ لے لیں — جو لوگ تجھ سے اجازت لیتے ہیں

أُولٰٓئِكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَرَسُولِهٖ ۚ فَإِذَا

وہی ہیں — جو مانتے ہیں اللہ کو — اور اس کے رسول کو ◆ — پھر جب

یعنی تمہارے زیر تصرف دے دیا گیا ہو۔ مثلاً کسی نے اپنی چیز کا وکیل یا محافظ بنا دیا اور بقدر معروف اُس میں سے کھانے پینے کی اجازت دے دی۔

گھر والوں کے ساتھ کھانے پینے کے آداب یعنی اجازت کے مواقع میں کھانے کی چیز کو ہر وقت پوچھنا ضروری نہیں۔ نہ کھانے والا حجاب کرے نہ گھر والا دریغ کرے۔ مگر عورت کا گھر اگر اس کے خاوند کا ہو۔ اس کی مرضی حاصل کر لینی چاہئے اور مل کر کھاؤ یا جدا جدا یعنی اس کی تکرار میں نہ رہے کہ کس نے کم کھایا کس نے زیادہ، سب نے مل کر پکایا سب نے مل کر کھایا۔ اور اگر ایک شخص کی مرضی نہ ہو تو پھر کسی کی چیز کھا لی ہرگز درست نہیں اور تقید فرمایا سلام کا آپس کی ملاقات میں۔ کیونکہ اس سے بہتر دعا نہیں۔ جو لوگ اس کو چھوڑ کر اور الفاظ گھڑتے ہیں اللہ کی تجویز سے اُن کی تجویز بہتر نہیں ہو سکتی۔ **تنبیہ** آیت سے تنہا کھانے کا جواز بھی نکلا۔ بعض حضرات کو لکھا ہے کہ جب تک کوئی مہمان ساتھ نہ ہو کھانا نہ کھاتے تھے۔ معلوم ہوا یہ غلو ہے۔ البتہ اگر کئی کھانے والے ہوں اور اکٹھے بیٹھ کر کھائیں تو موجب برکت ہوتا ہے۔ کما ورد فی الحدیث۔

صحابہ کرام کو اجازت دینے کا حکم اوپر کی آیتوں میں آنے کے وقت استیذان (اجازت طلب کرنے) کا ذکر تھا۔ یہاں جانے کے وقت استیذان کی ضرورت بتائی ہے یعنی پورے ایمان والے وہ ہیں جو رسول کے بلانے پر حاضر ہوتے ہیں اور جب کسی اجتماعی کام میں شریک ہوں مثلاً جمعہ، عیدین، جہاد اور مجلس مشاورت وغیرہ میں تو بدون اجازت کے اٹھ کر نہیں جاتے۔ یہی لوگ ہیں جو کامل اور سچے معنی میں اللہ اور رسول کو مانتے ہیں۔

يَسْتَاْذِنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ

اجازت مانگیں تجھ سے — اپنے کسی کام کے لیے — تو اجازت دے جس کو ان میں سے تو چاہے

مِنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۲﴾

اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے — اللہ بخشنے والا مہربان ہے

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ

مت کر لو (سمجھو) — بلانا رسول کا اپنے اندر — جیسا بلاتا ہے تم میں

بَعْضًا ؕ قَدْ يَعْلَمُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ يَتَسَلَّلُوْنَ مِنْكُمْ

ایک دوسرے کو — اللہ جانتا ہے — ان لوگوں کو تم میں سے جو کھسک جاتے ہیں

لِوَاذًا ۚ فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖۤ اَنْ

آنکھ بچا کر — سو ڈرتے رہیں وہ لوگ — جو خلاف کرتے ہیں — اس کے حکم کا — اس سے کہ

تُصِيْبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيْبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۶۳﴾ اَلَاۤ

آ پڑے ان پر کچھ خرابی — یا پہنچے ان کو — عذاب دردناک — سنتے ہو

اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قَدْ يَعْلَمُ مَاۤ

اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں — اس کو معلوم ہے جس پر

اَنْتُمْ عَلَيْهِ ؕ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا

تم ہو — اور جس دن پھیرے جائیں گے اس کی طرف — تو بتا دے گا ان کو جو کچھ

عَمِلُوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۶۴﴾

انہوں نے کیا — اور اللہ ہر ایک چیز کو جانتا ہے

ع ۹

یعنی غور و فکر کے بعد جس کو مناسب سمجھیں اجازت دے دیں۔ اور چونکہ اس اجازت پر عمل کرنا بھی فی الجملہ صحبت نبوی سے حرمان اور بصورت تقدیم الدنیا علی الدین کا شائبہ اپنے اندر رکھتا ہے اس لئے ان مخلصین کے حق میں استغفار فرمائیں تا کہ آپ کے استغفار کی برکت سے اس نقصان کا تدارک ہو سکے۔

آنحضرت کا لوگوں کو بلانا | یعنی حضرت کے بلانے پر حاضر ہونا فرض ہو جاتا ہے۔ آپ کا بلانا اوروں کی طرح نہیں کہ چاہے اس پر "لبیک" کہے یا نہ کہے۔ اگر حضور کے بلانے پر حاضر نہ ہو تو آپ کی بددعا سے ڈرنا چاہئے کیونکہ آپ کی دعا معمولی انسانوں جیسی نہیں۔ نیز مخاطبات میں حضور کے ادب و عظمت کا پورا خیال رکھنا چاہئے۔

آنحضرت کا خاص ادب | عام لوگوں کی طرح "یا محمد" وغیرہ کہہ کر خطاب نہ کیا جائے بلکہ "یا نبی اللہ" اور "یا رسول اللہ" جیسے تعظیمی القاب سے پکارنا چاہئے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "حضرت کے بلانے سے فرض ہوتا تھا حاضر ہونا جس کام کو بلائیں۔ پھر یہ بھی تھا کہ وہاں سے بے اجازت اٹھ کر چلے نہ جائیں۔ اب بھی سب مسلمانوں کو اپنے سرداروں کے ساتھ یہ برتاؤ کرنا چاہئے۔"

مجلس نبوی میں منافقین کا رویہ | یہ منافقین تھے جن کو مجلس نبوی میں بیٹھنا اور حضرت کی نصیحت سننا شاق گذرتا تھا۔ وہ اکثر موقع پا کر اور آنکھ بچا کر مجلس سے بلا اجازت کھسک جاتے تھے۔ مثلاً کوئی مسلمان اجازت لے کر اٹھا، یہ بھی اس کی آڑ میں ہو کر ساتھ ساتھ چل دیئے۔ اس کو فرمایا کہ تم پیغمبر سے کیا چھپاتے ہو، خدا تعالیٰ کو تم سب کا حال معلوم ہے۔

یعنی اللہ و رسول کے حکم کی خلاف ورزی کرنے والوں کو ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں ان کے دلوں میں کفر و نفاق وغیرہ کا فتنہ ہمیشہ کے لئے جڑ نہ پکڑ جائے۔ اور اس طرح دنیا میں کسی سخت آفت یا آخرت کے دردناک عذاب میں مبتلا ہو جائیں۔ العیاذ باللہ۔

اللہ کا علم محیط | یعنی ممکن ہے مخلوق سے آنکھ بچا کر کوئی کام کر گذرو، لیکن حق تعالیٰ سے تمہارا کوئی حال پوشیدہ نہیں رہ سکتا نہ اس کی زمین و آسمان میں سے نکل کر کہیں بھاگ سکتے ہو۔ وہ جس طرح تمہارے احوال موجودہ سے باخبر ہے ایسے ہی اس دن کی کیفیت مجازات سے بھی پورا آگاہ ہے جب تمام مخلوق حساب و کتاب کے لئے اس کی طرف لوٹائی جائیگی اور ہر ایک کے سامنے اس کا ذرہ ذرہ عمل کھول کر رکھ دیا جائے گا۔ ایسے علیم الکل اور مالک الکل کی سزا سے مجرم کس طرح اپنے کو بچا سکتا ہے۔ تم سورۃ النور بفضل اللہ وتوفیقہ اللّٰھم نوّر قلوبنا بالایمان والاحسان ونوّر قبورنا وتمّم لنا نورنا واغفرلنا انک علی کل شیء قدیر وبالاجابۃ جدیر۔

آیاتها ٧٧ (٢٥) سُوْرَةُ الْفُرْقَانِ مَكِّيَّةٌ (٤٢) رکوعاتها ٦

سورۂ فرقان مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی ستتر آیتیں اور چھ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ

بڑی برکت ہے اس کی — جس نے اتاری — فیصلہ کی کتاب — اپنے بندہ پر — تاکہ رہے (وہ)

لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۙ ١ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

جہان والوں کے لیے ڈرانے والا — وہ کہ جس کی ہے — سلطنت — آسمان

وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ

اور زمین میں — اور نہیں پکڑا اس نے بیٹا — اور نہیں کوئی اس کا ساجھی

فِي الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ٢

سلطنت میں — اور بنائی ہر چیز — پھر ٹھیک کیا اس کو ناپ کر

وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا

اور لوگوں نے پکڑ رکھے ہیں — اس سے ورے — کتنے حاکم — جو نہیں بناتے کچھ چیز

وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا

اور وہ خود بنائے گئے ہیں — اور نہیں مالک — اپنے حق میں — برے کے

وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا

اور نہ بھلے کے — اور نہیں مالک — مرنے کے — اور نہ جینے کے — اور نہ

سورۃ الفرقان

◆ **قرآن فرقان ہے** | "فرقان" (فیصلہ کی کتاب) قرآن کریم کو فرمایا جو حق و باطل کا آخری فیصلہ اور حرام و حلال کو کھلے طور پر ایک دوسرے سے جدا کرتا ہے۔ یہ ہی کتاب ہے جس نے اپنے اتارنے والے کی عظمت شان، علو صفات اور اتنی وسیع حکمت و رافت کو انتہائی شکل میں پیش کیا اور تمام جہان کی ہدایت و اصلاح کا تکفل اور ان کو خیر کثیر اور غیر منقطع برکت عطا کرنے کا سامان بہم پہنچایا۔

◆ یعنی اپنے اس کامل و اکمل بندہ (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) پر جن کا ممتاز لقب ہی کمال عبودیت کی وجہ سے "عبداللہ" ہو گیا۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

◆ **قرآن عالمین کیلئے نذیر ہے** | یعنی قرآن کریم سارے جہان کو کفر و عصیان کے انجام بد سے آگاہ کرنے والا ہے۔ چونکہ سورت ہذا میں کذبین اور معاندین کا ذکر بکثرت ہوا ہے، شاید اسی لئے یہاں صفت "نذیر" کو بیان فرمایا۔ "بشیر" کا ذکر نہیں کیا۔ اور "للعالمین" کے لفظ سے بتلا دیا کہ یہ قرآن صرف عرب کے امیوں کے لئے نہیں اترا بلکہ تمام جن و انس کی ہدایت و اصلاح کے واسطے آیا ہے۔

◆ **تخلیق میں فطری موزونیت** | یعنی ہر چیز کو ایک خاص انداز میں رکھا کہ اس سے وہی خواص و افعال ظاہر ہوتے ہیں جن کے لئے پیدا کی گئی ہے، اپنے دائرہ سے باہر قدم نہیں نکال سکتی نہ اپنی حدود میں عمل و تصرف کرنے سے قاصر رہتی ہے۔ غرض ہر چیز کو ایسا اپ تول کر پیدا فرمایا کہ اس کی فطری موزونیت کے لحاظ سے ذرا کمی بیشی یا تنگی رکھنے کی گنجائش نہیں چھوڑی۔ بڑے بڑے سائنس داں حکمت کے دریا میں غوطے لگاتے ہیں اور آخر کار ان کو یہی کہنا پڑتا ہے "صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ" اور "فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ۔"

نُشُوْرًا ۝۳ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ

جی اٹھنے کے ◆ اور کہنے لگے جو منکر ہیں اور کچھ نہیں ہے یہ مگر

اِفْكُ ۨ افْتَرٰىهُ وَاَعَانَهٗ عَلَيْهِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ ۛ

طوفان باندھ لایا ہے اور ساتھ دیا ہے اس کا اس میں اور لوگوں نے ◆

فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا ۝۴ۚ وَقَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ

سو آگئے بے انصافی اور جھوٹ پر ◆ اور کہنے لگے نقلیں ہیں

الْاَوَّلِيْنَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلٰى عَلَيْهِ بُكْرَةً

پہلوں کی جن کو اس نے لکھ لیا ہے سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اس کے پاس صبح

وَّاَصِيْلًا ۝۵ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ

اور شام ◆ تو کہہ اس کو اتارا ہے اس نے جو جانتا ہے چھپے ہوئے بھید

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا

آسمانوں میں اور زمین میں ◆ بے شک وہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ۝۶ وَقَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ

مہربان ہے ◆ اور کہنے لگے یہ کیسا رسول ہے کھاتا ہے

الطَّعَامَ وَيَمْشِيْ فِي الْاَسْوَاقِ ۭ لَوْلَآ اُنْزِلَ

کھانا اور پھرتا ہے بازاروں میں ◆ کیوں نہ اترا

اِلَيْهِ مَلَكٌ فَيَكُوْنَ مَعَهٗ نَذِيْرًا ۝۷ اَوْ يُلْقٰٓى

اس کی طرف کوئی فرشتہ کہ رہتا اس کے ساتھ ڈرانے کو یا آپڑتا

◆ **مشرکین کا شرک غیر فطری ہے** | یعنی کس قدر ظلم اور تعجب و حیرت کا مقام ہے کہ ایسے قادر مطلق، مالک الملک، حکیم علی الاطلاق کی زبردست ہستی کو کافی نہ سمجھ کر دوسرے معبود اور حاکم تجویز کر لئے گئے جو گویا خدا کی حکومت میں حصہ دار ہیں۔ حالانکہ ان بیچاروں کا خود اپنا وجود بھی اپنے گھر کا نہیں۔ نہ وہ ایک ذرہ کے پیدا کرنے کا اختیار رکھتے ہیں۔ نہ مارنا جلانا ان کے قبضہ میں ہے۔ نہ اپنے مستقل اختیار سے کسی کو ادنیٰ ترین نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ بلکہ خود اپنی ذات کے لئے بھی ذرہ برابر فائدہ حاصل کرنے یا نقصان سے محفوظ رہنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ ایسی عاجز و مجبور ہستیوں کو خدا کا شریک ٹھہرانا کس قدر حماقت اور بے حیائی ہے۔ (ربط) یہاں تک قرآن نازل کرنے والے کی صفات و شئون کا ذکر تھا اور اس سے متعلق مشرکین جو حرکتیں کرتے تھے ان کی تردید تھی۔ آگے خود قرآن اور حامل قرآن کی نسبت ان کی نکتہ چینیوں کا جواب ہے۔

◆ **کفار کا قرآن پر بے سروپا اعتراض** | یعنی یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہ قرآن خدائی کتاب ہے۔ معاذ اللہ محمد ﷺ نے چند یہودیوں کی مدد سے ایک کلام تیار کر لیا اور اس کو جھوٹ طوفان خدا کی طرف منسوب کر دیا۔ پھر ان کے ساتھی لگے اس کی اشاعت کرنے۔ بس کل حقیقت اتنی ہے۔

◆ یعنی اس سے بڑھ کر ظلم اور جھوٹ کیا ہوگا کہ ایسے کلام معجز اور کتاب حکیم کو جس کی عظمت و صداقت آفتاب سے زیادہ روشن ہے، کذب و افترا کہا جائے۔ کیا چند یہودی غلاموں کی مدد سے ایسا کلام بنایا جا سکتا ہے جس کے مقابلہ سے تمام دنیا کے فصیح و بلیغ عاجز و مبہوت بلکہ جن و انس بیٹھ کر بنانے سے عاجز ہوں۔ اور جس کے علوم و معارف کی تھوڑی سی جھلک بڑے سے بڑے عقلاء و حکماء کی آنکھوں کو خیرہ کر دے۔

◆ **قرآن پر کفار کا ایک اور اعتراض** | یعنی محمد ﷺ نے اگلی کتابوں سے کچھ قصے کہانیاں نقل کروائی ہیں۔ وہ کسی سے لکھوا لیتے ہیں۔ وہی صبح و شام ان کے سامنے پڑھی اور دہرائی جاتی ہیں۔ نئے نئے اسلوب سے ان کی الٹ پلٹ کر دیتا ہے اور کچھ بھی نہیں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ اول نماز کے دو وقت مقرر تھے صبح اور شام۔ مسلمان حضرت کے پاس جمع ہوتے جو نیا قرآن اترا وہ لکھ لیتے یاد کرنے کو۔ اس کو کافر یوں کہنے لگے۔"

◆ **قرآن خود اپنی دلیل ہے** | یعنی کتاب خود بتلا رہی ہے کہ وہ کسی ایک انسان یا مخلوق کی بنائی ہوئی نہیں، بلکہ اس خدا کی اتاری ہوئی ہے جس کے احاطہ علمی سے زمین و آسمان کی کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی۔ اس کلام کی معجزانہ فصاحت و بلاغت، علوم و معارف، اخبار غیبیہ، احکام و قوانین اور دور رس اسرار و نکات جن کی حد تک بدون توفیق الٰہی کے عقول و افہام کی رسائی نہیں ہو سکتی صاف ظاہر کرتے ہیں کہ کسی محدود علم والے آدمی یا انسانی جماعت کا کلام نہیں۔

◆ یعنی اپنی بخشش اور مہر سے تم کو یہ قرآن اتارا (موضح القرآن) پھر جو لوگ ایسی روشن حقیقت سے منکر ہیں باوجود ان کے جرم کا تفصیلی علم رکھنے کے پوری سزا نہیں دیتا۔ یہ بھی اس کی بخشش اور مہربانی کا پرتو ہے۔

◆ **آنحضرت ﷺ کی نبوت پر کھانے پینے سے اعتراض** | یعنی جب ہماری طرح کھانا کھائے اور ہماری طرح خرید و فروخت کے لئے بازاروں میں جائے تو ہم میں اس میں فرق کیا رہا۔ اگر واقعی رسول تھا تو چاہئے تھا کہ فرشتوں کی طرح کھانے پینے اور طلب معاش کے جھگڑوں سے فارغ ہوتا۔

إِلَيْهِ كَنْزٌ أَوْ تَكُونُ لَهُ جَنَّةٌ يَأْكُلُ مِنْهَا

اس کے پاس خزانہ یا ہو جاتا اس کے لیے ایک باغ کہ کھایا کرتا اس میں سے

وَقَالَ الظّٰلِمُونَ إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا رَجُلًا مَّسْحُورًا ﴿۸﴾

اور کہنے لگے بے انصاف تم پیروی کرتے ہو اسی ایک مرد جادو مارے کی

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوا لَكَ الْأَمْثَالَ فَضَلُّوا

دیکھ کیسی بٹھلاتے ہیں تجھ پر مثلیں سو بہک گئے

فَلَا يَسْتَطِيعُونَ سَبِيلًا ﴿۹﴾ تَبٰرَكَ الَّذِيٓ

اب پا نہیں سکتے راستہ بڑی برکت ہے اس کی

إِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ

جو چاہے تو کر دے تیرے واسطے اس سے بہتر باغ

تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ وَيَجْعَلْ لَّكَ

کہ نیچے بہتی ہیں (جن) ان کے نہریں اور کر دے تیرے واسطے

قُصُورًا ﴿۱۰﴾ بَلْ كَذَّبُوا بِالسَّاعَةِ وَأَعْتَدْنَا

محل کچھ نہیں وہ جھٹلاتے ہیں قیامت کو اور ہم نے تیار کی ہے

لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيرًا ﴿۱۱﴾ إِذَا رَأَتْهُمْ

اس کے واسطے کہ جھٹلاتا ہے قیامت کو آگ جب وہ دیکھے گی ان کو

مِّنْ مَّكَانٍ بَعِيدٍ سَمِعُوا لَهَا تَغَيُّظًا وَّ

دور کی جگہ سے سنیں گے اس کا جھنجھلانا اور

۱ **نبوت پر کفار کے جاہلانہ شبہات** یعنی اگر فرشتوں کی فوج نہیں تو کم از کم خدا کا ایک آدھ فرشتہ ان کو سچا ثابت کرنے اور رعب جمانے کے لئے ساتھ رہتا جسے دیکھ کر خواہ مخواہ لوگوں کو جھکنا پڑتا۔ یہ کیا کہ کس مپرسی کی حالت میں اکیلے دعویٰ کرتے پھر رہے ہیں۔ یا اگر فرشتے بھی ہمراہ نہ ہوں تو کم از کم آسمان سے سونے چاندی کا کوئی خزانہ اتر پڑتا کہ لوگوں کو بے دریغ مال خرچ کر کے ہی اپنی طرف کھینچ لیا کرتے۔ اور خیر یہ بھی نہ سہی معمولی رئیسوں اور زمینداروں کی طرح انگور کھجور وغیرہ کا ایک باغ تو ان کی ملک میں ہوتا جس سے دوسروں کو نہ دیتے تو کم از کم خود بے فکری سے کھایا پیا کرتے جب اتنا بھی نہیں تو کس طرح یقین ہو کہ اللہ تعالیٰ نے رسالت کے عہدہ جلیلہ پر معاذ اللہ ایسی معمولی حیثیت کے آدمی کو مامور کیا ہے۔

۲ یعنی میاں کی یہ پوزیشن اور اتنے اونچے دعوے؟ بجز اس کے کیا کہا جائے کہ عقل کھوئی گئی ہے یا کسی نے جادو کے زور سے دماغ مختل کر دیا ہے جو ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں۔ (العیاذ باللہ)

۳ **کفار کی حیرانی اور ابدی گمراہی** یعنی کبھی کہتے ہیں کہ ان کی باتیں محض مخترعات ہیں۔ کبھی دعوے کرتے ہیں کہ انہیں دوسروں سے سیکھ کر اپنے سانچے میں ڈھال لی ہیں۔ کبھی آپ کو مسحور بتلاتے ہیں کبھی ساحر، کبھی کاہن، کبھی شاعر، کبھی مجنون، یہ اضطراب خود بتلاتا ہے کہ ان میں سے کوئی چیز آپ پر منطبق نہیں ہوتی۔ اسی لئے کسی ایک بات پر قرار نہیں۔ اور الزام لگانے کا کوئی راستہ ہاتھ نہیں آتا۔ جو لوگ انبیاء کی جناب میں اس طرح کی گستاخیاں کر کے گمراہ ہوتے ہیں ان کے راہ راست پر آنے کی کوئی توقع نہیں۔

۴ یعنی اللہ کے خزانہ میں کیا کمی ہے، وہ چاہے تو ایک باغ کیا، بہت سے باغ اس سے بہتر عنایت فرما دے جس کا یہ لوگ مطالبہ کرتے ہیں۔ بلکہ اس کو قدرت ہے کہ آخرت میں جو باغ اور نہریں اور حور و قصور ملنے والے ہیں وہ سب آپ کو ابھی دنیا میں عطا کر دے۔ لیکن حکمت الٰہی بالفعل اس کو مقتضی نہیں۔ اور معاندین کے سارے مطالبات اور فرمائشیں بھی اگر پوری کر دی جائیں تب بھی یہ حق و صداقت کو قبول کرنے والے نہیں ہیں۔ باقی پیغمبر علیہ السلام کی صداقت ثابت کرنے کے لئے جو دلائل و معجزات پیش کئے جا چکے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔

۵ **قیامت کا آنا اٹل ہے** یعنی یہ لوگ جن چیزوں کا مطالبہ کر رہے ہیں، فی الحقیقت طلب حق کی نیت نہیں۔ محض شرارت اور تنگ کرنے کے لئے ہے۔ اور شرارت کا سبب یہ ہے کہ انہیں ابھی تک قیامت اور سزا و جزا پر یقین نہیں آیا۔ سو یاد رکھنا چاہئے کہ ان کے جھٹلانے سے کچھ نہیں ہوتا۔ قیامت آ کر رہے گی اور ان مکذبین کے لئے آگ کا جو جیل خانہ تیار کیا گیا ہے اس میں ضرور رہنا پڑے گا۔

زَفِيْرًا ﴿۱۲﴾ وَاِذَآ اُلْقُوْا مِنْهَا مَكَانًا ضَيِّقًا مُّقَرَّنِيْنَ

چلانا ◆ اور جب ڈالے جائیں گے اس کے اندر ایک جگہ تنگ میں ایک زنجیر میں کئی بندھے ہوئے

دَعَوْا هُنَالِكَ ثُبُوْرًا ﴿۱۳﴾ لَا تَدْعُوا الْيَوْمَ ثُبُوْرًا

پکاریں گے اس جگہ موت کو ◆ مت پکارو آج ایک

وَّاحِدًا وَّادْعُوْا ثُبُوْرًا كَثِيْرًا ﴿۱۴﴾ قُلْ اَذٰلِكَ خَيْرٌ

مرنے کو اور پکارو بہت سے مرنے کو ◆ تو کہہ بھلا یہ چیز بہتر ہے

اَمْ جَنَّةُ الْخُلْدِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ كَانَتْ

یا باغ ہمیشہ رہنے کا جس کا وعدہ ہو چکا ہے پرہیزگاروں سے ◆ وہ ہوگا

لَهُمْ جَزَآءً وَّمَصِيْرًا ﴿۱۵﴾ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ

ان کا بدلہ اور پھر جانے کی جگہ ان کے واسطے وہاں ہے جو وہ چاہیں ◆

خٰلِدِيْنَ ؕ كَانَ عَلٰى رَبِّكَ وَعْدًا مَّسْـُٔوْلًا ﴿۱۶﴾ وَ

رہا کریں ہمیشہ ہو چکا تیرے رب کے ذمہ وعدہ مانگا ◆ اور

يَوْمَ يَحْشُرُهُمْ وَمَا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

جس دن جمع کر بلائے گا ان کو اور جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوا

فَيَقُوْلُ ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِيْ هٰٓؤُلَآءِ اَمْ

پھر ان سے کہے گا کیا تم نے بہکایا میرے ان بندوں کو یا

هُمْ ضَلُّوا السَّبِيْلَ ﴿۱۷﴾ قَالُوْا سُبْحٰنَكَ مَا كَانَ

وہ آپ بہکے راہ سے ◆ بولیں گے تو پاک ہے ہم سے

يَنْۢبَغِيْ لَنَآ اَنْ نَّتَّخِذَ مِنْ دُوْنِكَ مِنْ

ہمیں زیبا نہ تھا — کہ بناتے ہم کسی کو تیرے سوا

اَوْلِيَآءَ وَلٰكِنْ مَّتَّعْتَهُمْ وَاٰبَآءَهُمْ حَتّٰى نَسُوا

رفیق ◆ لیکن تو نے ان کو فائدہ پہنچایا — اور ان کے باپ دادوں کو — یہاں تک کہ بھلا بیٹھے

الذِّكْرَ ۚ وَكَانُوْا قَوْمًاۢ بُوْرًا ﴿۱۸﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْكُمْ

تیری یاد — اور یہ تھے لوگ تباہ ہونے والے ◆ سو وہ تو جھٹلا چکے تم کو

بِمَا تَقُوْلُوْنَ ۙ فَمَا تَسْتَطِيْعُوْنَ صَرْفًا وَّلَا نَصْرًا ۚ

تمہاری بات میں ◆ اب نہ تم لوٹا سکتے ہو — اور نہ مدد کر سکتے ہو ◆

وَمَنْ يَّظْلِمْ مِّنْكُمْ نُذِقْهُ عَذَابًا كَبِيْرًا ﴿۱۹﴾

اور جو کوئی تم میں گنہگار ہے — اس کو ہم چکھائیں گے — بڑا عذاب ◆

وَمَآ اَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّآ

اور جتنے بھیجے ہم نے — تجھ سے پہلے — رسول

اِنَّهُمْ لَيَاْكُلُوْنَ الطَّعَامَ وَيَمْشُوْنَ فِي

سب کھاتے تھے کھانا — اور پھرتے تھے (آتے جاتے)

الْاَسْوَاقِ ۗ وَجَعَلْنَا بَعْضَكُمْ لِبَعْضٍ فِتْنَةً ۗ

بازاروں میں ◆ اور ہم نے رکھا ہے — تم میں ایک دوسرے کے جانچنے کو

اَتَصْبِرُوْنَ ۚ وَكَانَ رَبُّكَ بَصِيْرًا ﴿۲۰﴾

دیکھیں ثابت بھی رہتے ہو ◆ اور تیرا رب سب کچھ دیکھتا ہے ◆

ع ۲

◆ یعنی ہماری کیا مجال تھی کہ تجھ سے ہٹ کر کسی دوسرے کو اپنا ولی و مددگار سمجھتے۔ پھر جب ہم اپنے نفس کے لئے تیرے سوا کوئی سہارا نہیں رکھتے تھے تو دوسروں کو کیسے حکم دیتے کہ ہم کو اپنا معبود اور حاجت روا سمجھیں۔

◆ **باطل معبودوں کا جواب** | یعنی اصل یہ ہے کہ یہ بدبخت اپنی سوء استعداد سے خود ہی تباہ ہونے کو تیار رہے تھے ہلاکت ان کے لئے مقدر ہو چکی تھی، ظاہری سبب اس کا یہ ہوا کہ عیش و آرام میں پڑ کر اور غفلت کے نشہ میں چور ہو کر آپ کی یاد کو بھلا بیٹھے، کسی نصیحت پر کان نہ دھرا، پیغمبروں کی ہدایت و ارشاد کی طرف سے بالکل آنکھیں بند کر لیں اور دنیوی تمتع پر مغرور ہو گئے۔ آپ نے اپنی نوازش سے جس قدر ان کو اور ان کے باپ دادوں کو دنیا کے فائدے پہنچائے یہ اسی قدر غفلت و نسیان میں ترقی کرتے گئے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ انعامات الہیہ دیکھ کر منعم حقیقی کی بندگی اور شکر گذاری اختیار کرتے، الٹے مغرور و مفتون ہو کر کفر و عصیان پر تل گئے۔ گویا جو عشرت تھا، بدبختی سے ان کے حق میں زہر بن گیا۔

◆ یعنی حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوگا کہ لو! جن کی اعانت پر تم کو بڑا بھروسہ تھا وہ خود تمہارے دعاوی کو جھٹلا رہے اور تمہاری حرکات سے علانیہ بیزاری کا اظہار کر رہے ہیں۔

◆ یعنی اب نہ عذاب الٰہی کو پھیر سکتے ہو نہ بات کو پلٹ سکتے ہو نہ ایک دوسرے کی مدد کر سکتے ہو۔ جس کو جو سزا ملنے والی ہے اس کا مزہ چکھتے رہو۔

◆ شاید ظلم سے مراد یہاں شرک ہو۔ اور ممکن ہے ہر قسم کا ظلم و گناہ مراد لیا جائے۔

◆ **تمام انبیاء بشر تھے** | یہ جواب ہوا "قَالُوْا مَالِ هٰذَا الرَّسُوْلِ يَاْكُلُ الطَّعَامَ" الخ کا۔ یعنی آپ سے پہلے جتنے پیغمبر دنیا میں آئے سب آدمی تھے۔ آدمیوں کی طرح کھاتے پیتے اور معاشی ضروریات کے لئے بازار بھی جاتے تھے۔ ان کو فرشتہ بنا کر نہیں بھیجا جو کھانے پینے اور حوائج بشریہ سے مستغنی ہوں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ضرورت کے لئے بازاروں میں پھرنا شان تقدس اور بزرگی کے منافی نہیں۔ ہاں اگر بازار جانے کا منشاء کبر و خود بینی ہو تو یہ بزرگی کے خلاف ہے۔

◆ **تم ایک دوسرے کیلئے آزمائش ہو** | یعنی پیغمبر ہیں کافروں کا ایمان جانچنے کو۔ اور کافر ہیں پیغمبروں کا صبر جانچنے کو۔ اب دیکھیں کافروں کے سفیہانہ طعن و تشنیع اور لغو اعتراضات پر تم کہاں تک صبر و استقلال دکھاتے ہو۔

◆ یعنی کافروں کا کفر و ایذا رسانی اور صابروں کا صبر و تحمل سب اس کی نظر میں ہے۔ ہر ایک کو اس کے کیے کا پھل دے کر رہیگا۔

وَقَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا لَوْلَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا

اور بولے — وہ لوگ — جو امید نہیں رکھتے کہ ہم سے ملیں گے — کیوں نہ اترے ہم پر

الْمَلَائِكَةُ أَوْ نَرَىٰ رَبَّنَا ۗ لَقَدِ اسْتَكْبَرُوا فِي أَنْفُسِهِمْ

فرشتے — یا ہم دیکھ لیتے اپنے رب کو ◆ — بہت بڑائی رکھتے ہیں — اپنے جی میں

وَعَتَوْا عُتُوًّا كَبِيرًا ﴿٢١﴾ يَوْمَ يَرَوْنَ الْمَلَائِكَةَ لَا بُشْرَىٰ

اور سر چڑھ رہے ہیں بڑی شرارت میں ◆ — جس دن دیکھیں گے فرشتوں کو — کچھ خوشخبری نہیں

يَوْمَئِذٍ لِلْمُجْرِمِينَ وَيَقُولُونَ حِجْرًا مَحْجُورًا ﴿٢٢﴾ وَقَدِمْنَا

اس دن — گنہگاروں کو — اور کہیں گے کہیں روک دی جائے کوئی آڑ ◆ — اور ہم پہنچے

إِلَىٰ مَا عَمِلُوا مِنْ عَمَلٍ فَجَعَلْنَاهُ هَبَاءً مَنْثُورًا ﴿٢٣﴾ أَصْحَابُ

ان کے کاموں پر جو انہوں نے کئے تھے — پھر ہم نے کر ڈالا اس کو خاک اڑتی ہوئی ◆ — بہشت کے

الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا ﴿٢٤﴾ وَيَوْمَ

لوگوں کا — اس دن — خوب ہے ٹھکانا — اور خوب ہے جگہ دوپہر کے آرام کی ◆ — اور جس دن

تَشَقَّقُ السَّمَاءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ الْمَلَائِكَةُ تَنْزِيلًا ﴿٢٥﴾

پھٹ جائے آسمان — بادل سے — اور اتارے جائیں فرشتے — لگاتار ◆

الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمَٰنِ ۚ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى

بادشاہی — اس دن — سچی ہے — رحمٰن کی — اور ہے وہ دن

◆ **کفار کی جاہلانہ فرمائشیں** یعنی جن کو یہ امید نہیں کہ ایک روز ہمارے روبرو حاضر ہو کر حساب و کتاب دینا ہے وہ سزا کے خوف سے بالکل بے فکر ہو کر معاندانہ اور گستاخانہ کلمات زبان سے بکتے ہیں۔ مثلاً کہتے ہیں کہ محمد ﷺ کی طرح ہم پر فرشتے وحی لے کر کیوں نہ اترے۔ یا خدا تعالیٰ سامنے آ کر ہم سے ہم کلام کیوں نہ ہو گیا۔ کم از کم فرشتے تمہاری تصدیق ہی کے لئے آ جاتے یا خود

خداوند رب العزت کو ہم دیکھتے یا سامنے ہو کر تمہارے دعوے کی تائید و تصدیق کر دے۔ کمافی موضع آخر "قَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ" (انعام رکوع۱۵) اور سورۃ الاسراء میں "اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا" (اسراء رکوع۱۰)

◆ **کفار کا بدترین تکبر** | یعنی انہوں نے اپنے دل میں اپنے کو بہت بڑا سمجھ رکھا ہے جو وحی اور فرشتوں کے آنے کی تمنا رکھتے ہیں شرارت و سرکشی کی حد ہو گئی کہ باوجود اپنی سیاہ کاریوں کے دنیا میں ان آنکھوں سے خداوند قدوس کو دیکھنے اور شرف ہم کلامی سے مشرف ہونے کا مطالبہ کر لیں۔

◆ **آخرت میں کفار کی حالت** | یعنی گھبراؤ نہیں، ایک دن آنے والا ہے جب فرشتے تم کو نظر پڑیں گے لیکن اس دن دیکھنے سے تم جیسے مجرموں کو کچھ خوشی حاصل نہ ہوگی۔ بلکہ سخت ہولناک مصائب کا سامنا ہوگا۔ حتیٰ کہ جو لوگ اس وقت فرشتوں کے نزول کا مطالبہ کرنے والے ہیں اس وقت "حِجْرًا مَّحْجُوْرًا" کہہ کر پناہ طلب کریں گے، اور چاہیں گے کہ ان کے اور فرشتوں کے درمیان کوئی سخت روک قائم ہو جائے کہ وہ ان تک نہ پہنچ سکیں۔ لیکن خدا کا فیصلہ کب رک سکتا ہے۔ فرشتے بھی "حِجْرًا مَّحْجُوْرًا" کہہ کر بتلا دیں گے کہ آج مسرت و کامیابی ہمیشہ کے لئے تم سے روک دی گئی ہے۔ تنبیہ: ممکن ہے یہ تذکرہ احتضار (موت) کے وقت کا ہو۔ کما قال تعالیٰ "وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ" (انفال رکوع۷) وقال تعالیٰ "وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ" (انعام رکوع۱۱) گویا یہ کیفیت اس کے بالمقابل ہوگی۔ جو دوسری جگہ مومنین کی بیان ہوئی ہے۔ "اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ" الخ (حم السجدہ رکوع۴) اور ممکن ہے یہاں قیامت کے دن کا ذکر ہو۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم۔

◆ **کفار کے اعمال کی حقیقت** | یعنی وہ ہم کو بلاتے تھے تو ہم بھی آپہنچے مگر ان کی عزت بڑھانے کو نہیں، بلکہ اس لئے کہ انہوں نے اپنے زعم باطل کے موافق جو بھلے کام کئے تھے جن پر بڑا بھروسہ تھا انہیں ہم تلف و ملیامیٹ کر دیں اور اس طرح بے حقیقت کر کے اڑا دیں جیسے خاک کے باریک ذرات ہوا میں ادھر ادھر اڑ جایا کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اعمال روح اخلاص و ایمان سے یکسر خالی یا طریق حق کے بالکل متضاد واقع ہوئے ہیں۔ قال تعالیٰ "مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ" (ابراہیم رکوع۳) وغیر ذلک من الآیات۔

◆ یعنی یہ لوگ تو اس روز اس مصیبت میں گرفتار ہوں گے اور جن کی ہنسی اڑایا کرتے تھے وہ جنت میں خوب چین و آرام کے مزے لوٹیں گے۔

◆ **حق تعالیٰ کے چتر شاہی اور ملائکہ کا نزول** | قیامت کے دن آسمانوں کے پھٹنے کے بعد اوپر سے بادل کی طرح کی ایک چیز اترتی نظر آئے گی جس میں حق تعالیٰ کی ایک خاص تجلی ہوگی اسے ہم چتر شاہی سے تعبیر کر لیتے ہیں۔ شاید یہ وہی چیز ہو جسے ابو رزین کی حدیث میں "عَمَاء" سے اور نسائی کی ایک روایت میں جو معراج سے متعلق ہے "غَیَابَة" سے تعبیر کیا ہے۔ واللہ اعلم۔ اس کے ساتھ بیشمار فرشتوں کا ہجوم ہوگا اور ساتوں آسمانوں کے فرشتے اس روز لگاتار مقام محشر کی طرف نزول فرمائیں گے۔ دوسرے پارے کے نصف کے قریب آیت "هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ" الخ میں بھی اسی طرح کا مضمون گذر چکا ہے۔

الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ

منکروں پر مشکل ◆ اور جس دن کاٹ کاٹ کھائے گا گنہگار اپنے ہاتھوں کو

يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِى اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى

کہے گا اے کاش کہ میں نے پکڑا ہوتا رسول کے ساتھ رستہ ◆ اے خرابی میری

لَيْتَنِىْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِىْ عَنِ

کاش کہ نہ پکڑا ہوتا میں نے فلانے کو دوست ◆ اس نے تو بہکا دیا مجھ کو

الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِىْ ؕ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ

نصیحت سے مجھ تک پہنچ چکنے کے پیچھے (بعد) اور ہے شیطان آدمی کو وقت پر

خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِى اتَّخَذُوْا

دغا دینے والا ◆ اور کہا رسول نے اے میرے رب میری قوم نے ٹھہرایا ہے

هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِىٍّ

اس قرآن کو جھک جھک ◆ اور اسی طرح رکھے ہیں ہم نے ہر نبی کے لیے

عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّنَصِيْرًا ﴿٣١﴾

دشمن گنہگاروں میں سے ◆ اور کافی ہے تیرا رب راہ دکھلانے کو اور مدد کرنے کو ◆

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ الْقُرْاٰنُ جُمْلَةً

اور کہنے لگے وہ لوگ جو منکر ہیں کیوں نہ اترا اس پر قرآن سارا (اکٹھا)

وَّاحِدَةً ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ لِنُثَبِّتَ بِهٖ فُؤَادَكَ وَرَتَّلْنٰهُ

مع

ایک جگہ ہو کر (ایک بار) ◆ اسی طرح اتارا تا کہ ثابت رکھیں ہم اس سے تیرا دل اور پڑھ سنایا ہم نے اس کو

◆ **رحمٰن کی بادشاہی** یعنی ظاہراً و باطناً صورۃً و معنًی من کل الوجوہ اکیلے رحمٰن کی بادشاہت ہوگی اور صرف اسی کا حکم چلے گا۔ "لمن الملک الیوم للہ الواحد القہار" (مومن، رکوع ۲) پھر جب رحمان کی حکومت ہوئی تو جو مستحق رحمت ہیں ان کے لئے رحمت کی کیا کمی، بے حساب رحمتوں سے نوازے جائیں گے مگر باوجود ایسی لامحدود رحمت کے کافروں کے لئے وہ دن بڑی سخت مشکل اور مصیبت کا ہوگا کہ باوجود رحمان کی حکومت کے تہی دست رہیں گے۔

◆ **کافر کی انتہائی حسرت وندامت** یعنی مارے حسرت وندامت کے اپنے ہاتھ کاٹے گا اور افسوس کرے گا کہ میں نے کیوں دنیا میں رسول خدا کا راستہ اختیار نہ کیا اور کیوں شیاطین الانس والجن کے بہکانے میں آ گیا جو آج یہ روز بد دیکھنا پڑا۔

◆ یعنی جس کی دوستی اور اغوا سے گمراہ ہوا تھا یا گمراہی میں ترقی کی تھی، اس وقت پچھتائے گا کہ افسوس! میں نے اپنا دوست کیوں سمجھا۔ کاش میرے اور اس کے درمیان کبھی دوستی اور رفاقت نہ ہوئی ہوتی۔ **تنبیہ:** مفسرین نے یہاں عقبہ بن ابی معیط اور ابی بن خلف کا جو واقعہ نقل کیا ہے، کچھ ضرورت نہیں کہ آیت کے مدلول کو اس پر مقصور کیا جائے۔ ہاں جو تقریر ہم نے کی ہے اس میں وہ بھی داخل ہے۔

◆ یعنی پیغمبر کی نصیحت مجھ کو پہنچ چکی تھی جو ہدایت کے لئے کافی تھی، اور امکان تھا کہ میرے دل میں گھر کر لے مگر اس کم بخت کی دوستی نے تباہ کیا اور دل کو ادھر متوجہ نہ ہونے دیا۔ بیشک شیطان بڑا دغا باز ہے آدمی کو عین وقت پر دھوکا دیتا اور بری طرح رسوا کرتا ہے۔

◆ **آنحضرت ﷺ کی شکایت** یعنی ضدی معاندین نے جب کسی طرح نصیحت پر کان نہ دھرا تب پیغمبر نے بارگاہ الٰہی میں شکایت کی کہ خداوندا میری قوم نے جس کی طرف میں بھیجا گیا تھا، انہوں نے قرآن جیسی عظیم الشان کتاب کو (العیاذ باللہ) بکواس قرار دیا ہے۔ جب قرآن پڑھا جاتا ہے تو خوب شور مچاتے اور بک بک جھک جھک کرتے ہیں۔ تاکوئی شخص سن اور سمجھ نہ سکے۔ اس طرح ان اشقیاء نے قرآن جیسی قابل قدر کتاب کو بالکل متروک و مہجور کر چھوڑا ہے۔ **تنبیہ:** آیت میں اگرچہ مذکور صرف کافروں کا ہے، تاہم قرآن کی تصدیق نہ کرنا، اس میں تدبر نہ کرنا، اس پر عمل نہ کرنا، اس کی تلاوت نہ کرنا، اس کی صحیح قراءت کی طرف توجہ نہ کرنا، اس سے اعراض کر کے دوسری لغویات یا حقیر چیزوں کی طرف متوجہ ہونا، یہ سب صورتیں درجہ بدرجہ ہجران قرآن کے تحت میں داخل ہو سکتی ہیں۔ "فنسئل اللہ الکریم المنان القادر علی ما یشاء ان یخلصنا مما یسخطہ و یستعملنا فیما یرضیہ من حفظ کتابہ و فہمہ والقیام بمقتضاہ اٰناء اللیل و اطراف النہار علی الوجہ الذی یحبہ و یرضاہ انہ کریم وہاب"

◆ **ہر نبی کے دشمن ضرور ہوتے ہیں** جو نبی کی بات ماننے میں رکاوٹیں ڈالتے ہیں اور لوگوں کو قبول حق سے روکتے ہیں۔

◆ یعنی کافر چڑ ہے بہکایا کریں، جس کو اللہ چاہے گا راہ پر لے آوے گا۔ یا یہ مطلب ہے کہ اللہ جس کو چاہے گا ہدایت کرے گا اور جن کو ہدایت نصیب نہ ہوگی ان کے سب کے مقابلہ میں تیری مدد کرے گا۔ یا یہ کہ حق تعالیٰ تیری مدد کر کے مقام مطلوب تک پہنچا دے گا۔ کوئی رکاوٹ مانع نہ ہو سکے گی۔

◆ **قرآن کی یکبارگی نازل نہ ہونے پر کفار کے شبہات** یعنی نبی کے دشمن لوگوں کو گمراہ کرنے کے لئے ایسے ایسے اعتراض چھانٹتے ہیں کہ صاحب اور دوسری کتابوں کی طرح پورا قرآن ایک ہی دفعہ کیوں نہ اتارا گیا۔ برسوں میں جو تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا اللہ میاں کو کچھ سوچنا پڑتا تھا۔ اس سے تو شبہ ہوتا ہے کہ خود محمد ﷺ سوچ سوچ کر بناتے ہیں۔ پھر موقع مناسب دیکھ کر تھوڑا تھوڑا سناتے رہتے ہیں۔

تَرْتِيْلًا ﴿۳۲﴾ وَلَا يَاْتُوْنَكَ بِمَثَلٍ اِلَّا جِئْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاَحْسَنَ تَفْسِيْرًا ﴿۳۳﴾ اَلَّذِيْنَ يُحْشَرُوْنَ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ اِلٰى جَهَنَّمَ ۙ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَجَعَلْنَا مَعَهٗٓ اَخَاهُ هٰرُوْنَ وَزِيْرًا ﴿۳۵﴾ فَقُلْنَا اذْهَبَآ اِلَى الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۗ فَدَمَّرْنٰهُمْ تَدْمِيْرًا ﴿۳۶﴾ وَقَوْمَ نُوْحٍ لَّمَّا كَذَّبُوا الرُّسُلَ اَغْرَقْنٰهُمْ وَجَعَلْنٰهُمْ لِلنَّاسِ اٰيَةً ۭ وَاَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ عَذَابًا اَلِيْمًا ﴿۳۷﴾ وَّعَادًا وَّثَمُوْدَاۡ وَاَصْحٰبَ الرَّسِّ وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا ﴿۳۸﴾ وَكُلًّا ضَرَبْنَا لَهُ

۱ **قرآن کے تھوڑا تھوڑا نازل ہونے کی حکمت** | یعنی یہ کیا شبہ ہے کہ تھوڑا تھوڑا کر کے اتارنا اس سبب سے ہو جو تم نے سمجھا۔ اگر غور کرو گے تو اس طرح نازل کرنے میں بہت سے فوائد ہیں جو یکدم نازل کرنے کی صورت میں پورے طور پر حاصل نہ ہوتے۔ مثلاً اس صورت میں قرآن کا حفظ کرنا زیادہ آسان ہوا۔ سمجھنے میں سہولت رہی، کلام پوری طرح منقح ہوتا رہا اور جن مصالح و حکم کی رعایت اس میں کی گئی تھی لوگ موقع بموقع ان کی تفاصیل پر مطلع ہوتے رہے۔ ہر آیت کی جداگانہ شان نزول کو دیکھ کر اس کا صحیح مطلب متعین کرنے میں مدد ملی۔ ہر ضرورت کے وقت ہر بات کا بروقت جواب ملتے رہنے سے پیغمبر اور مسلمانوں کے قلوب تسکین پاتے رہے اور ہر آیت کے نزول پر گویا دوسری اعجاز کی تجدید ہوتی رہی۔ اس سلسلہ میں جبرئیل کا بار بار آنا جانا ہوا جو ایک مستقل برکت تھی وغیر ذالک من الفوائد۔ ان ہی میں سے بعض فوائد کی طرف یہاں اشارہ فرمایا ہے۔

۲ **قرآن میں تمام شبہات کا جواب** | یعنی کفار جب کوئی اعتراض قرآن پر یا کوئی مثال آپ پر چسپاں کرتے ہیں تو قرآن اس کے جواب میں ٹھیک ٹھیک بات بتلا دیتا ہے جس میں کسی قسم کا ہیر پھیر نہیں ہوتا۔ بلکہ صاف، واضح، معقول اور بے تکلف بات ہوتی ہے ہاں جن کی عقل اوندھی ہو گئی ہو وہ سیدھی اور صاف بات کو بھی ٹیڑھی سمجھیں یہ الگ چیز ہے۔ ایسوں کا انجام اگلی آیت میں بیان فرمایا۔

۳ یہ وہی لوگ ہیں جن کی عقل اوندھی ہو گئی اور علویات کو چھوڑ کر سفلی خواہشات پر جھک پڑے۔ آگے اگلی چند اقوام کا جو حشر ہوا عبرت کے لئے اس کو بیان فرماتے ہیں۔

۴ یعنی آیات تکوینیہ کو جو اللہ کی توحید وغیرہ پر دال ہیں اور انبیائے سابقین کے متعلق بیانات کو جن کا تھوڑا بہت چرچا پہلے سے چلا آتا تھا جھٹلا کر خدائی کے دعوے کرنے لگے تھے۔

۵ ایک پیغمبر کا جھٹلانا سب کا جھٹلانا ہے۔ کیونکہ اصول دین میں سب انبیاء متحد ہیں۔

۶ **اصحاب الرس کون تھے** | "اصحاب الرس" (کنوئیں والے) کون تھے؟ اس میں سخت اختلاف ہوا ہے۔ "روح المعانی" میں بہت اقوال نقل کر کے لکھا ہے۔ "وملخص الاقوال انہم قوم اہلکہم اللہ بتکذیب من ارسل الیہم" (یعنی خلاصہ یہ ہے کہ وہ کوئی قوم تھی جو اپنے پیغمبر کی تکذیب کی پاداش میں ہلاک ہوئی) حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "ایک امت نے اپنے رسول کو کنوئیں میں بند کیا پھر ان پر عذاب آیا تب وہ رسول خلاص ہوا۔"

الْأَمْثَالَ ۖ وَكُلًّا تَبَّرْنَا تَتْبِيرًا ﴿٣٩﴾ وَلَقَدْ أَتَوْا عَلَى الْقَرْيَةِ

مثالیں ◆ اور سب کو کھو دیا ہم نے غارت کر کر ◆ اور یہ لوگ ہو آئے ہیں اس بستی کے پاس

الَّتِي أُمْطِرَتْ مَطَرَ السَّوْءِ ۚ أَفَلَمْ يَكُونُوا يَرَوْنَهَا ۚ بَلْ

جس پر برسا برا برساؤ (مینہ) ◆ کیا دیکھتے نہ تھے اس کو ◆ نہیں پر

كَانُوا لَا يَرْجُونَ نُشُورًا ﴿٤٠﴾ وَإِذَا رَأَوْكَ إِن يَتَّخِذُونَكَ

امید نہیں رکھتے جی اٹھنے کی ◆ اور جہاں تجھ کو دیکھیں کچھ کام نہیں ان کو تجھ سے

إِلَّا هُزُوًا أَهَٰذَا الَّذِي بَعَثَ اللَّهُ رَسُولًا ﴿٤١﴾ إِن كَادَ

مگر ٹھٹھے کرنے کیا یہی ہے جس کو بھیجا اللہ نے پیغام دے کر یہ تو

لَيُضِلُّنَا عَنْ آلِهَتِنَا لَوْلَا أَن صَبَرْنَا عَلَيْهَا ۚ وَسَوْفَ

ہم کو بچلا ہی دیتا ہمارے معبودوں سے اگر ہم نہ جمے رہتے ان پر ◆ اور آگے

يَعْلَمُونَ حِينَ يَرَوْنَ الْعَذَابَ مَنْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٢﴾

جان لیں گے جس وقت دیکھیں گے عذاب کہ کون بہت بچلا ہوا ہے راہ سے ◆

أَرَأَيْتَ مَنِ اتَّخَذَ إِلَٰهَهُ هَوَاهُ أَفَأَنتَ تَكُونُ عَلَيْهِ

بھلا دیکھ تو اس شخص کو جس نے پوجنا اختیار کیا اپنی خواہش کا کہیں تو لے سکتا ہے اس کا

وَكِيلًا ﴿٤٣﴾ أَمْ تَحْسَبُ أَنَّ أَكْثَرَهُمْ يَسْمَعُونَ أَوْ يَعْقِلُونَ ۚ

ذمہ ◆ یا تو خیال رکھتا ہے کہ بہت سے ان میں سنتے یا سمجھتے ہیں

إِنْ هُمْ إِلَّا كَالْأَنْعَامِ ۖ بَلْ هُمْ أَضَلُّ سَبِيلًا ﴿٤٤﴾ أَلَمْ تَرَ

اور کچھ نہیں وہ برابر ہیں چوپایوں کے بلکہ وہ زیادہ بہکے ہوئے ہیں راہ سے ◆ تو نے نہیں دیکھا

◆ یعنی پہلے سب کو اچھی طرح سمجھایا۔ جب کسی طرح نہ مانا تو تباہ کر ڈالا۔

◆ یعنی قوم لوط کی بستیاں جن کے کھنڈرات پر سے اہل مکہ شام کے سفر میں گزرتے تھے۔

◆ یعنی کیا ان کھنڈرات کو عبرت کی نگاہ سے نہیں دیکھا۔

◆ یعنی عبرت کہاں سے ہو جب ان کے نزدیک یہ احتمال ہی نہیں کہ مرنے کے بعد پھر جی اٹھنا اور خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے۔ عبرت تو وہی حاصل کرتا ہے جس کے دل میں تھوڑا بہت ڈر ہو اور انجام کی طرف سے بالکل بے فکر نہ ہو۔

◆ **آنحضرتؐ سے استہزاء** | یعنی بجائے عبرت حاصل کرنے کے ان کا مشغلہ یہ ہے کہ پیغمبر سے ٹھٹھا کیا کریں۔ چنانچہ آپ کو دیکھ کر استہزاءً کہتے ہیں کیا یہی بزرگ ہیں جن کو اللہ نے رسول بنا کر بھیجا ہے؟ بھلا یہ حیثیت اور منصب رسالت؟ کیا ساری خدائی میں سے یہی اکیلے رسول بننے کے لئے رہ گئے تھے؟ آخر کوئی بات تو ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کی تقریر پر جوش کا اثر رکھتی ہے۔ دعوت نصیحت اور زور تقریر سے رنگ تو ایسا جما دیا تھا کہ بڑے بڑوں کے قدم پھسل گئے ہوتے۔ قریب تھا کہ اس کی باتیں ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کر دیتیں۔ وہ تو ہم پکے ہی ایسے تھے کہ برابر جمے رہے ان کی کسی بات کا اثر قبول نہ کیا۔ ورنہ یہ تو سب ہی کو گمراہ کر کے چھوڑتے۔ (العیاذ باللہ)

◆ یعنی عذاب الٰہی کو آنکھوں سے دیکھیں گے تب ان کو پتہ لگے گا کہ واقع میں کون گمراہ تھا۔

◆ **خواہش ان کا خدا ہے** | یعنی آپ ایسے بے راہ ہستوں کو راہ ہدایت پر لانے کے کیا ذمہ دار ہو سکتے ہیں جن کا معبود ہی محض خواہش ہو۔ جدھر خواہش لے گئی ادھر ہی جھک پڑے۔ جو بات خواہش کے موافق ہوئی قبول کر لی، جو مخالف ہوئی رد کر دی۔ آج ایک پتھر اچھا معلوم ہوا اسے پوجنے لگے کل دوسرا اس سے خوبصورت مل گیا پہلے کو چھوڑ کر اس کے آگے سر جھکا دیا۔

◆ **کفار چوپایوں سے بھی بدتر ہیں** | یعنی کسی کی نصیحت سنتے نہیں، ایسے پڑے ہیں جیسے جانور ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر۔ انہیں کھانے پینے سے کام، چوپائے تو بہرحال اپنے پرورش کرنے والے مالک کے سامنے گردن جھکا دیتے ہیں۔ اپنے محسن کو پہچانتے ہیں، نفع و ضرر کی کچھ شناخت رکھتے ہیں۔ کھلا چھوڑ دو تو بھی چراگاہ۔ پانی پینے کی جگہ پہنچ جاتے ہیں۔ لیکن ان بدبختوں کا حال یہ ہے کہ نہ اپنے خالق و رازق کا حق پہچانا، نہ اس کے احسانات کو سمجھا، نہ بھلے برے کی تمیز کی، نہ دوست دشمن میں فرق کیا، نہ غذائے روحانی اور چشمہ ہدایت کی طرف قدم اٹھایا۔ بلکہ اس سے کوسوں دور بھاگے اور جو قوتیں خدا تعالیٰ نے عطا کی تھیں ان کو معطل کئے رکھا بلکہ بے موقع صرف کیا۔ اگر ذرا بھی عقل و فہم سے کام لیتے تو اس کارخانہ قدرت میں بیشمار نشانیاں موجود تھیں جو نہایت واضح طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید و تنزیہ اور اصول دین کی صداقت و حقانیت کی طرف رہبری کر رہی ہیں جن میں سے بعض نشانیوں کا ذکر آئندہ آیات میں کیا گیا ہے۔

إِلَىٰ رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَاءَ لَجَعَلَهُ سَاكِنًا

اپنے رب کی طرف | کیسے دراز کیا سایہ کو (دیر تک چھائیں کو) | اور اگر چاہتا | تو اس کو ٹھہرا رکھتا

ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيلًا ﴿٤٥﴾ ثُمَّ قَبَضْنَاهُ إِلَيْنَا

پھر ہم نے مقرر کیا سورج کو | اس کا راہ بتلانے والا | پھر کھینچ لیا ہم نے اس کو اپنی طرف

قَبْضًا يَسِيرًا ﴿٤٦﴾ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ اللَّيْلَ لِبَاسًا

تھوڑا تھوڑا سمیٹ کر ◆ | اور وہی ہے | جس نے بنا دیا تمہارے واسطے رات کو | اوڑھنا

وَالنَّوْمَ سُبَاتًا وَجَعَلَ النَّهَارَ نُشُورًا ﴿٤٧﴾ وَهُوَ الَّذِي

اور نیند کو آرام | اور دن کو بنا دیا اٹھ نکلنے کے لیے ◆ | اور وہی ہے جس نے

أَرْسَلَ الرِّيَاحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ۚ وَأَنْزَلْنَا مِنَ

چلائیں ہوائیں | خوشخبری لانے والیاں اس کی رحمت سے (کے) آگے | اور اتارا ہم نے

السَّمَاءِ مَاءً طَهُورًا ﴿٤٨﴾ لِنُحْيِيَ بِهِ بَلْدَةً مَيْتًا وَنُسْقِيَهُ

آسمان سے پانی پاکی حاصل کرنے کا | کہ زندہ کر دیں اس سے مرے ہوئے دیس کو | اور پلائیں اس کو

مِمَّا خَلَقْنَا أَنْعَامًا وَأَنَاسِيَّ كَثِيرًا ﴿٤٩﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَاهُ

اپنے پیدا کیے ہوئے بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو ◆ | اور طرح طرح سے تقسیم کیا ہم نے اس کو

بَيْنَهُمْ لِيَذَّكَّرُوا فَأَبَىٰ أَكْثَرُ النَّاسِ إِلَّا كُفُورًا ﴿٥٠﴾ وَلَوْ

ان کے بیچ میں | تا دھیان رکھیں | پھر بھی نہیں رہتے بہت لوگ | بدون ناشکری کیے ◆ | اور اگر

شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ نَذِيرًا ﴿٥١﴾ فَلَا تُطِعِ الْكَافِرِينَ

ہم چاہتے | تو اٹھاتے ہر بستی میں | کوئی ڈرانے والا | سو تو کہنا مت مان منکروں کا

سائے اور روشنی میں قدرت کے دلائل صبح سے طلوع شمس تک سب جگہ سایہ رہتا ہے اگر حق تعالیٰ سورج کو طلوع نہ ہونے دیتا تو یہی سایہ قائم رہتا۔ مگر اس نے اپنی قدرت سے سورج نکالا جس سے دھوپ پھیلنی شروع ہوئی اور سایہ بتدریج ایک طرف کو سمٹنے لگا۔ اگر دھوپ نہ آتی تو سایہ کو ہم سمجھ بھی نہ سکتے۔ کیونکہ ایک ضد کے آنے سے ہی دوسری ضد پہچانی جاتی ہے۔ "قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ" الخ (قصص رکوع ۷) حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "اول ہر چیز کا سایہ لمبا پڑتا ہے۔ پھر جس طرف سورج چڑھتا ہے اس کے مقابل سایہ گھٹتا جاتا ہے جب تک کہ جڑ میں آ لگے۔ "اپنی طرف کھینچ لیا" کا یہ مطلب ہے کہ اپنی اصل کو جا لگا۔ سب کی اصل اللہ ہے۔" (موضح القرآن) پھر زوال کے بعد سے ایک طرف سے دھوپ سمٹنا شروع ہوتی ہے اور دوسری طرف سایہ لمبا ہونے لگتا ہے حتی کہ آخر نہار میں دھوپ غائب ہو جاتی ہے۔ یہی مثال دنیا کی ہستی کی سمجھو۔ اول عدم تھا، پھر نور وجود آیا، پھر آخر کار کتم عدم میں چلی جائے گی۔ اور اسی جسمانی نور وظل کے سلسلہ پر روحانی نور وظلمت کو قیاس کر لو۔ اگر کفر وعصیان اور جہل وطغیان کی ظلمات میں آفتاب نبوت کی روشنی اللہ تعالیٰ نہ بھیجتا تو کسی کو معرفت صحیحہ کا راستہ ہاتھ نہ آتا۔

لیل ونہار سے قیامت کا استدلال یعنی رات کی تاریکی چادر کی طرح سب پر محیط ہو جاتی ہے جس میں لوگ کاروبار چھوڑ کر آرام کرتے ہیں۔ پھر دن کا اجالا ہوتا ہے تو نیند سے اٹھ کر ادھر ادھر چلنے پھرنے لگ جاتے ہیں۔ اسی طرح موت کی نیند کے بعد قیامت کی صبح آئے گی جس میں سارا جہان دوبارہ اٹھ کھڑا ہوگا اور یہی حالت اس وقت پیش آتی ہے جب انبیاء علیہم السلام وحی والہام کی روشنی سے دنیا میں اجالا کرتے ہیں تو جہل وغفلت کی نیند سے سوئی ہوئی مخلوق ایک دم آنکھیں مل کر اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔

ہواؤں اور پانی میں اللہ کی نشانیاں یعنی اول برساتی ہوائیں بارش کی خوشخبری لاتی ہیں، پھر آسمان کی طرف سے پانی برستا ہے جو خود پاک اور دوسروں کو پاک کرنے والا ہے۔ پانی پڑتے ہی مردہ زمینوں میں جان پڑ جاتی ہے۔ کھیتیاں لہلہانے لگتی ہیں جہاں خاک اڑتی تھی وہاں سبزہ زار بن جاتا ہے۔ اور کتنے جانور اور آدمی بارش کا پانی پی کر سیراب ہوتے ہیں۔ اسی طرح قیامت کے دن ایک خاص بارش کے ذریعہ مردہ جسموں کو جو خاک میں مل چکے تھے زندہ کر دیا جائے گا اور دنیا میں بھی اسی طرح جو دل جہل وعصیان کی موت سے مر چکے تھے، وحی الٰہی کی آسمانی بارش ان کو زندہ کر دیتی ہے جو روحیں پلیدی میں پھنس گئی تھیں روحانی بارش کے پانی سے دھل کر پاک وصاف ہو جاتی ہیں اور معرفت ووصول الی اللہ کی پیاس رکھنے والے اسی کو پی کر سیراب ہوتے ہیں۔

پانی کی حکیمانہ تقسیم یعنی بارش کا پانی تمام زمینوں اور آدمیوں کو یکساں نہیں پہنچتا بلکہ کہیں کم کہیں زیادہ، کہیں جلد کہیں بدیر، جس طرح اللہ کی حکمت مقتضی ہو پھیرتا رہتا ہے۔ تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کی تقسیم کسی قادر مختار وحکیم کے ہاتھ میں ہے۔ لیکن بہت لوگ پھر بھی نہیں سمجھتے اور نعمت الٰہی کا شکر ادا نہیں کرتے۔ الٹے کفر اور ناشکری پر اتر آتے ہیں۔ یہی حال روحانی بارش کا ہے کہ جس کو اپنی استعداد اور ظرف کے موافق جتنا حصہ ملنا تھا مل گیا اور بہت سے اس نعمت عظمیٰ کا کفران ہی کرتے رہے۔

وَجَاهِدْهُم بِهِ جِهَادًا كَبِيرًا ﴿٥٢﴾ وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ

اور مقابلہ کر ان کا اس کے ساتھ | بڑے زور سے ۞ | اور وہی ہے جس نے ملے ہوئے چلائے دو دریا

هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا

یہ میٹھا ہے پیاس بجھانے والا | اور یہ کھاری ہے کڑوا | اور رکھا ان دونوں کے بیچ

بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا ﴿٥٣﴾ وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ

پردہ | اور آڑ | روکی ہوئی ۞ | اور وہی ہے | جس نے بنایا پانی سے

بَشَرًا فَجَعَلَهُ نَسَبًا وَصِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِيرًا ﴿٥٤﴾ وَ

آدمی | پھر ٹھہرایا اس کے لیے نسب (جد) اور سسرال | اور تیرا رب سب کچھ کر سکتا ہے | اور

يَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُهُمْ وَلَا يَضُرُّهُمْ ۗ وَكَانَ

پوجتے ہیں اللہ کو چھوڑ کر | وہ چیز جو نہ بھلا کرے ان کا | نہ برا | اور ہے

الْكَافِرُ عَلَىٰ رَبِّهِ ظَهِيرًا ﴿٥٥﴾ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا مُبَشِّرًا وَ

کافر اپنے رب کی طرف سے پیٹھ (منہ) پھیرے رہا (طرف پیٹھ کر رہا) ۞ | اور تجھ کو ہم نے بھیجا | یہی خوشی اور

نَذِيرًا ﴿٥٦﴾ قُلْ مَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ إِلَّا مَن شَاءَ

ڈر سنانے کے لیے | تو کہہ | میں نہیں مانگتا تم سے اس پر | کچھ مزدوری | مگر جو کوئی چاہے

أَن يَتَّخِذَ إِلَىٰ رَبِّهِ سَبِيلًا ﴿٥٧﴾ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِي

کہ پکڑ لے اپنے رب کی طرف | راہ ۞ | اور بھروسہ کر | اس زندہ پر جو

لَا يَمُوتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهِ ۚ وَكَفَىٰ بِهِ بِذُنُوبِ عِبَادِهِ خَبِيرًا ﴿٥٨﴾ ع

نہیں مرتا | اور یاد کر اس کی خوبیاں | اور وہ کافی ہے | اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار ۞

مع

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ

جس نے بنائے | آسمان اور زمین | اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے | چھ

اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْـَٔلْ بِهٖ

دن میں | پھر قائم ہوا عرش پر ۞ | وہ بڑی رحمت والا | سو پوچھ اس سے

خَبِيْرًا ۝ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا

جو اس کی خبر رکھتا ہو ۞ | اور جب کہیے ان سے (کہ) | سجدہ کرو رحمٰن کو | کہیں

السجدة

الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا ۩ ۝ تَبٰرَكَ

رحمٰن کیا ہے | کیا سجدہ کرنے لگیں ہم جس کو تو فرمائے اور بڑھ جاتا ہے ان کا بدکنا (چونکنا) ۞ | بڑی برکت ہے

الَّذِيْ جَعَلَ فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّجَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ

اس کی جس نے بنائے | آسمان میں برج ۞ | اور رکھا اس میں چراغ ۞ | اور

قَمَرًا مُّنِيْرًا ۝ وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ خِلْفَةً

چاند اجالا (چاندنا) کرنے والا | اور وہی ہے جس نے بنائے رات اور دن بدلنے والے (بدلتے سدلتے) ۞

لِّمَنْ اَرَادَ اَنْ يَّذَّكَّرَ اَوْ اَرَادَ شُكُوْرًا ۝ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ

اس شخص کے واسطے کہ چاہے دھیان رکھنا | یا چاہے شکر کرنا ۞ | اور بندے رحمٰن کے وہ ہیں

الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ

جو چلتے ہیں | زمین پر دبے پاؤں ۞ | اور جب بات کرنے لگیں

الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ۝ وَالَّذِيْنَ يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ

ان سے بے سمجھ لوگ | تو کہیں صاحب سلامت ۞ | اور وہ لوگ جو رات کاٹتے ہیں اپنے رب کے آگے

◆ اس کا بیان سورۂ اعراف میں گذر چکا۔

◆ **رحمٰن کو اہل خبر سے پوچھو** | یعنی اللہ تعالیٰ کی شانوں اور رحمتوں کو کسی جاننے والے سے پوچھو۔ یہ جاہل مشرک اسے کیا جانیں۔ "وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ" اپنی شئون و کمالات کا پوری طرح جاننے والا تو خدا ہی ہے۔ "أَنْتَ كَمَا أَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ" مخلوق میں سب سے بڑے جاننے والے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ ہیں جن کی ذات گرامی میں حق تعالیٰ نے اولین و آخرین کے تمام علوم جمع کر دیئے۔ خدا تعالیٰ کی شانوں کو کوئی ان سے پوچھے۔

◆ **رحمٰن سے کفار کی چڑ** | یعنی یہ جاہل مشرک رحمٰن کی عظمت شان کو کیا سمجھ سکتے ہیں جن کو اس نام سے بھی چڑ ہے۔ جب یہ نام سنتے ہیں تو اپنی جہل یا بے حیائی اور تعنت سے ناواقف بن کر کہتے ہیں کہ رحمٰن کون ہے جس کو ہم سجدہ کریں۔ کیا محض تیرے کہہ دینے سے کسی بات مان لیں؟ بس تم نے ایک نام لے دیا اور ہم سجدہ میں گر پڑے۔ غرض جس قدر انہیں رحمٰن کی اطاعت و انقیاد کی طرف توجہ دلائے اسی قدر زیادہ بدکتے اور بھاگتے ہیں۔

◆ **آسمان میں برجوں کی تخلیق** | یعنی بڑے بڑے ستارے۔ یا آسمانی قلعے جن میں فرشتے پہرہ دیتے ہیں۔ یا ممکن ہے سورج کی بارہ منزلیں مراد ہوں جو اہل ہیئت نے بیان کی ہیں۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ آسمان کے بارہ حصے ان کا نام برج، ہر ایک پر ستاروں کا پتہ، یہ حد بنا رکھی ہیں حساب کو۔ (موضح)

◆ یعنی سورج، شاید نور و حرارت کے جمع ہونے اور صفت احراق رکھنے کی وجہ سے اس کو چراغ فرمایا۔ "وَجَعَلَ الْقَمَرَ فِيهِنَّ نُورًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِرَاجًا" (نوح رکوع ۱)

◆ گھٹنے بڑھنے یا آنے جانے کو بدلتا سدلتا فرمایا یا یہ مطلب ہے کہ ایک کو دوسرے کا بدل بنایا ہے۔ مثلاً دن کا کام رہ گیا رات کو کر لیا، رات کا وظیفہ رہ گیا دن میں پورا کر دیا۔ کما ورد فی الحدیث۔

◆ **لیل و نہار کی تبدیلی اللہ کی معرفت کیلئے ہے** | یعنی چاند سورج وغیرہ کا الٹ پھیر اور رات دن کا الٹ بدل اس لئے ہے کہ اس میں دھیان کر کے لوگ خداوند قدیر کی معرفت کا سراغ لگائیں کہ یہ سب تصرفات و انقلابات عظیمہ اسی کے دست قدرت کی کارسازیاں ہیں۔ اور رات دن کے فوائد و انعامات کو دیکھ کر اس کی شکر گذاری کی طرف متوجہ ہوں۔ چنانچہ رحمٰن کے مخلص بندے جن کا ذکر آگے آتا ہے ایسا ہی کرتے ہیں۔

◆ **رحمٰن کے بندے اور انکے اوصاف** | یعنی مشرکین کی طرح رحمٰن کا نام سن کر ناک بھوں نہیں چڑھاتے بلکہ ہر قول و فعل سے بندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ ان کی چال ڈھال سے تواضع، متانت، خاکساری اور بے تکلفی ٹپکتی ہے۔ متکبروں کی طرح زمین پر اکڑ کر نہیں چلتے۔ یہ مطلب نہیں کہ بہ تصنع سے بیماروں کی طرح قدم اٹھاتے ہیں۔ کیونکہ حضورؐ کی جو رفتار احادیث میں منقول ہے اس کی تائید نہیں کرتی۔

◆ **جہلاء کی بات کا جواب نرمی سے** | یعنی کم عقل اور بے ادب لوگوں کی بات کا جواب عفو و صلح سے دیتے ہیں۔ جب کوئی جہالت کی گفتگو کرے تو ملائم بات اور صاحب سلامت کہہ کر الگ ہو جاتے ہیں۔ ایسوں سے منہ نہیں لگتے۔ نہ ان میں شامل ہوں نہ ان سے لڑیں۔ ان کا شیوہ وہ نہیں جو جاہلیت میں کسی نے کہا تھا

أَلَا لَا يَجْهَلَنْ أَحَدٌ عَلَيْنَا

فَنَجْهَلَ فَوْقَ جَهْلِ الْجَاهِلِينَا

یہ تو رحمٰن کے ان مخلص بندوں کا دن تھا آگے رات کی کیفیت بیان فرماتے ہیں۔

سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اصْرِفْ عَنَّا

سجدہ میں اور کھڑے ◆ اور وہ لوگ کہ کہتے ہیں اے رب ہٹا ہم سے

عَذَابَ جَهَنَّمَ ۖ إِنَّ عَذَابَهَا كَانَ غَرَامًا ﴿٦٥﴾ إِنَّهَا سَاۤءَتْ

دوزخ کا عذاب بے شک اس کا عذاب چمٹنے والا ہے وہ بری جگہ ہے

مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٦٦﴾ وَالَّذِيْنَ إِذَآ أَنْفَقُوْا لَمْ يُسْرِفُوْا

ٹھہرنے کی اور بری جگہ رہنے کی ◆ اور وہ لوگ کہ جب خرچ کرنے لگیں نہ بے جا اڑائیں

وَلَمْ يَقْتُرُوْا وَكَانَ بَيْنَ ذٰلِكَ قَوَامًا ﴿٦٧﴾ وَالَّذِيْنَ لَا

اور نہ تنگی کریں اور ہے اس کے بیچ ایک سیدھی گذران ◆ اور وہ لوگ کہ نہیں

يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ إِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ

پکارتے اللہ کے ساتھ دوسرے حاکم کو اور نہیں خون کرتے جان کا جو

حَرَّمَ اللّٰهُ إِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ

منع کر دی اللہ نے مگر جہاں چاہیے ◆ اور بدکاری نہیں کرتے اور جو کوئی کرے یہ کام وہ جا پڑا

أَثَامًا ﴿٦٨﴾ يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ

گناہ میں ◆ دونا ہوگا اس کو عذاب قیامت کے دن اور پڑا رہے گا

فِيْهٖ مُهَانًا ﴿٦٩﴾ إِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا

اس میں خوار ہو کر ◆ مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا اور کیا کچھ کام نیک

فَأُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۗ وَكَانَ اللّٰهُ

سو ان کو بدل دے گا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیاں اور ہے اللہ

رحمٰن کے بندوں کی رات | یعنی رات کو جب غافل بندے نیند اور آرام کے مزے لوٹتے ہیں، یہ خدا کے آگے کھڑے اور سجدہ میں پڑے ہوئے گذارتے ہیں۔ رکوع چونکہ قیام و سجود کے درمیان واقع ہے شاید اس لئے اس کو علیحدہ ذکر نہیں کیا۔ گویا ان ہی دونوں کے بیچ میں آ گیا۔

خوف جہنم | یعنی اتنی عبادت پر اتنا خوف بھی ہے۔ یہ نہیں کہ تہجد کی آٹھ رکعت پڑھ کر خدا کے عذاب و قہر سے بے فکر ہو گئے۔

خرچ میں میانہ روی | یعنی موقع دیکھ بھال کر میانہ روی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں۔ نہ مال کی محبت نہ اس کی اضاعت۔ کما قال تعالیٰ "وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ" (بنی اسرائیل رکوع ۳)

قتل کی جائز صورتیں | مثلاً قتل عمد کے بدلہ قتل کرنا، یا بدکاری کی سزا میں زانی محصن کو سنگسار کرنا، یا جو شخص دین چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے اس کو مار ڈالنا۔ یہ سب صورتیں "إِلَّا بِالْحَقِّ" میں شامل ہیں۔ کما ورد فی الحدیث۔

جہنم کی وادی آثام | یعنی بڑا سخت گناہ کیا جس کی سزا مل کر رہے گی۔ بعض روایات میں آیا کہ "آثام" جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں بہت ہی ہولناک عذاب بیان کئے گئے ہیں۔ اعاذنا اللہ منہا۔

یعنی اور گناہوں سے یہ گناہ بڑے ہیں۔ عذاب بھی ان پر بڑا ہوگا اور مدام بدوام جاری رہے گا۔

غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿٧٠﴾ وَمَنْ تَابَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَاِنَّهٗ يَتُوْبُ

بخشنے والا مہربان ﴿٧٠﴾ اور جو کوئی توبہ کرے اور کرے کام نیک سو وہ پھر آتا ہے

اِلَى اللّٰهِ مَتَابًا ﴿٧١﴾ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ ۙ وَاِذَا مَرُّوْا

اللہ کی طرف پھر آنے کی جگہ ﴿٧١﴾ اور جو لوگ شامل نہیں ہوتے جھوٹے کام میں اور جب گذرتے ہیں

بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا ﴿٧٢﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ

کھیل کی باتوں پر نکل جائیں بزرگانہ ﴿٧٢﴾ اور وہ لوگ کہ جب ان کو سمجھائیے ان کے رب کی باتیں

لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا ﴿٧٣﴾ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ

نہ پڑیں ان پر بہرے اندھے ہو کر ﴿٧٣﴾ اور وہ لوگ جو کہتے ہیں

رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّ

اے رب دے ہم کو ہماری عورتوں کی طرف سے اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک اور

اجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا ﴿٧٤﴾ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ

کر ہم کو پرہیزگاروں کا پیشوا ﴿٧٤﴾ ان کو بدلہ ملے گا کوٹھوں کے جھروکے

بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا ﴿٧٥﴾ ۙ خٰلِدِيْنَ

اس لیے کہ وہ ثابت قدم رہے اور لینے آئیں گے ان کو وہاں دعا اور سلام کہتے ہوئے ﴿٧٥﴾ سدا رہا کریں

فِيْهَا ۭ حَسُنَتْ مُسْتَقَرًّا وَّمُقَامًا ﴿٧٦﴾ قُلْ مَا يَعْبَؤُا بِكُمْ رَبِّيْ

ان میں خوب جگہ ہے ٹھہرنے کی اور خوب جگہ رہنے کی ﴿٧٦﴾ تو کہہ پروا نہیں رکھتا میرا رب تمہاری

لَوْلَا دُعَاۗؤُكُمْ ۚ فَقَدْ كَذَّبْتُمْ فَسَوْفَ يَكُوْنُ لِزَامًا ﴿٧٧﴾ ع

اگر تم اس کو نہ پکارا کرو سو تم تو جھٹلا چکے اب آگے کو ہوتی ہے مڈبھیڑ ﴿٧٧﴾

۱ **توبہ کرنے والوں پر اللہ کا انعام** یعنی گناہوں کی جگہ نیکیوں کی توفیق دے گا اور کفر کے گناہ معاف کرے گا۔ یا یہ کہ بدیوں کو محو کر کے توبہ اور عمل صالح کی برکت سے ان کی تعداد کے مناسب نیکیاں ثبت فرمائے گا۔ کما یظھر من بعض الاحادیث۔

۲ پہلے ذکر تھا کافر کے گناہوں کا جو پیچھے ایمان لے آیا۔ یہ ذکر ہے اسلام میں گناہ کرنے کا۔ وہ بھی جب توبہ کرے یعنی پھرے برے کام سے تو اللہ کے یہاں جگہ پائے۔ معلوم ہوا کہ سورۂ نساء میں جو فرمایا "وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا" (نساء رکوع ۱۳) وہ بغیر توبہ کے حق میں ہے۔ واللہ اعلم۔

۳ **جھوٹی شہادت** یعنی جو جھوٹ بولیں نہ جھوٹی شہادت دیں۔ نہ باطل کاموں، اور گناہ کی مجلسوں میں حاضر ہوں۔

۴ **لغو کاموں سے اعراض** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی گناہ میں شامل نہیں، اور کھیل کی باتوں کی طرف دھیان نہیں کرتے نہ اس میں شامل نہ ان سے لڑیں۔"

۵ بلکہ نہایت فکر و تدبر اور دھیان سے سنیں اور ان کر متاثر ہوں مشرکین کی طرح پتھر کی مورتیں نہ بن جائیں۔

۶ **مومنین کاملین کی دعا** یعنی بیوی بچے ایسے عنایت فرما جنہیں دیکھ کر آنکھیں ٹھنڈی اور قلب مسرور ہو۔ اور ظاہر ہے مومن کامل کا دل اسی وقت ٹھنڈا ہوگا۔ جب اپنے اہل و عیال کو طاعت الٰہی کے رستہ پر گامزن اور علم نافع کی تحصیل میں مشغول پائے۔ دنیا کی سب نعمتیں اور مسرتیں اس کے بعد ہیں۔

۷ **جنت میں ان کا مقام** یعنی ایسا بنا دے کہ لوگ ہماری اقتداء کر کے متقی بن جایا کریں۔ حاصل یہ کہ ہم نہ صرف بذات خود مہتدی، بلکہ دوسروں کے لئے ہادی ہوں۔ اور ہمارا خاندان تقویٰ و طہارت میں ہماری پیروی کرے۔

۸ یعنی جنت میں اوپر کے درجے ملیں گے اور فرشتے دعا و سلام کہتے ہوئے انکا استقبال کریں گے اور آپس کی ملاقاتوں میں یہی کلمات سلام و دعا انکی تکریم و عزت افزائی کے لئے استعمال ہوں گے۔

۹ یعنی ایسی جگہ تھوڑی دیر ٹھہرے تو بھی غنیمت ہے ان کا تو وہ گھر ہوگا۔

۱۰ یعنی تمہارے نفع نقصان کی باتیں سمجھا دیں۔ بندہ کو چاہئے مغرور اور بیباک نہ ہو۔ خدا کو اس کی کیا پرواہ، ہاں اس کی التجا پر رحم کرتا ہے۔ نہ التجا کرو گے اور بڑے بنے رہو گے تو مڈبھیڑ کے لئے تیار ہو جاؤ جو عنقریب ہونے والی ہے۔

۱۱ **کفار کی تکذیب کا انجام** یعنی کافر جو حق کو جھٹلا چکے۔ یہ تکذیب عنقریب انکے گلے کا ہار بنے گی۔ اس کی سزا سے کسی طرح چھٹکارا نہ ہوگا۔ آخرت کی ابدی ہلاکت تو ہے ہی، دنیا میں بھی اب جلدی مڈبھیڑ ہونے والی ہے۔ یعنی لڑائی جہاد۔ چنانچہ غزوہ "بدر" میں اس مڈبھیڑ کا نتیجہ دیکھ لیا۔ تم سورۃ الفرقان وللہ الحمد والمنہ۔

ایاتہا ۲۲۷ — (۲۶) سورۃ الشعراء مکیۃ (۴۷) — رکوعاتہا ۱۱

سورۂ شعراء مکہ میں نازل ہوئی اور اس کی دو سو ستائیس آیتیں اور گیارہ رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓمّٓ ﴿١﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿٢﴾ لَعَلَّكَ بَاخِعٌ

طسم — یہ آیتیں ہیں — کھلی کتاب کی ◆ — شاید تو گھونٹ مارے

نَّفْسَكَ اَلَّا يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٣﴾ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ

اپنی جان — اس بات پر کہ وہ یقین نہیں کرتے ◆ — اگر ہم چاہیں — اتاریں ان پر

مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ﴿٤﴾

آسمان سے — ایک نشانی — پھر رہ جائیں — ان کی گردنیں — اس کے آگے نیچی ◆

وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا كَانُوْا عَنْهُ

اور نہیں پہنچتی ان کے پاس — کوئی نصیحت — رحمٰن سے نئی — جس سے

مُعْرِضِيْنَ ﴿٥﴾ فَقَدْ كَذَّبُوْا فَسَيَاْتِيْهِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا كَانُوْا بِهٖ

منہ نہیں موڑتے ◆ — سو یہ جھٹلا چکے — اب پہنچے گی ان پر — حقیقت اس بات کی جس پر

يَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿٦﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلَى الْاَرْضِ كَمْ اَنْۢبَتْنَا

ٹھٹھے کرتے تھے ◆ — کیا نہیں دیکھتے — وہ زمین کو — کتنی اگائی ہیں ہم نے

فِيْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍ كَرِيْمٍ ﴿٧﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا

اس میں ہر ایک قسم کی (طرح کی) خاصی چیزیں — اس میں البتہ نشانی ہے — اور

سورۃ الشعرآء

◆ یعنی اس کتاب کا اعجاز کھلا ہوا ہے۔ احکام واضح ہیں اور حق کو باطل سے الگ کرنے والی ہے۔

◆ **کفار پر آنحضرت کی انتہائی شفقت** | یعنی ان بدبختوں کے غم میں اپنے کو اس قدر گھلانے کی ضرورت نہیں کیا ان کے پیچھے آپ اپنی جان کو ہلاک کر کے رہیں گے۔ دلسوزی اور شفقت کی بھی آخر ایک حد ہے۔

◆ **اللہ اختیار کو سلب نہیں کرنا چاہتا** | یعنی یہ دنیا ابتلاء کا گھر ہے جہاں بندوں کے انقیاد و تسلیم اور سرکشی کو آزمایا جاتا ہے۔ اسی لئے حکمت الٰہی مقتضی نہیں کہ ان کا اختیار بالکل سلب کر لیا جائے۔ ورنہ خدا چاہتا تو کوئی ایسا آسمانی نشان دکھلاتا کہ اس کے آگے زبردستی سب کی گردنیں جھک جاتیں۔ بڑے بڑے سرداروں کو بھی انکار و انحراف کی قدرت باقی نہ رہتی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا تو نہیں کیا، ہاں وہ نشان بھیجے جنہیں دیکھ کر آدمی حق کو سمجھنا چاہے تو بآسانی سمجھ سکے۔ اور کبھی کبھی مغلوب ہو کر گردن جھکانے سے مفر بھی نہ ملے۔

◆ **پند و نصیحت سے اعراض** | یعنی آپ جن کے غم میں پڑے ہیں ان کی حالت یہ ہے کہ رحمٰن اپنی رحمت و شفقت سے جب ان کی بھلائی کے لئے کوئی پند و نصیحت بھیجتا ہے یہ ادھر متوجہ نہیں ہوتے بلکہ منہ پھیر کر بھاگتے ہیں گویا کوئی بہت بری چیز سامنے آگئی۔

◆ یعنی صرف معمولی اعراض ہی نہیں۔ تکذیب و استہزاء بھی ہے سو عنقریب دنیا اور آخرت میں اپنی کرتوت کی سزا بھگتیں گے۔ تب اس چیز کی حقیقت کھلے گی جس کا مذاق اڑایا کرتے تھے۔

كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ

ان میں بہت لوگ نہیں ماننے والے ۝ اور تیرا رب وہی ہے زبردست

الرَّحِيْمُ ۝ وَاِذْ نَادٰى رَبُّكَ مُوْسٰٓى اَنِ ائْتِ الْقَوْمَ ع

رحم والا ۝ اور جب پکارا تیرے رب نے موسیٰ کو کہ جا اس قوم

الظّٰلِمِيْنَ ۝ قَوْمَ فِرْعَوْنَ ؕ اَلَا يَتَّقُوْنَ ۝ قَالَ رَبِّ

گنہگار کے پاس ۝ قوم فرعون کے پاس کیا وہ ڈرتے نہیں ۝ بولا اے رب

اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّكَذِّبُوْنِ ۝ وَيَضِيْقُ صَدْرِيْ وَلَا

میں ڈرتا ہوں کہ مجھ کو جھٹلائیں اور رک جاتا ہے میرا جی اور نہیں

يَنْطَلِقُ لِسَانِيْ فَاَرْسِلْ اِلٰى هٰرُوْنَ ۝ وَلَهُمْ عَلَيَّ

چلتی ہے میری زبان ۝ سو پیغام دے ہارون کو ۝ اور ان کو مجھ پر ہے

ذَنْبٌ فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ۝ قَالَ كَلَّا ۚ فَاذْهَبَا

ایک گناہ کا دعویٰ ۝ سو ڈرتا ہوں کہ مجھ کو مار ڈالیں ۝ فرمایا کبھی نہیں تم دونوں جاؤ

بِاٰيٰتِنَآ اِنَّا مَعَكُمْ مُّسْتَمِعُوْنَ ۝ فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ

لے کر ہماری نشانیاں ہم ساتھ تمہارے سنتے ہیں ۝ سو جاؤ فرعون کے پاس اور کہو

اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَنْ اَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيْٓ

ہم پیغام لے کر آئے ہیں پروردگار عالم کا کہ بھیج دے ہمارے ساتھ بنی

اِسْرَآءِيْلَ ۝ قَالَ اَلَمْ نُرَبِّكَ فِيْنَا وَلِيْدًا وَّلَبِثْتَ

اسرائیل کو ۝ بولا کیا نہیں پالا ہم نے تجھ کو اپنے اندر (یہاں) لڑکا سا ۝ اور رہا

◆ **کیا یہ زمین میں غور و خوض نہیں کرتے** | یعنی یہ مکذبین اگر ایک چیز یعنی فقط زمین ہی کے احوال میں غور کرتے تو مبدأ و معاد کی معرفت حاصل کرنے کے لئے کافی ہو سکتی تھی۔ کیا دیکھتے نہیں کہ اسی کرکری اور حقیر مٹی سے کیسے عجیب و غریب رنگ برنگ پھول پھل اور قسم قسم کے نفع اور میوے ایک مضبوط نظام تکوین کے ماتحت پیدا ہوتے ہیں۔ کیا یہ اس کی دلیل نہیں کہ کسی لامحدود قدرت و حکمت رکھنے والے صانع نے اس پر رونق چمن کی گلکاریاں کی ہیں جس کے قبضہ میں وجود کی باگ ہے اور وہ ہی جب چاہے اسے ویران کر سکتا اور ویرانی کے بعد دوبارہ آباد کر سکتا ہے۔ پھر ان آیات تکوینیہ کو سمجھ لینے کے بعد آیات تنزیلیہ کی تصدیق میں کیا اشکال رہ جاتا ہے۔ ہاں ماننا ہی منظور نہ ہو تو الگ بات ہے۔

◆ یعنی زبردست تو ایسا ہے کہ سامنے پر فوراً عذاب بھیج سکتا تھا مگر رحم کھا کر تاخیر کر رہا ہے کہ ممکن ہے اب بھی مان لیں۔ آگے عبرت کے لئے مکذبین کے چند واقعات بیان فرماتے ہیں جن سے ظاہر ہوگا کہ خدا نے ان کو کہاں تک ڈھیل دی، جب کسی طرح نہ مانے تو پھر کیسے تباہ و برباد کیا۔ ان میں پہلا قصہ قوم فرعون کا ہے جو بیشتر سورۂ "اعراف" اور سورۂ "طٰہٰ" وغیرہ میں بالتفصیل گذر چکا۔ وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لئے جائیں۔

◆ **حضرت موسیٰ کا واقعہ** | تم جا کر انہیں خدا کے غضب سے ڈراؤ۔

◆ **حضرت ہارون کو اپنا نائب بنانے کی درخواست** | یعنی پوری بات سننے سے پہلے یہ جھٹلانا شروع کر دیں گے اور مجلس میں کوئی تائید کرنے والا نہ ہوگا۔ ممکن ہے اس وقت ملول اور حزیں ہو کر طبیعت رک جائے، دل نہ کھلے اور زبان میں کچھ لکنت پہلے ہی سے ہے۔ منقبض ہو کر بولنے میں زیادہ رکاوٹ پیدا ہو جائے اس لئے میری تقویت و تائید کے لئے اگر ہارون کو جو مجھ سے زیادہ فصیح اللسان ہیں، میرا شریک حال کر دیا جائے تو بڑی مہربانی ہو۔

◆ یعنی ایک قبطی کے خون کا دعویٰ جس کی تفصیل سورۂ قصص میں آئے گی۔

◆ یعنی دعوت و تبلیغ سے پہلے ہی میرا کام تمام نہ کر دیں کہ یہ وہی شخص ہے جو ہمارے آدمی کا خون کر کے بھاگا تھا۔ ایسی صورت میں فرض تبلیغ کس طرح ادا ہوگا۔

◆ **حضرت موسیٰ و ہارون کو فرعون کی طرف بھیجنا** | یعنی کیا مجال ہے کہ ہاتھ لگا سکیں۔ جاؤ اپنی استدعا کے موافق ہارون کو بھی ساتھ لو اور ہمارے دیئے ہوئے معجزات و نشانات لے کر وہاں پہنچو۔ ان نشانات کے ساتھ ہوتے ہوئے تم کو کیا ڈر اور نشان کیا ہم خود ہر موقع پر تمہارے ساتھ ہیں اور فریقین کی گفتگو سن رہے ہیں۔

◆ **بنی اسرائیل کی رہائی کا مطالبہ** | "بنی اسرائیل" کا وطن حضرت ابراہیم کے زمانہ سے ملک شام تھا۔ حضرت یوسف کے وقت سے مصر میں آ رہے، وہاں ایک مدت گذری۔ اب ان کو حق تعالیٰ نے ملک شام دینا چاہا۔ فرعون ان کو نہ چھوڑتا تھا کیونکہ ان سے غلاموں کی طرح بیگار میں کام لیتا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کی آزادی کا مطالبہ فرمایا۔

◆ **حضرت موسیٰ اور فرعون کا مکالمہ** | یعنی تو وہی نہیں جس کو ہم نے اپنے گھر میں بڑے ناز و نعم سے پالا پوسا اور پرورش کر کے بڑا کیا۔ اب تیرا یہ دماغ ہو گیا کہ ہم ہی سے مطالبات کرتا اور اپنی بڑائی جتاتا ہے۔

فِيْنَا مِنْ عُمُرِكَ سِنِيْنَ ﴿۱۸﴾ وَفَعَلْتَ فَعْلَتَكَ الَّتِيْ

تو ہم میں اپنی عمر میں سے کئی برس (رہ چکا ہے) ◆ اور کر گیا تو اپنا وہ کرتوت جو

فَعَلْتَ وَاَنْتَ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ قَالَ فَعَلْتُهَاۤ اِذًا وَّاَنَا

تو نے کیا ◆ اور تو ہے ناشکر ◆ کہا کیا تو تھا میں نے وہ کام اور میں

مِنَ الضَّآلِّيْنَ ﴿۲۰﴾ فَفَرَرْتُ مِنْكُمْ لَمَّا خِفْتُكُمْ فَوَهَبَ

تھا چوکنے والا ◆ پھر بھاگا میں تم سے جب تمہارا ڈر دیکھا پھر بخشا

لِيْ رَبِّيْ حُكْمًا وَّجَعَلَنِيْ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۱﴾ وَتِلْكَ

مجھ کو میرے رب نے حکم اور ٹھہرایا (مقرر کیا) مجھ کو پیغام پہنچانے والا ◆ اور کیا وہ

نِعْمَةٌ تَمُنُّهَا عَلَيَّ اَنْ عَبَّدْتَّ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۲۲﴾ قَالَ

احسان ہے جو تو مجھ پر رکھتا ہے کہ غلام بنایا تو نے بنی اسرائیل کو ◆ بولا

فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ

فرعون کیا معنی پروردگار عالم کا ◆ کہا پروردگار آسمان

وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ﴿۲۴﴾ قَالَ لِمَنْ

اور زمین کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اگر تم یقین کرو ◆ بولا

حَوْلَهٗۤ اَلَا تَسْتَمِعُوْنَ ﴿۲۵﴾ قَالَ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآىِٕكُمُ

اپنے گرد والوں سے کیا تم نہیں سنتے ہو ◆ کہا پروردگار تمہارا اور پروردگار تمہارے اگلے

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْۤ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ

باپ دادوں کا ◆ بولا تمہارا پیغام لانے والا جو تمہاری طرف بھیجا گیا

◆ اتنے برسوں تک بھی پیدا نہ کئے، اب یہاں سے نکلتے ہی رسول بن گئے۔

◆ یعنی جرأت کر کے بھاگا تھا (قبطی کا خون) اسے ہم بھولے نہیں۔

◆ یعنی ہمارے سب احسانات بھلا کر نبوت و پیغمبری کے دعوے کرنے لگا اس وقت تو بھی (العیاذ باللہ) ان ہی میں کا ایک تھا جن کو آج کافر بتلاتا ہے۔

◆ **حضرت موسیٰ کا فرعون کو جواب** | یعنی قبطی کا خون میں نے دانستہ نہیں کیا تھا، غلطی سے ایسا ہو گیا مجھے کیا خبر تھی کہ ایک مکا مارنے میں جو تادیب کے لئے تھا اس کا دم نکل جائے گا "فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ" (قصص رکوع ۲)

◆ یعنی بیشک میں خوف کھا کر یہاں سے بھاگا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا کہ مجھے نبوت و حکمت عطا فرمائے۔ اس نے اپنے فضل سے مجھے سرفراز کیا اور رسول بنا کر تمہاری طرف بھیجا۔ یہ بجائے خود میری صداقت کی دلیل ہے کہ جو شخص تم سے خوف کھا کر بھاگا ہو، پھر اس طرح بے خوف و خطر تنہا تمہارے سامنے آ کر ڈٹ جائے۔

◆ یعنی بچپن میں میری پرورش کا احسان جتلانا تجھے زیب نہیں دیتا کیا ایک اسرائیلی بچہ کی تربیت سے اس کا جواب ہو سکتا ہے کہ تو نے اس کی ساری قوم کو غلام بنا رکھا ہے۔ بالخصوص جبکہ اس بچہ کی تربیت بھی خود تیرے زبردست مظالم کے سلسلہ میں وقوع پذیر ہوئی ہو۔ تو "بنی اسرائیل" کے بچوں کو ذبح کرتا نہ خوف کی وجہ سے میری والدہ تابوت میں رکھ کر مجھے دریا میں چھوڑتی، نہ تیرے محل سرا تک رسائی ہوتی۔ ان حالات کا تصور کر کے تجھ کو ایسا احسان جتلاتے ہوئے شرمانا چاہیے اور صاف بات یہ ہے کہ جس پروردگار نے تجھ جیسے دشمن کے گھر میں میری پرورش کرائی اسی نے آج تیری خیر خواہی کے لئے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔

◆ **رب العٰلمین کیا ہوتا ہے؟ فرعون کا سوال** | یعنی موسیٰ علیہ السلام نے فَقُوْلَاۤ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ کے امتثال میں اپنے کو "رب العالمین" کا پیغمبر کہا، اس پر فرعون نے تعجب اور بے خبری کی راہ سے پوچھا کہ (العیاذ باللہ) رب العالمین کیا چیز ہوتی ہے، میری موجودگی میں کس اور رب کا نام لیتا ہے کیا "معنی" رکھتا ہے کیونکہ اس شقی ازلی کا دعویٰ تو اپنی قوم کے سامنے یہ تھا مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ (میں اپنے سوا تمہارے لئے کوئی معبود نہیں سمجھتا ہوں) اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى "(تمہارا بڑا پروردگار میں ہوں) چنانچہ اس کی قوم کے لوگ بعض تو جہالت و بلادت سے اور بعض خوف یا طمع سے اس کی پرستش کرتے تھے۔ گو دل میں اس ملعون کو بھی خدا کی ہستی کا یقین تھا۔ جیسا کہ لَقَدْ عَلِمْتَ مَاۤ اَنْزَلَ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ" (بنی اسرائیل رکوع ۱۲) سے ظاہر ہوتا ہے۔

◆ **حضرت موسیٰ کا جواب** | یعنی آسمان و زمین کی سب چیزیں جس کے زیر تربیت ہیں وہی رب العالمین ہے۔ اگر تمہارے قلوب میں کسی چیز پر بھی یقین لانے کی استعداد موجود ہو تو فطرت انسانی سب سے پہلے اسی چیز کا یقین دلانے کے لئے کافی ہے۔

◆ فرعون جان بوجھ کر بات کو ٹالنا چاہتا تھا اپنے حوالی موالی کو ابھارنے اور موسیٰ علیہ السلام کی بات کو خفیف کرنے کے لئے کہنے لگا، سنتے ہو موسیٰ کیسی دور از کار باتیں کر رہے ہیں۔ کیا تم میں کوئی تصدیق کرے گا کہ میرے سوا آسمان و زمین میں کوئی اور رب ہے؟

◆ یعنی اول حق وہی جس رب العالمین کا ذکر کر رہا ہوں وہ ہے جس نے خود تم کو اور تمہارے باپ دادوں کو پیدا کیا۔ اور جب تمہارا نام بھی نہ تھا اس وقت زمین و آسمان کی تربیت و تدبیر کر رہا تھا۔

لَمَجْنُوْنٌ ۝ قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ

ضرور باؤلا ہے ◆ کہا پروردگار مشرق کا اور مغرب کا اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے

اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲۸ قَالَ لَئِنِ اتَّخَذْتَ اِلٰهًا غَيْرِيْ

اگر تم کچھ سمجھتے ہو ◆ بولا اگر تو نے ٹھہرایا کوئی اور حاکم میرے سوائے

لَاَجْعَلَنَّكَ مِنَ الْمَسْجُوْنِيْنَ ۝۲۹ قَالَ اَوَلَوْ جِئْتُكَ بِشَيْءٍ

تو مقرر (ضرور) ڈالوں گا تجھ کو قید میں ◆ کہا اور اگر لے آؤں تیرے پاس ایک چیز

مُّبِيْنٍ ۝۳۰ قَالَ فَاْتِ بِهٖٓ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝۳۱

کھول دینے والی ◆ بولا تو وہ چیز لا اگر تو سچا ہے

فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝۳۲ وَّنَزَعَ يَدَهٗ

پھر ڈال دیا اپنا عصا سو اسی وقت وہ اژدہا ہو گیا صریح اور نکالا (بغل) سے اپنا ہاتھ

فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝۳۳ قَالَ لِلْمَلَاِ حَوْلَهٗٓ اِنَّ

سو اسی وقت وہ سفید تھا دیکھنے والوں کے سامنے بولا اپنے گرد کے سرداروں سے یہ

ع ۲

هٰذَا لَسٰحِرٌ عَلِيْمٌ ۝۳۴ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ

کوئی جادوگر ہے بڑا دانا چاہتا ہے کہ نکال دے تم کو تمہارے ملک سے

بِسِحْرِهٖ ۖ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝۳۵ قَالُوْٓا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَابْعَثْ

اپنے جادو کے زور سے سو اب کیا حکم دیتے ہو ◆ بولے ڈھیل دے اس کو اور اس کے بھائی کو اور بھیج دے

فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ۝۳۶ يَاْتُوْكَ بِكُلِّ سَحَّارٍ عَلِيْمٍ ۝۳۷

شہروں میں نقیب کہ لے آئیں تیرے پاس جو ہو بڑا جادوگر پڑھا ہوا

◆ **فرعون کی طرف سے حضرت موسیٰؑ پر جنون کا الزام** یعنی (العیاذ باللہ) کس دیوانہ کو رسول بنا کر بھیجا ہے جو دم میں اور ہمارے باپ دادوں کی خبر لیتا ہے اور ہماری شوکت و حشمت کو دیکھ کر ذرا نہیں جھجکتا معلوم ہوتا ہے کہ اس کا دماغ عقل سے بالکل خالی ہے۔

◆ **حضرت موسیٰؑ کے دلائل توحید** حضرت موسیٰؑ نے پھر ایک بات کہی جس طرح کی حضرت ابراہیم نے نمرود کے سامنے تقریر کی تھی۔ یعنی رب العالمین وہ ہے جو مشرق و مغرب کا مالک اور تمام سیارات کے طلوع و غروب کی تدبیر ایک محکم و مضبوط نظام کے موافق کرنے والا ہے۔ اور تم میں ذرا بھی عقل ہو تو بتا سکتے ہو کہ اس عظیم الشان نظام کو قائم رکھنے والا بجز خدا کے کون ہو سکتا ہے۔ کیا کسی کو قدرت ہے کہ اس کے قائم کئے ہوئے نظام کو ایک سیکنڈ کے لئے توڑ دے یا بدل ڈالے۔ یہ آخری بات سن کر فرعون بالکل مبہوت ہو گیا اور بحث و جدال سے گذر کر دھمکیوں پر اتر آیا، جیسا کہ آگے آتا ہے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "حضرت موسیٰؑ ایک بات کہے جاتے تھے اللہ کی قدرتیں بتانے کو اور فرعون بیچ میں اپنے سرداروں کو ابھارتا تھا کہ ان کو یقین نہ آ جائے۔"

◆ **فرعون کا دعوئے الوہیت** اس مرتبہ فرعون نے اپنا مطلب صاف کہہ دیا کہ یہاں "مصر" میں کوئی اور خدا نہیں۔ اگر میرے سوا کسی اور معبود کی حکومت مانی تو پھر قید خانہ تیار ہے۔

◆ **معجزات نبوت کا مظاہرہ** یعنی فیصلہ میں ابھی جلدی نہ کر۔ یہ تو تیری باتوں کا جواب تھا اب ذرا وہ کھلے ہوئے نشان بھی دیکھ جن سے اللہ تعالیٰ کی قدرت اور میری صداقت دونوں کا اظہار ہو۔ اگر ایسے نشان دکھلاؤں تو کیا پھر بھی تیرا فیصلہ یہی رہے گا۔

◆ **فرعون کا حواس باختہ ہونا** یہ تو خدائی کے دعوے تھے، یا اتنی جلدی ایسا حواس باختہ ہو گیا کہ اپنے غلاموں اور پرستاروں کے احکام پر چلنے کے لئے آمادہ ہو گیا۔

فَجُمِعَ السَّحَرَةُ لِمِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ﴿٣٨﴾ وَقِيلَ

پھر اکٹھے کیے گئے جادوگر — وعدہ پر — ایک مقرر دن کے — اور کہہ دیا

لِلنَّاسِ هَلْ أَنتُم مُّجْتَمِعُونَ ﴿٣٩﴾ لَعَلَّنَا نَتَّبِعُ السَّحَرَةَ

لوگوں کو — کیا تم بھی اکٹھے ہو گے — شاید ہم راہ قبول کر لیں جادوگروں کی

إِن كَانُوا هُمُ الْغَالِبِينَ ﴿٤٠﴾ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَالُوا

اگر ہوں وہ غالب — پھر جب آئے جادوگر — کہنے لگے

لِفِرْعَوْنَ أَئِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿٤١﴾

فرعون سے — بھلا کچھ ہمارا حق بھی ہے — اگر ہوں ہم غالب

قَالَ نَعَمْ وَإِنَّكُمْ إِذًا لَّمِنَ الْمُقَرَّبِينَ ﴿٤٢﴾ قَالَ لَهُم مُّوسَىٰ

بولا البتہ (ہاں) — اور تم اس وقت مقرب ہو (مصاحبوں) میں ہو گے — کہا ان کو موسیٰ نے

أَلْقُوا مَا أَنتُم مُّلْقُونَ ﴿٤٣﴾ فَأَلْقَوْا حِبَالَهُمْ وَعِصِيَّهُمْ

ڈالو — جو تم ڈالتے ہو — پھر ڈالیں انہوں نے اپنی رسیاں — اور لاٹھیاں

وَقَالُوا بِعِزَّةِ فِرْعَوْنَ إِنَّا لَنَحْنُ الْغَالِبُونَ ﴿٤٤﴾ فَأَلْقَىٰ

اور بولے — فرعون کے اقبال سے — ہماری ہی جیت ہے — پھر ڈالا

مُوسَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿٤٥﴾ فَأُلْقِيَ

موسیٰ نے اپنا عصا — پھر تبھی وہ نگلنے لگا — جو سانگ انہوں نے بنایا تھا — پھر اوندھے گرے

السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ ﴿٤٦﴾ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٧﴾

جادوگر سجدہ میں — بولے — ہم نے مان لیا جہان کے رب کو

◆ **جادوگروں کا اکٹھا ہونا** | یعنی عید کے دن چاشت کے وقت۔

◆ یعنی سب کو اکٹھا ہونا چاہئے۔ امید قوی ہے کہ ہمارے جادوگر غالب آئیں گے۔ اس وقت ہم موسیٰ کی شکست اور مغلوبیت دکھلانے کے لئے اپنے ساحرین ہی کی راہ پر چلیں گے۔ گویا یہ ظاہر کرتا تھا کہ اس میں ہماری کوئی خود غرضی نہیں۔ جب مقابلہ میں ہمارا پلہ بھاری رہے گا تو انصافاً کسی کو ہمارے طریقہ سے منحرف ہونے کی گنجائش نہیں رہ سکتی۔

◆ **جادوگروں کا فرعون سے مطالبہ اور فرعون کا وعدہ** | یعنی نہ صرف مالی انعام و اکرام ملے گا۔ تم میرے خاص مصاحبوں میں ہو گے۔ ان آیات کا مفصل بیان "اعراف" اور "طٰہٰ" میں گزر چکا ہے۔

◆ **ساحرین کا مظاہرہ** | یعنی جب ساحرین نے کہا کہ موسیٰ تم پہلے اپنی لاٹھی ڈالتے ہو یا ہم ڈالیں، اس کے جواب میں فرمایا کہ تم ہی اپنی قوت خرچ کر دیکھو۔

◆ بعض نے "بعزۃ فرعون" کو قسم کے معنی میں لیا ہے۔ یعنی فرعون کے اقبال کی قسم ہم ہی غالب ہو کر رہیں گے۔

◆ **عصائے موسیٰ کا سانپوں کو نگلنا** | شیخ اکبر نے لکھا ہے کہ جتنی رسیاں اور لاٹھیاں ڈالی تھیں اتنے سانپوں کی صورتیں انہوں نے بنائی تھیں، موسیٰ کا عصا ان کو نگل گیا۔

رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿٤٨﴾ قَالَ اٰمَنْتُمْ لَهٗ قَبْلَ اَنْ

جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا بولا تم نے اس کو مان لیا ابھی

اٰذَنَ لَكُمْ ۚ اِنَّهٗ لَكَبِيْرُكُمُ الَّذِيْ عَلَّمَكُمُ السِّحْرَ ۚ

میں نے حکم نہیں دیا تم کو مقرر (بیشک) وہ تمہارا بڑا ہے جس نے تم کو سکھلایا جادو ◆

فَلَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۥ لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ

سو اب معلوم کرو گے البتہ کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے

خِلَافٍ وَّلَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٩﴾ قَالُوْا لَا ضَيْرَ ۫

پاؤں اور سولی پر چڑھاؤں گا تم سب کو بولے کچھ ڈر نہیں

اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿٥٠﴾ ۚ اِنَّا نَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لَنَا

ہم کو اپنے رب کی طرف پھر جانا ہے ◆ ہم غرض رکھتے ہیں کہ بخش دے ہم کو

رَبُّنَا خَطٰيٰنَآ اَنْ كُنَّآ اَوَّلَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٥١﴾ ۞ وَاَوْحَيْنَآ

رب ہمارا تقصیریں ہماری اس واسطے کہ ہم ہوئے پہلے قبول کرنے والے ◆ اور حکم بھیجا ہم نے

اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَسْرِ بِعِبَادِيْٓ اِنَّكُمْ مُّتَّبَعُوْنَ ﴿٥٢﴾

موسیٰ کو کہ رات کو لے نکل میرے بندوں کو البتہ تمہارا پیچھا کریں گے ◆

فَاَرْسَلَ فِرْعَوْنُ فِي الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ ۚ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ

پھر بھیجا فرعون نے شہروں میں نقیب ◆ یہ لوگ جو ہیں

لَشِرْذِمَةٌ قَلِيْلُوْنَ ﴿٥٤﴾ ۙ وَاِنَّهُمْ لَنَا لَغَآئِظُوْنَ ﴿٥٥﴾ ۙ وَ

سو ایک جماعت ہے تھوڑی سی ◆ اور وہ مقرر ہم سے دل جلے ہوئے ہیں ◆ اور

◆ **ساحرین کا قبول ایمان** | یعنی موسیٰ تمہارا بڑا استاد ہے، آپس میں سازش کر کے آئے ہو کہ تم یہ کرو، ہم یوں کہیں گے اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "تمہارا بڑا" کہا سب کو، یعنی موسیٰ اور تم ایک استاد کے شاگرد ہو۔ واللہ اعلم۔

◆ یعنی بہرحال مر کر خدا کے یہاں جانا ہے، اس طرح مریں گے تو شہادت کا درجہ ملے گا۔ یہ سب مضامین سورۂ "اعراف" وغیرہ میں گذر چکے ہیں۔ وہاں دیکھ لیا جائے۔

◆ **ساحرین کی استقامت اور حوصلہ** | یعنی موسیٰ علیہ السلام کی دعوت و تبلیغ کے بعد بھرے مجمع میں ظالم فرعون کے روبرو سب سے پہلے ہم نے قبول حق کا اعلان کیا۔ اس سے امید ہوتی ہے کہ حق تعالیٰ ہماری گذشتہ تقصیرات کو معاف فرمائے گا۔

◆ **حضرت موسیٰ کو مصر سے ہجرت کا حکم** | یعنی جب ایک مدت مدید تک سمجھانے اور آیات دکھلاتے رہنے کے بعد بھی فرعون نے حق کو قبول نہ کیا اور "بنی اسرائیل" کو ستانا نہ چھوڑا تو ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنی قوم کو لے کر رات میں یہاں سے ہجرت کر جاؤ۔ اور دیکھنا یہ فرعونی لوگ تمہارا پیچھا کریں گے (گھبرانا نہیں)۔

◆ **تعاقب کی تیاری** | تا تمام جتھوں کو جمع کر کے بنی اسرائیل کا تعاقب کرے۔

◆ **فرعون کا قوم سے خطاب** | یعنی ان تھوڑے سے آدمیوں نے ہم کو تنگ کر رکھا ہے۔ حالانکہ ان کی ہستی کیا ہے جو تمہارے مقابلہ کی عہدہ برآ ہو سکیں۔ یہ باتیں قوم کو غیرت اور جوش دلانے کے لئے کہیں۔

◆ یا ہم کو غصہ دلا رہے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے ان کی کم بختی نے دھکا دیا ہے۔

اِنَّا لَجَمِيعٌ حٰذِرُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاَخْرَجْنٰهُمْ مِّنْ جَنّٰتٍ وَّ

ہم سارے ان سے خطرہ رکھتے ہیں ◆ پھر نکال باہر کیا ہم نے ان کو باغوں اور

عُيُوْنٍ ﴿٥٧﴾ وَّكُنُوْزٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ﴿٥٨﴾ كَذٰلِكَ ؕ وَ

چشموں سے اور خزانوں اور عمدہ مکانوں سے ◆ اسی طرح اور

اَوْرَثْنٰهَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿٥٩﴾ فَاَتْبَعُوْهُمْ مُّشْرِقِيْنَ ﴿٦٠﴾

ہاتھ لگا دیں ہم نے بنی اسرائیل کے ◆ پھر پیچھے پڑے ان کے سورج نکلنے کے وقت

فَلَمَّا تَرَآءَ الْجَمْعٰنِ قَالَ اَصْحٰبُ مُوْسٰٓى اِنَّا لَمُدْرَكُوْنَ ﴿٦١﴾

پھر جب مقابل ہوئیں دونوں فوجیں کہنے لگے موسیٰ کے لوگ ہم تو پکڑے گئے ◆

قَالَ كَلَّا ۚ اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ سَيَهْدِيْنِ ﴿٦٢﴾ فَاَوْحَيْنَآ اِلٰى

کہا ہرگز (کوئی) نہیں میرے ساتھ ہے میرا رب وہ مجھ کو راہ بتلائے گا ◆ پھر حکم بھیجا ہم نے

مُوْسٰٓى اَنِ اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ ؕ فَانْفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ

موسیٰ کو کہ مار اپنے عصا سے دریا کو پھر دریا پھٹ گیا تو ہو گئی ہر

فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيْمِ ﴿٦٣﴾ وَاَزْلَفْنَا ثَمَّ الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَ

پھانک جیسے بڑا پہاڑ ◆ اور پاس پہنچا دیا ہم نے اس جگہ دوسروں کو اور

اَنْجَيْنَا مُوْسٰى وَمَنْ مَّعَهٗٓ اَجْمَعِيْنَ ﴿٦٥﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا

بچا دیا ہم نے موسیٰ کو اور جو لوگ تھے اس کے ساتھ سب کو پھر ڈبا دیا ہم نے

الْاٰخَرِيْنَ ﴿٦٦﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

ان دوسروں کو ◆ اس چیز میں ایک نشانی ہے اور نہیں تھے بہت لوگ ان میں

تو اس روز روز کے خطرہ کا قلع قمع ہی کر دو۔ بعض مفسرین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ ہماری بڑی جمعیت ہے جتھا دار یا مسلح ہے تو یہ الفاظ دل بڑھانے کے لئے ہوں گے۔ واللہ اعلم۔

حضرت موسیٰ کا تعاقب یعنی اس طرح قبطی گھر بار، مال و دولت، باغ اور کھیتیاں چھوڑ کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں ایک دم نکل پڑے۔ جنہیں پھر لوٹنا نصیب نہ ہوا۔ گویا اس تدبیر سے اللہ تعالیٰ نے ان کو نکال باہر کیا۔

بنی اسرائیل کو خزانوں کا انعام یا تو اس کے بعد ہی یہ چیزیں بنی اسرائیل کے ہاتھ لگیں یا ایک مدت بعد سلیمان علیہ السلام کے عہد میں جب ملک مصر بھی ان کی سلطنت میں شامل ہوا۔ واللہ اعلم۔ پہلے اس کے متعلق اختلاف گذر چکا ہے۔

بنی اسرائیل کی گھبراہٹ یعنی بحر قلزم کے کنارہ پہنچ کر بنی اسرائیل پار ہونے کی فکر کر رہے تھے۔ پیچھے سے فرعونی لشکر نظر آیا۔ گھبرا کر موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ اب ان کے ہاتھ سے کیسے بچیں گے، آگے سمندر حائل ہے اور پیچھے سے دشمن دبائے چلا آرہا ہے۔

حضرت موسیٰ کی تسلی یعنی گھبراؤ نہیں اللہ کے وعدوں پر اطمینان رکھو۔ اس کی حمایت و نصرت میرے ساتھ ہے۔ وہ یقیناً ہمارے لئے کوئی راستہ نکال دے گا۔ ناممکن ہے کہ دشمن ہم کو پکڑ سکے۔

دریا میں بارہ راستے پانی بہت گہرا تھا۔ بارہ جگہ سے پھٹ کر خشک راستے بن گئے۔ بارہ قبیلے بنی اسرائیل کے الگ الگ ان میں کو گذرے اور بیچ میں پانی کے پہاڑ کھڑے رہ گئے۔ (کذا فی موضح القرآن)۔

غرق فرعون یعنی فرعونی لشکر بھی قریب آ پہنچا اور دریا میں راستے بنے ہوئے دیکھ کر بنی اسرائیل کے پیچھے بے سوچے سمجھے گھس پڑا۔ جب تمام لشکر دریا کی لپیٹ میں آ گیا فوراً خدا کے حکم سے پانی کے پہاڑ ایک دوسرے سے مل گئے۔ یہ قصہ پہلے گذر چکا ہے۔

مُؤْمِنِينَ ﴿٦٧﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿٦٨﴾ وَاتْلُ

ماننے والے ◆ اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا ◆ اور سنا دے

عَلَيْهِمْ نَبَأَ إِبْرَاهِيمَ ﴿٦٩﴾ إِذْ قَالَ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ مَا تَعْبُدُونَ ﴿٧٠﴾

ان کو خبر ابراہیم کی ◆ جب کہا اپنے باپ کو اور اس کی قوم کو ◆ تم کس کو پوجتے ہو ◆

قَالُوا نَعْبُدُ أَصْنَامًا فَنَظَلُّ لَهَا عَاكِفِينَ ﴿٧١﴾ قَالَ هَلْ

وہ بولے ہم پوجتے ہیں مورتوں کو پھر سارے دن (دن بھر) انہی کے پاس لگے بیٹھے رہتے ہیں ◆ کہا کچھ

يَسْمَعُونَكُمْ إِذْ تَدْعُونَ ﴿٧٢﴾ أَوْ يَنْفَعُونَكُمْ أَوْ يَضُرُّونَ ﴿٧٣﴾

سنتے ہیں تمہارا کہا جب تم پکارتے ہو ◆ یا کچھ بھلا کرتے ہیں تمہارا یا برا ◆

قَالُوا بَلْ وَجَدْنَا آبَاءَنَا كَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٧٤﴾ قَالَ

بولے نہیں پر ہم نے پایا اپنے باپ دادوں کو یہی کام کرتے ◆ کہا

أَفَرَأَيْتُمْ مَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٧٥﴾ أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمُ

بھلا دیکھتے ہو جن کو پوجتے رہے ہو تم اور تمہارے باپ دادے

الْأَقْدَمُونَ ﴿٧٦﴾ فَإِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِي إِلَّا رَبَّ الْعَالَمِينَ ﴿٧٧﴾

اگلے ◆ سو وہ میرے دشمن ہیں ◆ مگر جہان کا رب ◆

الَّذِي خَلَقَنِي فَهُوَ يَهْدِينِ ﴿٧٨﴾ وَالَّذِي هُوَ يُطْعِمُنِي وَ

جس نے مجھ کو بنایا سو وہی مجھ کو راہ دکھلاتا ہے ◆ اور جو مجھ کو کھلاتا ہے اور

يَسْقِينِ ﴿٧٩﴾ وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِ ﴿٨٠﴾ وَالَّذِي

پلاتا ہے اور جب میں بیمار ہوں تو وہی شفا دیتا ہے اور جو

- یعنی جب اکثروں نے حق کو قبول نہ کیا تو آخر میں قدرت نے یہ نشان دکھلایا جس سے صادقین اور مکذبین کے انجام کا دنیا ہی میں الگ الگ پتہ چل جاتا ہے۔
- یہ نمونہ دیا اور حضرت کو کہ مکہ کے فرعون بھی مسلمانوں کے پیچھے نکلیں گے لڑائی کو پھر وطن سے باہر جا مریں گے "بدر" کے دن، جیسے فرعون جا ڈوبا۔ (موضح القرآن)
- **حضرت ابراہیم کا واقعہ** | یعنی یہ چیزیں کیا ہیں جنہیں تم پوجتے ہو؟
- یعنی تم ہمارے معبودوں کو جانتے نہیں، یونہی تحقیر سے سوال کرتے ہو، ہم ان مورتوں کو پوجتے ہیں اور اس قدر رغبت و عقیدت ہمارے دلوں میں ہے کہ دن بھر آسن جمائے ان ہی کے آگے بیٹھے رہتے ہیں۔
- **دعوت توحید** | یعنی اتنا پکارنے پر بھی تمہاری بات سنتے ہیں؟ اگر نہیں سنتے (جیسا کہ ان کے جماد ہونے سے ظاہر ہے) تو پکارنا فضول ہے۔
- یعنی کیا پوجنے پر کچھ نفع یا نہ پوجنے کی صورت میں کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں؟ ظاہر ہے جو اپنے اوپر سے مکھی تک نہ اڑا سکیں وہ دوسرے کو کیا نفع نقصان پہنچا سکیں گے؟ پھر ایک عاجز و لاشعور چیز کو معبود بنانا کہاں کی عقلمندی ہے۔
- **کفار کی آباء پرستی** | یعنی ان منطقی بحثوں اور کج بحثیوں کو ہم نہیں جانتے۔ نہ ہمارے مذہبی عقیدہ اور پرستش کا مدار ان باتوں پر ہے۔ سو دلیلوں کی ایک دلیل یہ ہے کہ ہمارے بڑے اسی طرح کرتے چلے آئے۔ کیا ہم ان سب کو احمق سمجھ لیں۔
- یعنی ان کو پوجنا ایک پرانی حماقت ہے ورنہ جس کے اختیار اور قبضہ میں ذرہ برابر نفع نقصان نہ ہو اس کی عبادت کیسی؟
- **حضرت ابراہیم کا بتوں سے دشمنی کا اعلان** | یعنی لو! میں بے خوف و خطر اعلان کرتا ہوں کہ تمہارے ان معبودوں سے میری لڑائی ہے۔ میں ان کی گت بنا کر رہوں گا۔ "وَتَاللّٰهِ لَاَكِيْدَنَّ اَصْنَامَكُمْ بَعْدَ اَنْ تُوَلُّوْا مُدْبِرِيْنَ۔" (انبیاء رکوع ۵) اگر ان میں کوئی طاقت ہے تو مجھ کو نقصان پہنچا دیکھیں۔ کما قال تعالیٰ فی موضع آخر۔ "وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ رَبِّيْ شَـيْـــًٔا۔" الآیۃ (انعام رکوع ۹) وقال نوح علیہ السلام "فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَاۗءَكُمْ" (یونس رکوع ۸) وقال ھود علیہ السلام "فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ" (ہود رکوع ۵) اور بعض مفسرین نے کہا کہ یہ نہایت مؤثر و لطیف پیرایہ میں مشرکین پر تعریض ہے۔ یعنی جن کی تم عبادت کر رہے ہو میں ان کو اپنا دشمن سمجھتا ہوں۔ اگر نعوذ باللہ ان کی پرستش کروں تو سراسر نقصان ہے۔ اسی سے سمجھ لو کہ تم بھی ان کی عبادت کر کے نقصان اٹھا رہے ہو۔
- **حضرت ابراہیم کا تذکیر نعمت** | کہ وہ ہی میرا معبود اور دوست اور مددگار ہے۔
- یعنی فلاح دارین کی راہ دکھاتا اور ظاہری و باطنی منافع کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔

يُمِيتُنِي ثُمَّ يُحْيِينِ ﴿٨١﴾ وَالَّذِي أَطْمَعُ أَنْ يَغْفِرَ لِي

مجھ کو مارے گا ◆ پھر جلائے گا ◆ اور وہ جو مجھ کو توقع ہے کہ بخشے

خَطِيئَتِي يَوْمَ الدِّينِ ﴿٨٢﴾ رَبِّ هَبْ لِي حُكْمًا وَأَلْحِقْنِي

میری تقصیر انصاف کے دن ◆ اے میرے رب دے مجھ کو حکم اور ملا (شامل کر) مجھ کو

بِالصّٰلِحِينَ ﴿٨٣﴾ وَاجْعَلْ لِّي لِسَانَ صِدْقٍ فِي

نیکوں میں ◆ اور رکھ میرا بول سچا

الْآخِرِينَ ﴿٨٤﴾ وَاجْعَلْنِي مِنْ وَرَثَةِ جَنَّةِ النَّعِيمِ ﴿٨٥﴾

پچھلوں میں ◆ اور کر مجھ کو وارثوں میں نعمت کے باغ کے ◆

وَاغْفِرْ لِأَبِي إِنَّهُ كَانَ مِنَ الضَّالِّينَ ﴿٨٦﴾ وَلَا تُخْزِنِي يَوْمَ

اور معاف کر میرے باپ کو وہ تھا راہ بھولے ہوؤں میں ◆ اور رسوا نہ کر مجھ کو جس دن

يُبْعَثُونَ ﴿٨٧﴾ يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُونَ ﴿٨٨﴾ إِلَّا

سب جی کر اٹھیں جس دن نہ کام آئے کوئی مال اور نہ بیٹے مگر

مَنْ أَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ﴿٨٩﴾ وَأُزْلِفَتِ الْجَنَّةُ

جو کوئی آیا اللہ کے پاس لے کر دل چنگا (بے روگ) ◆ اور پاس لائیں بہشت کو

لِلْمُتَّقِينَ ﴿٩٠﴾ وَبُرِّزَتِ الْجَحِيمُ لِلْغٰوِينَ ﴿٩١﴾ وَقِيلَ لَهُمْ

واسطے ڈر والوں کے ◆ اور نکالیں دوزخ کو سامنے بے راہوں کے ◆ اور کہیں ان کو

أَيْنَمَا كُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ﴿٩٢﴾ مِنْ دُونِ اللّٰهِ هَلْ يَنْصُرُونَكُمْ

کہاں ہیں جن کو تم پوجتے تھے اللہ کے سوا کیا کچھ مدد کرتے ہیں تمہاری

◆ یعنی کھلانا پلانا، مارنا جلانا اور بیماری سے اچھا کرنا سب اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔

◆ یعنی کسی معاملہ میں بھول چوک یا اپنے درجہ کے موافق قصور تقصیر ہو جائے تو اسی کی مہربانی سے معافی کی توقع ہو سکتی ہے کوئی دوسرا معاف کرنے والا نہیں۔ آگے حق تعالیٰ کے کمالات اور مہربانیوں کا ذکر کرتے کرتے حضرت ابراہیمؑ نے طلب حضور سے دعا شروع کر دی جو کمال عبدیت کے لوازم میں سے ہے۔

◆ **حضرت ابراہیم کی دعاء** | یعنی مزید علم و حکمت اور درجات قرب و قبول مرحمت فرما اور اعلیٰ درجہ کے نیکوں کے زمرہ میں (جو انبیاء علیہم السلام ہیں) شامل رکھ۔ کما قال نبینا صلعم "اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی"۔ اس دعا سے اپنی کامل احتیاج اور حق تعالیٰ کی شان غنا کا اظہار مقصود ہے۔ یعنی نبی ہو یا ولی اللہ تعالیٰ کسی کے معاملہ میں مجبور و مضطر نہیں۔ ہر وقت اس کے فضل و رحمت سے کام چلتا ہے۔

◆ **قول صدق عطا فرما** | یعنی ایسے اعمال مرضیہ اور آثار حسنہ کی توفیق دے کہ پیچھے آنے والی نسلیں ہمیشہ میرا ذکر خیر کریں اور میرے راستہ پر چلنے کی طرف راغب ہوں۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ آخر زمانہ میں میرے گھرانے سے نبی ہو اور امت ہو جو میرا دین تازہ کریں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ حق تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو دنیا میں قبول عام عطا فرمایا۔ ان کی نسل سے خاتم الانبیاء ﷺ کو مبعوث کیا جنہوں نے ملت ابراہیمی کی تجدید کی اور فرمایا کہ میں ابراہیمؑ کی دعا ہوں۔ آج بھی ابراہیمؑ کا ذکر خیر اہل ملل کی زبانوں پر جاری ہے اور امت محمدیہ تو ہر نماز میں "کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ" اور "کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرٰھِیْمَ" پڑھتی ہے۔

◆ یعنی جنت کا جو آدم کی میراث ہے۔

◆ **باپ کیلئے مغفرت کی دعا** | ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دعا باپ کی موت کے بعد کی۔ مگر دوسری جگہ تصریح آ گئی کہ جب اس کا دشمن خدا ہونا ظاہر ہو گیا تو براءت اور بیزاری کا اظہار فرمایا۔ کما قال تعالیٰ۔ "وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَاۤ اِيَّاهُۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ" (توبہ رکوع ۱۴) اور "اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ" میں "کَانَ" کا ترجمہ "تھا" کے بجائے "ہے" سے کیا جائے تو کوئی اشکال نہیں۔ کیونکہ زندگی میں ایمان لے آنے کا امکان تھا۔ تو دعا کا حاصل یہ ہے کہ الٰہی اس کو ایمان سے مشرف فرما کر کفر کے زمانہ کی خطائیں معاف فرما دے۔ اس کی قدرے مفصل تحقیق پہلے کسی جگہ گزر چکی ہے۔ فلیراجع۔

◆ یعنی بھلا چنگا بے روگ دل جو کفر و نفاق اور فاسد عقیدوں سے پاک ہو گا وہی وہاں کام دے گا۔ نہ مال و اولاد کچھ کام آئیں گے۔ اگر کافر چاہے کہ قیامت میں مال و اولاد فدیہ دے کر جان چھڑا لے تو ممکن نہیں۔ یہاں کے صدقات و خیرات اور نیک اولاد سے بھی کچھ نفع کی توقع اسی وقت ہے جب اصل دل کفر کی پلیدی سے پاک ہو۔

◆ **روز جزا میں جنت و دوزخ کی قربت** | یعنی محشر میں جنت مع اپنی انتہائی آرائش و زیبائش کے متقین کو قریب نظر آنے لگی۔ جسے دیکھ کر داخل ہونے سے پہلے ہی مسرور و محظوظ ہوں گے۔ اسی طرح دوزخ کو مجرموں کے پاس لے آئیں گے تاکہ داخل ہونے سے پیشتر ہی خوف کھا کر لرزنے لگیں۔

أَوْ يَنْتَصِرُونَ ﴿٩٣﴾ فَكُبْكِبُوا فِيهَا هُمْ وَالْغَاوُونَ ﴿٩٤﴾ وَجُنُودُ

یا بدلہ لے سکتے ہیں ◆ پھر اوندھے ڈال دیے اس میں ان کو اور سب بے راہوں کو اور ابلیس کے

إِبْلِيسَ أَجْمَعُونَ ﴿٩٥﴾ قَالُوا وَهُمْ فِيهَا يَخْتَصِمُونَ ﴿٩٦﴾

لشکر کو سبھوں کو کہیں گے جب وہ وہاں باہم جھگڑنے لگیں

تَاللَّهِ إِنْ كُنَّا لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ ﴿٩٧﴾ إِذْ نُسَوِّيكُمْ بِرَبِّ

قسم اللہ کی ہم تھے صریح غلطی میں جب ہم تم کو برابر کرتے تھے

الْعَالَمِينَ ﴿٩٨﴾ وَمَا أَضَلَّنَا إِلَّا الْمُجْرِمُونَ ﴿٩٩﴾ فَمَا لَنَا

پروردگار عالم کے اور ہم کو راہ سے بہکایا سو ان گنہگاروں نے پھر کوئی نہیں

مِنْ شَافِعِينَ ﴿١٠٠﴾ وَلَا صَدِيقٍ حَمِيمٍ ﴿١٠١﴾ فَلَوْ أَنَّ لَنَا

ہمارا سفارش کرنے والے اور نہ کوئی دوست محبت کرنے والا ◆ سو کسی طرح ہم کو

كَرَّةً فَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٠٢﴾ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً

پھر جانا ملے تو ہم ہوں ایمان والوں میں ◆ اس بات میں نشانی ہے

وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُمْ مُؤْمِنِينَ ﴿١٠٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ

اور بہت لوگ ان میں نہیں ماننے والے ◆ اور تیرا رب وہی ہے زبردست

الرَّحِيمُ ﴿١٠٤﴾ كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ ﴿١٠٥﴾ إِذْ قَالَ

رحم والا جھٹلایا نوح کی قوم نے پیغام لانے والوں کو جب کہا

لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٠٦﴾ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ

ان کو ان کے بھائی نوح نے کیا تم کو ڈر نہیں میں تمہارے واسطے پیغام لانے والا ہوں

◆ **اب فرضی معبود کہاں گئے؟** | یعنی اب وہ فرضی معبود کہاں گئے کہ نہ تمہاری مدد کر کے اس عذاب سے چھڑا سکتے ہیں نہ بدلہ لے سکتے ہیں بلکہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔

◆ **آخرت میں کفار کا اعتراف گناہ** | یعنی بت اور بت پرست اور ابلیس کا سارا لشکر، سب کو دوزخ میں اوندھے منہ گرادیا جائے گا۔ وہیں پہنچ کر آپس میں جھگڑیں گے۔ ایک دوسرے کو الزام دے گا اور آخرکار اپنی گمراہی کا اعتراف کریں گے کہ واقعی ہم سے بڑی سخت غلطی ہوئی کہ تم کو (یعنی بتوں کو یا دوسری چیزوں کو جنہیں خدائی کے حقوق و اختیارات دے رکھے تھے) رب العالمین کے برابر کر دیا۔ کیا غضب ہے یہ غلطی ہم سے ان بڑے مجرم شیطانوں نے کرائی۔ اب ہم اس مصیبت میں گرفتار ہیں نہ کوئی بت کام دیتا ہے نہ شیطان مدد کو پہنچتا ہے وہ خود ہی دوزخ کے کندے بن رہے ہیں۔ کوئی اتنا بھی نہیں کہ خدا کے یہاں ہماری سفارش کر دے یا کم از کم اس آڑے وقت میں کوئی دوست دلسوزی و ہمدردی ہی کا اظہار کرے۔ سچ ہے "اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍۢ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ۔" (زخرف، رکوع ۷)

◆ **دوبارہ دنیا میں بھیجے جانے کی درخواست** | یعنی اگر ایک مرتبہ ہم کو پھر دنیا کی طرف واپس جانے کا موقع دیا جائے تو اب وہاں سے پکے ایماندار بن کر آئیں لیکن یہ کہنا بھی جھوٹ ہے۔ "وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ۔" (انعام، رکوع ۳)

◆ یعنی ابراہیم کے اس قصہ میں توحید وغیرہ کے دلائل اور مشرکین کا عبرتناک انجام دکھلایا گیا ہے مگر لوگ کہاں مانتے ہیں۔

أَمِينٌ ﴿١٠٧﴾ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٠٨﴾ وَمَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ

معتبر | سو ڈرو اللہ سے | اور میرا کہا مانو ◆ | اور مانگتا نہیں میں تم سے اس پر

مِنْ أَجْرٍ إِنْ أَجْرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٩﴾ فَاتَّقُوا

کچھ بدلہ (حق) | میرا بدلہ ہے | اسی پروردگار عالم پر | سو ڈرو

اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١١٠﴾ قَالُوا أَنُؤْمِنُ لَكَ وَاتَّبَعَكَ

اللہ سے | اور میرا کہا مانو ◆ | بولے | کیا ہم تجھ کو مان لیں اور تیرے ساتھ ہو رہے ہیں

الْأَرْذَلُونَ ﴿١١١﴾ قَالَ وَمَا عِلْمِي بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١١٢﴾

کمینے ◆ | کہا | مجھ کو کیا خبر ہے | اس کی جو کام وہ کر رہے ہیں

إِنْ حِسَابُهُمْ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّي لَوْ تَشْعُرُونَ ﴿١١٣﴾ وَمَا أَنَا

ان کا حساب پوچھنا | میرے رب ہی کا کام ہے | اگر تم سمجھ رکھتے ہو | اور میں

بِطَارِدِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٤﴾ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿١١٥﴾ قَالُوا

ہانکنے والا نہیں ایمان لانے والوں کو ◆ | میں تو بس یہی ڈر سنا دینے والا ہوں کھول کر ◆ | بولے

لَئِنْ لَمْ تَنْتَهِ يَا نُوحُ لَتَكُونَنَّ مِنَ الْمَرْجُومِينَ ﴿١١٦﴾

اگر تو نہ چھوڑے گا (باز نہ آئے گا) اے نوح | تو ضرور سنگسار کر دیا جائے گا ◆

قَالَ رَبِّ إِنَّ قَوْمِي كَذَّبُونِ ﴿١١٧﴾ فَافْتَحْ بَيْنِي وَبَيْنَهُمْ

کہا اے رب | میری قوم نے تو مجھ کو جھٹلایا | سو فیصلہ کر دے میرے اور ان کے بیچ میں

فَتْحًا وَنَجِّنِي وَمَنْ مَعِيَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ فَأَنْجَيْنَاهُ

کسی طرح کا فیصلہ ◆ | اور بچا لے مجھ کو اور جو میرے ساتھ ہیں ایمان والے ◆ | پھر بچا دیا ہم نے اس کو

النصف

حضرت نوحؑ کی دعوت | یعنی نہایت صدق و امانت کے ساتھ حق تعالیٰ کا پیغام بلا کم و کاست تم کو پہنچا رہا ہوں۔ لہٰذا واجب ہے کہ پیغام الٰہی سن کر خدا سے ڈرو۔ اور میرا کہنا مانو۔

یعنی ایک بے غرض اور بے لوث آدمی کی بات ماننی چاہئے۔

یعنی تھوڑے سے کمینے اور نیچ قوم کے لوگ اپنی تھوڑے کے لئے تیرے ساتھ ہو گئے ہیں، بھلا یہ کیا اونچے کام کریں گے اور ہمارا فضل و شرف کب اجازت دے سکتا ہے کہ ان کمینوں کے دوش بدوش تمہاری مجلس میں بیٹھا کریں، پہلے تو آپ ان کو اپنے یہاں سے نکال دیجئے۔ پھر ہم سے بات کرنا۔

حضرت نوحؑ کا جواب | یعنی مجھے ان کا صدق و ایمان قبول ہے، ان کے پیشے یا نیت اور وغیرہ دلی کاموں کے جانچنے سے کیا مطلب۔ اس کا فیصلہ اور حساب تو پروردگار کے یہاں ہوگا۔ باقی میں تمہاری خاطر سے غریب ایمانداروں کو اپنے پاس سے دھکے نہیں دے سکتا۔

یعنی میرا فرض تم کو آگاہ کر دینا تھا سو کر چکا۔ تمہاری فرمائشیں پوری کرنا میرے ذمہ نہیں۔

حضرت نوحؑ کو قوم کی دھمکی | یعنی بس اب ہم کو اپنی نصیحت سے معاف رکھو۔ اگر اس روش سے باز نہ آئے تو سنگسار کیے جاؤ گے۔

حضرت نوحؑ کی دعاء | یعنی میرے اور ان کے درمیان عملی فیصلہ فرما دیجئے۔ اب ان کے راہ راست پر آنے کی توقع نہیں۔

یعنی مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو الگ کر کے ان کا بیڑا غرق کر۔

وَمَنْ مَّعَهٗ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ﴿۱۱۹﴾ ثُمَّ اَغْرَقْنَا بَعْدُ

اور جو اس کے ساتھ تھے — اس بھری ہوئی کشتی میں — پھر ڈبا دیا ہم نے اس کے پیچھے

الْبٰقِیْنَ ﴿۱۲۰﴾ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً ؕ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

ان باقی رہے ہوؤں کو ◆ البتہ اس بات میں نشانی ہے — اور ان میں بہت لوگ

مُّؤْمِنِیْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۲۲﴾ كَذَّبَتْ

نہیں ہیں ماننے والے — اور تیرا رب — وہی ہے زبردست رحم والا — جھٹلایا

ع

عَادُ ۨ الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ هُوْدٌ اَلَا

عاد نے پیغام لانے والوں کو — جب کہا ان کو — ان کے بھائی ہود نے — کیا

تَتَّقُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اِنِّیْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِیْنٌ ﴿۱۲۵﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

تم کو ڈر نہیں — میں تمہارے پاس پیغام لانے والا معتبر ہوں — سو ڈرو اللہ سے — اور

اَطِیْعُوْنِ ﴿۱۲۶﴾ وَمَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ

میرا کہا مانو — اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر — کچھ بدلہ — میرا بدلہ ہے

اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۱۲۷﴾ اَتَبْنُوْنَ بِكُلِّ رِیْعٍ اٰیَةً

اسی جہان کے مالک پر — کیا بناتے ہو ہر اونچی زمین پر — ایک نشان

تَعْبَثُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ وَتَتَّخِذُوْنَ مَصَانِعَ لَعَلَّكُمْ تَخْلُدُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

کھیلنے کو — اور بناتے ہو کاریگریاں — شاید (کہ) تم ہمیشہ رہو گے ◆

وَاِذَا بَطَشْتُمْ بَطَشْتُمْ جَبَّارِیْنَ ﴿۱۳۰﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

اور جب ہاتھ ڈالتے ہو — تو پنجہ (جنگل) مارتے ہو ظلم سے — سو ڈرو اللہ سے — اور

اس قصہ کی تفصیل پہلے کئی جگہ گذر چکی۔

قوم عاد کے واقعہ کی تذکیر ان لوگوں کو بڑا شوق تھا اونچے مضبوط منارے بنانے کا جس سے محض نام و نشان نکلے مگر نام ہو جائے اور رہنے کی عمارتیں بھی بڑے تکلف کی بناتے تھے مال ضائع کرنے کو۔ ان میں بڑی کاریگریاں دکھلاتے گویا یہ سمجھتے تھے کہ ہمیشہ یہیں رہنا ہے اور یہ یادگاریں اور عمارتیں کبھی برباد نہ ہونگی۔ (لیکن آج دیکھو تو اُن کا کھنڈر بھی باقی نہیں)

اَطِيْعُوْنِ ﴿١٣١﴾ وَاتَّقُوا الَّذِيْٓ اَمَدَّكُمْ بِمَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٢﴾

میرا کہا مانو ◆ اور ڈرو اس سے جس نے تم کو پہنچائیں وہ چیزیں جو تم جانتے ہو

اَمَدَّكُمْ بِاَنْعَامٍ وَّبَنِيْنَ ﴿١٣٣﴾ وَجَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿١٣٤﴾ اِنِّيْٓ

پہنچائے تم کو چوپائے اور بیٹے اور باغ اور چشمے میں

اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿١٣٥﴾ قَالُوْا سَوَآءٌ

ڈرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کی آفت سے ◆ بولے ہم کو

عَلَيْنَآ اَوَعَظْتَ اَمْ لَمْ تَكُنْ مِّنَ الْوٰعِظِيْنَ ﴿١٣٦﴾ اِنْ هٰذَآ

برابر ہے تو نصیحت کرے یا نہ ہو تو نصیحت کرنے والا اور کچھ نہیں

اِلَّا خُلُقُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٣٧﴾ وَمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ﴿١٣٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ

یہ باتیں عادت ہے اگلے لوگوں کی اور ہم پر آفت نہیں آنے والی ◆ پھر اس کو جھٹلانے لگے

فَاَهْلَكْنٰهُمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً ۭ وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ

تو ہم نے ان کو غارت کر دیا ◆ اس بات میں البتہ نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ

مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿١٤٠﴾ كَذَّبَتْ

نہیں ماننے والے اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا جھٹلایا

ثَمُوْدُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿١٤١﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ اَخُوْهُمْ صٰلِحٌ اَلَا

ثمود نے پیغام لانے والوں کو جب کہا ان کو ان کے بھائی صالح نے کیا

تَتَّقُوْنَ ﴿١٤٢﴾ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿١٤٣﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ

تم ڈرتے نہیں میں تمہارے پاس پیغام لانے والا ہوں معتبر سو ڈرو اللہ سے اور

◆ **حضرت ہودؑ کی دعوت** | یعنی ظلم و ستم سے زیردستوں اور کمزوروں کو تنگ کر رکھا ہے۔ گویا انصاف اور نرمی کا سبق ہی نہیں پڑھا۔ خدا کی ضعیف مخلوق کو جبر و تعدی کا تختۂ مشق بنا رکھا ہے۔ سو اللہ سے ڈرو، ظلم و تکبر سے باز آؤ اور میری بات مانو۔

◆ یعنی ذرا تو سوچو کہ یہ سامان تم کو کس نے دیئے ہیں؟ کیا اس منعم حقیقی کا تمہارے ذمہ کوئی حق نہیں۔ اگر تمہاری یہی شرارت اور سرکشی رہی تو مجھے اندیشہ ہے کہ پچھلی قوموں کی طرح کسی سخت آفت میں گرفتار نہ ہو جاؤ۔ دیکھو میں تم کو نصیحت کر چکا اپنے انجام کو خوب سوچ لو۔

◆ **قوم عاد کی ضد اور ہٹ دھرمی** | یعنی تمہاری نصیحت بیکار ہے۔ یہ جادو ہم پر چلنے والا نہیں۔ قدیم سے یہ عادت چلی آتی ہے کہ کچھ لوگ نبی بن کر عذاب سے ڈرایا کرتے ہیں اور مرنے جینے کا سلسلہ بھی پہلے سے چلا آتا ہے تو اس سے ہم کو کیا اندیشہ ہو سکتا ہے۔ جو طریقہ ہمارا ہے وہی ہمارے اگلے باپ دادوں کا تھا۔ ہم اس سے کسی طرح ہٹنے والے نہیں۔ نہ عذاب کی دھمکیوں کو خاطر میں لا سکتے ہیں۔

◆ **قوم عاد کی ہلاکت** | یعنی سخت آندھی بھیج کر۔ ان کا قصہ بھی پہلے "اعراف" وغیرہ میں مفصل گزر چکا ہے۔

أَطِيعُونِ ۝۱۴۴ وَمَآ أَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ أَجْرٍ ۚ إِنْ

میرا کہا مانو — اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر — کچھ بدلہ

أَجْرِىَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ ٱلْعَٰلَمِينَ ۝۱۴۵ أَتُتْرَكُونَ فِى مَا

میرا بدلہ ہے — اسی جہان کے پالنے والے پر — کیا چھوڑے رہیں گے تم کو

هَٰهُنَآ ءَامِنِينَ ۝۱۴۶ فِى جَنَّٰتٍ وَعُيُونٍ ۝۱۴۷ وَزُرُوعٍ وَ

یہاں کی چیزوں میں بے کھٹکے (بے خوف) — باغوں میں — اور چشموں میں — اور کھیتوں میں — اور

نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيمٌ ۝۱۴۸ وَتَنْحِتُونَ مِنَ ٱلْجِبَالِ بُيُوتًا

کھجوروں میں — جن کا گابھا (خوشہ) ملائم ہے — اور تراشتے ہو — پہاڑوں کے گھر

فَٰرِهِينَ ۝۱۴۹ فَٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَأَطِيعُونِ ۝۱۵۰ وَلَا تُطِيعُوٓا۟ أَمْرَ

تکلف کے — سو ڈرو اللہ سے — اور میرا کہا مانو — اور نہ مانو حکم

ٱلْمُسْرِفِينَ ۝۱۵۱ ٱلَّذِينَ يُفْسِدُونَ فِى ٱلْأَرْضِ وَلَا

بیباک لوگوں کا — جو خرابی کرتے ہیں — ملک میں — اور

يُصْلِحُونَ ۝۱۵۲ قَالُوٓا۟ إِنَّمَآ أَنتَ مِنَ ٱلْمُسَحَّرِينَ ۝۱۵۳ مَآ أَنتَ

اصلاح نہیں کرتے — بولے — تجھ پر تو کسی نے جادو کیا ہے — تو بھی

إِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۚ فَأْتِ بِـَٔايَةٍ إِن كُنتَ مِنَ ٱلصَّٰدِقِينَ ۝۱۵۴

ایک آدمی ہے جیسے ہم — سو لے آ کچھ نشانی — اگر تو سچا ہے

قَالَ هَٰذِهِۦ نَاقَةٌ لَّهَا شِرْبٌ وَلَكُمْ شِرْبُ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ ۝۱۵۵

کہا — یہ اونٹنی ہے — اس کے لئے پانی پینے کی ایک باری — اور تمہارے لئے باری ایک دن کی مقرر

قوم ثمود کی تکذیب اور حضرت صالحؑ کی دعوت | یعنی کیا یہ خیال ہے کہ ہمیشہ اسی عیش و آرام اور باغ و بہار کے مزے لوٹتے رہو گے؟ اور پہاڑوں کو تراش کر جو تکلف کے مکان تیار کئے ہیں ان سے کبھی نکلنا نہ ہو گا؟ یا یہ مضبوط اور سنگین قلعے تم کو خدا کے عذاب سے بچا لیں گے؟ اس سودائے خام کو دل سے نکال ڈالو۔ اور خدا تعالیٰ سے ڈر کر میرا کہنا مانو۔ میں تمہارے بھلے کی کہتا ہوں۔

یعنی عوام کو فرمایا کہ تم ان بڑے مفسد شیطانوں کے پیچھے چل کر تباہ نہ ہو۔ یہ تو زمین میں خرابی پھیلانے والے ہیں۔ اصلاح کرنے والے اور نیک صلاح دینے والے نہیں۔

یعنی ہم سے کونسی بات تجھ میں زائد ہے جو نبی بن گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کسی نے جادو کر دیا ہے جس سے تیری عقل ماری گئی (العیاذ باللہ)

معجزے کا مطالبہ | یعنی اگر نبی ہے اور ہم سے ممتاز ہونے کا دعویٰ رکھتا ہے تو اللہ سے کہہ کر کوئی ایسا نشان دکھلا جسے ہم بھی تسلیم کر لیں۔ پھر فرمائش کی کہ اچھا پتھر کی اس چٹان میں سے ایک اونٹنی نکال دے جو ایسی اور ایسی ہو۔ حضرت صالحؑ نے دعا فرمائی۔ حق تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے یہ نشان دکھلا دیا۔

اونٹنی کا معجزہ | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "اونٹنی پیدا ہوئی پتھر میں سے اللہ کی قدرت سے، حضرت صالحؑ کی دعا سے۔ وہ چھوٹی پھرتی۔ جس جنگل میں چرنے جاتی، جس تالاب پر پانی پینے جاتی سب مواشی بھاگ کر کنارے ہو جاتے۔ تب یوں ٹھہرا دیا کہ ایک دن اس پانی پر وہ جائے، ایک دن اوروں کے مواشی جائیں۔"

وَلَا تَمَسُّوهَا بِسُوٓءٍ فَيَأۡخُذَكُمۡ عَذَابُ يَوۡمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥٦﴾

اور مت چھیڑیو اس کو بری طرح سے پھر پکڑے تم کو آفت ایک بڑے دن کی

فَعَقَرُوهَا فَأَصۡبَحُواْ نَٰدِمِينَ ﴿١٥٧﴾ فَأَخَذَهُمُ ٱلۡعَذَابُ

پھر کاٹ ڈالا اس اونٹنی کو پھر کل کو رہ گئے پچھتاتے پھر آ پکڑا ان کو عذاب نے

إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَأٓيَةٗۖ وَمَا كَانَ أَكۡثَرُهُم مُّؤۡمِنِينَ ﴿١٥٨﴾ وَ

البتہ اس بات میں نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ نہیں ماننے والے اور

إِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ ٱلۡعَزِيزُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١٥٩﴾ كَذَّبَتۡ قَوۡمُ لُوطٍ

تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا جھٹلایا لوط کی قوم نے

ٱلۡمُرۡسَلِينَ ﴿١٦٠﴾ إِذۡ قَالَ لَهُمۡ أَخُوهُمۡ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ﴿١٦١﴾

پیغام لانے والوں کو جب کہا ان کو ان کے بھائی لوط نے کیا تم ڈرتے نہیں

إِنِّي لَكُمۡ رَسُولٌ أَمِينٞ ﴿١٦٢﴾ فَٱتَّقُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُونِ ﴿١٦٣﴾

میں تمہارے لیے پیغام لانے والا ہوں معتبر سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو

وَمَآ أَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ مِنۡ أَجۡرٍۖ إِنۡ أَجۡرِيَ إِلَّا عَلَىٰ رَبِّ

اور مانگتا نہیں میں تم سے اس پر کچھ بدلہ میرا بدلہ ہے اسی پروردگار

ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿١٦٤﴾ أَتَأۡتُونَ ٱلذُّكۡرَانَ مِنَ ٱلۡعَٰلَمِينَ ﴿١٦٥﴾ وَ

عالم پر کیا تم دوڑتے ہو جہان کے مردوں پر اور

تَذَرُونَ مَا خَلَقَ لَكُمۡ رَبُّكُم مِّنۡ أَزۡوَٰجِكُمۚ بَلۡ أَنتُمۡ

چھوڑتے ہو جو تمہارے واسطے بنادی ہیں تمہارے رب نے تمہاری جوروئیں بلکہ تم لوگ

◆ یعنی اونٹنی کے ساتھ برائی سے پیش نہ آنا ورنہ بڑی سخت آفت ہو گی۔

◆ **اونٹنی کے پاؤں کو کاٹنے کا جرم** | ایک بدکار عورت کے گھر مواشی بہت تھے چارے اور پانی کی تکلیف سے اپنے ایک "آشنا" کو اکسایا۔ اس نے اونٹنی کے پاؤں کاٹ کر ڈال دیئے۔ اس کے تین دن بعد عذاب آیا (موضح القرآن) یہ قصہ بھی پہلے مفصل گذر چکا۔

◆ **حضرت لوطؑ کی دعوت** | یعنی سارے جہان میں سے مرد ہی تمہاری شہوت رانی کے لئے رہ گئے یا یہ کہ سارے جہان میں سے تم ہی ہو جو اس فعل شنیع کے مرتکب ہوتے ہو۔

قَوْمٌ عٰدُوْنَ ﴿۱۶۶﴾ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهِ يٰلُوْطُ لَتَكُوْنَنَّ مِنَ

ہو حد سے بڑھنے والے ◆ بولے اگر تو نہ چھوڑے گا (نہ رکا رہے گا) تو اے لوط تو ضرور

الْمُخْرَجِيْنَ ﴿۱۶۷﴾ قَالَ اِنِّىْ لِعَمَلِكُمْ مِّنَ الْقَالِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ رَبِّ

نکال دیا جائے گا ◆ کہا میں تمہارے کام سے البتہ بیزار ہوں ◆ اے رب

نَجِّنِىْ وَاَهْلِىْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶۹﴾ فَنَجَّيْنٰهُ وَاَهْلَهٗۤ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۷۰﴾

خلاصی کر مجھ کو اور میرے گھر والوں کو ان کاموں سے جو یہ کرتے ہیں ◆ پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو سب کو

اِلَّا عَجُوْزًا فِى الْغٰبِرِيْنَ ﴿۱۷۱﴾ ثُمَّ دَمَّرْنَا الْاٰخَرِيْنَ ﴿۱۷۲﴾ وَ

مگر ایک بڑھیا رہ گئی رہنے والوں میں ◆ پھر اٹھا مارا (اکھاڑ) ہم نے ان دوسروں کو اور

اَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَسَآءَ مَطَرُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ

برسایا ان پر ایک برساؤ (مینہ) سو کیا برا برساؤ تھا ان ڈرائے ہوؤں کا ◆ البتہ

فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً وَمَا كَانَ اَكْثَرُهُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاِنَّ

اس بات میں نشانی ہے اور ان میں بہت لوگ نہیں تھے ماننے والے اور

رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۷۵﴾ كَذَّبَ اَصْحٰبُ لْئَيْكَةِ

تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا جھٹلایا بن کے رہنے والوں نے

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۱۷۶﴾ اِذْ قَالَ لَهُمْ شُعَيْبٌ اَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۷﴾

پیغام لانے والوں کو ◆ جب کہا ان کو شعیب نے کیا تم ڈرتے نہیں

اِنِّىْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ ﴿۱۷۸﴾ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ﴿۱۷۹﴾

میں تم کو پیغام پہنچانے والا ہوں معتبر سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو

◆ یعنی یہ خلاف فطرت کام کر کے آدمیت کی حد سے بھی نکل چکے ہو۔

◆ یعنی یہ وعظ و نصیحت موقوف کرو۔ اگر آئندہ ایسی بک بک کرو گے تو ہم کو بستی سے نکال باہر کریں گے۔

◆ اس لئے ضرور اس پر اظہار نفرت کروں گا اور نصیحت سے باز نہیں آ سکتا۔

◆ یعنی ان کی نحوست اور وبال سے ہم کو بچا اور ان میں غارت کر۔

◆ **حضرت لوطؑ کی بیوی کی ہلاکت** یہ ان کی بیوی تھی جو ان بدمعاشوں سے ملی رہتی تھی۔ جب عذاب آیا تو یہ بھی ہلاک ہوئی۔

◆ **قوم لوط پر عذاب** یعنی ان کی بستیاں الٹ دیں اور آسمان سے پتھروں کا مینہ برسا دیا۔ سو ڈھیر ہو کر رہ گئے۔ ان کا قصہ بھی مفصل اعراف وغیرہ میں گذر چکا۔

◆ **حضرت شعیبؑ کی قوم اصحاب ایکہ** ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ "اصحاب ایکہ" وہی قوم مدین ہے۔ "ایکہ" ایک درخت تھا جسے یہ لوگ پوجتے تھے اسی نسبت سے "اصحاب الایکہ" کہا گیا۔ اور اسی لئے شعیبؑ کو "اخوھم" سے تعبیر نہیں فرمایا۔ کیونکہ انبیاء کی اخوت محض قومی و نسبی تعلقات پر مبنی تھی۔ اگر "مدین" کہتے تو "اخوھم" کہنا موزوں تھا۔ جب "اصحاب الایکہ" کہہ کر ایک مذہبی نسبت سے ذکر کیا تو اس حیثیت سے "اخوھم" فرمانا حضرت شعیبؑ کی شان کے مناسب نہ تھا۔ بہرحال "مدین" اور "اصحاب ایکہ" ایک قوم ہے اور شعیبؑ اسی قوم کی طرف مبعوث ہوئے تھے۔ پہلے بھی اس کے متعلق کچھ بحث گذر چکی۔

وَمَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ

اور نہیں مانگتا میں تم سے اس پر ۔ کچھ بدلہ ۔ میرا بدلہ ہے ۔ اوپر پروردگار

الْعٰلَمِيْنَ ﴿١٨٠﴾ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُخْسِرِيْنَ ﴿١٨١﴾

عالم پر ۔ پورا بھر کر دو ماپ ۔ اور مت ہو ۔ نقصان دینے والے

وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ﴿١٨٢﴾ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

اور تولو ۔ سیدھی ترازو سے ◆ اور مت گھٹا دو لوگوں کو

اَشْيَآءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿١٨٣﴾ وَ

ان کی چیزیں ۔ اور مت دوڑو ۔ ملک میں ۔ خرابی ڈالتے ہوئے ◆ اور

اتَّقُوا الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالْجِبِلَّةَ الْاَوَّلِيْنَ ﴿١٨٤﴾ قَالُوْٓا

ڈرو اس سے جس نے بنایا تم کو ۔ اور اگلی خلقت کو ۔ بولے

اِنَّمَآ اَنْتَ مِنَ الْمُسَحَّرِيْنَ ﴿١٨٥﴾ وَمَآ اَنْتَ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا

تجھ پر تو کسی نے جادو کر دیا ہے ۔ اور تو بھی ایک آدمی ہے ۔ جیسے ہم

وَاِنْ نَّظُنُّكَ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿١٨٦﴾ فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا

اور ہمارے خیال میں ۔ تو تو جھوٹا ہے ◆ سو گرا دے (ڈال دے) ہم پر کوئی ٹکڑا

مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿١٨٧﴾ قَالَ رَبِّيْٓ

آسمان کا ۔ اگر تو سچا ہے ◆ کہا ۔ میرا رب

اَعْلَمُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٨٨﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمْ عَذَابُ

خوب جانتا ہے ۔ جو کچھ تم کرتے ہو ◆ پھر اس کو جھٹلایا ۔ پھر پکڑا ان کو ۔ آفت نے

◆ **ناپ تول میں کمی بیشی نہ کرو** | یعنی معاملات میں خیانت اور بے انصافی مت کرو جس طرح لینے کے وقت پورا ناپ تول کر لیتے ہو دیتے وقت بھی پورا ناپ تول کر دو۔

◆ یعنی ملک میں ڈاکے مت ڈالو اور لوگوں کے حقوق نہ مارو۔

◆ یعنی دعویٰ نبوت میں اور عذاب وغیرہ کی دھمکیوں میں۔

◆ **قوم شعیب کی گستاخی** | اگر سچا ہے تو آسمان کا یا بادل کا کوئی ٹکڑا گرا کر ہم کو ہلاک کیوں نہیں کر دیتا۔

◆ یعنی وہی جانتا ہے کہ کس جرم پر کس وقت اور کتنی سزا ملنی چاہئے۔ عذاب دینا ہمارا کام نہیں۔ ہمارا کام ہشیار کر دینا تھا سو کر چکے۔

يَوْمِ الظُّلَّةِ ۚ إِنَّهُ كَانَ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٨٩﴾ إِنَّ

سائبان والے دن کی — بیشک وہ تھا — عذاب بڑے دن کا ◆ — بیشک

فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً ۖ وَمَا كَانَ أَكْثَرُهُم مُّؤْمِنِينَ ﴿١٩٠﴾

اس بات میں نشانی ہے — اور ان میں بہت لوگ نہیں ماننے والے

وَإِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ ﴿١٩١﴾ وَإِنَّهُ لَتَنزِيلُ

اور تیرا رب — وہی ہے زبردست رحم والا — اور یہ قرآن ہے اتارا ہوا

رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٩٢﴾ نَزَلَ بِهِ الرُّوحُ الْأَمِينُ ﴿١٩٣﴾ عَلَىٰ

پروردگار عالم کا — لے کر اترا ہے اس کو — فرشتہ معتبر — تیرے

قَلْبِكَ لِتَكُونَ مِنَ الْمُنذِرِينَ ﴿١٩٤﴾ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ

دل پر — کہ تو ہو — ڈر سنانے والا ◆ — کھلی عربی

مُّبِينٍ ﴿١٩٥﴾ وَإِنَّهُ لَفِي زُبُرِ الْأَوَّلِينَ ﴿١٩٦﴾ أَوَلَمْ يَكُن

زبان میں ◆ — اور یہ لکھا ہے پہلوں کی کتابوں میں ◆ — کیا ان کے واسطے

لَّهُمْ آيَةً أَن يَعْلَمَهُ عُلَمَاءُ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٩٧﴾ وَلَوْ

نشانی نہیں — یہ بات کہ اس کی خبر رکھتے ہیں — پڑھے لوگ بنی اسرائیل کے ◆ — اور اگر

نَزَّلْنَاهُ عَلَىٰ بَعْضِ الْأَعْجَمِينَ ﴿١٩٨﴾ فَقَرَأَهُ عَلَيْهِم مَّا

اتارتے ہم یہ کتاب — کسی اوپری یعنی دوسری زبان والے پر — اور وہ اس کو پڑھ کر سناتا

◆ **قوم شعیب پر سائبان کا عذاب** سائبان کی طرح ابر آیا اس میں سے آگ برسی، نیچے سے زمین کو بھونچال آیا اور سخت ہولناک آواز آئی، اس طرح سب قوم تباہ ہو گئی۔ ان کا قصہ بھی پہلے مفصل گذر چکا ہے۔ ایک نظر وہاں کے فوائد پر ڈال لی جائے۔

◆ **قرآن پاک کا نزول قلب رسول پر** آغاز سورت میں قرآن کریم کا ذکر تھا اور اس کی تکذیب پر جو تسلی دی گئی تھی درمیان

كَانُوا بِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١٩٩﴾ كَذَٰلِكَ سَلَكْنَاهُ فِي قُلُوبِ

تو بھی اس پر یقین نہ لاتے ◆ اسی طرح گھسا دیا ہم نے اس انکار کو گنہگاروں

الْمُجْرِمِينَ ﴿٢٠٠﴾ لَا يُؤْمِنُونَ بِهِ حَتَّىٰ يَرَوُا الْعَذَابَ

کے دل میں وہ نہ مانیں گے اس کو جب تک نہ دیکھ لیں گے عذاب

الْأَلِيمَ ﴿٢٠١﴾ فَيَأْتِيَهُم بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٢٠٢﴾

دردناک ◆ پھر آئے ان پر اچانک اور ان کو خبر بھی نہ ہو

فَيَقُولُوا هَلْ نَحْنُ مُنظَرُونَ ﴿٢٠٣﴾ أَفَبِعَذَابِنَا

پھر کہنے لگے کچھ بھی ہم کو فرصت ملے گی ◆ کیا ہمارے عذاب کو

يَسْتَعْجِلُونَ ﴿٢٠٤﴾ أَفَرَأَيْتَ إِن مَّتَّعْنَاهُمْ سِنِينَ ﴿٢٠٥﴾ ثُمَّ

جلد مانگتے ہیں بھلا دیکھ تو اگر فائدہ پہنچاتے رہیں ہم ان کو برسوں پھر

جَاءَهُم مَّا كَانُوا يُوعَدُونَ ﴿٢٠٦﴾ مَا أَغْنَىٰ عَنْهُم مَّا كَانُوا

پہنچے ان پر جس چیز کا ان سے وعدہ تھا تو کیا کام آئے گا ان کے جو کچھ

يُمَتَّعُونَ ﴿٢٠٧﴾ وَمَا أَهْلَكْنَا مِن قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنذِرُونَ ﴿٢٠٨﴾

فائدہ اٹھاتے رہے ◆ اور کوئی بستی نہیں غارت کی ہم نے جس کے لئے نہیں تھے ڈر سنانے والے

ذِكْرَىٰ وَمَا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٢٠٩﴾ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيَاطِينُ ﴿٢١٠﴾

یاد دلانے کو اور ہمارا کام نہیں ہے ظلم کرنا ◆ اور اس قرآن کو نہیں لے کر اترے شیطان

وَمَا يَنبَغِي لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيعُونَ ﴿٢١١﴾ إِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ

اور نہ ان سے بن آئے اور نہ وہ کر سکیں ◆ ان کو تو سننے کی جگہ سے

◆ **عجمی پر قرآن نازل ہوتا تو کبھی نہ مانتے** | یعنی آپ تو فصحائے عرب میں سے ہیں۔ ممکن ہے مشرکین کہیں یوں کہہ دیں کہ قرآن آپ نے خود تصنیف کر لیا ہوگا (حالانکہ قرآن اس حد اعجاز پر پہنچا ہوا ہے جس کا مثل تمام جن و انس بھی مل کر نہیں لا سکتے) اہم کہنے کو یہ احتمال پیدا کر سکتے ہیں۔ لیکن ان کی ہٹ دھرمی، شقاوت اور بدبختی کا حال تو یہ ہے کہ فرض کیجئے قرآن کریم کو ہم کسی غیر فصیح عرب یا عجمی انسان پر اتارتے جو ایک حرف عربی کا نہ بول سکنے پر قادر نہ ہوتا، بلکہ بڑی کمال کی حیران کن لاجواب کلام پڑھ کر سناتا تب بھی یہ قرآن کے ماننے والے نہ تھے۔ اس وقت کچھ اور احتمالات پیدا کر لیتے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "کافر کہتے تھے کہ قرآن آیا ہے عربی زبان میں اور نبی کی زبان بھی عربی ہے شاید آپ ہی بنا لاتا ہو۔ اگر غیر زبان والے پر عربی قرآن اترتا تو یقین کرتے۔ فرمایا کہ جن کو ماننا نہیں ان کو کبھی نہیں سوجھتا۔ جب اور شبہ نکالتے کہ کوئی سکھا جاتا ہے۔" (موضح القرآن)

◆ **قرآن کے کلام الٰہی ہونے کا کفار کو یقین ہے** | یعنی جو آدمی جرائم اور گناہوں کا خوگر ہو جاتا ہے اور اپنے قویٰ کو شرارت اور سرکشی میں لگا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اپنی عادت کے موافق وہ کل پھیر دیتا ہے اور اس کے دل میں انکار و تکذیب کے لئے جا گزیں کر دیتا ہے۔ یہ تقریر ترجمہ کے موافق ہوئی لیکن بہت سے مفسرین نے "سلکناہ" کی ضمیر قرآن کی طرف راجع کی ہے یعنی قرآن کو ہم نے اس طرح مجرمین کے دلوں میں گھسا دیا ہے کہ وہ دل میں خوب سمجھتے ہیں کہ یہ کلام بشر کا نہیں ہو سکتا۔ پھر بھی ہٹ دھرمی سے ایمان نہیں لاتے اور تکذیب کئے چلے جاتے ہیں تا آنکہ دنیا یا آخرت میں دردناک عذاب کا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں اس وقت یقین کریں گے کہ ہاں پیغمبر سچے تھے اور جو کتاب لائے تھے وہ بے شک حق تھی۔ مگر اس وقت ماننا کچھ نفع نہ دے سکے گا۔

◆ **کفار کا مہلت طلب کرنا** | یعنی جب عذاب الٰہی ایک دم سر پر پہنچ جائے گا اس وقت کہیں گے کیا ہمیں تھوڑی سی مہلت دی جا سکتی ہے کہ اب توبہ کر کے اپنا چال چلن درست کر لیں اور پیغمبروں کا اتباع کر کے دکھلائیں۔ دنیا میں تو عذاب کی جلدی مچا رہے تھے اب مہلت طلب کرنے لگے۔

◆ یعنی یہاں جو سزا دی گئی اور مہلت بھی جو دی گئی تھی اس وقت کچھ کام نہ آئے گی۔ اس وقت یہ برسوں کی مہلت کالعدم معلوم ہوگی اور سمجھیں گے کہ دنیا تو بہت ہی جلدی گزر گئی۔ "کانھم یوم یرونھا لم یلبثوا الا عشیۃ او ضحٰھا" (نازعات رکوع ۲)۔

◆ **کسی کو مہلت دیئے بغیر عذاب نہیں دیا گیا** | یعنی کسی قوم کو تباہ نہیں کیا کہ ایک دم بے خبری میں الٹ دیا گیا۔ عذاب بھیجنے سے پہلے کافی مہلت دی گئی اور ہوشیار کرنے والے پیغمبر بھیجے گئے کہ لوگ غفلت میں نہ رہیں۔ جب کسی طرح نہ مانے آخر غارت کئے گئے العیاذ باللہ۔

◆ **قرآن کسی جن کا لایا ہوا نہیں ہے** | درمیان میں مکذبین کے احوال بیان فرما کر پھر اصل مضمون "وانہ لتنزیل رب العالمین نزل بہ الروح الامین" کی تکمیل کرتے ہیں۔ یعنی یہ کتاب خدا کے ہاں سے جبرئیل امین لائے ہیں۔ شیاطین کی اتاری ہوئی چیز نہیں۔ بھلا شیاطین سے کہاں ممکن ہے کہ ایسی کتاب بنا لائیں۔ ان کی طبائع کا خاصہ تو گمراہی، فساد اور ظلمت پھیلانا ہے۔ اور یہ کتاب اول سے آخر تک رشد و صلاح اور نور ہدایت سے بھری ہوئی ہے جس کی تعلیم سے وہ جماعت تیار ہوئی جس سے زیادہ آسمان کے نیچے بجز انبیاء کے کوئی پاکباز، راستباز، خدا ترس اور خدا پرست جماعت نہیں۔ تو اس کتاب کے مضامین کو شیاطین کی عادات سے کوئی مناسبت نہیں۔ نہ وہ اس لائق ہیں کہ ایسی عظیم الشان چیز کا بار امانت اٹھا سکیں۔ "لو انزلنا ھذا القرآن علی جبل لرایتہ خاشعا متصدعا من خشیۃ اللہ" (حشر رکوع ۳) روایات میں ہے کہ بعض مشرکین کا خیال تھا کہ آپ کے پاس کوئی جن آ کر یہ قرآن سکھلا جاتا ہے۔ بخاری میں ہے کہ ایک مرتبہ وحی آنے میں کچھ دیر ہوئی تو ایک عورت نے حضور کو کہا کہ تیرے شیطان نے تجھ کو چھوڑ دیا (نعوذ باللہ) ان آیات میں اسی خیال کی تردید ہے۔

لَمَعْزُوْلُوْنَ ﴿۲۱۲﴾ فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ

دور (بے طرف) کر دیا ہے ◆ سو تو مت پکار اللہ کے ساتھ دوسرا معبود (حاکم) پھر تو پڑے

مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ﴿۲۱۳﴾ وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ ﴿۲۱۴﴾

عذاب میں ◆ اور ڈر سنادے اپنے قریب کے رشتہ داروں کو ◆

وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۱۵﴾

اور اپنے بازو نیچے رکھ ان کے واسطے جو تیرے ساتھ ہیں ایمان والے ◆

فَاِنْ عَصَوْكَ فَقُلْ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ وَتَوَكَّلْ

پھر اگر تیری نافرمانی کریں تو کہہ دے میں بیزار ہوں تمہارے کام سے ◆ اور بھروسہ کر

عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ﴿۲۱۷﴾ الَّذِيْ يَرٰىكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ﴿۲۱۸﴾ وَ

اس زبردست رحم والے پر ◆ جو دیکھتا ہے تجھ کو جب تو اٹھتا ہے اور

تَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ ﴿۲۱۹﴾ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۲۲۰﴾ هَلْ

تیرا پھرنا نمازیوں میں ◆ بے شک وہی ہے سننے والا جاننے والا میں

اُنَبِّئُكُمْ عَلٰى مَنْ تَنَزَّلُ الشَّيٰطِيْنُ ﴿۲۲۱﴾ تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ

بتلاؤں تم کو کس پر اترتے ہیں شیطان اترتے ہیں ہر

اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۲۲﴾ يُّلْقُوْنَ السَّمْعَ وَاَكْثَرُهُمْ كٰذِبُوْنَ ﴿۲۲۳﴾

جھوٹے گنہگار پر ◆ لا ڈالتے ہیں سنی ہوئی بات اور بہت ان میں جھوٹے ہیں ◆

◆ شیاطین کو دور کر دیا گیا ہے یعنی نزول قرآن کے زمانہ میں اس کی حفاظت کے لئے ایسے سخت پہرے بٹھائے گئے ہیں کہ شیاطین پاس بھی نہیں پھٹک سکتے نہ ایک حرف اچک سکتے ہیں۔ کما قال تعالیٰ ''وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا'' (جن رکوع ۱) وقال تعالیٰ ''فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا''

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ﴿٢٢٤﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ

اور شاعروں کی بات پر چلتے وہی جو بے راہ ہیں ◆ تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر

وَادٍ يَّهِيْمُوْنَ ﴿٢٢٥﴾ وَاَنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ مَا لَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٢٢٦﴾

میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں ◆ اور یہ کہ وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے ◆

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَذَكَرُوا اللّٰهَ

مگر وہ لوگ جو یقین لائے اور کام کئے اچھے اور یاد کی اللہ کی

كَثِيْرًا وَّانْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ وَسَيَعْلَمُ

بہت اور بدلہ لیا اس کے پیچھے کہ ان پر ظلم ہوا ◆ اور اب معلوم کر لیں گے

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ ﴿٢٢٧﴾

ظلم کرنے والے کہ کس کروٹ الٹتے ہیں ◆

(۲۷) سُوْرَةُ النَّمْلِ مَكِّيَّةٌ (۴۸)

اٰیاتہا ۹۳ — رکوعاتہا ۷

سورۂ نمل مکہ میں اتری اور اس کی ترانوے آیتیں اور سات رکوع ہیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْقُرْاٰنِ وَكِتَابٍ مُّبِيْنٍ ﴿١﴾

طٰسٓ یہ آیتیں ہیں قرآن کی اور کھلی کتاب کی

هُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٢﴾ الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ

ہدایت اور خوشخبری ایمان والوں کے واسطے جو قائم رکھتے ہیں نماز

◆ **شاعروں کی بات پر بے راہ چلتے ہیں** کفار تو پیغمبر کو کبھی کاہن بتاتے کبھی شاعر۔ سو فرما دیا کہ شاعری کی باتیں محض تخیلات ہوتی ہیں تحقیق سے اس کو لگاؤ نہیں ہوتا۔ اس لئے ان کی باتوں سے بجز کسی تخیلی یا وقتی جوش اور واہ واہ کے کسی کو مستقل ہدایت نہیں ہوتی حالانکہ ان پیغمبر کی صحبت میں قرآن سن سن کر ہزاروں آدمی نیکی اور پرہیزگاری پر آتے ہیں۔

◆ **شاعر تخیل کی وادیوں میں بھٹکتے ہیں** یعنی جو مضمون پکڑ لیا اسی کو بڑھاتے چلے گئے، کسی کی تعریف کی تو آسمان پر چڑھا دیا، مذمت کی تو ساری دنیا کے عیب اس میں جمع کر دیے۔ موجود کو معدوم اور معدوم کو موجود ثابت کر دینا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ غرض جھوٹ، مبالغہ اور تخیل کے جس جنگل میں نکل گئے پھر مڑ کر نہیں دیکھا۔ اسی لئے شعر کی نسبت مشہور ہے "اکذبہ احسنہ"۔

◆ **شاعر جو کہتے ہیں کرتے نہیں** یعنی شعر پڑھو تو معلوم ہو کہ رستم سے زیادہ بہادر اور شیر سے زیادہ دلیر ہوں گے، اور جا کر ملو تو پرلے درجہ کے نامرد اور ڈرپوک۔ کبھی دیکھو تو بیٹھے کہے ہیں اور اشعار پڑھو تو خیال ہو کہ نفس میں مستغرق ہو گئے، بلکہ روح کا انتقال ہے۔ حالی نے مسدس میں ان کے جھوٹ کا خوب نقشہ کھینچا ہے۔ غرض ایک پیغمبر خدا اور وہ بھی خاتم الانبیاء کو اس جماعت سے کیا لگاؤ۔ اسی لئے فرمایا "وما علمناه الشعر وما ینبغی له" آپ کی جو بات تھی پکی، تلی ہوئی، وزن تولے پوری۔ تحقیق کے ترازو میں تلی ہوئی۔ پھر جو بات زبان مبارک سے کہی جاتی تھی وہی عمل میں آنکھوں سے نظر آتی تھی۔ بھلا شاعر ایسے ہوتے ہیں؟ اور شاعری اسے کہتے ہیں؟ حاشا ثم حاشا۔

◆ **کون سے شاعر اس سے مستثنیٰ ہیں** مگر جو کوئی شعر میں اللہ کی حمد کہے یا نیکی کی ترغیب دے، یا کفر کی مذمت یا گناہ کی برائی کرے یا کفار اسلام کی ہجو کریں یا ان کا جواب دے، یا کسی نے اس کو ایذا پہنچائی اس کو جواب بحد اعتدال دیا، ایسا شعر عیب نہیں۔ چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہ ایسے ہی اشعار کہتے تھے۔ اسی لئے حضور نے فرمایا کہ ان کافروں کا جواب دے اور روح القدس تیرے ساتھ ہے۔

◆ یہ "من بعد ما ظلموا" کی مناسبت سے فرمایا کہ ظالموں کو عنقریب اپنا انجام معلوم ہو جائے گا کہ کس کروٹ اونٹ بیٹھتا ہے۔ سب سے بڑا ظلم یہ ہے کہ اللہ کی کتابوں اور پیغمبروں کو کاہن و شاعر کہہ کر جھٹلائے۔ تمّ سورۃ الشعراء وللہ الحمد والمنہ

وَيُؤْتُونَ الزَّكٰوةَ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوقِنُونَ ﴿۳﴾ اِنَّ

اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور ان کو آخرت پر یقین ہے

الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ زَيَّنَّا لَهُمْ اَعْمَالَهُمْ فَهُمْ

جو لوگ نہیں مانتے آخرت کو اچھے دکھلائے ہم نے ان کی نظروں میں ان کے کام سو وہ

يَعْمَهُوْنَ ﴿۴﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْعَذَابِ وَهُمْ

بھٹکتے پھرتے ہیں ◆ وہی ہیں جن کے واسطے بری طرح کا عذاب ہے اور

فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۵﴾ وَاِنَّكَ لَتُلَقَّى الْقُرْاٰنَ

آخرت میں وہی ہیں خراب ◆ اور تجھ کو تو قرآن پہنچتا ہے

مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ عَلِيْمٍ ﴿۶﴾ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِاَهْلِهٖٓ

ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے ◆ جب کہا موسیٰ نے اپنے گھر والوں کو

اِنِّيْٓ اٰنَسْتُ نَارًا ؕ سَاٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ اَوْ اٰتِيْكُمْ

میں نے دیکھی ہے ایک آگ ◆ اب لاتا ہوں تمہارے پاس وہاں سے کچھ خبر یا لاتا ہوں

بِشِهَابٍ قَبَسٍ لَّعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۷﴾ فَلَمَّا جَآءَهَا

انگارا سلگا کر شاید (تا کہ) تم سینکو (تاپو) ◆ پھر جب پہنچا اس کے پاس

نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَ

آواز ہوئی کہ برکت ہے اس پر جو کوئی آگ میں ہے اور جو اس کے آس پاس ہے ◆ اور

سُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸﴾ يٰمُوْسٰٓى اِنَّهٗٓ اَنَا اللّٰهُ

پاک ہے ذات اللہ کی جو رب سارے جہان کا ◆ اے موسیٰ وہ میں اللہ ہوں

الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٩﴾ وَأَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَلَمَّا رَآهَا تَهْتَزُّ

زبردست حکمتوں والا ◆ اور ڈال دے لاٹھی اپنی پھر جب دیکھا اس کو پھنپھناتے (یعنی ہلتے)

كَأَنَّهَا جَانٌّ وَلَّىٰ مُدْبِرًا وَلَمْ يُعَقِّبْ ۚ يَا مُوسَىٰ

جیسے سانپ (سفید پتلا سانپ) کی سی شکل ◆ لوٹا پیٹھ پھیر کر اور مڑ کر نہ دیکھا ◆ اے موسیٰ

لَا تَخَفْ إِنِّي لَا يَخَافُ لَدَيَّ الْمُرْسَلُونَ ﴿١٠﴾ إِلَّا

مت ڈر میں جو ہوں میرے پاس نہیں ڈرتے رسول ◆ مگر

مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًا بَعْدَ سُوءٍ فَإِنِّي غَفُورٌ

جس نے زیادتی کی پھر بدلے میں نیکی کی برائی کے پیچھے تو میں بخشنے والا

رَحِيمٌ ﴿١١﴾ وَأَدْخِلْ يَدَكَ فِي جَيْبِكَ تَخْرُجْ بَيْضَاءَ

مہربان ہوں ◆ اور ڈال دے ہاتھ اپنا اپنے گریبان میں کہ نکلے سفید ہو کر

مِنْ غَيْرِ سُوءٍ ۖ فِي تِسْعِ آيَاتٍ إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَقَوْمِهِ ۚ

بغیر کسی عیب کے (نہ کسی برائی کے) یہ دونوں مل کر نو نشانیاں لے کر جا فرعون اور اس کی قوم کی طرف

إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿١٢﴾ فَلَمَّا جَاءَتْهُمْ آيَاتُنَا

بے شک وہ تھے لوگ نافرمان ◆ پھر جب پہنچیں ان کے پاس ہماری نشانیاں

مُبْصِرَةً قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ ﴿١٣﴾ وَجَحَدُوا بِهَا

سمجھانے کو بولے یہ جادو ہے صریح اور ان کا انکار کیا

وَاسْتَيْقَنَتْهَا أَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَعُلُوًّا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ

اور ان کا یقین کر چکے تھے اپنے جی میں بے انصافی اور غرور سے سو دیکھ لے کیسا

◆ **حق تعالیٰ کا حضرت موسیٰ سے خطاب** | یعنی اس وقت تجھ سے کلام کرنے والا میں ہوں، یہ سب واقعہ مفصل سورۂ "طٰہٰ" میں گذر چکا۔

◆ **عصا کو زمین پر ڈالنے کا حکم** | شاید ابتداء میں پتلا ہوگا، یا سرعت حرکت میں تشبیہ ہوگی، اژدر جثہ میں تھی۔

◆ یہ خوف طبعی تھا جو منافی نبوت نہیں۔

◆ یعنی اس مقام حضور و اصطفاء میں پہنچ کر ایسی چیزوں سے ڈرنے کا کیا مطلب۔ مرسلین کو لائق نہیں کہ ہماری بارگاہ قرب میں پہنچ کر لاٹھی یا سانپ یا کسی مخلوق سے ڈریں۔ وہاں تو دل کو انتہائی سکون و طمانیت حاصل ہونا چاہئے۔

◆ یہ استثناء منقطع ہے یعنی خدا کے حضور میں پہنچ کر خوف و اندیشہ صرف اس کو ہونا چاہئے جو کوئی زیادتی یا خطاء و تقصیر کر کے آیا ہو۔ اس کے متعلق بھی ہمارے ہاں یہ قاعدہ ہے کہ برائی کے بعد اگر دل سے توبہ کر کے اپنی روش درست کر لی اور نیکیاں کر کے برائی کا اثر مٹا دیا تو حق تعالیٰ اپنی رحمت سے معاف فرمانے والا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "موسیٰ علیہ السلام سے چوک کر ایک کافر کا خون ہو گیا تھا اس کا ڈر تھا ان کے دل میں، ان کو وہ معاف کر دیا۔"

◆ نو نشانیوں کا بیان سورۂ "بنی اسرائیل" کی آیت "وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ اِذْ جَاۗءَهُمْ" الخ کے تحت میں دیکھو۔

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ﴿١٤﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُودَ

ہوا انجام — خرابی کرنے والوں کا ◆ — اور ہم نے دیا — داؤد

وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا ۖ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي فَضَّلَنَا

اور سلیمان کو ایک علم ◆ — اور بولے شکر اللہ کا — جس نے ہم کو بڑائی (فضیلت) دی ◆

عَلَىٰ كَثِيرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿١٥﴾ وَوَرِثَ

اپنے بہت سے بندوں — ایمان والوں پر ◆ — اور قائم مقام ہوا

سُلَيْمَانُ دَاوُودَ ۖ وَقَالَ يَا أَيُّهَا النَّاسُ عُلِّمْنَا مَنطِقَ

سلیمان داؤد کا ◆ — اور بولا — اے لوگو — ہم کو سکھائی ہے بولی

الطَّيْرِ وَأُوتِينَا مِن كُلِّ شَيْءٍ ۖ إِنَّ هَٰذَا لَهُوَ الْفَضْلُ

اڑتے جانوروں کی ◆ — اور دیا ہم کو ہر چیز میں سے ◆ — بے شک یہی ہے — فضیلت

◆ **معجزات دیکھ کر بھی انکار** | یعنی جب وقتاً فوقتاً ان کی تنبیہ کے لئے وہ نشانیاں دکھائی گئیں تو کہنے لگے کہ یہ سب جادو ہے حالانکہ ان کے دلوں میں یقین تھا کہ موسیٰ علیہ السلام سچے ہیں اور جو نشان دکھلا رہے ہیں یقیناً خدائی نشان ہیں۔ جادو، شعبدہ اور نظر بندی نہیں مگر محض بے انصافی اور غرور و تکبر سے جان بوجھ کر اپنے ضمیر کے خلاف حق کی تکذیب اور سچائی کا انکار کرتے تھے۔ پھر دیکھ لیا ہوا چند روز بعد پتہ لگ گیا کہ ایسے بدمعاش مفسدوں کا انجام کیا ہوتا ہے۔ سب کو بحر قلزم کی موجوں نے کھا لیا، کسی کو گور و کفن بھی نصیب نہ ہوا۔

◆ **حضرت داؤد اور حضرت سلیمان کو علم عطا کیا گیا** | حضرت سلیمان، حضرت داؤد علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں۔ باپ بیٹے میں سے ہر ایک کو اس کی شان کے لائق حق تعالیٰ نے علم کا خاص حصہ عطا فرمایا۔ شرائع و احکام اور اصول سیاست و حکمرانی وغیرہ کے علوم سب اسی عطا کے تحت میں داخل ہو گئے۔

◆ حق تعالیٰ نے جو علم داؤد و سلیمان علیہما السلام کو دیا تھا اس کا اثر یہ تھا کہ حق تعالیٰ کے انعامات کا شکر ادا کرتے تھے۔ یہی نعمت الٰہی پر شکر ادا کرنا اصل نعمت سے بڑی نعمت ہے۔

◆ "بہت سے" اس لئے کہا کہ بہت بندگان خدا کو ان پر فضیلت دی گئی ہے۔ یوں تو مخلوق پر فضیلت کلی تو سارے جہان میں ایک ہی بندے کو حاصل ہوئی جن کا نام مبارک ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

۵ **حضرت داؤد کے سچے وارث حضرت سلیمان** یعنی داؤد کے بیٹوں میں سے لائق اصل جانشین حضرت سلیمان علیہ السلام ہوئے جن کی ذات میں اللہ نے نبوت اور بادشاہت دونوں جمع کر دیں اور وہ ملک عطا فرمایا جو ان سے قبل یا بعد کسی کو نہ ملا۔ جن، ہوا، اور پرندوں کو ان کے لئے مسخر فرما دیا جیسا کہ سورۂ "سبا" میں آئے گا۔

۶ **پرندوں کی بولیوں کی عقلی توجیہ** اس بات کا انکار کرنا بداہت کا انکار ہوگا کہ پرندے جو بولیاں بولتے ہیں ان میں ایک خاص حد تک فہم و تفہیم کی شان پائی جاتی ہے۔ ایک پرند جس وقت اپنے جوڑے کو بلاتا یا دانہ دینے کے لئے اپنے بچوں کو آواز دیتا یا کسی چیز سے خوف کھا کر خبردار کرتا ہے ان تمام حالات میں اس کی بولی اور لب و لہجہ یکساں نہیں ہوتا چنانچہ اس کے مخاطبین اس فرق کو بخوبی محسوس کرتے ہیں۔ اسی سے سمجھتے ہیں کہ دوسرے احوال و ضروریات کے وقت بھی ان کے چہچہوں میں (گو ہمیں کتنے ہی متشابہ و متقارب معلوم ہوں) ایسا لطیف و خفیف تفاوت ہوتا ہوگا جسے وہ آپس میں سمجھ لیتے ہوں گے۔ تم کسی پوسٹ آفس میں جا بیٹھو اور تار کی کھٹ کھٹ سنتے رہو، تمہارے نزدیک محض بے معنی حرکات و اصوات سے زیادہ وقعت نہ ہوگی۔ لیکن ٹیلیگراف ماسٹر فوراً بتا دے گا کہ فلاں جگہ سے فلاں آدمی یہ مضمون کہہ رہا ہے۔ یا فلاں ٹیلیگرافک تقریر کے الفاظ کی کھٹکھٹاہٹ میں صاف سنائی دے رہی ہے۔ کیونکہ وہ ان "تقریرات تلغرافیہ" کی دلالت وضعیہ سے پوری طرح واقف ہے۔ علیٰ ہذا القیاس کیا بعید ہے کہ واضع حقیقی نے نغمات طیور کو بھی مختلف معانی و مطالب کے اظہار کے لئے وضع کیا ہو اور جس طرح انسان کا بچہ ماں باپ کی زبان سے آہستہ آہستہ واقف ہوتا رہتا ہے، طیور کے بچے بھی اپنی فطری استعداد سے اپنی مادری بولیوں کو سمجھنے لگتے ہوں اور بطور ایک معجزہ یا اعجاز کے حق تعالیٰ کسی نبی کو بھی ان کا علم عطا فرما دے۔ حیوانات کے لئے جزئی ادراکات کا حصول تو پہلے سے مسلم چلا آتا ہے لیکن یورپ کی جدید تحقیقات اب حیوانات کی عاقلیت کو آدمیت کی سرحد سے قریب کرتی جاتی ہیں حتیٰ کہ حیوانات کی بولیوں کی "ابجد" تیار کی جا رہی ہے۔ قرآن کریم نے خبر دی تھی کہ "ہر چیز اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کرتی ہے جسے تم سمجھتے نہیں اور ہر پرندہ اپنی صلوٰۃ و تسبیح سے واقف ہے"۔ احادیث میں حیوانات کا تکلم بلکہ جمادات تک کا بات کرنا اور تسبیح پڑھنا ثابت ہے۔

تمام مخلوقات کو خالق کی اجمالی معرفت حاصل ہے اس سے ظاہر ہوا کہ اپنے خالق کی اجمالی مگر صحیح معرفت ہر چیز کی فطرت میں ودیعت کر دی گئی ہے۔ پس ان کی تسبیح و تحمید یا بعض محاورات و خطابات پر بعض بندگان خدا کو بطور خرق عادت مطلع کر دیا جائے اس قبیل کا مواد مطلوب نہیں۔ ہاں عام عادت کے خلاف ضرور ہے۔ سو اعجاز و کرامت اگر عام عادت اور معمول کے موافق ہوا کرے تو اعجاز و کرامت ہی کیوں کہلائے (خوارق عادت پر ہم نے مستقل مضمون لکھا ہے اسے ملاحظہ کر لیا جائے) بہرحال اس رکوع میں کئی چیزیں اس قسم کی مذکور ہیں۔ جن میں زائغین نے عجیب طرح کی رکیک اور بے مزہ تحریفات شروع کر دی ہیں۔ کیونکہ بعض طیور کا اپنی بولی میں آدمیوں کے بعض علوم کو ادا کرنا، یا چیونٹیوں کا آپس میں ایک دوسرے کو مخاطب بنانا اور سلیمان علیہ السلام کا ان کو سمجھ لینا یہ سب باتیں ان کے نزدیک ایسی لغو اور احمقانہ ہیں جن پر ایک بچہ بھی یقین نہیں کر سکتا۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ انہیں محققین اور علمائے سلف و خلف کی نسبت خیال کرنا کہ وہ ایسی ہی لغو اور بدیہی البطلان باتوں کو جنہیں ایک بچہ اور گنوار بھی نہیں مان سکتا قدر بالاتر دیکھ کر بیان کرتے چلے آئے اور ان اوہام کو ورد کے مضمون آیات کی صحیح حقیقت جو آج تک منکشف ہوئی ہے کسی نے بیان نہ کی؟ یہ خیال ان باتوں سے بھی بڑھ کر لغو اور احمقانہ ہے جن کی لغویت تم تسلیم کرانا چاہتے ہو۔ علماء سے جزئیات میں غلطی یا خطا مد تسلیم ہو سکتی ہے مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ شب و روز کی جن محسوسات و مشاہدات کا اتفاق و تعارف کو انسان کا بچہ بچہ جانتا ہے وہ صدیوں تک بڑے بڑے عقلمند اور محقق علماء کو ایک دن بھی نظر نہ آئی ہوں۔ یاد رہے کہ ہم اسرائیلی خرافات کی تائید نہیں کر رہے۔ ہاں جس حد تک اکابر سلف نے بلا اختلاف کلام الٰہی کا مدلول بیان کیا ہے اس کو ضرور تسلیم کرتے ہیں خواہ وہ اسرائیلی روایات کے موافق پڑ جائیں یا مخالف۔

۷ یعنی ایسی عظیم الشان سلطنت و نبوت کے لئے جو چیزیں اور سامان درکار تھے وہ عطا فرمائے۔

الْمُبِيْنُ ۝١٦ وَحُشِرَ لِسُلَيْمٰنَ جُنُوْدُهٗ مِنَ الْجِنِّ وَ

صریح — اور جمع کیے گئے سلیمان کے پاس — اس کے لشکر — جن — اور

الْاِنْسِ وَالطَّيْرِ فَهُمْ يُوْزَعُوْنَ ۝١٧ حَتّٰٓى اِذَآ اَتَوْا

انسان — اور اڑتے جانور — پھر ان کی جماعتیں بنائی (جاتیں یا بنی) تھیں ◆ — یہاں تک کہ جب پہنچے

عَلٰى وَادِ النَّمْلِ ۙ قَالَتْ نَمْلَةٌ يّٰٓاَيُّهَا النَّمْلُ

چیونٹیوں کے میدان پر ◆ — کہا ایک چیونٹی نے — اے چیونٹیو!

ادْخُلُوْا مَسٰكِنَكُمْ ۚ لَا يَحْطِمَنَّكُمْ سُلَيْمٰنُ وَجُنُوْدُهٗ ۙ

گھس جاؤ اپنے گھروں میں — نہ پیس ڈالے تم کو سلیمان — اور اس کی فوجیں

وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝١٨ فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَ

اور ان کو خبر بھی نہ ہو ◆ — پھر مسکرا کر ہنس پڑا — اس کی بات سے ◆ — اور

قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِيْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتَ

بولا اے میرے رب میری قسمت میں دے — کہ شکر کروں تیرے احسان کا — جو تو نے کیا

عَلَيَّ وَعَلٰى وَالِدَيَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ

مجھ پر — اور میرے ماں باپ پر — اور یہ کہ کروں کام نیک — جو تو پسند کرے

وَاَدْخِلْنِيْ بِرَحْمَتِكَ فِيْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِيْنَ ۝١٩ وَ

اور ملا لے (شامل کر لے) مجھ کو اپنی رحمت سے — اپنے نیک بندوں میں ◆ — اور

تَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَا لِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ۖ اَمْ كَانَ

خبر لی اڑتے جانوروں کی — تو کہا — کیا ہے جو میں نہیں دیکھتا ہدہد کو — یا ہے

حضرت سلیمان کیلئے جن و انس کے لشکر یعنی سلیمان علیہ السلام جب کسی طرف کوچ کرتے تو جن، انس، طیور تینوں قسم کے لشکروں میں سے حسب ضرورت و مصلحت ساتھ لئے جاتے تھے۔ اور ان کی جماعتوں میں خاص نظم و ضبط قائم رکھا جاتا تھا۔ مثلاً پچھلی جماعتیں تیز چل کر یا اڑ کر اگلی جماعتوں سے آگے نہیں نکل سکتی تھیں۔ نہ کوئی سپاہی اپنے مقام اور ڈیوٹی کو چھوڑ کر جا سکتا تھا۔ جس طرح آج بری، بحری اور ہوائی طاقتوں کو ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ کام میں لایا جاتا ہے۔

چیونٹیوں کی بستی پر حضرت سلیمان کا گذر یعنی سلیمان کا اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ ایسے میدان کی طرف گذر ہوا جہاں چیونٹیوں کی بڑی بھاری بستی تھی۔ تنبیہ: جہاں چیونٹیاں مل کر خاص سلیقہ سے اپنا گھر بناتی ہیں اسے زبان عرب میں "قریۃ النمل" کہتے ہیں۔ (چیونٹیوں کی بستی) مفسرین نے مختلف بلاد میں کئی ایک وادیوں کا پتہ بتلایا ہے جہاں چیونٹیوں کی بستیاں بکثرت تھیں ان میں سے کسی ایک پر حسب اتفاق حضرت سلیمان علیہ السلام کا گذر ہوا۔

ایک چیونٹی کی بات یعنی یہ ایسے تو نہیں جان بوجھ کر تم کو ہلاک کریں، ہاں ممکن ہے بے خبری میں پس جاؤ۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "چیونٹی کی آواز کوئی (آدمی) نہیں سنتا، انہیں (سلیمان علیہ السلام کو) معلوم ہو گئی" یہ ان کا معجزہ ہوا۔ تنبیہ

چیونٹیوں کی منظم زندگی علمائے حیوانات نے سالہا سال جو تجربے کئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ حقیر ترین جانور اپنی حیات اجتماعی اور انتظام سیاسی میں بہت ہی عجیب اور شئون بشریہ سے بہت قریب واقع ہوا ہے۔ آدمیوں کی طرح چیونٹیوں کے خاندان اور قبائل ہیں ان میں تعاون باہمی کا جذبہ، تقسیم عمل کا اصول اور انتظام حکومت کے ادارات نوع انسان کے مشابہ پائے جاتے ہیں۔ محققین یورپ نے مدتوں ان اطراف میں قیام کر کے جہاں چیونٹیوں کی بستیاں بکثرت ہیں بہت قیمتی معلومات بہم پہنچائی ہیں۔ افسوس ہے ان مختصر فوائد میں ان کی گنجائش نہیں۔ محض مقام کی مناسبت سے "دائرۃ المعارف المصریہ" کے آخری جملے نقل کرتا ہوں۔ "فمتی داهم عدوٌ قریة النمل اخطب العملة وخرجت الجنود للقتال والنضال فیخرج اولاً واحد منها للاستطلاع ثم یعود مخبراً بما رای وبعد هنیهة تخرج ثلاثة او اربعة یتبعها عدد کثیف من الجنود بادیة علیهم علائم الحنق فتلدغ کل ما صادفته ولا تفلت من تلدغه ولو قطعت ارباً ارباً فاذا انتهى القتال رجع العملة فاعادوا بناء ما تهدم یتخللها عدد من الجنود للحراسة للعمل۔" مذکورہ جملوں میں بتلایا ہے کہ خطرہ کی آہٹ پا کر اول ایک چیونٹی باہر نکلتی اور واپس جا کر اپنی قوم کو اپنی معلومات سے آگاہ کرتی ہے۔ باقی سلیمان علیہ السلام کا پتہ لگانا اور سلیمان کا اس کی بات پر مطلع ہو جانا بطریق خرق عادت تھا۔

حضرت سلیمان کا تبسم اور تعجب اس چیونٹی کی بات سمجھ کر تعجب ہوا اور فرط سرور و نشاط سے ادائے شکر کا جذبہ جوش میں آیا۔

حضرت سلیمان کی دعا یعنی حیران ہوں تیرے انعامات عظیمہ کا شکر کس طرح ادا کروں۔ بس آپ ہی سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے پورا شاکر بنا دیجئے زبان سے بھی اور عمل سے بھی۔ اور اعلیٰ درجہ کے نیک بندوں میں (جو انبیاء و مرسلین ہیں) محشور فرمائیے۔

مِنَ الْغَآئِبِيْنَ ۝ لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ

وہ غائب ⧫ اس کو دوں گا سخت سزا ⧫ یا ذبح کر ڈالوں گا

اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝ فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ

یا لائے میرے پاس کوئی سند صریح ⧫ پھر بہت دیر نہ کی

فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ بِنَبَاٍ

کہا کہ میں لے آیا خبر ایک چیز کی کہ تجھ کو اس کی خبر نہ تھی اور آیا ہوں تیرے پاس سبا سے ایک خبر لے کر

يَّقِيْنٍ ۝ اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ

تحقیق (یقینی) ⧫ میں نے پایا ایک عورت کو جو ان پر بادشاہی کرتی ہے اور اس کو

مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ ۝ وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا

ہر ایک چیز ملی ہے ⧫ اور اس کا ایک تخت ہے بڑا ⧫ میں نے پایا کہ وہ اور اس کی قوم

يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ

سجدہ کرتے ہیں سورج کو اللہ کے سوائے اور بھلے دکھلا رکھے ہیں ان کو شیطان نے

اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ ۝

ان کے کام پھر روک دیا ہے ان کو رستے سے سو وہ راہ نہیں پاتے ⧫

اَلَّا يَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ يُخْرِجُ الْخَبْءَ فِي السَّمٰوٰتِ وَ

کیوں نہ سجدہ کریں اللہ کو جو نکالتا ہے چھپی ہوئی چیز آسمانوں میں اور

الْاَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۝ اَللّٰهُ

زمین میں اور جانتا ہے جو چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو ⧫ اللہ ہے

◆ **ہدہد کے بارے میں سوال** کسی ضرورت سے سلیمان علیہ السلام نے اڑنے والی فوج کا جائزہ لیا، ہدہد ان میں نظر نہ پڑا۔ فرمایا کیا بات ہے ہدہد کو میں نہیں دیکھتا۔ آیا پرندوں کے جھنڈ میں مجھ کو نظر نہیں آیا یا حقیقت میں غیر حاضر ہے؟ **تنبیہ** پرندوں سے حضرت سلیمان مختلف کام لیتے تھے مثلاً ہوائی سفر میں ان کا پرے باندھ کر اوپر سایہ کرتے ہوئے جانا، یا ضرورت کے وقت پانی وغیرہ کا کھوج لگانا، یا نامہ بری کرنا وغیرہ۔ ممکن ہے اس وقت ہدہد کی کوئی خاص ضرورت پیش آئی ہو۔ مشہور ہے کہ جس جگہ زمین کے نیچے پانی قریب ہو ہدہد کو محسوس ہو جاتا ہے اور یہ کچھ مستبعد نہیں کہ حق تعالیٰ کسی جانور کو کوئی خاص حاسہ انسانوں اور دوسرے جانوروں سے تیز عنایت فرما دے۔ اسی ہدہد کی نسبت نہایت معتبر ثقات نے بیان کیا کہ زمین میں جس جگہ مٹی کے نیچے کیڑا ہو اسے محسوس کر کے فوراً نکال لیتا ہے حتیٰ کہ کبھی کبھی ایک دو بالشت زمین کھود ڈالتا ہے تب وہاں سے کیڑا نکلتا ہے۔

◆ یعنی مثلاً اس کے بال و پر نوچ ڈالوں گا۔

◆ یعنی اپنی غیر حاضری کا واضح عذر پیش کرے۔

◆ **قوم سبا کی خبر** حضرت سلیمان کو اس ملک کا حال مفصل نہ پہنچا تھا۔ اب پہنچا۔ سبا ایک قوم کا نام ہے ان کا وطن عرب میں تھا "یمن" کی طرف (موضح القرآن) گویا ہدہد کے ذریعہ سے حق تعالیٰ نے متنبہ فرمایا کہ بڑے سے بڑے انسان کا علم بھی محیط نہیں ہو سکتا۔ دیکھو جن کی بابت خود فرمایا تھا "وَلَقَدْ آتَيْنَا دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ عِلْمًا" ان کو ایک جزئی کی اطلاع ہدہد نے کی۔

◆ ہر ایک چیز میں سامان و اسباب، فوج، اسلحہ اور حسن و جمال سب آ گیا۔

◆ **بلقیس کا تخت** یعنی اس ملکہ کے بیٹھنے کا تخت ایسا عظیم و مرصع اور بیش قیمت تھا کہ اس وقت کسی بادشاہ کے پاس نہ تھا۔ مفسرین ملکہ کا نام "بلقیس" لکھتے ہیں۔ واللہ اعلم۔

◆ **قوم سبا کی آفتاب پرستی** یعنی وہ قوم مشرک آفتاب پرست ہے۔ شیطان نے ان کی راہ مار دی اور مشرکانہ رسوم و اطوار کو ان کی نظر میں خوبصورت بنا دیا۔ اسی لئے وہ راہ ہدایت نہیں پاتے۔ ہدہد نے یہ کہہ کر گویا سلیمان علیہ السلام کو اس قوم پر جہاد کرنے کی ترغیب دی۔

◆ **جانوروں کو حق تعالیٰ کی جبلی معرفت** غالباً یہ ہدہد کے کلام کا تتمہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جانور اپنے خالق کی کچھ معرفت فطرۃً رکھتے ہیں۔ یا بطور خرق عادت اسی ہدہد کو اس طرح کی تفصیلی معرفت عطا کی گئی ہو۔ خدا چاہے تو ایسی معرفت ایک خشک لکڑی میں پیدا کر دے۔ باقی جانوروں میں فطری طور پر اس قسم کی مجمل معرفت کا موجود ہونا جسے صدر شیرازی نے "اسفار اربعہ" میں "علم حضوری" یا "شعور بسیط" سے تعبیر کیا ہے اس کو مستلزم نہیں کہ ان کی طرف انبیاء مبعوث ہوں۔ کیونکہ یہ فطری معرفت کسبی نہیں جبلی ہے۔ اور بعثت انبیاء کا تعلق کسبیات سے ہوتا ہے۔ نیز یہ ضروری نہیں کہ جس چیز میں کوئی درجہ عقل و شعور کا ہو وہ مکلف بھی ہو۔ مثلاً شریعت حقہ نے صبی کو مکلف قرار نہیں دیا۔ حالانکہ قبل از بلوغ اس میں خاصا درجہ عقل کا موجود ہے۔ اسی سے حیوانات کی عاقلیت کا اندازہ کر لو۔ **تنبیہ** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "ہدہد کی روزی ہے ریت سے کیڑے نکال نکال کر کھانا۔ نہ دانہ کھائے نہ میوہ۔ اس کو اللہ کی اسی قدرت سے کام ہے۔" شاید اسی لئے يُخْرِجُ الْخَبْءَ کا خاص طور پر ذکر کیا۔ واللہ اعلم۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ﴿٢٦﴾ قَالَ سَنَنْظُرُ

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوائے ۔ پروردگار تخت بڑے کا ۔ سلیمان نے کہا ہم اب دیکھتے ہیں

اَصَدَقْتَ اَمْ كُنْتَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾ اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ

تو نے سچ کہا ۔ یا تو جھوٹا ہے ۔ لے جا میرا یہ خط

هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا

اور ڈال دے ۔ ان کی طرف ۔ پھر ان کے پاس سے ہٹ آ ۔ پھر دیکھ وہ کیا

يَرْجِعُوْنَ ﴿٢٨﴾ قَالَتْ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْٓ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ

جواب دیتے ہیں ۔ کہنے لگی ۔ اے دربار والو ۔ میرے پاس ڈالا گیا ایک خط

كَرِيْمٌ ﴿٢٩﴾ اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ

عزت کا ۔ وہ خط ہے سلیمان کی طرف سے ۔ اور وہ یہ ہے شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان

الرَّحِيْمِ ﴿٣٠﴾ اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ ﴿٣١﴾ قَالَتْ

نہایت رحم والا ہے ۔ کہ زور نہ کرو میرے مقابلہ میں اور چلے آؤ میرے سامنے حکم بردار ہو کر ۔ کہنے لگی

يٰٓاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَفْتُوْنِيْ فِيْٓ اَمْرِيْ مَا كُنْتُ قَاطِعَةً

اے دربار والو ۔ مشورہ دو مجھ کو میرے کام میں ۔ میں طے نہیں کرتی کوئی کام

اَمْرًا حَتّٰى تَشْهَدُوْنِ ﴿٣٢﴾ قَالُوْا نَحْنُ اُولُوْا قُوَّةٍ وَّاُولُوْا

تمہارے حاضر ہونے تک (ہونے تک) ۔ وہ بولے ۔ ہم لوگ زور آور ہیں ۔ اور

بَاْسٍ شَدِيْدٍ ۙ وَّالْاَمْرُ اِلَيْكِ فَانْظُرِيْ مَاذَا تَاْمُرِيْنَ ﴿٣٣﴾

سخت لڑائی والے ۔ اور کام تیرے اختیار میں ہے ۔ سو تو دیکھ لے جو حکم کرے

قَالَتْ إِنَّ الْمُلُوكَ إِذَا دَخَلُوا قَرْيَةً أَفْسَدُوهَا وَ

کہنے لگی | بادشاہ جب گھستے ہیں کسی بستی میں | اس کو خراب کر دیتے ہیں اور

جَعَلُوا أَعِزَّةَ أَهْلِهَا أَذِلَّةً ۚ وَكَذَٰلِكَ يَفْعَلُونَ ﴿٣٤﴾

کر ڈالتے ہیں | وہاں کے سرداروں کو | بے عزت | اور یہی کچھ کریں گے

وَإِنِّي مُرْسِلَةٌ إِلَيْهِم بِهَدِيَّةٍ فَنَاظِرَةٌ بِمَ يَرْجِعُ

اور میں بھیجتی ہوں | ان کی طرف | کچھ تحفہ | پھر دیکھتی ہوں کیا جواب لے کر پھرتے ہیں

الْمُرْسَلُونَ ﴿٣٥﴾ فَلَمَّا جَاءَ سُلَيْمَانَ قَالَ أَتُمِدُّونَنِ

بھیجے ہوئے ◆ | پھر جب پہنچا سلیمان کے پاس | بولا (یعنی سلیمان) کیا تم میری اعانت

بِمَالٍ فَمَا آتَانِيَ اللَّهُ خَيْرٌ مِّمَّا آتَاكُم بَلْ أَنتُم

کرتے ہو مال سے | سو جو اللہ نے مجھ کو دیا ہے بہتر ہے اس سے جو تم کو دیا ہے | بلکہ تم ہی

بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُونَ ﴿٣٦﴾ ارْجِعْ إِلَيْهِمْ فَلَنَأْتِيَنَّهُم

اپنے تحفہ سے خوش رہو ◆ | پھر جا (لوٹ) ان کے پاس | اب ہم پہنچتے ہیں ان پر

بِجُنُودٍ لَّا قِبَلَ لَهُم بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُم مِّنْهَا أَذِلَّةً

ساتھ لشکروں کے | جن کا مقابلہ نہ ہو سکے ان سے | اور نکال دیں گے ان کو وہاں سے بے عزت کر کر

وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿٣٧﴾ قَالَ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَيُّكُمْ

اور وہ خوار ہوں گے ◆ | بولا | اے دربار والو | تم میں کوئی ہے

يَأْتِينِي بِعَرْشِهَا قَبْلَ أَن يَأْتُونِي مُسْلِمِينَ ﴿٣٨﴾ قَالَ

کہ لے آوے میرے پاس اس کا تخت | پہلے اس سے کہ وہ آئیں میرے پاس حکم بردار ہو کر ◆ | بولا

حضرت سلیمان کیلئے بلقیس کے تحفے | معلوم ہوتا ہے کہ مضمون خط کی عظمت و شوکت اور دوسرے قرائن و آثار سے بلقیس کو یقین ہو گیا کہ اس بادشاہ پر ہم غالب نہیں آ سکتے اور کم از کم اس کا قوی احتمال تو ضرور تھا۔ اس نے بتلایا کہ ایسی شان و شکوہ رکھنے والے بادشاہوں سے لڑنا کھیل نہیں۔ اگر وہ غالب آ گئے (جیسا کہ قوی امکان ہے) تو ملوک و سلاطین کی عادت کے موافق تمہارے شہروں کو تہ و بالا کر کے رکھ دیں گے۔ اور وہ انقلاب ایسا ہو گا جس میں بڑی عزت والے سرداروں کو ذلیل و خوار ہونا پڑے گا۔ لہٰذا میرے نزدیک بہتر ہے کہ ہم جنگ کرنے میں جلدی نہ کریں بلکہ ان کی طاقت، طبعی رجحانات، نوعیت حکومت اور اس بات کا پتہ لگائیں کہ ان کی دھمکیوں کی پشت پر کونسی قوت کار فرما ہے۔ اور یہ کہ واقعی طور پر وہ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ اگر کچھ تحائف و ہدایا دے کر ہم آنے والی مصیبت کو اپنے سر سے ٹال سکیں تو زیادہ اچھا ہو گا ورنہ جو کچھ رویہ معلوم ہو جائے گا ہم اس کے مناسب کارروائی کریں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "بلقیس نے چاہا کہ اس بادشاہ کا شوق دریافت کرے کس چیز سے ہے۔ مال، خوبصورت آدمی، یا اور سامان ہر قسم کی چیزیں تحفہ میں بھیجی تھیں۔"

حضرت سلیمان کا جواب | یعنی یہ تحفہ تمہیں ہی مبارک رہے، کیا تم نے مجھے محض ایک دنیوی بادشاہ سمجھا جو مال و متاع کا لالچ دیتے ہو۔ تم کو معلوم ہونا چاہئے کہ حق تعالیٰ نے جو روحانی و مادی دولت مجھے عطا فرمائی ہے وہ تمہارے ملک و دولت سے کہیں بڑھ کر ہے۔ ان سامانوں کی مجھ کو کیا پروا۔

حملے کا ارادہ | یعنی تمہاری بستی کے، جلاوطن ہونگے اور ذلت و خواری کے ساتھ دولت و سلطنت سے دستبردار ہونا پڑے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اور کسی پیغمبر نے اس طرح کی بات نہیں فرمائی۔ سلیمانؑ کو حق تعالیٰ کی سلطنت کا زور تھا جو یہ فرمایا۔"

بلقیس کی اطاعت و انقیاد | قاصد نے واپس جا کر پیغام جنگ پہنچا دیا۔ بلقیس کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی معمولی بادشاہ نہیں ان کی قوت خدائی زور سے ہے۔ جدال و قتال سے کچھ کام نہ ہو گا نہ کوئی حیلہ اور داؤں ان کے روبرو چل سکتا ہے۔ آخر اظہار اطاعت و انقیاد کی غرض سے بڑے ساز و سامان کے ساتھ حضرت سلیمانؑ کی خدمت میں حاضری دینے کے لئے روانہ ہو گئی۔ جب ملک شام کے قریب پہنچی، حضرت سلیمان نے اپنے درباریوں سے فرمایا "کوئی ہے جو بلقیس کا تخت شاہی اس کے پہنچنے سے پیشتر میرے سامنے حاضر کر دے"۔ اس میں بھی حضرت سلیمانؑ کو کسی طرح بلقیس پر اپنی خداداد عظمت و قوت کا اظہار مقصود تھا تا وہ دیکھ لے کہ یہ نرے بادشاہ نہیں، کوئی اور خارق العادت باطنی طاقت بھی اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ **تنبیہ** | "قَبْلَ اَنْ یَّاْتُوْنِیْ مُسْلِمِیْنَ" سے معلوم ہوا کہ اسلام و انقیاد سے پہلے حربی کا مال مباح ہے۔

عِفْرِيتٌ مِّنَ الْجِنِّ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ أَن تَقُومَ

مِن مَّقَامِكَ ۖ وَإِنِّي عَلَيْهِ لَقَوِيٌّ أَمِينٌ ﴿٣٩﴾ قَالَ

الَّذِي عِندَهُ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتَابِ أَنَا آتِيكَ بِهِ قَبْلَ

أَن يَرْتَدَّ إِلَيْكَ طَرْفُكَ ۚ فَلَمَّا رَآهُ مُسْتَقِرًّا عِندَهُ

قَالَ هَٰذَا مِن فَضْلِ رَبِّي لِيَبْلُوَنِي أَأَشْكُرُ أَمْ

أَكْفُرُ ۖ وَمَن شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ ۖ وَمَن كَفَرَ

فَإِنَّ رَبِّي غَنِيٌّ كَرِيمٌ ﴿٤٠﴾ قَالَ نَكِّرُوا لَهَا عَرْشَهَا نَنظُرْ

أَتَهْتَدِي أَمْ تَكُونُ مِنَ الَّذِينَ لَا يَهْتَدُونَ ﴿٤١﴾ فَلَمَّا

جَاءَتْ قِيلَ أَهَٰكَذَا عَرْشُكِ ۖ قَالَتْ كَأَنَّهُ هُوَ ۚ وَ

1. **تخت لانے کیلئے جن کا اصرار** حضرت سلیمانؑ کا دربار روزانہ ایک معین وقت تک لگتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اس سے پہلے کہ آپ دربار سے اٹھ کر جائیں، میں تخت کو حاضر کر سکتا ہوں۔ مگر اس کو بھی کچھ وقت لگتا۔ حضرت سلیمانؑ اس سے بھی زیادہ جلدی چاہتے تھے۔

2. "زور آور" ہوں یعنی اپنی قوت بازو سے بہت جلد اٹھا کر لا سکتا ہوں۔ اللہ نے مجھ کو قدرت دی ہے اور "معتبر ہوں" یعنی اس میں خیانت نہ کروں گا۔ کہتے ہیں تخت بہت بیش قیمت تھا سونے چاندی کا اور لعل و جواہر جڑے تھے۔

3. **ایک صحابی کا چشم زدن میں تخت لانے کا وعدہ** راجح یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص حضرت سلیمانؑ کا صحابی اور وزیر آصف بن برخیاہ ہے جو کتب سماویہ کا عالم اور اللہ کے اسماء اور کلام کی تاثیر سے واقف تھا۔ اس نے عرض کیا کہ میں چشم زدن میں تخت کو حاضر کر سکتا ہوں۔ آپ کسی طرف دیکھئے قبل اس کے کہ آپ ادھر سے نگاہ ہٹائیں تخت آپ کے سامنے رکھا ہوگا۔

4. **کرامت اللہ کا فعل ہے** یعنی یہ ظاہری اسباب سے نہیں آیا، اللہ کا فضل ہے کہ میرے رفیق اس درجہ کو پہنچے جن سے ایسی کرامات ظاہر ہونے لگیں۔ اور چونکہ ولی کی خصوصاً صحابی کی کرامت اس کے نبی کا معجزہ اور اس کے اتباع کا ثمرہ ہوتا ہے اس لئے حضرت سلیمانؑ پر بھی اس کی شکر گذاری لازم ہوئی۔ **تنبیہ** معلوم ہوا کہ اعجاز و کرامت فی الحقیقت خداوند قدیر کا فعل ہے جو ولی یا نبی کے ہاتھ پر خلاف معمول ظاہر کیا جاتا ہے۔ پس جس کی قدرت سے سورج یا زمین کا کرہ ایک لمحہ میں ہزاروں میل کی مسافت طے کر لیتا ہے کیا مشکل ہے کہ تخت بلقیس کو پلک جھپکنے میں "مارب" سے "شام" پہنچا دے۔ حالانکہ تخت بلقیس کو سورج اور زمین سے ذرہ اور پہاڑ کی نسبت ہے۔

5. **حضرت سلیمان کا شکر** حضرت سلیمانؑ ہر ہر قدم پر حق تعالیٰ کی نعمتوں کو پہچانتے اور ہر وقت شکر گذاری کے لئے تیار رہتے تھے گویا یہ "اِعْمَلُوْا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا" کے حکم کی تعمیل تھی۔

6. یعنی شکر گذاری کا نفع شاکر ہی کو پہنچتا ہے کہ دنیا و آخرت میں مزید انعامات مبذول ہوتے ہیں، ناشکری کرے گا تو خدا کا کیا نقصان، وہ ہمارے شکریوں سے قطعاً بے نیاز اور بذات خود کامل الصفات و منبع الکمالات ہے۔ ہمارے کفران نعمت سے اس کی کسی صفت کمالیہ میں کمی نہیں آ جاتی۔ یہ بھی اس کا کرم ہے کہ ناشکروں کو فوراً سزا نہیں دیتا۔ ایسے کریم کی ناشکری کرنے والا انتہا درجہ کا بے حیا اور احمق ہے۔

7. **تخت کے ذریعے بلقیس کی آزمائش** یعنی تخت کا رنگ روپ تبدیل کر دو۔ اور اس کی وضع و ہیئت بدل ڈالو تا کہ دیکھ کر بلقیس بآسانی نہ سمجھ سکے۔ اس سے بلقیس کی عقل و فہم کو آزمانا تھا کہ ہدایت پانے کی استعداد اس میں کہاں تک موجود ہے۔

8. **بلقیس کی حق گوئی** نہ کہا کہ ہاں وہی ہے اور نہ بالکل نفی کی، جو حقیقت تھی ٹھیک ٹھیک ظاہر کر دی کہ تخت وہی ہے مگر کچھ اوصاف میں فرق آ گیا۔ اور فرق چونکہ معتد بہ نہیں اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ گویا وہی ہے۔

أُوتِينَا الْعِلْمَ مِن قَبْلِهَا وَكُنَّا مُسْلِمِينَ ﴿٤٢﴾ وَصَدَّهَا

ہم کو معلوم ہو چکا — پہلے سے — اور ہم ہیں حکم بردار ◆ — اور روک دیا اس کو

مَا كَانَت تَّعْبُدُ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ إِنَّهَا كَانَتْ مِن قَوْمٍ

ان چیزوں سے — جو پوجتی تھی اللہ کے سوا — البتہ وہ تھی منکر

كَافِرِينَ ﴿٤٣﴾ قِيلَ لَهَا ادْخُلِي الصَّرْحَ ۖ فَلَمَّا رَأَتْهُ

لوگوں میں ◆ — کسی نے کہا اس عورت کو — اندر چل محل میں — پھر جب دیکھا اس کو

حَسِبَتْهُ لُجَّةً وَكَشَفَتْ عَن سَاقَيْهَا ۚ قَالَ إِنَّهُ

خیال کیا کہ وہ پانی ہے گہرا — اور کھولیں اپنی پنڈلیاں ◆ — کہا یہ تو

صَرْحٌ مُّمَرَّدٌ مِّن قَوَارِيرَ ۗ قَالَتْ رَبِّ إِنِّي ظَلَمْتُ

ایک محل ہے — جڑے ہوئے ہیں اس میں شیشے ◆ — بولی — اے رب میں نے برا کیا ہے

نَفْسِي وَأَسْلَمْتُ مَعَ سُلَيْمَانَ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٤٤﴾ ع ۳

اپنی جان کا — اور میں حکم بردار ہوئی — ساتھ سلیمان کے اللہ کے آگے جو رب ہے سارے جہان کا ◆

وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَىٰ ثَمُودَ أَخَاهُمْ صَالِحًا أَنِ

اور ہم نے بھیجا تھا — ثمود کی طرف — ان کے بھائی صالح کو — کہ

اعْبُدُوا اللَّهَ فَإِذَا هُمْ فَرِيقَانِ يَخْتَصِمُونَ ﴿٤٥﴾

بندگی کرو اللہ کی — پھر وہ تو دو فرقے (ہو کر) — لگے جھگڑنے ◆

قَالَ يَا قَوْمِ لِمَ تَسْتَعْجِلُونَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ

کہا اے میری قوم — کیوں جلدی مانگتے ہو برائی کو — پہلے

حضرت بلقیس کا قبول حق یعنی اس معجزہ کی حاجت نہ تھی، ہم کو پہلے ہی یقین ہو چکا تھا کہ سلیمان محض بادشاہ نہیں۔ اللہ کے مقرب بندہ ہیں اور اسی لئے ہم نے فرمانبرداری اور تسلیم و انقیاد کا راستہ اختیار کیا۔

یعنی حق تعالیٰ نے یا سلیمان علیہ السلام نے حق تعالیٰ کے حکم سے ملکہ بلقیس کو آفتاب وغیرہ کی پرستش سے روک دیا۔ جس میں وہ بمعیت اپنی قوم کے مبتلا تھی۔ یا یہ مطلب ہے کہ سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہونے تک جو علانیہ اسلام کا اظہار نہیں کیا اس کا سبب یہ ہے کہ جھوٹے معبودوں کے خیال اور قوم کفار کی تقلید و صحبت نے اس کو ایسا کرنے سے روک رکھا تھا۔ نبی کی صحبت میں پہنچ کر وہ روک جاتی رہی۔ ورنہ سلیمان علیہ السلام کی صداقت کا اجمالی علم اس کو پہلے ہی ہو چکا تھا۔

یعنی پانی میں گھسنے کے لئے پائینچے چڑھا لئے جیسے عام قاعدہ ہے کہ پانی کی گہرائی پوری طرح پر معلوم نہ ہو تو گھسنے والا شروع میں پائینچے چڑھا لیتا ہے۔

حضرت بلقیس کا ایک اور امتحان حضرت سلیمان علیہ السلام دیوان خانہ میں بیٹھے تھے۔ اس میں پتھروں کی جگہ شیشے کا فرش تھا۔ صاف شیشہ دور سے نظر آتا کہ پانی لہرا رہا ہے۔ اور ممکن ہے شیشہ کے نیچے واقعی پانی ہو، یعنی حوض کو شیشہ سے پاٹ دیا ہو۔ اس نے پانی میں گھسنے کے لئے پنڈلیاں کھولیں۔ سلیمان نے پکارا کہ یہ شیشے کا فرش ہے پانی نہیں، اس کو اپنی عقل کا قصور اور ان کی عقل کا کمال معلوم ہوا۔ سمجھی کہ دین میں بھی جو یہ سمجھتے ہیں وہی صحیح ہوگا۔ اور یہ بھی پتہ لگ گیا کہ جس سازو سامان پر اس کی قوم کو ناز تھا، یہاں اس سے بڑھ کر سامان موجود ہے۔ گویا سلیمان علیہ السلام نے اس کو متنبہ فرما دیا کہ آفتاب و ستاروں کی چمک پر مفتون ہو کر انہیں خدا سمجھ لینا ایسا ہی دھوکہ ہے جیسے آدمی شیشہ کی چمک دیکھ کر پانی گمان کرلے۔

حضرت بلقیس کی شرک سے توبہ یعنی اے پروردگار میں تیری عظمت سے خبردار ہو کر سلیمان کا راستہ اختیار کرتی ہوں، اب تک میں نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا کہ شرک و کفر میں مبتلا رہی، اب اس سے تائب ہو کر تیری بارگاہ ربوبیت کی طرف رجوع کرتی ہوں۔

حضرت صالحؑ کی بعثت یعنی ایک ایمان والے اور ایک منکر، جیسے مکہ کے لوگ پیغمبر کے آنے سے جھگڑنے لگے۔ قوم "ثمود" کے جھگڑنے کی قدرے تفصیل سورۂ "اعراف" کی ان آیات میں گذر چکی۔ "قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِن قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا لِمَنْ آمَنَ مِنْهُمْ" الخ (اعراف۔ رکوع ۱۰)

الْحَسَنَةِ ۚ لَوْلَا تَسْتَغْفِرُونَ اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿٤٦﴾

بھلائی سے | کیوں نہیں گناہ بخشواتے اللہ سے | شاید تم پر رحم ہو جائے ۞

قَالُوا اطَّيَّرْنَا بِكَ وَبِمَن مَّعَكَ ۚ قَالَ طَائِرُكُمْ

بولے | ہم نے منحوس قدم دیکھا تمہارا | اور جو تیرے ساتھ والے ہیں ۞ | کہا تمہاری بری قسمت

عِندَ اللَّهِ ۖ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تُفْتَنُونَ ﴿٤٧﴾ وَكَانَ فِي

اللہ کے پاس ہے ۞ | کوئی نہیں تم لوگ جانچے جاتے ہو ۞ | اور تھے

الْمَدِينَةِ تِسْعَةُ رَهْطٍ يُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ وَلَا

اس شہر میں | نو شخص | کہ خرابی کرتے ملک میں | اور

يُصْلِحُونَ ﴿٤٨﴾ قَالُوا تَقَاسَمُوا بِاللَّهِ لَنُبَيِّتَنَّهُ وَ

اصلاح نہ کرتے ۞ | بولے کہ آپس میں قسم کھاؤ اللہ کی | کہ البتہ رات کو جا پڑیں اس پر اور اس کے

أَهْلَهُ ثُمَّ لَنَقُولَنَّ لِوَلِيِّهِ مَا شَهِدْنَا مَهْلِكَ

گھر پر | پھر کہہ دیں گے اس کے دعویٰ کرنے والے کو | ہم نے نہیں دیکھا جب تباہ ہوا

أَهْلِهِ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿٤٩﴾ وَمَكَرُوا مَكْرًا وَمَكَرْنَا

اس کا گھر | اور ہم بے شک سچ کہتے ہیں ۞ | اور انہوں نے بنایا ایک فریب | اور ہم نے بنایا

مَكْرًا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿٥٠﴾ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ

ایک فریب | اور ان کو خبر نہ ہوئی ۞ | پھر دیکھ لے | کیسا ہوا

عَاقِبَةُ مَكْرِهِمْ أَنَّا دَمَّرْنَاهُمْ وَقَوْمَهُمْ أَجْمَعِينَ ﴿٥١﴾

انجام ان کے فریب کا | کہ ہلاک کر ڈالا ہم نے ان کو | اور ان کی قوم سب کو ۞

فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً بِمَا ظَلَمُوا ۗ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ

سو یہ پڑے ہیں ان کے گھر ڈھے ہوئے — بسبب ان کے انکار کے ◆ — البتہ اس میں

لَآيَةً لِّقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥٢﴾ وَأَنجَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا وَ

نشانی ہے — ان لوگوں کے لیے جو جانتے ہیں ◆ — اور بچا دیا ہم نے ان کو — جو یقین لائے تھے — اور

كَانُوا يَتَّقُونَ ﴿٥٣﴾ وَلُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ

بچتے رہے تھے ◆ — اور لوط کو — جب کہا اس نے — اپنی قوم کو — کیا تم کرتے ہو

الْفَاحِشَةَ وَأَنتُمْ تُبْصِرُونَ ﴿٥٤﴾ أَئِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ

بے حیائی — اور تم دیکھتے ہو ◆ — کیا تم دوڑتے ہو — مردوں پر

شَهْوَةً مِّن دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ أَنتُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿٥٥﴾

للچا کر — عورتوں کو چھوڑ کر — کوئی نہیں تم لوگ بے سمجھ ہو ◆

فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَن قَالُوا أَخْرِجُوا آلَ لُوطٍ

پھر اور کچھ جواب نہ تھا اس کی قوم کا — مگر یہی — کہ کہنے لگے نکال دو لوط کے گھر کو

مِّن قَرْيَتِكُمْ ۖ إِنَّهُمْ أُنَاسٌ يَتَطَهَّرُونَ ﴿٥٦﴾ فَأَنجَيْنَاهُ

اپنے شہر سے — یہ لوگ ہیں ستھرا رہنا چاہتے ◆ — پھر بچا دیا ہم نے

وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ قَدَّرْنَاهَا مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٥٧﴾ وَ

اس کو اور اس کے گھر والوں کو ◆ مگر اس کی عورت — مقرر کر دیا تھا ہم نے اس کو رہ جانے والوں میں ◆ — اور

أَمْطَرْنَا عَلَيْهِم مَّطَرًا ۖ فَسَاءَ مَطَرُ الْمُنذَرِينَ ﴿٥٨﴾

برسایا ہم نے ان پر — برساؤ پھر کیا برا — برساؤ تھا ان ڈرائے ہووں کا ◆

◆ **ثمود کی بستیوں کے کھنڈر** | مکہ والے شام کا سفر کرتے تو راستہ پر "وادی القریٰ" میں ثمود کی بستیوں کے کھنڈر دیکھتے تھے۔ "فَتِلْكَ بُيُوتُهُمْ خَاوِيَةً" الخ میں ان ہی کی طرف اشارہ ہے۔

◆ یعنی جاننے والوں کو چاہیئے کہ ان واقعات ہائلہ سے عبرت حاصل کریں۔

◆ **مومنین کی عذاب سے حفاظت** | یعنی حضرت صالحؑ کے رفقاء جو ایمان لائے اور کفر و عصیان سے بچتے تھے۔ ہم نے ان کو عذاب کی لپیٹ سے بچا دیا۔ خدا کی قدرت دیکھو! مومن و کافر ملے جلے ایک بستی میں رہتے ہیں مگر عذاب آتا ہے تو چن چن کر کافروں کو ہلاک کرتا ہے مومن کو نکال بچاتا۔

◆ یعنی دیکھتے ہو کیسا بیہودہ اور گندہ کام ہے۔

◆ **قوم لوط کی بے حیائی** | یعنی تم سمجھتے نہیں کہ اس بے حیائی کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ پرلے درجے کے جاہل اور احمق ہو۔

◆ یعنی اپنے کو بڑا پاک صاف بنانا چاہتے ہیں۔ پھر ہم ناپاکوں میں ان کا کیا کام۔

◆ یعنی انہیں بتا کر کے نکال بچا لیا۔

◆ یعنی حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی جو ان بدمعاشوں کی اعانت کرتی تھی وہ بھی ہلاک ہونے والوں کے ساتھ وابستہ ہوگئی۔

◆ **قوم لوط کا انجام ان واقعات سے عبرت** | یعنی آسمان سے پتھر برسائے اور شہر کا تختہ الٹ دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ مذکورہ بالا تینوں قصوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے قصہ میں فرمایا "ہم لائیں گے لشکر جس کا سامنا نہ کر سکیں گے" وہی بات ہوئی رسول میں اور مکہ والوں میں۔ اور حضرت صالحؑ پر نو شخص متفق ہوئے کہ رات کو جا پڑیں۔ اللہ نے ان کو بچایا اور ان کو غارت کیا۔ مکہ کے لوگ بھی یہی چاہ چکے، لیکن نہ بن پڑا۔ جس رات حضرتؐ نے ہجرت کی، کتنے کافر حضرتؐ کا گھر گھیرے بیٹھے تھے کہ صبح کو اندھیرے میں نکلیں تو سب مل کر ماریں (کسی ایک کا خون بہانہ دینا پڑے) حضرتؐ صاف بچ کر نکل گئے۔ ان کو نہ سوجھا۔ اور قوم لوط نے چاہا کہ پیغمبر کو شہر سے نکال دیں یہی مکہ والے بھی چاہ چکے۔ اللہ نے آپ سے نکلنا چاہا کہ خود اپنے اختیار سے شہر چھوڑ کر نکل جاؤ۔ اور اسی میں کام نکالا۔"

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِيْنَ

تو کہہ تعریف ہے اللہ کو اور سلام ہے اس کے بندوں پر جن کو

اصْطَفٰى ؕ آٰللّٰهُ خَيْرٌ اَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۵۹﴾

اس نے پسند کیا ◆ بھلا اللہ بہتر ہے یا جن کو وہ شریک کرتے ہیں ◆

أَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ وَأَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ

بھلا کس نے — بنائے آسمان اور زمین — اور اتار دیا تمہارے لیے

السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَأَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ

آسمان سے پانی — پھر اگائے ہم نے اس سے باغ — رونق والے — تمہارا

لَكُمْ أَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ هُمْ قَوْمٌ

کام نہ تھا — کہ اگاتے ان کے درخت ◆ — اب کوئی اور حاکم ہے اللہ کے ساتھ — کوئی نہیں — وہ لوگ

يَّعْدِلُوْنَ ﴿٦٠﴾ أَمَّنْ جَعَلَ الْأَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ

راہ سے مڑتے ہیں ◆ — بھلا کس نے بنایا زمین کو ٹھہرنے کے لائق ◆ — اور بنائیں اس کے بیچ میں

أَنْهٰرًا وَّجَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَجَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ

ندیاں — اور رکھے اس کے ٹھہرانے کو بوجھ ◆ — اور رکھا (رکھی) دو دریاؤں میں

حَاجِزًا ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦١﴾ أَمَّنْ

پردہ (آڑ) ◆ — اب کوئی اور حاکم ہے اللہ کے ساتھ — کوئی نہیں — بہتوں کو ان میں سمجھ نہیں ◆ — بھلا کون

يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ

پہنچتا ہے بےکس (بے بس) کی پکار (فریاد) کو جب اس کو پکارتا ہے — اور دور کر دیتا ہے سختی ◆ — اور کرتا ہے تم کو

خُلَفَآءَ الْأَرْضِ ۗ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۗ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٦٢﴾

نائب اگلوں کا زمین پر ◆ — اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ — تم بہت کم دھیان کرتے ہو ◆

أَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ

بھلا کون راہ بتاتا ہے تم کو — اندھیروں میں جنگل کے — اور دریا کے ◆ — اور کون

اللہ کی قدرت کے مظاہر سرے سے درختوں کا اگانا تمہارے اختیار میں نہیں۔ چہ جائیکہ اس کا پھول پھل لانا اور بار آور کرنا۔

مشرکین کی بے راہ روی یعنی تمام دنیا جانتی ہے اور خود یہ مشرکین بھی مانتے ہیں کہ زمین و آسمان کو پیدا کرنا، بارش برسانا، درخت اگانا بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کا کام نہیں۔ چنانچہ دوسری جگہ قرآن میں ان کا اقرار و اعتراف مذکور ہے پھر یہاں تک پہنچ کر راستہ سے کیوں کترا جاتے ہیں۔ جب اللہ کے سوا کوئی ہستی نہیں جو خلق و تدبیر کر سکے یا کسی چیز کا مستقل اختیار رکھے، تو اس کی الوہیت و معبودیت میں وہ کس طرح شریک ہو جائے گی۔ "عبادت" انتہائی تذلل کا نام ہے سو وہ اسی کی ہونی چاہئے جو انتہائی درجہ میں کامل اور با اختیار ہو۔ کسی ناقص یا عاجز مخلوق کو معبودیت میں خالق کے برابر کر دینا انتہائی ظلم اور ہٹ دھرمی ہے۔

یعنی آدمی اور جانوروں کی قیامگاہ ہے۔ آرام سے اس پر زندگی بسر کرتے اور اس کے محاصل سے متمتع ہوتے ہیں۔

یعنی پہاڑ رکھ دیے تا کہ ٹھہری رہے، کپکپائے نہیں۔

اس کی تحقیق قریب ہی سورۂ "فرقان" میں گذر چکی۔ آیت "وَهُوَ الَّذِي مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هَٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَهَٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَحِجْرًا مَّحْجُورًا" کا فائدہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

یعنی کوئی اور با اختیار ہستی ہے جس سے یہ کام بن پڑیں اور اس بناء پر وہ معبود بننے کے لائق ہو۔ جب نہیں تو معلوم ہوا کہ یہ مشرکین محض جہالت اور نادانی سے شرک و مخلوق پرستی کے غار عمیق میں گرتے چلے جا رہے ہیں۔

مصیبت کو دور کرنے والا کون ہے یعنی جب اللہ چاہے اور مناسب جانے تو بے کس اور مضطر کی فریاد سن کر سختی کو دور کر دیتا ہے۔ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: "فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ" (انعام۔ رکوع ۴) گویا اس نے دعا کو بھی اسباب عادیہ میں سے ایک سبب بنایا ہے جس پر مسبب کا ترتب مشیت الٰہی، اجتماع شروط اور ارتفاع موانع کے بعد ہوتا ہے اور علامہ طیبی وغیرہ نے کہا کہ آیت میں مشرکین کو تنبیہ ہے کہ سخت مصائب و شدائد کے وقت تو تم بھی مضطر ہو کر اسی کو پکارتے ہو اور دوسرے معبودوں کو بھول جاتے ہو، پھر فطرت اور ضمیر کی اس شہادت کو امن و اطمینان کے وقت کیوں یاد نہیں رکھتے۔

یعنی ایک قوم یا نسل کو اٹھا لیتا اور اس کی جگہ دوسری کو آباد کرتا ہے جو زمین میں مالکانہ اور بادشاہانہ تصرف کرتے ہیں۔

یعنی پوری طرح دھیان کرتے تو دور جانے کی ضرورت نہ پڑتی، اپنی اپنی حوائج و ضروریات اور قوموں کے ادل بدل کو دیکھ کر سمجھ سکتے تھے کہ جس کے ہاتھ میں ان امور کی باگ ہے تنہا اسی کی عبادت کرنی چاہئے۔

یعنی خشکی اور دریا کی اندھیریوں میں ستاروں کے ذریعہ سے تمہاری رہنمائی کرتا ہے، خواہ بلاواسطہ یا بواسطہ قطب نما وغیرہ آلات کے۔

يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ

چلاتا ہے ہوائیں خوشخبری لانے والیاں اس کی رحمت سے پہلے ◆ اب کوئی حاکم ہے

اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۶۳﴾ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ

اللہ کے ساتھ اللہ بہت اوپر ہے اس سے جس کو شریک بتلاتے ہیں ◆ بھلا کون سرے سے بناتا ہے

ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ

پھر اس کو دہرائے گا ◆ اور کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے ◆ اب کوئی حاکم ہے

مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۶۴﴾

اللہ کے ساتھ تو کہہ لاؤ اپنی سند اگر تم سچے ہو ◆

قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا

تو کہہ خبر نہیں رکھتا جو کوئی ہے آسمان اور زمین میں چھپی ہوئی چیز کی مگر

اللّٰهُ ؕ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۶۵﴾ بَلِ ادّٰرَكَ عِلْمُهُمْ

اللہ ◆ اور ان کو خبر نہیں کب جی اٹھیں گے (جلائے جائیں گے) ◆ بلکہ تھک کر گر گیا ان کا فکر

فِي الْاٰخِرَةِ ۫ بَلْ هُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْهَا ۫ بَلْ هُمْ مِّنْهَا عَمُوْنَ ﴿۶۶﴾ ع

آخرت کے بارہ میں بلکہ ان کو شبہ ہے اس میں بلکہ وہ اس سے اندھے ہیں ◆

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا وَّاٰبَآؤُنَآ اَئِنَّا

اور بولے وہ لوگ جو منکر ہیں کیا جب ہم ہو جائیں گے مٹی اور ہمارے باپ دادے کیا

لَمُخْرَجُوْنَ ﴿۶۷﴾ لَقَدْ وُعِدْنَا هٰذَا نَحْنُ وَاٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ ۙ

ہم کو زمین سے نکالیں گے وعدہ پہنچ چکا ہے اس کا ہم کو اور ہمارے باپ دادوں کو پہلے سے

◆ یعنی باران رحمت سے پہلے ہوائیں چلاتا ہے جو بارش کی آمد آمد کی خوشخبری سناتی ہیں۔

◆ یعنی کہاں وہ قادر مطلق اور حکیم برحق اور کہاں عاجز و ناقص مخلوق جسے اس کی خدائی کا شریک بتایا جا رہا ہے۔

◆ ابتداءً پیدا کرنا تو سب کو مسلم ہے کہ اللہ کا کام ہے۔ موت کے بعد دوبارہ پیدا کرنے کو بھی اسی سے سمجھ لو۔ منکرین "بعث بعد الموت" بھی اتنا سمجھتے ہیں کہ اگر بالفرض دوبارہ پیدا کئے گئے تو یہ کام اسی کا ہوگا جس نے اول پیدا کیا تھا۔

◆ یعنی کون ہے جو آسمانی اور زمینی اسباب مختلف ذریعے سے اپنی حکمت کے موافق تم کو روزی پہنچاتا ہے۔

◆ **اگر سچے ہو شرک کی دلیل لاؤ** | یعنی اگر اتنے صاف شواہد اور واضح دلائل سننے کے بعد بھی تم خدا تعالیٰ کی وحدانیت اور شرک کی قباحت کو تسلیم نہیں کرتے تو جو کوئی دلیل تم اپنے دعوے باطل کے ثبوت میں رکھتے ہو پیش کرو۔ ابھی تمہارا جھوٹ کھل جائے گا مگر دلیل و برہان کہاں؟ محض باپ دادا کی تقلید ہے۔ "وَمَنْ یَّدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰـھًا اٰخَرَ لَا بُرْھَانَ لَہٗ بِہٖ فَاِنَّمَا حِسَابُہٗ عِنْدَ رَبِّہٖ" (مومنون۔ رکوع ۶)

◆ **اللہ کی قدرت تامہ اور علم محیط** | اس آیت میں مضمون سابق کی تکمیل اور مضمون لاحق کی تمہید ہے۔ شروع پارہ سے یہاں تک حق تعالیٰ کی قدرت تامہ، رحمت عامہ اور ربوبیت کاملہ کا بیان تھا۔ یعنی جب وہ ان صفات و شئون میں متفرد ہے تو الوہیت و معبودیت میں بھی متفرد ہونا چاہئے۔ آیت حاضرہ میں اس کی الوہیت پر دوسری حیثیت سے استدلال کیا جا رہا ہے۔ یعنی معبود وہ ہوگا جو قدرت تامہ کے ساتھ علم کامل و محیط بھی رکھتا ہو۔ اور یہ وہ صفت ہے جو زمین و آسمان میں کسی مخلوق کو حاصل نہیں۔ اسی رب العزت کے ساتھ مخصوص ہے۔ پس اس اعتبار سے بھی معبود بننے کی مستحق اکیلی اسی کی ذات ہوئی۔ **تنبیہ**

عالم الغیب کے الفاظ کا استعمال | کل مغیبات کا علم بجز خدا کے کسی کو حاصل نہیں نہ کسی ایک غیب کا علم کسی شخص کو بالذات بدون عطائے الٰہی کے ہو سکتا ہے اور نہ مفاتیح غیب (غیب کی کنجیاں جن کا ذکر سورۂ "انعام" میں گذر چکا) اللہ نے کسی مخلوق کو دی ہیں۔ ہاں بعض بندوں کو بعض غیوب پر باختیار خود مطلع کر دیتا ہے جس کی وجہ سے کہہ سکتے ہیں کہ فلاں شخص کو حق تعالیٰ نے غیب پر مطلع فرما دیا یا غیب کی خبر دے دی۔ لیکن اتنی بات کی وجہ سے قرآن و سنت نے کسی جگہ ایسے شخص پر "عالم الغیب" "فلان یعلم الغیب" کا اطلاق نہیں کیا۔ بلکہ احادیث میں اس پر انکار کیا گیا ہے۔ کیونکہ بظاہر یہ الفاظ اختصاص علم الغیب بذات باری کے خلاف موہم ہوتے ہیں۔ اسی لئے علمائے محققین اجازت نہیں دیتے کہ اس طرح کے الفاظ کسی بندہ پر اطلاق کئے جائیں۔ گو لغۃً صحیح ہوں جیسے کسی کا یہ کہنا کہ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَعْلَمُ الْغَیْبَ (اللہ غیب کا علم نہیں) گو اس کی مراد یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے اعتبار سے کوئی چیز غیب نہیں۔ سخت ناروا اور سوء ادب ہے۔ یا کسی کا حق سے موت اور فتنہ سے اولاد اور رحمت سے بارش مراد لے کر یہ الفاظ کہنا "انی اکرہ الحق واحب الفتنۃ وافر من الرحمۃ" (میں حق کو برا سمجھتا ہوں اور فتنہ کو محبوب رکھتا ہوں اور رحمت سے بھاگتا ہوں) سخت مکروہ و قبیح ہے حالانکہ باعتبار نیت و مراد کے قبیح نہ تھا۔ اسی طرح فلاں عالم الغیب وغیرہ الفاظ کو سمجھ لو اور واضح رہے کہ علم غیب سے ہماری مراد محض ظنون و تخمینات نہیں اور نہ وہ علم جو قرائن و دلائل سے حاصل کیا جائے۔ بلکہ جس کے لئے کوئی دلیل و قرینہ موجود نہ ہو وہ مراد ہے۔ سورۂ انعام و اعراف میں اس کے متعلق کسی قدر لکھا جا چکا ہے۔ وہاں مراجعت کر لی جائے۔

◆ یعنی قیامت کب آئے گی جس کے بعد مردے دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اس کی خبر کسی کو نہیں۔ پہلے سے مبدأ کا ذکر چلا آتا تھا۔

یہاں سے معاد کا شروع ہوا۔

◆ **آخرت کا ادراک** | یعنی عقل دوڑا کر تھک گئے آخرت کی حقیقت نہ پائی۔ کبھی شک کرتے ہیں کبھی منکر ہوتے ہیں (موضح) اور بعض مفسرین نے یوں تقریر کی ہے کہ آخرت کے ادراک تک ان کے علم کی رسائی نہ ہوئی اور نہ عدم علم کی وجہ سے صرف خالی الذہن رہے بلکہ اس کے متعلق شک و تردد میں پڑ گئے۔ اور نہ صرف شک و تردد بلکہ ان دلائل و شواہد سے بالکل آنکھیں بند کر لیں جن میں غور کرتے تو شک رفع ہو سکتا تھا۔

إِنْ هَٰذَا إِلَّا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ﴿٦٨﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ

یہ تو کچھ بھی نہیں مگر کہانیاں ہیں اگلوں کی ◆ تو کہہ پھرو ملک میں

فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿٦٩﴾ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ

تو دیکھو کیسا ہوا انجام گنہگاروں کا ◆ اور غم نہ کھا ان پر

وَلَا تَكُنْ فِي ضَيْقٍ مِمَّا يَمْكُرُونَ ﴿٧٠﴾ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَٰذَا

اور تنگ نہ ہو ان کے فریب بنانے سے ◆ اور کہتے ہیں کب ہوگا یہ

الْوَعْدُ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿٧١﴾ قُلْ عَسَىٰ أَنْ يَكُونَ رَدِفَ

وعدہ اگر تم سچے ہو ◆ تو کہہ کیا عجب ہے جو تمہاری پیٹھ پر پہنچ چکی ہو

لَكُمْ بَعْضُ الَّذِي تَسْتَعْجِلُونَ ﴿٧٢﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ لَذُو فَضْلٍ

بعضی وہ چیز جس کی جلدی کر رہے ہو ◆ اور تیرا رب تو فضل رکھتا ہے

عَلَى النَّاسِ وَلَٰكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ﴿٧٣﴾ وَإِنَّ رَبَّكَ

لوگوں پر ان میں بہت لوگ شکر نہیں کرتے ◆ اور تیرا رب

لَيَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ﴿٧٤﴾ وَمَا مِنْ غَائِبَةٍ

جانتا ہے جو چھپ رہا ہے ان کے سینوں میں اور جو کچھ کہ ظاہر کرتے ہیں اور کوئی چیز نہیں جو غائب ہو

فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ﴿٧٥﴾ إِنَّ هَٰذَا

آسمان اور زمین میں مگر موجود ہے کھلی کتاب میں ◆ یہ

الْقُرْآنَ يَقُصُّ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَكْثَرَ الَّذِي هُمْ فِيهِ

قرآن سناتا ہے بنی اسرائیل کو بہت چیزیں جس میں

- **آخرت پر کفار کا اعتراض** یعنی پہلے ہمارے بزرگوں سے یہی وعدے کئے گئے تھے۔ جو پہلے کہہ گئے ان ہی کی نقل آج یہ پیغمبر بھی اتار رہے ہیں۔ لیکن کتنے قرن گزر چکے ہم نے تو آج تک نہ دیکھا نہ سنا کہ کوئی مردہ مٹی میں مل جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہوا ہو اس کو سزا ملی ہو۔
- یعنی کتنے مجرموں کو دنیا ہی میں عبرتناک سزائیں مل چکی ہیں اور پیغمبروں کا فرمانا پورا ہو کر رہا۔ اسی پر قیاس کر لو کہ بعث بعد الموت اور عذاب اخروی کی جو خبر انبیاء دیتے چلے آئے ہیں یقیناً پوری ہو کر رہے گی یہ کارخانہ یوں ہی بے سرا نہیں کہ اس پر کوئی حاکم نہ ہو وہ اپنی رعایا کو یوں ہی مہمل نہ چھوڑے گا جب سب مجرموں کو یہاں پوری سزا نہیں ملتی تو یقیناً کوئی دوسری زندگی ہوگی جہاں ہر ایک اپنے کیفر کردار کو پہنچے اگر تمہاری یہی تکذیب رہی تو مکذبین کا جو انجام دنیا میں ہوا تمہارا بھی ہو سکتا ہے۔
- یعنی ان کو سمجھا کر اور بدی کے انجام پر متنبہ کر کے الگ ہو جائیے اگر یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ بہت زیادہ غم و تاسف نہ کریں اور نہ ان کے مکر و فریب اور حق کے خلاف تدبیریں کرنے سے تنگدل اور خفا ہوں آپ اپنا فرض ادا کر چکے اللہ تعالیٰ ایسے ضدی مجرموں سے خود سمجھ لے گا اور جس طرح پہلے مجرموں کو سزائیں دی گئی ہیں ان کو بھی دے گا۔
- یعنی آخر وہ قیامت کب آئے گی؟ اور جس عذاب کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں کب نازل ہوگا؟
- **عذاب کا وعدہ قریب ہے** یعنی گھبراؤ نہیں، وہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ اور کچھ بعید نہیں کہ وعدہ کا کچھ حصہ قریب ہی آ لگا ہو (چنانچہ زیادہ دن نہ گزرے کہ "بدر" میں سزا کی ایک قسط پہنچ گئی) رہی قیامت کبریٰ سو اس کے بھی بعض آثار و علامات ظاہر ہونے شروع ہو گئے۔
- یعنی حق تعالیٰ اپنے فضل سے اگر عذاب میں تاخیر کرتا ہے تو چاہئے تھا اس مہلت کو غنیمت سمجھتے اور اس کی مہربانی کے شکر گزار ہو کر ایمان و عمل صالح کا راستہ اختیار کرتے لیکن وہ اس کے خلاف ناشکری کرتے اور اپنے منہ سے عذاب مانگتے ہیں۔
- **ہر چیز اللہ کے پاس لکھی ہوئی ہے** یعنی تمہارے ظاہری و پوشیدہ اعمال، دلوں کے بھید، نیتیں اور ارادے اور زمین و آسمان کے چھپے سے چھپے راز سب اللہ تعالیٰ کے علم میں حاضر اور اس کے دفتر میں درج ہیں۔ ہر بات اسی کے موافق اپنے اپنے وقت پر ٹھیک ظہور پذیر ہوگی۔ جلدی مچانے یا دیر لگانے سے کچھ حاصل نہیں۔ جو چیز علم الٰہی میں طے شدہ ہے جلد یا بدیر اپنے وقت پر آئے گی اور ہر ایک کو اس کے عمل اور نیت و عزم کے موافق پھل مل کر رہے گا۔

يَخْتَلِفُونَ ﴿٧٦﴾ وَإِنَّهُ لَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٧٧﴾ إِنَّ

وہ جھگڑ رہے ہیں ۔ اور بے شک وہ ہدایت ہے ۔ اور رحمت ہے ۔ ایمان والوں کے واسطے

رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُم بِحُكْمِهِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْعَلِيمُ ﴿٧٨﴾

تیرا رب ان میں فیصلہ کرتا ہے اپنی حکومت سے ۔ اور وہی ہے زبردست سب کچھ جاننے والا

فَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ ۖ إِنَّكَ عَلَى الْحَقِّ الْمُبِينِ ﴿٧٩﴾ إِنَّكَ لَا تُسْمِعُ

سو تو بھروسہ کر اللہ پر ۔ بے شک تو ہے صحیح کھلے رستہ پر ۔ البتہ تو نہیں سنا سکتا

الْمَوْتَىٰ وَلَا تُسْمِعُ الصُّمَّ الدُّعَاءَ إِذَا وَلَّوْا مُدْبِرِينَ ﴿٨٠﴾

مردوں کو ۔ اور نہیں سنا سکتا بہروں کو ۔ اپنی پکار ۔ جب لوٹیں وہ پیٹھ پھیر کر

وَمَا أَنتَ بِهَادِي الْعُمْيِ عَن ضَلَالَتِهِمْ ۖ إِن تُسْمِعُ إِلَّا

اور نہ تو راہ سجھا سکے اندھوں کو ۔ جب وہ راہ سے بچلیں ۔ تو تو سناتا ہے اس کو

مَن يُؤْمِنُ بِآيَاتِنَا فَهُم مُّسْلِمُونَ ﴿٨١﴾ وَإِذَا وَقَعَ الْقَوْلُ

جو یقین رکھتا ہو ہماری باتوں پر ۔ سو وہ حکم بردار ہیں ۔ اور جب پڑ چکے گی

عَلَيْهِمْ أَخْرَجْنَا لَهُمْ دَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ أَنَّ

ان پر بات ۔ نکالیں گے ہم ان کے آگے ایک جانور ۔ زمین سے ۔ ان سے باتیں کرے گا ۔ اس واسطے

النَّاسَ كَانُوا بِآيَاتِنَا لَا يُوقِنُونَ ﴿٨٢﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُ مِن كُلِّ

کہ لوگ ہماری نشانیوں کا ۔ یقین نہیں کرتے تھے ۔ اور جس دن گھیر بلائیں گے ہم ۔ ہر ایک

أُمَّةٍ فَوْجًا مِّمَّن يُكَذِّبُ بِآيَاتِنَا فَهُمْ يُوزَعُونَ ﴿٨٣﴾ حَتَّىٰ

فرقہ میں سے ایک جماعت ۔ جو جھٹلاتے تھے ہماری باتوں کو ۔ پھر ان کی جماعت بندی ہوگی ۔ یہاں تک

◆ **قرآن میں بنی اسرائیل کے اختلافات کا فیصلہ** | یعنی ابھی عملی فیصلہ کا وقت نہیں آیا۔ البتہ قرآن قولی و علمی فیصلہ کے لئے آیا ہے۔ اس وقت سماوی علوم اور مذہبی چیزوں کے سب سے بڑے عالم "بنی اسرائیل" سمجھے جاتے تھے مگر عقائد، احکام اور قصص و روایات کے متعلق ان کے شدید اختلافات کا فیصلہ کن تصفیہ بھی قرآن نے سنایا۔ فی الحقیقت قرآن ہی وہ کتاب ہے جس نے دنیا کو خداوند قدوس کا آخری پیغام پہنچایا۔ اور ایمان لانے والوں کی رہبری کی تاکہ اس دن کے لئے تیاری کر رکھیں۔ جبکہ ہر معاملہ کا عملی فیصلہ ہوگا۔

◆ یعنی قرآن تو آیا ہے سمجھانے اور آگاہ کرنے کو، باقی تمام معاملات کا حکیمانہ اور عادلانہ فیصلہ خدائے قادر و توانا کرے گا۔

◆ **آنحضرت کے حق پر ہونے کی گواہی** | یعنی آپ کسی کے اختلاف و تکذیب سے متاثر نہ ہوں۔ خدا پر بھروسہ کر کے اپنا کام کئے جائیے۔ جس صحیح و صاف راستہ پر آپ چل رہے ہیں اس میں کوئی کھٹکا نہیں۔ آدمی جب سچے راستہ پر ہو اور خدائے واحد پر بھروسہ رکھے پھر کیا غم ہے۔

◆ **کفار اندھوں اور بہروں جیسے ہیں** | یعنی جس طرح ایک مردہ کو خطاب کرنا یا کسی بہرے کو پکارنا خصوصاً جبکہ وہ پیٹھ پھیرے چلا جا رہا ہو اور پکارنے والے کی طرف قطعاً ملتفت نہ ہو ان کے حق میں سودمند نہیں یہی حال ان مکذبین کا ہے جن کے قلوب مر چکے ہیں اور دل کے کان بہرے ہو گئے ہیں اور سننے کا ارادہ بھی نہیں رکھتے کہ ان کے حق میں کوئی نصیحت نافع و کارگر نہیں۔ ایک نیم اندھے کو جب تک آنکھ نہ کھولے تم کس طرح راستہ یا کوئی چیز دکھلا سکتے ہو۔ یہ لوگ بھی دل کے اندھے ہیں اور چاہتے بھی نہیں کہ اندھے پن سے نکلیں۔ پھر تمہارے دکھلانے سے وہ دیکھیں تو کیسے دیکھیں۔

◆ یعنی نصیحت سنانا ان کے حق میں نافع ہے جو سن کر اثر قبول کریں۔ اور اثر قبول کرنا یہی ہے کہ خدا کی باتوں پر یقین کر کے فرمانبردار بنیں۔

◆ **دابۃ الارض کا خروج اور کلام** | حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "قیامت سے پہلے صفا پہاڑ مکہ کا پھٹے گا اس میں سے ایک جانور نکلے گا جو لوگوں سے باتیں کرے گا کہ اب قیامت نزدیک ہے اور سچے ایمان والوں کو اور جھوٹے منکروں کو نشان دے کر جدا کر دے گا۔" (موضح) بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بالکل آخر زمانہ میں طلوع الشمس من المغرب کے دن ہوگا۔ قیامت تو نام ہی اس کا ہے کہ عالم کا سب موجودہ نظام درہم برہم کر دیا جائے۔ لہٰذا اس قسم کے خوارق پر کچھ تعجب نہیں کرنا چاہئے جو قیامت کی علامات قریبہ اور اس کے پیش خیمہ کے طور پر ظاہر کی جائیں گی۔ شاید "دابۃ الارض" کے ذریعہ سے یہ دکھلانا ہو کہ جس چیز کو تم پیغمبروں کے کہنے سے نہ مانتے تھے آج وہ ایک جانور کی زبانی ماننی پڑ رہی ہے۔ مگر اس وقت کا ماننا نافع نہیں۔ صرف مکذبین کی تجہیل و تحمیق مقصود ہے۔ ماننے کا جو وقت تھا گذر گیا۔ **تنبیہ:** "دابۃ الارض" کے متعلق بہت سے رطب و یابس اقوال و روایات تفاسیر میں درج کی گئی ہیں۔ مگر معتبر روایات سے اسی قدر یا اتنا ہی ثابت ہے جو حضرت شاہ صاحبؒ نے لکھا۔ واللہ اعلم۔

◆ **حشر میں مکذبین کے جتھے** | ہر گناہ والوں کے جتھے اور جماعتیں الگ الگ ہوں گی۔ **تنبیہ:** اکثر مفسرین نے "فَهُمْ يُوزَعُونَ" کے معنی روکنے کے لئے ہیں۔ یعنی ہر امت کے مکذبین کو حشر کی طرف لے چلیں گے اور بوجہ کثرت کے اول کو روک کر پیچھے چلنے والوں کو آگے بڑھنے سے روکا جائے گا۔ جیسا بڑے لشکر میں انتظام قائم رکھنے کے لئے کیا جاتا ہے۔

إِذَا جَآءُوْ قَالَ أَكَذَّبْتُمْ بِاٰيٰتِىْ وَلَمْ تُحِيْطُوْا بِهَا عِلْمًا

کہ جب حاضر ہو جائیں گے   فرمائے گا کیوں جھٹلایا تم نے میری باتوں کو   اور نہ آ چکیں تمہاری سمجھ میں

أَمَّاذَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَوَقَعَ الْقَوْلُ عَلَيْهِمْ بِمَا

یا کیا کرتے تھے ◆   اور پڑ چکی ان پر بات   اس واسطے

ظَلَمُوْا فَهُمْ لَا يَنْطِقُوْنَ ﴿۸۵﴾ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ

کہ انہوں نے شرارت کی تھی   اب (سو) وہ کچھ نہیں بول سکتے ◆   کیا نہیں دیکھتے   کہ ہم نے بنائی رات

لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ إِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ

کہ اس میں چین حاصل کریں   اور دن دکھانے والا (دیا)   البتہ اس میں نشانیاں ہیں

لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَيَوْمَ يُنْفَخُ فِى الصُّوْرِ فَفَزِعَ مَنْ

ان لوگوں کے لیے جو یقین کرتے ہیں ◆   اور جس دن پھونکی جائے گی صور   تو گھبرا جائے جو کوئی ہے

فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْأَرْضِ إِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ ؕ

آسمان میں   اور جو کوئی ہے زمین میں   مگر جس کو اللہ چاہے ◆

وَكُلٌّ أَتَوْهُ دٰخِرِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا

اور سب چلے آئیں اس کے آگے عاجزی سے ◆   اور تو دیکھے پہاڑوں کو   سمجھے کہ وہ

جَامِدَةً وَّهِىَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ؕ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِىْٓ أَتْقَنَ

جمے ہوئے ہیں   اور وہ چلیں گے جیسے چلے بادل ◆   کاریگری اللہ کی جس نے سادھا (درست کیا) ہے

كُلَّ شَىْءٍ ؕ إِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ

ہر چیز کو ◆   اس کو خبر ہے جو کچھ تم کرتے ہو ◆   جو کوئی لے کر آیا بھلائی

فَلَهٗ خَيْرٌ مِّنْهَا ۚ وَهُمْ مِّنْ فَزَعٍ يَّوْمَئِذٍ اٰمِنُوْنَ ﴿۸۹﴾

تو اس کو ملے اس سے بہتر ◆ اور ان کو گھبراہٹ سے اس دن امن ہے ◆

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَكُبَّتْ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ ۭ هَلْ

اور جو کوئی لے کر آیا برائی سو اوندھے ڈالے گئے منہ ان کے آگ میں

تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۰﴾ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ

وہی بدلہ پاؤ گے جو کچھ تم کیا کرتے تھے ◆ مجھ کو یہی حکم ہے کہ بندگی کروں

رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ ۡ

اس شہر کے مالک کی جس نے اس کو حرمت دی اور اسی کی ہے ہر ایک چیز ◆

وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ

اور مجھ کو حکم ہے کہ رہوں حکم برداروں میں ◆ اور یہ کہ سناؤں قرآن ◆

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ

پھر جو کوئی راہ پر آیا سو راہ پر آئے گا اپنے ہی بھلے کو اور جو کوئی بہکا رہا تو کہہ دے

اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ

میں تو یہی ہوں ڈر سنا دینے والا ◆ اور کہہ تعریف ہے سب اللہ کو آگے دکھائے گا تم

اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۹۳﴾ ع

کو اپنے نمونے (اپنی نشانیاں) تو ان کو پہچان لو گے ◆ اور تیرا رب بے خبر نہیں ان کاموں سے جو تم کرتے ہو ◆

آیاتہا ۸۸ | (۲۸) سُوْرَةُ الْقَصَصِ مَكِّيَّةٌ (۴۹) | رکوعاتہا ۹

سورۃ القصص مکہ میں اتری اور اس کی اٹھاسی آیتیں اور نو رکوع ہیں

- نیکی کرنے والوں کا بدلہ | یعنی ایک نیکی کا بدلہ کم از کم دس نیکیوں کے حساب سے دیا جائے گا۔ جو کبھی ختم ہونے والا نہیں۔
- یعنی بڑی گھبراہٹ سے۔ کما قال تعالیٰ "لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ" (انبیاء، رکوع ۷) اگر کم درجہ کی گھبراہٹ ہو تو اس آیت کے منافی نہیں۔
- یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کچھ زیادتی نہیں۔ جو کرتا سو بھرتا، خود کردہ را چہ علاج۔
- شہر سے مراد ہے مکہ معظمہ جسے خدا تعالیٰ نے معظم و محترم بنایا۔ اسی تخصیص و تشریف کی بناء پر رب کی اضافت اس کی طرف کی گئی ورنہ یوں ہر چیز کا رب اور مالک وہی ہے۔
- یعنی ان لوگوں میں رہوں جو حق تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری کرنے والے اور اپنے کو ہمہ تن اس کے سپرد کر دینے والے ہیں۔
- یعنی بذات خود اللہ کی بندگی اور فرمانبرداری کرتا رہوں اور دوسروں کو قرآن سنا کر حق کا راستہ بتلاتا رہوں۔
- یعنی میں نصیحت کر کے فارغ الذمہ ہو چکا۔ نہ مانو تو تمہارا ہی نقصان ہے۔
- یعنی حمد کا اظہار اس عزم و شکر پر جس نے مجھ کو ہادی و مہتدی بنایا۔ فی الحقیقت تعریف کے لائق اسی کی ذات ہے۔ جس کو خوبی یا کمال ملا وہیں سے ملا۔
- یعنی آگے چل کر حق تعالیٰ تمہارے اندر یا تم سے باہر اپنی قدرت کے وہ نمونے اور میری صداقت کے ایسے نشان دکھلائے گا جنہیں دیکھ کر سمجھو گے کہ بیشک یہ اللہ کی وہی آیات ہیں جن کی خبر پیغمبر نے دی تھی۔ باقی اس وقت کا سمجھنا تم کو نافع ہو یا نہ ہو یہ جداگانہ چیز ہے۔ علامات قیامت وغیرہ سب اس کے تحت میں آ گئیں۔
- یعنی جو عمل اور معاملہ تم کرتے ہو سب اس کی نظر میں ہے۔ اسی کے موافق آخرکار بدلہ ملے گا۔ اگر سزا وغیرہ میں تاخیر ہو تو یہ نہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تمہاری حرکات سے بے خبر ہے۔ تم سورۃ النمل وللہ الحمد والمنۃ۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

طٰسٓمٓ ﴿۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ﴿۲﴾ نَتْلُوْا عَلَيْكَ

طسم ۔ یہ آیتیں ہیں ۔ کھلی کتاب کی ۔ ہم سناتے ہیں تجھ کو

مِنْ نَّبَاِ مُوْسٰى وَفِرْعَوْنَ بِالْحَقِّ لِقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۳﴾

کچھ احوال موسیٰ اور فرعون کا ۔ تحقیق (ٹھیک ٹھیک) ۔ ان لوگوں کے واسطے جو یقین کرتے ہیں

اِنَّ فِرْعَوْنَ عَلَا فِى الْاَرْضِ وَجَعَلَ اَهْلَهَا شِيَعًا

فرعون چڑھ رہا تھا ۔ ملک میں ۔ اور کر رکھا تھا وہاں کے لوگوں کو کئی فرقے

يَّسْتَضْعِفُ طَآئِفَةً مِّنْهُمْ يُذَبِّحُ اَبْنَآءَهُمْ وَيَسْتَحْيٖ نِسَآءَهُمْ

کمزور کر رکھا تھا ایک فرقہ کو ۔ ان میں ۔ ذبح کرتا تھا ان کے بیٹوں کو ۔ اور زندہ رکھتا تھا ان کی عورتوں کو

اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۴﴾ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى

بیشک وہ تھا ۔ خرابی ڈالنے والا ۔ اور ہم چاہتے ہیں ۔ کہ احسان کریں ان

الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ

لوگوں پر جو کمزور ہو رہے تھے ۔ ملک میں ۔ اور کر دیں ان کو سردار ۔ اور کر دیں ان کو

الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵﴾ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَنُرِىَ فِرْعَوْنَ

قائم مقام ۔ اور جما دیں ان کو ۔ ملک میں ۔ اور دکھا دیں فرعون

وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ﴿۶﴾ وَ

اور ہامان کو ۔ اور ان کے لشکروں کو ۔ ان کے ہاتھ سے ۔ جس چیز کا ان کو خطرہ تھا

سورۃ القصص

◆ **حضرت موسیٰؑ اور فرعون کا قصہ** | یعنی مسلمان لوگ اپنا حال قیاس کرلیں مخالفین کے مقابلہ میں۔ (موضح) جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو باوجود کمزوری کے فرعونیوں کی طاقت کے مقابلہ میں منصور و کامیاب کیا۔ ایسے ہی مسلمان جو فی الحال مکہ میں بہت ضعیف و ناتواں نظر آتے ہیں اپنے پیشرو طاقتور دشمنوں کے مقابلہ پر کامیاب ہوں گے۔

◆ **بنی اسرائیل پر فرعون کے مظالم** | یعنی "مصر" میں قبطی بھی آباد تھے جو فرعون کی قوم تھی اور سبطی بھی جو "بنی اسرائیل" کہلاتے تھے لیکن فرعون ظلم و تکبر کی راہ سے "بنی اسرائیل" کو پیچھے اور ابھرنے نہیں دیتا تھا۔ گویا سب قبطی آقا بنے ہوئے تھے اور قبطیوں کی ذلیل رعایا بنی اسرائیل کو اپنا غلام بنا رکھا تھا۔ ان سے ذلیل کام لیا جاتا۔ نیچے دبا رکھتے اور کسی طرح اس قابل نہ ہونے دیتے کہ ملک میں وہ کوئی قوت و عزت حاصل کرسکیں۔

◆ **بچوں کا قتل** | کہتے ہیں فرعون نے کوئی خواب دیکھا تھا جس کی تعبیر کاہنوں نے یہ دی کہ کسی اسرائیلی کے ہاتھ سے تیری سلطنت برباد ہوگی۔ اس نے پیش بندی کے طور پر یہ احمقانہ اور ظالمانہ تدبیر سوچی کہ بنی اسرائیل کو ہمیشہ کمزور کرتے رہنا چاہیے کہ کبھی حکومت کے مقابلہ کا حوصلہ نہ ہو اور آئندہ جو لڑکے ان کے پیدا ہوں ان کو ایک طرف سے ذبح کر ڈالا جائے۔ اس طرح آنے والی مصیبت رک جائے گی۔ البتہ لڑکیوں سے چونکہ کوئی خطرہ نہیں، انہیں زندہ رہنے دیا جائے۔ وہ بڑی ہو کر باندیوں کی طرح ہماری خدمت کیا کریں گی۔

حضرت ابراہیمؑ کی پیشگوئی | اور بعض کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل آپس میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ایک پیشین گوئی کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔ جس میں خبر دی گئی تھی کہ ایک اسرائیلی جوان کے ہاتھ پر اس سلطنت مصر کی تباہی مقدر ہے۔ شدہ شدہ یہ تذکرہ فرعون کے کانوں تک پہنچ گیا۔ اس احمق نے قضا و قدر کی روک تھام کے لئے ظلم و ستم کی یہ اسکیم جاری کی۔

◆ یعنی زمین میں خرابی پھیلانے والا تو تھا ہی۔ لہٰذا ایسا ظلم و ستم کرنے میں کیا تعجب ہوتی۔ جو دل میں آیا اپنے کبر و غرور کے نشہ میں بے سوچے سمجھے کر گذرا۔

◆ **بنی اسرائیل میں امامت کا ارادہ** | یعنی ان ملعون کے ارادے تو وہ تھے اور ہمارا ارادہ یہ تھا کہ کمزوروں کو قوی اور پستوں کو بالا کیا جائے۔ جس قوم کو فرعونیوں نے ذلیل غلام بنا رکھا تھا انہی کے سر پر دین کی امامت اور دنیا کی سرداری کا تاج رکھ دیں۔ ظالموں اور متکبروں سے جگہ خالی کرا کر اس مظلوم و ستم رسیدہ قوم کو ملک و زمین کا وارث بنا دیں اور دینی سیادت کے ساتھ دنیوی حکومت بھی اس مظلوم و مقہور قوم کے حوالے کی جائے۔

◆ "ہامان" وزیر تھا فرعون کا جو ظلم و ستم میں اس کا شریک اور آلہ کار بنا ہوا تھا۔

◆ **حق تعالیٰ کی مشیت** | یعنی جس خطرہ کی وجہ سے انہوں نے بنی اسرائیل کے ہزار ہا بچوں کو ذبح کر ڈالا تھا۔ ہم نے چاہا کہ وہ ہی خطرہ ان کے سامنے آئے۔ فرعون نے امکانی کوشش کر دیکھی اور پورے زور خرچ کرلئے کہ کسی طرح اس اسرائیلی بچہ سے مامون ہو جائے جس کے ہاتھ پر اس کی تباہی مقدر تھی۔ لیکن تقدیر الٰہی کہاں ٹلنے والی تھی۔ خداوند قدیر نے اس بچہ کو اسی کی گود میں اسی کے ہمراہی کے محلات کے اندر شاہانہ ناز و نعم سے پرورش کرایا۔ اور دکھلا دیا کہ خدا جو انتظام کرنا چاہے کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔

اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اُمِّ مُوْسٰٓى اَنْ اَرْضِعِيْهِ ۚ فَاِذَا خِفْتِ

ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی ماں کو　کہ اس کو دودھ پلاتی رہ　پھر جب تجھ کو ڈر ہو

عَلَيْهِ فَاَلْقِيْهِ فِى الْيَمِّ وَلَا تَخَافِىْ وَلَا تَحْزَنِىْ ۚ اِنَّا

اس کا (اس پر)　تو ڈال دے اس کو دریا میں ◆　اور نہ خطرہ کر　اور نہ غمگین ہو　ہم پھر

رَآدُّوْهُ اِلَيْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۷ فَالْتَقَطَهٗٓ

پہنچا دیں گے اس کو تیری طرف　اور کریں گے اس کو رسولوں (رسول) سے ◆　پھر اٹھا لیا اس کو

اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا ۗ اِنَّ فِرْعَوْنَ وَ

فرعون کے گھر والوں نے　کہ ہو ان کا دشمن اور غم میں ڈالنے والا　بے شک فرعون　اور

هَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا كَانُوْا خٰطِئِيْنَ ۝۸ وَقَالَتِ امْرَاَتُ

ہامان　اور ان کے لشکر　تھے چوکنے والے ◆　اور بولی فرعون کی

فِرْعَوْنَ قُرَّتُ عَيْنٍ لِّىْ وَلَكَ ۗ لَا تَقْتُلُوْهُ ۖ عَسٰٓى اَنْ

عورت　یہ تو آنکھوں کی ٹھنڈک ہے میرے اور تیرے لیے ◆　اس کو مت مارو　کچھ امید (شاید) ہے

يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ وَاَصْبَحَ

جو ہمارے کام آئے　یا ہم اس کو کرلیں بیٹا ◆　اور ان کو کچھ خبر نہ تھی ◆　اور صبح کو

فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا ۗ اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِىْ بِهٖ لَوْلَآ

موسیٰ کی ماں کے دل میں قرار نہ رہا　قریب تھی　کہ ظاہر کر دے بے قراری کو　اگر

اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۰ وَ

نہ ہم نے گرہ دی ہوتی اس کے دل پر　اس واسطے کہ رہے یقین کرنے والوں میں ◆　اور

وَقَالَتْ لِأُخْتِهِ قُصِّيهِ ۖ فَبَصُرَتْ بِهِ عَن جُنُبٍ وَهُمْ

کہہ دیا اس کی (موسیٰ کی) بہن کو پیچھے چلی جا پھر دیکھتی رہی اس کو اجنبی ہو کر اور ان کو

لَا يَشْعُرُونَ ﴿۱۱﴾ وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِن قَبْلُ

خبر نہ ہوئی ◆ اور روک رکھا تھا ہم نے موسیٰ سے دائیوں کو پہلے سے

فَقَالَتْ هَلْ أَدُلُّكُمْ عَلَىٰ أَهْلِ بَيْتٍ يَكْفُلُونَهُ لَكُمْ

پھر بولی میں بتلاؤں تم کو ایک گھر والے کہ اس کو پال دیں تمہارے لیے

وَهُمْ لَهُ نَاصِحُونَ ﴿۱۲﴾ فَرَدَدْنَاهُ إِلَىٰ أُمِّهِ كَيْ تَقَرَّ

اور وہ اس کا بھلا چاہنے والے ہیں ◆ پھر ہم نے پہنچا دیا اس کو اس کی ماں کی طرف کہ ٹھنڈی رہے

عَيْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ أَنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَٰكِنَّ

اس کی آنکھ اور غمگین نہ ہو اور جانے کہ اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے ◆ پر

أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۱۳﴾ وَلَمَّا بَلَغَ أَشُدَّهُ وَاسْتَوَىٰ

بہت لوگ نہیں جانتے ◆ اور جب پہنچ گیا اپنے زور پر اور سنبھل گیا

آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا ۚ وَكَذَٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۴﴾ وَ

دیا ہم نے اس کو حکمت اور سمجھ اور اسی طرح ہم بدلہ دیتے ہیں نیکی والوں کو ◆ اور

دَخَلَ الْمَدِينَةَ عَلَىٰ حِينِ غَفْلَةٍ مِّنْ أَهْلِهَا فَوَجَدَ

آیا شہر کے اندر جس وقت بے خبر ہوئے تھے وہاں کے لوگ ◆ پھر پائے

فِيهَا رَجُلَيْنِ يَقْتَتِلَانِ هَٰذَا مِن شِيعَتِهِ وَهَٰذَا مِنْ

اس میں دو مرد لڑتے ہوئے یہ ایک اس کے رفیقوں میں اور یہ دوسرا اس کے

◆ **حضرت موسیٰؑ کی بہن کی نگرانی** | یعنی جب فرعون کے محل سرا میں صندوق کھلا اور بچہ برآمد ہوا تو شہر میں شہرت ہو گئی۔ موسیٰ کی والدہ نے اپنی بیٹی کو (جو موسیٰ کی بہن تھی) حکم دیا کہ بچہ کا پتہ لگانے کے لئے چلی جا اور علیحدہ رہ کر دیکھ کیا گذرتا ہے۔ لڑکی ہوشیار تھی، جہاں بچے کے گرد بھیڑ لگی تھی، وہاں بے تعلق اجنبی بن کر دور سے دیکھتی رہی۔ کسی کو پتہ نہ لگا کہ اس بچہ کی بہن ہے۔

◆ **حضرت موسیٰؑ آغوش مادر میں** | یعنی فرعون کی بیوی نے اس ملعون کو بھی بچہ کی پرورش پر راضی کر لیا تو دودھ پلانے کی فکر ہوئی اور دائیاں طلب کی گئیں۔ مگر قدرت نے پہلے ہی سے بند لگا دیا تھا کہ موسیٰ اپنی ماں کے سوا کسی کا دودھ منہ پکڑ لے۔ سخت تشویش تھی کہ کہاں سے مرضعہ لائی جائے جس کا دودھ بچہ منہ کو لگا لے۔ موسیٰ کسی عورت کا دودھ نہ پیتے تھے۔ فرعون کے آدمی اسی فکر و تجسس میں تھے کہ موسیٰ کی بہن نے کہا میں تم کو ایک گھرانے کا پتہ بتا سکتی ہوں جو امید ہے بچہ کو پال دیں گے اور جہاں تک ان کی طبائع کا اندازہ ہے بہت خیر خواہی اور خوبی پرداخت سے پالیں گے کیونکہ شریف گھرانا ہے اور بادشاہ کے گھر سے انعام و اکرام کی بڑی توقعات ہوں گی پھر تربیت میں کمی کیوں کرنے لگے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکی کے مشورہ کے موافق حضرت موسیٰ کی والدہ طلب کی گئیں۔ بس بچہ کو چھاتی سے لگانا تھا کہ اس نے دودھ پینا شروع کر دیا۔ فرعون کے گھر والوں کو بہت غنیمت معلوم ہوا کہ بچے نے ایک عورت کا دودھ قبول کر لیا ہے۔ بڑی خوشیاں منائی گئیں اور انعام و اکرام کئے گئے۔ مرضعہ نے عذر کیا کہ میں یہاں نہیں رہ سکتی اپنے گھر لے جا کر اس کی پرورش کروں گی۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام امن و اطمینان کے ساتھ پھر آغوش مادری میں پہنچ گئے۔ اور فرعون کے یہاں سے جو روزینہ ان کی ماں کا مقرر ہوا وہ مفت میں رہا۔

◆ **اللہ کا وعدہ حق ہے** | یعنی "اِنَّا رَآدُّوْهُ اِلَیْكِ وَجَاعِلُوْهُ مِنَ الْمُرْسَلِیْنَ" میں جو دو وعدے کئے تھے ایک تو آنکھوں سے دیکھ لیا کہ کس حیرت انگیز طریقے سے پورا ہو کر رہا۔ اور دوسرے کو اسی پر قیاس کرنے کا موقع ملا کہ بلاشبہ وہ بھی اپنے وقت پر پورا ہو کر رہے گا۔

◆ یعنی وعدہ اللہ کا تحقیق کر رہتا ہے۔ ہاں بیچ میں بڑے بڑے پھیر پڑ جاتے ہیں۔ اس میں بہت لوگ بے یقین ہونے لگتے ہیں (موضح)

◆ **حضرت موسیٰؑ اور علم و حکمت** | یعنی موسیٰ علیہ السلام جب اپنی عمر پور جوانی کو پہنچے تو ہم نے ان کو بہت حکمت کی باتیں سمجھائیں اور خصوصی علم و فہم عطا فرمایا کیونکہ بچپن ہی سے وہ نیک کردار تھے۔ ایسے ہونہار کو ہم اسی طرح نوازا کرتے ہیں۔

◆ یعنی حضرت موسیٰ جوان ہو کر ایک روز شہر میں پہنچے جس وقت لوگ غافل پڑے سو رہے تھے شاید رات کا وقت ہو گا یا دوپہر ہو گی۔

عَدُوِّهٖ ۚ فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ

دشمنوں میں — پھر فریاد کی اس سے اس نے — جو تھا اس کے رفیقوں میں سے اس کی — جو تھا

عَدُوِّهٖ ۙ فَوَكَزَهٗ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ ۖ قَالَ هٰذَا مِنْ

اس کے دشمنوں میں — پھر مکا مارا اس کو موسیٰ نے — پھر اس کو تمام کر دیا — بولا — یہ ہوا

عَمَلِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ عَدُوٌّ مُّضِلٌّ مُّبِيْنٌ ۝ قَالَ رَبِّ

شیطان کے کام سے — بے شک وہ دشمن ہے — بہکانے والا صریح — بولا — اے میرے رب

اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

میں نے برا کیا — اپنی جان کا (اپنا) — سو بخش مجھ کو — پھر اس کو بخش دیا — بے شک وہی ہے

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَيَّ فَلَنْ

بخشنے والا مہربان — بولا اے رب — جیسا تو نے فضل کیا مجھ پر — پھر میں

اَكُوْنَ ظَهِيْرًا لِّلْمُجْرِمِيْنَ ۝ فَاَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ

کبھی نہ ہوں گا — مددگار — گنہگاروں کا — پھر صبح کو اٹھا — اس شہر میں

خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ فَاِذَا الَّذِي اسْتَنْصَرَهٗ بِالْاَمْسِ

ڈرتا ہوا — انتظار کرتا ہوا (راہ دیکھتا) — پھر ناگہاں (دیکھا کہ) جس نے کل مدد مانگی تھی اس (موسیٰ) سے

يَسْتَصْرِخُهٗ ؕ قَالَ لَهٗ مُوْسٰٓى اِنَّكَ لَغَوِيٌّ مُّبِيْنٌ ۝

آج پھر فریاد کرتا ہے اس سے — کہا موسیٰ نے — بے شک تو بے راہ ہے صریح

فَلَمَّآ اَنْ اَرَادَ اَنْ يَّبْطِشَ بِالَّذِيْ هُوَ عَدُوٌّ لَّهُمَا ۙ

پھر جب چاہا — کہ ہاتھ ڈالے اس پر — جو دشمن تھا ان دونوں کا

قَالَ يٰمُوْسٰٓى اَتُرِيْدُ اَنْ تَقْتُلَنِيْ كَمَا قَتَلْتَ نَفْسًا

بولا انصاف (فریاد کرنے والا) اے موسیٰ کیا تو چاہتا ہے کہ خون کرے میرا جیسے خون کر چکا ہے کل

بِالْاَمْسِ ۖ اِنْ تُرِيْدُ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ جَبَّارًا فِي

ایک جان کا ◆ تیرا یہی جی چاہتا ہے کہ زبردستی کرتا پھرے

الْاَرْضِ وَمَا تُرِيْدُ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْمُصْلِحِيْنَ ﴿۱۹﴾ وَجَآءَ

ملک میں اور نہیں چاہتا کہ ہو صلح کرا دینے والا ◆ اور آیا

رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِيْنَةِ يَسْعٰى ۡ قَالَ يٰمُوْسٰٓى اِنَّ

شہر کے پرلے سرے سے ایک مرد دوڑتا ہوا کہا اے موسیٰ

الْمَلَاَ يَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِيَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّيْ لَكَ مِنَ

دربار والے مشورہ کرتے ہیں تجھ پر کہ تجھ کو مار ڈالیں سو نکل جا میں تیرا

النّٰصِحِيْنَ ﴿۲۰﴾ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا يَّتَرَقَّبُ ۡ قَالَ رَبِّ نَجِّنِيْ

بھلا چاہنے والا ہوں ◆ پھر نکلا وہاں سے ڈرتا ہوا راہ دیکھتا بولا اے رب بچا لے مجھ کو

مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۱﴾ ؏ وَلَمَّا تَوَجَّهَ تِلْقَآءَ مَدْيَنَ قَالَ

اس قوم بے انصاف سے اور جب منہ کیا مدین کی سیدھ پر بولا

عَسٰى رَبِّيْٓ اَنْ يَّهْدِيَنِيْ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۲۲﴾ وَلَمَّا وَرَدَ

امید ہے کہ میرا رب لے جائے مجھ کو سیدھی راہ پر ◆ اور جب پہنچا

مَآءَ مَدْيَنَ وَجَدَ عَلَيْهِ اُمَّةً مِّنَ النَّاسِ يَسْقُوْنَ ۡ وَ

مدین کے پانی پر پایا وہاں ایک جماعت کو لوگوں کی پانی پلاتے ہوئے ◆ اور

ع ۲ / ۵

◆ ہاتھ ڈالنا چاہا اس ظالم پر بول اٹھا مظلوم جانا کہ زبان سے مجھ پر غصہ کیا ہے یہ ہاتھ بھی مجھ پر چلائیں گے۔ وہ قتل کا خون چھپا ہوا تھا کہ کس نے کیا۔ آج اس کی زبان سے مشہور ہوا۔ (موضح)

◆ **قبطی کا حضرت موسیٰ کو الزام دینا** | یعنی زور زبردستی سے قتل کرنا ہی آتا ہے، بیچ میں پڑ کر سمجھا بجھا کر فریقین میں صلح کرادے۔

◆ **فرعون کے اہل دربار کا مشورہ** | یعنی خون کی خبر فرعون کو پہنچ گئی۔ وہاں مشورے ہوئے کہ غیر قوم کے آدمی کا یہ حوصلہ ہو گیا ہے کہ شاہی قوم کے افراد اور سرکاری ملازموں کو قتل کر ڈالے۔ سپاہی دوڑائے گئے کہ موسیٰ کو گرفتار کر کے لائیں۔ شاید مل جاتے تو قتل کرتے۔ اسی مجمع میں سے ایک نیک طینت کے دل میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ کی خیر خواہی ڈال دی۔ وہ جلدی کر کے مختصر راستہ سے بھاگتا ہوا آیا۔ اور حضرت موسیٰ کو واقعہ کی اطلاع کر کے مشورہ دیا کہ تم فوراً شہر سے نکل جاؤ۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ یہ سنایا ہمارے پیغمبر کو کہ لوگ ان کی جان لینے کی فکر کریں گے اور وہ بھی وطن سے نکلیں گے۔ چنانچہ کافر سب اکٹھے ہوئے تھے کہ ان پر مل کر چوٹ کریں، اسی رات میں آپ وطن سے ہجرت کر گئے۔

◆ **حضرت موسیٰ کی مصر سے روانگی** | حضرت موسیٰ مصر سے نکل کھڑے ہوئے، راستہ سے واقف نہ تھے۔ اللہ سے درخواست کی کہ سیدھی راہ پر چلائے۔ اس نے "مدین" کی سیدھی سڑک پر ڈال دیا۔ جہاں پہنچ کر انہیں امن و اطمینان کے ساتھ متاہل بنانا تھا۔ صرف یہی نہیں، بلکہ بہت دور تک کی سیدھی راہ پر لے چلنا تھا۔

◆ **مدین میں آمد** | "مدین" "مصر" سے آٹھ دس منزل کی راہ ہے۔ وہاں پہنچے کنوئیں کے پاس سے دیکھا کنوئیں پر لوگ اپنے مواشی کو پانی پلا رہے ہیں۔

وَجَدَ مِنْ دُوْنِهِمُ امْرَاَتَيْنِ تَذُوْدٰنِ ۚ قَالَ مَا خَطْبُكُمَا ؕ

پایا ان سے ورے دو عورتوں کو کہ روکے ہوئے کھڑی تھیں اپنی بکریاں (اپنے جانور) بولا تمہارا کیا حال ہے

قَالَتَا لَا نَسْقِيْ حَتّٰى يُصْدِرَ الرِّعَآءُ ٚ وَاَبُوْنَا شَيْخٌ

بولیں ہم نہیں پاتیں پانی جب تک چرواہے نہ پھیر لے جائیں ◆ اور ہمارا باپ بوڑھا ہے

كَبِيْرٌ ﴿۲۳﴾ فَسَقٰى لَهُمَا ثُمَّ تَوَلّٰۤى اِلَى الظِّلِّ فَقَالَ رَبِّ

بڑی عمر کا ◆ پھر اس نے پانی پلا دیا ان کے جانوروں کو ◆ پھر ہٹ کر آیا چھاؤں (سایہ) کی طرف بولا اے رب

اِنِّيْ لِمَاۤ اَنْزَلْتَ اِلَيَّ مِنْ خَيْرٍ فَقِيْرٌ ﴿۲۴﴾ فَجَآءَتْهُ اِحْدٰىهُمَا

تو جو چیز اتارے میری طرف اچھی میں اس کا محتاج ہوں ◆ پھر آئی اس کے پاس ان دونوں میں سے ایک

تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ ۫ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ

چلتی تھی شرم سے ◆ بولی میرا باپ تجھ کو بلاتا ہے کہ بدلے میں دے

اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا ؕ فَلَمَّا جَآءَهٗ وَقَصَّ عَلَيْهِ

حق اس کا کہ تو نے پانی پلا دیا ہمارے جانوروں کو ◆ پھر جب پہنچا اس کے پاس اور بیان کیا اس سے

الْقَصَصَ ۙ قَالَ لَا تَخَفْ ٚ نَجَوْتَ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵﴾

احوال کہا مت ڈر بچ آیا تو اس قوم بے انصاف سے ◆

قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا يٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ ؗ اِنَّ خَيْرَ مَنِ

بولی ان دونوں میں سے ایک اے باپ اس کو نوکر رکھ لے البتہ بہتر نوکر جس کو

اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْاَمِيْنُ ﴿۲۶﴾ قَالَ اِنِّيْۤ اُرِيْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ

تو رکھنا چاہے وہ ہے جو زور آور ہو امانت دار ◆ کہا میں چاہتا ہوں کہ بیاہ دوں تجھ کو

دو عورتیں | وہ دونوں بکریاں لے کر پانی سے کنارے کھڑی تھیں۔ اتنی قوت نہ تھی کہ مجمع کو ہٹا دیں یا بذات خود بھاری ڈول نکال لیں۔ شاید اوروں سے بچا ہوا پانی پلاتی ہوں۔

یعنی ہمارا باپ جوان یا توانا ہوتا تو ہم کو آنا نہ پڑتا۔ وہ خود ان مردوں سے نپٹ لیا کرتا۔

عورتوں کی مدد | پیغمبروں کے فطری جذبات و ملکات ایسے ہوتے ہیں۔ تھکے ماندے بھوکے پیاسے تھے مگر غیرت آئی کہ میری موجودگی میں یہ صنف ضعیف ہمدردی سے محروم رہے۔ آگے بڑھے اور مجمع کو ہٹا کر یا ان کے بعد کنوئیں سے تازہ پانی نکال کر لڑکیوں کے جانوروں کو سیراب کیا۔

حضرت موسیٰ کی دعا | یعنی اے اللہ کسی عمل کی اجرت مخلوق سے نہیں چاہتا۔ البتہ تیری طرف سے کوئی بھلائی پہنچے اس کا ہر وقت محتاج ہوں۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "عورتوں نے پہچانا کہ چھاؤں تکتا ہے مسافر ہے۔ دور سے آیا ہوا تھکا بھوکا۔ جا کر اپنے باپ سے کہا (وہ حضرت شعیب علیہ السلام تھے علی القول المشہور) ان کو درکار تھا کہ کوئی مرد ملے نیک بخت جو بکریاں تھامے اور بیٹی بھی بیاہ دیں۔" (موضح)

جیسا کہ شریف اور پاکباز عورتوں کا قاعدہ ہے۔ کہتے ہیں کہ شرم کے مارے چہرہ چھپا کر بات کی۔

لڑکی کا حضرت موسیٰ کو دعوت دینا | حضرت موسیٰ اللہ تعالیٰ سے خیر طلب کر رہے تھے۔ اس نے اپنے فضل سے غیر متوقع طور پر خیر بھیجی تو قبول کیوں نہ کرتے۔ اٹھ کر عورت کے ساتھ ہو لیے۔ کہتے ہیں کہ چلتے وقت اس کو ہدایت فرمائی کہ میں آگے چلوں گا تم پیچھے آؤ۔ مبادا اجنبیہ پر نظر کرنے کی نوبت آئے۔ چنانچہ وہ پیچھے پیچھے راستہ بتاتی ان کو لے کر گھر پہنچی۔

حضرت شعیبؑ سے ملاقات اور مدد کا وعدہ | موسیٰ علیہ السلام نے حضرت شعیب کو اپنی ساری سرگزشت کہہ سنائی۔ انہوں نے تسلی دی اور فرمایا کہ اب تو اس ظالم قوم کے پنجے سے بچ نکلا۔ انشاءاللہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے (مدین فرعون کی حدود سلطنت سے باہر تھا)

حضرت موسیٰ کی قوت و امانت | یعنی موسیٰ میں دونوں باتیں موجود ہیں۔ قوت دیکھا ڈول نکالنے یا مجمع کو ہٹا دینے سے، اور امانتدار سمجھا بے طمع اور عفیف ہونے سے۔

إِحْدَى ابْنَتَيَّ هٰتَيْنِ عَلٰٓى أَنْ تَأْجُرَنِيْ ثَمٰنِيَ حِجَجٍ

ایک بیٹی اپنی ان دونوں میں سے — اس شرط پر کہ تو میری نوکری کرے — آٹھ برس

فَإِنْ أَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَآ أُرِيْدُ أَنْ

پھر اگر تو پورے کر دے دس برس — تو وہ تیری طرف سے ہے — اور میں نہیں چاہتا کہ

أَشُقَّ عَلَيْكَ ۭ سَتَجِدُنِيْٓ إِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۲۷﴾

تجھ پر تکلیف ڈالوں — تو پائے گا مجھ کو — اگر اللہ نے چاہا — نیک بختوں سے

قَالَ ذٰلِكَ بَيْنِيْ وَبَيْنَكَ ۭ أَيَّمَا الْأَجَلَيْنِ قَضَيْتُ

بولا یہ وعدہ ہو چکا — میرے اور تیرے بیچ — جونسی مدت ان دونوں میں پوری کر دوں

فَلَا عُدْوَانَ عَلَيَّ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۲۸﴾

سو زیادتی نہ ہو مجھ پر — اور اللہ پر بھروسا اس چیز کا جو ہم کہتے ہیں

فَلَمَّا قَضٰى مُوْسَى الْأَجَلَ وَسَارَ بِأَهْلِهٖٓ اٰنَسَ

پھر جب پوری کر چکا موسیٰ — وہ مدت — اور لے کر چلا اپنے گھر والوں کو — دیکھی

مِنْ جَانِبِ الطُّوْرِ نَارًا ۚ قَالَ لِأَهْلِهِ امْكُثُوْٓا إِنِّيْٓ

کوہ طور کی طرف سے — ایک آگ — کہا اپنے گھر والوں کو — ٹھہرو — میں نے

اٰنَسْتُ نَارًا لَّعَلِّيْٓ اٰتِيْكُمْ مِّنْهَا بِخَبَرٍ أَوْ جَذْوَةٍ

دیکھی ہے ایک آگ — شاید لے آؤں تمہارے پاس وہاں کی کچھ خبر — یا انگارا

مِّنَ النَّارِ لَعَلَّكُمْ تَصْطَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَلَمَّآ أَتٰىهَا نُوْدِيَ مِنْ

آگ کا — تاکہ تم تاپو (سینکو) — پھر جب پہنچا اس کے پاس — آواز ہوئی

حضرت موسیٰ کا معاہدہ مہر | شاید یہی خدمت لڑکی کا مہر تھا۔ ہمارے حنفیہ کے ہاں اب بھی اگر بالغہ راضی ہو تو اس طرح کی خدمت کا عوض مہر ٹھہر سکتا ہے (کذا افادہ الشیخ الانور اطال اللہ بقاءہ) یہاں صرف نکاح کی ابتدائی گفتگو مذکور ہے۔ ظاہر ہے حضرت شعیبؑ نے نکاح کرتے وقت ایک لڑکی کی تعیین اور اس کی رضامندی حاصل کر لی ہو گی۔

یعنی کم از کم آٹھ برس میری خدمت میں رہنا ضروری ہوگا۔ اگر دس سال اور زائد رہے تو تمہارا تبرع ہے۔

یعنی کوئی سخت خدمت تم سے نہ لوں گا۔ تم کو میرے پاس رہ کر انشاء اللہ خود تجربہ ہو جائے گا کہ میں بری طبیعت کا آدمی نہیں۔ بلکہ خدا کے فضل سے نیک بخت ہوں، میری صحبت میں تم گھبراؤ گے نہیں، بلکہ مناسبت طبع کی وجہ سے انس حاصل کرو گے۔

یعنی مجھے اختیار ہوگا کہ آٹھ برس رہوں یا دس برس۔ بہرحال جو معاہدہ ہو چکا خدا کے بھروسہ پر مجھے منظور ہے۔ خدا کو گواہ بنا کر معاملہ ختم کرتا ہوں۔ احادیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ نے بڑی مدت (یعنی دس برس) پورے کیے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "ہمارے حضرتؐ بھی وطن سے نکلے سو آٹھ برس پیچھے آ کر مکہ فتح کیا۔ اگر چاہتے اسی وقت کافروں سے شہر خالی کرا لیتے لیکن اپنی خوشی سے دو برس پیچھے کافروں سے پاک کیا۔"

شَاطِئِ الْوَادِ الْاَيْمَنِ فِي الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَكَةِ مِنَ

میدان کے داہنے کنارے سے برکت والے تختہ (جگہ) میں ایک

الشَّجَرَةِ اَنْ يّٰمُوْسٰٓى اِنِّيْٓ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٠﴾ وَ

درخت سے ◆ کہ اے موسیٰ میں ہوں میں اللہ جہانوں کا رب اور

اَنْ اَلْقِ عَصَاكَ ؕ فَلَمَّا رَاٰهَا تَهْتَزُّ كَاَنَّهَا جَآنٌّ وَّلّٰى

یہ کہ ڈال دے اپنی لاٹھی پھر جب دیکھا اس کو پھنپھناتے (جنبش مارتے) جیسے پتلا سانپ (جیسے سانپ کی شکل) الٹا پھرا

مُدْبِرًا وَّلَمْ يُعَقِّبْ ؕ يٰمُوْسٰٓى اَقْبِلْ وَلَا تَخَفْ قف

منہ موڑ کر اور مڑ کر نہ دیکھا پیچھے پھر کر اے موسیٰ آگے آ اور مت ڈر

اِنَّكَ مِنَ الْاٰمِنِيْنَ ﴿٣١﴾ اُسْلُكْ يَدَكَ فِيْ جَيْبِكَ تَخْرُجْ

تجھ کو کوئی خطرہ نہیں ڈال اپنا ہاتھ اپنے گریبان میں نکل آئے

بَيْضَآءَ مِنْ غَيْرِ سُوْٓءٍ ز وَّاضْمُمْ اِلَيْكَ جَنَاحَكَ مِنَ

سفید ہو کر نہ کہ کسی برائی سے ◆ اور ملا لے اپنی طرف اپنا بازو

الرَّهْبِ فَذٰنِكَ بُرْهَانٰنِ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَ

ڈر سے ◆ سو یہ دو سندیں ہیں تیرے رب کی طرف سے فرعون اور

مَلَا۠ئِهٖ ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا فٰسِقِيْنَ ﴿٣٢﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّيْ

اس کے سرداروں پر ◆ بےشک وہ تھے لوگ نافرمان بولا اے رب میں نے

قَتَلْتُ مِنْهُمْ نَفْسًا فَاَخَافُ اَنْ يَّقْتُلُوْنِ ﴿٣٣﴾ وَاَخِيْ

خون کیا ہے ان میں ایک جان کا سو ڈرتا ہوں کہ مجھ کو مار ڈالیں گے ◆ اور میرا بھائی

◆ ۱ **طور پر درخت سے آواز کا سننا** | یہ وہی درخت تھا جس پر آگ بھڑکتی ہوئی نظر آئی۔

◆ ۲ **تجلی الٰہی** | شروع رکوع سے یہاں تک کے مفصل واقعات سورۃ "طٰہٰ" وغیرہ میں گذر چکے ملاحظہ کر لیے جائیں۔

◆ ۳ یعنی بازو کو پہلو سے ملا لو۔ سانپ وغیرہ کا ڈر جاتا رہے گا۔ شاید آگے کے لئے بھی خوف زائل کرنے کی یہ ترکیب بتلائی ہو۔

◆ ۴ **معجزۂ عصا و ید بیضاء** | یعنی معجزۂ "عصا" و "ید بیضاء" بطور سند نبوت کے دیئے گئے ہیں تا فرعون اور اس کی قوم پر اتمام حجت کر سکے۔

◆ ۵ یعنی پہنچتے ہی قتل کر دیا تو آپ کی دعوت کیسے پہنچاؤں گا۔

هٰرُوْنُ هُوَ اَفْصَحُ مِنِّیْ لِسَانًا فَاَرْسِلْهُ مَعِیَ رِدْاً

ہارون — اس کی زبان چلتی ہے مجھ سے زیادہ — سو اس کو بھیج میرے ساتھ — مدد کو

یُّصَدِّقُنِیْۤ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یُّكَذِّبُوْنِ ﴿۳۴﴾ قَالَ سَنَشُدُّ

کہ میری تصدیق کرے — میں ڈرتا ہوں — کہ مجھ کو جھوٹا کریں ۞ — فرمایا — ہم مضبوط کر دیں گے

عَضُدَكَ بِاَخِیْكَ وَ نَجْعَلُ لَكُمَا سُلْطٰنًا فَلَا

تیرے بازو کو تیرے بھائی سے — اور دیں گے تم کو غلبہ — پھر

یَصِلُوْنَ اِلَیْكُمَا ۚۛ بِاٰیٰتِنَاۤ ۚۛ اَنْتُمَا وَ مَنِ اتَّبَعَكُمَا

وہ نہ پہنچ سکیں گے تم تک — ہماری نشانیوں سے — تم اور جو تمہارے ساتھ ہو

الْغٰلِبُوْنَ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مُّوْسٰی بِاٰیٰتِنَا بَیِّنٰتٍ

غالب رہو گے ۞ — پھر جب پہنچا ان کے پاس موسیٰ — لے کر ہماری نشانیاں کھلی ہوئی

قَالُوْا مَا هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ مُّفْتَرًی وَّ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا

بولے — اور کچھ نہیں — یہ جادو ہے باندھا ہوا ۞ — اور ہم نے سنا نہیں — یہ

فِیْۤ اٰبَآىِٕنَا الْاَوَّلِیْنَ ﴿۳۶﴾ وَ قَالَ مُوْسٰی رَبِّیْۤ اَعْلَمُ

اپنے اگلے باپ دادوں میں ۞ — اور کہا موسیٰ نے — میرا رب تو خوب جانتا ہے

بِمَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی مِنْ عِنْدِهٖ وَ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ

جو کوئی لایا ہے ہدایت کی بات — اس کے پاس سے — اور جس کو ملے گا

عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَ قَالَ

آخرت کا گھر — بے شک بھلا نہ ہوگا بے انصافوں کا ۞ — اور بولا

◆ **حضرت ہارونؑ کی رفاقت کی درخواست** | یعنی کوئی تصدیق و تائید کرنے والا ساتھ ہو تو طبعاً دل مضبوط اور قوی رہتا ہے۔ اور ان کے جھٹلانے پر اگر بحث و مناظرہ کی نوبت آ جائے تو میری زبان کی لکنت ممکن ہے بولنے میں رکاوٹ ڈالے۔ اس وقت ہارونؑ کی رفاقت مفید ہوگی۔ کیونکہ ان کی زبان زیادہ صاف اور چلتی ہے۔

◆ **غلبہ و نصرت کا وعدہ** | یعنی دونوں درخواستیں منظور ہیں ہارونؑ تمہارے قوت بازو رہیں گے اور فرعونیوں کو تم پر کبھی دسترس نہ ہوگی۔ ہماری نشانیوں کی برکت سے تم اور تمہارے ساتھی ہی غالب و منصور رہیں گے۔

◆ **فرعونیوں کا نبوت سے انکار** | یعنی معجزات دیکھ کر کہنے لگے جادو ہے اور جو باتیں خدا کی طرف منسوب کر کے کہتا ہے وہ بھی جادو کی باتیں ہیں جو خود تصنیف کر کے لے آیا اور دعویٰ کرنے لگا کہ خدا نے مجھ پر وحی کی ہے۔ حقیقت میں دلائل وغیرہ کچھ نہیں۔ محض ساحرانہ تخیل و افتراء ہے۔

◆ یعنی جو باتیں یہ کرتا ہے (مثلاً ایک خدا نے ساری دنیا کو پیدا کیا اور ایک وقت سب کو فنا کر کے دوبارہ زندہ کرے گا پھر حساب کتاب ہوگا اور مجھ کو اس نے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے وغیرہ وغیرہ) اپنے اگلے بزرگوں سے ہمارے کانوں میں یہ چیزیں کبھی نہیں پڑیں۔

◆ **حضرت موسیٰؑ کا جواب** | یعنی خدا خوب جانتا ہے کہ میں اپنے دعوے میں سچا ہوں اور اسی کے پاس سے ہدایت لایا ہوں اس لئے انجام میرا ہی بہتر ہوگا۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی کھلی نشانیاں دیکھ کر اور دلائل صداقت سن کر بے انصافی سے حق کو جھٹلاتے ہیں وہ کامیاب نہیں ہو سکتے۔ انجام کار ان کو ذلت و ناکامی کا منہ دیکھنا پڑے گا۔

فِرْعَوْنُ يٰٓاَيُّهَا الْمَلَاُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ ۚ

فرعون — اے دربار والو — مجھ کو تو معلوم نہیں — تمہارا کوئی حاکم ہو — میرے سوا

فَاَوْقِدْ لِيْ يٰهَامٰنُ عَلَى الطِّيْنِ فَاجْعَلْ لِّيْ صَرْحًا

سو آگ دے اے ہامان میرے واسطے — گارے کو — پھر بنا میرے واسطے ایک محل

لَّعَلِّيْٓ اَطَّلِعُ اِلٰٓى اِلٰهِ مُوْسٰى ۙ وَاِنِّيْ لَاَظُنُّهٗ مِنَ

تاکہ میں جھانک کر دیکھ لوں — موسیٰ کے رب کو — اور میری اٹکل میں تو وہ

الْكٰذِبِيْنَ ۝۳۸ وَاسْتَكْبَرَ هُوَ وَجُنُوْدُهٗ فِي الْاَرْضِ

جھوٹا ہے ◆ — اور بڑائی کرنے لگے وہ — اور اس کے لشکر — ملک میں

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ اِلَيْنَا لَا يُرْجَعُوْنَ ۝۳۹

ناحق — اور سمجھے — کہ وہ ہماری طرف پھر کر نہ آئیں گے

فَاَخَذْنٰهُ وَجُنُوْدَهٗ فَنَبَذْنٰهُمْ فِي الْيَمِّ ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ

پھر پکڑا ہم نے اس کو اور اس کے لشکروں کو — پھر پھینک دیا ہم نے انکو دریا میں — سو دیکھ لے — کیسا ہوا

كَانَ عَاقِبَةُ الظّٰلِمِيْنَ ۝۴۰ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً يَّدْعُوْنَ

انجام گنہگاروں کا ◆ — اور کیا ہم نے ان کو پیشوا — کہ بلاتے ہیں

اِلَى النَّارِ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝۴۱ وَاَتْبَعْنٰهُمْ

دوزخ کی طرف ◆ — اور قیامت کے دن — ان کو مدد نہ ملے گی ◆ — اور پیچھے رکھ دی ہم نے ان پر

فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ هُمْ مِّنَ

اس دنیا میں — پھٹکار — اور قیامت کے دن — ان پر

◆ **فرعون کا استہزاء** | یعنی اپنے وزیر ہامان کو کہا کہ کچی اینٹوں کا ایک پژاوہ لگوا دے کہ پکی اینٹوں کی خوب اونچی عمارت بنواؤں اور آسمان کے قریب ہو کر میں موسیٰ کے خدا کو جھانک آؤں کہ کہاں ہے اور کیسا ہے۔ کیونکہ زمین میں تو مجھے کوئی خدا اپنے سوا نظر نہیں پڑتا۔ آسمان میں بھی خیال تو یہی ہے کہ کوئی نہ ہوگا۔ تاہم موسیٰ کی بات کا جواب ہو جائے گا۔ یہ بات ملعون نے استہزاء و تمسخر سے کہی اور ممکن ہے اس قدر بدحواس و پاگل ہو گیا ہو کہ اس طرح کی لچر پوچ اور مضحکہ خیز تجویزیں سوچنے لگا۔

◆ **فرعون اور اس کی قوم کے غرور کا انجام** | یعنی انجام سے بالکل غافل ہو کر لگے ملک میں تکبر کرنے۔ یہ نہ سمجھا کہ کوئی ان کی گردن نیچی کرنے والا اور سر توڑنے والا بھی موجود ہے۔ آخر خداوند قہار نے اس کو لاؤ لشکر سمیت بحر قلزم میں غرق کر دیا تا دکھلا دے کہ بدبخت ظالموں کا جو انجام سے غافل ہوں ایسا انجام ہوا کرتا ہے۔ غرق وغیرہ کے واقعات کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے۔

◆ **دوزخیوں کے امام** | یعنی یہاں ضلالت و طغیان میں پیش پیش تھے اور لوگوں کو دوزخ کی طرف بلاتے تھے وہاں بھی ان کو دوزخیوں کے آگے امام بنا کر رکھا جائے گا۔ "يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ" (ہود۔ رکوع ۹)

◆ یعنی یہاں کے لشکر وہاں کام نہ دیں گے نہ کسی طرف سے کوئی مدد پہنچ سکے گی۔ اپنے لاؤ لشکر سمیت جہنم میں جھونک دیے جائیں گے۔ کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

الْمَقْبُوحِينَ ﴿٤٢﴾ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ مِنْ بَعْدِ

برا حال ہے ◆ اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب بعد اس کے

مَا أَهْلَكْنَا الْقُرُونَ الْأُولَىٰ بَصَائِرَ لِلنَّاسِ وَهُدًى

کہ ہم غارت کر چکے پہلی جماعتوں کو ◆ سجھانے والی لوگوں کو اور راہ بتانے والی

وَرَحْمَةً لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤٣﴾ وَمَا كُنْتَ بِجَانِبِ

اور رحمت تاکہ وہ یاد رکھیں ◆ اور تو نہ تھا غرب کی

الْغَرْبِيِّ إِذْ قَضَيْنَا إِلَىٰ مُوسَى الْأَمْرَ وَمَا كُنْتَ مِنَ

طرف جب ہم نے بھیجا موسیٰ کو حکم ◆ اور نہ تھا تو

الشَّاهِدِينَ ﴿٤٤﴾ وَلَٰكِنَّا أَنْشَأْنَا قُرُونًا فَتَطَاوَلَ عَلَيْهِمُ

دیکھنے والا لیکن ہم نے پیدا کیں کئی جماعتیں پھر دراز ہوئی ان پر

الْعُمُرُ ۚ وَمَا كُنْتَ ثَاوِيًا فِي أَهْلِ مَدْيَنَ تَتْلُو

مدت ◆ اور تو نہ رہتا تھا مدین والوں میں کہ ان کو

عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا وَلَٰكِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ﴿٤٥﴾ وَمَا كُنْتَ

سناتا ہماری آیتیں پر ہم رہے ہیں رسول بھیجنے ◆ اور تو نہ تھا

بِجَانِبِ الطُّورِ إِذْ نَادَيْنَا وَلَٰكِنْ رَحْمَةً مِنْ رَبِّكَ

طور کے کنارے جب ہم نے آواز دی لیکن یہ انعام ہے تیرے رب کا ◆

لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَا أَتَاهُمْ مِنْ نَذِيرٍ مِنْ قَبْلِكَ

تاکہ تو ڈر سنا دے ان لوگوں کو جن کے پاس نہیں آیا کوئی ڈر سنانے والا تجھ سے پہلے

◆ **دنیا میں لعنت** یعنی آخرت کی برائی اور بدانجامی تو الگ رہی، دنیا میں بھی لوگ رہتی دنیا تک ان پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔

◆ نزول تورات کے بعد دنیا میں ایسے غارت کرنے والے عذاب کم آئے۔ بجائے اہلاک سماوی کے جہاد کا طریقہ شروع کر دیا گیا۔ کہ کچھ لوگ احکام شریعت پر کاربند رہ سکے۔

◆ **تورات ہدایت ہے** یعنی تورات جو موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ بڑی فہم و بصیرت عطا کرنے والی، لوگوں کو راہ ہدایت پر چلانے والی، اور مستحق رحمت بنانے والی کتاب تھی تا لوگ اسے پڑھ کر اللہ کو یاد رکھیں۔ احکام الٰہی سیکھیں اور پند و نصیحت حاصل کریں۔ سچ تو یہ ہے کہ قرآن کریم کے بعد ہدایت میں تورات شریف ہی کا درجہ ہے اور آج جب کہ اس کے حاملوں نے اسے ضائع کر دیا قرآن ہی اس کے ضروری علوم و ہدایات کی حفاظت کر رہا ہے۔

◆ یعنی کوہ طور کے غرب کی جانب جہاں موسیٰ کو نبوت و تورات ملی۔

◆ **آنحضرت ﷺ کی نبوت پر استدلال** یعنی تو اس وقت کے واقعات کو ایسی صحت و صفائی اور بسط و تفصیل سے بیان کر رہا ہے جیسے وہیں "طور" کے پاس کھڑا دیکھ رہا ہو۔ حالانکہ تمہارا موقع پر موجود نہ ہونا ظاہر ہے اور ویسے بھی سب جانتے ہیں تم امی ہو۔ کسی عالم کی صحبت میں بھی نہیں رہے۔ نہ ٹھیک ٹھیک صحیح واقعات کا کوئی جید عالم مکہ میں موجود تھا۔ پھر غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ علم کہاں سے آیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اقوام دنیا پر مدتیں اور قرن گذر گئے، مرور دہور سے وہ علوم محرف و مندرس ہوتے جا رہے تھے، اور وحی و ہدایات مٹتی جا رہی تھیں۔ لہٰذا اس علیم و خبیر کا ارادہ ہوا کہ ایک امی کی زبان سے بھولے ہوئے سبق یاد دلائے جائیں اور ان عبرتناک و موعظت آمیز واقعات کا ایسا صحیح فوٹو دنیا کے سامنے پیش کر دیا جائے جس پر نظر کر کے بے اختیار ماننا پڑے کہ اس کا پیش کرنے والا موقع پر موجود تھا اور اپنی آنکھوں سے کن و عن کیفیات کا مشاہدہ کر رہا تھا۔ یہی ظاہر ہے کہ تم تو وہاں موجود نہ تھے بجز اس کے کیا کہا جائے کہ خدا آپ کی زبان سے بول رہا ہے جو اور جس کے سامنے ہر غائب بھی حاضر ہے۔ یہ بیان اسی کا ہوگا۔

◆ **آنحضرت ﷺ کو پچھلے واقعات کا مکمل علم** یعنی موسیٰ علیہ السلام کو "مدین" جا کر جو واقعات پیش آئے ان کا اس خوبی و صحت سے بیان تو یہ ظاہر کرتا ہے کہ گویا اس وقت تم شان پیغمبری کے ساتھ وہیں سکونت پذیر تھے اور جس طرح آج اپنے وطن مکہ میں اللہ کی آیات پڑھ کر سنا رہے ہو اسی وقت "مدین" والوں کو سناتے ہو گے حالانکہ یہ چیز صریحاً غلط ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ ہم ہمیشہ سے پیغمبر بھیجتے رہے ہیں جو دنیا کو غفلت سے چونکاتے اور گذشتہ عبرتناک واقعات یاد دلاتے رہیں۔ اسی عام عادت کے موافق ہم نے اس زمانہ میں تم کو رسول بنا کر بھیجا کہ پچھلے قصے یاد دلاؤ اور خواب غفلت سے خلق کو بیدار کرو۔ اس لیے ضروری ہوا کہ ٹھیک ٹھیک واقعات کا صحیح علم تم کو دیا جائے اور تمہاری زبان سے ادا کرایا جائے۔

◆ یعنی جب موسیٰ علیہ السلام کو آواز دی "اِنِّیْۤ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ" تم وہاں کھڑے نہیں سن رہے تھے۔ یہ حق تعالیٰ کا انعام ہے کہ آپ کو ان واقعات و حقائق پر مطلع کیا اور تمہارے ساتھ بھی اسی نوعیت کا برتاؤ کیا جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ ہوا تھا۔ گویا "جبل الطور" (جہاں غار حرا ہے) "طور" "مکہ" "مدینہ" میں "جبل طور" اور "مدین" کی تاریخ دہرا دی گئی۔

لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٤٦﴾ وَلَوْلَا أَن تُصِيبَهُم مُّصِيبَةٌ

تاکہ وہ سوچیں ◆ اور اگر نہ ہوتی یہ بات کہ پہنچے ان کو کوئی آفت

بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ فَيَقُولُوا رَبَّنَا لَوْلَا أَرْسَلْتَ

ان کاموں کی وجہ سے جو آگے بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ تو کہنے لگیں اے رب ہمارے کیوں نہ بھیجا

إِلَيْنَا رَسُولًا فَنَتَّبِعَ آيَاتِكَ وَنَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٧﴾

ہمارے پاس کسی کو پیغام دے کر تو ہم چلتے تیری باتوں پر اور ہوتے ایمان والوں میں ◆

فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِندِنَا قَالُوا لَوْلَا أُوتِيَ

پھر جب پہنچی ان کو ٹھیک بات ہمارے پاس سے کہنے لگے کیوں نہ ملا اس کو

مِثْلَ مَا أُوتِيَ مُوسَىٰ ۚ أَوَلَمْ يَكْفُرُوا بِمَا أُوتِيَ مُوسَىٰ

جیسا ملا تھا موسیٰ کو ◆ کیا اب منکر نہیں ہو چکے اس سے جو موسیٰ کو ملا تھا

مِن قَبْلُ ۖ قَالُوا سِحْرَانِ تَظَاهَرَا وَقَالُوا إِنَّا بِكُلٍّ

اس سے پہلے ◆ کہنے لگے دونوں جادو ہیں آپس میں موافق اور کہنے لگے ہم دونوں کو

كَافِرُونَ ﴿٤٨﴾ قُلْ فَأْتُوا بِكِتَابٍ مِّنْ عِندِ اللَّهِ هُوَ

نہیں مانتے ◆ تو کہہ اب تم لاؤ کوئی کتاب اللہ کے پاس کی جو

أَهْدَىٰ مِنْهُمَا أَتَّبِعْهُ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ﴿٤٩﴾ فَإِن لَّمْ

ان دونوں سے بہتر ہو کہ میں اس پر چلوں اگر تم سچے ہو ◆ پھر اگر

يَسْتَجِيبُوا لَكَ فَاعْلَمْ أَنَّمَا يَتَّبِعُونَ أَهْوَاءَهُمْ ۚ وَمَنْ

نہ کریں تیرا کہا تو جان لے کہ وہ چلتے ہیں نری (صرف) اپنی خواہشوں پر اور اس سے

◆ یعنی رب نے لوگوں کو یہ چیزیں بتلا کر قرون اولیٰ کے عواقب سے آگاہ کر دیا۔ مقصد یہ ہے وہ ان کو یاد کر کے سبق اور نصیحت پکڑیں۔ تنبیہ: "القرون الاولیٰ" سے شاید پہلے قرن مراد ہوں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

◆ **رسالت اللہ کی نعمت ہے** یعنی پیغمبر کا ان میں بھیجنا خوش قسمتی ہے۔ اگر یہاں پیغمبر بھیجے اللہ تعالیٰ ان کی کھلی ہوئی بے عقلیوں اور بے ایمانیوں پر سزا دینے لگتا تب بھی ظلم نہ ہوتا لیکن اس نے احسان فرمایا اور کسی قسم کی معقول عذر داری کا موقع نہیں چھوڑا۔ ممکن تھا سزا دہی کے وقت کہنے لگتے کہ صاحب ہمارے پاس پیغمبر تو بھیجا نہیں جو ہم کو ہماری غلطیوں پر آگاہ اور متنبہ کر دیتا۔ ایک دم پکڑ کر عذاب میں دھر گھسیٹا۔ اگر کوئی پیغمبر آتا تو دیکھتے ہم کیسے نیک اور ایماندار ثابت ہوتے۔

◆ یعنی رسول نہ بھیجے تو کہتے رسول کیوں نہ بھیجا۔ اب رسول تشریف لائے جو تمام پیغمبروں سے شان و رتبہ میں بڑھ کر ہیں تو کہتے ہیں کہ صاحب! ہم تو اس وقت مانتے جب دیکھتے کہ ان سے موسیٰ علیہ السلام کی طرح "عصا" اور "ید بیضاء" وغیرہ کے معجزات ظاہر ہوتے اور ان کے پاس بھی تورات کی طرح ایکدم ایک کتاب اتری ہوتی یہ کیا کہ وہ تھوڑا تھوڑا پیش کرتے ہیں۔

◆ یعنی موسیٰ کے معجزات اور کتاب حق کو کہاں سب نے مان لیا تھا؟ شبہ نکالنے والے ان کو بھی "سحر مفتری" کہہ چکے ہیں جیسا کہ ابھی ایک دو رکوع پہلے گزرا۔ جس کو ماننا منظور نہیں ہوتا وہ ہر بات میں کچھ نہ کچھ احتمالات نکال لیتے ہیں۔

◆ **کفار مکہ کی ہٹ دھرمی** حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں "مکے کے کافر حضرت موسیٰ کے معجزے سن کر کہنے لگے کہ ویسا معجزہ اس نبی کے پاس ہوتا تو ہم مانتے۔ جب "یہود" سے پوچھا تو "تورات" کی باتیں اس نبی کے موافق اور اپنی مرضی کے خلاف تھیں مثلاً یہ کہ بت پوجنا کفر ہے آخرت کا جینا برحق ہے اور جو جانور اللہ کے نام پر ذبح نہ ہو مردار ہے (اور عرب میں ایک نبی آخر الزمان آئیں گے جن کی یہ نشانیاں ہوں گی وغیرہ وغیرہ) تب لگے دونوں کو جواب دینے۔ کہ "تورات" اور "قرآن" دونوں جادو اور موسیٰ و محمد (علیہما الصلوٰۃ والسلام) دونوں جادوگر ہیں۔ (العیاذ باللہ) جو ایک دوسرے کی تصدیق کرتے ہیں۔

◆ **کفار کے اعتراض کا جواب** یعنی آسمانی کتابوں میں سب سے بڑی اور مشہور یہی دو کتابیں تھیں جن کی ہمسری کوئی کتاب نہیں کر سکتی اگر یہ دونوں جادو ہیں تو تم کوئی کتاب الٰہی پیش کرو جو ان سے بہتر اور ان سے بڑھ کر ہدایت کرنے والی ہو۔ بفرض محال اگر ایسی کتاب لے آئے تو میں اس کی پیروی کرنے لگوں گا لیکن تم قیامت تک نہیں لا سکتے۔ اس سے زیادہ بدبختی کیا ہوگی کہ خود ہدایت ربانی سے تعلق تو کیا رکھتے اور جو کتاب ہدایت آئی ہے اسے جادو کہہ کر رد کر دیتے ہو۔ جب یہ ایک انسان کا بنایا ہوا جادو ہے تو تم سارے جہان کے جادوگروں کو جمع کر کے اس سے بڑا جادو لے آتے۔ آخر جادو ایسی چیز تو نہیں کہ اس کا کوئی مقابلہ نہ کر سکے۔

أَضَلُّ مِمَّنِ اتَّبَعَ هَوٰىهُ بِغَيْرِ هُدًى مِّنَ اللّٰهِ

گمراہ زیادہ کون جو چلے اپنی خواہش پر بدون راہ بتلائے اللہ کے

إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ۝ وَلَقَدْ

بے شک اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو ◆ اور

وَصَّلْنَا لَهُمُ الْقَوْلَ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ۝ الَّذِينَ آتَيْنٰهُمُ

ہم پے در پے بھیجتے رہے ہیں ان کو اپنا کلام تاکہ وہ دھیان میں لائیں ◆ جن کو ہم نے دی ہے

الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهِ هُمْ بِهِ يُؤْمِنُونَ ۝ وَإِذَا يُتْلٰى

کتاب اس سے پہلے وہ اس پر یقین کرتے ہیں اور جب ان کو سنائے

عَلَيْهِمْ قَالُوا آمَنَّا بِهِ إِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَبِّنَا إِنَّا كُنَّا

تو کہیں ہم یقین لائے اس پر ٹھیک ہے یہ ہمارے رب کا بھیجا ہوا ہم ہیں

مِنْ قَبْلِهِ مُسْلِمِينَ ۝ أُولٰئِكَ يُؤْتَوْنَ أَجْرَهُمْ مَرَّتَيْنِ

اس سے پہلے کے حکم بردار ◆ وہ لوگ پائیں گے اپنا ثواب دوہرا

بِمَا صَبَرُوا وَيَدْرَءُونَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ وَمِمَّا

اس بات پر کہ قائم رہے ◆ اور بھلائی کرتے ہیں برائی کے جواب میں ◆ اور ہمارا

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُونَ ۝ وَإِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ أَعْرَضُوا

دیا ہوا کچھ خرچ کرتے رہتے ہیں ◆ اور جب سنیں نکمی بات اس سے کنارہ کریں

عَنْهُ وَقَالُوا لَنَا أَعْمَالُنَا وَلَكُمْ أَعْمَالُكُمْ ز سَلٰمٌ

اور کہیں ہم کو ہمارے کام اور تم کو تمہارے کام سلامت

عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ ۝ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ

رہو ہم کو نہیں چاہئیں بے سمجھ لوگ ◆ تو راہ پر نہیں لاتا جس کو

اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ

چاہے پر اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے ◆ اور وہی

اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ وَقَالُوْٓا اِنْ نَّتَّبِعِ الْهُدٰى مَعَكَ

خوب جانتا ہے جو راہ پر آئیں گے ◆ اور کہنے لگے اگر ہم راہ پر چلیں تیرے ساتھ تو

نُتَخَطَّفْ مِنْ اَرْضِنَا ؕ اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا

اچک لیے جائیں اپنے ملک سے ◆ کیا ہم نے جگہ نہیں دی ان کو حرمت والے پناہ کے مکان میں

يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ رِّزْقًا مِّنْ لَّدُنَّا وَ

کھنچے چلے آتے ہیں اس کی طرف میوے ہر چیز کے روزی ہماری طرف سے پر

لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ

بہت سے ان میں سمجھ نہیں رکھتے ◆ اور کتنی غارت کر دیں ہم نے

قَرْيَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِيْشَتَهَا ۚ فَتِلْكَ مَسٰكِنُهُمْ لَمْ تُسْكَنْ

بستیاں جو اترا چلی تھیں اپنی گذران میں اب یہ ہیں ان کے گھر آباد نہیں ہوئے

◆ **شریر جاہلوں کی بات کا جواب** یعنی کوئی جاہل لغو بیہودہ بات کہے تو اس سے الجھتے نہیں۔ کہہ دیتے ہیں کہ بس صاحب! تمہاری باتوں کو ہمارا دور سے سلام۔ یہ جہالت کی بات تمہیں رکھو ہم کو ہمارے مشغلہ میں رہنے دو۔ تمہارا کیا تمہارے، ہمارا کیا ہمارے سامنے آجائے گا۔ ہم کو تم جیسے بے سمجھ لوگوں سے الجھنے کی ضرورت نہیں۔ محمد بن اسحاق نے سیرت میں لکھا ہے کہ قیام مکہ کے زمانہ میں تقریباً بیس اشخاص حبشہ سے حضور کی خبر سن کر آئے کہ تحقیق کریں کیسے شخص ہیں۔ آپ سے بات چیت کی۔ حضور نے قرآن پڑھ کر سنایا، ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور بڑے زور سے آپ کی تصدیق کی۔ جب مشرف بایمان ہو کر واپس ہونے لگے تو ابوجہل وغیرہ مشرکین نے ان پر آوازے کسے کہ ایسے احمقوں کا قافلہ آج تک کہیں نہ دیکھا ہوگا۔ جو ایک شخص کی تحقیق حال کرنے آئے تھے اور اسی کے غلام بن کر اپنا دین چھوڑ کر جا رہے ہیں۔ انہوں نے کہا "سلام علیکم لا نجاھلکم لنا

مِّنْۢ بَعْدِهِمْ اِلَّا قَلِيْلًا ؕ وَكُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِيْنَ ﴿۵۸﴾

ان کے پیچھے — مگر تھوڑے ۞ — اور ہم ہیں آخر کو سب کچھ لینے والے ۞

وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ

اور تیرا رب نہیں غارت کرنے والا — بستیوں کو — جب تک نہ بھیج لے ان کی

اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي

بڑی بستی میں کسی کو پیغام دے کر — جو سنائے ان کو ہماری باتیں ۞ — اور ہم ہرگز نہیں غارت کرنے والے

الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ

بستیوں کو — مگر جب کہ وہاں کے لوگ گنہگار ہوں ۞ — اور جو تم کو ملی ہے — کوئی چیز

فَمَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَزِيْنَتُهَا ۚ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ

سو فائدہ اٹھا لینا ہے (کام چلا لینا ہے) دنیا کی زندگی میں اور یہاں کی (اس کی) رونق ہے — اور جو اللہ کے پاس ہے

خَيْرٌ وَّاَبْقٰى ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۶۰﴾ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ

سو بہتر ہے اور باقی رہنے والا — کیا تم کو سمجھ نہیں ۞ — بھلا ایک شخص جس سے ہم نے وعدہ کیا ہے

وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِيْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ

اچھا وعدہ — سو (اور) وہ اس کو پانے والا ہے — برابر ہے اس کے جس کو ہم نے فائدہ دیا

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ثُمَّ هُوَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِيْنَ ﴿۶۱﴾

دنیا کی زندگانی کا — پھر وہ قیامت کے دن — پکڑا ہوا آیا

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ

اور جس دن ان کو پکارے گا — تو کہے گا (فرمائے گا) کہاں ہیں میرے شریک ۞ — جن کا تم

◆ **تکبر کا انجام تمہارے سامنے ہے** | یعنی عرب کی دشمنی سے کیا ڈرتے ہو، اللہ کے عذاب سے ڈرو۔ دیکھتے نہیں کتنی قومیں گذر چکی ہیں جنہیں اپنی خوش عیشی پر غرہ ہو گیا تھا۔ جب انہوں نے تکبر اور سرکشی اختیار کی، اللہ تعالیٰ نے کس طرح تباہ و برباد کر ڈالا کہ آج صفحۂ ہستی پر ان کا نام و نشان باقی نہ رہا۔ یہ کھنڈر ان کی بستیوں کے پڑے ہیں جن میں کوئی بسنے والا نہیں بجز اس کے کہ کوئی مسافر تھوڑی دیر ستانے یا قدرت الٰہی کا عبرتناک تماشہ دیکھنے کے لئے وہاں جا اترے۔

◆ یعنی سب مر مرا گئے کوئی وارث بھی نہ رہا۔ پیچھے بچ رہا نام اللہ کا۔

◆ **بغیر نبی بھیجے عذاب نہیں کیا جاتا** | یعنی اللہ تعالیٰ اس وقت تک بستیوں کو غارت نہیں کرتا جب تک ان کے صدر مقام میں کوئی ہشیار کرنے والا پیغمبر نہ بھیج دے (صدر مقام کی تخصیص شاید اس لئے کی کہ وہاں کا اثر دور تک پہنچتا ہے اور شہروں کے باشندے نسبتاً سلیم و عقیل ہوتے ہیں) تمام روئے زمین کی آبادیوں کا صدر مقام مکہ معظمہ تھا۔ "لتنذر ام القرٰی ومن حولها" (شوریٰ۔ رکوع ۱) اسی لئے وہاں سب سے بڑے اور آخری پیغمبر مبعوث ہوئے۔

◆ یعنی ہشیار کرنے پر بھی جب لوگ باز نہیں آتے اور ظلم و طغیان میں ترقی کرتے چلے جاتے ہیں تب اللہ تعالیٰ پکڑ کر ہلاک کرتا ہے۔

◆ **دنیا کے منافع عارضی ہیں** | یعنی آدمی کو عقل سے کام لے کر اتنا سمجھنا چاہئے کہ دنیا میں کتنے دن جینا ہے اور یہاں کی بہار اور چہل پہل کا مزہ کب تک اٹھا سکتے ہیں۔ فرض کرو دنیا میں عذاب بھی نہ آئے، تاہم موت کا ہاتھ تم سے یہ سب سامان جدا کر کے رہے گا۔ پھر خدا کے سامنے حاضر ہونا اور ذرہ ذرہ عمل کا حساب دینا ہے۔ اگر وہاں کا عیش و آرام میسر ہو گیا تو یہاں کا عیش اس کے سامنے محض ہیچ اور لاشے ہے۔ کون عقلمند ہوگا جو ایک کمزور مختصر زندگی کو بے مثل ابدی زندگی پر اور ناقص و فانی لذتوں کو کامل و دائمی نعمتوں پر ترجیح دے۔

◆ **مومن اور کافر برابر نہیں ہیں** | یعنی مومن و کافر دونوں انجام کے اعتبار سے کسی طرح برابر ہو سکتے ہیں۔ ایک کے لئے دائمی عیش کا وعدہ جو یقیناً پورا ہو کر رہے گا اور دوسرے کے لئے چند روزہ عیش کے بعد گرفتاری کا وارنٹ اور دائمی جیل خانہ العیاذ باللہ۔ ایک شخص خواب میں دیکھے کہ میرے سر پر تاج شاہی رکھا ہے، خدم و حشم پرے باندھے کھڑے ہیں اور الوان نعمت دسترخوان پر چنے ہوئے ہیں جن سے لذت اندوز ہو رہا ہوں، آنکھ کھلی تو دیکھا انسپکٹر پولیس گرفتاری کا وارنٹ اور بیڑی ہتھکڑی لئے کھڑا ہے۔ بس وہ پکڑ کر لے گیا اور فوراً پیش ہو کر حبس دوام کی سزا مل گئی۔ بتلاؤ اسے وہ خواب کی بادشاہت اور چار گھڑی کی لذت کیا یاد آئے گی۔

تَزْعُمُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا

دعویٰ کرتے تھے ◆ بولے جن پر ثابت (ہو چکا الزام) (ہوگئی بات) اے رب

هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ

یہ لوگ ہیں جن کو ہم نے بہکایا ان کو بہکایا جیسے ہم آپ بہکے ہم منکر ہوئے

اِلَيْكَ ۫ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ ﴿۶۳﴾ وَقِيْلَ ادْعُوْا

تیرے آگے وہ ہم کو نہ پوجتے تھے ◆ اور کہیں گے پکارو

شُرَكَآءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَرَاَوُا الْعَذَابَ ۚ

اپنے شریکوں کو پھر پکاریں گے ان کو تو وہ جواب نہ دیں گے ان کو ◆ اور دیکھیں گے عذاب

لَوْ اَنَّهُمْ كَانُوْا يَهْتَدُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ

کسی طرح (کاش کہ) وہ راہ پائے ہوئے ہوتے ◆ اور جس دن ان کو پکارے گا تو فرمائے گا

مَاذَآ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَعَمِيَتْ عَلَيْهِمُ الْاَنْۢبَآءُ

کیا جواب دیا تھا تم نے پیغام پہنچانے والوں کو پھر بند ہو جائیں گی ان پر باتیں

يَوْمَئِذٍ فَهُمْ لَا يَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۶۶﴾ فَاَمَّا مَنْ تَابَ وَ

اس دن سو وہ آپس میں بھی نہ پوچھیں گے ◆ سو جس نے کہ توبہ کی اور

اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا فَعَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِيْنَ ﴿۶۷﴾

یقین لایا اور کئے کام بھلے سو امید ہے کہ ہو چھوٹنے والوں میں ◆

وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ۭ مَا كَانَ لَهُمُ

اور تیرا رب پیدا کرتا ہے جو چاہے اور پسند کرے جس کو چاہے ان کے ہاتھ میں نہیں

یعنی وہ خدائی کے حصہ دار کہاں ہیں ذرا اپنی تائید و حمایت کے لئے بلاؤ تو سہی۔

محشر میں شرکاء کا اعتراف یعنی سوال تو مشرکین سے تھا مگر بہکانے والے شرکاء سمجھ جائیں گے کہ فی الحقیقت ہمیں بھی ملامت اٹھائی گئی ہے۔ اس لئے سبقت کر کے جواب دیں گے کہ خداوندا! بیشک ہم نے ان کو بہکایا اور یہ بہکانا ایسا ہی تھا جیسے ہم خود بہکے۔ یعنی جو ٹھوکر بہکنے کے وقت کھائی تھی اسی کی تکمیل بہکانے سے کی۔ کیونکہ بہکانا بھی بہکنے کی انتہائی منزل ہے۔ بس اس جرم اغواء کا تو ہمیں اعتراف ہے۔ لیکن ان مشرکین پر کوئی جبر و اکراہ ہمارا نہ تھا کہ زبردستی اپنی بات منوا لیتے فی الحقیقت ان کی ہوا پرستی تھی جو ہمارے بہکانے میں آ گئے۔ اس اعتبار سے یہ ہم کو نہیں پوجتے تھے بلکہ اپنے اہواء و ظنون کی پرستش کرتے تھے ہم ان کی عبادت سے آج آپ کے سامنے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ کذا قال بعض المفسرین۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "یہ شیطان بولیں گے۔ بہکایا تو ہے انہوں نے پر نام لے کر نیکوں کا۔ اسی سے کہا کہ ہم کو نہ پوجتے تھے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ **تنبیہ** "حَقَّ عَلَیْهِمُ الْقَوْلُ" سے مراد ہے "لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ"۔

مشرکین کو اپنے شرکاء کو پکارنے کا حکم یعنی کہا جائے گا کہ اب مدد کو بلاؤ مگر وہ کیا مدد کر سکتے خود اپنی مصیبت میں گرفتار ہوں گے۔ کذا قال المفسرون۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ کی تقریر کا حاصل یہ ہے کہ شیاطین جب نیکوں کا نام لیں گے تو مشرکین سے کہا جائے گا کہ ان نیکوں کو پکارو وہ کچھ جواب نہ دیں گے۔ کیونکہ وہ ان مشرکانہ حرکات سے راضی نہ تھے یا خبر نہ رکھتے تھے۔

یعنی اس وقت عذاب کو دیکھ کر یہ آرزو کریں گے کہ کاش دنیا میں سیدھی راہ چلتے تو یہ مصیبت کیوں دیکھنی پڑتی۔

انبیاء کے بارے میں سوال پہلے سوالات توحید سے متعلق تھے۔ یہ سوال رسالت کی نسبت ہوا۔ یعنی اپنی عقل سے تم نے اگر حق کو نہ سمجھا تھا تو پیغمبروں کے سمجھانے سے سمجھ جاتے۔ بتلاؤ ان کے ساتھ تم نے کیا برتاؤ کیا۔ اس وقت کسی کو جواب نہ آئے گا۔ اور بات کرنے کی راہیں بند ہو جائیں گی۔

ایمان و عمل صالح اصل کامیابی ہے یعنی وہاں کی کامیابی صرف ایمان و عمل صالح سے ہے۔ اب بھی جو کوئی کفر و شرک سے توبہ کر کے ایمان لایا اور نیکی اختیار کی، حق تعالیٰ اس کی پچھلی خطائیں معاف کر کے فائز المرام کرے گا۔ **تنبیہ** "عَسٰی اَنْ یَّكُوْنَ مِنَ الْمُفْلِحِیْنَ" وعدہ ہے شاہانہ انداز میں یعنی اس کو فلاح کی امید رکھنی چاہئے۔ گو ہم پر کسی کا دباؤ نہیں کہ ضرور ایسا کرنے پر مجبور ہوں۔ محض فضل و کرم سے وعدہ کیا جا رہا ہے۔

الْخِيَرَةُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۶۸

پسند کرنا ◆ اللہ نرالا ہے اور بہت اوپر ہے اس چیز سے کہ شریک لگاتے ہیں ◆

وَرَبُّكَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝۶۹

اور تیرا رب جانتا ہے جو چھپ رہا ہے ان کے سینوں میں اور جو کچھ کہ ظاہر میں کرتے ہیں ◆

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَ

اور وہی اللہ ہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اسی کی تعریف ہے دنیا میں

الْاٰخِرَةِ ۡ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۷۰ قُلْ

آخرت میں اور اسی کے ہاتھ حکم ہے اور اسی کے پاس پھیرے جاؤ گے ◆ تو کہہ

اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ

دیکھو تو اگر اللہ رکھ دے تم پر رات ہمیشہ کو قیامت کے

الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَاۗءٍ ۭ اَفَلَا

دن تک ◆ کون حاکم ہے اللہ کے سوا کہ لائے تم کو کہیں سے روشنی پھر کیا

تَسْمَعُوْنَ ۝۷۱ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ

تم سنتے نہیں ◆ تو کہہ دیکھو تو اگر رکھ دے اللہ تم پر

النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

دن ہمیشہ کو قیامت کے دن تک کون حاکم ہے اللہ کے سوائے

يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝۷۲

کہ لائے تم کو رات جس میں آرام کرو پھر کیا تم کو نہیں سوجھتا ◆

◆ **حق تعالیٰ کی مشیت و اختیار** | یعنی ہر چیز کا پیدا کرنا بھی اسی کی مشیت و اختیار سے ہے اور کسی چیز کو پسند کرنے یا چھانٹ کر منتخب کر لینے کا حق بھی اسی کو حاصل ہے۔ جو اس کی مرضی ہو احکام بھیجے۔ جس شخص کو مناسب جانے کسی خاص منصب و مرتبہ پر فائز کرے۔ جس کسی میں استعداد دیکھے راہ ہدایت پر چلا کر کامیاب فرمائے اور مخلوقات کی ہر جنس میں سے جس نوع کو یا نوع میں سے جس فرد کو چاہے اپنی حکمت کے موافق دوسرے انواع و افراد سے ممتاز بنا دے۔ اس کے سوا کسی دوسرے کو اس طرح کے اختیار و انتخاب کا حق حاصل نہیں۔ حافظ ابن القیم نے زاد المعاد کے اوائل میں اس مضمون کو بہت بسط سے لکھا ہے۔ فلیراجع۔

◆ یعنی تخلیق، تشریع اور اختیار مذکور میں حق تعالیٰ کا کوئی شریک نہیں۔ لوگوں نے اپنی تجویز و انتخاب سے جو شرکاء ٹھہرا لئے ہیں سب باطل اور بے سند ہیں۔

◆ **اللہ تعالیٰ کا علم محیط** | یعنی دل میں جو فاسد عقیدے یا بری نیتیں رکھتے ہیں اور زبان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ سے جو کام کرتے ہیں سب اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں اور وہی ہر ایک شخص کی پوشیدہ استعداد و قابلیت سے آگاہ ہے اسی کے موافق معاملہ کرے گا۔

◆ یعنی جس طرح تخلیق و اختیار اور علم محیط میں وہ منفرد ہے الوہیت میں بھی یگانہ ہے۔ بجز اس کے کسی کی بندگی نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ اسی کی ذات منبع الکمالات میں تمام خوبیاں جمع ہیں۔ دنیا اور آخرت میں جو تعریف بھی ہو خواہ وہ کسی کے نام رکھ کر کی جائے حقیقت میں اسی کی تعریف ہے۔ اسی کا حکم چلتا ہے اسی کا فیصلہ ناطق ہے۔ اسی کو اقتدار کلی حاصل ہے اور انجام کار سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ آگے بتلاتے ہیں کہ رات دن میں جس قدر نعمتیں اور بھلائیاں تم کو پہنچتی ہیں اسی کے فضل و انعام سے ہیں بلکہ خود رات اور دن کا ادل بدل کرنا بھی اس کا مستقل احسان ہے۔

◆ **روشنی دینے والا کون ہے؟** | مثلاً سورج کو طلوع نہ ہونے دے یا اس سے روشنی سلب کر لے تو اپنے کاروبار کے لئے اتنی روشنی کہاں سے لا سکتے ہو۔

◆ یہ بات ایسی روشن اور صاف ہے کہ سنتے ہی سمجھ میں آ جائے۔ تو کیا تم سنتے بھی نہیں۔

◆ **رات اور اس کا آرام کس نے دیا؟** | یعنی اگر آفتاب کو غروب نہ ہونے دے ہمیشہ تمہارے سروں پر کھڑا رکھے تو جو راحت و سکون اور دوسرے فوائد رات کے آنے سے حاصل ہوتے ہیں ان کا سامان کونسی طاقت کر سکتی ہے۔ کیا ایسی روشن حقیقت بھی تم کو نظر نہیں آتی۔ شاید "افلا تبصرون" "ان جعل اللّٰہ علیکم النھار سرمدا" کے مناسب ہے کیونکہ آنکھ سے دیکھنا زیادہ تر روشنی پر موقوف ہے جو دن میں پوری طرح ہوتی ہے۔ رات کی تاریکی میں چونکہ دیکھنے کی صورت نہیں، وہاں سننا ممکن ہے اس لئے "ان جعل اللّٰہ علیکم الیل سرمدا" کے ساتھ "افلا تسمعون" فرمانا موزوں تھا۔ واللہ اعلم۔

وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا

اور اپنی مہربانی سے بنائے تمہارے واسطے رات اور دن تاکہ اس میں چین بھی پاؤ

فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۳﴾

اور تلاش بھی کرو کچھ اس کا فضل اور تاکہ تم شکر کرو ◆

وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ فَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ

اور جس دن ان کو پکارے گا تو فرمائے گا کہاں ہیں میرے شریک جن کا

كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ﴿۷۴﴾ وَنَزَعْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيْدًا

تم دعویٰ کرتے تھے اور جدا کریں گے ہم ہر فرقہ میں سے ایک احوال بتانے والا ◆

فَقُلْنَا هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ فَعَلِمُوْٓا اَنَّ الْحَقَّ لِلّٰهِ وَ

پھر کہیں گے لاؤ اپنی سند ◆ تب جان لیں گے کہ سچی بات ہے اللہ کی اور

ضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۷۵﴾ ع اِنَّ قَارُوْنَ

کھوئی جائیں گی ان سے جو باتیں وہ جوڑتے تھے ◆ قارون

كَانَ مِنْ قَوْمِ مُوْسٰى فَبَغٰى عَلَيْهِمْ ۪ وَاٰتَيْنٰهُ

جو تھا موسیٰ کی قوم سے پھر شرارت کرنے لگا ان پر ◆ اور ہم نے دیئے تھے اس کو

مِنَ الْكُنُوْزِ مَآ اِنَّ مَفَاتِحَهٗ لَتَنُوْٓاُ بِالْعُصْبَةِ

خزانے اتنے کہ اس کی کنجیاں اٹھانے سے تھک جاتے

اُولِي الْقُوَّةِ ۗ اِذْ قَالَ لَهٗ قَوْمُهٗ لَا تَفْرَحْ اِنَّ اللّٰهَ

کئی مرد زور آور ◆ جب کہا اس کو اس کی قوم نے اترا مت اللہ کو

◆ یعنی رات دن کا الٹ پھیر کرتا رہتا ہے تاکہ رات کی تاریکی اور خنکی میں سکون و راحت حاصل کرو اور دن کے اجالے میں کاروبار بھی جاری رکھ سکو اور روز و شب کے مختلف النوع انعامات پر حق تعالیٰ کا شکر ادا کرتے رہو۔

◆ یعنی بتلانے والا پیغمبر یا ان کے نائب یا جو نیک بخت تھے (موضح) وہ بتلا گئے کہ لوگوں نے شرائع سماویہ اور احکام انبیاء کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا۔

◆ **شرک کی دلیل کیا ہے؟** یعنی خدا تعالیٰ کے شریک کس سند اور دلیل سے ٹھہرائے اور حلال و حرام وغیرہ کے احکام کس ماخذ صحیح سے لئے تھے؟ پیغمبروں کی تو تم نے مانی نہیں، پھر کس نے بتلایا کہ خدا کا یہ حکم ہے اور یہ نہیں۔

◆ **آخرت میں کفار کو حق کا علم** یعنی اس وقت نظر آ جائے گا کہ سچی بات اللہ کی ہے اور معبودیت صرف اسی کا حق ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ دنیا میں پیغمبر جو بتلاتے تھے وہی ٹھیک ہے۔ مشرکین نے جو عقیدے گھڑ رکھے تھے اور جو باتیں اپنے دل سے جوڑ لی تھیں اس روز سب کافور ہو جائیں گی۔

◆ **قارون کا عبرت آموز واقعہ** رکوع سابق کے آغاز میں دنیا کی بے ثباتی اور حقارت آخرت کے مقابلہ میں بیان کی گئی تھی۔ بعدہ ذکر آخرت کی مناسبت سے کچھ احوال عالم آخرت کے بیان ہوئے۔ رکوع حاضر میں پھر اصل مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے اور اسی دعوے کے استشہاد میں قارون کا قصہ سنایا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ قارون حضرت موسیٰ علیہ السلام کا چچا زاد بھائی تھا اور فرعون کی نوکری میں رہتا تھا جیسا کہ عام محکوموں کا دستور ہے کہ کسی قوم کا خون چوسنے کے لئے انہی میں سے بعض افراد کو اپنا آلۂ کار بنا لیتے ہیں۔ فرعون نے بنی اسرائیل میں سے اس ملعون کو چن لیا تھا۔ قارون نے اس وقت موقع پا کر دونوں ہاتھوں سے خوب دولت سمیٹی اور دنیوی اقتدار حاصل کیا۔ جب بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے زیر حکم آئے اور فرعون غرق ہوا تو اس کی مادی ترقی کے ذرائع مسدود ہو گئے اور سرداری جاتی رہی۔ اس حسد و غیظ میں حضرت موسیٰ سے دل میں خلش رکھنے لگا۔ تاہم ظاہر میں مومن بنا ہوا تھا تورات بہت پڑھتا اور علم حاصل کرنے میں مشغول رہتا تھا۔ مگر دل صاف نہ تھا۔ حضرت موسیٰ اور ہارون کی نبوت اور عزت و وجاہت دیکھ کر جلتا اور کہتا کہ آخر میں بھی ان ہی کے چچا کا بیٹا ہوں۔ یہ کیا معنی کہ وہ دونوں تو نبی اور مذہبی سردار بن جائیں، مجھے کچھ بھی نہ ملے۔ کبھی مایوس ہو کر شیخی مارتا کہ انہیں نبوت مل گئی تو کیا ہوا، میرے پاس مال و دولت کے اتنے خزانے ہیں جو کسی کو میسر نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک مرتبہ زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا تو لوگوں سے کہنے لگا کہ اب تک تو موسیٰ جو احکام لائے ہم تم نے برداشت کئے، مگر کیا تم یہ بھی برداشت کرو گے کہ وہ ہمارا مال بھی ہم سے وصول کرنے لگے۔ کچھ لوگوں نے اس کی تائید میں کہا ہاں ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ آخر ملعون نے حضرت موسیٰ کو بدنام کرنے کی ایک گندی تجویز سوچی۔ کسی عورت کو بہکا سکھلا کر آمادہ کیا کہ بھرے مجمع میں جب موسیٰ علیہ السلام زنا کی حد بیان فرمائیں تو اپنے ساتھ ان کو متہم کرنا۔ چنانچہ عورت مجمع میں یہ کہہ گزری۔ جب حضرت موسیٰ نے اس کو شدید قسمیں دیں اور اللہ کے غضب سے ڈرایا تو اس کا دل پلٹ گیا۔ تب اس نے صاف کہہ دیا کہ قارون نے مجھ کو سکھلایا تھا۔ اس وقت حضرت موسیٰ کی بددعا سے وہ مع اپنے گھر اور خزانوں کے زمین میں دھنسا دیا گیا۔

◆ **قارون کے خزانے کی کنجیاں** بعض سلف نے "مفاتح" کی تفسیر خزائن سے کی ہے۔ یعنی اس قدر روپیہ پیسہ کہ طاقتور مردوں کی ایک جماعت بھی اسے مشکل سے اٹھا سکتی۔ لیکن اکثر مفسرین نے مفاتح کی تفسیر کنجیوں سے کی ہے۔ یعنی مال کے صندوق اتنے تھے جن کی کنجیاں اٹھاتے ہوئے کئی زور آور آدمی تھک جائیں۔ اور یہ چنداں مستبعد نہیں جیسا کہ بعض تفاسیر میں اس کی صورت بتلائی گئی ہے۔

لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ﴿٧٦﴾ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ

نہیں بھاتے اترانے والے ◆ اور جو تجھ کو اللہ نے دیا ہے اس سے کما لے

الدَّارَ الْاٰخِرَةَ وَلَا تَنْسَ نَصِيْبَكَ مِنَ الدُّنْيَا

پچھلا گھر ◆ اور نہ بھول اپنا حصہ دنیا سے

وَاَحْسِنْ كَمَآ اَحْسَنَ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلَا تَبْغِ الْفَسَادَ

اور بھلائی کر جیسے اللہ نے بھلائی کی تجھ سے ◆ اور مت چاہ خرابی ڈالنی

فِي الْاَرْضِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٧٧﴾ قَالَ

ملک میں اللہ کو بھاتے نہیں خرابی ڈالنے والے ◆ بولا

اِنَّمَآ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰي عِلْمٍ عِنْدِيْ ۭ اَوَلَمْ يَعْلَمْ اَنَّ

یہ مال تو مجھ کو ملا ہے ایک ہنر سے جو میرے پاس ہے ◆ کیا اس نے یہ نہ جانا

اللّٰهَ قَدْ اَهْلَكَ مِنْ قَبْلِهٖ مِنَ الْقُرُوْنِ مَنْ هُوَ

کہ اللہ غارت کر چکا ہے اس سے پہلے کتنی جماعتیں جو اس سے

اَشَدُّ مِنْهُ قُوَّةً وَّاَكْثَرُ جَمْعًا ۭ وَلَا يُسْــَٔـلُ

زیادہ رکھتی تھیں زور اور زیادہ رکھتی تھیں مال کی جمع ◆ اور پوچھے نہ جائیں

عَنْ ذُنُوْبِهِمُ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿٧٨﴾ فَخَرَجَ عَلٰي قَوْمِهٖ

گنہگاروں سے ان کے گناہ ◆ پھر نکلا اپنی قوم کے سامنے

فِيْ زِيْنَتِهٖ ۭ قَالَ الَّذِيْنَ يُرِيْدُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

اپنے ٹھاٹھ سے کہنے لگے جو لوگ طالب تھے دنیا کی زندگانی کے

قارون کو نصیحت | یعنی اس فانی و زائل دولت پر کیا اتراتا ہے جس کی وقعت اللہ کے ہاں پر پشہ کی برابر بھی نہیں۔

اترانے کی مذمت | خوب سمجھ لے کہ خدا تعالیٰ کو اکڑنے اور اترانے والے بندے اچھے نہیں معلوم ہوتے اور جو چیز اس مالک کو نہ بھائے اس کا نتیجہ بجز تباہی و ہلاکت کے کیا ہے۔

مال کا صحیح مصرف | یعنی خدا کا دیا ہوا مال اس لئے ہے کہ انسان اسے آخرت کا توشہ بنائے۔ نہ یہ کہ غفلت کے نشہ میں چور ہو کر غرور و تکبر کی چال چلنے لگے۔

یعنی حصہ موافق کھا، پہن اور زیادہ مال سے آخرت کما۔ اور مخلوق کے ساتھ سلوک کر۔

یعنی حضرت موسیٰ کی ضد نہ کر۔ خدا کی زمین پر سیدھی طرح رہ۔ خواہ مخواہ ملک میں اودھم مچانا اور خرابیاں ڈالنا اچھا نہیں۔

یہ مال میرے ہنر کا نتیجہ ہے | یعنی میں ہنرمند ہوں، کمانے کا سلیقہ رکھتا ہوں۔ اپنی لیاقت و قابلیت یا کسی خاص علمی مہارت سے مجھے یہ دولت حاصل ہوئی۔ اللہ نے بھی میری لیاقت کو دیکھ کر اور قابل جان کر یہ کچھ دیا ہے۔ کیا یونہی بیٹھے بٹھائے بے محنت مل گیا ہے کہ موسیٰ کے حکم اور تمہارے مشورہ کے موافق خدا کے نام پر خرچ کر ڈالوں۔

پچھلے اہل مال اور اہل قوت کا انجام | یعنی دولت کمانے کی لیاقت کس نے دی۔ افسوس ہے منعم حقیقی کو بھول کر اس کی دی ہوئی دولت و لیاقت پر غرور کرنے لگا۔ کیا اسی دولت کو اس نے اپنی نجات کا ضامن تصور کر رکھا ہے۔ اسے معلوم نہیں کتنی جماعتیں اپنی شرارت و سرکشی کی بدولت پہلے تباہ کی جا چکی ہیں۔ جن کے پاس بادشاہتیں تھیں اور اس ملعون سے زیادہ خزانوں اور لشکروں کے مالک تھے۔ ان کا انجام سن کر اسے عبرت نہ ہوئی۔

مجرموں سے گناہوں کی بازپرس کی ضرورت نہیں ہوگی | یعنی پوچھنے کی ضرورت کیا ہوگی۔ اللہ کو ان کے گناہ ایک ایک کر کے معلوم ہیں، فرشتوں کے ہاں سب لکھے ہوئے ہیں۔ ہاں بطور توبیخ و تقریع اگر کسی وقت سوال ہو وہ دوسری بات ہے۔ یا یہ کہنا ہے گناہوں کی کثرت سے۔ یعنی اتنی تعداد میں ہوں گے کہ ایک ایک جزئی کی پوچھ پاچھ کی ضرورت نہ رہے گی۔ اور حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "پوچھے نہ جائیں گے گناہ، یعنی تمہاری سمجھ درست ہو تو گناہ کیوں کرے۔ جب بھلائی پر سے اترا ہو، پوچھنے سے کیا فائدہ کہ یہ برا کام کیوں کرتا ہے اس کی برائی نہیں سمجھتا۔" (موضح)

يٰلَيْتَ لَنَا مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ قَارُوْنُ ۙ اِنَّهٗ لَذُوْ حَظٍّ

اے کاش ہم کو ملے | جیسا کچھ ملا ہے قارون کو | بے شک اس کی بڑی

عَظِيْمٍ ﴿۷۹﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ وَيْلَكُمْ

قسمت ہے | اور بولے | جن کو ملی تھی سمجھ | اے خرابی تمہاری

ثَوَابُ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّمَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا ۚ وَلَا

اللہ کا دیا ثواب بہتر ہے | ان کے واسطے جو یقین لائے | اور کام کیا بھلا | اور یہ بات

يُلَقّٰىهَآ اِلَّا الصّٰبِرُوْنَ ﴿۸۰﴾ فَخَسَفْنَا بِهٖ وَبِدَارِهِ

انہی کے دل میں پڑتی ہے جو سہنے والے ہیں (صبر سے رہنے والے) | پھر دھنسا دیا ہم نے اس کو | اور اس کے گھر کو

الْاَرْضَ ۣ فَمَا كَانَ لَهٗ مِنْ فِئَةٍ يَّنْصُرُوْنَهٗ

زمین میں | پھر نہ ہوئی اس کی | کوئی جماعت | جو مدد کرتی اس کی

مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۤ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُنْتَصِرِيْنَ ﴿۸۱﴾

اللہ کے سوا | اور نہ وہ خود بدلا لے سکا

وَاَصْبَحَ الَّذِيْنَ تَمَنَّوْا مَكَانَهٗ بِالْاَمْسِ يَقُوْلُوْنَ

اور صبح کو لگے کہنے | جو کل شام آرزو کرتے تھے (مانگتے تھے) اس کا سا درجہ

وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ

ارے خرابی | یہ تو اللہ کھول دیتا ہے روزی | جس کو چاہے | اپنے

عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ۚ لَوْلَآ اَنْ مَّنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا لَخَسَفَ

بندوں میں | اور تنگ کر دیتا ہے | اگر نہ احسان کرتا ہم پر اللہ | تو ہم کو بھی

بِنَا ۚ وَيْكَأَنَّهُۥ لَا يُفْلِحُ ٱلْكَٰفِرُونَ ﴿٨٢﴾ تِلْكَ ٱلدَّارُ

دھنسا دیتا اے خرابی یہ تو بھلا نہیں پاتے منکر ◆ وہ گھر

ٱلْءَاخِرَةُ نَجْعَلُهَا لِلَّذِينَ لَا يُرِيدُونَ عُلُوًّا فِى

پچھلا ہم دیں گے وہ ان لوگوں کو جو نہیں چاہتے اپنی بڑائی

ٱلْأَرْضِ وَلَا فَسَادًا ۚ وَٱلْعَٰقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿٨٣﴾

ملک میں اور نہ بگاڑ ڈالنا اور عاقبت بھلی ہے ڈر والوں کی ◆

مَن جَآءَ بِٱلْحَسَنَةِ فَلَهُۥ خَيْرٌ مِّنْهَا ۖ وَمَن

جو لے کر آیا بھلائی اس کو ملنا (ملے گا) ہے اس سے بہتر ◆ اور جو کوئی

جَآءَ بِٱلسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَى ٱلَّذِينَ عَمِلُوا۟ ٱلسَّيِّـَٔاتِ

لے کر آیا برائی سو سزا نہ ملے گی برائی کرنے والوں کو وہی سزا ملے گی

إِلَّا مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿٨٤﴾ إِنَّ ٱلَّذِى فَرَضَ

جو کچھ کرتے تھے ◆ جس نے حکم بھیجا

عَلَيْكَ ٱلْقُرْءَانَ لَرَآدُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ ۚ قُل رَّبِّىٓ

تجھ پر قرآن کا وہ پھیر لانے والا ہے تجھ کو پہلی جگہ ◆ تو کہہ میرا رب

أَعْلَمُ مَن جَآءَ بِٱلْهُدَىٰ وَمَنْ هُوَ فِى ضَلَٰلٍ

خوب جانتا ہے کون لایا ہے راہ کی سوجھ اور کون پڑا ہے صریح

مُّبِينٍ ﴿٨٥﴾ وَمَا كُنتَ تَرْجُوٓا۟ أَن يُلْقَىٰٓ إِلَيْكَ

گمراہی میں ◆ اور تو توقع نہ رکھتا تھا کہ اتاری جائے تجھ پر

الْكِتٰبُ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ ظَهِيْرًا

کتاب مگر مہربانی سے تیرے رب کی ◆ سو تو مت ہو مددگار

لِّلْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَلَا يَصُدُّنَّكَ عَنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ بَعْدَ

کافروں کا ◆ اور نہ روکیں وہ تجھ کو اللہ کے حکموں سے بعد

اِذْ اُنْزِلَتْ اِلَيْكَ وَادْعُ اِلٰى رَبِّكَ وَلَا تَكُوْنَنَّ

اس کے کہ اتر چکے تیری طرف اور بلا اپنے رب کی طرف اور مت ہو

مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ م

شریک والوں میں ◆ اور مت پکار اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم ◆

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ط

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا ہر چیز فنا ہے مگر اس کا منہ (کی ذات) ◆

لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۸۸﴾ ع

اسی کا حکم ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے ◆

آیاتہا ۶۹ (۲۹) سُوْرَةُ الْعَنْكَبُوْتِ مَكِّيَّةٌ (۸۵) رکوعاتہا ۷

سورہ عنکبوت مکہ میں نازل ہوئی اس کی انہتر آیتیں ہیں اور سات رکوع

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا

الٓمّٓ کیا یہ سمجھتے ہیں لوگ کہ چھوٹ جائیں گے اتنا کہہ کر

آنحضرت ﷺ پر قرآن کا نزول اللہ کی رحمت سے ہے | یعنی آپ پہلے سے کچھ پیغمبری کے انتظار میں نہ تھے محض رحمت و موہبت الٰہیہ ہے جو حق تعالیٰ نے پیغمبری اور وحی سے سرفراز فرمایا۔ وہ ہی اپنی مہربانی اور رحمت سے دنیا و آخرت میں کامیاب فرمانے کا۔ اور اسی کی امداد پر ہمیشہ بھروسہ رکھیے۔

آنحضرت ﷺ کو نصیحت | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں یعنی اپنی قوم کو اپنا نہ سمجھ جنہوں نے تجھ سے یہ بدی کی (کہ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا) اب جو تیرا ساتھ دے وہی اپنا ہے۔

یعنی دین کے کام میں اپنی قوم کی خاطر اور رعایت نہ کیجئے اور نہ آپ کو ان میں گنیے کہ لوگ آپ کے قرابتدار ہوں۔ وہاں ان کو اپنے رب کی طرف بلاتے رہیے اور خدا کے احکام پہنچاتے رہیے۔

یہ آپ ﷺ کو خطاب کر کے دوسروں کو سنایا۔ اوپر کی آیتوں میں بھی بعض مفسرین ایسا ہی لکھتے ہیں۔

ہر شے فانی ہے سوائے اللہ کے | یعنی ہر چیز اپنی ذات سے معدوم ہے اور تقریباً تمام چیزوں کو فنا ہونا ہے، خواہ کبھی ہو، مگر اس کا منہ یعنی وہ آپ نہ کبھی معدوم تھا، نہ کبھی فنا ہو سکتا ہے۔ سچ ہے۔ ع "الا کل شیء ما خلا اللہ باطل" قال تعالیٰ "کل من علیہا فان ویبقی وجہ ربک ذو الجلال والاکرام" اور بعض سلف نے اس کا یہ مطلب لیا ہے کہ سارے کام مٹ جانے والے اور فنا ہو جانے والے ہیں بجز اس کام کے جو خالصۃً لوجہ اللہ کیا جائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے | یعنی سب کو اس کی عدالت میں حاضر ہونا ہے جہاں تنہا اسی کا حکم چلے گا۔ صورۃً و ظاہراً بھی کسی کا حکم و اقتدار باقی نہ رہے گا۔ اے اللہ اس وقت اس گنہگار بندہ پر رحم فرمائیے اور اپنے غضب سے پناہ دیجئے۔ تم سورۃ القصص وللہ الحمد والمنۃ

أٰمَنَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُونَ ﴿٢﴾ وَلَقَدْ فَتَنَّا الَّذِينَ مِنْ

کہ ہم یقین لائے اور ان کو جانچ نہ لیں گے (نہ ہوگی) ◆ اور ہم نے جانچا ہے ان کو جو

قَبْلِهِمْ فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِينَ صَدَقُوا وَلَيَعْلَمَنَّ

ان سے پہلے تھے ◆ سو البتہ معلوم کرے گا اللہ جو لوگ سچے ہیں اور البتہ معلوم کرے گا

الْكٰذِبِينَ ﴿٣﴾ أَمْ حَسِبَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّاٰتِ أَنْ

جھوٹوں کو ◆ کیا یہ سمجھتے ہیں جو لوگ کہ کرتے ہیں برائیاں کہ

يَّسْبِقُونَا ۚ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ ﴿٤﴾ مَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ

ہم سے بچ جائیں بری بات (جو فیصلہ) طے کرتے ہیں ◆ جو کوئی توقع رکھتا ہے اللہ کی

اللّٰهِ فَإِنَّ أَجَلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿٥﴾

ملاقات کی سو اللہ کا وعدہ آرہا ہے اور وہ ہے سننے والا جاننے والا ◆

وَمَنْ جَاهَدَ فَإِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۚ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ

اور جو کوئی محنت اٹھائے سو محنت اٹھاتا ہے اپنے ہی واسطے اللہ کو پروا نہیں

عَنِ الْعٰلَمِينَ ﴿٦﴾ وَالَّذِينَ اٰمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

جہان والوں کی ◆ اور جو لوگ یقین لائے اور کیے بھلے کام

لَنُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ أَحْسَنَ الَّذِي

ہم اتار دیں گے ان پر سے برائیاں ان کی اور بدلہ دیں گے ان کو بہتر سے بہتر

كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٧﴾ وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ

کاموں کا ◆ اور ہم نے تاکید کر دی انسان کو اپنے ماں باپ سے

سورۃ العنکبوت

◆ **ہر مومن کا امتحان کیا جاتا ہے** | یعنی زبان سے ایمان کا دعویٰ کرنا کچھ کھیل نہیں، جو دعویٰ کرے امتحان و ابتلاء کے لئے تیار ہو جائے۔ یہی کسوٹی ہے جس پر کھرا کھوٹا کسا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ سب سے سخت امتحان انبیاء کا ہے ان کے بعد صالحین کا، پھر درجہ بدرجہ ان لوگوں کا جو ان کے ساتھ مشابہت رکھتے ہوں۔ نیز امتحان آدمی کا اس کی دینی حیثیت کے موافق ہوتا ہے۔ جس قدر کوئی شخص دین میں مضبوط اور سخت ہوگا اسی قدر امتحان میں سختی کی جائے گی۔

◆ **پچھلے لوگوں کے امتحان و آزمائش** | یعنی پہلے نبیوں کے متبعین بڑے بڑے سخت امتحانوں میں ڈالے جا چکے ہیں۔ بخاری میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں فریاد کی کہ حضرت! ہمارے لئے اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کیجئے اور دعا فرمایئے۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ مشرکین مکہ نے مسلمانوں پر سختی اور ظلم و ستم کی انتہاء کر رکھی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ تم سے پہلے ایک (زندہ) آدمی کو زمین میں کھود کر (کھڑا) گاڑ دیا جاتا تھا۔ پھر اس کے سر پر آرہ چلا کر بیچ سے دو ٹکڑے کر دیئے جاتے تھے، بعضوں کے بدن میں لوہے کی کنگھیاں پھرا کر ہڈی اور گوشت ادھیڑ دیا جاتا تھا۔ تاہم یہ سختیاں ان کو دین سے نہ ہٹا سکیں۔

◆ **دعویٰ ایمان میں سچ اور جھوٹ کی تمیز** | یعنی اللہ تعالیٰ علانیہ ظاہر کر دے گا اور دیکھ لے گا کہ دعوائے ایمان میں کون سچا نکلتا ہے اور کون جھوٹا، اسی کے موافق ہر ایک کو جزا دی جائے گی۔ تنبیہ! "فَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الخ" سے جو حدوث علم باری کا وہم ہوتا ہے اس کا نہایت محققانہ جواب مترجم علامہ قدس سرہ نے دیا ہے۔ ملاحظہ کیا جائے پارہ دوم ربع اول "اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ" کے تحت میں۔ ہم نے یہاں ان توجیہات کی طرف اشارہ کر دیا ہے جو مفسرین نے لکھی ہیں۔

◆ **برائی کرنے والے اللہ سے نہیں بچ سکتے** | حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں کہ "پہلی دو آیتیں مسلمانوں کے متعلق تھیں جو کافروں کی ایذاؤں میں گرفتار تھے اور یہ آیت ان کافروں سے متعلق ہے جو مسلمانوں کو ستا رہے تھے۔" (موضح) یعنی مومنین کے امتحانات کو دیکھ کر یہ نہ سمجھیں کہ ہم مزے سے ظلم کرتے رہیں گے اور نتیجوں سے بچے رہیں گے۔ وہ ہم سے بچ کر کہاں جا سکتے ہیں۔ جو سخت ترین سزا ان کو ملنے والی ہے اس کے سامنے مسلمانوں کے امتحان کی سختی کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اگر اس وقت کی عارضی مہلت سے انہوں نے یہ رائے قائم کر لی ہے کہ ہم ہمیشہ مامون رہیں گے اور سزا دہی کے وقت خدا کے ہاتھ نہ آئیں گے تو حقیقت میں بہت ہی بری بات طے کی۔ ایسا احمقانہ فیصلہ آنے والی مصیبت کو روک نہیں سکتا۔

◆ **مومنوں کا وعدہ بہت قریب ہے** | یعنی جو شخص اس توقع پر سختیاں اٹھا رہا ہے کہ ایک دن مجھے اللہ کے سامنے حاضر ہونا ہے جہاں بات بات پر پکڑ ہوگی۔ ناکامیاب ہوا تو یہاں کی سختیوں سے کہیں بڑھ کر سختیاں جھیلنی پڑیں گی اور کامیاب رہا تو ساری کلفتیں دور ہو جائیں گی، اللہ کی خوشنودی اور اس کا دیدار نصیب ہوگا۔ ایسا شخص یاد رکھے کہ اللہ کا وعدہ آ رہا ہے کوئی طاقت اسے پھیر نہیں سکتی۔ اس کی اعلیٰ توقعات پوری ہو کر رہیں گی اور اس کی آنکھیں ضرور ٹھنڈی کی جائیں گی۔ اللہ سب کی باتیں سنتا اور جانتا ہے کسی کی محنت ضائع نہ کرے گا۔

◆ **انسان کی طاعت و عبادت اسی کیلئے ہے** | یعنی اللہ تعالیٰ کو کسی کی طاعت سے کیا نفع اور معصیت سے کیا نقصان۔ وہ تو کلی طور پر بے نیاز ہے۔ ہاں بندہ اپنے پروردگار کی طاعت میں جس قدر محنت اٹھائے گا اس کا پھل دنیا و آخرت میں اسی کو ملے گا۔ پس مجاہدہ کرنے والے یہ خیال کبھی نہ لائیں کہ ہم خدا کے رستہ میں اتنی محنت کر کے کچھ اس پر احسان کر رہے ہیں (العیاذ باللہ) اس کا احسان ہے کہ خود تمہارے فائدہ کے لئے طاعت و ریاضت کی توفیق بخشے۔

من نکردم خلق تا سودے کنم   بلکہ تا بر بندگاں جودے کنم

◆ **ایمان اور عمل صالح کی برکات** | یعنی جہاں سے بدی ہو اور بے تدبیر ہونے کے باوجود اپنی رحمت و شفقت سے تمہاری محنت ٹھکانے لگاتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب لکھتے ہیں۔ "یعنی ایمان کی برکت سے نیکیاں پکی ہوں گی اور برائیاں معاف ہوں گی۔" (موضح القرآن)

حُسْنًا ؕ وَاِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ

بھلائی سے رہنے کی　اور اگر وہ تجھ سے زور کریں　کہ شریک کرے میرا　جس کی تجھ کو

بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا ؕ اِلَیَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا

خبر نہیں ۞　تو ان کا کہنا مت مان ۞　مجھی تک پھر آنا ہے تم کو　سو میں بتلا دوں گا تم کو جو کچھ

كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

تم کرتے تھے ۞　اور جو لوگ یقین لائے　اور کئے بھلے کام

لَنُدْخِلَنَّهُمْ فِی الصّٰلِحِیْنَ ۝ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّقُوْلُ

ہم ان کو داخل کریں گے　نیک لوگوں میں ۞　اور ایک وہ لوگ ہیں　کہ کہتے ہیں

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَاِذَاۤ اُوْذِیَ فِی اللّٰهِ جَعَلَ فِتْنَةَ النَّاسِ

یقین لائے ہم اللہ پر　پھر جب اس کو ایذا پہنچے اللہ کی راہ میں　کرنے لگے لوگوں کے ستانے کو

كَعَذَابِ اللّٰهِ ؕ وَلَئِنْ جَآءَ نَصْرٌ مِّنْ رَّبِّكَ لَیَقُوْلُنَّ

برابر اللہ کے عذاب کی ۞　اور اگر آ پہنچے مدد　تیرے رب کی طرف سے　تو کہنے لگیں

اِنَّا كُنَّا مَعَكُمْ ؕ اَوَلَیْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِیْ صُدُوْرِ

ہم تو تمہارے ساتھ ہیں (تھے) ۞　کیا یہ نہیں کہ اللہ خوب خبردار ہے　جو کچھ سینوں میں ہے

الْعٰلَمِیْنَ ۝ وَلَیَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَیَعْلَمَنَّ

جہان والوں کے ۞　اور البتہ معلوم کرے گا اللہ ان لوگوں کو جو یقین لائے ہیں　اور البتہ معلوم کرے گا

الْمُنٰفِقِیْنَ ۝ وَقَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

جو لوگ دغاباز ہیں ۞　اور کہنے لگے منکر　ایمان والوں کو

اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَمَا هُمْ بِحٰمِلِيْنَ

تم چلو ہماری راہ اور ہم اٹھالیں تمہارے گناہ ◆ اور وہ کچھ نہ اٹھائیں گے

مِنْ خَطٰيٰهُمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَلَيَحْمِلُنَّ

ان کے گناہ بے شک وہ جھوٹے ہیں اور البتہ اٹھائیں گے

اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ ز وَلَيُسْـَٔلُنَّ يَوْمَ

اپنے بوجھ اور کتنے بوجھ ساتھ اپنے بوجھ کے ◆ اور البتہ ان سے پوچھ ہوگی

الْقِيٰمَةِ عَمَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا

قیامت کے دن جو باتیں کہ جھوٹ بناتے تھے ◆ اور ہم نے بھیجا نوح کو

اِلٰى قَوْمِهٖ فَلَبِثَ فِيْهِمْ اَلْفَ سَنَةٍ اِلَّا خَمْسِيْنَ عَامًا

اس کی قوم کے پاس پھر رہا ان میں ہزار برس پچاس برس کم ◆

فَاَخَذَهُمُ الطُّوْفَانُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَ

پھر پکڑا ان کو طوفان نے اور وہ گنہگار تھے ◆ پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور

اَصْحٰبَ السَّفِيْنَةِ وَجَعَلْنٰهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۵﴾ وَاِبْرٰهِيْمَ

جہاز والوں کو ◆ اور رکھا ہم نے جہاز کو نشانی جہان والوں کے واسطے ◆ اور ابراہیم کو

اِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ

جب کہا اس نے اپنی قوم کو بندگی کرو اللہ کی اور ڈرتے رہو اس سے یہ بہتر ہے تمہارے حق میں

اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

اگر تم سمجھ رکھتے ہو تم تو پوجتے ہو اللہ کے سوائے

◆ یعنی مسلمان کو چاہیے ایمان پر مضبوط رہے، نہ کوئی تکلیف و ایذا دہی اس کو طریق استقامت سے ہٹا سکے اور نہ کفار کی احمقانہ استمالت سے متاثر ہو۔ مثلاً کفار مسلمانوں سے کہتے ہیں کہ تم اسلام چھوڑ کر پھر اپنی برادری میں آ ملو اور ہماری راہ پر چلو، تمام تکلیفوں اور ایذاؤں سے بچ جاؤ گے۔ مفت میں کیوں مصیبتیں جھیل رہے ہو۔ اور اگر ایسا کرنے میں گناہ سمجھتے اور مواخذہ کا اندیشہ رکھتے ہو تو خدا کے ہاں بھی ہمارا نام لے دینا کہ انہوں نے ہم کو یہ مشورہ دیا تھا۔ اگر ایسی صورت پیش آئی تو ساری ذمہ داری ہم اٹھا لیں گے اور تمہارے گناہ کا بوجھ اپنے سر رکھ لیں گے۔ کما قال الشاعر۔ ع مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر۔

◆ **مسلمانوں کے اعمال کی جھوٹی ذمہ داری** | یعنی جھوٹے ہیں، تمہارا بوجھ رتی برابر بھی ہلکا نہیں کر سکتے۔ ہاں اپنا بوجھ بھاری کر رہے ہیں۔ ایک تو ان کے ذاتی گناہوں کا بار تھا، اب دوسروں کے اغواء و اضلال کے بار نے اس میں مزید اضافہ کر دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں کہ "کوئی چاہے کہ رفاقت کر کے کسی کے گناہ اپنے اوپر لے لے، یہ نہیں ہو سکتا۔ مگر جس کو گمراہ کیا اور اس کے بہکانے سے اس نے گناہ کیا، وہ گناہ اس پر بھی اور اس پر بھی۔" (موضح) جیسا کہ حدیث میں آیا ہے کہ دنیا میں جو کوئی کسی کو ناحق قتل کرے اس کے گناہ کا حصہ آدم کے پہلے بیٹے (قابیل) کو پہنچتا ہے جس نے اول یہ بری راہ نکالی۔

◆ یعنی جو جھوٹی باتیں بناتے ہیں کہ ہم تمہارا بوجھ اٹھا لیں گے یہ خود مستقل گناہ ہے جس پر ماخوذ ہوں گے۔ آگے چند قصص کے ضمن میں متنبہ کیا گیا ہے کہ نیکوں کے مقابلہ میں ہمیشہ سے جھوٹے اغواء اور شرارت کرتے رہے ہیں اور نیکوں کو مدتوں تک امتحان و ابتلاء کے دور میں سے گذرنا پڑا ہے۔ مگر آخری نتیجہ انہی کے حق میں بہتر ہوا۔ مفسد اور شریر لوگ خائب و خاسر رہے، سچے کامیاب و سربلند ہوئے۔ متقیوں کے قدم کو کسی طرح کی مشکلات سے ذرا بھی ہٹا نہ سکے۔

◆ **حضرت نوحؑ کی عمر ۹۵۰ سال** | ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت نوحؑ چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے۔ ساڑھے نو سو برس دعوت و تبلیغ اور سعی و اصلاح میں مصروف رہے۔ پھر طوفان آیا، طوفان کے بعد ساٹھ سال زندہ رہے۔ اس طرح کل عمر ایک ہزار پچاس سال ہوئی۔

◆ یعنی جب گناہوں اور شرارتوں سے باز نہ آئے تو طوفان نے سب کو گھیر لیا۔ بجز چند نفوس کے سب ہلاک ہو گئے۔

◆ یعنی جو آدمی یا جانور جہاز پر سوار تھے ان کو نوح علیہ السلام کی معیت میں ہم نے محفوظ رکھا۔ سورۂ "ہود" میں یہ قصہ مفصل گذر چکا۔

◆ **کشتی نوح نشان عبرت ہے** | کہتے ہیں کہ حضرت نوحؑ کا جہاز مدت دراز تک "جودی" پر لگا رہا۔ دیکھنے والوں کے لئے عبرت ہو اور اب جو جہاز اور کشتیاں موجود ہیں یہ بھی ایک نشانی ہے جسے دیکھ کر سفینۂ نوحؑ کی یاد تازہ ہوتی اور قدرت الٰہی کا نمونہ نظر آتا ہے۔ یا شاید یہ مراد ہو کہ کشتی کے اس قصہ کو ہم نے جہان کے لئے نشان عبرت بنا دیا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "جس وقت یہ سورت اتری ہے حضرت کے بہت سے اصحابؓ کافروں کی ایذاؤں سے تنگ آ کر جہاز پر سوار ہو کر ملک حبشہ کی طرف گئے تھے، جب حضرتؐ مدینہ ہجرت کر آئے تب وہ جہاز والے صحابہ بھی سلامتی سے آ ملے۔" (موضح القرآن بتغییر) گویا واقعۂ سفینۂ نوحؑ کی تاریخ اس رنگ میں دہرائی گئی۔

أَوْثَانًا وَتَخْلُقُونَ إِفْكًا ۚ إِنَّ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن

کئی بتوں کے سوا اور بناتے ہو جھوٹی باتیں ◆ بے شک جن کو تم پوجتے ہو

دُونِ اللَّهِ لَا يَمْلِكُونَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوا عِندَ اللَّهِ

اللہ کے سوا وہ مالک نہیں تمہاری روزی کے سو تم ڈھونڈو اللہ کے یہاں

الرِّزْقَ وَاعْبُدُوهُ وَاشْكُرُوا لَهُ ۖ إِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ﴿١٧﴾

روزی اور اس کی بندگی کرو اور اس کا حق مانو اسی کی طرف پھر جاؤ گے ◆

وَإِن تُكَذِّبُوا فَقَدْ كَذَّبَ أُمَمٌ مِّن قَبْلِكُمْ ۖ وَمَا عَلَى

اور اگر تم جھٹلاؤ گے تو جھٹلا چکے ہیں بہت فرقے تم سے پہلے اور رسول کا

الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ ﴿١٨﴾ أَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ

ذمہ تو یہی ہے پیغام پہنچا دینا کھول کر ◆ کیا دیکھتے نہیں کیونکر

يُبْدِئُ اللَّهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۚ إِنَّ ذَٰلِكَ عَلَى

شروع کرتا ہے اللہ پیدائش کو پھر اس کو دہرائے گا ◆ یہ اللہ پر

اللَّهِ يَسِيرٌ ﴿١٩﴾ قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانظُرُوا كَيْفَ

آسان ہے ◆ تو کہہ ملک میں پھرو پھر دیکھو کیونکر

بَدَأَ الْخَلْقَ ۚ ثُمَّ اللَّهُ يُنشِئُ النَّشْأَةَ الْآخِرَةَ ۚ إِنَّ

شروع کیا ہے پیدائش کو پھر اللہ اٹھائے گا پچھلا اٹھان ◆ بے شک

اللَّهَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿٢٠﴾ يُعَذِّبُ مَن يَشَاءُ

اللہ ہر چیز کر سکتا ہے دکھ (عذاب) دے گا جس کو چاہے

جھوٹے اوہام کی پیروی یعنی جھوٹے عقیدے تراشتے ہو اور جھوٹے خیالات واوہام کی پیروی کرتے ہو چنانچہ اپنے ہاتھوں سے مورت بنا کر کھڑے کر لیتے ہیں۔ جنہیں جھوٹ موٹ خدا کہنے لگے۔

روزی اللہ کے پاس ہے حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "اکثر خلق روزی کے پیچھے ایمان دیتی ہے۔ سو جان رکھو کہ اللہ کے سوا روزی کوئی نہیں دیتا وہی دیتا ہے۔ اپنی خوشی کے موافق۔" لہٰذا اسی کے شکر گزار رہو اور اسی کی بندگی کرو۔ وہیں تم کو لوٹ کر جانا ہے آخر اس وقت کیا منہ دکھاؤ گے۔

رسول کے ذمے صرف پیغام دینا ہے یعنی جھٹلانے سے میرا کچھ نہیں بگڑتا۔ میں صاف صاف تبلیغ و نصیحت کر کے اپنا فرض ادا کر چکا۔ بھلا برا سمجھا چکا۔ نہ مانو گے نقصان اٹھاؤ گے جیسے "عاد" و "ثمود" وغیرہ تم سے پہلے اٹھا چکے ہیں۔

اپنی ذات میں غور کرو یعنی خود اپنی ذات میں غور کرو۔ پہلے تم کچھ نہ تھے اللہ نے تم کو پیدا کیا اسی طرح مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کر دے گا۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ "شروع تو دیکھتے ہو دوہرانا اسی سے سمجھ لو۔"

یعنی اللہ کے نزدیک تو کوئی چیز بھی مشکل نہیں۔ البتہ تمہارے سمجھنے کی بات ہے کہ جس نے بدون نمونہ کے اول ایک چیز کو بنایا، نمونہ قائم ہونے کے بعد بنانا تو اور زیادہ آسان ہونا چاہیے۔

زمین میں چل پھر کر دیکھو یعنی اپنی ذات کو چھوڑ کر دوسری چیزوں کی پیدائش میں بھی غور کرو اور چل پھر کر دیکھو کیسی کیسی مخلوق خدا نے پیدا کی ہے۔ اسی پر دوسری زندگی کو قیاس کر لو۔ اس کی قدرت اب کچھ محدود تو نہیں ہو گئی۔

وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَمَآ اَنْتُمْ

اور رحم کرے گا جس پر چاہے ◆ اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے اور تم

بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ ۖ وَمَا لَكُمْ مِّنْ

عاجز کرنے والے نہیں زمین میں اور نہ آسمان میں اور کوئی نہیں تمہارا

دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۲۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اللہ سے ورے حمایتی اور نہ مددگار ◆ اور جو لوگ منکر ہوئے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَلِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِىْ وَ

اللہ کی باتوں سے اور اس کے ملنے سے وہ ناامید ہوئے میری رحمت سے ◆ اور

اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۳﴾ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ

ان کے لیے دردناک عذاب ہے پھر کچھ جواب نہ تھا اس کی قوم کا

اِلَّآ اَنْ قَالُوا اقْتُلُوْهُ اَوْ حَرِّقُوْهُ فَاَنْجٰىهُ اللّٰهُ مِنَ

مگر یہی کہ بولے اس کو مار ڈالو یا جلا دو ◆ پھر اس کو بچا دیا اللہ نے

النَّارِ ۗ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۲۴﴾ وَقَالَ

آگ سے ◆ اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین لاتے ہیں ◆ اور ابراہیم بولا ◆

اِنَّمَا اتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْثَانًا ۙ مَّوَدَّةَ

جو ٹھہرائے ہیں تم نے اللہ کے سوا بتوں کے تھان دوستی (آپس کی ہو رہی ہے)

بَيْنِكُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُ

کر کر آپس میں دنیا کی زندگانی میں ◆ پھر دن قیامت کے منکر ہو جاؤ گے

◆ یعنی دنیا دوبارہ پیدا کر کے جسے اپنی حکمت کے موافق چاہے گا سزا دے گا اور جس پر چاہے گا اپنے فضل و کرم سے مہربانی فرمائے گا۔

◆ **خدا کے مجرم کیلئے کوئی پناہ نہیں** | یعنی جس کو اللہ تعالیٰ سزا دینا چاہے وہ نہ زمین کے سوراخوں میں گھس کر سزا سے بچ سکتا ہے نہ آسمان میں اڑ کر۔ کوئی حمایتی یا سفارشی خدا کے مجرم کو پناہ نہیں دے سکتا نہ کوئی طاقت اس کی حمایت اور مدد کو پہنچ سکتی ہے۔

◆ **کفار کی اللہ کی رحمت سے مایوسی** | یعنی جنہوں نے اللہ کی باتوں کا انکار کر دیا اور اس سے ملنے کی امید نہیں رکھی (کیونکہ وہ بعث بعد الموت کے قائل ہی نہ ہوئے) انہیں رحمت الٰہی کی امید کیا ہو سکتی ہے۔ لہٰذا وہ آخرت میں بھی محروم و مایوس ہی رہیں گے۔ یہ گویا "من کان یرجوا لقاء اللہ فان اجل اللہ لآت" کا عکس ہوا۔

◆ **حضرت ابراہیمؑ کے زندہ جلانے کا فیصلہ** | یعنی ابراہیمؑ کی تمام معقول باتیں اور دلائل و براہین سن کر جب ان سے کچھ جواب نہ بن پڑا تو عاجز ہو کر قوت کے استعمال پر اتر آئے اور آپس میں مشورہ کیا کہ یا قتل کر دو ایک دم اس کا قصہ ہی تمام کرو، اور یا آگ میں جلاؤ شاید تکلیف محسوس کر کے اپنی باتوں سے باز آ جائے تو ٹھیک ہے ورنہ قصہ خاکستر ہو کر رہ جائے گا۔

◆ یعنی انہوں نے مشورہ کر کے آگ میں ڈال دیا مگر حق تعالیٰ نے آگ کو گلزار بنا دیا۔ جیسا کہ سورۂ انبیاء میں مفصلاً گزر چکا ہے۔

◆ یعنی اس واقعہ سے سمجھ دار سمجھ گئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو کس طرح بچا لیتا ہے۔ اور یقین کر لیں کہ کس طرح غالب رہا کرتا ہے۔ نیز یہ معلوم ہوا کہ ہر چیز کی تاثیر اس کے حکم سے ہے۔ جب حکم نہ ہو تو آگ جیسی چیز جلا نہیں سکتی۔

◆ یعنی آگ سے نکل کر پھر نصیحت شروع کر دی۔

◆ **بت پرستی کی اصل غرض و غایت** | یعنی بت پرستی کو تو کوئی عقلمند جائز نہیں رکھ سکتا۔ بت پرست بھی دل میں جانتے ہیں کہ یہ نہایت مہمل حرکت ہے۔ مگر شیرازہ قومی کو جمع رکھنے کے لئے ایک مذہب ٹھہرا لیا ہے تاکہ اس کے نام پر تمام قوم متحد و متفق رہے اور ایک دوسرے کے دوست بنے رہیں۔ جیسا کہ آج کل بہت سی قوموں کا حال دیکھتے ہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ بت پرستی کا شیوع و رواج اس وجہ سے نہیں ہوا کہ وہ کوئی معقول چیز ہے بلکہ اندھی تقلید، قومی مروت و لحاظ اور تعلقات باہمی کا پاس و لحاظ اس کا سبب ہے۔ یا یہ غرض ہو کہ بت پرستی کی اصل جڑ آپس کی محبت اور دوستی تھی۔ ایک قوم میں جو نیک آدمی جنہیں لوگ محبوب رکھتے تھے انتقال کر گئے۔ لوگوں نے جوش محبت میں ان کی تصویریں بنا کر رکھ لیں۔ یادگار رہے گی۔ پھر تصویروں کی تعظیم کرنے لگے۔ وہی تعظیم بڑھتے بڑھتے عبادت بن گئی۔ یہ سب احتمالات آیت میں مفسرین نے بیان کئے ہیں۔ اور ممکن ہے "مودۃ بینکم" سے بت پرستوں کی اپنے بتوں سے جو محبت ہے وہ مراد ہو جیسا کہ دوسری جگہ "اندادا یحبونہم کحب اللہ" فرمایا ہے۔ واللہ اعلم۔

بَعْضُكُم بِبَعْضٍ وَيَلْعَنُ بَعْضُكُم بَعْضًا وَمَأْوَاكُمُ

ایک سے ایک ◆ اور لعنت کرو گے ایک کو ایک ◆ اور ٹھکانا تمہارا

النَّارُ وَمَا لَكُم مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٢٥﴾ فَآمَنَ لَهُ لُوطٌ ۘ

آگ ہے ◆ اور کوئی نہیں تمہارا مددگار ◆ پھر مان لیا اس کو لوط نے

وَقَالَ إِنِّي مُهَاجِرٌ إِلَىٰ رَبِّي ۖ إِنَّهُ هُوَ الْعَزِيزُ

اور وہ (ابراہیم) بولا میں تو وطن چھوڑتا ہوں اپنے رب کی طرف بے شک وہی ہے زبردست

الْحَكِيمُ ﴿٢٦﴾ وَوَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا

حکمت والا ◆ اور دیا ہم نے اس کو اسحٰق ◆ اور یعقوب ◆ اور رکھ دی

فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ وَآتَيْنَاهُ أَجْرَهُ فِي

اس کی اولاد میں پیغمبری ◆ اور کتاب ◆ اور دیا ہم نے اس کو اس کا ثواب

الدُّنْيَا ۖ وَإِنَّهُ فِي الْآخِرَةِ لَمِنَ الصَّالِحِينَ ﴿٢٧﴾ وَ

دنیا میں ◆ اور وہ آخرت میں ◆ البتہ نیکوں سے ہے ◆ اور

لُوطًا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ إِنَّكُمْ لَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ

بھیجا لوط کو ◆ جب کہا اپنی قوم کو ◆ تم تو آتے ہو بے حیائی کے کام پر

مَا سَبَقَكُم بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿٢٨﴾ أَئِنَّكُمْ

تم سے پہلے نہیں کیا وہ ◆ کسی نے جہان میں ◆ کیا تم

لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ وَتَقْطَعُونَ السَّبِيلَ ۙ وَتَأْتُونَ

دوڑتے ہو مردوں پر ◆ اور کاٹتے ہو راہ ◆ اور کرتے ہو

◆ **آخرت میں مشرکین اور شرکاء کی ایک دوسرے پر لعنت** | یعنی یہ سب دوستیاں اور محبتیں چند روزہ ہیں۔ قیامت کے دن ایک دوسرے کے دشمن ہوں گے اور بعض بعض کو لعنت کریں گے۔ حضرت شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں "یعنی وہ شیطان جن کے نام کے تھان ہیں اللہ کے روبرو منکر ہوں گے کہ ہم نے نہیں کہا کہ ہم کو پوجو۔ تب یہ پوجنے والے ان کو لعنت کریں گے کہ ہماری نذر و نیاز لے کر وقت پر پھر گئے۔" (موضح)

◆ جو دوزخ کی آگ سے تم کو بچا لے جیسے میرے پروردگار نے تمہاری آگ سے مجھ کو بچا لیا۔

◆ **حضرت لوطؑ کا ایمان اور ہجرت** | حضرت لوطؑ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ ابراہیمؑ کو ان کی قوم کے کسی مرد نے نہ مانا۔ البتہ لوطؑ نے فوراً بلا توقف تصدیق کی۔ دونوں کا وطن "عراق" میں شہر بابل تھا۔ خدا کے توکل پر وطن سے نکل کھڑے ہوئے۔ اللہ نے ملک شام میں پہنچا کر بسا دیا۔ (تنبیہ) "وَقَالَ اِنِّیْ مُهَاجِرٌ اِلٰی" میں دونوں احتمال ہیں۔ قائل ابراہیم ہوں یا لوط علیہما السلام۔

◆ یعنی اسحاقؑ بیٹا اور یعقوبؑ پوتا دیا۔ جن کی نسل "بنی اسرائیل" کہلاتی ہے۔

◆ **اولاد ابراہیمؑ میں دائمی نبوت** | یعنی حضرت ابراہیمؑ کے بعد بجز ان کی اولاد کے کسی کو کتاب آسمانی اور پیغمبری نہ دی جائے گی۔ چنانچہ جس قدر انبیاء ان کے بعد تشریف لائے انہی کی ذریت سے تھے۔ اسی لئے ان کو "ابو الانبیاء" کہا جاتا ہے۔

◆ **حضرت ابراہیمؑ پر دنیا اور آخرت کے انعامات** | یعنی دنیا میں حق تعالیٰ نے مال، اولاد، عزت اور ہمیشہ کا نام نیک دیا اور ملک شام ہمیشہ کے لئے ان کی اولاد کو بخشا۔ (کذا فی الموضح) اور آخرت میں اعلیٰ درجہ کے صالحین کی جماعت میں (جو انبیاء علیہم السلام کی جماعت ہے) شامل رکھا۔

◆ **حضرت لوطؑ کی قوم کو نصیحت** | یعنی یہ فعل شنیع تم سے پہلے کسی نے نہیں کیا تھا۔ یہی اس کی دلیل ہے کہ فطرت انسانی اس سے متنفر ہے۔ ایسے خلاف فطرت و شریعت کام کی بنا تم نے ڈالی۔

◆ راہ مارنے سے مراد ممکن ہے ڈاکہ زنی ہو، جو بھی ان میں رائج ہو گی۔ یا اسی بدکاری سے مسافروں کی راہ مارتے تھے کہ ڈر کے مارے اس طرف ہو کر نہ نکلیں۔ یا "تَقْطَعُوْنَ السَّبِيْلَ" کا مطلب یہ ہو کہ فطری اور معتاد راستہ کو چھوڑ کر توالد و تناسل کا سلسلہ منقطع کرتے تھے۔

فِي نَادِيكُمُ الْمُنكَرَ ۖ فَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ

اپنی مجلس میں — برا کام ◆ — پھر کچھ جواب نہ تھا اس کی قوم کا

إِلَّا أَن قَالُوا ائْتِنَا بِعَذَابِ اللَّهِ إِن كُنتَ مِنَ

مگر یہی کہ بولے — لے آ ہم پر — عذاب اللہ کا — اگر تو ہے

الصَّادِقِينَ ﴿٢٩﴾ قَالَ رَبِّ انصُرْنِي عَلَى الْقَوْمِ

سچا ◆ — بولا — اے رب میری مدد کر — ان شریر

الْمُفْسِدِينَ ﴿٣٠﴾ ع وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلُنَا إِبْرَاهِيمَ

لوگوں پر ◆ — اور جب پہنچے — ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم کے پاس

بِالْبُشْرَىٰ قَالُوا إِنَّا مُهْلِكُو أَهْلِ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ ۖ

خوشخبری لے کر — بولے — ہم کو غارت کرنا ہے — اس بستی والوں کو

إِنَّ أَهْلَهَا كَانُوا ظَالِمِينَ ﴿٣١﴾ قَالَ إِنَّ فِيهَا لُوطًا ۚ

بے شک اس کے لوگ — ہو رہے ہیں گنہگار ◆ — بولا — اس میں تو لوط بھی ہے ◆

قَالُوا نَحْنُ أَعْلَمُ بِمَن فِيهَا ۖ وقفة لَنُنَجِّيَنَّهُ وَأَهْلَهُ

وہ بولے — ہم کو خوب معلوم ہے — جو کوئی اس میں ہے — ہم بچا لیں گے اس کو اور اس کے گھر والوں کو

إِلَّا امْرَأَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿٣٢﴾ وَلَمَّا أَن

مگر اس کی عورت — کہ رہ گئی — رہ جانے والوں میں ◆ — اور جب

ع ۴

◆ **قوم کی علانیہ بے حیائی** | شاید یہ بدکاری علانیہ لوگوں کے سامنے کرتے ہوں گے یا اس بات ویسے ہر طرح کی بے ہودگی یا گالی اور ٹھٹھے اور چھیڑ اور بے شرمی کی باتیں کرتے ہوں گے۔

◆ **حضرت لوطؑ سے قوم کا استہزاء** | یعنی اگر تم سچے نبی ہو اور واقعی یہ کام برے ہیں جن پر ہم کو عذاب سے ڈراتے ہو تو جب عذاب لے آ

جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّ

پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس ناخوش ہوا ان کو دیکھ کر اور تنگ ہوا دل میں

قَالُوْا لَا تَخَفْ وَلَا تَحْزَنْ اِنَّا مُنَجُّوْكَ وَاَهْلَكَ

اور وہ بولے مت ڈر اور غم نہ کھا ہم بچا لیں گے تجھ کو اور تیرے گھر کو

اِلَّا امْرَاَتَكَ كَانَتْ مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۳۳﴾ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى

مگر عورت تیری رہ گئی رہ جانے والوں میں ہم کو اتارنی ہے اس

اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا

بستی والوں پر ایک آفت آسمان سے اس بات پر کہ وہ

يَفْسُقُوْنَ ﴿۳۴﴾ وَلَقَدْ تَّرَكْنَا مِنْهَآ اٰيَةًۢ بَيِّنَةً لِّقَوْمٍ

نافرمانی کرتے تھے اور چھوڑ (باقی) رکھا ہم نے اس کا نشان نظر آتا ہوا سمجھدار لوگوں

يَّعْقِلُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا

کے واسطے اور بھیجا مدین (مدین والوں) کے پاس ان کے بھائی شعیب کو

فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَارْجُوا الْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَلَا

پھر بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی اور توقع رکھو پچھلے دن کی اور

تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۳۶﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَتْهُمُ

مت پھرو زمین میں خرابی مچاتے پھر اس کو جھٹلایا تو پکڑ لیا ان کو

الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِىْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَعَادًا وَّثَمُوْدَا۟

زلزلے (بھونچال) نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے اور ہلاک کیا عاد کو اور ثمود کو

حضرت لوطؑ کے مہمان فرشتے | فرشتے نہایت حسین و جمیل امردوں کی شکل میں وہاں پہنچے۔ حضرت لوطؑ نے اول پہچانا نہیں۔ بہت تنگدل اور ناخوش ہوئے کہ اب ان مہمانوں کی عزت قوم کے ہاتھ سے کس طرح بچاؤں گا۔ اگر اپنے یہاں نہ ٹھہراؤں تو اخلاق و مروت اور مہمان نوازی کے خلاف ہے۔ ٹھہراتا ہوں تو اس بدکار قوم سے آبرو کس طرح محفوظ رہے گی۔

یعنی اپنی قوم کی شرارت سے ڈرے مت۔ یہ کچھ نہیں کر سکتی اور ہمارے بچاؤ کے لیے غمگین نہ ہو ہم آدمی نہیں، فرشتے ہیں، جو تجھ کو اور تیرے ہم مشرب گھر والوں کو بچا کر اس قوم کو غارت کرنے کے لیے آئے ہیں۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ گذر چکا۔

قوم لوطؑ کی تباہی کے نشانات | یعنی ان کی الٹی ہوئی بستیوں کے نشان مکہ والوں کو ملک شام کے سفر میں دکھائی دیتے تھے۔

یعنی آخرت کی طرف سے غافل نہ ہو، اکیلے خدائے واحد کی پرستش کرو۔

حضرت شعیبؑ کی قوم کو نصیحت | خرابی پھیلانے سے شاید مراد ہے لین دین میں دغابازی کرنا، سود لگانا جیسا کہ ان کی عادت تھی۔ اور ممکن ہے رہزنی بھی کرتے ہوں۔ وقیل غیر ذلک۔

وَقَدْ تَّبَيَّنَ لَكُمْ مِّنْ مَّسٰكِنِهِمْ ۣ وَزَيَّنَ لَهُمُ

اور تم پر حال کھل چکا ہے — ان کے گھروں سے ◆ — اور فریفتہ کیا ان کو

الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ وَ

شیطان نے — ان کے کاموں پر — پھر روک دیا ان کو — راہ سے — اور

كَانُوْا مُسْتَبْصِرِيْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَارُوْنَ وَفِرْعَوْنَ وَ

تھے ہوشیار ◆ — اور ہلاک کیا قارون — اور فرعون — او

هَامٰنَ ۣ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ مُّوْسٰى بِالْبَيِّنٰتِ

ہامان کو — اور ان کے پاس پہنچا موسیٰ — کھلی نشانیاں لے کر

فَاسْتَكْبَرُوْا فِي الْاَرْضِ وَمَا كَانُوْا سٰبِقِيْنَ ﴿۳۹﴾

پھر بڑائی کرنے لگے — ملک میں — اور نہیں تھے ہم سے جیت جانے والے ◆

فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ

پھر سب کو پکڑا ہم نے اپنے اپنے گناہ پر ◆ — پھر کوئی تھا — کہ اس پر ہم نے بھیجا

حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ

پتھراؤ ہوا سے ◆ — اور کوئی تھا — کہ اس کو پکڑا چنگھاڑ نے ◆ — اور کوئی تھا کہ اس کو

خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا

دھنسا دیا ہم نے — زمین میں ◆ — اور کوئی تھا کہ اس کو ڈبا دیا ہم نے ◆ — ۱۲

كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

اللہ ایسا نہ تھا — کہ ان پر ظلم کرے — پر تھے وہ اپنا آپ ہی

- یعنی ان کی بستیوں کے کھنڈر تم دیکھ چکے ہو ان سے عبرت حاصل کرو۔

- یعنی دنیا کے کام میں ہوشیار تھے اور اپنے نزدیک عقلمند تھے پر شیطان کے بہکانے سے نہ بچ سکے۔

- **ان قوموں کے غرور کا انجام** | یعنی کھلی نشانیاں دیکھ کر بھی حق کے سامنے نہ جھکے اور کبر و غرور نے ان کی گردن نیچی نہ ہونے دی۔ آخر نتیجہ کیا ہوا؟ کیا بڑے بن کر اللہ سے بچ گئے؟ یا بھاگ کر خدا کو تھکا دیا۔

- یعنی ان میں سے ہر ایک کو اس کے جرم کے موافق سزا دی گئی۔

- یہ قوم لوط ہے اور بعض نے "عاد" کو بھی اس میں داخل کیا ہے۔

- یہ "ثمود" تھے اور اہل مدین بھی۔

- یعنی قارون کو جیسا کہ سورۂ قصص میں گزرا۔

- یہ فرعون و ہامان ہوئے اور بعض نے قوم نوح کو بھی اس میں داخل کیا ہے۔

يَظْلِمُونَ ﴿٤٠﴾ مَثَلُ الَّذِينَ اتَّخَذُوا مِن دُونِ

برا کرتے ◆ مثال ان لوگوں کی جنہوں نے پکڑے اللہ کو

اللَّهِ أَوْلِيَاءَ كَمَثَلِ الْعَنكَبُوتِ اتَّخَذَتْ بَيْتًا

چھوڑ کر اور حمایتی جیسے مکڑی کی مثال بنایا اس نے ایک گھر

وَإِنَّ أَوْهَنَ الْبُيُوتِ لَبَيْتُ الْعَنكَبُوتِ لَوْ كَانُوا

اور سب گھروں میں بودا سو مکڑی کا گھر اگر ان کو

يَعْلَمُونَ ﴿٤١﴾ إِنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُونَ مِن

سمجھ ہوتی ◆ اللہ جانتا ہے جس جس کو وہ پکارتے ہیں

دُونِهِ مِن شَيْءٍ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ﴿٤٢﴾

اس کے سوا کوئی چیز ہو ◆ اور وہ زبردست ہے حکمتوں والا ◆

وَتِلْكَ الْأَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ وَمَا يَعْقِلُهَا

اور یہ مثالیں بٹھلاتے (چسپاں کرتے) ہیں ہم لوگوں کے واسطے اور ان کو سمجھتے وہی ہیں

إِلَّا الْعَالِمُونَ ﴿٤٣﴾ خَلَقَ اللَّهُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضَ

جن کو سمجھ ہے ◆ اللہ نے بنائے آسمان اور زمین

بِالْحَقِّ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِّلْمُؤْمِنِينَ ﴿٤٤﴾

جیسے چاہئیں ◆ اس میں نشانی ہے یقین لانے والوں کے لیے ◆

◆ یعنی اللہ تعالیٰ کی شان یہ نہیں کہ کوئی ناانصافی یا بے موقع کام کرے۔ اس کی بارگاہ عیوب ونقائص سے بکلی بری اور منزہ ہے۔ ظلم تو وہاں حصور ہی نہیں، ہاں بندے خود اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں یعنی ایسے کام کرتے ہیں جن کا نتیجہ اعمال ان کے حق میں برا ہو۔

◆ **مشرکین کی مثال مکڑی کے گھر سے** | یعنی گھر اس واسطے ہے کہ جان مال کا بچاؤ ہو۔ مکڑی کا جالا کہ دامن کے جھٹکے سے ٹوٹ پڑے۔ یہی مثال اس کی ہے جو اللہ کے سوا کسی کو اپنا بچانے والا اور حمایتی سمجھے، بدون مشیت الٰہی کچھ بچاؤ نہیں کر سکتے۔

◆ یعنی ممکن تھا سننے والا تعجب کرے کہ سب کو ایک ہی ذیل میں کھینچ دیا کسی کو مستثنیٰ نہ کیا۔ بعض لوگ بت کو پوجتے ہیں، بعض آگ پانی کو، بعض انبیاء اولیاء یا فرشتوں کو، سو اللہ نے فرما دیا کہ اللہ کو سب معلوم ہیں، سو اگر کوئی ایک بھی ان میں سے مستقل قدرت و اختیار رکھتا تو اللہ سب کا ایک حکم نہ کرتا۔

◆ یعنی اللہ کو کسی کی رفاقت نہیں چاہیے وہ زبردست ہے، اور مشورہ نہیں چاہیے کیونکہ حکیم مطلق ہے۔

◆ **اللہ کی مثالوں کو عاقل ہی سمجھتے ہیں** | مشرکین کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ "مکڑی" اور "مکھی" وغیرہ حقیر چیزوں کی مثالیں بیان کرتا ہے جو اس کی عظمت کے منافی ہیں۔ اس کا جواب دیا کہ مثالیں اپنے موقع کے لحاظ سے نہایت موزوں اور ممثل لہ پر پوری منطبق ہیں۔ مگر سمجھدار ہی اس کا مطلب ٹھیک سمجھتے ہیں۔ جاہل بے وقوف کیا جانیں۔ مثال کا انطباق مثال دینے والے کی حیثیت پر نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ جس کی مثال ہے اس کی حیثیت کو دیکھیں اگر وہ حقیر و کمزور ہے تو تمثیل بھی ایسی ہی حقیر و کمزور چیزوں سے ہوگی۔ مثال دینے والے کی عظمت کا اس سے کیا تعلق۔

◆ یعنی نہایت حکمت سے بنایا، بیکار پیدا نہیں کیا۔

◆ **مخلوقات میں مومن کیلئے نشانیاں** | یعنی جب آسمان و زمین اس اکیلے نے بنا دیے تو چھوٹے چھوٹے کاموں میں اسے کسی شریک یا مددگار کی کیا احتیاج ہوگی۔ ہوتی تو ان بڑے کاموں میں ہوتی۔

رموزِ اوقاف قرآن مجید

ہر ایک زبان کے اہلِ زبان جب گفتگو کرتے ہیں تو کہیں ٹھہر جاتے کہیں نہیں ٹھہرتے۔ کہیں کم ٹھہرتے ہیں کہیں زیادہ۔ اس ٹھہرنے اور نہ ٹھہرنے کو بات کے صحیح بیان کرنے اور اس کا صحیح مطلب سمجھنے میں بہت دخل ہے۔ قرآن مجید کی عبارت بھی گفتگو کے انداز میں واقع ہوئی ہے۔ اسی لئے اہلِ علم نے اس کے ٹھہرنے نہ ٹھہرنے کی علامتیں مقرر کر دی ہیں جن کو رموزِ اوقاف قرآن مجید کہتے ہیں۔ ضروری ہے کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنے والے ان رموز کو ملحوظ رکھیں۔ اور وہ یہ ہیں۔

○ جہاں بات پوری ہو جاتی ہے وہاں چھوٹا سا دائرہ لکھ دیتے ہیں۔ یہ حقیقت میں گول ت ہے جو بصورت ۃ لکھی جاتی ہے اور یہ وقف تام کی علامت ہے یعنی اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ اب ۃ تو نہیں لکھی جاتی چھوٹا سا حلقہ ڈال دیا جاتا ہے اسی کو آیت کہتے ہیں۔

م یہ علامت وقفِ لازم ہے۔ اس پر ضرور ٹھہرنا چاہیے۔ اگر نہ ٹھہرا جائے تو احتمال ہے کہ مطلب کچھ کا کچھ ہو جائے۔ اس کی مثال اردو میں یوں سمجھنی چاہیے کہ مثلاً کسی کو یہ کہنا ہو کہ اٹھو مت بیٹھو۔ جس میں اٹھنے کا امر اور بیٹھنے کی نہی ہے تو اٹھو پر ٹھہرنا لازم ہے۔ اگر ٹھہرا نہ جائے تو اٹھو مت بیٹھو ہو جائے گا۔ جس میں اٹھنے کی نہی اور بیٹھنے کے امر کا احتمال ہے اور یہ قائل کے مطلب کے خلاف ہو جائے گا۔

ط وقفِ مطلق کی علامت ہے۔ اس پر ٹھہرنا چاہیے۔ مگر یہ علامت وہاں ہوتی ہے جہاں مطلب تمام نہیں ہوتا اور بات کہنے والا ابھی اور کچھ کہنا چاہتا ہے۔

ج وقفِ جائز کی علامت ہے۔ یہاں ٹھہرنا بہتر اور نہ ٹھہرنا جائز ہے۔

ز علامت وقفِ مجوّز کی ہے۔ یہاں نہ ٹھہرنا بہتر ہے۔

ص علامت وقفِ مرخص کی ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا چاہیے لیکن اگر کوئی تھک کر ٹھہر جائے تو رخصت ہے۔

معلوم ہے کہ ص پر ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

صلے الوصل اولیٰ کا اختصار ہے۔ یہاں ملا کر پڑھنا بہتر ہے۔

ق قیل علیہ الوقف کا خلاصہ ہے۔ یہاں ٹھہرنا نہیں چاہیے۔

صل قد یوصل کی علامت ہے یعنی یہاں کبھی ٹھہرا بھی جاتا ہے کبھی نہیں۔ لیکن ٹھہرنا بہتر ہے۔

قف یہ لفظ قِف ہے جس کے معنی ہیں ٹھہر جاؤ۔ اور یہ علامت وہاں استعمال کی جاتی ہے جہاں پڑھنے والے کے ملا کر پڑھنے کا احتمال ہو۔

سکتہ سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں کسی قدر ٹھہرنا چاہیے مگر سانس نہ ٹوٹنے پائے۔

وقفہ لمبے سکتہ کی علامت ہے۔ یہاں سکتہ کی نسبت زیادہ ٹھہرنا چاہیے لیکن سانس نہ توڑے۔

سکتہ اور وقفہ میں یہ فرق ہے کہ سکتہ میں کم ٹھہرنا ہوتا ہے وقفہ میں زیادہ۔

لا لا کے معنی نہیں کے ہیں۔ یہ علامت کہیں آیت کے اوپر استعمال کی جاتی ہے اور کہیں عبارت کے اندر۔ عبارت کے اندر ہو تو ہرگز نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ آیت کے اوپر ہو تو اختلاف ہے۔ بعض کے نزدیک ٹھہر جانا چاہیے بعض کے نزدیک نہ ٹھہرنا چاہیے۔ لیکن ٹھہرا جائے یا نہ ٹھہرا جائے اس سے مطلب میں خلل واقع نہیں ہوتا۔ وقف اسی جگہ نہیں چاہیے جہاں عبارت کے اندر لکھا ہو۔

ک کذٰلک کی علامت ہے۔ یعنی جو رمز پہلے ہے وہی یہاں سمجھی جائے۔